تاریخ احمدیت

جلد ہشتم

تحریک جدید کی بنیاد سے لیکر خلافت جوبلی تک

(۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۹ء)

مؤلفہ

دوست محمد شاہد

نام کتاب	:	تاریخ احمدیت جلد ہفتم
مرتبہ	:	مولانا دوست محمد شاہد
طباعت موجودہ ایڈیشن	:	2007
تعداد	:	2000
شائع کردہ	:	نظارت نشر و اشاعت قادیان
مطبع	:	پرنٹ ویل امرتسر

ISBN - 181-7912-114-3

TAAREEKHE-AHMADIYYAT

(History of Ahmadiyyat

Vol-7 (Urdu)

By: Dost Mohammad Shahid

Present Edition : 2007

Published by: Nazarat Nashro Ishaat Qadian-143516

Distt.Gurdaspur (Punjab) INDIA

Printed at : Printwell Amritsar

ISBN - 181-7912-114-3

شبیہ مبارک سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(دسمبر ۱۹۳۹ء)

مجلس مشاورت قادیان دارالامان کے دو مناظر

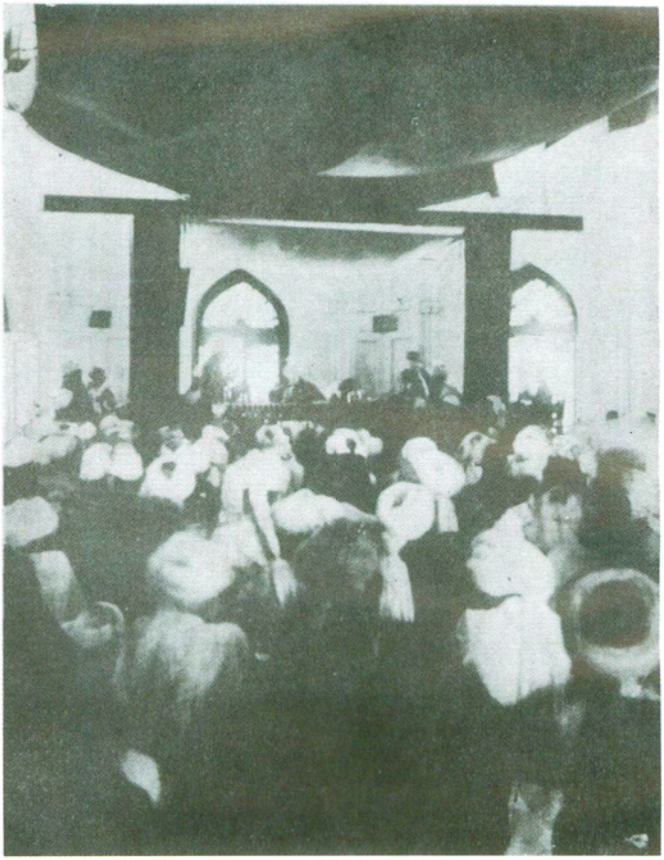

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مسجد اقصیٰ قادیان میں خطبہ جمعہ کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔
پیچھے خان میر خان صاحب اور دوسرے پہرے دار ہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صدارت فرما رہے ہیں۔
حضور کے دائیں جانب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ہیں (مقام شوریٰ تعلیم الاسلام ہائی سکول ہال قادیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل فرماتے ہوئے اس زمانہ کے مصلح امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا کی۔ قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں نے کس طرح دُنیا کی کایا پلٹ دی اس کا تذکرہ تاریخ اسلام میں جا بجا پڑھنے کو ملتا ہے۔ تاریخ اسلام پر بہت سے مؤرّخین نے قلم اٹھایا ہے۔

کسی بھی قوم کے زندہ رہنے کیلئے اُن کی آنے والی نسلوں کو گذشتہ لوگوں کی قربانیوں کو یاد رکھنا ضروری ہوا کرتا ہے تا وہ یہ دیکھیں کہ اُن کے بزرگوں نے کس کس موقعہ پر کیسی کیسی دین کی خاطر قربانیاں کی ہیں۔ احمدیت کی تاریخ بہت پرانی تو نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے الٰہی ثمرات سے لدی ہوئی ہے۔ آنے والی نسلیں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھ سکیں اور اُن کے نقشِ قدم پر چل کر وہ بھی قربانیوں میں آگے بڑھ سکیں اس غرض کے مدنظر ترقی کرنے والی قومیں ہمیشہ اپنی تاریخ کو مرتب کرتی ہیں۔

احمدیت کی بنیاد آج سے ایک سو اٹھارہ سال قبل پڑی۔ احمدیت کی تاریخ مرتب کرنے کی تحریک اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پیدا فرمائی۔ اس غرض کیلئے حضور انور رضی اللہ عنہ نے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کو اس اہم فریضہ کی ذمہ داری سونپی جب اس پر کچھ کام ہو گیا تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری ادارۃ المصنفین پر ڈالی جس کے نگران محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب تھے۔ بہت سی جلدیں اس ادارہ کے تحت شائع ہوئی ہیں بعد میں دفتر اشاعت ربوہ نے تاریخِ احمدیت کی اشاعت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ جس کی اب تک 19 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

ابتدائی جلدوں پر پھر سے کام شروع ہوا اس کو کمپوز کر کے اور غلطیوں کی درستی کے بعد دفتر اشاعت ربوہ نے

اس کی دوبارہ اشاعت شروع کی ہے۔ نئے ایڈیشن میں جلد نمبر ۸ کو جلد نمبر ۷ بنایا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان سفر کے دوران تاریخِ احمدیت کی تمام جلدوں کو ہندوستان سے بھی شائع کرنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ کے ارشاد پر نظارت نشر و اشاعت قادیان بھی تاریخِ احمدیت کے مکمل سیٹ کو شائع کر رہی ہے ایڈیشن اول کی تمام جلدوں میں جو غلطیاں سامنے آئی تھیں ان کی بھی تصحیح کر دی گئی ہے۔ موجودہ جلد پہلے سے شائع شدہ جلد کا عکس لیکر شائع کی گئی ہے چونکہ پہلی اشاعت میں بعض جگہوں پر طباعت کے لحاظ سے عبارتیں بہت خستہ تھیں اُن کو حتی الوسع ہاتھ سے درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم اگر کوئی خستہ عبارت درست ہونے سے رہ گئی ہو تو ادارہ معذرت خواہ ہے۔ اس وقت جو جلد آپ کے ہاتھ میں ہے یہ جلد ہفتم کے طور پر پیش ہے۔ دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس اشاعت کو جماعت احمدیہ عالمگیر کیلئے ہر لحاظ سے مبارک اور بابرکت کرے۔ آمین۔

خاکسار

برہان احمد ظفر درّانی

(ناظر نشر و اشاعت قادیان)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

تاریخِ احمدیت کی آٹھویں جلد

(رقم فرمودہ مکرم و محترم چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب)

الحمدللہ کہ تاریخ احمدیت کی آٹھویں جلد طبع ہو کر اشاعت کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اس جلد میں ۱۹۳۴ء کے آخر سے لے کر ۱۹۳۹ء کے آخر تک کے واقعات درج ہیں۔ گویا اس جلد کے ساتھ سلسلہ احمدیہ کی پہلی نصف صدی کی تاریخ کی تکمیل ہوتی ہے۔ خاکسار کو ابھی اس جلد کے مطالعہ کا موقعہ تو نہیں ملا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ تاریخی لحاظ سے اس جلد کی اہمیت کسی پہلی جلد سے کم نہیں۔

جلد ہفتم کے آخر میں اُن افسوسناک اور عبرت انگیز واقعات کا ذکر ہے جو حکومت پنجاب اور مجلس احرار کی متفقہ مخالفت کے نتیجے میں سلسلہ احمدیہ کے لئے نازک صورت اختیار کر گئے۔ احرار کانفرنس کے دوران میں خاکسار انگلستان میں تھا۔ نومبر میں واپس لاہور پہنچا۔ ایک رات لاہور ٹھہر کر دوسری صبح قادیان حاضر ہوا۔ اور اسی شام لاہور لوٹ آیا۔ تفصیلی واقعات کا علم خاکسار کو قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کی زبانِ مبارک سے حاصل ہوا۔ جناب میاں سر فضل حسین صاحب کا جو بھی پیغام حضورؓ کی خدمت میں پہنچا وہ خاکسار کے توسط سے نہیں پہنچا تھا۔ خاکسار اُس وقت تک ابھی انگلستان میں تھا۔

قادیان سے واپسی کے دوسرے دن سر ہربرٹ ایمرسن گورنر پنجاب کا پیغام خاکسار کو ملا کہ وہ خاکسار کی ملاقات کے متمنی ہیں۔ یہ ملاقات دو گھنٹے تک جاری رہی۔ گورنر صاحب نے بتفصیل اپنا نقطۂ نظر بیان کیا۔ خاکسار خاموشی سے سنتا رہا۔ جب وہ بیان ختم کر چکے جب بھی خاکسار خاموش رہا۔ انہیں توقع ہو گی کہ خاکسار اپنی طرف سے کسی رائے کا اظہار کرے اور خاکسار کوئی غرض لے کر اُن کی خدمت میں حاضر ہوا نہیں تھا۔ اُن کی خواہش کی تعمیل میں حاضر ہو گیا تھا۔ خاکسار کو بالکل خاموش پا کر انہوں نے پھر اپنی پہلی تقریر کو مختصر طور پر دوہرایا اور آخر میں کہا میں تسلیم کرتا ہوں کہ احرار کو قادیان میں کانفرنس کرنے کی اجازت دینا غلطی تھی انہوں نے اس موقعہ سے بہت بیجا فائدہ اُٹھایا اور اُسے صرف سلسلہ اور بانیٔ سلسلہ کے خلاف اشتعال پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا مرزا صاحب کے احساسات اور جذبات کو جو صدمہ پہنچا ہے اس کا بھی میں اندازہ کر سکتا ہوں۔ انہوں نے چند ہفتوں سے اپنے خطبات

جمعہ میں اپنے رنج کا اظہار کرنا شروع کیا ہے جس کے ساتھ مجھے کسی قدر ہمدردی بھی ہے لیکن اب وہ بہت کچھ کہہ چکے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ سلسلہ ختم کیا جائے

ظفراللہ خان۔ تو مجھ سے آپ کیا چاہتے ہیں؟

سرہربرٹ ایمرسن۔ تم اپنا اثر استعمال کرکے اس قضیئے کو ختم کرا دو۔

ظفراللہ خان۔ میں کس حیثیت سے اس معاملے میں دخل دے سکتا ہوں؟ آپ ابھی فرما چکے ہیں کہ جہاں تک سلسلے کا تعلق ہے آپ امام جماعت احمدیہ کے علاوہ کسی اور فرد کو کسی حیثیت سے بھی سلسلے کا نمائندہ تسلیم نہیں کرتے۔ خاکسار کو جناب امام جماعت احمدیہ نے اپنی نمایندگی کرنے کا فخر نہیں بخشا۔

سرہربرٹ ایمرسن۔ تمہیں بہرصورت اس معاملے میں دلچسپی تو ہے اور تم ضرور چاہتے ہوگے کہ یہ قضیہ ختم ہو۔

ظفراللہ خان۔ دلچسپی ہی نہیں میرے لئے یہ امر حد درجہ قلق کا موجب ہے کہ حکومت نے بلاوجہ امام جماعت اور سلسلے کی توہین کی سعی کی۔

سرہربرٹ ایمرسن۔ یہ تو بہت سنجیدہ الزام ہے۔

ظفراللہ خان۔ واقعات شاہد ہیں۔ اس مرحلہ پر خاکسار نے واقعات پر مختصر تبصرہ کرکے الزام ثابت کرنے کی کوشش کی سرہربرٹ نے بات تو تحمل سے سن لی لیکن کہا آپ ضرورت سے زیادہ ذکی الحس ہو رہے ہیں۔ خاکسار نے کچھ جوش میں کہا۔ بجا ہے۔ جہاں ایسی اقدار اور ایسی ہستیوں کا تعلق ہو جو انسان کو جان سے عزیز ہوں وہاں انسان ان کی نظر میں جنہیں ایسی کوئی وابستگی نہ ہو ضرورت سے زیادہ ذکی الحس نظر آتا ہے۔ اس مرحلے پر خاکسار اجازت لے کر رخصت ہوا۔

دوسرے دن گورنر صاحب نے پھر پیغام بھیجکر بلوایا اور کہا کچھ تدبیر ہونی چاہیئے۔ میں نے دریافت کیا۔ کیا تدبیر ہو؟ انہوں نے کہا تم مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر میری طرف سے کہو کہ وہ اپنا نقطہ نظر پبلک میں واضح کر چکے ہیں اور مجھے ان کے رنج میں ہمدردی ہے۔ اب خطبات کا یہ سلسلہ بند ہو جائے تو مناسب ہے۔ میں نے کہا میری نگہ میں حکومت کو کم سے کم یہ تو تسلیم کرنا چاہیئے کہ نوٹس امام جماعت احمدیہ کے نام جاری نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ بفرضِ محال اگر کوئی قانونی ذمہ داری تھی بھی تو وہ سلسلہ کے افسر کی تھی جس کی طرف سے چٹھیاں جاری ہوئی تھیں۔ گورنر صاحب نے کہا ممکن ہے حکومت یہ بھی تسلیم کرلے لیکن اس بات کو ظاہر کیا جائے۔

خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جو بات چیت گورنر صاحب کے ساتھ ہوئی تھی حضور کی خدمت اقدس میں گذارش کردی۔ حضور نے فرمایا مجھے حکومت کو دق کرنا مراد نہیں۔ لیکن میں یہ تو نہیں کرسکتا کہ حکومت کی طرف سے خفیہ تسلی دیئے جانے پر بلا پبلک خاموش ہو جاؤں۔ مجھے تو سلسلے کا احترام اور وقار مطلوب ہے۔ اگر میں بغیر کسی اعلان یا اظہار کے خاموش ہو جاؤں تو اس سے تو سلسلے کے وقار کو پہلے کی نسبت زیادہ صدمہ پہنچیگا یہی فرض کیا جائیگا کہ حکومت نے مجھے دھمکی دے کر خاموش کر دیا۔ مجھے کم سے کم

یہ تو کہنا ہوگا کہ حکومت نے ان امور میں میرا موقف تسلیم کر لیا ہے۔ خاکسار نے لاہور واپسی پر حضورؓ کا ردِعمل گورنر صاحب کی خدمت میں گذارش کر دیا۔ گورنر صاحب نے اُسے تسلیم کر لیا۔ آخر یہی قرار پایا کہ متعلقہ سیکرٹری حضور کے منشاء کے مطابق حکومت کی طرف سے حضور کی خدمت میں چِٹھی بھیجدے اور گورنر صاحب نے یہ بھی کہدیا کہ اگر مرزا صاحب چاہیں تو بیشک چِٹھی شائع کر دیں۔ آخر یہ بات چھپی تو رہ نہیں سکتی۔ کوئی احراری نمائندہ کونسل میں سوال کر کے حقیقت معلوم کر سکتا ہے لیکن حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے چِٹھی شائع کرنا پسند نہ فرمایا۔ بظاہر تو یہ معاملہ یُوں سُلجھ گیا لیکن حکومتِ پنجاب کی طرف سے ایذا دہی کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحم سے سلسلے اور جماعت کو مخالفین کی ہر چال کے مقابل اپنی حفاظت اور نُصرت سے نوازا۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔ احرار کانفرنس اور حکومتِ پنجاب کی مُخالفانہ روش کو اللہ تعالیٰ نے ہر بَلا کیں قوم را حق دادہ اند کے مطابق ایک گنجِ کرم کا موجب بنا دیا۔ ان حالات کے پیش آنے کے نتیجے میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ نے تحریکِ جدید کو جاری فرمایا جس کے شاندار مستقبل پر پچھلی ثُلث صدی کی کامرانیاں شاہد ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔

۱۹۳۹ء میں خلافتِ ثانیہ کی برکات پر رُبع صدی کے عرصہ کی تکمیل ہونے کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کی خدمت اقدس میں شکرانہ کے طور پر خلافت جوبلی منانے کی اجازت کی درخواست گذارش کی گئی۔ حضورؓ نے فرمایا خلافت کی جوبلی منانے میں تو شاید مجھے تامّل ہوتا لیکن ۱۹۳۹ء ہی میں سلسلہ کے بھی پچاسؔ سال پورے ہوں گے۔ اس لحاظ سے جوبلی منانے کی اجازت ہے اور اسی سلسلہ میں یہ ارشاد بھی فرمایا۔ سلسلہ کے سَوْ سال پورے ہونے پر بڑی شان سے جوبلی منانا!

سلسلے کی تاریخ کا ہر سال کئی نشان لے کر آتا ہے جن کا محفوظ کرنا سلسلے کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔ تاکہ موجودہ اور آئندہ نسلیں ان نشانات سے سبق حاصل کریں اور اپنے ایمانوں کو تازہ اور مضبوط کریں اور وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا کے رُوح پرور شواہد کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں اور يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا کا صحیح نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کرتے جائیں۔ وَمَا تَوْفِيقُنَا إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ هُوَ مَوْلَانَا نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

خاکسار
ظفر اللہ خان
۱۵ دسمبر ۱۹۶۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

تاریخ احمدیت جلد ہشتم

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے امسال جلسہ سالانہ کے موقع پر خلافتِ ثانیہ کے بابرکت دور کی تاریخ کی چوتھی جلد احباب کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ یہ جلد ۱۹۳۴ء کے آخر سے لے کر ۱۹۳۹ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں تین اہم واقعات کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے۔ ۱۔ تحریکِ جدید کا اجراء، اس کی برکات اور نتائج، ۲۔ خدام الاحمدیہ کی تحریک اور ۱۹۴۴ء تک اس کی تاریخ، ۳۔ خلافتِ ثانیہ کی پچیس سالہ جوبلی۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جو تحریکات اسلام کے غلبہ کیلئے جاری فرمائیں اُن میں سے تحریکِ جدید اور خدام الاحمدیہ کی تحریک نہایت ہی اہمیت رکھتی ہیں۔ تحریکِ جدید کے اجراء سے جماعت احمدیہ کے مشن مختلف ممالک میں قائم ہوئے اور جماعت کی ترقی تیز رفتاری سے غیر ممالک میں شروع ہوگئی اور اب مختلف ممالک میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق و محبت رکھنے والے مخلصین کی ایسی جماعتیں قائم ہوگئی ہیں جو اسلام کی راہ میں جانی اور مالی قربانیاں دینے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والی ہیں۔

اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے ہماری ایک نسل یا دو نسل کی قربانیاں مکتفی نہیں بلکہ اس امر کی ضرورت ہے کہ قیامت تک ہر ایک صدی میں ہماری نسلیں صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلنے والی، صحیح اسلام پر قائم رہنے والی اور اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنے والی ہوں اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جبتک کہ ہماری نسلوں کی صحیح تربیت کا انتظام نہ ہو اور اس اہم غرض کو پورا کرنے کیلئے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خدام الاحمدیہ کی بابرکت تحریک جاری فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ قیامت تک اس تحریک کے نتیجہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے جائیں جو صحیح اسلام کو دُنیا کے سامنے پیش کرنے والے اور اسلام کا جھنڈا بُلند کرنے والے ہوں۔ آمین۔

مصنفِ کتاب مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد نے رات دن محنت شاقہ کر کے کتاب کے مسودہ کو مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ انہیں اجرِ عظیم عطا کرے اور دُنیا اور آخرت کی نعمتوں سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے خاکسار نے خود بھی اوّل سے آخر تک مسودہ کو پڑھا اور اس بات کو مدِّنظر رکھا کہ ہر زاویہ سے مضمون مکمل ہو۔ مکرم سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدر آبادی، مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب فاضل انچارج خلافت لائبریری اور مکرم ڈاکٹر سید ظہور احمد شاہ صاحب نے اپنے قیمتی وقت کو خرچ کر کے مسودہ کو اوّل سے آخر تک پڑھا اور اپنے قیمتی مشورے سے نوازا۔ اسی طرح دیگر بزرگان نے بھی کتاب کے مختلف حصّوں کو دیکھ کر اپنی قیمتی آراء سے آگاہ کیا۔ فجزاہم اللہ۔ مکرم شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر "الفضل" نے نہایت محنت سے کاپیوں اور پروفوں کو پڑھا اور مکرم قاضی منیر احمد صاحب اور لطیف احمد صاحب کارکنان ادارۃ المصنفین نے کتاب کے چھپوانے میں پوری جدوجہد کی۔ اسی طرح خلافت لائبریری کے جملہ کارکنان بالخصوص راجہ محمد یعقوب صاحب اور ملک محمد اکرم صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد کے ساتھ پورا تعاون کیا۔ جناب مبارک احمد صاحب امین آبادی، میر مبشر احمد صاحب طاہر، جناب عزیز احمد صاحب اینگ سٹوڈیو لاہور، چوہدری محمد طفیل صاحب کھوڑیانوالہ، جناب سیٹھ احمد حسین صاحب حیدر آبادی اور جناب ممتاز احمد صاحب آف اوکاڑہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے کتاب کیلئے تصاویر اور مواد مہیا فرمایا۔ اسی طرح دیگر دوست جنہوں نے مواد مہیا کرنے، حوالہ جات نکالنے میں مدد کی، کتابت عمدگی سے کی اور اُسے چھاپا سب ہی قابلِ شکریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار

ابو المنیر نور الحق مینجنگ ڈائریکٹر ادارۃ المصنفین ربوہ ۱۷ دسمبر ۱۹۶۷ء

فہرست مضامین "تاریخ احمدیت" جلد ہشتم

عنوان	صفحہ
پہلا باب	
تحریک جدید کی بنیاد، مخلصین جماعت کی بیمثال قربانیاں، وقف زندگی کا وسیع نظام اور اُس کے عالمی تاثرات۔	
فصل اوّل	
تحریک جدید کا ماحول اور اس کی نسبت آسمانی بشارتیں	
تحریک جدید کی بنیاد کے وقت ماحول	۱
تحریک جدید کا ذکر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف میں	۳
دوسری بشارت	"
خدا تعالیٰ کی نازل کردہ تحریک	۴
تحریک جدید کی نسبت پہلا اعلان	۷
تین فوری احکام	۸
قربانی کا ماحول پیدا کرنے کا ارشاد	۹
فصل دوم	
تحریک جدید کے انیس ۱۹ مطالبات اور ملکی پریس	
انیس ۱۹ مطالبات حضرت امیر المومنینؓ کے اپنے الفاظ میں	۱۱
مطالبات تحریک جدید کا پس منظر	۲۴
تحریک جدید جبری نہیں اختیاری سکیم ہے	۲۸
ساڑھے تیرہ سو سال قبل کی تحریک	۳۰
تحریک جدید کے کامیاب ہونے کی عظیم الشان پیشگوئی	۳۱
کمزور طبع احمدیوں کا اضطراب اور حضرت امیر المومنین کا ایمان افروز جواب	۳۲
تحریک جدید کا اثر غیروں پر	"
تحریک جدید کا ذکر ملکی پریس میں	۳۳
فصل سوم	
مطالبات تحریک جدید پر جماعت احمدیہ کی طرف سے اخلاص و قربانی کا شاندار مظاہرہ اور غیروں کا خراج تحسین	
مالی مطالبات اور جماعت احمدیہ	۳۵
امانت فنڈ	"
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دعائیں	۳۶
تحریک جدید کا خوشگوار اثر صدر انجمن احمدیہ کے چندوں پر	۳۸
مالی مطالبات پر سب سے پہلے لبیک کہنے والی جماعتیں	۳۹
بیرونی ممالک سے تحریک جدید کے حق میں آواز	۴۰
بیرون ہند کی بعض اور مخلص جماعتیں	۴۱
دوسرے مطالبات اور جماعت احمدیہ	"
تبلیغ کے لئے یک ماہی وقف	۴۳
سہ سالہ وقف	"
پنشنر اصحاب کی طرف سے بقیہ زندگی وقف	"
بے کار نوجوانوں سے متعلق مطالبہ	"
ہاتھ سے کام کرنے کا مطالبہ	۴۴
قادیان میں تعمیر مکان کا مطالبہ	۴۵

عنوان	صفحہ
مطالبہ دُعا	۴۵
فصل چہارم	
خاندانِ مسیح موعودؑ کی قربانیاں	
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا وجود مجسم تحریک جدید بن گیا	۴۶
حضورؓ کی مصروفیات	"
حضرت امیر المومنینؓ اور حضور کے اہل بیت کا بے نظیر مالی جہاد	۴۸
دیگر مطالبات میں مشعل راہ	"
فصل پنجم	
دفترِ تحریک جدید کا قیام اور اس کا ابتدائی ڈھانچہ	
پہلے واقفِ زندگی کارکن	۵۱
فنانشل سیکرٹری کا تقرر	۵۲
دفتر فنانشل سیکرٹری کے ابتدائی متفرق کوائف	۵۳
صیغہ امانت جائیداد	۵۶
تحریک جدید کا پہلا بجٹ (خرچ)	"
مستقل دفتر کا قیام اور اس کے پہلے انچارج	۵۷
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زریں ہدایات	"
اخراجات کے بنیادی اصول	۵۸
واقفین تحریکِ جدید کی تین اقسام	۵۹
بیرونی مشنوں کے سیکرٹری	"
سیکرٹری تجارت و صنعت	"
فصل ششم	
اندرونِ ملک میں تحریک جدید کی ابتدائی سرگرمیاں	
اہم ٹریکٹوں کی اشاعت	۶۰
کتابوں کی اشاعت	۶۲
اشاعت احمدیت پریس کے ذریعہ سے	۶۲
نئی درس گاہیں	"
ملک کا تبلیغی سروے	۶۳
مکیریاں مشن	۶۴
ڈیرہ دوال مشن	۶۶
دار الصناعت	۶۷
بورڈنگ تحریکِ جدید	"
ویدک یونانی دواخانہ دہلی	۷۱
قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ	"
۲۵ لاکھ کا ریزرو فنڈ	"
فصل ہفتم	
بیرونی ممالک میں تحریکِ جدید کی ابتدائی سرگرمیاں	
تحریک جدید کا ایک اہم مقصد	۷۲
تحریک جدید کے دو مجاہدوں کا قابل رشک مظاہرہ	۷۵
تحریک جدید کے پہلے تین سالہ دور کے شاندار نتائج پر ایک نظر	۷۹
بعض ابتدائی تلخ تجربے	۸۱
فصل ہشتم	
تحریک جدید کا دوسرا "ہفت سالہ" دور	
القاءِ الٰہی سے دس سالہ دور کا تقرر	۸۳
ہفت سالہ دور مقرر کرنے کی حکمت	"
چندہ تحریک جدید میں تخفیف	۸۴
مطالبات تحریک جدید میں اضافہ	"
مطالبہ سادہ زندگی میں مستثنیات	۸۵
مستقل وقف کی تحریک	"

عنوان	صفحہ
مستقل واقفین کی ٹریننگ	۸۶
منتخب واقفین کے لئے ہدایات	۸۸
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اظہار خوشنودی	۹۰
نصاب کی تشکیل	۹۱
واقفین کے اساتذہ	"
دارالمجاہدین	۹۲
واقفین میں مجاہدانہ سپرٹ پیدا کرنے کیلئے مختلف اقدامات۔	۹۲
سینما کی مستقل ممانعت	۹۶
وقف زندگی برائے سکیم دیہاتی مبلغین	۹۸
وقف جائیداد اور وقف آمد کی اہم تحریک	۱۰۰
وقف زندگی کی وسیع تحریک	۱۰۱
نوجوانان احمدیت کا شاندار اخلاص	۱۰۲
غیر احمدی نوجوانوں پر تحریک وقف کا اثر	۱۰۲
مجاہدین تحریک جدید کے لئے اسناد	۱۰۳
اشاعت لٹریچر	"
تحریک جدید کے دس سالہ دور پر ایک نظر	"
فصل نہم	
دفتر دوم سے لیکر دفتر سوم تک	
(مئی ۱۹۴۴ء تا نومبر ۱۹۶۵ء)	
دفتر دوم کا آغاز	۱۰۴
فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام	۱۰۵
معاہدہ حلف الفضول کا احیاء	"
جنگ عظیم ثانی کا تحریک جدید پر اثر	۱۰۶
مشہور زبانوں میں لٹریچر	"
بیرونی تبلیغ اور خصوصی تعلیم کیلئے واقفین کا اہم انتخاب	۱۰۷

عنوان	صفحہ
خاندانی وقف کی تحریک	۱۱۰
بیرونی ممالک کی تبلیغ تحریک جدید کے دائرہ عمل میں	"
تحریک وقف تجارت	"
خاتمہ جنگ اور مجاہدین تحریک جدید کی روانگی	۱۱۱
تحریک جدید کی رجسٹریشن	"
مجلس تحریک جدید کا قیام	۱۱۲
خصوصی ممبران کا تقرر	"
تقسیم ہند اور تحریک جدید	۱۱۳
تحریک جدید کی پاکستان میں رجسٹریشن	"
جامعۃ المبشرین کا قیام	"
تحریک جدید کے مستقل شعبوں کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا دستور العمل	۱۱۴
تحریک جدید کا بجٹ مجلس مشاورت میں	۱۱۷
وقف زندگی سے متعلق نئے اصول	"
اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کمپنی کا قیام	۱۱۸
ربوہ میں دفاتر تحریک جدید کی عمارت کی تعمیر	"
تحریک جدید میں شمولیت کی خاص تحریک۔	"
کتاب ۵ ہزاری مجاہدین کی اشاعت	"
چندہ تحریک جدید کیلئے نئی اقل ترین شرح	۱۱۹
تفسیر القرآن انگریزی کی تکمیل	۱۲۰
ماہنامہ "تحریک جدید" کا اجراء	"
تحریک جدید کی مطبوعات دفتر دوم میں	"
دفتر سوم کا اجراء	۱۲۱
مجاہدین دفتر سوم کو نصیحت	"
فصل دہم	
تحریک جدید کے نظام کی موجودہ وسعت مخلصین	

عنوان	صفحہ
احمدیت کی مالی اور جانی قربانیوں پر ایک نظر تبلیغِ اسلام سے متعلق تحریک جدید کی عظیم الشان خدمات غیروں کی آراء اور تحریکِ جدید کا شاندار مستقبل	
تحریک جدید کا موجودہ مرکزی نظام	۱۲۲
تحریک جدید کی مجموعی آمد	۱۲۴
تحریک جدید کی بدولت قائم ہونے والے بیرونی مشن	۱۲۵
بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کا شرف پانیوالے واقفینِ تحریک جدید	۱۲۶
تحریک جدید کے طبّی مشن	۱۳۵
تحریکِ جدید کے بیرونی مدارس	"
بیرونی مساجد	"
بیرونی رسائل وجرائد	۱۳۶
وکالت تبشیر کی اہم مطبوعات	۱۳۷
غیروں کی آراء تحریک جدید کی تبلیغی مساعی سے متعلق	۱۴۰
تحریک جدید دائمی قربانی کی تحریک ہے	۱۵۰
جماعت کو انتباہ	۱۵۱
قربانیوں کی ابدی ضرورت پر حضرت امیر المومنین رض کا پُرشوکت فرمان	۱۵۲
خلفاء کو وصیت	۱۵۳
تحریک جدید کا شاندار مستقبل	۱۵۴

دُوسرا باب

عراق میں شیخ احمد فرقانی کی شہادت سے لیکر جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء تک

خلافتِ ثانیہ کا بائیسواں سال - جنوری تا دسمبر ۱۹۲۵ء

فصل اوّل

عنوان	صفحہ
عراق میں شیخ احمد فرقانی کی المناک شہادت	۱۵۶
حضرت امیر المومنین رض کا سفر گورداسپور اور اخلاص و فدائیت کے ایمان افروز منظر -	۱۵۷
دوسرا سفر	۱۶۳
تیسرا سفر	۱۶۵
فدائیان احمدیت کی عزّت افزائی	"
جلسہ	"
بیعت کرنے والے	۱۶۶
ریلوے میں نظارت امور عامہ کے ٹکٹ اور چیکر	"
سفر گورداسپور سے متعلق غیروں کے تاثرات	"
ایک مسلمان اخبار نویس کا تبصرہ	"
اخبار "احسان" کا نوٹ	۱۶۸
ایک سکھ صحافی کا تبصرہ	"
انجمن جماعتِ اسلام اور جماعت احمدیہ	۱۷۱
مجلس مشاورت میں حضرت امیر المومنین رض کا احمدی نوجوانوں اور احمدی بچوں سے عہد لینا -	۱۷۳

فصل دوم

عنوان	صفحہ
ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کا بیان جماعتِ احمدیہ کی نسبت	۱۷۴
اخبار "سیاست" کا اداریہ	۱۷۶
روزنامہ "حق" لکھنو کا ادارتی نوٹ	۱۸۱
حضرت امیر المومنین رض کا بصیرت افروز تبصرہ (خطبہ جمعہ)	۱۸۴
حضرت امیر المومنین رض کا بصیرت افروز تبصرہ (مضمون کی صورت میں)	۱۸۸
ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کا ردّ عمل	۱۹۳
ڈاکٹر صاحب کے بعض عجیب و غریب نظریات	۱۹۷
مسئلہ وفات مسیح کی معقولیت کا واضح اقرار	۱۹۹

عنوان	صفحہ
حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کا اظہار مسرت ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے ایک خیال پر	۱۹۹
فصل سوم	
مجاہدین تحریک جدید کا بیرونی ممالک میں جانے والا پہلا قافلہ	۲۰۱
دار التبلیغ سٹریٹس سیٹلمینٹ	״
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کا اظہار خوشنودی	۲۱۱
مولانا غلام حسین صاحب ایاز کی دوبارہ روانگی	۲۱۲
سنگاپور میں کام کرنے والے دوسرے مجاہدین احمدیت کی خدمات	״
مولانا محمد صادق صاحب کے کارنامے	۲۱۳
دوسرے مجاہدین کی سرگرمیاں	۲۱۶
دار التبلیغ سنگاپور غیروں کی نظر میں	۲۱۸
دار التبلیغ جاپان کا قیام	״
دار التبلیغ ہانگ کانگ (چین) کا قیام	۲۲۱
حضرت امیر المؤمنین کا پہلا سفر سندھ	۲۲۲
کوئٹہ میں ہولناک زلزلہ اور مصیبت زدگان کی وسیع پیمانے پر امداد	۲۲۵
لنڈن سے "مسلم ٹائمز" کا اجراء	۲۲۷
لنڈن سے رسالہ "الاسلام" انگریزی کا اجراء	۲۲۷
حجاز کے ولی عہد مسجد فضل لنڈن میں	۲۲۷
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے پر حضرت امیر المؤمنین رضؓ کی حلفیہ شہادت۔	۲۲۸
سعودی حکومت کا غیر مسلم کمپنی سے معاہدہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بصیرت افروز بیان۔	۲۲۸

عنوان	صفحہ
فصل چہارم	
احرار کا احمدیت پر دوبارہ حملہ اور ناکامی	۲۳۴
حضرت امیر المؤمنین رضؓ کا پُر شوکت جواب	۲۳۵
احرار کو مباہلہ کا چیلنج	۲۳۷
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی طرف سے نمائندگان کا تقرر اور چیلنج کی مزید وضاحت۔	۲۳۹
شرائط مباہلہ میں تغیر و تبدل کی پیشکش	۲۴۱
مباہلہ ٹالنے کے لئے احرار کا ناپسندیدہ رویہ	״
احراری لیڈروں کا مطالبہ اور اس کا جواب	۲۴۲
مباہلہ میں شرکت کیلئے احمدیوں کا جوش و خروش	۲۴۴
احرار کا صداقت مسیح موعودؑ پر مباہلہ کا چیلنج اور اس کی منظوری۔	۲۴۵
تصفیہ شرائط کئے بغیر تاریخ مباہلہ کا تقرر	۲۴۶
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی طرف سے احرار پر اتمام حجت۔	۲۴۶
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کا حلفی بیان	۲۴۸
ناظر دعوت و تبلیغ کو سند نمائندگی	۲۴۹
مباہلہ کے نام پر قادیان میں ہنگامہ کھڑا کرنے کی تیاریاں۔	۲۵۰
احراری کارروائی کا پس منظر۔	۲۵۲
عوام کو قادیان میں جمع کرنے کیلئے پراپیگنڈا۔	۲۵۴
حق کی فتح	۲۵۵
حکومت پنجاب کا نوٹس	۲۵۶
احرار کی درخواست اور حکومت کا جواب	״
رکن ادارہ اخبار "احسان" کا ایک نوٹ	۲۵۷
مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا دلچسپ تبصرہ	״

عنوان	صفحہ
احرار کا احتجاجاً جمعہ نہ پڑھنے کا اعلان	۲۵۸
زندہ خدا کا زندہ نشان	۲۵۹
فصل پنجم	
حبشہ (ابی سینیا) میں ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کی تبلیغی خدمات۔	۲۶۱
حضرت امیر المومنینؓ کی شادی	۲۶۷
نئے مہمان خانہ کی بنیاد	۲۶۸
آل انڈیا نیشنل لیگ کور قادیان کی ابتدائی سرگرمیاں	۲۶۸
مبلغین کو اہم ہدایات	۲۷۰
بعض جلیل القدر صحابہؓ کا انتقال	۲۷۳
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زبان مبارک سے ذکرِ خیر۔	۲۷۶
احمدیت اور سیاسیاتِ عالم	۲۷۷
۱۹۳۵ء کی عید الفطر اور حضرت امیر المومنینؓ کا بصیرت افروز خطبہ	۲۷۸
فصل ششم	
۱۹۳۵ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات	۲۷۹
خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں ترقی	"
سنگِ بنیاد	۲۸۰
گوردوارہ پٹنہ صاحب کی تعمیر کے لئے امداد	۲۸۱
برما مشن کا قیام	۲۸۲
اخبار "البشریٰ" حیدر آباد کا اجراء	۲۸۳
لکھنؤ میں احمدیہ دار التبلیغ اور احمدیہ دار المطالعہ کا افتتاح	۲۸۳

عنوان	صفحہ
سرگودہا میں مذہبی کانفرنس	۲۸۴
فرید کوٹ میں مذہبی کانفرنس	"
۱۹۳۵ء کی نئی مطبوعات	"
اندرون ملک کے مشہور مناظرے	۲۸۵
نومبائعین	۲۸۸
تیسرا باب	۲۹۰
ہنگری۔ پولینڈ۔ چیکوسلواکیہ۔ سپین۔ اٹلی۔ البانیہ اور یوگوسلاویہ میں احمدی مشنوں کا قیام اور ۱۹۳۶ء کے دیگر ضروری واقعات۔	
خلافت ثانیہ کا تئیسواں سال	
دار التبلیغ ہنگری۔ پولینڈ۔ چیکوسلواکیہ	۲۹۰
فصل دوم	۲۹۲
دار التبلیغ ارجنٹائن (جنوبی امریکہ)	۲۹۴
فصل سوم	
دار التبلیغ سپین و اٹلی	۲۹۵
مجاہد سپین و اٹلی کے خود نوشت حالات	۲۹۶
فصل چہارم	
حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کا سفر انگلستان	۳۰۱
ایک احمدی خاتون کی بے نظیر بہادری	۳۰۲
فصل پنجم	
جائز اور پُرامن ذرائع سے صحیح اسلامی حکومت کے قیام کا ارشاد مبارک	۳۰۳

عنوان	صفحہ

مسجد محلہ ریتی چھلہ قادیان کا افتتاح — ۳۰۵
قادیان میں اجتماعی وقارِ عمل کے بابرکت سلسلہ کا آغاز — ۳۰۵
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کا ایک ولولہ انگیز ارشاد — ۳۰۶
مبلغین کو نہایت اہم نصائح — ۳۰۷

فصل ششم

دار التبلیغ البانیہ و یوگوسلاویہ — ۳۰۹
مولوی محمد دین صاحب کے مزید تبلیغی حالات اور دردناک شہادت کا واقعہ۔ — ۳۱۰
حضرت امام جماعت احمدیہ کا پیغام اچھوت کانفرنس لکھنؤ کے لئے۔ — ۳۱۴
حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کی ولایت سے تشریف آوری۔ — ۳۱۴
میاں سر فضل حسین صاحب کی المناک وفات — ۳۱۵
مجلس انصار سلطان القلم کا قیام — ۳۱۶
حضرت امیر المؤمنین کی کار پر حملہ — ۳۱۷

فصل ہفتم

بعض جلیل القدر صحابہ کا انتقال — ۳۲۱

فصل ہشتم

مشترکہ دعائیں کرنے کا فرمان — ۳۲۴
ایڈورڈ ہشتم کی تختِ شاہی سے دستبرداری پر حضرت امیر المؤمنین رض کے تاثرات — ۳۲۵
مولوی محمد علی صاحب کو مباحثہ کی واضح دعوت اور انکا گریز — ۳۲۹

فصل نہم

۱۹۳۶ء کے متفرق مگر اہم واقعات۔ — ۳۳۱
قادیان میں ٹیلیفون کا افتتاح — ۳۳۳
مبلغین سلسلہ کی بیرونی ممالک کو روانگی و واپسی — ۳۳۴
۱۹۳۶ء کی نئی مطبوعات — ۳۳۵
اندرون ملک کے بعض مشہور سفر۔

چوتھا باب

عالمگیر جنگ کے خوفناک اثرات سے بچنے کیلئے دعاؤں کی خاص تحریک سے لیکر احیائے شریعت و سنت کے پُرجلال اعلان تک۔

خلافتِ ثانیہ کا چوبیسواں سال ۱۹۳۷ء

فصل اوّل

حضرت امیر المؤمنینؓ کا نئے سال کیلئے اہم پیغام — ۳۴۵
ایک خوفناک عالمگیر جنگ کی خبر اور دعاؤں کی خاص تحریک — ۳۴۶
ترکی اور فرانس کا تنازعہ — ۳۴۷
مولوی ناصر الدین عبداللہ صاحب کی واپسی — ۳۴۸
شکارپور (سندھ) میں فساد۔ — ۳۴۹

فصل دوم

مولانا عبدالرحمن صاحب فاضل کی اسیری اور رہائی — ۳۵۱
حضرت امیر المؤمنین رض کا چیلنج اخبار "احسان" کو — ۳۵۲
گیسٹ ہاؤس کی تعمیر — "

عنوان	صفحہ

فصل سوم

عنوان	صفحہ
ایک اندرونی فتنہ کا خروج	۳۵۳
فتنہ کا بانی اور اسکے ابتدائی حالات	"
شیخ مصری صاحب کی بیعت خلافت ثانیہ	۳۵۷
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر آسمانی انکشاف	۳۶۱
مصری صاحب اور غیر مبائعین	۳۶۲
مصری صاحب کے بُنیادی عقیدہ میں تبدیلی	۳۶۳
مصری صاحب کے سبّ و شتم سے لبریز تین خطوط	۳۶۴
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایمان افروز جواب	۳۶۵
جماعت احمدیہ کے خلاف مصری صاحب کی خفیہ تنظیم	۳۶۷
مولوی محمد علی صاحب کی پُشت پناہی	۳۶۸
مصری صاحب کی تعلّیاں اور بلند بانگ دعاوی	۳۶۹
عجیب و غریب اور نام نہاد مصلح	۳۷۰
مصری صاحب کی طرف سے مقدمات	۳۷۱
مصری صاحب کے مقدمات میں احراری اور غیر مبائع وکلاء کی اعانت ۔	"
مصری صاحب کی ناکامی اور نظام خلافت کی کامیابی کی عظیم الشان پیشگوئی ۔	۳۸۱
مولوی محمد علی صاحب کو خصوصی انتباہ	۳۸۲
مصری صاحب کی نظریاتی اور اخلاقی شکست	"
مولوی محمد علی صاحب کا عبرتناک انجام	۳۸۳

فصل چہارم

عنوان	صفحہ
دار التبلیغ سیرالیون کا قیام	۳۸۵
حضرت مولوی عبدالرحیم صاحبؓ نیرّ کی آمد	"
سیرالیون دار التبلیغ قائم کرنے کا فیصلہ	۳۸۷
مقامی مبلّغین	۳۹۰
مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کا ورُود	۳۹۱
مرکزی مبلّغین کا پہلا اجتماعی دورہ	"
باڈماہوں کے ذیلی مرکز کی مضبوطی اور عیسائیوں کی پسپائی ۔	"
سیرالیون کا ملک گیر تبلیغی سروے	۳۹۲
مانگبورکا اور بو میں مخالفت کے باوجود مراکز کا قیام	۳۹۳
سیرالیون کے احمدیوں پر مظالم کا پہلا دَور	۳۹۸
سیرالیون کے احمدیوں پر مظالم کا دُوسرا دَور	۳۹۹
احباب جماعت کو وقفِ عارضی کی تحریک	۴۰۱
مولوی نذیر احمد علی صاحب کی المناک وفات	۴۰۲
دار التبلیغ سیرالیون مولوی محمد صدیق صاحب کے عہدِ امارت میں ۔	۴۰۳
عیسائی مشنوں کو چیلنج ۔	۴۰۴
آرچ بشپ آف کنٹربری کو دعوتِ مقابلہ	۴۰۵
سیرالیون میں تبلیغی جہاد کرنے والے دوسرے مبلّغین	"
سیرالیون کی سالانہ کانفرنسوں کیلئے حضرت امیر المومنینؓ کے خصوصی پیغامات ۔	۴۰۶
ماہنامہ "افریقن کریسنٹ" کا اجراء اور نذیریہ مسلم پریس کا قیام ۔	۴۰۸
سیرالیون کے جشنِ آزادی میں شیخ بشیر احمد صاحب کی شمولیت ۔	۴۱۱
مِشن ہاؤس	۴۱۲
سیرالیون کے احمدیوں کی تعداد	"
احمدیہ مساجد	۴۱۳
تعلیمی ادارے	"
سیرالیون کے بعض مخلصین	۴۱۴

عنوان	صفحہ
لٹریچر	۴۱۵
اسلامک بک ڈپو	″
فروغِ احمدیت کے اسباب میں خدائی نشانات کا نمایاں حصہ	″
دار التبلیغ سیرالیون کی اسلامی خدمات دوسروں کی نظر میں	۴۲۰
فصل پنجم	
حضرت امیر المؤمنین کا سفر سندھ و بمبئی	۴۲۹
روایاتِ صحابہ محفوظ کرنے کی اہم تحریک	″
حضرت امیر المؤمنینؓ کی طرف سے احیاء شریعت و سُنّت میں سرگرم عمل ہو جانیکا پُرجلال اعلان اور عالمگیر اسلامی انقلاب کی بشارت۔	۴۳۲
بعض جلیل القدر صحابہ کا انتقال	۴۳۴
فصل ششم	
۱۹۳۷ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات	
خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں خوشی کی تقاریب۔	۴۳۶
نمائندہ سلطان مسقط قادیان میں	۴۳۷
اڑیسہ پراونشل انجمن احمدیہ کا پہلا جلسہ	″
پروفیسر جان کلارک آرچر قادیان میں۔	″
دو مخلصین کی عیادت۔	۴۳۹
مبلغین احمدیت کی بیرونی ممالک کو روانگی۔	″
بیرونی مشنوں کے بعض اہم واقعات۔	″
۱۹۳۷ء کی نئی مطبوعات۔	۴۴۰
اندرون ملک کے بعض مشہور مناظرے۔	۴۴۱
پانچواں باب	
مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد سے سیر رُوحانی کے پُر معارف لیکچروں کے آغاز تک۔	
خلافتِ ثانیہ کا پچیسواں سال (۱۹۳۸ء)	
فصل اوّل	
مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام اور اسکی ابتدائی دس سالہ مختصر تاریخ۔	۴۴۵
خدام الاحمدیہ کے قیام کی بنیادی غرض	۴۴۶
مجلس خدام الاحمدیہ کی داغ بیل	۴۴۷
عہدہ داران مرکزیہ	۴۴۹
خدمتِ خلق	۴۵۳
مجلس کا بیج۔	″
مجلس کا پہلا شہید۔	۴۵۴
خدام الاحمدیہ کا عہد نامہ	۴۵۵
پہلا سالانہ اجتماع	۴۵۶
خدام الاحمدیہ سے متعلق اہم سلسلہ خطبات	۴۵۷
وقار عمل	″
وقار عمل اور خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی	۴۵۹
تعلیم ناخواندگان کا انتظام	۴۶۰
حضرت صدر مجلس کے بیرونی دورے	۴۶۱
دوسرا سالانہ اجتماع	″
لوائے خدام الاحمدیہ	۴۶۲
حفاظت لوائے احمدیت	۴۶۴
انعامی علم خدام الاحمدیہ	۴۶۵
کتب حضرت مسیح موعودؑ کا امتحان	۴۶۶
خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کی لازمی تجنید	۴۶۷
مجلس خدام الاحمدیہ کی قانونی و دستوری حیثیت نظام جماعت میں۔	۴۶۸

عنوان	صفحہ
سالانہ جلسہ پر ذیلی دفتر	۴۶۹
تیسرا سالانہ اجتماع	”
دکانوں کی نگرانی کا فرض	۴۷۰
چوتھا سالانہ اجتماع اور مجلس لاہور کے ایک خادم کا قابل تعریف فعل۔	۴۷۰
اختلافی مسائل کے لئے ہفتہ تعلیم وتلقین	۴۷۲
دفتر مجلس مرکزیہ کی بنیاد۔	”
مہتممین کے دوروں کا آغاز	۴۷۳
بزم حسن بیان کا قیام	”
الطارق کا اجراء	”
مخالفین احمدیت کی طرف سے مجلس کو خراج تحسین۔	”
پہلی دینیات کلاس	۴۷۴
پہلی تعلیم القرآن کلاس	۴۷۵
حضرت امیر المؤمنین ؓ کی طرف سے نئے ہفت سالہ دور کا پروگرام۔	۴۷۶
مجلس کا شائع کردہ دس سالہ لٹریچر	۴۷۹
فصل دوم	
قادیان سے ہجرت کی نسبت ایک اہم خط وکتابت	۴۸۱
حضرت امیر المؤمنین کا سفر سندھ اور صداقت احمدیت کا عجیب نشان۔	۴۸۲
علمائے سلسلہ کے فرائض	۴۸۳
صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا سفر مصر اور حضرت امیر المؤمنین کی زریں نصائح	۴۸۴
فصل سوم	
حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی انگلستان سے روانگی اور بلاد عربیہ میں قیام۔	۴۹۱
ولایت سے آنیوالے قافلہ کے اعزاز میں دعوت اور حضرت امیر المؤمنین کا خطاب	۴۹۷
حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب جامعہ احمدیہ کے سٹاف میں۔	۵۰۰
احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکل جانیکا اعتراف	۵۰۱
فصل چہارم	
قادیان کے ماحول میں زبردست تبلیغی مہم	۵۰۲
نوجوان علماء کو حضرت امیر المؤمنین کی قیمتی نصائح	۵۰۵
فصل پنجم	
حضرت امیر المؤمنین ؓ کا سفر حیدرآباد دکن	۵۰۷
حضرت امیر المؤمنین کا مکتوب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے نام۔	”
قادیان سے بمبئی تک۔	۵۱۰
حیدرآباد دکن میں آمد اور مصروفیات	”
پہلے اور دوسرے روز کی مصروفیات	۵۱۲
عمائدین حیدرآباد کا اجتماع	۵۱۴
تیسرے اور چوتھے روز کی مصروفیات	۵۱۵
دہلی میں آمد	۵۲۱
قادیان میں تشریف آوری	۵۲۲
تبلیغی نقطہ نگاہ سے سفر کے تاثرات	”
مادی یادگاروں کے عالم روحانی کا انکشاف	۵۲۵
فصل ششم	
سیر روحانی کے پرمعارف اور علمی لیکچروں کا آغاز۔	۵۲۹

فصل ہفتم

عنوان	صفحہ
جلیل القدر صحابہ کا انتقال	۵۳۳
قادیان میں ۱۹۳۸ء کی عید الفطر	۵۳۶
سالانہ جلسہ قادیان ایک سکھ ودوان کی نظر میں	۵۳۷

فصل ہشتم

عنوان	صفحہ
۱۹۳۸ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات	
السید عبد الحمید خورشید قادیان میں	۵۳۸
مسجد اقصیٰ میں لاؤڈ سپیکر کی تنصیب	۵۳۹
حضرت ماسٹر عبد الرحمن صاحبؓ نومسلم کی قید اور رہائی	"
صاحبزادہ مرزا سعید احمد صاحب کی المناک وفات	۵۴۲
سنگ بنیاد	۵۴۳
احمدیہ دار التبلیغ کلکتہ میں کانگرسی لیڈر مسٹر سبھاش چندر بوس کا لیکچر۔	"
مسجد اقصیٰ کی توسیع	۵۴۵
طہران کا ایک زرتشتی سیاح قادیان میں	"
دو عیسائی مشنری قادیان میں	"
مذہبی کانفرنس کراچی	۵۴۶
قبر مسیح کا اعلان یورپ میں	"
مرزا فرحت اللہ بیگ قادیان میں	"
خاندان مسیح موعودؑ میں خوشی کی تقاریب	۵۴۷
دعوت ولیمہ میں شمولیت	"
مباہلہ کمال ڈیرہ سندھ	"
مبلغین احمدیت کی روانگی اور آمد	"
۱۹۳۸ء کی نئی مطبوعات	۵۴۸
اندرون ملک کے مشہور مناظرے۔	"

چھٹا باب

قضیہ فلسطین میں عربوں کی پرزور حمایت سے لے کر خلافت جوبلی کے جلسہ تک

خلافت ثانیہ کا چھبیسواں سال (۱۹۳۹ء)

فصل اول

عنوان	صفحہ
مسئلہ فلسطین کا پس منظر	۵۵۳
قضیہ فلسطین اور جماعت احمدیہ	۵۵۵
مسجد احمدیہ لنڈن میں شہزادہ امیر فیصل اور دیگر عرب ممالک کے نمائندوں کی تشریف آوری۔	۵۵۶
ولیداد خانصاحبؓ کی شہادت	۵۵۸
حضرت امیر المؤمنینؓ کی طرف سے آل انڈیا مسلم لیگ کی پرزور تائید۔	۵۵۹
مسلمانان چمبہ پر مظالم کے خلاف احتجاج	۵۶۱
حضرت امیر المومنینؓ کا سفر دھرمسالہ	۵۶۲
قبولیت دعا کے دو نشان	"
ترکستان کے پہلے احمدی خاندان کی ہجرت	۵۶۵
قریشی محمد نذیر صاحب فاضل ملتانی پر قاتلانہ حملہ	۵۶۸
یوم پیشوایان مذاہب کی بنیاد۔	۵۶۹
جلیل القدر صحابہ کا انتقال	۵۷۰

فصل دوم

عنوان	صفحہ
چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کی طرف سے خلافت جوبلی منانے کی تحریک۔	۵۷۳
مخلصین کی شاندار قربانی۔	۵۷۶
جوبلی منانے کے لئے مشورہ۔	"

عنوان	صفحہ
سب کمیٹی تکمیل پروگرام جوبلی کی تشکیل	۵۷۷
مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء میں سب کمیٹی نظارت علیا کی رپورٹ۔	۵۷۷
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے ارشاد۔	۵۸۰
لوائے احمدیت سے متعلق تجویز کی منظوری	۵۸۱
مشاعرہ کی ممانعت	۵۸۲
چراغاں کی مشروط منظوری	״
جلوس کی نسبت فیصلہ۔	۵۸۳
فلم بنانے کے خلاف فیصلہ۔	״
سب کمیٹی تکمیل پروگرام جوبلی کی جدوجہد	۵۸۴
لوائے احمدیت کا اہتمام	״
فصل سوم	
منارۃ المسیح پر چراغاں	۵۸۶
جماعت وار جلسہ گاہ میں جانے کا نظارہ	״
سپاس نامے	۵۸۷
صوبہ سرحد کے احمدیوں کا سپاسنامہ	۵۸۸
جماعت احمدیہ ہندوستان کا سپاسنامہ	״
مقامی ہندوؤں کا اخلاص	۵۹۲
بیرونی جماعتوں کی طرف سے مبارکباد کے تار۔	״
سپاسناموں کے جواب میں حضرت امیرالمؤمنینؓ کی تقریر	״
چوہدری محمد ظفراللہ خانصاحب کی طرف سے چیک دیا جانا۔	۵۹۹
حضرت امیرالمؤمنین کی دوسری تقریر۔	۶۰۰
لوائے احمدیت کی پرچم کشائی اور جماعت سے اقرار۔	۶۰۶
لوائے خدام الاحمدیہ کی پرچم کشائی۔	۶۰۷
احمدیہ جھنڈے کی حفاظت کا انتظام	״
نظام خلافت سے وابستگی کیلئے وصیت	۶۰۸
"وصیۃ الرسول" کی اشاعت۔	۶۱۰
جلسہ خلافت جوبلی کے انتظامات	۶۱۱
فصل چہارم	
اکابر ملک کے پیغامات	۶۱۲
خواجہ حسن نظامی صاحب اور خلافت جوبلی	۶۱۳
ملکی پریس اور خلافت جوبلی۔	۶۱۴
فصل پنجم	
۱۹۳۹ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات	
خاندان مسیح موعودؑ میں پُرمسرت تقاریب	۶۱۷
مسجد فضل لندن میں مذاہب کانفرنس	۶۱۸
سیٹھ محمد غوث صاحب کی دختر کا نکاح	۶۱۹
قادیان میں رُوسی ترک عالم مُوسیٰ جاراللہ اور بعض دوسری اہم شخصیتوں کی آمد۔	۶۲۰
مبلغین احمدیت کی بیرونی ممالک کو روانگی اور مراجعت	۶۲۱
بیرونی مشنوں کے بعض اہم واقعات	۶۲۲
۱۹۳۹ء کی نئی مطبوعات	۶۲۵
اندرونِ ملک کے مشہور مناظرے۔	۶۲۶
فصل ششم	
۱۹۳۹ء میں سلسلہ احمدیہ کا مرکزی نظام	۶۲۸
خلافت ثانیہ کے پہلے پچیس سال میں اموال کی ترقی	۶۳۱
ضمیمہ	۶۳۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

پہلا باب

تحریکِ جدید کی بُنیاد، مخلصینِ جماعت کی بیمثال قربانیاں وقفِ زندگی کا وسیع نظام اور اُس کے عالمی اثرات

فصل اوّل

تحریکِ جدید کا ماحول اور اُس کی نسبت آسمانی بشارتیں

۱۹۳۴ء کا اختتام ایک ایسے عظیم الشان واقعہ کے آغاز سے ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کی دینی و اشاعتی سرگرمیاں جو پہلے صرف چند ممالک تک محدود تھیں، عالمگیر صورت اختیار کر گئیں اور تبلیغ اسلام کا ایک نیا بدمت نظام معرضِ وجود میں آیا۔ ہماری مراد تحریک جدید سے ہے جس کی بُنیاد خدا تعالیٰ کی مشیت خاص اور اُس کے القاء سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھوں عین اس وقت رکھی گئی جبکہ احراری تحریک اپنے نقطہ عروج پر تھی اور احرار اپنے خیال میں (معاذ اللہ) قادیان اور احمدیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا فیصلہ کر کے قادیان کے پاس ہی اپنی کانفرنس منعقد کرنے والے تھے۔

تحریک جدید کی بنیاد کے وقت ماحول

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خود فرماتے ہیں:-

"یہ تحریک ایسی تکلیف کے وقت شروع کی گئی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کی ساری طاقتیں جماعت احمدیہ کو مٹانے کے لئے جمع ہو گئی ہیں۔ ایک طرف احرار نے

اعلان کر دیا کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کو مٹا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہ اُس وقت تک سانس نہ لیں گے جب تک مٹا نہ لیں۔ دوسری طرف جو لوگ ہم سے ملنے جُلنے والے تھے اور بظاہر ہم سے محبت کا اظہار کرتے تھے انہوں نے پوشیدہ بغض نکالنے کے لئے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سینکڑوں اور ہزاروں روپیں سے اُن کی امداد کرنی شروع کر دی اور تیسری طرف سارے ہندوستان نے ان کی پیٹھ ٹھونکی۔ یہانتک کہ ایک ہمارا وفد گورنر پنجاب سے ملنے کے لئے گیا تو اُسے کہا گیا کہ تم لوگوں نے احرار کی اس تحریک کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگایا۔ ہم نے محکمہ ڈاک سے پتہ لگایا ہے پندرہ سو روپیہ روزانہ اُن کی آمدنی ہے۔ تو اُس وقت گورنمنٹ انگریزی نے بھی احرار کی فتنہ انگیزی سے متاثر ہو کر ہمارے خلاف ہتھیار اُٹھا لئے اور یہاں کئی بڑے بڑے افسر بھیج کر اور احمدیوں کو رستے چلنے سے روک کر احرار کا جلسہ کرایا گیا۔ . . . ایسے وقت میں تحریک جدید کو جاری کیا گیا۔" [1]

احراری شورش تو محض ایک بہانہ تھی

مگر احراری شورش تو محض ایک بہانہ تھی۔ تحریک جدید کی سکیم کا نافذ ہونا خدا کی ازلی تقدیروں میں سے تھا جیسا کہ حضورؓ نے خود وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

"حقیقت یہی ہے کہ احرار تو خدا تعالیٰ نے ایک بہانہ بنا دیا ہے کیونکہ ہر تحریک کے جاری کرنے کے لئے ایک موقعہ کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور جب تک وہ موقعہ میسر نہ ہو جاری کردہ تحریک مفید نتائج نہیں پیدا کر سکتی۔" [2]

نیز فرمایا :-

"تحریک جدید کے پیش کرنے کے موقع کا انتخاب ایسا اعلیٰ انتخاب تھا جس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ انتخاب نہیں ہو سکتا اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی زندگی میں جو خاص کامیابیاں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں اُن میں ایک اہم کامیابی تحریک جدید کو عین وقت پر پیش کر کے مجھے حاصل ہوئی اور یقیناً میں سمجھتا ہوں جس وقت میں نے یہ تحریک کی وہ میری زندگی کے خاص مواقع میں سے ایک موقع تھا اور میری زندگی کی اُن بہترین گھڑیوں میں سے ایک گھڑی تھی جبکہ مجھے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی۔ اس وقت جماعت کے دل ایسے تھے جیسے چلتے گھوڑے کو جب روکا جائے تو اس کی کیفیت ہوتی ہے۔" [3]

---

[1] تقریر فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۳ء (غیر مطبوعہ) [2] "الفضل" ۸ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰ (تقریر فرمودہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۵ء)

[3] (ایضاً)

تحریک جدید کا ذکر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف میں

تحریک جدید کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ کشف بھی پورا ہوگیا جس میں حضورؑ کو غلبۂ اسلام کے لئے پانچ ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک رُوحانی فوج دی گئی تھی۔ چنانچہ حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔تب میں نے اُس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کرکے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چُپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔تب میں نے اس دوسرے کی طرف رُخ کیا۔جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔اور اسے میں نے مخاطب کرکے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔وہ میری اس بات کو سُن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ خوشحال ہے خوشحال ہے۔مگر خدا تعالیٰ کی کسی حکمت خفیہ نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا۔لیکن امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جائے۔" [1]

دُوسری بشارتیں

اس کشف کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور جماعت احمدیہ کے متعدد افراد کو بھی تحریک جدید کے بابرکت ہونے کی نسبت بشارتیں ملیں۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۹؍نومبر ۱۹۳۴ء کو فرمایا:۔

"میں نے اللہ تعالیٰ سے متواتر دُعا کرتے ہوئے اور اس کی طرف سے مبشر رویا حاصل کرتے ہوئے ایک سکیم تیار کی ہے جس کو میں انشاء اللہ آئندہ جمعہ سے بیان کرنا شروع کروں گا۔میں نے ایک دن خاص طور پر دُعا کی تو مَیں نے دیکھا کہ چودھری ظفر اللہ خاں صاحب آئے ہیں . . . . اور میں قادیان سے باہر پُرانی سڑک پر ان سے ملا ہوں۔وہ ملتے ہی پہلے مجھ سے بغلگیر ہو گئے ہیں۔اس کے بعد نہایت جوش سے انہوں نے میرے کندھوں اور سینہ کے اوپر کے حصہ پر بوسے دینے شروع کئے ہیں۔اور نہایت رقت کی حالت ان

---

[1] "ازالہ اوہام" طبع اول صفحہ ۹۷ تا ۹۹ حاشیہ۔

ہے اور وہ بوسے بھی دیتے جاتے ہیں اور یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ میرے آقا! میرا جسم اور رُوح آپ پر قربان ہوں۔ کیا آپ نے خاص میری ذات سے قربانی چاہی ہے؟ اور میں نے دیکھا کہ ان کے چہرہ پر اخلاص اور رنج دونوں قسم کے جذبات کا اظہار ہو رہا ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ اوّل تو اس میں چوہدری صاحب کے اخلاص کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے کہ انشاء اللہ جس قربانی کا ان سے مطالبہ کیا گیا خواہ کوئی ہی حالات ہوں وہ اس قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ دوسرے یہ کہ ظفر اللہ خاں سے مراد اللہ تعالےٰ کی طرف سے آنے والی **فتح** ہے اور ذات سے قربانی کی اپیل سے مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ کی آیت مراد ہے کہ جب خدا تعالےٰ کی مدد اور نصرت سے اپیل کی گئی تو وہ آگئی اور سینہ اور کندھوں کو بوسہ دینے سے مراد علم اور یقین کی زیادتی اور طاقت کی زیادتی ہے اور آقا کے لفظ سے یہ مراد ہے کہ فتح وظفر مومن کے غلام ہوتے ہیں اور اُسے کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ اور جسم اور رُوح کی قربانی سے مراد جسمانی قربانیاں اور دعاؤں کے ذریعہ سے نُصرت ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں اور اُس کے فرشتوں کی طرف سے ہمیں حاصل ہوگی۔"[1]

"اس کے علاوہ بیسیوں رؤیا وکشوف اور الہامات اس تحریک کے بابرکت ہونے کے متعلق لوگوں کو ہوئے۔ بعض کو رؤیا میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ تحریک بابرکت ہے اور بعض کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا کہ یہ تحریک بابرکت ہے اور بعض کو الہامات ہوئے کہ یہ تحریک بہت مبارک ہے۔ غرض یہ ایک ایسی تحریک ہے جس کے بابرکت ہونے کے متعلق بیسیوں رؤیا وکشوف اور الہامات کی شہادت موجود ہے۔"[2]

خدا تعالےٰ کی نازل کردہ تحریک

تحریک جدید براہ راست خدا تعالےٰ کی نازل کردہ تحریک تھی۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قلب مبارک پر ایسے رنگ میں یکایک القا ہوئی کہ دُنیا کی رُوحانی اور اسلامی فتح کی سب منزلیں اپنی بہت سی تفصیلات ومشکلات کے ساتھ حضورؓ کے سامنے آگئیں اور مستقبل میں لڑی جانے والی اسلام اور کُفر کی جنگ کا ایک جامع نقشہ آپ کے دماغ میں محفوظ کر دیا گیا۔

تحریک جدید کی اس نمایاں خصوصیت کا تذکرہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے متعدد بار فرمایا۔ بطور مثال چند فرمودات درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ "جب مَیں نے اس کے متعلق ارادہ کیا تو مَیں خود نہ جانتا تھا کہ کیا کیا لکھوں گا۔ مگر جوں جوں میں نوٹ لکھتا جاتا خدا تعالےٰ وہ طریق اور وہ ذرائع سمجھاتا جاتا تھا جن سے احمدیت مضبوط ہو سکتی تھی۔"[3]

---

[1] "الفضل" ۲۰ر نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۵ کالم ۲، ۳ [2] "الفضل" ۲۱ر دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۵ کالم ۲ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۹ء)

[3] تقریر فرمودہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۳ء (غیر مطبوعہ)

۲۔ "میرے ذہن میں یہ تحریک بالکل نہیں تھی۔ اچانک میرے دل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تحریک نازل ہوئی۔ پس بغیر اس کے کہ میں کسی قسم کی غلط بیانی کا ارتکاب کروں میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ تحریک جدید جو خدا نے جاری کی میرے ذہن میں یہ تحریک پہلے نہیں تھی۔ میں بالکل خالی الذہن تھا۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے یہ سکیم میرے دل پر نازل کی اور میں نے اُسے جماعت کے سامنے پیش کر دیا۔ پس یہ میری تحریک نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی نازل کردہ تحریک ہے۔" [1]

۳۔ "اس سکیم میں بعض چیزیں عارضی ہیں۔ پس عارضی چیزوں کو میں بھی مستقل قرار نہیں دیتا۔ لیکن باقی تمام سکیم مستقل حیثیت رکھتی ہے کیونکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے القاء کے نتیجہ میں مجھے سمجھائی گئی ہے۔ میں نے اس سکیم کو تیار کرنے میں ہرگز غور اور فکر سے کام نہیں لیا اور نہ گھنٹوں میں نے اس کو سوچا ہے۔ خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ تحریک پیدا کی کہ میں اس کے متعلق خطبات کہوں۔ پھر ان خطبوں میں میں نے جو کچھ کہا وہ میں نے نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر جاری کیا کیونکہ ایک منٹ بھی میں نے یہ نہیں سوچا کہ میں کیا کہوں۔ اللہ تعالیٰ میری زبان پر خود بخود اس سکیم کو جاری کرتا گیا اور میں نے سمجھا کہ میں نہیں بول رہا بلکہ میری زبان پر خدا بول رہا ہے۔" [2]

۴۔ "تحریک جدید ایک ہنگامی چیز کے طور پر میرے ذہن میں آئی تھی۔ اور جب میں نے اس تحریک کا اعلان کیا ہے اس وقت خود مجھے بھی اس تحریک کی کئی حکمتوں کا علم نہیں تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک نیت اور ارادہ کے ساتھ میں نے یہ سکیم جماعت کے سامنے پیش کی تھی۔ کیونکہ واقعہ یہ تھا کہ جماعت کی اُن دنوں حکومت کے بعض افسروں کی طرف سے شدید ہتک کی گئی تھی اور سلسلہ کا وقار خطرے میں پڑ گیا تھا پس میں نے چاہا کہ جماعت کو اس خطرے سے بچاؤں۔ مگر بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی رحمت انسانی قلب پر تصرف کرتی اور رُوح القدس اس کے تمام ارادوں اور کاموں پر حاوی ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں میری زندگی میں بھی یہ ایسا ہی واقعہ تھا جبکہ رُوح القدس میرے دل پر اُترا اور وہ میرے دماغ پر ایسا حاوی ہو گیا کہ مجھے یوں محسوس ہوا گویا اس نے مجھے ڈھانک لیا ہے اور ایک نئی سکیم ایک دُنیا میں تغیر پیدا کر دینے والی سکیم میرے دل پر نازل کر دی اور میں دیکھتا ہوں کہ میری تحریک جدید کے اعلان سے پہلے کی زندگی اور بعد کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قرآنی نکتے مجھ پر پہلے بھی کھلتے تھے

---

[1] "الفضل" ۲؍دسمبر ۱۹۴۲ء ۔ [2] خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱؍اکتوبر ۱۹۳۶ء مطبوعہ "الفضل" ۲۶؍فروری ۱۹۶۱ء ۔

اور اب بھی کھلتے ہیں۔ مگر پہلے کوئی معیّن سکیم میرے سامنے نہیں تھی جس کے قدم قدم کے نتیجہ سے میں واقف ہوں اور مَیں کہہ سکوں کہ اس اس رنگ میں ہماری جماعت ترقی کرے گی۔ مگر اب میری حالت ایسی ہی ہے کہ جس طرح انجنیئر ایک عمارت بناتا اور اُسے یہ علم ہوتا ہے کہ یہ عمارت کب ختم ہوگی؟ اس میں کہاں کہاں طاقچے رکھے جائیں گے، کتنی کھڑکیاں ہوں گی، کتنے دروازے ہوں گے، کتنی اونچائی پر چھت پڑے گی۔ اسی طرح دنیا کی اسلامی فتح کی منزلیں اپنی بہت سی تفاصیل اور مشکلات کے ساتھ میرے سامنے ہیں۔ دشمنوں کی بہت سی تدبیریں میرے سامنے بے نقاب ہیں۔ ان کی کوششوں کا مجھے علم ہے۔ اور یہ تمام امور ایک وسیع تفصیل کے ساتھ میری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔ تب مَیں نے سمجھا کہ یہ واقعہ اور فساد خدا تعالیٰ کی خاص حکمت نے کھڑا کیا تھا تا وہ ہماری نظروں کو اس عظیم الشان مقصد کی طرف پھرا دے جس کے لئے اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا۔ پس پہلے میں صرف ان باتوں پر ایمان رکھتا تھا۔ مگر اب میں صرف ایمان ہی نہیں رکھتا بلکہ میں تمام باتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ سلسلہ کو کس کس رنگ میں نقصان پہنچایا جائے گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ سلسلہ پر کیا کیا حملہ کیا جائے گا اور مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری طرف سے ان حملوں کا کیا جواب دیا جائے گا۔ ایک ایک چیز کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود ہے۔" ؎۱

۵۔ "تحریک جدید بھی القائی طور پر خدا تعالیٰ نے مجھے سمجھائی ہے۔ جب مَیں ابتدائی خطبات دے رہا تھا مجھے خود بھی یہ معلوم نہ تھا کہ میں کیا بیان کروں گا۔ اور جب مَیں نے اس سکیم کو بیان کیا تو میں اس خیال میں تھا کہ ابھی اس سکیم کو مکمل کروں گا اور میں خود بھی اس امر کو نہیں سمجھ سکا تھا کہ اس سکیم میں ہر چیز موجود ہے۔ مگر بعد میں جوں جوں سکیم پر میں نے غور کیا مجھے معلوم ہوا کہ تمام ضروری باتیں اس سکیم میں بیان ہو چکی ہیں اور اب کم از کم اس صدی کے لئے تمہارے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب اس میں موجود ہیں سوائے جزئیات کے کہ وہ ہر وقت بدلی جا سکتی ہیں۔

پس جماعت کو اپنی ترقی اور عظمت کے لئے اس تحریک کو سمجھنا اور اس پر غور کرنا نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح مختصر الفاظ میں ایک الہام کر دیتا ہے اور اس میں نہایت باریک تفصیلات موجود ہوتی ہیں اسی طرح اس کا القاء بھی ہوتا ہے۔ اور جس طرح الہام مخفی ہوتا ہے اسی طرح القاء بھی مخفی ہوتا ہے

؎۱ "الفضل" ۷؍ اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۷ کالم ۱-۲ ۔

بلکہ القاء الہام سے زیادہ مخفی ہوتا ہے۔ یہ تحریک بھی جو القاء الٰہی کا نتیجہ تھی پہلے مخفی تھی مگر جب اس پر غور کیا گیا تو یہ اس قدر تفصیلات کی جامع نکلی کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے زمانہ کے لئے اس میں اتنا مواد جمع کر دیا ہے کہ اصولی طور پر اس میں وہ تمام باتیں آگئی ہیں جو کامیابی کے لئے ضروری ہیں" [1]

تحریکِ جدید کی نسبت پہلا اعلان

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر تحریک جدید کا القاء اکتوبر ۱۹۳۴ء میں منعقد ہونے والی نام نہاد "احرار تبلیغ کانفرنس" کے دوران ہوا۔

حضرت امیر المومنینؓ اگر چاہتے تو کانفرنس شروع ہونے سے پہلے ہی اس کا اعلان فرما دیتے۔ مگر حضورؓ نے حیرت انگیز صبر و تحمل اور بے نظیر ذہانت و فطانت کا ثبوت دیتے ہوئے اُسے کانفرنس کے اختتام تک ملتوی کر دیا۔ البتہ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو یعنی کانفرنس کے شروع ہونے سے صرف دو روز پیشتر اپنے خطبہ جمعہ میں یہ اعلان ضرور فرما دیا کہ

"سات یا آٹھ دن تک اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی اور توفیق بخشی تو میں ایک نہایت ہی اہم اعلان جماعت کے لئے کرنا چاہتا ہوں . . . . . مَیں وہ مطالبہ احراری جلسہ کے ایام میں پیش کرنا نہیں چاہتا تا کہ اُسے انتقامی رنگ پر محمول نہ کیا جا سکے اور تا وہ مطالبہ فتنہ کا کوئی اور دروازہ نہ کھول دے۔ اس کے بعد میں دیکھوں گا۔ کہ آپ لوگوں میں سے کتنے ہیں جو اس قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ جو قربانیاں اس وقت تک ہماری جماعت کی طرف سے ہوئی ہیں۔ وہ ان قربانیوں کے مقابلہ میں بہت ہی حقیر ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت نے کیں یا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کیں یا رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ نے کیں۔ لیکن اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس رنگ میں قربانی کریں جو بہت جلد نتیجہ خیز ہو کر ہمارے قدموں کو اس بلندی تک پہنچا دے جس بلندی تک پہنچانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دُنیا میں مبعوث ہوئے۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ لوگوں میں سے بعض کو دُور دراز ملکوں میں بغیر ایک پیسہ لئے نکل جانے کا حکم دیا گیا تو آپ لوگ اس حکم کی تعمیل میں نکل کھڑے ہوں گے۔ اگر بعض لوگوں سے اُن کے کھانے پینے اور پہننے میں تبدیلی کا مطالبہ کیا گیا تو وہ اس مطالبہ کو پُورا کریں گے۔ اگر بعض لوگوں کے اوقات کو پُورے طور پر سلسلہ کے کاموں کے لئے وقف کر دیا گیا تو وہ بغیر چون و چرا کئے اس پر رضامند ہو جائیں گے اور جو شخص ان مطالبات کو پُورا نہیں کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہوگا بلکہ الگ کر دیا جائے گا" [2]

---

[1] "الفضل" ۲۶ر فروری ۱۹۶۱ء صفحہ ۴ (خطبہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۳۶ء) [2] "الفضل" ۲۳ر اکتوبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۲ و ۳

تین فوری احکام

اس سلسلہ میں حضورؓ نے اسی خطبہ میں فوری طور پر تین احکام صادر فرمائے:۔

پہلا حکم:۔

"ہر وہ شخص جس کے چندوں میں کوئی نہ کوئی بقایا ہے یا ہر وہ جماعت جس کے چندوں میں بقائے ہیں وہ فوراً اپنے اپنے بقائے ادا کرے اور آئندہ کے لئے چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی کا نمونہ دکھلائیں"

دُوسرا حکم:۔

"اس ہفتہ کے اندر اندر ہر وہ شخص جس کی کسی سے لڑائی ہو چکی ہے، ہر وہ شخص جس کی کسی سے بول چال بند ہے، وہ جائے اور اپنے بھائی سے معافی مانگ کر صلح کر لے اور اگر کوئی معاف نہیں کرتا تو اس سے لجاجت اور انکسار کے ساتھ معافی طلب کرے اور ہر قسم کا تذلّل اس کے آگے اختیار کرے تاکہ اس کے دل میں رحم پیدا ہو اور وہ رنجش کو اپنے دل سے نکال دے اور ایسا ہو کہ جس وقت میں دوسرا اعلان کرنے کے لئے کھڑا ہوں اس وقت کوئی دو احمدی ایسے نہ ہوں جو آپس میں لڑے ہوئے ہوں۔ اور کوئی دو احمدی ایسے نہ ہوں جن کی آپس میں بول چال بند ہو۔ پس جاؤ اور اپنے دلوں کو صاف کرو۔ جاؤ اور اپنے بھائیوں سے معافی طلب کر کے متحد ہو جاؤ۔ جاؤ اور ہر تفرقہ اور شقاق کو اپنے اندر سے دُور کر دو تب خدا تعالیٰ کے فرشتے تمہاری مدد کے لئے اُتریں گے۔ آسمانی فوجیں تمہارے دشمنوں سے لڑنے کے لئے نازل ہوں گی اور تمہارا دشمن خدا کا دشمن سمجھا جائے گا۔ یہ دو نمونے ہیں جو میں اپنی جماعت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ جس شخص کو یہ خطبہ پہنچے وہ اس وقت تک سوئے نہیں جب تک کہ اس حکم پر عمل نہ کر لے سوائے اس کے کہ اُس کے لئے ایسا کرنا ناممکن ہو۔ مثلاً جس شخص سے لڑائی ہوئی ہو وہ گھر میں موجود نہ ہو یا اُسے تلاش کے باوجود مل نہ سکا ہو یا کسی دوسرے گاؤں یا شہر میں گیا ہوا ہو۔

جماعتوں کے سکرٹریوں کو چاہیئے کہ وہ میرے اس خُطبہ کے پہنچنے کے بعد اپنی اپنی جماعتوں کو اکٹھا کریں اور انہیں کہیں کہ امیرالمؤمنین کا حکم ہے کہ آج وہی شخص اس جنگ میں شامل ہو سکے گا جس کی اپنے کسی بھائی سے رنجش یا لڑائی نہ ہو اور جو صُلح کر کے اپنے بھائی سے متحد ہو چکا ہو اور جب میں قربانی کے لئے لوگوں کا انتخاب کروں گا تو میں ہر ایک شخص سے پُوچھ لوں گا کہ کیا تمہارے دل میں کسی سے رنجش یا بغض تو نہیں۔ اور اگر مجھے معلوم ہوا کہ اس کے دل میں کسی شخص کے متعلق کینہ اور بغض موجود ہے تو میں اس سے کہوں گا کہ تم بُنْیَانٌ مَرْصُوْص نہیں۔ تمہارا کندھا اپنے بھائی کے کندھے سے ملا ہوا

نہیں۔ بالکل ممکن ہے کہ تمہارے کندھے سے دشمن ہم پر حملہ کر دے۔ پس جاؤ مجھ کو تمہاری ضرورت نہیں۔ یہ وہ کام ہیں جن کا پورا کرنا میں قادیان والوں کے ذمّہ اگلے خطبہ تک اور باہر کی جماعتوں کے ذمّہ اس خطبہ کے چھپ کر پہنچنے کے ایک ہفتہ بعد تک فرض مقرر کرتا ہوں۔"

تیسرا حکم:-

"مجھے فوراً جلد سے جلد ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو سلسلہ کے لئے اپنے وطن چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ اپنی جانوں کو خطرات میں ڈالنے کے لئے تیار ہوں اور بھوکے پیاسے رہ کر بغیر تنخواہوں کے اپنے نفس کو تمام تکالیف سے گزارنے پر آمادہ ہوں۔ پس میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جو نوجوان ان کاموں کے لئے تیار ہوں وہ اپنے نام پیش کریں۔ نوجوانوں کی لیاقت کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یا تو وہ مولوی ہوں مدرسہ احمدیہ کے سند یافتہ یا کم سے کم انٹرنس پاس یا گریجوایٹ ہوں۔ . . . . شرط یہ ہے کہ وہ سرکاری ملازم نہ ہوں اور نہ ہی تاجر ہوں اور نہ طالب علم ہوں۔ صرف ایسے نوجوان ہوں جو ملازمت کی انتظار میں اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔" ؎۱

قربانی کا ماحول پیدا کرنے کا ارشاد

ان تین احکام کے بعد حضور نے جماعت کو یہ بھی بتایا کہ کوئی بڑی قربانی نہیں کی جاسکتی جب تک اس کے لئے ماحول نہ پیدا کیا جائے۔ اس سلسلہ میں حضور کے الفاظ یہ تھے:-

"کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ماحول ٹھیک ہو اور اگر گرد و پیش کے حالات موافق نہ ہوں تو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ نیکی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اُن کے اندر نیکی کرنے کا مادہ بھی موجود ہوتا ہے اور جذبہ بھی، مگر وہ ایسا ماحول نہیں پیدا کر سکتے جس کے ماتحت صحیح قربانی کر سکیں۔ پس ماحول کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے۔ میرے ایک بچہ نے ایک دفعہ ایک جائز امر کی خواہش کی تو مَیں نے اُسے لکھا کہ یہ بیشک جائز ہے مگر تم یہ سمجھ لو کہ تم نے خدمتِ دین کے لئے زندگی وقف کی ہوئی ہے اور تم نے دین کی خدمت کا کام کرنا ہے اور یہ امر تمہارے لئے اتنا بوجھ ہو جائے گا کہ تم دین کی خدمت کے رستہ میں اُسے نباہ نہیں سکو گے اور یہ تمہارے رستہ میں مشکل پیدا کر دے گا۔

تو مَیں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ نیکیوں سے اس لئے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ ماحول پیدا نہیں کر سکتے

؎۱ "الفضل" ۱۸ر نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۹

وہ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے جب کہا کہ قربانی کریں گے تو کر لیں گے حالانکہ یہ صحیح نہیں . . . . مجھے ہزارہا لوگوں نے لکھا ہے کہ ہم قربانی کے لئے تیار ہیں اور جنہوں نے نہیں لکھا وہ بھی اس انتظار میں ہیں کہ سکیم شائع ہو لے تو ہم بھی شامل ہو جائیں گے۔ مگر میں بتاتا ہوں کہ کوئی قربانی کام نہیں دے سکتی جب تک اس کے لئے ماحول پیدا نہ کیا جائے۔ یہ کہنا آسان ہے کہ ہمارا مال سلسلہ کا ہے۔ مگر جب ہر شخص کو کچھ روپیہ کھانے پر اور کچھ لباس پر اور کچھ مکان کی حفاظت یا کرایہ پر کچھ علاج پر خرچ کرنا پڑتا ہے اور پھر اس کے پاس کچھ نہیں بچتا۔ تو اس صورت میں اس کا یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے کہ میرا سب مال حاضر ہے۔ اس قسم کی قربانی نہ قربانی پیش کرنے والے کو کوئی نفع دے سکتی ہے اور نہ سلسلہ کو ہی اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ سلسلہ اُس کے ان الفاظ کو کہ میرا سب مال حاضر ہے کیا کرے جبکہ سارے مال کے معنے صفر کے ہیں۔ جس شخص کی آمد سو روپیہ اور خرچ بھی سو روپیہ ہے وہ اس قربانی سے سلسلہ کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ پہلے خرچ کو سو سے نوّے پر نہیں لے آتا۔ تب بیشک اس کی قربانی کے معنے دس فیصدی قربانی کے ہوں گے . . .
پس ضروری ہے کہ قربانی کرنے سے پیشتر اس کے لئے ماحول پیدا کیا جائے۔ اس کے بغیر قربانی کا دعویٰ کرنا ایک نادانی کا دعویٰ ہے یا منافقت۔

یاد رکھو کہ یہ ماحول اُس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ نہ ہوں۔ مرد اپنی جانوں پر عام طور پر پانچ دس فیصدی خرچ کرتے ہیں سوائے اُن عیاش مردوں کے جو عیاشی کرنے کے لئے زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ ورنہ کنبہ دار مرد عام طور پر اپنی ذات پر پانچ دس فیصدی سے زیادہ خرچ نہیں کرتے اور باقی نوّے پچانوے فیصدی عورتوں اور بچوں پر خرچ ہوتا ہے اس لئے بھی کہ اُن کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اُن کے آرام کا مرد زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ پس ان حالات میں مرد جو پہلے ہی پانچ یا دس یا زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس فیصدی اپنے اُوپر خرچ کرتے ہیں اور جن کی آمدنی کا اسّی نوّے فیصدی عورتوں اور بچوں پر خرچ ہوتا ہے، اگر قربانی کرنا بھی چاہیں تو کیا کر سکتے ہیں جب تک عورتیں اور بچے ساتھ نہ دیں۔ اور جب تک وہ یہ نہ کہیں کہ ہم ایسا ماحول پیدا کر دیتے ہیں کہ مرد قربانی کر سکیں۔

پس تیسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ قربانی کے لئے پہلے ماحول پیدا کیا جائے۔ اور اس کے لئے ہمیں اپنے بیوی بچوں سے پوچھنا چاہیئے کہ وہ ہمارا ساتھ دیں گے یا نہیں؟ اگر وہ ہمارے ساتھ قربانی کے لئے تیار نہیں ہیں تو قربانی کی گنجائش بہت کم ہے۔

مالی قربانی کی طرح جانی قربانی کا بھی یہی حال ہے۔ جسم کو تکلیف پہنچانا کس طرح ہو سکتا ہے جب تک اُس کے لئے عادت نہ ڈالی جائے۔ جو مائیں اپنے بچوں کو وقت پر نہیں جگاتیں۔ وقت پر پڑھنے کے لئے نہیں بھیجتیں ان کے کھانے پینے میں ایسی احتیاط نہیں کرتیں کہ وہ آرام طلب اور عیاش نہ ہو جائیں وہ قربانی کیا کر سکتے ہیں عادتیں جو بچپن میں پیدا ہو جائیں وہ نہیں چھوٹتیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بہت بڑے ایمان سے دَب جاتی ہیں۔ مگر جب ایمان میں ذرا بھی کمی آئے پھر عود کر آتی ہیں۔ پس جانی قربانی بھی اس وقت تک نہیں ہو سکتی۔ جب تک عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ متحد نہ ہوں۔ جب تک مائیں متحد نہیں ہوں گی تو وہ روز ایسے کام کریں گی جن سے بچوں میں سُستی اور غفلت پیدا ہو۔ پس جب تک مناسب ماحول پیدا نہ ہو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا"[1]

فصل دوم

تحریکِ جدید کے اُنیس ۱۹ مطالبات اور مُلکی پریس

اب تمہیدی امور چونکہ بیان کئے جا چکے تھے۔ اس لئے حضور نے ۲۳ نومبر، ۳۰ نومبر اور ۷ دسمبر ۱۹۳۴ء کے تین خطبات میں اپنی سکیم تفصیلی طور پر جماعت کے سامنے رکھی اور اُسے ۱۶ دسمبر ۱۹۳۴ء کے ایک مطبوعہ اعلان میں "تحریک جدید" کے نام سے موسوم فرمایا۔[2]

اُنیس ۱۹ مطالبات حضرت امیر المومنین رضؓ کے اپنے الفاظ میں

"تحریک جدید" کی سکیم اُنیس ۱۹ مطالبات پر مشتمل تھی۔ جن کی تشریح و توضیح ذیل میں خود سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے الفاظ مبارکہ میں درج کی جاتی ہے:۔

پہلا مطالبہ:۔ "آج سے تین سال کے لئے . . . ہر احمدی جو اس جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہے یہ اقرار کرے کہ وہ آج سے صرف ایک سالن استعمال کرے گا۔ روٹی اور سالن یا چاول اور سالن یہ دو چیزیں

---

[1] "الفضل" ۲۹ نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۴ و ۵۔ [2] "الفضل" ۱۶ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۔

ع حضرت فضل عمرؓ کی یہ تحریک ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی ملتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم الجزری (ابن اثیر) نے "اسد الغابہ" میں حضرت عمرؓ کے حالات میں یہ واقعہ لکھا ہے:۔

"عن ابی حازم قال دخل عمر بن الخطاب علیٰ حفصۃ ابنتہٗ فقدمت الیہ مرقاً بارداً وصبت فی المرق زیتاً فقال اُدمان فی اناء واحد لا اُذوقہ حتّٰی القی اللہ عز وجل (جلد چہارم صفحہ ۶۳ مصری)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

نہیں بلکہ دونوں مل کر ایک ہوں گے۔ لیکن روٹی کے ساتھ دو سالنوں یا چاولوں کے ساتھ دو سالنوں کی اجازت نہ ہوگی۔ . . سوائے اس صورت کے کہ کوئی دعوت ہو یا مہمان گھر پر آئے۔ اس کے احترام کے لئے اگر ایک سے زائد کھانے تیار کئے جائیں تو یہ جائز ہوگا۔ مگر مہمان کا قیام لمبا ہو تو اس صورت میں اہل خانہ خود ایک ہی کھانے پر کفایت کرنے کی کوشش کرے یا سوائے اس کے کہ اس شخص کی کہیں دعوت ہو اور صاحب خانہ ایک سے زیادہ کھانوں پر اصرار کرے یا سوائے اس کے کہ اس کے گھر کوئی چیز بطور تحفہ آجائے۔ یا مثلاً ایک وقت کا کھانا تھوڑی مقدار میں بچ کر دوسرے وقت کے کھانے کے ساتھ استعمال کر لیا جائے۔ . . مہمان بھی اگر جماعت کا ہو تو اُسے بھی چاہیئے کہ میزبان کو مجبور نہ کرے کہ ایک سے زیادہ سالن اس کے ساتھ مل کر کھائے۔ ہر احمدی اس بات کا پابند نہیں بلکہ اس کی پابندی صرف اُن لوگوں کے لئے ہوگی جو اپنے نام مجھے بتا دیں۔ . . [ل]

لباس کے متعلق میرے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں آئی۔ ہاں بعض عام ہدایات میں دیتا ہوں مثلاً یہ کہ جن لوگوں کے پاس کافی کپڑے ہوں۔ وہ ان کے خراب ہو جانے تک اور کپڑے نہ بنوائیں پھر جو لوگ نئے کپڑے زیادہ بنواتے ہیں۔ وہ نصف پر یا تین چوتھائی پر یا ⅔ پر آجائیں۔ . . . ہاں سب سے ضروری بات عورتوں کے لئے یہ ہوگی کہ محض پسند پر کپڑا نہ خریدیں۔ . . . بلکہ ضرورت ہو تو خریدیں دوسری پابندی عورتوں کے لئے یہ ہے کہ اس عرصہ میں گوٹہ کناری فیتہ وغیرہ قطعاً نہ خریدیں۔ . . . تیسری شرط اس مد میں یہ ہے کہ جو عورتیں اس عہد میں اپنے آپ کو شامل کرنا چاہیں۔ وہ کوئی نیا زیور نہیں بنوائیں گی اور جو مرد اس میں شامل ہوں وہ بھی عہد کریں کہ عورتوں کو نیا زیور بنوا کر نہیں دیں گے۔ پُرانے زیور کو تڑوا کر بنانے کی بھی ممانعت ہے . . . جب ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں تو روپیہ کو کیوں خواہ مخواہ ضائع کریں خوشی کے دنوں میں ایسی جائز باتوں سے ہم نہیں روکتے۔ لیکن جنگ کے دنوں میں ایک پیسہ کی حفاظت بھی ضروری ہوتی ہے۔ ہاں ٹوٹے ہوئے زیور کی مرمت جائز ہے۔ . . . علاج کے متعلق میں کہہ چکا ہوں کہ اطباء اور ڈاکٹر سستے نسخے تجویز کیا کریں۔ . . . پانچواں خرچ سنیما اور تماشے ہیں۔ ان کے متعلق میں ساری

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ یعنی حضرت ابو حزمؓ سے مروی ہے کہ ایک بار حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے ہاں تشریف لائے بحضرت حفصہؓ نے سالن میں زیتون کا تیل ڈال کر پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت میں دو دو سالن!! خدا کی قسم میں اسے کبھی نہیں کھاؤں گا۔

[ل] حضورؓ نے اس مطالبہ کی مزید تشریح ۷ر دسمبر ۱۹۳۴ء کے خطبہ جمعہ میں بھی فرمائی۔ یہ خطبہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۳۴ء کے "الفضل" میں شائع شدہ ہے۔

تحریک جدید کے ابتدائی خطبات سے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قلم مبارک سے لکھی ہوئی قیمتی یادداشتوں کا عکس

(۲) یہ ممکن نہیں کہ ہر تجویز کی تفصیلات ابھی بتا دی جائیں بعض
تفصیلات کا اظہار مقصد کو خراب کر دیتا ہے پس بعض حصے سکیم
کے ضرور ایسے ہوں گے کہ انہیں ایک عرصہ تک بیان نہیں کیا جا
سکے گا ابھی نہیں کیا جا سکتا ہر مومن کو میری بات پر دیانتداری سے عمل
کرنا ہوگا اور اس کی وجہ سے میں نے اس سکیم پر عمل کرنا لازمی
نہیں قرار دیا۔

(۳) کوئی ایسی قربانی نہیں لی جائے گی جب تک ایک ایک اصول
ثابت نہ کیا جائے بلکہ میں یہ بتا دیتا ہوں کہ آپ کو کیا کرنا ہوگا
کیونکہ آپ کو اکٹھا کر دینے کی نسبت آپ کا فائدہ نہیں ہو سکتا
جب تک آپ ایک ایک کر کے آگے نہ بڑھیں اور
ایک ایک بات کو عمل میں نہ لائیں جب تک کہ
ہر ایک کو اپنا حصہ ادا کرنے کا موقعہ ملے گا

مثلاً جانی قربانی کے معنی اپنی جان کو تکلیف دے کر

ڈالنا ایسے کہ غذاء میں اصلاح کا فرض سب کھانے میں تعیش

نہ ہو اور (اور لباس میں) اگر یہ ہو نہیں سکتا بیشک سب کو ہلکا کوٹ سادہ تما دن نہ کریں

اور اگر یہ نہ ہو تو تکلیف کے کالے بال ہم نہیں کر سکتے

دوسرا مالی قربانی کا یہ بل نہیں ہو سکتا بیشک رکھے ہیں

ماحول پیدا نہ ہو آپ بے شک ارادہ کریں کہ ہم آئندہ

اس کو اس قدر رقم دیں گے دینے لیکن اگر آپ کے اخراجات

فضول دو نوش اور لباس میں فرق نہیں پڑتا اس کا نتیجہ

ہوگا یہی ہوگا کہ آپ مقروض ہو کر آئندہ خدمت دین

سے محروم رہ جائیں گے

بڑے بڑے اخراجات لوگوں میں یہ ہوتے ہیں

۱- غذاء ۲- لباس ۳- زیور ۴- [illegible] علاج

۵- [illegible] تماشہ ۶- شادی بیاہ ۷- آرائش اور زیبائش سامان وغیرہ

جماعت کو حکم دیتا ہوں کہ تین سال[1] تک کوئی احمدی کسی سنیما، سرکس، تھیٹر وغیرہ غرضکہ کسی تماشہ میں بالکل نہ جائے۔ . . . چھٹا شادی بیاہ کا معاملہ ہے۔ چونکہ یہ جذبات کا سوال ہے اور حالات کا سوال ہے اس لئے مَیں یہ حد بندی تو نہیں کر سکتا کہ اتنے جوڑے اور اتنے زیور سے زیادہ نہ ہوں۔ ہاں اتنا مد نظر رہے کہ تین سال کے عرصہ میں یہ چیزیں کم دی جائیں۔ جو شخص اپنی لڑکی کو زیادہ دینا چاہے وہ کچھ زیور، کپڑا اور باقی نقد کی صورت میں دے دے۔ ساتواں مکانوں کی آرائش و زیبائش کا سوال ہے اس کے متعلق بھی کوئی طریق میرے ذہن میں نہیں آیا۔ ہاں عام حالات میں تبدیلی کے ساتھ اس میں خود بخود تبدیلی ہو سکتی ہے جب غذا اور لباس سادہ ہوگا تو اس میں بھی خود بخود لوگ کمی کرنے لگ جائیں گے پس میں اس عام نصیحت کے ساتھ کہ جو لوگ اس معاہدے میں شامل ہوں وہ آرائش و زیبائش پر خواہ مخواہ روپیہ ضائع نہ کریں، اس بات کو چھوڑتا ہوں[ع] . . . . . آٹھویں چیز تعلیمی اخراجات ہیں۔ اس کے متعلق کھانے پینے میں جو خرچ ہوتا ہے، اس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں۔ جو خرچ اس کے علاوہ ہیں یعنی فیس یا آلات اور اوزاروں یا سٹیشنری اور کتابوں وغیرہ پر جو خرچ ہوتا ہے، اس میں کمی کرنا ہمارے لئے مضر ہوگا۔ اس لئے نہ تو اس میں کمی کی نصیحت کرتا ہوں اور نہ ہی اس کی گنجائش ہے۔ پس عام اقتصادی

ع۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ سادہ زندگی کی اس سکیم کا سب سے زیادہ اثر براہِ راست قادیان کے دوکانداروں پر پڑنے والا تھا۔ اس لئے حضورؓ نے حسب ذیل تجاویز فرمائیں :۔

(۱) قادیان کے احمدی جہاں تک ہو سکے یہاں کے دکانداروں ہی سے سودا سلف خریدیں اور دکاندار زیادہ بِکری پر تھوڑے منافع کا اصول پیش نظر رکھیں اور سستا سودا خریدنے کی کوشش کیا کریں۔

(۲) بیرونی احمدی جو جلسہ سالانہ یا مجلس شوریٰ پہ آتے ہیں وہ بھی اگر ایسی چیزیں جو آسانی سے ساتھ لیجا سکیں یہاں سے خرید لیں یا کپڑے وغیرہ یہاں سے بنوا لیا کریں تو قادیان کے دکانداروں کی بِکری زیادہ ہو سکتی ہے۔

اس ضمن میں حضور نے خاص طور پر چوہدری نصر اللہ خاں صاحبؓ کی مثال دیتے ہوئے فرمایا :۔

"چوہدری نصر اللہ خاں صاحب مرحوم کئی دفعہ اپنے کپڑے یہاں سے بنوایا کرتے تھے۔ کسی نے اُن سے کہا کہ آپ رہتے سیالکوٹ میں ہیں اور کپڑے یہاں سے بنواتے ہیں یہ کیا بات ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس سے دوہرا ثواب مجھے مل جاتا ہے۔ اس سے قادیان میں روپیہ کے چلن میں زیادتی ہو جاتی ہے اور بھائی کو فائدہ بھی پہنچ جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اگر چودھری صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلنے والے چند سو دوست بھی پیدا ہو جائیں تو قادیان کے دکانداروں کا نقصان ہی دُور نہیں ہو سکتا بلکہ انہیں فائدہ بھی پہنچ سکتا ہے" (الفضل ۱۲؍ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۵)

[1] جیسا کہ آئندہ مفصل ذکر آرہا ہے حضور نے بعد کو سنیما کی مستقل ممانعت فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ "میں سمجھتا ہوں کہ میرا منع کرنا تو الگ رہا اگر میں ممانعت نہ کروں تو بھی مومن کی رُوح کو خود بخود اس کی بغاوت کرنی چاہیئے" ("الفضل" ۱۲؍ دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۳)

حالات میں تغیر کیلئے مَیں ان **آٹھ قربانیوں** کا مطالبہ کرتا ہوں۔"[1]

دوسرا مطالبہ[۲] "دوسرا مطالبہ جو دراصل پہلے ہی مطالبہ پر مبنی ہے یہ کرتا ہوں کہ جماعت کے مخلص افراد کی ایک جماعت ایسی نکلے جو اپنی آمد کا $\frac{1}{5}$ سے $\frac{1}{3}$ حصہ تک سلسلہ کے مفاد کے لئے تین سال تک بیت المال میں جمع کرائے۔ اس کی صورت یہ ہو کہ جس قدر وہ مختلف چندوں میں دیتے ہیں یا دوسرے ثواب کے کاموں پر خرچ کرتے ہیں یا دارالانوار کمیٹی کا حصہ یا حصے انہوں نے لئے ہیں (اخبارات وغیرہ کی قیمتوں کے علاوہ) وہ سب رقم اس حصہ میں سے کاٹ لیں اور باقی رقم اس تحریک کی امانت میں صدر انجمن احمدیہ کے پاس جمع کرا دیں[2] . . . . یہ ضروری شرط ہے کہ آنے اس میں نہیں لئے جائیں گے . . . . تین سال کے بعد روپیہ نقد یا اتنی ہی جائداد کی صورت میں واپس کر دیا جائے گا جو کمیٹی میں اس رقم کی حفاظت کے لئے مقرر کروں گا اُس کا فرض ہوگا کہ ہر شخص پر ثابت کرے کہ اگر کسی کو جائداد کی صورت میں روپیہ واپس کیا جا رہا ہے تو وہ جائداد فی الواقعہ اس رقم میں خریدی گئی ہے۔ اس سب کمیٹی کے ممبر علاوہ میرے مندرجہ ذیل احباب ہوں گے (۱) میرزا بشیر احمد صاحب (۲) چودھری ظفر اللہ خاں صاحب (۳) شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری (۴) مرزا محمد اشرف صاحب (۵) مرزا شریف احمد صاحب (۶) ملک غلام محمد صاحب لاہور (۷) چودھری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری (۸) چوہدری حاکم علی صاحب سرگودھا اور چودھری فتح محمد صاحب"[3]

تیسرا مطالبہ[۳] "تیسرا مطالبہ مَیں یہ کرتا ہوں کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے اس وقت بڑی ضرورت ہے کہ وہ جو گندہ لٹریچر ہمارے خلاف شائع کر رہا ہے اس کا جواب دیا جائے یا اپنا نقطۂ نگاہ احسن طور پر لوگوں تک پہنچایا جائے اور وہ روکیں جو ہماری ترقی کی راہ میں پیدا کی جا رہی ہیں انہیں دُور کیا جائے۔ اس کے لئے بھی خاص نظام کی ضرورت ہے، روپیہ کی ضرورت ہے، آدمیوں کی ضرورت ہے اور کام کرنے کے

---

[1] "الفضل" ۲۹ نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۰ تا صفحہ ۱۲۔ اس جگہ یہ بتانا ضروری ہے کہ حضور نے ان آٹھ قربانیوں کی نسبت ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرما دی کہ "جہاں یہ باتیں دوسرے گھروں کے لئے اختیاری ہیں وہاں ہمارے اپنے گھروں میں لازمی ہوں گی۔ قرآن کریم میں حکم ہے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا الآیۃ۔ پس اس حکم کے ماتحت ایک نبی کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے میں بھی اپنے بیوی بچوں کے لئے ان باتوں کو لازمی قرار دیتا ہوں"۔ [2] اس چندہ کا نام "امانت تحریک جائداد" رکھا گیا۔ ("الفضل" ۲۳ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۹)۔ [3] "الفضل ۲۹ نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۲-۱۳۔ اس سب کمیٹی نے فروری ۱۹۳۵ء میں کام شروع کر دیا حضرت مولوی فخر الدین صاحب پنشنر متوطن گھوگھیاٹ ضلع شاہ پور اس کے سیکرٹری مقرر ہوئے ("الفضل" ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۱)

منیر بھائی مطالبہ - تو جو ابا [illegible] پاکستان [illegible]

جا پہنچا [illegible] ہر [illegible] زاد راہ پیدا

کر لیا [illegible] بال [illegible] کیونکہ اور [illegible]

سو لہو ان مطالبہ [illegible]

[illegible] عادت ڈال جائے [illegible]

[illegible]

[illegible] - [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۲۔ [illegible] کیونکہ [illegible] الحمد [illegible] ہوا ہے [illegible] فرمایا

[illegible]

گرد کر رہی تھی لکھا جب تک [illegible] درشن [illegible] ان کا [illegible] امید

میں تبدیلی کر رہی تیار نہ ہوں۔

[illegible] روز [illegible] حبیب والے [illegible] ڈاکٹر [illegible] تعلق رکھتا

ہے لیکن میں ابھی لکھا ہوں کہ اور میری توجہ کریں [illegible] عذر ہے

سننے سے [illegible] تیار رہا لکھا ہے مگر [illegible]

[illegible] اور یہ [illegible] کو [illegible] امید [illegible]

جاتا ہے [illegible] کا فائدہ ہے اگر وہ ذرا توجہ کریں [illegible]

السلام [illegible] خدمت [illegible] بیمار ہے

[illegible] خدا ان کے متعلق میں خدا [illegible]

[illegible] ہے مگر یہ [illegible] فرمایا

اور [illegible]

[illegible]

[illegible]

طریقوں کی ضرورت ہے۔ . . . اس کام کے واسطے تین سال کے لئے پندرہ ہزار روپیہ کی ضرورت ہوگی فی الحال پانچ ہزار روپیہ کام کے شروع کرنے کے لئے ضروری ہے۔ بعد میں دس ہزار کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور اگر اس سے زائد جمع ہوگیا تو اُسے اگلی مدات میں منتقل کر دیا جائے گا۔ اس کمیٹی کا مرکز لاہور میں ہوگا۔ اور اس کے ممبر مندرجہ ذیل ہوں گے (۱) پیر اکبر علی صاحب (۲) شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور (۳) چودھری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹر لاہور (۴) ملک عبدالرحمٰن صاحب قصوری (۵) ڈاکٹر عبدالحق صاحب بھاٹی گیٹ لاہور (۶) ملک خدا بخش صاحب لاہور (۷) چودھری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری (۸) شیخ جان محمدؐ صاحب سیالکوٹ (۹) مرزا عبدالحق صاحب وکیل گورداسپور (۱۰) قاضی عبدالحمید صاحب وکیل امرتسر (۱۱) سید ولی اللہ شاہ صاحب (۱۲) شمس صاحب یا اگر وہ باہر جائیں تو مولوی اللہ دتا[۱] صاحب (۱۲) شیخ عبدالرزاق صاحب بیرسٹر لائل پور (۱۳[۲]) مولوی غلام حسین صاحب جھنگ (۱۴) صوفی عبدالغفور صاحب حال لاہور۔

اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ میری دی ہوئی ہدایات کے مطابق دشمن کے پروپیگنڈا کا بالمقابل پروپیگنڈا سے مقابلہ کرے۔ مگر اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ تجارتی اصول پر کام کرے۔ مفت اشاعت کی قسم کا کام اس کے دائرہ عمل سے خارج ہوگا۔[۳]

چوتھا مطالبہ:۔ "قوم کو مصیبت کے وقت پھیلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو کہتا ہے کہ مکہ میں اگر تمہارے خلاف جوش ہے تو کیوں باہر نکل کر دوسرے ملکوں میں نہیں پھیل جاتے۔ اگر باہر نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ترقی کے بہت سے راستے کھول دے گا۔ اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت میں بھی ایک حصہ ایسا ہے جو ہمیں کچلنا چاہتا ہے اور رعایا میں بھی ہمیں کیا معلوم ہے کہ ہماری مدنی زندگی کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے۔ قادیان بے شک ہمارا مذہبی مرکز ہے۔ مگر ہمیں کیا معلوم کہ ہماری شوکت و طاقت کا مرکز کہاں ہے۔ یہ ہندوستان کے کسی اور شہر میں بھی ہو سکتا ہے اور چین، جاپان، فلپائن، سماٹرا، جاوا، رُوس، امریکہ، غرضکہ دنیا کے کسی ملک میں ہو سکتا ہے۔ اس لئے جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ لوگ بلا وجہ جماعت کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ کچلنا چاہتے ہیں

---

[۱] یعنی مولانا ابوالعطاء صاحب (ناقل) [۲] نقل مطابق اصل [۳] "الفضل" ۲۹ نومبر ۱۹۳۴ء کالم ۲، ۳ اس چندہ کا نام "پراپیگنڈا فنڈ" رکھا گیا ("الفضل" ۲۳ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۹ کالم ۲)

تو ہمارا ضروری فرض ہو جاتا ہے کہ باہر جائیں اور تلاش کریں کہ ہماری مدنی زندگی کہاں سے شروع ہوتی ہے ہمیں کیا معلوم ہے کہ کونسی جگہ کے لوگ ایسے ہیں کہ وہ فوراً احمدیت کو قبول کر لیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چونکہ ہمارا پہلا تجربہ بتاتا ہے کہ باقاعدہ مشن کھولنا مہنگی چیز ہے۔ اس لئے پُرانے اصول پر نئے مشن نہیں کھولے جا سکتے۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ دو دو آدمی تین نئے ممالک میں بھیجے جائیں۔ ان میں سے ایک ایک انگریزی دان ہو اور ایک ایک عربی دان۔ سب سے پہلے تو ایسے لوگ تلاش کئے جائیں کہ جو سب یا کچھ حصہ خرچ کا دے کر حسب ہدایت جا کر کام کریں۔ مثلاً صرف کرایہ لے لیں آگے خرچ نہ مانگیں یا کرایہ خود ادا کر دیں۔ خرچ چھ سات ماہ کے لئے ہم سے لے لیں یا کسی قدر رقم اس کام کے لئے دے سکیں۔ اگر اس قسم کے آدمی حسب منشا نہ ملیں تو جن لوگوں نے پچھلے خطبہ کے ماتحت وقف کیا ہے اُن میں سے کچھ آدمی چُن لئے جائیں جن کو صرف کرایہ دیا جائے اور چھ ماہ کے لئے معمولی خرچ دیا جائے اس عرصہ میں وہ ان ملکوں کی زبان سیکھ کر وہاں کوئی کام کریں اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کریں اور سلسلہ کا لٹریچر اس ملک کی زبان میں ترجمہ کر کے اُسے اس ملک میں پھیلائیں اور اس ملک کے تاجروں اور احمدی جماعت کے تاجروں کے درمیان تعلق بھی قائم کرائیں۔ غرض مذہبی اور تمدنی طور پر اس ملک اور احمدی جماعت کے درمیان واسطہ بنیں۔

پس میں اس تحریک کے ماتحت ایک طرف تو ایسے نوجوانوں کا مطالبہ کرتا ہوں جو کچھ خرچ کا بوجھ خود اُٹھائیں ورنہ وقف کرنے والوں میں سے اُن کو چُن لیا جائے گا جو کرایہ اور چھ ماہ کا خرچ لے کر اُن ملکوں میں تبلیغ کے لئے جانے پر آمادہ ہوں گے جو اُن کے لئے تجویز کئے جائیں گے۔ اس چھ ماہ کے عرصہ میں ان کا فرض ہوگا کہ علاوہ تبلیغ کے وہاں کی زبان بھی سیکھ لیں اور اپنے لئے کوئی کام بھی نکال لیں جس سے آئندہ گزارہ کر سکیں۔ اس تحریک کے لئے خرچ کا اندازہ میں نے دس ہزار روپیہ کا لگایا ہے۔ پس دوسرا مطالبہ اس تحریک کے ماتحت میرا یہ ہے کہ جماعت کے ذی ثروت لوگ جو سَو سَو روپیہ یا زیادہ روپیہ دے سکیں اس کے لئے رقوم دے کر ثواب حاصل کریں۔"[1]

"ایسے نوجوان باقاعدہ مبلغ نہیں ہوں گے مگر اس بات کے پابند ہوں گے کہ باقاعدہ رپورٹیں بھیجتے رہیں اور ہماری ہدایات کے ماتحت تبلیغ کریں" [1][2]

---

[1] "الفضل" ۲۹ نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۳ و ۱۴ +

[2] چندہ کی یہ مد "تبلیغ بیرون ہند" کے نام سے موسوم کی گئی +

پانچواں مطالبہ[۵]:- "تبلیغ کی ایک سکیم میرے ذہن میں ہے جس پر سَو روپیہ ماہوار خرچ ہوگا اور اس طرح ۱۲۰۰ روپیہ اس کے لئے درکار ہے۔ جو دوست اس میں بھی حصہ لے سکتے ہوں وہ لیں۔ اس میں بھی غرباء کو شامل کرنے کے لئے میں اجازت دیتا ہوں کہ وہ اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے پانچ پانچ روپے دے سکتے ہیں"[۱]

چھٹا مطالبہ[۶]:- "مَیں چاہتا ہوں کہ وقف کنندگان میں سے پانچ افراد کو مقرر کیا جائے کہ سائیکلوں پر سارے پنجاب کا دَورہ کریں اور اشاعتِ سلسلہ کے امکانات کے متعلق مفصّل رپورٹیں مرکز کو بھجوائیں مثلاً یہ کہ کس علاقہ کے لوگوں پر کس طرح اثر ڈالا جاسکتا ہے۔ کون کون سے بااثر لوگوں کو تبلیغ کی جائے تو احمدیت کی اشاعت میں خاص مدد مل سکتی ہے۔ کس کس جگہ کے لوگوں کی کس کس جگہ کے احمدیوں سے رشتہ داریاں ہیں کہ ان کو بھیج کر وہاں تبلیغ کرائی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پانچ آدمی جو سائیکلوں پر جائیں گے مولوی فاضل یا انٹرنس پاس ہونے چاہئیں۔ تین سال کے لئے وہ اپنے آپ کو وقف کریں گے۔ پندرہ روپیہ ماہوار اُن کو دیا جائے گا۔ تبلیغ کا کام ان کا اصلی فرض نہیں ہوگا۔ اصل فرض تبلیغ کے لئے میدان تلاش کرنا ہوگا۔ وہ تبلیغی نقشے بنائیں گے۔ گویا جس طرح گورنمنٹ سروے (SURVEY) کراتی ہے وہ تبلیغی نقطہ نگاہ سے پنجاب کا سروے کریں گے۔ ان کی تنخواہ اور سائیکلوں وغیرہ کی مرمت کا خرچ ملا کر سو روپیہ ماہوار ہوگا۔ اور اس طرح کُل رقم جس کا مطالبہ ہے ½ ۲۷ ہزار بنتی ہے۔ مگر اس میں سے ½ ۱۷ ہزار کی فوری ضرورت ہے۔"[۲]

ساتواں مطالبہ[۷]:- "تبلیغ کی وسعت کے لئے ایک نیا سلسلہ مبلغین کا ہونا چاہیئے اور وہ یہی ہے کہ سرکاری ملازم تین تین ماہ کی چھٹیاں لے کر اپنے آپ کو پیش کریں تاکہ ان کو وہاں بھیجدیا جائے جہاں ان کی ملازمت کا واسطہ اور تعلق نہ ہو۔ مثلاً گورداسپور کے ضلع میں ملازمت کرنے والا امرتسر کے ضلع میں بھیج دیا جائے، امرتسر کے ضلع میں ملازمت کرنے والا کانگڑہ یا ہوشیارپور کے ضلع میں کام کرے۔ گویا اپنی ملازمت کے علاقہ سے باہر ایسی جگہ کام کرے جہاں ابھی تک احمدیت کی اشاعت نہیں ہوئی۔ اور وہاں تین ماہ رہ کر تبلیغ کرے . . . . ایسے اصحاب کا فرض ہوگا کہ جس طرح ملکانہ تحریک کے وقت ہوا، وہ اپنا خرچ آپ برداشت کریں۔ ہم اس بات کو مدنظر رکھیں گے کہ انہیں اتنی دُور (نہ)[۳] بھیجا جائے کہ

---

[۱] "الفضل" ۹ نومبر ۱۹۳۴ء۔ یہ تحریک "سکیم خاص" کے نام سے موسوم ہوئی۔ [۲] "الفضل" ۲۹ نومبر ۱۹۳۴ء چندہ کی اس مد کو "تبلیغی سروے" کا نام دیا گیا۔ ("الفضل" ۲۳ دسمبر ۱۹۳۴ء)۔ [۳] یہ لفظ جیسا کہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے، چھپنے سے رہ گیا ہے (مرتب)

کے لئے سفر کے اخراجات برداشت کرنے مشکل ہوں۔ اور اگر کسی کو کسی دُور جگہ بھیجا گیا تو کسی قدر بوجھ ان اخراجات سفر کا سلسلہ برداشت کرے گا۔ اور باقی اخراجات کھانے پینے پہننے کے وہ خود برداشت کریں۔ ان کو کوئی تنخواہ نہ دی جائے گی نہ کوئی کرایہ سوائے اس کے جسے بہت دُور بھیجا جائے[1]

آٹھواں مطالبہ:۔ " ایسے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں۔ جو تین سال کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں "[2]

نواں مطالبہ " جو لوگ تین ماہ (نہ[3]) دے سکیں . . . . ایسے لوگ جو بھی موسمی چھٹیاں یا حق کے طور پر ملنے والی چھٹیاں ہوں انہیں وقف کر دیں۔ ان کو قریب کے علاقہ میں ہی کام پر لگا دیا جائے گا . . . زمینداروں کے لئے بھی چھٹی کا وقت ہوتا ہے۔ انہیں سرکار کی طرف سے چھٹی نہیں ملتی بلکہ خدا تعالٰے کی طرف سے ملتی ہے یعنی ایک موقعہ آتا ہے جو نہ کوئی فصل بونے کا ہوتا ہے اور نہ کاٹنے کا۔ اس وقت جو تھوڑا بہت کام ہو اُسے بیوی بچوں کے سپرد کر کے وہ اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے پیش کر سکتے ہیں۔ ہم ان کی لیاقت کے مطابق اور ان کی طرز کا ہی کام انہیں بتا دیں گے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کے اعلیٰ نتائج رونما ہوں گے۔ مثلاً اُن سے پوچھیں گے کہ تمہاری کہاں کہاں رشتہ داریاں ہیں اور کہاں کے رشتہ دار احمدی نہیں۔ پھر کہیں گے جاؤ اُن کے ہاں مہمان ٹھیرو اور اُن کو تبلیغ کرو "[4]

دسواں مطالبہ:۔ " اپنے عہدہ یا کسی علم وغیرہ کے لحاظ سے جو لوگ کوئی پوزیشن رکھتے ہوں، یعنی ڈاکٹر ہوں، وکلاء ہوں، یا اور ایسے معزز کاموں پر یا ملازمتوں پر ہوں جن کو لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایسے لوگ اپنے آپ کو پیش کریں تا کہ مختلف مقامات کے جلسوں میں مبلّغوں کے سوائے اُن کو بھیجا جائے . . . . ایسے طبقوں کے لوگ ہماری جماعت میں چار پانچ سو سے کم نہیں ہوں گے۔ مگر اس وقت دو تین کے سوا باقی دینی مضامین کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس وقت چودھری ظفر اللہ خان صاحب، قاضی محمد اسلم صاحب اور ایک دو اَور نوجوان ہیں۔ ایک دہلی کے عبدالمجید صاحب ہیں جنہوں نے ملازمت کے دوران میں ہی مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ وہ لیکچر بھی اچھا دے سکتے ہیں۔ سرحد میں قاضی محمد یوسف صاحب ہیں . . . میں سمجھتا ہوں اگر اچھی پوزیشن رکھنے والا ہر شخص اپنے حالات بیان کرے اور بتائے کہ

---

[1] " الفضل " ۹ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۵۔ [2] ایضاً۔ [3] جیسا کہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے یہ لفظ سہواً رہ گیا ہے (ناقل)۔ [4] " الفضل " ۹ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۷۔

اُسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرکے کس قدر رُوحانی ترقی حاصل ہوئی اور کس طرح اس کی حالت میں انقلاب آیا۔ پھر ڈاکٹر یا وکیل یا بیرسٹر ہوکر قرآن اور حدیث کے معارف بیان کرے تو سُننے والوں پر اس کا خاص اثر ہوسکتا ہے . . . . یہ لوگ اگر لیکچروں کے معلومات حاصل کرنے اور نوٹ لکھنے کے لئے قادیان آجائیں تو مَیں خود ان کو نوٹ لکھا سکتا ہوں یا دوسرے مبلغ لکھا دیا کریں گے۔ اس طرح ان کو سہارا بھی دیا جاسکتا ہے . . . . پرانے دوستوں میں سے کام کرنے والے ایک میر حامد شاہ صاحب مرحوم بھی تھے۔ اُن کو خواجہ صاحب (خواجہ کمال الدین صاحب۔ ناقل) سے بھی بہت پہلے لیکچر دینے کا جوش تھا۔ اور اُن کے ذریعہ بڑا فائدہ پہنچا۔ وہ ایک ذمہ دار عہدہ پر لگے ہوئے تھے۔ باوجود اس کے تبلیغ میں مصروف رہتے اور سیالکوٹ کی دیہاتی جماعت کا بڑا حصہ اُن کے ذریعہ احمدی ہوا ” [1]

گیارھواں مطالبہ [11] ” دراصل خلیفہ کا کام نئے سے نئے حملے کرنا اور اسلام کی اشاعت کے لئے نئے سے نئے رستے کھولنا ہے مگر اس کے لئے بجٹ ہوتا ہی نہیں۔ سارا بجٹ انتظامی امور کے لئے یعنی صدر انجمن کے لئے ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ سلسلہ کی ترقی افتادی ہو رہی ہے اور کوئی نیا رستہ نہیں نکلتا . . . . آج سے دس سال قبل میں نے ریزرو فنڈ قائم کرنے کے لئے کہا تھا تاکہ اس کی آمد سے ہم ہنگامی کام کرسکیں۔ مگر افسوس جماعت نے اس کی اہمیت کو نہ سمجھا اور صرف ۲۰ ہزار کی رقم جمع کی۔ اس میں سے کچھ رقم صدر انجمن احمدیہ نے ایک جائداد کی خرید پر لگا دی اور کچھ رقم کشمیر کے کام کے لئے قرض لے لی گئی اور بہت تھوڑی سی رقم باقی رہ گئی۔ یہ رقم اس قدر قلیل تھی کہ اس پر کسی ریزرو فنڈ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ ہنگامی کاموں کے لئے تو بہت بڑی رقم ہونی چاہیئے جس کی معقول آمدنی ہو۔ پھر اس آمدنی میں سے ہنگامی اخراجات کرنے کے بعد جو کچھ بچے اس کو اسی فنڈ کی مضبوطی کے لئے لگا دیا جائے۔ تاکہ جب ضرورت ہو اس سے کام لیا جاسکے . . . . جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک ہنگامی کاموں کے لئے بہت بڑی رقم خلیفہ کے ماتحت نہ ہو کبھی ایسے کام جو سلسلہ کی وسعت اور عظمت کو قائم کریں نہیں ہو سکتے ” [2]

بارھواں مطالبہ [12]:- ” وہ بیسیوں آدمی جو پنشن لیتے ہیں اور گھروں میں بیٹھے ہیں خدا نے اُن کو موقع دیا ہے کہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں اور بڑی سرکار کا کام کریں یعنی دین کی خدمت کریں . . . تا ان سکیموں

---

[1] ” الفضل “ ۹ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۸ ۔ [2] ایضاً صفحہ ۹ کالم ۱ و ۲ ۔

کے سلسلہ میں ان سے کام لیا جائے یا جو مناسب ہوں انہیں نگرانی کا کام سپرد کیا جائے"[1]

تیرھواں[13] مطالبہ:- "باہر کے دوست اپنے بچوں کو قادیان کے ہائی سکول یا مدرسہ احمدیہ میں سے جس میں چاہیں تعلیم کے لئے بھیجیں . . . . میرا تجربہ یہ ہے کہ یہاں پڑھنے والے لڑکوں میں سے بعض جن کی پوری طرح اصلاح نہ ہوئی وہ بھی الا ماشاء اللہ جب قربانی کا موقعہ آیا تو یکدم دین کی خدمت کی طرف لوٹے اور اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ یہ ان کی قادیان کی رہائش کا ہی اثر ہوتا ہے . . . . قادیان میں پرورش پانے والے بچوں میں ایسا بیج بویا جاتا ہے اور سلسلہ کی محبت اُن کے دلوں میں ایسی جاگزین ہو جاتی ہے کہ خواہ ان میں سے کسی کی حالت کیسی ہی ہو جب دین کی خدمت کے لئے آواز اُٹھتی ہے تو اُن کے اندر سے لبیک کی سُر پیدا ہو جاتی ہے الا ماشاء اللہ۔ لیکن اس وقت میں ایک خاص مقصد سے یہ تحریک کر رہا ہوں۔ ایسے لوگ اپنے بچوں کو پیش کریں جو اس بات کا اختیار دیں کہ ان بچوں کو ایک خاص رنگ اور خاص طرز میں رکھا جائے۔ اور دینی تربیت پر زور دینے کے لئے ہم جس رنگ میں اُن کو رکھنا چاہیں رکھ سکیں۔ اس کے ماتحت جو دوست اپنے لڑکے پیش کرنا چاہیں کریں۔ ان کے متعلق میں ناظر صاحب تعلیم و تربیت سے کہوں گا کہ انہیں تہجد پڑھانے کا خاص انتظام کریں۔ قرآن کریم کے درس اور مذہبی تربیت کا پورا انتظام کیا جائے اور اُن پر ایسا گہرا اثر ڈالا جائے کہ اگر ان کی ظاہری تعلیم کو نقصان بھی پہنچ جائے تو اس کی پروا نہ کی جائے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ان کی ظاہری تعلیم کو ضرور نقصان پہنچے اور نہ بظاہر اس کا امکان ہے۔ لیکن دینی ضرورت پر زور دینے کی غرض سے میں کہتا ہوں کہ اگر اُن کی دینی تعلیم و تربیت پر وقت خرچ کرنے کی وجہ سے نقصان پہنچ بھی جائے تو اس کی پروا نہ کی جائے اس طرح ان کے لئے ایسا ماحول پیدا کیا جائے جو اُن میں نئی زندگی کی رُوح پیدا کرنے والا ہو"[2]

چودھواں[14] مطالبہ:- "بعض صاحب حیثیت لوگ ہیں جو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتے ہیں اُن سے میں کہوں گا کہ بجائے اس کے کہ بچوں کے منشاء اور خواہش کے مطابق اُن کے متعلق فیصلہ کریں . . . . وہ اپنے لڑکوں کے مستقبل کو سلسلہ کے لئے پیش کر دیں . . . . موجودہ حالات میں جو احمدی اعلیٰ عہدوں کی تلاش کرتے ہیں وہ کسی نظام کے ماتحت نہیں کرتے اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بعض صیغوں میں احمدی زیادہ ہو گئے ہیں اور بعض بالکل خالی ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ اعلیٰ تعلیم ایک نظام کے ماتحت ہو۔ اور اس کے لئے

---

[1] "الفضل" ۹ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۰ [2] ایضاً کالم ۱-۲

ایک ایسی کمیٹی مقرر کر دی جائے کہ جو لوگ اعلیٰ تعلیم دلانا چاہیں وہ لڑکوں کے نام اس کمیٹی کے سامنے پیش کر دیں۔ پھر وہ کمیٹی لڑکوں کی حیثیت، ان کی قابلیت اور ان کے رجحان کو دیکھ کر فیصلہ کرے کہ فلاں کو پولیس کے محکمہ کے لئے تیار کیا جائے۔ فلاں کو انجنیئرنگ کی تعلیم دلائی جائے۔ فلاں کو بجلی کے محکمہ میں کام سیکھنے کے لئے بھیجا جائے۔ فلاں ڈاکٹری میں جائے۔ فلاں ریلوے میں جائے وغیرہ وغیرہ۔ یعنی ان کے لئے الگ الگ کام مقرر کریں تاکہ کوئی صیغہ ایسا نہ رہے جس میں احمدیوں کا کافی دخل نہ ہو جائے . . . .
دوسرے صوبوں میں یہ کمیٹی اپنی ماتحت انجمنیں قائم کرے جو اپنے رسوخ اور کوشش سے نوجوانوں کو کامیاب بنائیں۔ اس کام کے لئے جو کمیٹی مَیں نے مقرر کی ہے اور جس کا کام ہوگا کہ اس بارے میں تحریک بھی کرے اور اس کام کو جاری کرے۔ اس کے فی الحال تین ممبر ہوں گے جن کے نام یہ ہیں (۱) چودھری ظفر اللہ خاں صاحب (۲) خانصاحب فرزند علی صاحب (۳) میاں بشیر احمد صاحب" [۱]

پندرھواں مطالبہ[۱۵] "وہ نوجوان جو گھروں میں بیکار بیٹھے روٹیاں توڑتے ہیں اور ماں باپ کو مقروض بنا رہے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ اپنے وطن چھوڑیں اور نکل جائیں . . . . جو زیادہ دُور نہ جانا چاہیں۔ وہ ہندوستان میں ہی اپنی جگہ بدل لیں۔ مگر مَیں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بعض نوجوان ماں باپ کو اطلاع دیئے بغیر گھروں سے بھاگ جاتے ہیں۔ یہ بہت بُری بات ہے جو جانا چاہیں اطلاع دے کر جائیں اور اپنی خیر و عافیت کی اطلاع دیتے رہیں۔" [۲]

سولھواں مطالبہ[۱۶]:۔ "جماعت کے دوست اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ میں نے دیکھا ہے اکثر لوگ اپنے ہاتھ سے کام کرنا ذلّت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ذلّت نہیں بلکہ عزّت کی بات ہے۔ . . .
حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ میں بعض خوبیاں نہایت نمایاں تھیں۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ اس مسجد[۳] میں قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے میں چھوٹا سا تھا۔ سات آٹھ سال کی عمر ہوگی۔ ہم باہر کھیل رہے تھے کہ کوئی ہمارے گھر سے نکل کر کسی کو آواز دے رہا تھا کہ فلانے! مینہ آ گیا ہے اوپلے بھیگ جائیں گے۔ جلدی آؤ اور اُن کو اندر ڈالو۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ درس دے کر ادھر سے جا رہے تھے۔ انہوں نے اس آدمی سے کہا۔ کیا شور مچا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ کوئی آدمی نہیں ملتا جو اوپلے اندر ڈالے۔ آپ نے فرمایا تم مجھے آدمی نہیں سمجھتے۔ یہ کہہ کر آپ نے ٹوکری لے لی اور

---

[۱] "الفضل" ۹ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۰ کالم ۳ • [۲] ایضاً صفحہ ۱۰-۱۱ • [۳] مسجد اقصیٰ قادیان (ناقل)

اس میں اوپلے ڈال کر اندر لے گئے۔ آپ کے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی شامل ہو گئے اور جھٹ پٹ اوپلے ڈال دیئے گئے۔ اسی طرح اس مسجد کا ایک حصّہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے بنوایا تھا۔ ایک کام میں نے بھی اسی قسم کا کیا تھا مگر اس پر بہت عرصہ گذر گیا۔

مَیں ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنے کا جو مطالبہ کر رہا ہوں۔ اس کے لئے پہلے قادیان والوں کو لیتا ہوں۔ یہاں کے احمدی محلوں میں جو اُونچے نیچے گڑھے پائے جاتے ہیں۔ گلیاں صاف نہیں۔ نالیاں گندی رہتی ہیں بلکہ بعض جگہ نالیاں موجود ہی نہیں ان کا انتظام کریں۔ وہ جو اوورسیر ہیں وہ سروے کریں۔ اور جہاں جہاں گندہ پانی جمع رہتا ہے اور جو اِدگرد بسنے والے دس بیس کو بیمار کرنے کا موجب بنتا ہے اُسے نکالنے کی کوشش کریں اور ایک ایک دن مقرر کر کے سب مل کر محلوں کو درست کر لیں۔ اسی طرح جب کوئی سلسلہ کا کام ہو مثلاً لنگرخانہ یا مہمان خانہ کی کوئی اصلاح مطلوب ہو تو بجائے مزدور لگانے کے خود لگیں اور اپنے ہاتھ سے کام کر کے ثواب حاصل کریں۔

ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جب قرآن پڑھتے تو حروف پر اُنگلی بھی پھیرتے جاتے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے قرآن کے حروف آنکھ سے دیکھتا ہوں اور زبان سے پڑھتا ہوں اور انگلی کو بھی ثواب میں شریک کرنے کے لئے پھیرتا جاتا ہوں۔ پس جتنے عضو بھی ثواب کے کام میں شریک ہو سکیں اُتنا ہی اچھا ہے۔ اور اس کے علاوہ مشقت کی عادت ہو گی۔ . . . یہ تحریک میں قادیان سے پہلے شروع کرنا چاہتا ہوں اور باہر گاؤں کی احمدیہ جماعتوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اپنی مساجد کی صفائی اور لپائی وغیرہ خود کیا کریں اور اس طرح ثابت کریں کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا وہ عار نہیں سمجھتے۔ شغل کے طور پر لوہار، نجّار اور معمار کے کام بھی مفید ہیں۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خندق کھودتے ہوئے آپ نے پتھر توڑے اور مٹی ڈھوئی۔ صحابہ کے متعلق آتا ہے کہ اس وقت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو پسینہ آیا۔ بعض نے برکت کے لئے اُسے پونچھ لیا۔ یہ تربیت۔ ثواب اور رُعب کے لحاظ سے بھی بہت مفید چیز ہے۔ جو لوگ یہ دیکھیں گے کہ اُن کے بڑے بڑے بھی مٹی ڈھونا اور مشقت کے کام کرنا عار نہیں سمجھتے، ان پر خاص اثر ہو گا۔“[۱]

سترھواں مطالبہ:۔ ”جو لوگ بیکار ہیں وہ بیکار نہ رہیں۔ اگر وہ اپنے وطنوں سے باہر نہیں جاتے تو چھوٹے

---

[۱] ”الفضل“ ۹ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۱

سے چھوٹا جو کام بھی انہیں مل سکے وہ کرلیں۔ اخباریں اور کتابیں ہی بیچنے لگ جائیں۔ ریزرو فنڈ کے لئے روپیہ جمع کرنے کا کام شروع کردیں۔ غرض کوئی شخص بیکار نہ رہے خواہ اُسے مہینہ میں دو روپے کی ہی آمدنی ہو۔"[1]

اٹھارھواں مطالبہ:۔ "قادیان میں مکان بنانے کی کوشش کریں۔ اس وقت تک خدا تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں لوگ مکان بنا چکے ہیں۔ مگر ابھی بہت گنجائش ہے۔ جوں جوں قادیان میں احمدیوں کی آبادی بڑھے گی ہمارا مرکز ترقی کرے گا اور غیر عنصر کم ہوتا جائے گا . . . ہاں یاد رکھو کہ قادیان کو خدا تعالےٰ نے سلسلہ احمدیہ کا مرکز قرار دیا ہے۔ اس لئے اس کی آبادی انہی لائنوں پر چلنی چاہیئے جو سلسلہ کے لئے مفید ثابت ہوں۔ اس موجودہ حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے میری تاکید ہے کہ قادیان، بھینی اور ننگل کے سوا سردست اور کسی گاؤں سے آبادی کے لئے زمین نہ خریدی جائے۔ ابھی ہمارے بڑھنے کے لئے بھینی اور ننگل کی طرف کافی گنجائش ہے۔"[2]

انیسواں مطالبہ:۔ "دنیاوی سامان خواہ کس قدر کئے جائیں آخر دنیاوی سامان ہی ہیں۔ اور ہماری ترقی کا انحصار ان پر نہیں بلکہ ہماری ترقی خدائی سامان کے ذریعہ ہوگی اور یہ خانہ اگرچہ سب سے اہم ہے مگر اُسے میں نے آخر میں رکھا اور وہ دُعا کا خانہ ہے۔ وہ لوگ جو ان مطالبات میں شریک نہ ہوسکیں۔ اور اُن کے مطابق کام نہ کرسکیں۔ وہ خاص طور پر دُعا کریں کہ جو لوگ کام کرسکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں کام کرنے کی توفیق دے اور اُن کے کاموں میں برکت دے . . . پس وہ لُولے لنگڑے اور اپاہج جو دوسروں کے کھلانے سے کھاتے ہیں، جو دوسروں کی امداد سے پیشاب پاخانہ کرتے ہیں اور وہ بیمار اور مریض جو چارپائیوں پر پڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش ہمیں بھی طاقت ہوتی اور ہمیں بھی صحت ہوتی تو ہم بھی اس وقت دین کی خدمت کرتے۔ ان سے میں کہتا ہوں کہ اُن کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے دین کی خدمت کرنے کا موقعہ پیدا کردیا ہے۔ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالےٰ کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور چارپائیوں پر پڑے پڑے خدا تعالےٰ کا عرش ہلائیں تاکہ کامیابی اور فتحمندی آئے۔ پھر وہ جو اَن پڑھ ہیں اور نہ صرف اَن پڑھ ہیں بلکہ کند ذہن ہیں اور اپنی اپنی جگہ کُڑھ رہے ہیں کہ کاش ہم بھی عالم ہوتے۔ کاش ہمارا بھی ذہن رسا ہوتا اور ہم بھی تبلیغ دین کے لئے نکلتے۔ اُن سے میں کہتا ہوں کہ اُن کا بھی خدا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبارت آرائیوں کو نہیں دیکھتا۔ اعلیٰ تقریروں کو نہیں دیکھتا بلکہ دل کو دیکھتا ہے

---

[1] "الفضل" ۹ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۱ کالم ۳ ۔ [2] ایضاً صفحہ ۱۲ ۔

وہ اپنے سیدھے سادے طریق سے دُعا کریں خدا تعالےٰ اُن کی دُعا سُنے گا اور ان کی مدد کرے گا"[1]

مطالبات تحریک جدید کا پس منظر

تحریک جدید کے مندرجہ بالا اُنیس مطالبات بیان کرتے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مدنظر گیارہ مصالح تھیں۔ جن کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں:[2]

"میں نے اس سکیم کے متعلق مجموعی طور پر اس کی وہ تفصیلات جو موجودہ حالات میں ضروری تھیں، سب بیان کر دی ہیں۔ اور اس میں مَیں نے مندرجہ ذیل امور مدنظر رکھے ہیں۔ . . .

(۱) "یہ کہ جماعت کے اندر اور باہر ایسا ماحول پیدا ہو جائے کہ جس سے جماعت کی ذہنیت اور اقتصادی حالت اچھی ہو جائے۔ . . . پس اس سکیم میں اوّل تو میرے مدنظر یہ بات ہے کہ ذہنیت میں ایسا تغیر کروں کہ جماعت خدمت دین کے لئے تیار ہو جائے اور آئندہ ہمیں جو قدم اُٹھانا پڑے۔ اُسے بوجھ نہ خیال کیا جائے بلکہ بشاشت کے ساتھ اُٹھایا جا سکے۔"

(۲) "دوسری بات میرے مدنظر یہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگوں کو یہ احساس کرا دیا جائے کہ اب وقت بدل چکا ہے۔ اس سکیم کا اثر سب پر ہی پڑے گا جو شخص زیادہ کپڑے بنوانے کا عادی ہے جب وہ جا کر اب اور کپڑا خریدنے لگے گا تو معاً اُسے خیال آئے گا کہ اب ہماری حالت بدل گئی ہے جب بھی بیوی سبزی ترکاری کے لئے کہے گی اور دو تین کے بجائے صرف ایک ہی منگوانے کو کہے گی تو فوراً اُسے خیال آ جائے گا کہ اب ہمارے لئے زیادہ قربانیاں کرنے کا وقت آ گیا ہے"

(۳) "تیسری بات میں نے یہ مدنظر رکھی ہے کہ جس قدر اطراف سے سلسلہ پر حملہ ہو رہا ہے سب کا دفعیہ ہو۔ اب تک ہم نے بعض رستے چُن لئے تھے اور کچھ قلعے بنا لئے تھے۔ مگر کئی حملے دشمن کے اس لئے چھوڑ دیئے تھے کہ پہلے فلاں کو دُور کر لیں پھر اس طرف توجہ کریں گے۔ مگر اس سکیم میں اب مَیں نے یہ مدنظر رکھا ہے کہ حتی الوسع ہر پہلو کا دفعیہ کیا جائے۔"

(۴) "چوتھی بات مَیں نے یہ مدنظر رکھی ہے کہ سلسلہ کی طرف سے پہلے ہم نے ایک دو رستے مقرر کر رکھے تھے اور انہی راہوں سے دشمن پر حملہ کرتے تھے اور باقی کو یہ کہہ کر چھوڑ دیتے تھے کہ ابھی اللہ کی توفیق نہیں۔ مگر اب سکیم میں مَیں نے یہ بات مدنظر رکھی ہے کہ حملے وسیع ہوں اور بیسیوں

---

[1] "الفضل" ۹ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۲۔
[2] اس خطبہ کے علاوہ حضورؓ نے ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء کو سالانہ جلسہ کے موقع پر خاص طور پر اسی موضوع پر مفصل تقریر فرمائی جو اخبار "الفضل" ۸ فروری، ۱۵ فروری، ۱۲ مارچ، ۱۴ مارچ ۱۹۳۶ء میں بالاقساط شائع ہوئی۔

جہات سے دشمن پر حملے کئے جائیں۔ ہمارے حملے ایک ہی محاذ پر محدود نہ ہوں بلکہ جس طرح دفاع کے لئے ہم مختلف طریق اختیار کریں اسی طرح حملہ کے لئے بھی مختلف محاذ ہوں۔"

(۵) "پانچویں بات یہ ہے کہ مغربیت کے بڑھتے ہوئے اثر کو جو دنیا کو کھائے جاتا ہے اور جو دجال کے غلبہ میں ممد ہے اُسے دُور کیا جائے . . . . اور جُوں جُوں وہ زائل ہوتا جائے گا اسلام کی محبت اور اس کا دخل بڑھتا جائے گا۔ اسی لئے مَیں نے ہاتھ سے کام کرنے اور ایک ہی سالن کھانے کی عادت ڈالنے کی ہدایت کی ہے۔ یہ دونوں باتیں مغربیت کے خلاف ہیں"

(۶) "چھٹی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے زیادہ جدّ وجہد کی جائے کیونکہ ہماری فتح اسی سے ہو سکتی ہے۔ اسی لئے دُعا کو مَیں نے اپنی سکیم کا ایک جُزو رکھا ہے اس کی غرض یہی ہے کہ ہماری تمام ترقیات اسی سے وابستہ ہیں اور جب ہمارے اندر سے غرور نکل جائے اس وقت اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ امن کی بُنیاد ایسے اصول پر قائم ہو کہ انسانیت کے لحاظ سے سب برابر ہوں۔ اس سکیم میں مَیں نے یہ بات بھی مدنظر رکھی ہے کہ امیر و غریب کا بُعد دُور ہو۔"

(۷) "ساتویں بات اس سکیم میں میرے مدنظر یہ ہے کہ جماعت کے زیادہ سے زیادہ افراد کو تبلیغ کے لئے تیار کیا جائے۔ پہلے سارے اس کے لئے تیار نہیں ہوتے اور جو ہوتے ہیں وہ ایسے رنگ میں ہوتے ہیں کہ مبلّغ نہیں بن سکتے۔ اوّل تو عام طور پر ہماری جماعت میں تبلیغ کا انحصار مبلغوں پر ہی ہوتا ہے۔ وہ آئیں اور تقریریں کر جائیں۔ ان کے علاوہ انصار اللہ ہیں مگر وہ ارد گرد جا کر تبلیغ کر آتے ہیں۔ اور وہ بھی ہفتہ میں ایک بار۔ اس سے تبلیغ کی عادت پیدا نہیں ہو سکتی . . . . پس اس سکیم میں یہ بھی مدنظر ہے کہ تبلیغ کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جائے اور ایسے مبلّغ پیدا کئے جائیں جو بغیر معاوضہ کے تبلیغ کریں۔"

(۸) "آٹھویں بات اس سکیم میں میرے مدنظر یہ ہے کہ مرکز کو ایسا محفوظ کیا جائے کہ وہ بیرونی حملوں سے زیادہ سے زیادہ محفوظ ہو جائے۔ اس بات کو اچھی طرح سوچنا چاہیئے کہ ایک سپاہی اور جرنیل میں کتنا فرق ہے مگر یہ فرق ظاہر میں نظر نہیں آتا۔ مثال کے طور پر آنکھوں کو لے لو۔ سپاہی اور جرنیل کی آنکھ میں کیا فرق ہے سوائے اس کے کہ سپاہی کی نظر تیز ہو گی اور جرنیل بوجہ بڑھاپے کے اس قدر

تیز نظر نہ رکھتا ہوگا۔ اسی طرح دونوں کے جسم میں کیا فرق ہے ؟ سوائے اس کے کہ سپاہی نوجوان اور مضبوط ہونے کی وجہ سے زیادہ بوجھ اُٹھا سکتا ہے اور جرنیل اس قدر نہیں اُٹھا سکتا یا سپاہی زیادہ دیر تک بھوک برداشت کر سکتا ہے اور جرنیل ایسا نہیں کر سکتا۔ مگر باوجود اس کے جرنیل کی جان ہزاروں سپاہیوں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے اور بعض دفعہ ساری کی ساری فوج اُسے بچانے کے لئے تباہ ہو جاتی ہے۔ نپولین کو جب انگریزوں اور جرمنوں کی متحدہ فوج کے مقابل میں آخری شکست ہوئی تو اس وقت اس کی فوج کے ایک ایک سپاہی نے اسی خواہش میں جان دے دی کہ کسی طرح نپولین کی جان بچ جائے کیونکہ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ اگر نپولین بچ گیا تو فرانس بھی بچ جائے گا ورنہ مٹ جائے گا۔ . . . تو بعض دفعہ بعض چیزوں کو ایسی اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ اُن کے مٹنے کے بعد شان قائم نہیں رہ سکتی۔ پس قادیان اور باہر کی اینٹوں میں فرق ہے۔ اس مقام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اُسے عزت دیتا ہوں جس طرح بیت الحرم، بیت المقدس یا مدینہ و مکّہ کو برکت دی ہے اور اب اگر ہماری غفلت کی وجہ سے اس کی تقدیس میں فرق آئے تو یہ امانت میں خیانت ہوگی۔ اس لئے یہاں کی اینٹیں بھی انسانی جانوں سے زیادہ قیمتی ہیں اور یہاں کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے اگر ہزاروں احمدیوں کی جانیں بھی چلی جائیں تو پھر بھی ان کی اتنی حیثیت بھی نہ ہوگی جتنی ایک کروڑ پتی کے لئے ایک پیسہ کی ہوتی ہے۔ پس قادیان اور قادیان کے وقار کی حفاظت زیادہ سے زیادہ ذرائع سے کرنا ہمارا فرض ہے۔"

(۹) " نویں بات اس میں میرے مدّنظر یہ ہے کہ جماعت کو ایسے مقام پر کھڑا کر دیا جائے کہ اگلا قدم اُٹھانا سہل ہو۔ میں نے اس سکیم میں اس بات کو مدّنظر رکھا ہے کہ اگر آئندہ اور قربانیوں کی ضرورت پڑے تو جماعت تیار ہو اور بغیر مزید جوش پیدا کرنے والی تحریکات کرنے کے جماعت آپ ہی آپ اس کے لئے آمادہ ہو"

(۱۰) " دسویں بات اس میں مَیں نے یہ مدنظر رکھی ہے کہ ہماری جماعت کا تعلق صرف ایک ہی حکومت سے نہ رہے۔ اب تک ہمارا تعلق صرف ایک ہی حکومت سے ہے سوائے افغانستان کے یہاں ہماری جماعت اپنے آپ کو ظاہر نہیں کر سکتی اور احمدی کام نہیں کر سکتے۔ باقی سب مقامات پر جہاں جہاں زیادہ اثر رکھنے والی جماعتیں ہیں مثلاً ہندوستان، نائیجیریا، گولڈ کوسٹ، مصر، سیلون، ماریشس وغیرہ

مقامات پر وہ سب برطانیہ کے اثر کے نیچے ہیں۔ دیگر حکومتوں سے ہمارا تعلق نہیں سوائے ڈچ حکومت کے مگر ڈچ بھی یورپین ہیں اور یورپینوں کا نقطہ نگاہ ایشیائی لوگوں کے بارہ میں جلدی نہیں بدلتا۔ ہمیں ایسی حکومتوں سے بھی لگاؤ پیدا کرنا چاہئیے جن کی حکومت میں ہم شریک ہوں یا جو ہم پر حکومت کرنے کے باوجود ہمیں بھائی سمجھیں۔ مشرقی خواہ حاکم ہو مگر وہ محکوم کو بھی اپنا بھائی سمجھے گا۔ اسی طرح جنوبی امریکہ کے لوگ ہیں۔ انہوں نے بھی چونکہ کبھی باہر حکومت نہیں کی اس لئے وہ بھی ایشیائی لوگوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ پس اس سکیم میں میرے مدنظر ایک بات یہ بھی ہے کہ ہم باہر جائیں اور نئی حکومتوں سے ہمارے تعلقات پیدا ہوں تاکہ ہم کسی ایک ہی حکومت کے رحم پر نہ رہیں۔ یوں تو ہم خدا تعالیٰ کے ہی رحم پر ہیں۔ مگر جو حصہ تدبیر کا خدا نے مقرر کیا ہے اسے اختیار کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ اس لئے ہمارے تعلقات اس قدر وسیع ہونے چاہئیں کہ کسی حکومت یا رعایا کے ہمارے متعلق خیالات میں تغیر کے باوجود بھی جماعت ترقی کر سکے۔"

(۱۱) "گیارھویں بات یہ مدنظر ہے کہ آئندہ نسلیں بھی اس درد میں ہماری شریک ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ایک نعمت دی ہے کہ ہمارے دلوں میں درد پیدا کر دیا ہے۔ گورنمنٹ نے جو ہماری ہتک کی۔ احرار نے جو اذیت پہنچائی اس کا یہ فائدہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ ہمارے دلوں میں درد کی نعمت پیدا کر دی اور وہی بات ہوئی جو مولانا رُوم نے فرمائی ہے کہ ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیرِ آں گنج کرم بنہادہ است

یعنی ہر آفت جو مسلمانوں پر آتی ہے اس کے نیچے ایک خزانہ مخفی ہوتا ہے۔ پس یقیناً یہ بھی ایک خزانہ تھا۔ جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دیا کہ جماعت کو بیدار کر دیا اور جو لوگ سُست اور غافل تھے ان کو بھی چوکنا کر دیا۔ پس یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو دُنیوی نگاہ میں مصیبت تھا مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک رحمت تھا۔ اور مَیں نے نہیں چاہا کہ اس سے صرف موجودہ نسل ہی حصہ لے بلکہ یہ چاہا ہے کہ آئندہ نسلیں بھی اس سے حصہ پائیں۔ اور مَیں نے اس سکیم کو ایسا رنگ دیا ہے کہ آئندہ نسلیں بھی اس طریق پر نہیں جو شیعوں نے اختیار کیا بلکہ عقل سے اور اعلیٰ طریق پر جو خدا کے پاک بندے اختیار کرتے آئے ہیں اُسے یاد رکھ سکیں اور اُس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

اس کے علاوہ اَور بھی فوائد ممکن ہے اس میں ہوں مگر یہ کم سے کم تھے جو مَیں نے بیان کر دیئے ہیں۔ یا یوں کہو کہ یہ سکیم کا وہ حصّہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے بتایا۔"[1]

تحریک جدید جبری نہیں اختیاری سکیم ہے

تحریک جدید میں شمولیت شروع ہی سے اختیاری تھی۔ حضرت امیر المومنینؓ نے سب حالات جماعت کے سامنے رکھ دیئے اور ساتھ ہی اُن کا علاج بھی۔ اور یہ نہیں رکھا کہ جو حصّہ نہ لے اُسے سزا دی جائے بلکہ جزا اور ثواب کو خدا تعالیٰ پر ہی چھوڑ دیا تا جو حصّہ لے اُسے زیادہ ثواب ملے۔ اس اصول کے مطابق حضور نے کارکنانِ جماعت کو واضح ہدایات دیں کہ مَردوں پر زور نہ دیا جائے صرف وہی رقم بطور چندہ وصول کی جائے جو ۱۵ جنوری ۱۹۳۵ء تک آجائے یا اُس کا وعدہ آجائے۔ نیز کارکنوں کو خاص طور پر تاکید فرمائی کہ روپیہ کی کمی کا فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کا امتحان کرنا چاہتا ہے۔ وہ غیور ہے اور کسی کے مال کا محتاج نہیں چنانچہ حضورؓ نے واضح طریق پر فرمایا:۔

"تحریک کو چلانے والے مندرجہ ذیل باتوں کو مدنظر رکھیں:۔

مَردوں پر زور نہ دیا جائے

(۱) یہ کہ وہ صرف میری تجاویز کو لوگوں تک پہنچا دیں۔ اس کے بعد مَردوں پر اس میں شامل ہونے کے لئے زیادہ زور نہ دیں۔ ہاں عورتوں تک خبر چونکہ مشکل سے پہنچتی ہے اور باہر کی مشکلات سے اُن کو آگاہی بھی کم ہوتی ہے۔ اس لئے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مَردوں میں تو چندہ کے لئے صرف اعلان ہی کر دیتے تھے کہ کون ہے جو اپنا گھر جنّت میں بنائے مگر عورتوں سے اصرار کے ساتھ وصول فرماتے تھے بلکہ فرداً فرداً اجتماع کے مواقع میں انہیں تحریک کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے ایک کڑا اُتار کر دے دیا تو آپؐ نے فرمایا دُوسرا ہاتھ بھی دوزخ سے بچا۔ پس عورتوں کے معاملہ میں اجازت ہے کہ اُن میں زیادہ زور کے ساتھ تحریک کی جائے مگر مجبور انہیں بھی نہ کیا جائے اور مَردوں پر تو زور بالکل نہ دیا جائے۔ صرف ان تک میری تجاویز کو پہنچا دیا جائے اور جو اس میں شامل ہونے سے عذر کرے اُسے ترغیب نہ دی جائے۔ کارکن تحریک مجھے دکھا کر اور اسے چھپوا کر کثرت سے شائع کرا دیں اور چونکہ ڈاکخانہ میں بعض اوقات چٹھیاں ضائع ہو جاتی ہیں اس لئے جہاں سے جواب نہ ملے دس پندرہ روز کے بعد پھر تحریک بھیج دیں اور پھر بھی جواب نہ آئے تو خاموش ہو جائیں۔ اسی طرح بیرونی جماعتوں کے سکرٹریوں کا فرض ہے کہ وہ میرے خطبات جماعت کو سُنا دیں جو جمع ہوں انہیں یکجا اور جو جمع نہ ہوں اُن کے

---

[1] "الفضل" ۱۳ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۷ تا ۸ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ دسمبر ۱۹۳۴ء)۔

گھروں پر جاکر۔ لیکن کسی پر شمولیت کے لئے زور نہ ڈالیں اور جو عذر کرے اسے مجبور نہ کریں۔"

نیز فرمایا:۔

"تیسری بات یہ مدّنظر رکھی جائے کہ ہندوستان کے احمدیوں کا چندہ پندرہ جنوری ۱۹۳۵ء تک وصول ہو جائے جو ۱۶ر جنوری کو آئے یا جس کا ۱۵ر جنوری سے پہلے پہلے وعدہ نہ کیا جا چکا ہو اُسے منظور نہ کریں۔ پہلے میں نے ایک ماہ کی مدت مقرر کی تھی مگر اب چونکہ لوگ اس مہینہ کی تنخواہیں لے کر خرچ کر چکے ہیں۔ اس لئے میں اس میعاد کو ۱۵ر جنوری تک زیادہ کرتا ہوں۔ جو رقم ۱۵ر جنوری تک آجائے یا جس کا وعدہ اس تاریخ تک آجائے وہی لی جائے۔ زمیندار دوست جو فصلوں پر چندہ دے سکتے ہیں یا ایسے دوست جو قسط وار روپیہ دینا چاہیں وہ ۱۵ر جنوری تک ادا کرنے سے مستثنیٰ ہوں گے مگر وعدے اُن کی طرف سے بھی ۱۵ر جنوری تک آجانے ضروری ہیں۔ جو رقم یا وعدہ ۱۶ر جنوری کو آئے اُسے واپس کر دیا جائے۔ ہندوستان سے باہر کی جماعتوں کے لئے میعاد یکم اپریل تک ہے۔ جن کی رقم یا وعدہ اس تاریخ تک آئے وہ لیا جائے۔ اس کے بعد آنے والا نہیں۔ اس صورت میں جو لوگ اس میں حصہ لینا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے وعدے اس تاریخ کے اندر اندر بھیج دیں۔ رقم فروری، مارچ، اپریل میں آسکتی ہے یا جو دوست بڑی رقوم دس بیس تیس چالیس کی ماہوار قسطوں میں ادا کرنا چاہیں یا اس سے زیادہ دینا چاہتے ہوں انہیں سال کی بھی مدت دی جاسکتی ہے۔ مگر ایسے لوگوں کے بھی وعدے عرصہ مقررہ کے اندر اندر آنے چاہئیں۔ اس میعاد کے بعد صرف انہی لوگوں کی رقم یا وعدہ لیا جائے گا جو حلفیہ بیان دیں کہ انہیں وقت پر اطلاع نہیں مل سکی مثلاً جو ایسے نازک بیمار ہوں کہ جنہیں اطلاع نہ ہو سکے یا دُور دراز ملکوں میں ہوں۔

پس کارکنوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعتوں پر ایسے وقت بھی آتے ہیں کہ وہ امتیاز کرنا چاہتا ہے۔ اس کا منشاء یہی ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کو ثواب سے محروم رکھا جائے۔ پس جن کو خدا پیچھے رکھنا چاہتا ہے انہیں آگے کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ اور ہم کون ہیں جو اس کی راہ میں کھڑے ہوں۔ ہمارے مدّنظر روپیہ نہیں بلکہ یہ ہونا چاہیئے کہ خدا کے دین کی شان کس طرح ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ غیرت والا ہے وہ کسی کے مال کا محتاج نہیں۔ یہ مت خیال کرو کہ دین کی فتح اس ۲۷ ہزار روپیہ پر ہے اور کہ بعض لوگ اگر اس میں حصہ نہ لیں گے تو یہ رقم پُوری کیسے ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ

اس کام کو کرنا چاہتا ہے تو وہ ضرور کر دے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہی منشاء ہے کہ روپیہ پورا نہ ہو تو وہ اس کے بغیر بھی کام کر دے گا۔ پس رقم کو پورا کرنے کے خیال سے زیادہ زور مت دو۔ کارکنوں کا کام صرف یہی ہے کہ تحریک دوسروں کو پہنچا دیں اور دس پندرہ دن کے بعد پھر یاد دہانی کر دیں۔ اسی طرح جماعتوں کے سکرٹری بھی احباب تک اس تحریک کو پہنچا دیں۔ یہ کسی کو نہ کہا جائے کہ اس میں حصہ ضرور لو۔ جو کہتے ہیں ہمیں توفیق نہیں انہیں مت کہو کہ حصہ لیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ جو باوجود توفیق کے اس میں حصہ نہیں لیتے ان کا حصہ اس پاک تحریک میں شامل ہو۔ اگر ایسا شخص دوسروں کے زور دینے پر حصہ لیگا تو وہ ہمارے پاک مال کو گندہ کرنے والا ہوگا۔ پس ہمارے پاک مالوں میں اُن کے گندے مال شامل کر کے ان کی برکت کم نہ کرو۔"[1]

ساڑھے تیرہ سَو سال قبل کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی سکیم کا نام "تحریک جدید" محض اس لئے رکھا تھا کہ بعض لوگوں کے لئے جدید چیز لذیذ ہوتی ہے۔ ورنہ اس تحریک کا مقصد دراصل جماعت احمدیہ کو اسلام کے عہد اول میں ساڑھے تیرہ سو سال پیچھے لے جانا تھا۔ اس اعتبار سے یہ ایک ایسی قدیم تحریک تھی جس کا لفظ لفظ قرآن مجید سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے حضورؓ نے اوائل ہی میں بتا دیا تھا کہ:-

"یہ مت خیال کرو کہ تحریک جدید میری طرف سے ہے۔ نہیں بلکہ اس کا ایک ایک لفظ مَیں قرآن کریم سے ثابت کر سکتا ہوں اور ایک ایک حکم رسُول کریم کے ارشادات میں دکھا سکتا ہوں۔ مگر سوچنے والے دماغ اور ایمان لانے والے دل کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال مت کرو کہ جو مَیں نے کہا ہے وہ میری طرف سے ہے بلکہ یہ اُس نے کہا ہے جس کے ہاتھ میں تمہاری جان ہے۔ مَیں اگر مر بھی جاؤں تو وہ دوسرے سے بھی کہلوائے گا اور اُس کے مَرنے کے بعد کسی اَور سے۔ بہرحال چھوڑے گا نہیں جب تک تم سے اس کی پابندی نہ کرائے۔ یہ پہلا قدم ہے اور اس کے بعد اور بہت سے قدم ہیں۔ یہ سب باتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور جب تم پہلی باتوں پر عمل کرلوگے تو پھر اور بتائی جائیں گی۔"[2]

اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان فرمایا کہ

"تحریک جدید کوئی نئی تحریک نہیں ہے بلکہ یہ وہ قدیم تحریک ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سَو سال پہلے

---

[1] "الفضل" ۱۳ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۹ و ۱۰ ۔ [2] خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء مطبوعہ "الفضل" ۲۱ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۱ کالم ۱

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جاری کی گئی تھی۔ انجیل کے محاورہ کے مطابق یہ ایک پُرانی شراب ہے جو نئے برتنوں میں پیش کی جارہی ہے۔ مگر وہ شراب نہیں جو بدمست کر دے اور انسانی عقل پر پردہ ڈال دے بلکہ یہ وہ شراب ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (الصّٰفّٰت ع ۲) یعنی اس شراب کے پینے سے نہ تو سر دُکھیگا اور نہ بکواس ہوگی کیونکہ اس کا سرچشمہ وہ الٰہی نُور ہے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا میں لائے“ [۱]

تحریک جدید کے کامیاب ہونے کی عظیم الشان پیشگوئی

حضرت امیرالمومنین رضؓ نے ابھی تحریک جدید کے مطالبات سے متعلق خطبات کا سلسلہ جاری نہیں فرمایا تھا کہ حضورؓ نے تحریک جدید کے کامیاب ہونے کی واضح پیشگوئی فرمائی کہ

۱۔ ”اگر تم سب کے سب بھی مجھے چھوڑ دو تب بھی خدا غیب سے سامان پیدا کر دے گا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ جو بات خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہی اور جس کا نقشہ اُس نے مجھے سمجھا دیا ہے وہ نہ ہو۔ وہ ضرور ہو کر رہے گی۔ خواہ دوست دشمن سب مجھے چھوڑ جائیں۔ خدا خود آسمان سے اُترے گا اور اس مکان کی تعمیر کر کے چھوڑے گا“ [۲]

۲۔ ”باوجودیکہ ہم نہ تشدد کرینگے اور نہ سول نافرمانی، باوجودیکہ ہم گورنمنٹ کے قانون کا احترام کرینگے، باوجود اس کے کہ ہم ان تمام ذمہ داریوں کو ادا کرینگے جو احمدیت نے ہم پر عائد کی ہیں اور باوجود اس کے کہ ہم ان تمام فرائض کو پُورا کرینگے جو خدا اور اُس کے رسُولؐ نے ہمارے لئے مقرر کئے، پھر بھی ہماری سکیم کامیاب ہو کے رہے گی۔ کشتیٔ احمدیت کا کپتان اس مقدس کشتی کو پُرخطر چٹانوں میں سے گذارتے ہوئے سلامتی کے ساتھ اُسے ساحل پر پہنچا دے گا۔ یہ میرا ایمان ہے اور مَیں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں جن کے سپرد الٰہی سلسلہ کی قیادت کی جاتی ہے اُن کی عقلیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع ہوتی ہیں اور وہ خدا تعالیٰ سے نُور پاتے ہیں اور اُس کے فرشتے اُن کی حفاظت کرتے ہیں اور اُس کی رحمانی صفات سے وہ مؤید ہوتے ہیں اور گو وہ دُنیا سے اُٹھ جائیں اور اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلے جائیں مگر اُن کے جاری کئے ہوئے کام نہیں رُکتے اور اللہ تعالیٰ انہیں مُفلح اور منصور بناتا ہے“ [۳]

---

[۱] ”الفضل“ ۱۶ جون ۱۹۵۹ء صفحہ ۲ (تقریر فرمودہ ۱۵ جولائی ۱۹۳۸ء) [۳] ”الفضل“ ۱۱ نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۴ کالم ۳
[۲] ”الفضل“ ۸ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۲

نیز فرمایا :-

۳۔ "مَیں یقین رکھتا ہوں، خالی یقین نہیں بلکہ ایسا یقین جس کے ساتھ دلائل ہیں اور جس کی ہر ایک کڑی میرے ذہن میں ہے اور اس یقین کی بناء پر مَیں کہتا ہوں کہ گو جوشیلے لوگوں کو وہ سکیم پسند نہ آئے لیکن ہماری جماعت کے دوست اس سکیم پر سچے طور پر عمل کریں تو یقیناً یقیناً فتح اُن کی ہے" [۱]

کمزور طبع احمدیوں کا اضطراب اور حضرت امیر المومنینؓ کا ایمان افروز جواب

جماعت احمدیہ کے مخلصین نے اس تحریک پر کس شاندار طریق سے لبیک کہا۔ اس کا ذکر اگلی فصل میں آرہا ہے۔ اس جگہ ہم بتانا چاہتے ہیں کہ منافقین پر اس تحریک کا کیا ردّعمل ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

"کئی نادان ہم میں ایسے بھی ہیں کہ جب تحریک جدید کے خطبات کا سلسلہ میں نے شروع کیا تو وہ اور قادیان کے بعض منافق کہنے لگ گئے کہ اب تو گورنمنٹ سے لڑائی شروع کر دی گئی ہے۔ بھلا گورنمنٹ کا اور ہمارا کیا مقابلہ ہے ان کی اتنی بات تو صحیح ہے کہ گورنمنٹ کا اور ہمارا کیا مقابلہ ہے مگر اس لحاظ سے نہیں کہ گورنمنٹ بڑی ہے اور ہم چھوٹے بلکہ اس لحاظ سے کہ ہم بڑے ہیں اور گورنمنٹ چھوٹی اگر ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے کھڑے کئے گئے ہیں اور یقیناً اسی کی طرف سے کھڑے کئے گئے ہیں تو پھر اگر ہم مر بھی جائیں تو ہماری موت موت نہیں بلکہ زندگی ہے . . . . اللہ تعالیٰ کی جماعتیں کبھی مرا نہیں کرتیں۔ حکومتیں مٹ جاتی ہیں۔ لیکن الٰہی سلسلے کبھی نہیں مٹتے۔ حکومت زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتی تھی کہ ہم میں سے بعض کو گرفتار کر لیتی یا بعض کو بعض الزامات میں پھانسی دے دیتی۔ مگر کسی آدمی کے مارے جانے سے تو الٰہی سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ الٰہی سلسلوں میں سے اگر ایک مرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی جگہ دس قائم مقام پیدا کر دیتا ہے۔" [۲]

تحریک جدید کا اثر غیروں پر

تحریک جدید کی تفصیلات "الفضل" کے ذریعہ منظر عام پر آئیں تو کئی غیر احمدی اصحاب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُسے بہت پسند کیا۔ اور بعض غیر احمدی اُمراء کے گھرانوں نے اس کے بعض مطالبات اپنے ہاں رائج بھی کر لئے۔ اسی طرح ہندوؤں اور سکھوں کے متعدد خطوط موصول ہوئے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ تحریک جدید سے بہت متاثر ہیں اور اس کے

---

[۱] خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ جنوری ۱۹۳۵ء مطبوعہ "الفضل" ۷ جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۴ کالم ۳۔

[۲] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۱-۲۲۔

ایک حصہ پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سر جان ڈگلس ینگ نے اس تحریک کا ذکر سُن کر اُسے خوب سراہا۔ غرضکہ یہ تحریک اتنی مفید تھی کہ اغیار کو بھی اس کی خوبیاں نظر آئیں۔[1]

تحریک جدید کا ذکر ملکی پریس میں

تحریک جدید کی اس سکیم کا چرچا مُلکی پریس میں بھی ہوا۔ چنانچہ اخبار "انقلاب" لاہور نے ۴؍دسمبر ۱۹۳۴ء کی اشاعت میں یہ نوٹ شائع کیا کہ

"احمدیوں کے امام نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا ہے کہ وہ آئندہ تین سال تک سنیما، تھیٹر، سرکس وغیرہ ہرگز نہ دیکھیں۔ کھانے اور پہننے میں انتہائی سادگی اختیار کریں۔ بلاضرورت نئے کپڑے نہ بنائیں جہانتک ہوسکے موجودہ کپڑوں میں ہی گزران کریں اور تبلیغ کے لئے چندہ دیں۔ عام مسلمانوں میں سے جن حضرات نے آجکل قادیانیوں کے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے انہیں چاہیئے کہ اس موقع سے فائدہ اُٹھائیں اور عام مسلمانوں سے حلف لیں کہ وہ آئندہ سنیما نہ دیکھیں گے تھیٹر نہ جائیں گے۔ سرکس کا تماشہ نہ دیکھیں گے۔ نیا کپڑا انتہائی مجبوری کے سوا نہ بنائیں گے۔ ایک وقت کے کھانے میں صرف ایک سالن پکا کے کھائیں گے اور تبلیغ اسلام کے لئے اتنا چندہ ہر مہینے ضرور دیں گے۔ مقابلہ اور مسابقہ اگر ایسے طریقے سے ہو کہ اس سے ملّت کو فائدہ پہنچے تو سبحان اللہ کیا عجب ہے کہ جو مسلمان اپنے لیڈروں کے پیہم شور و غوغا کے باوجود اپنی اقتصادی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوئے وہ قادیانیوں کی ضد ہی سے اس طرف متوجہ ہو جائیں۔

لیکن ہمارے ہاں ضد دوسرے رستے پر بھی رواں ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے بعض ایسے حضرات بھی پیدا ہو جائیں جو قادیانیوں کے ترکِ سنیما کو بھی شیوہ احمدیت قرار دیں اور خود سنیما دیکھنا شروع کر دیں اور جو شخص سنیما دیکھنے سے انکار کرے اُسے قادیانی مشہور کر دیں کیونکہ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔ اگر قادیانی ایک وقت میں ایک سالن کے ساتھ روٹی کھائیں تو ہر مسلمان کم سے کم دو قسم کا سالن پکائے ورنہ تشبّہ کی وجہ سے وہ بھی قادیانی سمجھا جائے گا۔ خدا کرے ایسی ضد پیدا نہ ہو جائے بلکہ اوّل الذکر مسابقت شروع ہو تاکہ مسلمانوں کو اقتصادی اعتبار سے فائدہ پہنچے"[2]

ہندو اخبار "ملاپ" نے لکھا:۔

"**احمدی خلیفہ کا قابلِ تقلید حکم**:۔ قادیانی احمدیوں کے خلیفہ صاحب نے اپنے پیروؤں کے

---

[1] "الفضل" ۱۳؍دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۴ کالم۔ "الفضل" ۱۱؍جولائی ۱۹۳۹ء صفحہ ۵ کالم ۳ و ۴۔ "الفضل" ۱۶؍اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۱
[2] "انقلاب" لاہور ۴؍دسمبر ۱۹۳۴ء +

نام یہ حکم جاری کیا ہے کہ "وہ آئندہ تین سال تک سنیما، تھیئٹر، سرکس وغیرہ ہرگز نہ دیکھیں اور کھانے پینے میں انتہائی سادگی اختیار کریں۔ بلاضرورت کپڑے نہ بنائیں۔ جہاں تک ہو سکے موجودہ کپڑوں میں ہی گذران کریں اور تبلیغ کے لئے چندہ دیں" یہ حکم بلاشک و شبہ قابل تقلید ہے خصوصاً ہندوؤں کے لئے جو وید پرچار کو بالکل فراموش کر بیٹھے ہیں حالانکہ وید پرچار میں ہندوؤں کی زندگی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہندو بھی فیصلہ کر لیں کہ وہ اپنا روپیہ زیادہ تر وید پرچار ہی کے ذریعہ خرچ کریں گے۔"[1]

فصلِ سوم

مطالباتِ تحریکِ جدید پر جماعتِ احمدیہ کی طرف سے اخلاص و قربانی کا شاندار مظاہرہ

اور

غیروں کا خراجِ تحسین

تحریکِ جدید کی سکیم اگرچہ انتہائی ناموافق اور از حد پُرخطر حالات میں جاری کی گئی تھی۔ مگر صورت حال جتنی نازک تھی اتنا ہی شاندار خیر مقدم اس کا جماعت احمدیہ کی طرف سے کیا گیا جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارشاد فرمایا:۔

"جس جوش اور جس جذبہ اور ایثار کے ساتھ جماعت کے دوستوں نے پہلے سال کے اعلان کو قبول کیا تھا اور جس کم مائیگی اور کمزوری کے ساتھ ہم نے یہ کام شروع کیا تھا وہ دونوں باتیں ایمان کی تاریخ میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہیں . . . . وہ[2] اس بات کی شہادت دے رہی تھی کہ گذشتہ انبیاء کی جماعتوں کو ایسی مشکلات سے ہی دوچار ہونا پڑا ہے۔ پس وہ بے بسی، بیکسی اور کم مائیگی بھی مومنوں کی جماعت سے پہلی جماعت کو ملاتی تھی اور وہ جوش اور وہ جذبہ اور ایثار جو جماعت نے دکھایا۔ وہ بھی ہمیں مومنوں کی جماعت سے ملاتا تھا۔ گویا ۱۹۳۴ء کا نومبر ایک نشان تھا سلسلہ احمدیہ کے مخالفوں کے لئے، وہ ایک دلیل اور

---

[1] روزنامہ ملاپ ۵ دسمبر ۱۹۳۴ء
[2] یعنی کم مائیگی۔ (ناقل)

بُرہان تھا سوچنے اور غور کرنے والوں کے لئے کہ یہ جماعت خدا کی طرف سے ہے اور یہ ان ہی قدموں پر چل رہی ہے جن پر گذشتہ انبیاء کی جماعتیں چلتی چلی آئی ہیں" [1]

مالی مطالبات اور جماعت احمدیہ

جماعت احمدیہ کے حیرت انگیز جذبہ ایثار و قربانی کا اندازہ کرنے کے لئے ہم سب سے پہلے تحریک جدید کے مالی مطالبات کو لیتے ہیں۔

حضورؓ نے پہلے سال کے لئے ساڑھے ستائیس ہزار چندہ کا مطالبہ فرمایا تھا مگر جماعت نے ڈیڑھ ماہ کے قلیل عرصہ میں ۳۳ ہزار روپیہ نقد اپنے امام کے قدموں میں ڈال دیا اور ایک لاکھ سے زائد کے وعدے پیش کر دیئے۔ چنانچہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء کو حضورؓ نے اعلان فرمایا کہ:-

"الحمدللہ رب العٰلمین کہ جماعت احمدیہ کے مخلصین نے میری مالی تحریک کا جو جواب دیا ہے وہ مخالفوں کی آنکھیں کھولنے والا اور معاونوں کی ہمت بڑھانے والا ہے۔ چونکہ سب نیکیوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے مَیں اُسی پاک ذات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں اپنی محبت کے اظہار کا ایک حقیر سا موقعہ دے کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔

چندوں کی تحریک ساڑھے ستائیس ہزار کی تھی اس کے متعلق اس وقت تک نقد تینتیس ۳۳ ہزار رقم آچکی ہے اور پندرہ جنوری سے پہلے ارسال شدہ وعدے کُل ایک لاکھ چھبیس ۲۶ ہیں جو مطلوبہ رقم سے پونے چار گنے زیادہ ہیں اور ابھی بیرون ہند کے وعدے آ رہے ہیں۔" [2]

امانت فنڈ

امانت فنڈ [3] کی تحریک بھی جماعت میں بہت مقبول ہوئی اور مخلصین نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ ۲۶ جنوری ۱۹۳۵ء تک اس فنڈ میں پانچ ہزار کے قریب جمع ہوا۔ [4] اور پھر جلد ہی ساڑھے پانچ ہزار روپیہ ماہوار کے قریب آمد ہونے لگی۔ [5]

امانت فنڈ کا تذکرہ کرتے ہوئے ضمناً یہ بتانا ضروری ہے کہ" امانت فنڈ کی تحریک نے احرار اور

---

[1] "الفضل" ۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء صفحہ ۳ کالم ۱۔ [2] "الفضل" ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۱۔

[3] مطالبہ" امانت فنڈ" کے علاوہ مالی مطالبات کی چار مدات میں پہلے سال بتفصیل ذیل آمد ہوئی۔ ۱۔ گندے لٹریچر کا جواب (۲۷۵۰۰ روپے) ۲۔ تبلیغ بیرون ہند (۳۲۴۴۳ روپے) ۳۔ تبلیغ خاص (۲۲۹۶۱ روپے) ۴۔ تبلیغ سروے سکیم (۱۷۴۴۴ روپے) یہ چاروں مدّیں حضور کے ارشاد پر "چندہ تحریک جدید" سے موسوم کی گئیں۔ (کتاب "تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین" مرتبہ چودھری برکت علی خان صاحبؓ صفحہ ۱۰)

[4] "الفضل" ۳۱ جنوری ۱۹۳۵ء۔ [5] "الفضل" ۳ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۷۔

اس کے بعد دوسرے فتنوں کا سر کچلنے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

"امانت فنڈ کے ذریعہ احرار کو خطرناک شکست ہوئی ہے۔ اتنی خطرناک شکست کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ اُن کی شکست میں ۷۵ فیصدی حصہ امانت فنڈ کا ہے۔ لیکن باوجود اس قدر فائدہ حاصل ہونے کے دوستوں کا تمام روپیہ محفوظ ہے۔"

"غرض یہ تحریک ایسی اہم ہے کہ مَیں تو جب بھی تحریک جدید کے مطالبات پر غور کرتا ہوں اُن میں سے امانت فنڈ کی تحریک پر مَیں خود حیران ہوجایا کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ امانت فنڈ کی تحریک الہامی تحریک ہے کیونکہ بغیر کسی بوجھ اور غیر معمولی چندہ کے اس فنڈ سے ایسے ایسے اہم کام ہوئے ہیں۔ کہ جاننے والے جانتے ہیں وہ انسان کی عقل کو حیرت میں ڈال دینے والے ہیں"۔[۱]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دُعائیں

حق یہ ہے کہ مالی مطالبات پر جماعتی اخلاص کا یہ غیر معمولی نمونہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خاص دعاؤں کا نتیجہ تھا چنانچہ حضور خود بھی فرماتے ہیں:۔

"مَیں نے جب تحریک جدید جاری کی تو مَیں نے جماعت کے دوستوں سے ۲۷ ہزار کا مطالبہ کیا تھا اور مَیں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا نفس اس وقت مجھے یہ کہتا تھا کہ ۲۷ ہزار روپیہ بہت زیادہ ہے یہ جمع نہیں ہوگا مگر میرا دل کہتا تھا کہ اس قدر روپیہ کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ چنانچہ گو مَیں یہی سمجھتا تھا کہ اتنا روپیہ جمع نہیں ہو سکتا، دینی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے مَیں نے تحریک کر دی اور ساتھ ہی دعائیں شروع کر دیں کہ خدایا! ضرورت تو اتنی ہے مگر جن سے مَیں مانگ رہا ہوں ان کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے مَیں امید نہیں کرتا کہ وہ اس قدر روپیہ جمع کر سکیں تو خود ہی اپنے فضل سے ان کے دلوں میں تحریک پیدا کر کہ وہ تیرے دین کی اس ضرورت کو پُورا کریں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت نے بجائے ستائیس ہزار کے ایک لاکھ دس ہزار کے وعدے پیش کر دیئے۔ . . . اور پھر وصولی بھی ہوگئی"[۲]

صدر مجلس احرار کا اقرار

دُعاؤں کی قبولیت کے اس نشان نے دشمنانِ احمدیت کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ چنانچہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لُدھیانوی صدر مجلسِ احرار

---

[۱] "الفضل" ۱۸ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ "الفضل" ۴ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۴۔

[۲] "رپورٹ مجلس مشاورت" ۱۹۴۳ء صفحہ ۱۰۳ و ۱۰۴۔

نے ۲۳؍اپریل ۱۹۳۵ء کو ایک تقریر کے دوران تحریک جدید کی کامیابی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:۔

"ہم میاں محمود کے دشمن ہیں وہاں ہم اس کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ دیکھو اس نے اپنی اُس جماعت کو جو کہ ہندوستان میں ایک تنکے کی مانند ہے کہا کہ مجھے ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ چاہیئے۔ جماعت نے ایک لاکھ دے دیا ہے۔ اس کے بعد گیارہ ہزار کا مطالبہ کیا تو اُسے دُگنا تگنا دے دیا"۔[1]

خدائی تصرف مخلصین جماعت کی اس بے نظیر مالی قربانی میں خدا تعالےٰ کا ایک عجیب تصرف کارفرما تھا۔ جس کی تفصیل خود حضورؓ ہی کے الفاظ میں لکھنا ضروری ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"اُس وقت ہماری مالی حالت اتنی کمزور تھی کہ تبلیغی ٹریکٹوں کی اشاعت تک سے ہم عاجز تھے۔ ایسے حالات میں مَیں نے تحریک جدید جاری کی اور اس کا ایک حصہ ریزرو فنڈ کا رکھا۔ جب مَیں نے اس کے لئے تحریک کی تو مجھے پتہ نہ تھا کہ مَیں کیا بول رہا ہوں۔ اس وقت میں نے جو تقریر کی اس کے الفاظ کچھ ایسے مبہم تھے کہ جماعت نے سمجھا کہ تین سال کے لئے چندہ مانگ رہے ہیں۔ اور وہ اکٹھا دینا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مثلاً کسی کا ارادہ سو روپیہ سال میں دینے کا تھا تو اُس نے تین سال کا چندہ تین سو روپیہ اکٹھا دے دیا۔ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے صحیح مفہوم سمجھا۔ مگر ایسے بھی تھے جنہوں نے غلط سمجھا اور اللہ تعالےٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ایک لاکھ سات ہزار کے وعدے ہوئے جب دوسرے سال کے لئے تحریک کی گئی تو بعض لوگ کہنے لگے ہم نے تو تین سال کا اکٹھا چندہ دے دیا تھا اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ میں نے کہا یہ طوعی چندہ ہے آپ اب نہ دیں۔ مگر انہوں نے کہا ہم تکلیف اُٹھائیں گے اور خواہ کچھ ہو اب بھی ضرور چندہ دیں گے۔ اسی طرح انہوں نے تین سال کے لئے جو اکٹھا چندہ دیا تھا دوسرے سال اس سے زیادہ دیا کیونکہ وہ مجبور ہو گئے کہ اپنے اخلاص کو قائم رکھنے کے لئے چندہ پہلے سے بڑھا کر دیں۔ بعض مخلص ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنا سارا کا سارا

---

[1] "الفضل" ۲۶؍اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۴ کالم ۴۔ جماعت احمدیہ کی شاندار مالی قربانی کے مقابل عوام نے دس کروڑ مسلمانانِ ہند کی نمائندگی کے دعویداروں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس کی فقط ایک مثال کافی ہے۔ ۱۷؍نومبر ۱۹۳۵ء کو مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری امیر شریعت احرار نے مسجد خیر الدین امرتسر میں ایک تقریر کی۔ الفضل کے نامہ نگار خصوصی کے بیان کے مطابق بخاری صاحب نے کہا۔ "مسلمانو! مَیں تم کو چھوڑنے کا نہیں ہوں۔ مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا بلکہ مَر کر بھی نہیں چھوڑوں گا کیونکہ مرنے کے بعد میرا بیٹا تم سے چندہ لے گا جب مَیں تم کو نہ اس جہان میں چھوڑنے والا ہوں نہ اُس جہان میں تو پھر تمہیں چندہ دینے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے (یہ کہکر انہوں نے حاضرین کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ مگر ان کے کاسۂ گدائی میں کسی نے ایک حبہ تک نہ ڈالا) پھر کہا بولتے کیوں نہیں چپ کیوں ہو گئے۔ کیسے ڈھیلے کرد۔ لوگوں نے اُٹھ کر جانا شروع کر دیا" (الفضل ۲۱؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ کالم ۴)

اندوختہ دے دیا تھا۔ ایک نے لکھا۔ دوسرے سال میں نے شرم کی وجہ سے بتایا نہیں تھا۔ میں نے اپنی کچھ اشیاء بیچ کر چندہ دیا تھا۔ پھر تیسرے سال سب کچھ بیچ کر چندہ دے چکا ہوں۔ اب رقم کم کرنے پر مجبور ہوں۔ لیکن نویں سال میں لکھا کہ خدا تعالیٰ نے کچھ رقم جمع کرنے کی توفیق عطا کی اس لئے پہلے کی طرح ہر سال کا چندہ بڑھا کر ادا کروں گا۔ دراصل جب میں تحریک جدید کے چندہ کا اعلان کرتا تھا تھا۔ خدا تعالیٰ ۲۵ لاکھ ریزرو فنڈ کی تحریک جو پہلے کی گئی تھی اسے کامیاب بنانے کی بنیاد رکھوا رہا تھا۔ میرا شروع سے ارادہ تھا کہ اس چندہ سے ریزرو فنڈ قائم کیا جائے جو تبلیغ اور سلسلہ کے دوسرے کاموں میں کام آئے۔ میں نے اس روپیہ سے زمین خریدی جو ساڑھے نو ہزار ایکڑ ہے اور تحریک جدید کی ملکیت ہے"[1]

تحریک جدید کا خوشگوار اثر صدر انجمن احمدیہ کے چندوں پر

تحریک جدید کی ایک عجیب برکت یہ نازل ہوئی کہ جہاں اس سے پہلے جماعت احمدیہ کے عام چندوں کی رفتار کچھ عرصہ سے نسبتاً سست ہو چکی تھی اس میں بھی تیزی پیدا ہو گئی چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کی قدرت ہے۔ اس سے پہلے صدر انجمن احمدیہ ہمیشہ مقروض رہا کرتی تھی اور اُسے اپنا بجٹ ہر سال کم کرنا پڑتا تھا جب میں نے اس تحریک کا اعلان کیا تو ناظروں نے میرے پاس آ آ کر شکایتیں کیں کہ اس تحریک کے نتیجہ میں انجمن کی حالت خراب ہو جائے گی۔ میں نے اُن سے کہا کہ تم خدا تعالیٰ پر توکل کرو اور استغفار کرو اور دیکھو کہ حالت سُدھرتی ہے یا گرتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ یا تو صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ دو اڑھائی لاکھ روپیہ کا ہوا کرتا تھا اور یا اس تحریک کے دوران میں چار پانچ لاکھ روپیہ تک جا پہنچا۔ اُدھر جماعت نے تحریک جدید کی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کر دیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے سال کے اندر ہی مطالبہ سے کئی گُنا زیادہ رقم جمع ہو گئی۔ جب میں نے پہلے دن جماعت سے ۲۷ ہزار روپیہ کا مطالبہ کیا ہے تو واقعہ میں میں بھی سمجھتا تھا کہ میرے مونہہ سے یہ رقم تو نکل گئی ہے مگر اس کا جمع ہونا بظاہر بڑا مشکل ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ کس قدر عظیم الشان فضل ہے کہ ۲۷ ہزار کیا اب تک ۲۷ ہزار سے پچاس گُنے سے بھی زیادہ رقم آ چکی ہے"۔[2]

---

[1] تقریر فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۳ء (غیر مطبوعہ تقریر شعبہ زود نویسی میں موجود ہے)۔ [2] "الفضل" ۲۴ فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۷، ۸

مالی مطالبات پر سب سے پہلے لبیک کہنے والی جماعتیں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جس جماعت نے نہایت ہی اعلیٰ نمونہ پیش کیا وہ قادیان کی جماعت تھی۔ چنانچہ حضور رضی اللہ عنہ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سب سے زیادہ قربانی کی مثال اور اعلیٰ نمونہ قادیان کی جماعت نے دکھایا ہے . . . . یہاں کی احمدی آبادی سات ہزار کے قریب ہے۔ پنجاب میں احمدیوں کی آبادی سرکاری مردم شماری کے رُو سے ۱۹۳۱ء میں ۵۶ ہزار تھی جو بہت کم ہے۔ لیکن اگر ہم اسی کو درست سمجھ کر آج ۷۰ ہزار بھی سمجھ لیں۔ تو گویا قادیان کی جماعت سارے پنجاب کا دسواں حصہ ہے۔ لیکن ۲۷½ ہزار روپیہ کی تحریکات میں قادیان کی جماعت کی طرف سے پانچ ہزار روپیہ نقد اور وعدوں کی صورت میں آیا ہے اور ایسے ایسے لوگوں نے اس میں حصہ لیا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اگرچہ مجھے افسوس ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زیادہ حصہ لے سکتے تھے مگر کم لیا ہے۔ مگر ایک خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اپنی حیثیت اور طاقت سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ بعض لوگ تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنا سارا اندوختہ دے دیا ہے۔ بعض ایسے ہیں جن کی چار چار پانچ پانچ روپیہ کی آمدنیاں ہیں اور انہوں نے کمیٹیاں ڈال کر اس میں حصہ لیا یا کوئی جائداد فروخت کرکے جو کچھ جمع کیا ہوا تھا وہ سب کا سب دے دیا ہے۔ باہر کی جماعتوں میں سے بعض کے جواب آئے ہیں اور بعض کے ابھی نہیں آئے اور نہ ہی آسکتے تھے۔ مگر بظاہر حالات معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کی جماعت بڑھ جائیگی۔ مجھے خوشی ہے کہ قادیان کی جماعت نے حسبِ دستور اس موقعہ پر بھی اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا ہے۔ باہر کی جماعتوں میں سے بھی بعض نے اخلاص کا عمدہ نمونہ دکھایا ہے اور بعض نے تو اتنی ہوشیاری سے کام لیا ہے کہ حیرانی ہوتی ہے مثلاً لاہور چھاؤنی کی جماعت کا وعدہ قادیان کی جماعت کے وعدہ کے ساتھ ہی پہنچ گیا تھا۔ کوئی دوست یہاں سے خطبہ سُن کر گیا اور اُس سے سُن کر دوست فوراً اکٹھے ہوئے اور تحریک میں شامل ہوگئے۔ اور جس وقت مجھے قادیان والوں کی رپورٹ ملی اسی وقت لاہور چھاؤنی کی مل گئی . . . . سرسری اندازہ یہ ہے کہ چودہ دن کے اندر اندر پندرہ ہزار کے قریب وعدے اور نقد روپیہ آچکا ہے جس میں سے چار ہزار کے قریب نقد ہے اور ابھی جماعت کا بہت سا حصہ خصوصاً وہ لوگ جن کی آمدنیاں زیادہ ہیں خاموش ہے یا اس انتظار میں ہے کہ جماعت کے ساتھ وعدہ بھجوائیں گے لیکن دوسری طرف متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے یا غرباء میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کے پاس پیسہ نہیں تھا اور انہوں نے چیزیں پیش کردیں اور کہا

کہ ہمارا اثاثہ لے لیا جائے اگرچہ ہم نے لیا نہیں۔ کیونکہ میرے اصل مخاطب امراء تھے۔ مگر اس سے اتنا پتہ تو لگ سکتا ہے کہ جماعت میں ایسے مخلصین بھی ہیں جو اپنی ہر چیز قربان کر دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے یہ شکایت پہنچی ہے کہ بعض جماعتوں کے عہدیدار لوگوں کو یہ کہہ کر خاموش کر رہے ہیں کہ جلدی نہ کرو پہلے غور کر لو۔ گویا اُن کے غور کا زمانہ ابھی باقی ہے۔ ڈیڑھ دو مہینہ سے مَیں خطبات پڑھ رہا ہوں اور تمام حالات وضاحت سے پیش کر چکا ہوں لیکن ابھی ان کے غور کا موقعہ ہی نہیں آیا۔ یہ مشورہ کوئی نیک مشورہ نہیں یا سادگی پر دلالت کرتا ہے یا شاید بعض خود قربانی سے ڈرتے ہوں اور دوسروں کو بھی اس سے روکنا چاہتے ہوں کہ ان کی سُستی اور غفلت پر پردہ پڑا رہے۔ کیا رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جہاد کے موقعہ پر پہلے غور کیا جاتا تھا اور یہ کہا جاتا تھا کہ جلدی نہ کرو غور کر لو۔ قرآن کریم میں تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ یعنی دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اور جلدی کی کوشش کرو . . . جماعتی لحاظ سے بعض مقامات سے مجھے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جماعتیں اپنی لسٹیں اکٹھی بھجوائیں گی۔ گویا دیر اس وجہ سے ہے۔ ان جماعتوں پر یا ان کے افراد پر کوئی الزام نہیں۔ مگر ان میں سے بھی بعض مخلصین ایسے ہیں جنہوں نے اس دیر کو بھی برداشت نہیں کیا اور رقمیں بھیج دی ہیں اور جماعت کا انتظار بھی نہیں کیا۔ یہ گو معمولی باتیں ہیں۔ مگر رُوحانی دنیا میں یہی چیزیں ثواب بڑھا دینے کا باعث ہو جایا کرتی ہیں۔" [1]

بیرُونی ممالک سے تحریک جدید کے حق میں آواز

بیرونی ممالک میں سب سے پہلے بلادِ عربیہ کے احمدیوں نے تحریک جدید پر لبیک کہا اور نہ صرف چندہ کے وعدے بھجوائے بلکہ اُن کا ایک حصہ نقد بھی بھجوا دیا۔ چنانچہ شروع فروری ۱۹۳۵ء تک جماعت حیفا کی طرف سے چار سو شلنگ کے وعدے موصول ہوئے جن میں سے پچھتر شلنگ کی رقم بھی پہنچ گئی۔ علاوہ ازیں مدرسہ احمدیہ کبابیر (حیفا) کے احمدی بچّوں نے بھی آٹھ شلنگ چندہ بھجوایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت احمدیہ حیفا کے افراد خصوصاً حیفا کے احمدی بچوں کے اس اخلاص اور قربانی کی بہت تعریف فرمائی [2] اور دُعا دی کہ اللہ تعالےٰ ان بچّوں کے اخلاص کو قبول کرے اور دنیا میں چمکنے والے ستارے بنائے کہ ان کی روشنی سے فلسطین ہی نہیں بلکہ سب دُنیا روشن ہو اور یہ احمدیت کی

---

[1] خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۴ء "الفضل" ۲۰ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۵-۶۔ [2] اسی ضمن میں حضورؓ نے حیفا کی انجمن طلبہ جماعت احمدیہ کا ایک خط بھی شائع فرمایا جس پر اسمٰعیل احمد (پریذیڈنٹ) موسیٰ اسعد (سکرٹری) اور عبدالجلیل حسین (خزانچی) کے دستخط تھے۔

تعلیم پر صحیح طور پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے اور دوسروں کو خدا تعالیٰ کے قریب لانے والے ہوں۔ یہ بھی یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح بضاعۃ مزجاۃ لائے ہیں. خدا تعالیٰ ان سے بھی وہی سلوک کرے اور انہیں اسلام کا یوسف گم گشتہ ملا دے جیسے یہ اپنے یعقوب (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس لا کر اپنی قوم کی گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی کر سکیں۔[1]

بیرونِ ہند کی بعض اور مخلص جماعتیں

جماعت احمدیہ حیفا کے معاً بعد آبادان (ایران) عدن، لنڈن، بغداد، کمپالہ، زنجبار، دارالسلام، ٹانگا نیروبی سرابایا، جاوا، کولمبو کی طرف سے نہ صرف اخلاص و ایثار سے لبریز خطوط حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حضور پہنچے بلکہ چندہ کے وعدہ جات بھی ملے اور نقد رقوم بھی[2]

دوسرے مطالبات اور جماعت احمدیہ

جماعت احمدیہ نے تحریک جدید کے مالی جہاد میں پُرجوش حصہ لینے کے علاوہ دوسرے مطالبات پر بھی شاندار طور پر لبیک کہا۔

سادہ زندگی مثلاً تحریک جدید کا سب سے پہلا مطالبہ جو اسلامی تمدن کی عمارت میں بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے سادہ زندگی کا مطالبہ ہے۔ جماعت کے مخلصین نے اس مطالبہ کے مطابق کھانے، لباس، علاج اور سنیما وغیرہ کے بارہ میں اپنے پیارے امام کی ہدایات کی نہایت سختی سے پابندی کی۔ کھانے کے تکلفات یکسر ختم کر دیئے۔ بعض نے چندے زیادہ لکھوا دیئے۔ اور دو دو تین تین سال تک کوئی کپڑے نہیں بنوائے۔[3]

اکثر نوجوانوں نے سنیما، تھیئٹر، سرکس وغیرہ دیکھنا چھوڑ دیا اور بعض جو کثرت سے اس کے عادی تھے اس سے نفرت کرنے لگے۔ غرض حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آواز نے جماعت میں دیکھتے ہی دیکھتے ایک زبردست انقلاب برپا کر دیا جو دوسرے لوگوں کی نگاہ میں ایک غیر معمولی چیز تھی۔ چنانچہ اخبار "رنگین" (امرتسر) کے سکھ ایڈیٹر ارجن سنگھ عاجزؔ نے لکھا کہ:-

"احمدیوں کا خلیفہ اُن کی گھریلو زندگی پر بھی نگاہ رکھتا ہے اور وقتاً فوقتاً ایسے احکام صادر کرتا رہتا ہے جن پر عمل کرنے سے خوشی کی زندگی بسر ہو سکے۔ مَیں یہاں اُن کے خلیفہ کے چند احکام کا ذکر کرتا ہوں جن سے

---

[1] "الفضل" ۸؍ فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ و ۴۔ [2] "الفضل" ۱۲؍ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۸۔ بیرونی جماعتوں کے بعض غرباء نے اس موقعہ پر اخلاص و ایثار کے قابل تقلید نمونے دکھلائے مثلاً بیرون ہند کی ایک خاتون نے دو برس تک چکّی پیس کر تحریک جدید کا وعدہ پورا کیا ("الفضل" ۱۷؍ مارچ ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ کالم ۱-۲)۔ [3] "الفضل" ۲؍ دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۶۔

[4] "الفضل" ۱۲؍ جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ کالم ۲۔

اندازہ ہوسکے گا کہ یہ جماعت کیوں ترقی کر رہی ہے۔

ا۔خلیفہ نے حال ہی میں جو پروگرام اپنے پیروؤں کے سامنے رکھا ہے، ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ ہر بڑے یا چھوٹے امیر یا غریب کے دسترخوان پر ایک سے زیادہ کھانا نہ ہو۔ یہ حکم طبی اور اقتصادی پہلوؤں سے پرکھنے کے بعد شاندار نتائج کا ذمہ دار ثابت ہوسکتا ہے۔

یُوں تو ہر ایک لیڈر یا مرادِ عقلمند اپنے پیروؤں کو اس قسم کا حکم دے سکتا ہے لیکن کونسا لیڈر ہے جو دعویٰ سے کہہ سکے کہ اس کے سو فیصدی مُرید اس کے ایسے حکم کی پوری پوری تعمیل کرنے کے لئے حاضر ہوں گے۔ صرف خلیفہ قادیان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے ایسے مُریدوں نے جن کے دسترخوان پر درجنوں کھانے ہوتے تھے اپنے خلیفہ کے حکم کے ماتحت اپنے رویّہ میں فوری تبدیلی کر لی ہے اور آج کوئی شخص ثابت نہیں کرسکتا کہ کوئی احمدی اپنے خلیفہ کے اس آرڈر کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

۲۔ خلیفہ کا حکم ہے کہ تین سال تک نئے زیور نہ بنوائے جائیں۔ بلاضرورت کپڑا نہ خریدا جائے۔ عورتیں اپنے کپڑوں میں گوٹا، لیس، فیتہ یا جھالر وغیرہ کا استعمال ترک کر دیں۔ حیرت ہے کہ اس حکم کے صادر ہوتے ہی تمام احمدی مرد اور عورتیں ہمہ تن گوش ہو جاتی ہیں اور اپنے خلیفہ کے اس اشارہ پر ان تمام چیزوں کو ترک کر دیتی ہیں۔ یہ اتنی بڑی قربانی ہے جس کا نتیجہ لازماً یہ ہے کہ یہ گروہ ہندوستان میں سب جماعتوں پر سبقت لے جاوے گا۔ جو لوگ جذبات پر قابو پانے اور جائز خواہشات کو بھی ترک کرنے پر قادر ہو سکتے ہیں وہ کبھی ناجائز خواہشات کا شکار نہیں ہو سکتے اور ظاہر ہے کہ خواہشات کی پیروی ہی انسان کے تنزّل کا ذریعہ ہوتی ہے۔ پس احمدی اس بارہ میں بھی ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

اور ترکِ خواہشات کی سپرٹ ان کے خلیفہ نے جس تدبّر اور دانائی سے اُن کے اندر پھُونک دی ہے وہ قابلِ صد ہزار تحسین و آفرین ہے اور ہندوستان میں آج صرف ایک خلیفہ قادیان ہی ہے جو سربلند کرکے یہ کہہ سکتا ہے کہ اُس کے لاکھوں مُرید ایسے موجود ہیں جو اس کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔ اور احمدی نہایت فخر سے کہتے ہیں کہ اُن کا خلیفہ ایک نہایت معاملہ فہم، دُور اندیش اور ہمدرد بزرگ ہے جس نے کم از کم اُن کی دنیاوی زندگی کو بہشتی زندگی بنا دیا ہے اور اس کے عالیشان مشوروں پر عمل کرنے سے دُنیا کی زندگی عزّت و آبرو سے کٹ سکتی ہے۔" لے

لے "سیرِ قادیان" صفحہ ۱۷۔۲۰ (از ارجن سنگھ عاجز۔ ایڈیٹر اخبار "رنگین" امرتسر)

تبلیغ کے لئے یک ماہی وقف

تبلیغ کے لئے یک ماہی وقف کے مطالبہ کا جواب بھی بہت خوشکن تھا۔ ستمبر ۱۹۳۶ء تک تیرہ سو اصحاب نے اپنی چھٹیاں ملک میں رضاکارانہ تبلیغ کے لئے وقف کیں[1]۔ اور شمالی اور وسطی ہند کے علاوہ جنوبی علاقہ مثلاً میسور، مدراس، کولمبو اور بمبئی میں بھی تبلیغی وفود نے کام کیا[2]۔ ایسے اصحاب کو حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی طرف سے تحریرات خوشنودی عطا کی جاتی تھیں[3]۔

تبلیغ کے لئے ایک ایک ماہ وقف کرنے والوں میں قادیان کے لوگ ساری جماعت میں اوّل رہے[4]۔

سہ سالہ وقف

مولوی فاضل، بی۔اے، ایف۔اے اور انٹرنس پاس قریباً دو صد نوجوانوں نے اپنے آپ کو سہ سالہ وقف کے لئے پیش کیا[5]۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"یہ قربانی کی رُوح کہ تین سال کے لئے دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا جائے اسلام اور ایمان کی رُو سے تو کچھ نہیں۔ لیکن موجودہ زمانہ کی حالت کے لحاظ سے حیرت انگیز ہے . . . . اس قسم کی مثال کسی ایک قوم میں بھی جو جماعت احمدیہ سے سینکڑوں گُنے زیادہ ہو ملنی محال ہے۔"[6]

پنشنر اصحاب کی طرف سے بقیہ زندگی وقف

کئی پنشنر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم کی تعمیل میں آگے آئے اور مرکز میں کام کرنے لگے مثلاً خانصاحب فرزند علی صاحب، بابو سراج دین صاحب، خانصاحب برکت علی صاحب، ملک مولا بخش صاحب، اور خان بہادر غلام محمد صاحب گلگتی وغیرہم۔ حضرت امیر المومنینؓ نے اپنے ایک خطبہ میں بھی ان کی خدمات کا خاص طور پر ذکر فرمایا[7]۔

بیکار نوجوانوں سے مطالبہ

حضور کے اس مطالبہ کے تحت کہ بیکار نوجوان باہر غیر ممالک میں نکل جائیں، کئی نوجوان اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور نامساعد حالات کے باوجود غیر ممالک میں پہنچ گئے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے شروع ۱۹۳۵ء میں بتایا کہ:۔

"زنگون سے ابھی ہماری جماعت کے دو دوستوں کا مجھے خط ملا ہے۔ ان میں سے ایک جالندھر کا رہنے والا ہے اور ایک اسی جگہ کے قریب کسی اور مقام کا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہم آپ کی اسی تحریک کے ماتحت گھر

---

[1] "الفضل" ۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ء۔ [2] "الفضل" ۲۹ اگست ۱۹۳۶ء۔
[3] "الفضل" ۹ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۳۔ "الفضل" ۱۰ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ اور "الفضل" ۱۱ مارچ ۱۹۳۶ء میں فہرستیں ملاحظہ ہوں۔ [4] "الفضل" ۲۱ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴ کالم ۲۔ [5] "الفضل" ۲۲ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۸۔ [6] "الفضل" ۹ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۵۔ [7] "الفضل" ۱۶ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۸ کالم ۳۔

سے پیدل چل پڑے اور اب پیدل چلتے ہوئے رنگون پہنچ گئے ہیں اور آگے کی طرف جا رہے ہیں۔ کجا جالندھر کجا رنگون، پندرہ سو میل کا سفر ہے۔ لیکن انہوں نے ہمت کی اور پہنچ گئے۔ راستہ میں بیمار بھی ہوئے لیکن دو ماہ بیمار رہنے کے بعد پھر چل پڑے۔ اب وہ سٹریٹ سیٹلمنٹس کے علاقہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تو ہمت کرکے کام کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کام کے راستے پیدا کئے ہوئے ہیں۔"[1]

نیز فرمایا:-

"ایک نوجوان نے گزشتہ سال میری تحریک کو سُنا۔ وہ ضلع سرگودھا کا باشندہ ہے۔ وہ نوجوان بغیر پاسپورٹ کے ہی افغانستان جا پہنچا اور وہاں تبلیغ شروع کر دی۔ حکومت نے اُسے گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا تو وہاں قیدیوں اور افسروں کو تبلیغ کرنے لگا اور وہاں کے احمدیوں سے بھی وہیں واقفیت بہم پہنچا لی اور بعض لوگوں پر اثر ڈال لیا۔ آخر افسروں نے رپورٹ کی کہ یہ تو قید خانہ میں بھی اثر پیدا کر رہا ہے۔ مُلّانوں نے قتل کا فتویٰ دیا۔ مگر وزیر نے کہا کہ یہ انگریزی رعایا ہے۔ اسے ہم قتل نہیں کر سکتے۔ آخر حکومت نے اپنی حفاظت میں اسے ہندوستان پہنچا دیا۔ اب وہ کئی ماہ کے بعد واپس آیا ہے۔ اس کی ہمّت کا یہ حال ہے کہ مَیں نے اُسے کہا کہ تم نے غلطی کی اور بہت ممالک تھے جہاں تم جا سکتے تھے اور وہاں گرفتاری کے بغیر تبلیغ کر سکتے تھے تو وہ فوراً بول اُٹھا کہ اب آپ کوئی ملک بتا دیں مَیں وہاں چلا جاؤں گا۔ اس نوجوان کی والدہ زندہ ہے۔ لیکن وہ اس کے لئے بھی تیار تھا کہ بغیر والدہ کو ملے کسی دوسرے ملک کی طرف روانہ ہو جائے۔ مگر میرے کہنے پر وہ والدہ کو ملنے جا رہا ہے۔ اگر دوسرے نوجوان بھی اس پنجابی کی طرح جو افغانستان سے آیا ہے ہمّت کریں تو تھوڑے ہی عرصہ میں دُنیا کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ روپیہ کے ساتھ مشن قائم نہیں ہو سکتے۔ اس وقت جو ایک دو مشن ہیں اُن پر ہی اس قدر روپیہ صرف ہو رہا ہے کہ اور کوئی مشن نہیں کھولا جا سکتا لیکن اگر ایسے چند نوجوان پیدا ہو جائیں تو ایک دو سال میں ہی اتنی تبلیغ ہو سکتی ہے کہ دُنیا میں دھاک بیٹھ جائے اور دُنیا سمجھ لے کہ یہ ایک ایسا سیلاب ہے جس کا رُکنا محال ہے"[2]

ہاتھ سے کام کرنے کا مطالبہ ہاتھ سے کام کرنے کے مطالبہ پر جماعت کے افراد نے خاص توجہ دی۔ چنانچہ اس ضمن میں مدرسہ احمدیہ کے اساتذہ اور طلبہ نے اوّلیت کا

---

[1] "الفضل" ۱۹ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۷ کالم ۳-۴ [2] "الفضل" ۳ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۸-۹

شرف حاصل کیا اور ۱۳ر دسمبر ۱۹۳۴ء کو قادیان کے اندرونی حصہ سے ایک ہزار شہتیریاں سالانہ جلسہ گاہ تک پہنچائیں۔[1]
۱۹۳۶ء سے اس مطالبہ کے تحت اجتماعی "وقار عمل" کا سلسلہ جاری کیا گیا جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔

قادیان میں تعمیر مکان کا مطالبہ

جہانتک قادیان میں مکان بنانے کا تعلق تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت کے طرز عمل پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے شروع ۳۶ء میں فرمایا:

"جماعت نے اس معاملہ میں بہت کچھ کام کیا ہے۔ چنانچہ اب ڈیڑھ سو مکان سالانہ خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان میں بن رہا ہے اور بہت سے دوست زمینیں بھی خرید رہے ہیں"[2]

مطالبہ دُعا

جماعت احمدیہ اگرچہ ہمیشہ غلبۂ حق کے لئے دُعاؤں میں مصروف رہتی تھی مگر تحریک جدید کے مطالبات کے ضمن میں حضور (رضی اللہ عنہ) نے جو خاص تحریک فرمائی اس کی بناء پر جماعت میں خاص جوش پیدا ہو گیا اور احباب جماعت نے خدا تعالیٰ کے سامنے جبین نیاز جھکانے میں خاص طور پر زور دینا شروع کیا اور نمازوں میں عاجزانہ دُعاؤں کا ذوق و شوق پہلے سے بہت بڑھ گیا اور جماعت میں ایک نئی رُوحانی زندگی پیدا ہو گئی۔

فصل چہارم

خاندانِ مسیح موعودؑ کی قربانیاں

جس طرح دوسری احمدی جماعتوں میں قادیان کی [illegible] جماعت نے تحریک جدید کے چندہ اور دوسرے مطالبات کی تکمیل میں سب سے عمدہ نمونہ دکھایا۔ اسی طرح قادیان کی جماعت میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان تحریک جدید کی قربانیوں میں بالکل ممتاز اور منفرد تھا چنانچہ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور صاحبزادی حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اور خاندان مسیح موعودؑ کے دوسرے افراد نے قربانیوں کی قابل رشک یادگار قائم کی۔[3]

۱؎ "الفضل" ۱۶ر دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱ کالم ۱ ۔ ۲؎ "الفضل" ۱۵ر فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۶ کالم ۴ ۔

۳؎ چندہ کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب "تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین"۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا وجود مجسّم تحریک جدید بن گیا

خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں سب سے بڑھ کر جس شخصیت نے تحریک جدید کے مطالبات پر پُوری شان سے عمل کر کے دکھایا وہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تھے جن کی پوری زندگی تحریک جدید کو کامیاب بنانے میں صرف ہوئی حتیٰ کہ آپ کا مقدّس وجود مجسّم تحریک جدید بن گیا۔

حضورؓ کی مصروفیات

تحریک جدید کے ابتدائی ایام میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مصروفیات کا یہ عالم تھا کہ کبھی ایک بجے رات سے پہلے سو نہیں سکے اور بعض اوقات صبح تین چار بجے تک کام میں منہمک رہے۔ حضورؓ کی بے پناہ مصروفیت کی کسی قدر تفصیل حضورؓ کے اپنے ہی الفاظ میں ملاحظہ ہو:۔

۱۔ "۱۷-۱۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء سے لے کر آجتک سوائے چار پانچ راتوں کے مَیں کبھی ایک بجے سے پہلے نہیں سو سکا اور بعض اوقات دو تین چار بجے سوتا ہوں۔ بسا اوقات کام کرتے کرتے دماغ معطّل ہو جاتا ہے۔ مگر مَیں سمجھتا ہوں کہ جب اسلام کا باطل سے مقابلہ ہے تو میرا فرض ہے کہ اسی راہ میں جان دے دوں اور جس دن ہمارے دوستوں میں یہ بات پیدا ہو جائے وہی دن ہماری کامیابی کا ہو گا۔ کام جلدی جلدی کرنے کی عادت پیدا کرو۔ اُٹھو تو جلدی سے اُٹھو۔ چلو تو چُستی سے چلو کوئی کام کرنا ہو تو جلدی جلدی کرو اور اس طرح جو وقت بچے اسے خدا کی راہ میں صَرف کرو۔ میرا تجربہ ہے کہ زیادہ تیزی سے کام کیا جا سکتا ہے مَیں نے ایک ایک دن میں سو سو صفحات لکھے ہیں اور اس میں گو بازو شل ہو گئے اور دماغ معطل ہو گیا۔ مگر مَیں نے کام کو ختم کر لیا۔ اور یہ تصنیف کا کام تھا جو سوچ کر کرنا پڑتا ہے۔ دوسرے کام اس سے آسان ہوتے ہیں۔ اسی ہفتہ میں مَیں نے اندازہ کیا ہے کہ مَیں نے دو ہزار کے قریب رقعے اور خطوط پڑھے ہیں اور بہتوں پر جواب لکھے ہیں اور روزانہ تین چار گھنٹے ملاقاتوں اور مشوروں میں بھی صرف کرتا رہا ہوں۔ پھر کئی خطبات صحیح کئے ہیں۔ اور ایک کتاب کے بھی دو سو صفحات درست کئے ہیں بلکہ اس میں ایک کافی تعداد صفحات کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہے۔"[ل]

۲۔ "میرا کام سپاہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ میرا فرض یہی ہے کہ اپنے کام پر ناک کی سیدھ چلتا جاؤں اور اسی میں جان دے دُوں۔ میرا یہ کام نہیں کہ عمر دیکھوں۔ میرا کام یہی ہے کہ مقصود کو سامنے رکھوں

ل "الفضل" ۱۲ فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۱+

اور اُسے پورا کرنے کی کوشش میں لگا رہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مَیں اس یقین سے کھڑا ہوں کہ یہ مقصود ضرور حاصل ہوگا اور یہ کام پورا ہوکے رہے گا۔ یہ رات دن میرے سامنے رہتا ہے اور بسا اوقات میرے دل میں اتنا جوش پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو مَیں دیوانہ ہو جاؤں۔ اس وقت ایک ہی چیز ہوتی ہے جو مجھے ڈھارس دیتی ہے اور وہ یہ کہ میری یہ سکیمیں سب خدا کے لئے ہیں اور میرا خدا مجھے ضائع نہیں کرے گا ورنہ کام کا اور فکر کا اس قدر بوجھ ہوتا ہے کہ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عقل کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹ جائے گا اور مَیں مجنون ہو جاؤں گا مگر اللہ تعالیٰ نفس پر قابو دیتا ہے۔ ظُلمت میں سے روشنی کی کرن نظر آنے لگتی ہے۔ اور چاروں طرف مایُوسی ہی مایُوسی کے معاملات کو اللہ تعالیٰ امید اور خوشی سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ معاملہ شروع سے ہے۔" [۱]

۴۔ "یہ زمانہ ہمارے لئے نہایت نازک ہے۔ مجھ پر بیسیوں راتیں ایسی آتی ہیں کہ لیٹے لیٹے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنون ہونے لگا ہے اور مَیں اُٹھ کر ٹہلنے لگ جاتا ہوں۔ غرض یہی نہیں کہ واقعات نہایت خطرناک پیش آ رہے ہیں۔ بلکہ بعض باتیں ایسی ہیں جو ہم بیان نہیں کر سکتے۔ مجھے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا قول یاد آتا ہے۔ کسی نے ان سے کہا خالد کو آپ نے کیوں معزول کر دیا۔ آپ نے فرمایا تم اس کی وجہ پوچھتے ہو۔ اگر میرے دامن کو بھی پتہ لگ جائے کہ مَیں نے اُسے کیوں ہٹایا تو میں دامن کو پھاڑ دُوں۔ تو سلسلہ کے خلاف ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ جو میری ذات کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور جو کچھ مَیں بتاتا ہوں وہ بھی بہت بڑا ہے اور اس سے بھی نیند حرام ہو جاتی ہے اور مَیں اپنے ساتھ کام کرنے والوں کی نیند حرام کر دیا کرتا ہوں . . . . شریعت کہتی ہے کہ اپنے جسم کا بھی خیال رکھو مگر پھر بھی مصروفیت ایسی ہے کہ جسمانی تکلیف کی کوئی پروا نہیں کی جا سکتی" [۲]

پھر فرمایا:۔

"بعض لوگوں کو مَیں نے دیکھا ہے کہ تکلیف سے گھبرا جاتے ہیں یا کہیں زیادہ تنخواہ کی امید ہو تو چلے جاتے ہیں۔ بعض کام سے جی چُراتے ہیں۔ بعض کام کے عادی نہیں ہوتے حالانکہ وقف کے معنی یہ ہیں کہ سمجھ لیا جائے اب اسی کام میں موت ہوگی نہ دن کو آرام ہو نہ

[۱] "الفضل" ۱۲ فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ کالم ۲ ۔

[۲] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء صفحہ ۹۰ - ۹۱ ۔

رات کو نیند آئے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ حقیقی جوش سے کام کرنے والے کی نیند اکثر خراب ہو جایا کرتی ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ کئی دفعہ چارپائی پر لیٹ کر کئی کئی گھنٹے فکر سے نیند نہیں آتی اور سلسلہ کے کاموں کے متعلق سوچنے اور فکر کرنے میں دماغ لگا رہتا ہے۔ پس کام کرنے والے کے لئے نیند بھی نہیں ہوتی۔ قرآن کریم نے جو کہا ہے کہ مومن سوتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے دین کی فکر میں ہی تھک کر سو جاتے ہیں۔ اس لئے نیند میں بھی اُن کا دماغ دین کے کام میں لگا رہتا ہے۔" [1]

اسی تعلق میں یہ بھی فرمایا:۔

"یاد رکھو اس وقت ہم میدانِ جنگ میں ہیں اور میدانِ جنگ میں چلنا پھرنا برداشت نہیں کیا جاسکتا بلکہ دوڑنا چاہیئے۔ اس وقت ضرورت تھی اس بات کی کہ جماعت احمدیہ کے بچے بچے کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی جاتی کہ ہم اسلام کے لئے قُربان ہونے والی بھیڑیں اور بکریاں ہیں اور ہم اس بات کے لئے تیار ہیں کہ ہماری گردنوں پر چھری چلا دی جائے۔ پھر انہیں رات اور دن یہ بتایا جاتا کہ مغرب کے مذبح پر اپنے آپ کو قُربان نہیں کرنا بلکہ مغرب کو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دروازہ پر لاکر ذبح کرنا ہے۔" [2]

حضرت امیر المومنینؓ اور حضور کے اہلبیت کا بےنظیر مالی جہاد

تحریک جدید کے ریکارڈ کے مطابق حضور نے اپنی جیب خاص سے ۱۹ سال میں ایک لاکھ اٹھارہ ہزار چھ سو چھیاسی (۱,۱۸,۶۸۶) روپے چندہ تحریک جدید میں عطا فرمائے۔ علاوہ ازیں اپنی ایک قیمتی زمین تحریک جدید کو مرحمت فرمائی جو تحریک جدید نے ایک لاکھ باون ہزار سات سو (۱,۵۲,۷۰۰) روپے میں فروخت کی۔ اس طرح حضورؓ کی طرف سے تحریک جدید کو کُل دو لاکھ اکہتر ہزار تین سو چھیاسی (۲,۷۱,۳۸۶) روپے آمد ہوئی۔[3]

حضورؓ کے اہلبیت نے بھی تحریک جدید میں سرگرم حصّہ لیا۔ جو حضور کے فیض تربیت اور روحانی توجہ کا نتیجہ تھا۔[4]

دیگر مطالبات میں مشعل راہ

حضرت امیر المومنینؓ ذاتی طور پر کتنی سختی سے مطالبات تحریک جدید پر کاربند رہے، حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کے درج ذیل

---

[1] "الفضل" ۳ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰ ۞ [2] "رپورٹ مجلس مشاورت" ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۳-۲۴ ۞ [3] "تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین" صفحہ ۵۶ (مرتبہ چوہدری برکت علی خاں صاحبؓ شائع کردہ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ جون ۱۹۵۹ء)

[4] "ایضاً"

بیان سے بخوبی لگ سکتا ہے۔ آپ تحریر فرماتی ہیں :۔

"ڈلہوزی کا واقعہ ہے کہ آپ میز پر کھانا کھانے کے لئے تشریف لائے۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتی ہوں کہ آپ خاموشی سے بغیر کھانا کھائے اپنے کمرے میں چلے گئے ہیں۔ مَیں کچھ نہ سمجھ سکی کہ آپ کی ناراضگی کی وجہ کیا ہے؟ سب حیران تھے کہ اب پھر تمام دن فاقہ سے رہیں گے اور کام کی اس قدر بھرمار ہے کہیں آپ کو ضُعف نہ ہو جائے۔ آخر میرے پوچھنے پر حضرت بڑی آپا جان (امی جان) نے بتایا کہ حضرت اقدسؓ نے اپنے کمرہ میں جا کر چِٹ بھجوائی ہے کہ مَیں نے تحریک جدید کے ماتحت روکا ہوا ہے کہ میز پر صرف ایک ڈش ہوا کرے۔ آج مَیں نے ایک کی بجائے تین ڈش دیکھے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ مَیں کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا" [۱]

لباس کے بارے میں حضورؓ نے یہانتک کفایت شعاری کی کہ چار سال کے عرصہ میں قمیصوں کے لئے کپڑا نہیں خریدا۔ اور تحریک جدید کے آغاز سے پہلے کی قمیصیں ہی سنبھال سنبھال کر کام چلایا۔ بطور تحفہ کوئی کپڑا آگیا تو اس سے چند قمیصیں بنوا کر گذارہ کر لیا۔ [۲]

اس سے بڑھ کر یہ کہ اب انداز فکر میں یہ تبدیلی واقع ہو گئی کہ یہ خیال دامنگیر رہنے لگا کہ خرچ کس طرح کم کریں۔ اسی طرح برف کا استعمال شروع میں ترک کر دیا اور گرمیوں کی شدّت کے باوجود سوڈے کی بوتل تک خرید کر پینا گوارا نہیں فرمایا۔ [۳] علاوہ ازیں دوسروں سے آنے والے تحائف کی نسبت بھی آپ نے ہدایت دے دی کہ وہ غریبوں کو بھجوا دیئے جایا کریں۔ چنانچہ انہیں دنوں خود ہی بتایا :۔

"ہمارے گھر میں لوگ تحائف وغیرہ بھیج دیتے ہیں اور مَیں نے ہدایا کو استعمال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے مگر جب وہ میرے سامنے لائے جاتے ہیں تو مَیں کہتا ہوں کہ ایک سے زیادہ چیزیں کیوں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کسی نے تحفۃً بھیج دیا تھا۔ تو مَیں کہتا ہوں کہ ہمارے تعلقات تو ساری جماعت سے ہیں اس لئے ہمارے ہاں تو ایسی چیزیں روز ہی آتی رہیں گی۔ اس لئے جب ایسی چیزیں

---

[۱] "الفضل" ۲۶ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ب کالم ۲-۳۔ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کا مزید کہنا ہے کہ "ہم لوگ اس تحریک کے بعد ایک ہی ڈش دسترخوان پر رکھا کرتے تھے۔ لیکن بعض اوقات وہ ڈش جب پسند نہ ہوتا کبھی نمک مرچ میں یا پکنے میں کمی بیشی رہ جاتی تو ہم لوگ صرف اس خیال سے احتیاطاً ایک کی بجائے دو ڈش حضرت اقدس کے لئے کر لیتے کہ اگر ایک چیز ناپسند ہوئی تو دوسری سامنے رکھ دیں گے۔ مقصد یہ تھا کہ حضور کچھ نہ کچھ کھا لیں۔"

[۲] "الفضل" ۲ دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۶۔ [۳] "الفضل" ۱۲ جون ۱۹۳۹ء صفحہ ۹ کالم ۲۔

آئیں تو کسی غریب بھائی کے ہاں بھیجدیا کرو۔ ضروری تو نہیں کہ سب تم ہی کھاؤ۔ اس سے غرباء سے محبت کے تعلقات بھی پیدا ہو جائیں گے۔ اور ذہنوں میں ایک دوسرے سے اُنس ہوگا "[1]

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے سب بچوں کو مستقل طور پر وقف فرما دیا اور اپنی جیب سے اُن کے تعلیمی اخراجات ادا فرمائے اور اس کے بعد اُن کو سلسلہ احمدیہ کے سپرد فرما دیا۔ چنانچہ حضور نے ایک بار فرمایا کہ:-

"مَیں نے اپنا ہر ایک بچہ خدا تعالیٰ کے دین کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ میاں ناصر احمد وقف ہیں اور دین کا کام کر رہے ہیں۔ چھوٹا بھی وقف ہے اور مَیں سوچ رہا ہوں کہ اسے کس طرح دین کے کام پر لگایا جائے۔ اس سے چھوٹا ڈاکٹر ہے۔ وہ امتحان پاس کر چکا ہے اور اب ٹریننگ حاصل کر رہا ہے تا سلسلہ کی خدمت کر سکے۔ اس عرصہ میں دوسرے دونوں سلسلہ کے کام پر لگ چکے ہیں الحمدللہ باقی چھوٹے پڑھ رہے ہیں اور وہ سب بھی دین کے لئے پڑھ رہے ہیں۔ میرے تیرہ لڑکے ہیں اور تیرہ کے تیرہ دین کے لئے وقف ہیں۔"[2]

ہاتھ سے کام کرنے کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لئے حضورؓ نے **"وقارِ عمل"** کا نہایت پیارا طریق جاری فرمایا۔ اور اپنے ہاتھ سے مٹی کی ٹوکری اُٹھا کر ایک عظیم الشان اُسوہ پیش کیا۔

حضورؓ فرماتے ہیں کہ :-

"جب پہلے دن مَیں نے کہی پکڑی اور مٹی کی ٹوکری اُٹھائی تو کئی مخلصین ایسے تھے جو کانپ رہے تھے اور وہ دوڑے دوڑے آتے اور کہتے حضور تکلیف نہ کریں ہم کام کرتے ہیں اور میرے ہاتھ سے کہی اور ٹوکری لینے کی کوشش کرتے۔ لیکن جب چند دن مَیں نے اُن کے ساتھ مل کر کام کیا تو پھر وہ عادی ہو گئے اور وہ سمجھنے لگے کہ یہ ایک مشترکہ کام ہے جو ہم بھی کر رہے ہیں اور یہ بھی کر رہے ہیں"[3]

الغرض جماعت احمدیہ کے مقدس امام و قائد کی حیثیت سے حضور نے تحریک جدید کے احکام اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل طور پر نافذ کر دکھائے جو سلسلہ احمدیہ کے لئے ہمیشہ مشعلِ راہ کا کام دیں گے۔

---

[1] "الفضل" ۱۷ جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ کالم ۱۔ [2] "رپورٹ مجلس مشاورت" ۱۹۴۴ء صفحہ ۷۵۔ مشاورت ۱۹۵۴ء میں حضور نے مزید فرمایا "آخر میرے تیرہ بیٹوں نے زندگیاں وقف کی ہیں یا نہیں . . . . . وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے وقف چھوڑا تو مَیں نے ان کی شکل نہیں دیکھنی۔ میرے ساتھ اُن کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔" (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۴ء صفحہ ۷۲)

[3] "رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۴۷۔

فصل پنجم

دفتر تحریکِ جدید کا قیام اور اُس کا ابتدائی ڈھانچہ

تحریک جدید جیسی عظیم الشان اور عالمی تحریک کے دفتر کا آغاز نہایت مختصر صورت اور بظاہر معمولی حالت میں ہوا۔ شروع میں اس کے لئے کوئی مستقل عمارت نہیں تھی۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی منظوری سے دفتر پرائیویٹ سکرٹری قادیان کا ایک کمرہ مخصوص کر دیا گیا تھا۔

پہلے واقف زندگی کارکن

تحریک جدید کے سب سے پہلے واقف زندگی کارکن مرزا محمد یعقوب صاحب[1] تھے جن کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نومبر ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کے مختلف مطالبات پر لبیک کہنے والوں اور وقف زندگی کرنے والوں کی فہرستیں تیار کرنے کا کام سپرد فرما دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان کی نسبت اپنے قلم سے تحریر فرمایا "وہ سب سے پرانے کارکن ہیں"۔[2]

۲۷ جنوری ۱۹۳۵ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شیخ یوسف علی صاحب (پرائیویٹ سیکرٹری) کو منظور شدہ واقفین کی نسبت ارشاد فرمایا:-

> "وقف کنندگان سے کہیں کہ وقف کے صحیح معنوں کے مطابق انہیں دفتروں میں آجکل کام کرنا چاہیئے کہ آجکل کام بڑھا ہوا ہے۔ مرزا محمد یعقوب صاحب تو پہلے ہی کام کرتے ہیں۔ دوسروں کو بھی چاہیئے"

چونکہ تحریک جدید کے اعلان نے جماعت میں زبردست بیداری پیدا کر دی تھی اور عام جوش و خروش کی وجہ سے بیرونی ڈاک میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا اس لئے واقفین زندگی کے ہاتھ بٹانے کے باوجود دفتر پرائیویٹ

---

[1] (ولادت ۱۹۰۸ء) آپ نے نومبر ۱۹۳۴ء کو اپنے والد مرزا محمد اشرف صاحب (محاسب صدر انجمن احمدیہ) کے توسط سے وقف زندگی کی درخواست پیش کی جو حضور نے قبول فرمائی۔ ۱۱ نومبر ۱۹۳۴ء سے آپ نے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں کام شروع کیا اور ۲۰ نومبر ۱۹۳۴ء سے آپ تحریک جدید کے باقاعدہ کارکن قرار پائے۔

[2] حضورؓ نے یہ الفاظ حافظ عبدالسلام صاحب (حال وکیل المال ثانی) کے ایک مکتوب محررہ ۲۲ جولائی ۱۹۵۲ء پر رقم فرمائے۔ اصل خط وکالت دیوان کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

سیکرٹری کے عملہ کو رات کے وقت بھی مسلسل کام کرنا پڑتا تھا چنانچہ شیخ یوسف علی صاحب اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ "یہ سارا کام دفتر میں ہی تھا جس کے سبب کام پہلے سے دُگنا ہو گیا۔ باوجود بعض واقفین سے کام لینے کے دفتر کے کارکنان کو علاوہ دفتر ٹائم کے راتوں کو بیٹھ کر کام کرنا پڑا۔ اور ڈاک کی بروقت تعمیل میں پوری کوشش کی"[۱]

فنانشل سیکرٹری کا تقرر

جہاں تک تحریک جدید کے مالی مطالبات سے متعلق کام کا تعلق تھا یہ خدمت سیدنا حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ۲۷ نومبر ۱۹۳۴ء (۱۳۱۳ ہش) سے چودھری برکت علی خاں صاحب کو سپرد فرمائی اور ان کو فنانشل سکرٹری مقرر کیا۔ چودھری برکت علی صاحب اس عہدہ پر قریباً ربع صدی تک فائز رہے۔ اور یکم اپریل ۱۹۵۸ء کو ریٹائر ہوئے۔ بعد میں یہ عہدہ "وکیل المال" کے نام سے موسوم ہوا۔

اپنے زمانہ عمل میں حضرت چودھری صاحب رضی اللہ عنہ نے اتنی محنت، اخلاص اور فرض شناسی سے کام کیا کہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا:-

"چودھری برکت علی صاحب کو مہینوں رات کے ۱۲ بجے تک تحریک جدید کا کام کرنا پڑا۔ اسی طرح تحریک جدید کے دفتر کے کام کرنے کا وقت ۱۲ گھنٹے مقرر ہے۔ اس سے زیادہ ہو جائے تو ہو جائے کم نہیں کیونکہ یہ اقل مقدار ہے"[۴]

پھر فرمایا:-

"چودھری برکت علی صاحب . . . . ان چند اشخاص میں سے ہیں جو محنت، کوشش اور اخلاص سے کام کرنے والے ہیں اور جن کے سپرد کوئی کام کر کے پھر انہیں یاد دہانی کی ضرورت نہیں ہوتی"

نیز ارشاد فرمایا:-

"جہاں تک روپیہ جمع کرنے کا سوال ہے۔ میں چوہدری برکت علی خاں صاحب کے کام پر بہت ہی خوش ہوں۔ انہوں نے تحریک جدید میں حیرت انگیز طور پر روپیہ جمع کرنے کا کام کیا ہے"[۵]

---

[۱] رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۳۴ء لغایت ۳۰ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۲۰۲۔

[۲] اصحاب احمد جلد ہفتم صفحہ ۲۳۲ مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے ناشر احمدیہ بکڈپو ربوہ ضلع جھنگ پاکستان طبع اول اگست ۱۹۶۰ء

[۳] اس سلسلہ میں ناظر صاحب بیت المال کی طرف سے "الفضل" ۱۶ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۲ کالم ۲ پر حسب ذیل اعلان شائع ہوا:- "حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حال کے خطبات میں جو مالی مطالبات مختلف رنگوں میں احباب جماعت سے کئے گئے ہیں۔ ان کے متعلق تحریک اور خط و کتابت اور حساب کتاب رکھنے کا کام چوہدری برکت علی خاں صاحب سرانجام دیں گے جو آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ ہیں۔"

[۴] "رپورٹ مجلس مشاورت" ۱۹۳۵ء صفحہ ۹۰-۹۱۔

[۵] "رپورٹ مجلس مشاورت" ۱۹۴۵ء صفحہ ۹۵-۹۶۔

غرضکہ تحریک جدید کی تاریخ میں چودھری صاحب موصوف کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

دفتر فنانشل سیکرٹری کے ابتدائی متفرق کوائف

چودھری برکت علی صاحبؒ کا بیان ہے کہ:-

" ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء کو حضور نے ایک خطبہ کے ذریعے تحریک جدید کا آغاز فرمایا اور اس کے دوسرے دن صبح ہی حضور لاہور تشریف لیجا رہے تھے۔ احمدیہ چوک حضور کے انتظار میں کھچا کھچ احباب کرام سے بھرا ہوا تھا کہ حضور مسجد مبارک کی چھوٹی سیڑھیوں سے جو دفتر محاسب کے قریب کھلتی ہیں تشریف لائے۔ خاکسار دفتر محاسب کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ خاکسار نے السلام علیکم عرض کر کے مصافحہ کیا تو حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ آپ تحریک کا کام شروع کر دیں اور ایک ہزار احباب کے پتے نکالیں۔ خاکسار نے دل میں آمنّا و صدّقنا کہا۔ حضور لاہور سے جمعرات کے دن واپس تشریف لائے تو خاکسار نے ایک ہزار کی فہرست پیش کر دی ۔ . . . ."

" اس تحریک کے وعدوں کے خطوط آ رہے تھے۔ حضور نے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کو حکم دیا کہ وہ ان کا حساب بنا کر پیش کریں۔ مگر دفتر جو حساب پیش کرتا وہ حضور کے اپنے ذہنی حساب سے نہ ملتا۔ اس پر ایک جمعرات کی نماز مغرب کے بعد خاکسار کو فرمایا کہ آپ وعدوں کے تمام خطوط دفتر سے لے کر اُن کا حساب بنا کر کل دس بجے قبل جمعہ پیش کریں۔ مَیں اس بارہ میں اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ مَیں اسی وقت دفتر پہنچا۔ دیکھا تو میز پر خطوط پڑے تھے۔ دفتر والوں نے کہا یہی سارے خط ہیں آپ لے لیں۔ مَیں نے گنے تو پانصد خطوط تھے۔ مَیں اسی وقت پہلے محلہ دارالسعۃ گیا۔ وہاں مَیں نے خواجہ معین الدین صاحب اور قاری محمد امین صاحب کو ڈیڑھ ڈیڑھ سو خطوط دے کر کہا کہ آج ساری رات کام کرنا تا صبح ہی حساب مل جائے۔ انہوں نے خوشی سے کہا کہ جب تک ہم یہ کام پورا نہ کر لیں آرام نہ کریں گے اور دو سَو خط مَیں نے اپنے واسطے رکھے۔ صبح جب مَیں اُن کے پاس پہنچا تو دونوں نے حساب تیار کر لیا ہوا تھا۔ مجھے دے دیا۔ . . . مَیں نے یکجائی حساب بنایا تو ساڑھے سولہ ہزار کے وعدے ہوئے۔ مَیں ۹½ بجے محلہ دارالفضل سے اپنے گھر سے شہر کو آ رہا تھا۔ خان میر خان صاحب حضور کے باڈی گارڈ ملے۔ انہوں نے کہا کہ حضور آپ کو یاد فرماتے ہیں۔ مَیں نے پیش ہو کر عرض کیا کہ حضور ساڑھے سولہ ہزار وعدوں کی میزان ہے۔ حضور نے فرمایا درست معلوم ہوتی ہے۔ میرے ذہنی حساب سے ملتی ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ حضور نے مطالبہ ساڑھے سترہ ہزار کا فرمایا تھا۔ کل اور آج کی

ڈاک حضور کے پاس ہے اس میں ایک ہزار سے اُوپر کے ہی وعدے ہوں گے۔ اس لئے ساڑھے سترہ ہزار کا اعلان فرمائیں۔ فرمایا میں نے جو حساب ابھی دیکھا نہیں اس کا اعلان کس طرح کر سکتا ہوں۔ میں نے جو دیکھ لیا ہے اس کا ہی اعلان کیا جا سکتا ہے۔ جو دیکھا نہیں اس کا اعلان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضور نے خطبہ میں ½ ۱۶ ہزار کا ہی ذکر فرمایا۔"

"اللہ تعالیٰ کا خاکسار پر کتنا بڑا فضل و احسان ہوا کہ مجھے ایک ساتھ چار کام کرنے کا موقعہ عطا فرمایا۔ کشمیر فنڈ اور دارالانوار کے کام کے لئے مجھے دو مددگار بھی مل گئے تھے۔ لیکن آڈیٹر اور تحریک جدید کا کام خاکسار اکیلا ہی کر رہا تھا۔ حضور کی خدمت میں روزانہ رپورٹ پیش کرنے کے لئے حسابات بنانے اور خطوط کی منظوری کی روزانہ اطلاع دینے اور تحریک جدید کی رپورٹ پیش کرنے کے بعد مزید تکمیل کے لئے دفتر کی پابندی کا سوال ہی نہ رہا اور نہ ہی میں نے ۱۹۰۷ء سے ۱۹۰۸ء اور پھر ۱۹۰۹ء سے اب تک اس کا خیال کیا کہ دفتر کا وقت ختم ہو گیا چلو گھر چلیں۔ بلکہ یہ بات گھٹی میں پڑی ہوئی تھی کہ جب تک روزانہ کا کام ختم نہ ہو دفتر بند نہ ہو۔ اگر ضرورت پڑے تو گھر لے جا کر روزانہ کام ختم کرو۔ پس میں نے دفتر کے وقت کا خیال نہیں رکھا بلکہ روزانہ کام ختم کرنا اصول بنایا . . . ."

"اتفاق کی بات ہے کہ تحریک جدید کا دفتر حضور کے قصرِ خلافت میں تھا۔ خاکسار تو رات کے دس بجے یا کبھی بارہ بجے تک کام کرتا مگر حضور ایک دو بجے تک عموماً اور بعض دفعہ ساری رات بھی کام کرتے اور نماز فجر پڑھانے کے لئے تشریف لے جاتے۔ جب خاکسار کا آقا ساری ساری رات کام کرتا تھا تو میرے لئے کیا عذر تھا کہ زیادہ وقت لگا کر کام پورا نہ کروں۔"

"حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جہاں وعدوں کے ہر خط پر رقم اور جزاکم اللہ احسن الجزاء اپنی قلم سے ارقام فرماتے وہاں اس کے متعلق اور بھی کوئی بات ہوتی تو اُسے بھی خاکسار کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے لکھ دیتے تا خاکسار صحیح طریق اختیار کرے۔ اسی طرح عام ڈاک میں بھی ہر خط پر حضور کا نوٹ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی ہدایت کے لئے ہوتا۔ تحریک جدید کے خطوط کے نوٹ تو میں نے نہایت احتیاط سے محفوظ رکھے تھے کیونکہ خاکسار نے پانچویں سال میں ہی ارادہ کر لیا تھا کہ حضور کے ارشادات کسی نہ کسی طرح ضرور شائع کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ مگر ؎

مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

وہ تمام ذخیرہ پاکستان آتے وقت ساتھ نہ لا سکا سوائے تحریک جدید کے رجسٹروں کے" [1]

پھر لکھتے ہیں :-

"مجھے خوب یاد ہے کہ پہلے سال کے وعدوں کی آخری میعاد پندرہ جنوری ۱۹۳۵ء یعنی کل ڈیڑھ ماہ اور وعدوں کے خطوط ۲۳ جنوری تک آئے جن کی میزان ایک لاکھ دس ہزار ہوئی جو تحریک کے مطالبہ ۲۷ ہزار سے چار گنا تھی۔ یہ جماعت کے اخلاص اور حضور کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ خاکسار جو روزانہ تفصیلی رپورٹ دیتا تھا، ۲۳ جنوری کے بعد اُسے خاکسار نے بند کر دیا اور یہ خیال کیا کہ اب صدر انجمن احمدیہ کے قواعد کے مطابق ہفتہ وار رپورٹ پیش کیا کروں گا۔ تین دن متواتر رپورٹ نہ ملنے پر حضور نے خاکسار کو بُلا کر پوچھا کہ رپورٹ تین دن سے کیوں نہیں دی۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اب وعدے آچکے ہیں خاکسار آئندہ بہ طریق صدر انجمن احمدیہ ہفتہ وار رپورٹ پیشِ حضور کرے گا۔ اس پر فرمایا میرے ساتھ کام کرنے والے کو روزانہ رپورٹ مجھے پہنچا کر دفتر بند کرنا ہوگا۔

پس اُس دن سے آج کا دن ہے کہ خاکسار بلاناغہ تفصیلی رپورٹ روزانہ بہ توفیق الٰہی حضور اقدس کی خدمت میں پیش کرتا رہا ہے فالحمد للہ" [2]

نیز تحریر کرتے ہیں کہ :-

"جنوری ۱۹۳۵ء کا ذکر ہے کہ تحریک جدید کے بارے میں ایک دوست کو مَیں نے خط لکھا۔ ایک لفظ مجھ سے نادانستہ ایسا لکھا گیا جس سے اس دوست نے میرے لہجہ کو حاکمانہ سمجھ کر حضور کی خدمت میں میری شکایت کی۔ اس وقت تحریک کی ساری خط وکتابت حضور کی خدمت میں آتی تھی۔ حضور نے خاکسار کو بُلا کر پوچھا کہ کیا آپ نے کسی کو یہ لفظ لکھا تھا۔ مَیں نے معاً عرض کیا کہ حضور! لکھا تھا۔ اس پر حضور نے جو کچھ فرمایا اُس کا مفہوم یہ تھا کہ :-

یہ تو حاکمانہ طریق ہے میرے ساتھ جس نے کام کرنا ہے اسے اسلامی شعار اختیار کرنا ہوگا کیونکہ میرا کام اسلام کا استحکام اور اس کا مضبوط کرنا ہے۔

پس اس دن سے مَیں نے حضور کے ارشادات کی روشنی میں تعمیل کرنا اپنا طریق بنایا۔" [3]

---

[1] "اصحاب احمد" جلد ہفتم طبع اوّل صفحہ ۲۳۲ تا صفحہ ۲۳۶ (مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے) ناشر احمدیہ بکڈپو ربوہ طبع اوّل اگست ۱۹۶۳ء۔

[2] " " " صفحہ ۲۳۵ (" " " ") " "

[3] " " " صفحہ ۲۳۴-۲۳۵ (" " " ") " "

اسی طرح وہ بیان کرتے ہیں کہ

"مَیں تین ماہ سے اکیلا ہی کام کر رہا تھا کہ ایک دن حضور نے فرمایا . . . . مَیں نے دیکھا ہے کہ آپ اکیلے ہی کام کرتے ہیں۔ آپ ایک کلرک رکھ لیں اُسے تنخواہ مَیں تحریک جدید سے دوں گا۔ چنانچہ مَیں نے پٹیالہ کے ایک پوسٹل کلرک کو رکھ لیا وہ بڑے محنتی اور شوق سے کام کرنے والے تھے۔ میرے ساتھ بڑی رات تک کام کرتے تھے اور وہاں جا کر بیمار ہو کر وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون . . . . اس کے بعد میں نے چوہدری عبدالرحیم صاحب چیمہ کو پندرہ روپے ماہوار پر رکھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے حافظہ ایسا عطا فرمایا ہے کہ وہ تحریک جدید کا دفتری کام اکثر یادداشت سے کرتے۔ بسا اوقات دوست دفتر میں آکر چوہدری صاحب سے اپنا حساب وعدہ و وصولی دریافت کرتے تو آپ زبانی ہی بتا دیتے اور اگر بعض اصرار کرتے کہ ریکارڈ دیکھ کر بتاؤ تو اُن کو رجسٹر سے حساب دکھا کر مطمئن کر دیتے۔ بات یہ ہے کہ چوہدری صاحب نے اپنے ہاتھ سے سارا ریکارڈ رکھا ہوتا تھا اور پھر آمدہ خطوط کے وعدوں کی منظوری دی ہوتی تھی۔ اور وہ کام کو نہایت سرگرمی اور تندہی سے پُورا کرتے۔ دفتر بند نہ ہوتا جب تک کام ختم نہ کر لیتے۔ اگر کام زائد ہوا تو گھر لے جا کر پُورا کرتے۔"[۲]

صیغہ امانت جائیداد

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ تحریک جدید کے مطالبہ ۲ کے مطابق جو رقوم باہر سے آتی تھیں ان کا حساب اور خرچ کا انتظام "صیغہ امانت جائیداد" کا فرض تھا۔

اس صیغہ کے سکرٹری حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور انچارج دفتر حضرت مولوی فخر الدین صاحب آف گھوگھیاٹ تھے۔

تحریک جدید کا پہلا بجٹ (خرچ)

تحریک جدید کا پہلا بجٹ ۶/۲/۶۱۷۸۲ روپے کا تھا جس کی تفصیل صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ریزولیوشن ۱۷۸ مؤرخہ ۸ر مئی ۱۹۳۵ء میں ملتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"رپورٹ ناظر اعلیٰ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کا بجٹ ارسال فرمایا ہے جو کہ مبلغ ۶/۲/۶۱۷۸۲ روپیہ کا ہے۔ حضور کا ارشاد حسب ذیل ہے:-

"تحریک جدید کا بجٹ ارسال ہے۔ اسے صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ کے ساتھ شامل کر لیں۔ اس کے

[۱] تحریک جدید میں تقرری ۶ مئی ۱۹۳۵ء
[۲] "اصحاب احمد" جلد ہفتم صفحہ ۲۲۵ - ۲۲۶

مطابق رقم اس مدّ سے خزانہ صدر انجمن میں داخل ہوتی رہے گی۔ یہ بجٹ یکم مئی ۱۹۳۵ء سے ۳۰ اپریل ۱۹۳۶ء تک کا ہے۔ اس کے بِلوں کے پاس ہونے کا یہ طریق مقرر کیا جائے کہ بِلوں پہ انچارج تحریک جدید کے دستخط ہوں۔ لیکن جیسے کہ زکوٰۃ کے بِلوں کا قاعدہ ہے میرے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ بِل کو مکمل سمجھا جائے۔[1]"

مستقل دفتر کا قیام اور اس کے پہلے انچارج

تحریک جدید کے دفتر کا مستقل صورت میں قیام آخر جنوری ۱۹۳۵ء میں ہوا جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور بوتالوی[2] کو انچارج تحریک جدید مقرر فرمایا اور قصرِ خلافت قادیان کے ایک کمرہ میں جو چوبی سیڑھیوں سے ملحق تھا دفتر تحریک جدید قائم کیا گیا جو کئی سال تک دفتر پرائیویٹ سکرٹری کے اس کمرہ ہی میں رہا۔ بعد ازاں جب کام وسعت اختیار کر گیا تو حضرت سید ناصر شاہ صاحبؓ کے ایک حصہ مکان میں بیرونی مشنوں اور تجارتی شعبہ کا دفتر کھول دیا گیا۔ مگر جب یہ جگہ بھی ناکافی ثابت ہوئی تو حضرت شاہ صاحبؓ کے مکان سے متصل زمین میں تحریک جدید کی اپنی مستقل عمارت تعمیر کی گئی جہاں ۱۹۴۷ء تک تحریک جدید کے مختلف شعبے مصروفِ عمل رہے۔

جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۶ء تک تحریک جدید کے انچارج رہے۔ "مولوی صاحب موصوف نے گیارہ بارہ سال سوائے وکالت مال کے کام کے سارا کام اکیلے کیا۔ وہ ابتدائی تنظیم کی حالت تھی کام میں توزع نہ تھا لیکن ذمہ داری کا کام تھا۔ اور مولوی صاحب نے اپنی استطاعت کے مطابق اچھا نبھایا۔" جیسا کہ مجلس تحریک جدید نے ۱۲ مارچ ۱۹۵۱ء کو اپنی ایک مخصوص قرارداد (۲۶۷) میں آپ کی خدمات کا اقرار کیا۔[4]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زرین ہدایات

جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کا بیان ہے:-

"جب جنوری ۱۹۳۵ء میں حضورؓ نے مجھے انچارج تحریک جدید مقرر فرمایا تو حضور نے اپنے ساتھ کام کرنے کے ضمن میں بعض نہایت قیمتی ارشادات خود فرمائے جو میرے لئے اس سارے عرصہ میں مشعلِ راہ رہے۔ . . .

---

[1] ریکارڈ صدر انجمن احمدیہ ریزولیوشن ۱۷۱ مورخہ ۸ مئی ۱۹۳۵ء۔ [2] ابن حضرت مولوی عبداللہ صاحب بوتالویؓ ولادت ۱۳ مئی ۱۹۰۸ء۔ [3] "الحکم" جوبلی نمبر دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۵۸۔

[4] اس عبارت کے بعد جو اوپر متن میں واوین کے درمیان درج کی گئی ہے یہ الفاظ بھی تھے کہ "تحریک جدید مولوی صاحب کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور بطور اظہار تشکر ان کے لئے -/۷۵ روپے ماہوار پنشن تاعمر مقرر کرتی ہے اور اس امر کا اظہار کرنا چاہتی ہے کہ تحریک جدید اور اس کے نام سے تعلق رکھنے والے تمام افراد ان کی خدمات کا اقرار کرتے ہیں۔"

۱۔ جب حضور کسی امر کے متعلق ہدایات دے رہے ہوں تو حضور کے کلام کو قطع نہ کیا جائے۔ بلکہ جب ساری بات ختم ہو جائے تو پھر اگر کسی امر کی تشریح کی ضرورت محسوس ہو تو صرف اس صورت میں کوئی بات دریافت کی جائے۔

۲۔ اگر مَیں چل رہا ہوں تو مجھ سے بات کرنے کی غرض سے میرے چلنے میں رکاوٹ نہ پیدا کی جائے۔ کہ میرا راستہ روکا جاوے بلکہ ساتھ چلتے چلتے اپنی بات کی جائے۔

۳۔ ملاقات کے لئے جس قدر وقت لیا جائے اس وقت میں کام کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔ اگر مزید وقت کی ضرورت ہو تو یا تو اس وقت خاص اجازت لی جائے یا باقی کام کسی دوسرے وقت میں اجازت لے کر کیا جائے۔

۴۔ جس کام کے متعلق مَیں کہہ دُوں کہ پھر پیش ہو تو اس کو جلدی ہی موقعہ حاصل کر کے پیش کر دیا جائے نہ یہ کہ دوبارہ پیش کرنے کے لئے ہفتے یا مہینے لگا دیئے جائیں۔

۵۔ اگر مَیں کسی کام کے متعلق کوئی ہدایت دوں کہ یہ کام اس طور پر کیا جائے تو جو سمجھ میں آئے اس کے مطابق فوراً ہی اس کام کا خاکہ پیش کر دیا جائے تا کہ مجھے تسلی ہو کہ صحیح لائنوں پر یہ کام کیا جا رہا ہے یا کچھ غلط فہمی ہے۔ اور اگر کوئی غلط فہمی ہو تو اس کی فوراً اصلاح کر دی جائے۔

۶۔ اگر ملاقات کے لمبا ہو جانے کی وجہ سے نماز کا وقت آ جائے تو فوراً مجھے یاد دلا دیا جائے کیونکہ بعد میں مجھے اس احساس سے بہت تکلیف ہوتی ہے کہ احباب کو مسجد میں نماز کے لئے اس وجہ سے انتظار کرنا پڑا۔" [1]

اخراجات کے بُنیادی اصُول

مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کے بیان کے مطابق تحریک جدید کے ابتدائی عرصہ میں کئی سال تک یہی دستور رہا کہ کارکنان کسی کام کے سرانجام پا جانے کے بعد اس پر جس قدر اصل خرچ ہوتا اُسے پیش کرتے تھے تا کہ قربانی کا جذبہ اور [illegible] کے لئے کم از کم خرچ کرنے کا جذبہ قائم رہے۔[2]

تحریک جدید کے ابتدائی زمانہ میں حضور نے انور صاحب کو۔ ارشاد فرمایا کہ تم یہ فکر نہ کرو کہ روپیہ کہاں سے آئے گا روپیہ تو اللہ کے فضل سے جس قدر ضرورت ہو گی مہیا ہو جائے گا۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کو کِس کِس کام پر

---

[1] "الفرقان" "حضرت فضل عمر نمبر" دسمبر ۱۹۶۵ء وجنوری ۱۹۶۶ء صفحہ [illegible] - ۶۲

[2] ماہنامہ "خالد" اکتوبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۳۸

خرچ کرنے کی ضرورت ہے جو تجویز بہتر ہوا کرے اُسے پیش کر دیا کرو۔[1]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک بار خود ارشاد فرمایا کہ :۔

"تین چار سال سے ہم اس کوشش میں رہتے ہیں کہ بجٹ بڑھنے نہ دیں۔ لیکن اس کے لئے پہلا قدم یہ ہے کہ ہم بجٹ کو مستقل حدود تک لے آئیں اور پھر مستقل خرچ کم رہے اور ہنگامی اخراجات کے لئے زیادہ رقوم رکھی جائیں چنانچہ تحریک جدید کا اسی لئے مَیں نے الگ فنڈ رکھا ہے اور اس میں عارضی خرچ زیادہ لیکن مستقل خرچ کم رکھا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا ہے کہ کئی ممالک میں نئے مشن کھل گئے ہیں"[2]

واقفین تحریک جدید کی تین اقسام

ابتدا میں نظام تحریک جدید کے تحت تین قسم کے واقفین تھے۔

۱۔ دفتر تحریک جدید کے عملہ میں کام کرنے والے ؛

۲۔ واقفین کا ایک حصہ مدرسین کہلاتا تھا جن میں بعض مرکز سلسلہ میں متعین کئے گئے اور بعض بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے جہاد پر روانہ کئے گئے۔ اوّل الذکر مبلغین اندرونِ ہند کے نام سے اور دوسرے مبلغین بیرونِ ہند کے نام سے پکارے جاتے تھے ؛

۳۔ سروے سکیم میں کام کرنے والے واقفین۔

اس کے بعد جُوں جُوں تحریکِ جدید کا نظام پھیلتا گیا واقفین کو مختلف شعبوں میں لگایا جانے لگا۔

بیرونی مشنوں کے سیکرٹری

جب بیرونی ممالک سے ان نوجوانوں کی، تحریک جدید کے ابتدائی مشنوں کے قیام پر رپورٹیں آنا شروع ہوئیں اور انگریزی میں خط و کتابت کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضورؓ نے مولوی نورالدین صاحب مُنیر کو سیکرٹری فارن مشنز تجویز فرمایا۔[3]

سیکرٹری تجارت و صنعت

اسی طرح تجارتی اور صنعتی رپورٹوں کی آمد پر حضرت اقدس کی ہدایت پر حضرت مولوی ذوالفقار علی خاں صاحبؓ گوہر سیکرٹری تجارت و صنعت مقرر ہوئے اور بیرونی ممالک سے مختلف اشیاء درآمد کی جانے لگیں۔[4]

---

[1] ماہنامہ "خالد" ربوہ جولائی ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۶ - ۱۷ ؛

[2] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۴۷ء صفحہ ۶۸ ؛

[3] ماہنامہ "تحریک جدید" ربوہ اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۷ ؛

[4] "ایضاً" صفحہ ۷ - ۸ ؛

فصل ششم

اندرونِ مُلک میں تحریک جدید کی ابتدائی سرگرمیاں

تحریک جدید کے ابتدائی سہ سالہ دَور میں اندرونِ مُلک متعدد عظیم الشّان کام انجام پائے جن کا ذیل میں بالاختصار تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اہم ٹریکٹوں کی اشاعت اس دَور میں تحریک جدید کی طرف سے سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے مندرجہ ذیل رقم فرمودہ ٹریکٹ بڑی کثرت سے شائع کئے گئے:۔

"ڈاکٹر سر محمد اقبال اور احمدیہ جماعت"۔ "زلزلہ کوئٹہ بانی سلسلہ احمدیہ کی سچائی کا نشان ہے[1]"۔ "مجلس احرار کا مباہلہ کے متعلق ناپسندیدہ رویہ"۔ "احرار خدا تعالیٰ کے خوف سے کام لیتے ہوئے مباھلہ کی شرائط طے کریں"۔ "زندہ خدا کے زندہ نشان"

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے ٹریکٹوں کی اشاعت کا یہ سلسلہ جاری کرنے سے قبل اخبار "الفضل" میں حسب ذیل اہم اعلان شائع فرمایا:۔

"برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مَیں اپنے ایک خطبہ میں اعلان کر چکا ہوں کہ چند اشتہارات موجودہ حالات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے عنقریب شائع کئے جائیں گے۔ احباب کو ان کی اشاعت خاص توجہ سے کرنی چاہیئے۔ پوسٹر عمدہ جگہوں پر لگانے چاہئیں اور چھوٹے اشتہار عقل اور سمجھ سے تقسیم کرنے چاہئیں۔ چونکہ جلد یہ سلسلہ شروع ہونے والا ہے میں پھر اس اعلان کے ذریعہ جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ فوراً مندرجہ ذیل امور کے متعلق انتظام کریں:۔

۱۔ وہ جلد دفتر تحریک جدید میں اطلاع دیں کہ انہیں کس کس قدر پوسٹروں اور اشتہاروں کی ضرورت ہوا کرے گی۔

۲۔ اُن کی جماعت یا اگر فرد ہے تو وہ کس قدر رقم کے اشتہار قیمت پر منگوانا چاہتا ہے۔ اشتہار

---

[1] یہ ٹریکٹ اردو کے علاوہ بنگالی، سندھی، انگریزی، تامل اور ملیالم زبانوں میں بھی شائع کیا گیا تھا اور بیرونی ممالک میں بھی اس کی اشاعت کی گئی تھی ("الفضل" ۲۷ ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ و "الفضل" ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء)۔

صرف لاگت پر ملیں گے۔ کوئی نفع محکمہ ان سے نہیں لے گا) ہو سکتا ہے کہ اگر ضرورت زیادہ ہو اور جماعت پُورے خرچ کی متحمل نہ ہو سکے تو کچھ حصہ قیمت پر اور کچھ مُفت ارسال کیا جائے۔

۳۔ بنگال، سندھ اور صوبہ سرحد کی جماعتوں کو چاہیئے کہ بنگالی، سندھی اور پشتو میں ان اشتہاروں کے تراجم شائع کرنے کی کوشش کریں۔ اس میں ایک معقول حد تک دفتر تحریک جدید ان کی امداد کرے گا۔ مگر فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہونا چاہیئے۔

۴۔ ہر جماعت یا فرد ان اشتہاروں کے چسپاں کرنے اور تقسیم کرنے کا انتظام فوراً کر چھوڑے۔

۵۔ ہر جماعت یا فرد کو اس امر کا انتظام رکھنا چاہیئے کہ ہر اشتہار ایسے ہاتھ میں جائے جہاں اس کا فائدہ ہو اور اچھی جگہ پر پوسٹر چسپاں ہو۔ سارے پوسٹر ایک دن نہ لگائے جائیں کیونکہ بعض شریر دشمن انہیں پھاڑ دیتے ہیں بلکہ دو تین دن میں لگیں۔ تاکہ سب لوگ پڑھ سکیں۔

۶۔ اشتہاروں کی اشاعت کے بعد جماعت کے افراد ان کے اثر کا اندازہ لگاتے رہا کریں اور مرکز کو اس کی اطلاع دیتے رہا کریں تاکہ آئندہ اشتہاروں میں اس تجربہ سے فائدہ اُٹھایا جا سکے۔

۷۔ سب اطلاعات میرے نام یا سکرٹری دفتر تحریک جدید کے نام ہوں۔ والسلام

خاکسار میرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ)" [1]

جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کا بیان ہے کہ حضور کی طرف سے ان اشتہارات کا مضمون جمعرات کے روز عصر کے بعد ملنا شروع ہوتا تھا۔ جوں جوں حضور مضمون تحریر فرماتے دفتر تحریک جدید میں بھجوا دیتے اور ہدایت یہ تھی کہ ساتھ ہی ساتھ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ بھی اس کو دیکھ لیں اور پھر کاتب کو کتابت کے لئے دے دیا جائے۔ اس طرح رات کے بارہ ایک بجے تک کتابت ختم ہوتی۔

ایک کاپی اشتہار کی صورت میں لکھوائی جاتی اور دوسری کاپی پمفلٹ کے طور پر۔ ٹریکٹ راتوں رات چھاپ دیئے جاتے اور صبح کی پہلی گاڑی سے خاص آدمی کے ذریعہ سے نماز جمعہ سے قبل بٹالہ، امرتسر، لاہور اور لائلپور تک پہنچا دیئے جاتے تھے۔

ٹریکٹوں کی تقسیم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی باقاعدہ ہدایات اور نگرانی کے ماتحت ہوتی تھی۔ چنانچہ حضورؓ نے خود بتایا کہ:-

---

[1] "الفضل" قادیان دارالامان ۲۹ جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۲۔

"تحریک جدید کا کام چونکہ براہ راست میرے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لئے میں اسی رنگ میں اس کے کام کی نگرانی کرتا ہوں اور جہاں نقص واقع ہو اپنی توجہ کا بیشتر حصہ اس کی طرف صرف کرکے اُسے دُور کرنے کی کوشش کیا کرتا ہوں مثلاً ہم نے ٹریکٹ بھجوانے ہوں تو جن جماعتوں میں ٹریکٹوں کی زیادہ ضرورت ہوگی وہاں زیادہ ٹریکٹ بھجوا دیئے جائیں گے اور جنہیں کم ضرورت ہوگی انہیں کم بھجوا دیئے جائیں گے۔ یہ نہیں ہوگا کہ سب کو یکساں بھجوا دیئے جائیں۔ اسی طرح اَور امور میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون کونسی جماعت کمزور ہے پھر جو جماعت کمزور ہو اس کی کمزوری کو دُور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔"[1]

کتابوں کی اشاعت

تحریک جدید کے پہلے سہ سالہ دَور میں اشتہارات کے علاوہ بعض کتابیں بھی شائع کی گئیں مثلاً ۱۹۳۶ء میں "مناظرہ مہت پور" اور ۱۹۳۷ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے چند خطبات "اعمالِ صالحہ" کے نام سے چھاپے گئے۔

اشاعت احمدیت پریس کے ذریعہ سے

تحریک جدید کے ان ابتدائی ایام میں تبلیغ احمدیت کا کام دو انگریزی، ایک اُردو اور ایک سندھی اخبار کے ذریعہ سے لیا جاتا تھا۔[2] انگریزی اخبار "سن رائز" اور "مُسلم ٹائمز" تھے جن کا تذکرہ کرتے ہوئے حضورؓ نے ایک بار فرمایا:-

"دو انگریزی اخبار ایک سن رائز لاہور سے اور ایک مُسلم ٹائمز لنڈن سے شائع ہوتے ہیں۔ ان میں سے بالخصوص سن رائز کی ضرورت اور اہمیت کو بہت محسوس کیا جا رہا ہے۔ اور یہ پرچہ اگرچہ ہمیں قریباً مفت ہی دینا پڑتا ہے مگر فائدہ بہت ہے۔ امریکہ سے نومسلمین نے لکھا ہے کہ یہ اخبار بہت ضروری ہے اور اُسے پڑھ کر ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ بھی جماعت کا ایک حصہ ہیں۔ خصوصاً اس میں جو خطبہ جمعہ کا ترجمہ ہوتا ہے وہ ہمارے لئے ایمانی ترقیات کا موجب ہے۔ پہلے ہم یوں سمجھتے تھے کہ جماعت سے کٹے ہوئے الگ تھلگ ہیں مگر اب خطبہ پہنچ جاتا ہے اور ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم بھی گویا جماعت کا ایک حصہ ہیں"[3]

نئی درسگاہیں

تحریک جدید کے انتظام کے ماتحت واقفین کے ذریعہ سے مُلک کے آٹھ مقامات پر دینی درسگاہیں قائم کر دی گئیں جن میں بچوں اور بُوڑھوں کو مُفت تعلیم دی جاتی تھی۔[4]

---

[1] "رپورٹ مجلس مشاورت" ۱۹۴۱ء صفحہ ۱۱۸ ٭ [2] "الفضل" ۲۹ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ ٭

[3] "الفضل" ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۳ ٭ [4] 〃 〃 〃 〃 ٭

مُلک کا تبلیغی سروے

جنوری ۱۹۳۵ء سے لے کر نومبر ۱۹۳۵ء تک صوبہ کے پانچ اضلاع کا مکمل تبلیغی سروے کیا گیا[1] جو اپنی نوعیت کی جدید چیز تھی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر قصبات اور دیہات کا جائزہ لینے کے لئے دو قسم کے فارم چھپوائے گئے۔ قصبات کے کوائف معلوم کرنے کی غرض سے زرد رنگ کا دو ورقہ اور عام دیہات کے لئے صرف یک ورقہ۔

یہ کام سائیکلوں کے ذریعہ سے کیا جاتا تھا۔ ابتداء میں چار سائیکل سوار بھجوائے گئے ایک کے پاس اپنی ذاتی سائیکل تھی۔ دو سائیکلیں ھدیۃً اور ایک سائیکل دفتر نے خرید کی تھی۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۳۵ء کو حضور نے تحریک فرمائی کہ سولہ سائیکلوں کی فوری ضرورت ہے[2]۔ اس پر جماعت نے اس کثرت سے سائیکلیں بھیجدیں کہ آئندہ سائیکل نہ بھجوانے کی ہدایت کرنا پڑی۔ اس معاملہ میں جماعت احمدیہ دہلی سب جماعتوں پر سبقت لے گئی۔[3]

اس تبلیغی سروے کی نوعیت و اہمیت کیا تھی؟ اس کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زبان مبارک سے سُنئے حضور فرماتے ہیں:۔

"مَیں نے مختلف اضلاع کی سروے کرائی ہیں۔ اور مَیں چاہتا ہوں جن اضلاع کی سروے کرائی گئی ہے ان میں جو لوہار ترکھان یا پیشہ ور احمدی بیکار ہیں انہیں پھیلا دُوں۔ تمام گاؤں کے نقشے ہمارے پاس موجود ہیں اور ہر مقام کی لسٹیں ہمارے پاس ہیں جن سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ان گاؤں میں پیشہ وروں اور تاجروں کی کیا حالت ہے۔ اسی ذریعہ سے مَیں چاہتا ہوں کہ اپنی جماعت کے پیشہ ور بیکاروں کو ان علاقوں میں پھیلا دوں جہاں لوہار نہیں وہاں لوہار بھجوا دیئے جائیں جہاں معمار نہیں وہاں معمار بٹھا دیئے جائیں جہاں حکیم نہیں وہاں حکیم بھجوا دیئے جائیں۔ اس سکیم کے ماتحت اگر ہماری جماعت مختلف علاقوں میں پھیل جائے تو جہاں ہمارے بہت سے تبلیغی مرکز ان علاقوں میں قائم ہو سکتے ہیں۔ وہاں لوگ بھی مجبور ہوں گے کہ احمدیوں سے کام لیں۔ اس طرح اُن کی بیکاری بھی دُور ہو گی اور تبلیغی مرکز بھی قائم ہو جائیں گے۔ بلکہ لکھے پڑھے لوگ کئی گاؤں میں مدرسے بھی جاری کر سکتے ہیں چنانچہ ہمارے پاس ایسی بیسیوں لسٹیں موجود ہیں جہاں مدرسوں کی ضرورت ہے یا حکیموں کی ضرورت ہے یا کمپونڈروں کی ضرورت ہے مگر انہیں مدرس حکیم اور کمپونڈر نہیں ملتے۔ اسی طرح ہندوستان سے باہر بھی ہم بعض پیشہ وروں کو بھیجنا چاہتے ہیں جہاں

---

[1] "الفضل" ۲۰ر نومبر ۱۹۳۵ء۔ اس عرصہ میں چھٹے ضلع کی ایک تحصیل کے ساٹھ گاؤں میں بھی جائزہ لیا جا چکا تھا۔

[2] "الفضل" ۱۴ر جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۱-۲۔ [3] "الفضل" ۱۴ر فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۳۔

بعض کام عمدگی سے کئے جا سکتے ہیں . . . . غرض دُنیا کے ایسے حصے جہاں تجارتی کام اعلیٰ پیمانے پر کئے جا سکتے ہیں، ہم نے معلوم کئے ہیں اور ہر جگہ کے نقشے تیار کئے ہیں۔ ان علاقوں میں تھوڑی سی ہمت کر کے ہم بیکاروں کو کام پر لگا سکتے ہیں اور بہت سے تبلیغی سینٹر قائم کر سکتے ہیں اور یہ کام ایسا اعلیٰ ہوا ہے کہ جس کی اہمیت ابھی جماعت کو معلوم نہیں اور گو یہ معلومات کا ذخیرہ ابھی صرف چند کاپیوں میں ہے لیکن اگر یورپ والوں کے سامنے یہ کاپیاں پیش کی جائیں تو وہ ان کے بدلے لاکھوں روپے دینے کے لئے تیار ہو جائیں مگر افسوس ابھی ہماری جماعت نے اس کام کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔ اسی طرح مَیں تجارتی طور پر مختلف مقامات کے نقشے بنوا رہا ہوں۔ اور اس امر کا پتہ لے رہا ہوں کہ چین اور جاپان اور دوسرے ممالک کے کس کس حصہ میں کون کونسی صنعت ہوتی ہے تاکہ ہم اپنی جماعت کے تاجروں یا ان لوگوں کو جو تجارت پیشہ خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں ان علاقوں میں پھیلا دیں۔"[1]

مکیریاں مشن

تبلیغی جائزہ کی رپورٹیں موصول ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریک جدید کے زیر انتظام شروع ۱۹۳۵ء میں چار تبلیغی مراکز[2] قائم فرمائے جن میں مکیریاں (ضلع ہوشیارپور) اور ویروال (ضلع امرتسر) کے مشن بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

مکیریاں مشن کا قیام مختار احمد صاحب ایاز (پہلے امیر المجاہدین) کی کوششوں سے ہوا۔ مرکز کے لئے ایک احمدی مولوی محمد عزیز الدین صاحب سٹیشن ماسٹر ابن حضرت مولوی محمد وزیر الدین صاحبؓ (۳۱۳) نے اپنا مکان ہبہ کر دیا تھا۔ اس مشن کی ذیلی شاخیں حسب ذیل مقامات پر کھولی گئیں۔ چھینیاں۔ بھبو وال۔ بھٹ پور۔[3]

مکیریاں شہر تو مخالفت کا گڑھ تھا۔ مگر ارد گرد علاقہ میں بھی مخالفین کی تکالیف بڑی صبر آزما تھیں حتیٰ کہ جیسا کہ میاں علی محمد صاحب ساکن گھسیٹ پور حلقہ مکیریاں کی روایت ہے کہ ایک بار احمدیوں کو زندہ جلا دینے کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایاز صاحب موضع ڈگریاں میں عید پڑھنے کے لئے گئے۔ اُن کے ساتھ حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ بھی تھے۔ ناگاہ انہیں پتہ چلا کہ جس مکان میں وہ جمع ہیں مخالفین اُسے آگ لگا دینے کی سازش کر رہے ہیں۔

---

[1] تقریر فرمودہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۵ء مطبوعہ "الفضل" ۱۴ مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۴۔

[2] "الفضل" ۲۹ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸۔ ان مشنوں میں واقفین کو برائے نام گذارہ ملتا تھا اور باقی دوست بعض ایام وقف کر کے تشریف لے جاتے تھے (الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء) تحریک جدید کے پرانے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مشن دھاریوال میں قائم کیا گیا تھا اور ایک کراچی میں بھی۔

[3] علی محمد صاحب ساکن گھسیٹ پور حلقہ مکیریاں حال احمد نگر کا بیان ہے کہ شروع میں وہ مجاہدین کا کھانا پکانے کے لئے روزانہ اپنے گاؤں سے آتے تھے۔

اس پر سب احمدی چپکے سے باہر نکل گئے۔ ایاز صاحب کے بعد کیپٹن ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اور حضرت چودھری غلام احمد صاحبؓ آف کریام[1] امیر المجاہدین مقرر ہوئے۔ راشد احمد صاحب[2] حال سپرنٹنڈنٹ وکالت مال اوّل کے بیان کے مطابق ڈاکٹر صاحب ایک گاؤں بھنگالا میں چھڑیوں سے زدوکوب کئے گئے۔ بائیکاٹ اتنا سخت تھا کہ احمدی پانی تک سے محروم کر دیئے گئے اور اُن کو ایک گوردوارہ سے پانی لینا پڑتا تھا۔ میاں علی محمد صاحب ساکن گھسیٹ پور متصل مکیریاں کا بیان ہے کہ چودھری فضل دین صاحب سہوتہ گاؤں کے ایک احمدی تھے جن کی اعوان برادری نے ان کی فصل اٹھانے کی ممانعت کر دی۔ یہ خبر مکیریاں پہنچی تو ڈاکٹر صاحب موصوف اور حضرت بابو فقیر علی صاحب، شیخ نور الدین صاحب، سید لال شاہ صاحب (آنبہ) اور بعض دوسرے مجاہدین درانتیاں لے کر اس گاؤں میں پہنچے اور فصل کاٹنا شروع کر دی۔ اعوان احمدی رضا کاروں کا یہ جذبہ اخوت و محبت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور بائیکاٹ ختم کرا دیا۔[3]

کچھ عرصہ بعد جب چودھری محمد شریف صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری امیر المجاہدین مقرر ہوئے تو مکیریاں شہر کے ذیلدار خوشحال محمد صاحب نے چودھری صاحب سے ربط ضبط کے باعث منادی کرا دی کہ احمدیوں کو کوئی تکلیف نہ دے۔ اس پر وہاں امن ہو گیا اور عام مسلمانوں نے سودا سلف دینا شروع کر دیا۔[4]

---

[1] تحریک جدید کے پُرانے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ فروری ۱۹۳۵ء میں آپ امیر المجاہدین کے طور پر یہاں خدمات بجا لا رہے تھے۔

[2] آپ مارچ ۱۹۳۵ء میں احمدی ہوئے تھے۔ مئی ۱۹۳۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو غیر احمدی بچوں کو پڑھانے کے لئے مکیریاں بھجوا دیا۔ ان دنوں مختار احمد صاحب ایاز امیر المجاہدین تھے۔ چند روز بعد ایاز صاحب کی رخصت ختم ہو گئی تو کیپٹن سید محمد حسین صاحب جو وہاں موجود تھے امیر المجاہدین مقرر کئے گئے۔

[3] بیان میاں علی محمد صاحب ساکن گھسیٹ پور متصل مکیریاں حال احمد نگر ضلع جھنگ۔

[4] مکرم چودھری محمد صدیق صاحب ایم۔ اے واقف زندگی انچارج خلافت لائبریری ربوہ کا بیان ہے کہ "۱۹۳۵ء میں مکیریاں کے مشن میں مجھے بھی تبلیغ کا موقعہ ملا اور بہو وال چھنبیاں مقام تعین کیا گیا۔ عموماً جمعہ کے روز ہفتہ وار رپورٹ کے لئے مکیریاں آنا پڑتا تھا۔ مکیریاں میں شروع شروع میں بڑی مخالفت تھی اور کنوؤں سے پانی بھرنا بھی بند کر دیا گیا تھا۔ اس لئے مشن ہاؤس کے صحن میں ہی کنواں کھود لیا گیا تھا اور اسی سے پانی لیا جاتا تھا۔ ایک دن مغرب کی نماز باجماعت ہو رہی تھی کہ مخالفین نے باہر سے گوبر کی پاتھیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے سب نمازیوں کو بچا لیا۔ جب مکیریاں میں سخت مخالفت تھی تو اس وقت ایک ہمسایہ عورت مسماۃ کریم بی بی نے احمدی احباب کی ہر رنگ میں مدد کی اور ایک حد تک مخالفین کا مقابلہ بھی کیا۔ بعد میں اس کی اولاد میں سے ایک لڑکے دین محمد کو احمدیت کی قبولیت کی توفیق ملی اور وہ قادیان میں آ گئے۔

مکیریاں کا مشن ہاؤس حضرت مولوی محمد وزیر الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا تھا جو ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے۔ میرے ماموں محمد عزیز الدین صاحبؓ (ابن مولوی محمد وزیر الدین صاحبؓ) سٹیشن ماسٹر نے اپنی وصیت (جو کہ پہلے کی تھی) میں وہ مکان صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دے دیا تھا اور اسی میں یہ مشن قائم کیا گیا تھا۔"

۲۶-۲۷-۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ء کو بھت پور میں مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے شیعہ عالم مرزا یوسف حسین صاحب سے مناظرہ کیا جس سے احمدیت کی دھاک بیٹھ گئی اور کئی لوگ حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔

اس مشن میں حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ، ملک غلام نبی صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف کیمبلپور نے بھی امیر المجاھدین کے فرائض انجام دیئے۔ مجاہدین تحریک جدید میں سے جن اصحاب نے یہاں کام کیا ان میں مولوی روشن الدین احمد صاحب بالخصوص قابلِ ذکر ہیں جو بارہ سال تک پیغام حق پہنچاتے رہے۔ مئی ۱۹۴۶ء میں آپ کویت جانے کے لئے قادیان آگئے اور مشن کا چارج مولوی حسام الدین صاحب نے سنبھالا۔[۱]

ویرووال مشن

ویرووال (ضلع امرتسر) میں بھی تحریک جدید کا مرکز قائم کیا گیا۔ خواص پور، فتح آباد، میاں ونڈ، گوئندوال اور جلال آباد میں اس مرکز کی شاخیں تھیں۔

ویرووال کے علاقہ میں مکیریاں کے مقابل بہت زیادہ مخالفت کا زور تھا۔ اسی لئے ابتدا میں بعض اوقات پندرہ سولہ مجاھد (یعنی تعطیلات وقف کرنے والے احمدی) یہاں بھجوائے جاتے رہے۔[۲]

حلقہ ویرووال میں یکے بعد دیگرے متعدد امیر المجاہدین مقرر کئے گئے جن میں سے مشہور و ممتاز یہ ہیں:

۱۔ ڈاکٹر اعظم علی صاحب گجرات۔ آپ بڑے معاملہ فہم تھے اور انکسار و فروتنی سے مخالفوں کا دل موہ لیتے تھے۔

۲۔ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب۔ آپ کے تقویٰ اور نیکی کا غیروں پر بھی گہرا اثر تھا۔

۳۔ حضرت میاں محمد یوسف خاں صاحب۔ آپ دن بھر کام کرتے اور روزانہ ذیلی مراکز کا دورہ کیا کرتے تھے۔

۴۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب۔

۵۔ عبدالمجید خاں صاحب آف ویرووال۔ آپ چھ سات سال کے لئے تقسیم ہند تک امیر المجاھدین رہے۔

ویرووال میں مخالفین کا بہت زور تھا۔ امرتسر وغیرہ سے بدگو اور شعلہ مزاج خطیب و مقرر یہاں بڑی کثرت سے بلوائے جاتے جو زبردست اشتعال پھیلاتے اور مقاطعہ جاری رکھنے کی تلقین کرتے رہتے تھے لیکن احمدی

---

[۱] مکیریاں مشن میں حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹیؓ۔ ڈاکٹر بھائی محمود احمد صاحب حال سرگودھا۔ حضرت مولوی امام الدین صاحبؓ (والد ماجد خالدِ احمدیت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ) کو بھی کام کرنے کا موقعہ ملا

[۲] بعض مجاہدین:۔ حضرت منشی سکندر علی صاحب، حضرت حکیم قطب الدین صاحب، بابو غلام محمد صاحب، ڈاکٹر محمد انور صاحب (حجڑانوالہ)، ڈاکٹر عبدالحمید صاحب چیف میڈیکل آفیسر ریلوے، ڈاکٹر عبیداللہ صاحب آف لاہور (ہومیو) مرزا غلام رسول صاحب ریڈر چیف کمشنر پشاور، ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب، مرزا منیر احمد صاحب، چوہدری انور حسین صاحب (حال امیر جماعت احمدیہ ضلع شیخوپورہ)، پیر صلاح الدین صاحب (حال ایڈیشنل کمشنر ملتان)

۲۶۴

اس طرف توجہ کریں -

کثرت ہدایات مطابقہ - کام اور [illegible] نشانات [illegible] ذریعہ [illegible]
[illegible] ادا کا کام کرنا ہے اپنے [illegible] زیادہ اثر [illegible]
اختیار کرے -

میاں [illegible] الدین [illegible]

نہ [illegible] فرصت کا وقت کرے

اخبار [illegible] مطابقہ قادیان [illegible] ماہ [illegible]

[illegible]

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک یادگار تحریر (متعلقہ صفحہ ۱۰۷) بیرونی تبلیغ اور جماعتی تعلیم کے لئے مجاہدین تحریک جدید کا انتخاب

(مورخہ یکم فروری ۱۹۴۵ء)

۱۶ مبلغ درکار فوری ضرورت ہے

عرب ممالک تین — مولوی رشید احمد چغتائی - [illegible]

ایران دو — مولوی صدر الدین - شیخ عبد الواحد

سپین دو — کرم الٰہی - محمد اسحاق ساقی

فرانس دو — [illegible]

اٹلی دو — [illegible]

جرمن دو — [illegible]

انگلستان تین — [illegible]

شمالی امریکہ ۲ — [illegible]

[illegible] امریکہ ۲ — میاں عطاء الرحمٰن - [illegible]

۲۱

فقہ — تفسیر — حدیث

[illegible] مولوی [illegible] - برادری نور الحق - مولوی [illegible] الرحمن - مولوی [illegible]

مولوی محمد احمد ثاقب - مولوی غلام باری سیف

[illegible] ملک [illegible] بشیر وزیر آبادی

منطق فلسفہ

مبارک احمد صاحب

آٹھ آدمی

[illegible] عبد الرحمن صاحب [illegible] - عبد الحق صاحب -

نوٹ: مورخہ یکم فروری ۱۹۴۵ء کو جلسہ واقفین (مبلغین دار الواقفین - کوٹھی دار الحمد [illegible] دار الانوار - قادیان) کو حضور اقدس سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک میں [illegible] ۔ اس موقعہ پر حضور ایدہ اللہ نے واقفین کو مختلف ممالک میں بطور مبلغ بھیجنے کا فیصلہ صادر فرمایا ۔ یہ [illegible] حضور نے [illegible] کے تحریر [illegible] ۔ [illegible] اس موقعہ کی یادگار ہے ۔ [illegible]

6/7/52

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی عطا فرمودہ سند مجاہدین دفتر اول کو

قادیان

۲۲ نبوت ۱۳۲۳ ہش

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

حبی فی اللہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے تحریک جدید کے دور اول کے پہلے دس سال کا چندہ بہ تمام و کمال ادا کر دیا ہے جس کی تفصیل دفتر کے ریکارڈ کے رو سے مندرجہ ذیل ہے۔

سال اول ۔ سال دوم ۔ سال سوم ۔ سال چہارم ۔ سال پنجم

سال ششم ۔ سال ہفتم ۔ سال ہشتم ۔ سال نہم ۔ سال دہم

اس پر آپ کو مبارکباد دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ نے تبلیغ اسلام کی مستقل بنیاد رکھنے میں جو قربانی کی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اسلام اور احمدیت کے لئے جن اہم قربانیوں کی آئندہ ضرورت پیش آئے اللہ تعالیٰ ان میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی آپ کو توفیق بخشے ۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ آپ کے اور آپ کی نسل کے ساتھ رہے ۔ آمین ۔ والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

مبلّغین کی پے در پے تقاریر اور مجاہدین تحریک جدید کے صبر و استقلال، خوش خلقی اور دعاؤں کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کے فضل سے کئی خوش قسمت داخل احمدیت ہوگئے جن میں مہر اللہ دتہ صاحب (حال لائلپور) بھی تھے۔ اس علاقہ میں آریہ اور عیسائی جگہ جگہ پہنچ کر اسلام کے خلاف زہر چکانی کرتے اور مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہتے تھے۔ عامۃ المسلمین اس یلغار سے سہمے ہوئے تھے۔ جب احمدی مبلّغوں کے ہاتھوں آریوں اور عیسائیوں کو شکست اٹھانا پڑی تو مسلمانوں کے حوصلے بھی بلند ہوگئے۔

دارالصناعت

احمدی نوجوانوں میں صنعت و حرفت کا شوق پیدا کرنے کے لئے (محلہ دارالبرکات قادیان میں) دارالصناعت قائم کیا گیا[1] جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۲ مارچ ۱۹۳۵ء کو فرمایا[2]۔ اس موقعہ پر حضورؓ نے رندہ لے کر خود اپنے دستِ مبارک سے لکڑی صاف کی[3]۔ اور آری سے اس کے دو ٹکڑے کر کے عملاً بتا دیا کہ اپنے ہاتھوں سے کوئی کام کرنا ذلّت نہیں بلکہ عزّت کا موجب ہے۔

دارالصناعت میں طلبہ کی تعلیم و تربیت اور رہائش کا انتظام تحریک جدید کے ذمّہ تھا۔ ابتدائی مسائل اور عقائد کی زبانی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ اس کے تین شعبے (نجاری، آہنگری اور چرمی) تھے[4]۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بابو اکبر علی صاحب کو (جو محکمہ ریلوے انسپکٹر آف ورکس کی اسامی سے ریٹائر ہو کر آئے تھے) آنریری طور پر صنعتی کاموں کا نگران مقرر فرمایا[5]۔ یہ صنعتی ادارہ ۱۹۴۷ء تک بڑی کامیابی سے چلتا رہا۔

بورڈنگ تحریک جدید

وسط ۱۹۳۵ء میں بورڈنگ تحریک جدید کا قیام ہوا۔ اس بورڈنگ کا بنیادی مقصد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے الفاظ میں یہ تھا:-

"اسلامی اخلاق کی تفاصیل بچوں کو سمجھائی جائیں مثلاً سچ کی تعریف۔ سچ بولنے میں کیا کیا مشکلات پیش آسکتی ہیں اور پھر شریعت نے ان کے کیا کیا علاج رکھے ہیں۔ یہ باتیں سکھائی جانی چاہئیں"[6]

---

[1] یہ کارخانہ ٹھیکیدار عبدالرحمٰن صاحب کے مکان واقع دارالبرکات میں جاری کیا گیا تھا اور مستری شیر محمد صاحب ڈسکوی لوہار اسکھانے اور مستری نذیر محمد صاحب لاہوری بڑھئی کا کام سکھانے کے لئے مقرر کئے گئے۔ شروع میں چھ لڑکے داخل کئے گئے تھے ("الفضل" ۴ مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۳)۔

[2] و [3] "الفضل" ۵ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰۔

[4] دارالصناعت کے بعض ابتدائی کارکن [illegible] حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی (سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ) چودھری عصمت علی صاحب۔ منشی فضل الٰہی صاحب۔ ماسٹر جلال الدین صاحب قمر۔ ملک احمد خان صاحب نصار ریحان۔

[5] ماہنامہ "تحریک جدید" ربوہ اگست ۱۹۶۵ء۔ [6] "الفضل" ۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۰۔ بورڈنگ کی غرض کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو "الفضل" ۲۵ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۹۔

حضور نے بورڈنگ کے قیام سے قبل مشاورت ۱۹۳۵ء میں اس بورڈنگ کے زیر غور اصولوں کی نسبت خاص طور پہ وضاحت فرمائی کہ :-

"بعض احباب کو یہ غلطی لگی ہے کہ گویا تحریک جدید کے ماتحت کوئی علیحدہ سکول قائم کیا جارہا ہے۔ یہ نہیں بلکہ بورڈنگ قائم کیا گیا ہے۔ بعض نے اپنے بچوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ انہیں قادیان میں تعلیم دلائیں خواہ ہائی سکول میں داخل کردیں خواہ مدرسہ احمدیہ میں۔ مگر تحریک جدید کے ماتحت جُداگانہ انتظام ہے وہ سکول نہیں بلکہ بورڈنگ ہے جو خاص طور پر مقرر کیا گیا ہے۔ لڑکا چاہے مدرسہ احمدیہ میں پڑھے چاہے ہائی سکول میں پڑھے۔ مگر فی الحال ہائی سکول میں پڑھنے والوں کے لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ اس انتظام کے ماتحت اپنے لڑکوں کو دینے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ تحریک جدید کے دفتر میں یہ تحریر دیں کہ ہم نے اپنے فلاں بچہ کو اس تحریک کے ماتحت آپ کے سپرد کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بچہ کے متعلق تحریک جدید والوں کو کُلی اختیارات دیئے جائیں یعنی تربیت کے متعلق بچہ کے والد یا سرپرست کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ ان سب بچوں کو ایک ہی قسم کا کھانا ملے گا سوائے اس کے کہ کوئی لڑکا ایسے علاقہ کا ہو جہاں روٹی کی بجائے چاول کھاتے ہیں اس کو چاول اور سالن دیں گے لیکن باقی سب کے لئے ایک ہی کھانا ہوگا اور انہیں ایک ہی رنگ میں رکھا جائے گا۔ کوئی نمایاں امتیاز اُن میں نہ ہونے دیا جائے گا تاکہ غریب، امیر اور چھوٹے اور بڑے کا امتیاز انہیں محسوس نہ ہو۔ پس ان کا لباس بھی اور کھانا بھی قریب قریب ایک جیسا ہوگا۔ پھر ان کی دینی تعلیم پر زیادہ زور دیا جائے گا۔ ہاں سکول میں پاس ہونے کے لئے سکول کی تعلیم بھی دلائی جائے گی۔ مگر یہ تعلیم دلانا مقصد نہ ہوگا بلکہ اصل مقصد دینی تعلیم ہوگی۔ بڑی عمر کے لڑکوں کو تہجد بھی پڑھائی جائے گی اور کسی ماں باپ کی شکایت نہ سُنی جائے گی۔ یہ تو ہو سکے گا کہ لڑکے کو اس بورڈنگ سے خارج کر دیا جائے مگر یہ نہ سُنا جائے گا کہ لڑکے کو یہ تکلیف ہے۔ اس کا یوں ازالہ کرنا چاہیئے یا اس کے لئے یہ انتظام کیا جائے۔ اس بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ سے ہمارا عہد ہے کہ وہ ان بچوں میں باپ کی طرح رہے گا۔ اور اگر لڑکوں میں سے کوئی ناروا حرکت کرے گا تو اس کی سزا خود لڑکے ہی تجویز کریں گے۔ مثلاً یہ کہ فلاں نے جھوٹ بولا اُسے یہ سزا ملنی چاہیئے۔

اس قسم کے اصول ہیں جو اس بورڈنگ کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اور ابھی مَیں غور کر رہا ہوں۔ پس

جو دوست اس تحریک کے ماتحت اپنے بچوں کو داخل کرنا چاہیں وہ تحریر دے جائیں۔ صرف یہاں کے کسی مدرسہ میں داخل کرا دینا کافی نہ ہوگا۔ اسی طرح انہیں بورڈنگ یا مدرسہ کے متعلق کوئی شکایت لکھنے کا حق نہ ہوگا۔ انہیں جو کچھ لکھنا ہو انچارج تحریک کو لکھیں۔ وہ اگر مناسب سمجھے گا تو دخل دے گا"[۱]

بورڈنگ کے قیام پر حضور نے اس کی نسبت بعض اہم ہدایات دیں مثلاً

۱۔ طلباء کے جسمانی قویٰ اور حواس خمسہ کو ترقی دینے والی کھیلیں رائج کی جائیں۔

۲۔ قصور وار طالب علم کی سزا لڑکے ہی تجویز کریں۔

۳۔ کھانے کا انتظام بھی لڑکوں کے ہاتھ میں دیا جائے۔

۴۔ طلباء کی اخلاقی تربیت کی طرف توجہ دی جائے۔ مثلاً انہیں بتایا جائے کہ بدظنی اور نگرانی میں کیا فرق ہے؟ اور اس کے نہ جاننے سے کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

۵۔ لڑکوں کو اسلامی تاریخ سے آگاہ کیا جائے۔ ایسے چارٹ بنائے جائیں جن میں دکھایا جائے کہ پہلی صدی میں کہاں کہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تھی۔ دوسری میں کہاں کہاں۔ تیسری صدی میں اُسے کس قدر وسعت حاصل ہوئی تھی کہ چودھویں صدی تک ساری کیفیت دکھائی جائے۔ اس طرح ہر طالب علم کے سینے میں ایک ایسا زخم لگے گا جو اسلام کی فتح سے ہی درست ہوگا۔

۶۔ یہ بھی ہدایت دی کہ "طلباء کے ہر کمرہ میں اس قسم کے نقشے ہوں جن سے ہمارے لڑکے یہ سمجھ سکیں کہ مسلمان پہلے کیا تھے اور آج کیا ہیں۔ جب تک ہم اپنے بچوں کے سینوں میں ایک آگ نہ بھر دیں گے اور جب تک اُن کے دل ایسے زخمی نہ ہو جائیں گے جو رِستے رہیں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اسلام کی ترقی یہ چاہتی ہے کہ ایسی تحریر پیدا ہو جو پُرانی یاد کو تازہ رکھے اور پَل بھر چین نہ لینے دے جب تک یہ نہیں ہوتا ہماری جدوجہد سخت کمزور رہے گی اور زیادہ شاندار نتائج پیدا نہیں ہوں گے۔ یہ چیزیں ہیں جو تحریک جدید کے مرکز اور بورڈنگ میں کام کرنے والوں کو مدنظر رکھنی چاہئیں۔"[۲]

مولوی عبدالرحمن صاحب انور کا بیان ہے کہ حضرت امیرالمومنینؓ کی طرف سے بورڈنگ کے افسروں کو یہ ہدایت بھی تھی کہ وہ بچوں کی نسبت یہ ریکارڈ رکھیں کہ ان کی طبیعت کا رجحان کن امور کی طرف ہے۔ تا جب وہ بورڈنگ سے فارغ ہوں تو اُن کے والدین کو رپورٹ کی جائے کہ اُن کے رجحان طبع کی وجہ سے فلاں لائن کا انتخاب کرنا زیادہ مفید و مناسب ہوگا۔

---

[۱] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۶ و ۱۷ و "الفضل" ۲۵ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۹۔ [۲] "الفضل" ۱۴ اپریل ۱۹۶۱ء صفحہ ۳-۴۔

شروع میں ۳۶ - ۳۷ طلبہ نے بورڈنگ میں داخلہ لیا[1]۔ بچوں کی دینی تعلیم کے لئے ایک مولوی فاضل اُستاد بطور ٹیوٹر مقرر کئے گئے۔ طلبہ اپنے علمی فرائض کے ساتھ باقاعدہ نماز باجماعت بلکہ تہجد بھی پڑھتے تھے۔ کھیتی باڑی کا کام سیکھنا بھی اُن کے لئے لازمی تھا۔[2][3]

مجلس مشاورت ۱۹۳۵ء کے معاً بعد اس بورڈنگ کا قیام عمل میں آگیا اور حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت صوفی غلام محمد صاحب[4] کو اس کا سپرنٹنڈنٹ مقرر فرمایا۔ حضرت صوفی صاحب ۲۸ جون ۱۹۳۵ء کو بی ٹی کرنے کیلئے علیگڑھ تشریف لے گئے تو قریباً دو سال ملک سعید احمد صاحب بی۔اے[5] پسر حضرت ملک مولا بخش صاحب کو یہ خدمت سپرد ہوئی۔ ازاں بعد حضرت صوفی صاحب ہی ۱۹۴۶ء تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ بورڈنگ میں وقتاً فوقتاً مولوی عبدالخالق صاحب، ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے مولوی محمد اشرف صاحب، چودھری فضل احمد صاحب، چودھری فضل الرحمٰن صاحب، چودھری عبدالواحد صاحب، مولوی امام الدین صاحب ملتانی، مولوی محمد احمد صاحب جلیل، چودھری محمد اسمٰعیل صاحب خالد، ملک محمد شریف صاحب، اور چودھری عصمت علی صاحب ٹیوٹر کے فرائض بجالاتے رہے۔ اس زمانہ میں چودھری فضل احمد صاحب اور منشی فضل الٰہی صاحب خادم طفلاں مقرر تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سال میں کئی بار خود بورڈنگ میں تشریف لے جاتے اور طلباء سے گفتگو کرکے اُن کے حالات دریافت فرماتے تھے[6]۔ ایک دفعہ حضور ساتھ مٹھائی بھی لے گئے۔ بچوں کا ہجوم ہوگیا اور کارکنوں نے بچوں کو قطار میں کھڑا کرنا چاہا لیکن حضور نے فرمایا۔ بچوں کو اسی طرح آنے دو جس طرح وہ گھر میں اپنے والدین کے پاس آتے ہیں[7]۔

یہ بورڈنگ سالہا سال تک تحریک جدید کی نگرانی میں جاری رہا۔ ۱۹۴۶ء سے اس کا انتظام نظارت تعلیم و تربیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کردیا گیا۔[8] اس بورڈنگ کی نسبت حضور کے بڑے عزائم تھے[9]۔ چنانچہ حضور

[1] "الفضل" ۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء صفحہ ۳ ◆ [2] "الفضل" یکم جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۴ ◆ [3] "الفضل" ۱۹ جون ۱۹۳۶ء ◆
[4]-[5]: مزید تفصیل کیلئے سالانہ رپورٹس صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۶ء
[6] افتتاح کے بعد پہلی بار حضور رضی اللہ عنہ ۲۵ جولائی ۱۹۳۵ء کو بورڈنگ میں تشریف لائے۔ بچوں کو شرف مصافحہ بخشا۔ مختصر امتحان لیا اور ان کی تعلیمی و جسمانی ترقی کے لئے قیمتی ہدایات دیں ("الفضل" ۳۰ جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۲) ◆ [7] ماہنامہ "خالد" ربوہ جنوری ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۲ ◆
[8] "مطالبات تحریک جدید" طبع چہارم صفحہ ۱۱۰ (مرتبہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور ناشر دفتر تحریک جدید قادیان۔ تاریخ اشاعت دسمبر ۱۹۴۶ء) ◆ [9] حضور نے ایک بار اس منشاء مبارک کا اظہار بھی فرمایا تھا کہ میرے مدنظر تعلیم الاسلام ہائی سکول، مدرسہ احمدیہ اور نصرت گرلز سکول تینوں کے ساتھ بورڈنگ تحریک جدید کا قیام بھی ہے ("الفضل" ۲۵ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۲)

نے ۳ اگست ۱۹۳۸ء کو تقریر فرمائی کہ

"بدر کے موقع پر جب کفار نے اسلامی لشکر کا جائزہ لینے کے لئے آدمی بھیجے تو انہوں نے آکر کہا کہ سواریوں پر ہمیں آدمی نظر نہیں آتے بلکہ موتیں نظر آتی ہیں اُن سے نہیں لڑنا چاہیئے ورنہ ہماری خیر نہیں ہے جب نوجوانوں میں ہمیں یہ رُوح نظر آجائے گی اور ہم دیکھیں گے کہ وہ اسلام کے لئے قربان ہونے کے منتظر بیٹھے ہیں اور پر تولے ہوئے اس بات کے منتظر ہیں کہ کفر کی چڑیا آئے اور وہ اس پر جھپٹ پڑیں۔ اس دن ہم سمجھیں گے کہ تحریک جدید کا بورڈنگ بنانے کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہوگیا"[۱]

ویدک یُونانی دواخانہ دہلی

تحریک جدید کے قومی سرمایہ سے (زینت محل لال کنواں) دہلی میں "ویدک یُونانی دواخانہ" قائم کیا گیا۔ دواخانہ جاری کرنے سے پہلے حضرت امیر المومنین رضؓ نے چند واقفین کو یُونانی طب کی تعلیم دلائی اور خود بھی ویدک اور یُونانی ادویہ سے متعلق قیمتی مشورے دیئے[۲] حکیم عبدالمجید صاحب ہلالپوری، حکیم محمد اسمٰعیل صاحب فاضل اس میں کام کرتے رہے۔ دواخانہ کے پہلے ناظم قریشی مختار احمد صاحب دہلوی اور دوسرے مولوی نورالدین صاحب مُنیر تھے یہ دواخانہ ۱۹۳۹ء تک جاری رہا۔

قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ

تحریک جدید کی طرف سے ایک مناسب رقم انگریزی ترجمۃ القرآن کے لئے مخصوص کر دی گئی[۳]۔ اور اس کی ترتیب و تدوین کے لئے ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء کو حضرت مولوی شیر علی صاحب رضؓ انگلستان بھجوائے گئے۔ آپ ۹ نومبر ۱۹۳۸ء کو واپس قادیان میں تشریف لائے۔

۲۵ لاکھ کا ریزرو فنڈ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے فرمایا کہ :-

"میں نے آج سے کچھ سال پہلے ۲۵ لاکھ ریزرو فنڈ کی تحریک کی تھی۔ مگر وہ تو ایسا خواب رہا جو تشنۂ تعبیر ہی رہا مگر اللہ تعالیٰ نے تحریک جدید کے ذریعہ اب پھر ایسے ریزرو فنڈ کے جمع کرنے کا موقع بہم پہنچا دیا ہے اور ایسی جائدادوں پر یہ روپیہ لگایا جا چکا اور لگایا جا رہا ہے جن کی مستقل آمد ۲۵ - ۳۰ ہزار روپیہ سالانہ ہو سکتی ہے تا تبلیغ کے کام کو بجٹ کی کمی کی وجہ سے کوئی نقصان نہ پہنچے"[۴]

یہ جائیدادیں سندھ میں خرید کی گئیں جو حضور کا شاندار کارنامہ ہے۔ جون ۱۹۳۶ء سے محمد آباد اسٹیٹ میں تحریک

---

[۱] "الفضل" ۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء صفحہ ۵
[۲] "الفضل" ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۳ کالم ۱
[۳] "الفضل" ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱
[۴] "الفضل" ۲۴ نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۱ کالم ۱-۲

جدید کی طرف سے باقاعدہ مرکزی دفتر کھول دیا گیا۔[۱]

فصل ہفتم

بیرونی ممالک میں تحریک جدید کی ابتدائی سرگرمیاں

تحریک جدید کا ایک اہم مقصد

تحریک جدید کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ احمدی تمام دنیا میں پھیل جائیں۔ اور قریب سے قریب زمانہ میں دُور سے دُور علاقوں میں جا کر مراکزِ احمدیت قائم کر دیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے انہی دنوں میں ارشاد فرمایا:۔

"چونکہ نشر و اشاعت کا زمانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ مقدر ہو چکا ہے کہ وہ دنیا کے تمام ممالک میں احمدیت پھیلائے۔ اس لئے اگر خدا تعالیٰ یہ بتا دیتا کہ احمدیت کی اشاعت کے لئے فلاں ملک موزوں ہے تو ہم سارے وہاں جا کر اکٹھے ہو جاتے اور باقی ممالک میں احمدیت پھیلانے سے غافل ہو جاتے۔ اس لئے آج خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے تمام ممالک میں ہم جائیں اور دُنیا میں گھوم کر وہ ملک تلاش کریں جو احمدیت کے لئے مثیل مدینہ کا کام دے اس مقصد کے ماتحت جب ہم دنیا کے تمام ممالک میں پھریں گے تو ہر ملک میں احمدیت کا بیج بوتے جائیں گے اس طرح خدا تعالیٰ کا یہ منشاء بھی پورا ہو جائے گا کہ دنیا کے تمام ممالک میں احمدیت پھیلے اور آخر ہمیں وہ مقام بھی نظر آجائے گا جسے ہم تلاش کرنے کے لئے نکلے ہوں گے"[۲]

نیز ارشاد فرمایا:۔

"رُوحانی جماعتوں کو ہمیشہ مختلف ملکوں میں اپنی تبلیغ کو پھیلا دینا چاہئیے تا کہ اگر ایک جگہ مخالفت ہو۔ تو دوسری جگہ اس کمی کو پورا کیا جا رہا ہو۔ جس طرح وہ آدمی زیادہ فائدہ میں رہتا ہے جس کے کئی ملکوں میں کھیت ہوں تا اگر ایک ملک میں ایک کھیت کو نقصان پہنچے تو دوسرے ملکوں کے کھیت اس کی تلافی کر دیں اور اس کے ضرر کو مٹا دیں۔ اسی طرح وہی دینی جماعتیں فائدہ میں رہتی ہیں جو مختلف ممالک اور مختلف جگہوں میں

---

[۱] عملہ محمد آباد اسٹیٹ کے بعض ابتدائی کارکن:۔ سردار عبدالرحمٰن صاحب۔ ملک گل محمد صاحب خوشاب۔ بابو عنایت اللہ صاحب۔ چوہدری رحمت علی صاحب مسلم۔ منشی جلال احمد صاحب۔ چوہدری بشارت احمد صاحب۔ منشی سلطان احمد صاحب۔ منشی شیر جنگ صاحب۔ مولوی غلام صادق صاحب مدرس۔

[۲] خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ مارچ ۱۹۳۵ء (الفضل ۲۹ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ کالم ۳)۔

پھیلی ہوئی ہوں کیونکہ انہیں کبھی کچلا نہیں جاسکتا۔ پس اگر ہماری جماعت کے لوگ ساری دُنیا میں پھیل جائیں گے تو وہ خود بھی ترقیات حاصل کریں گے اور اُن کی ترقیات سلسلہ پر بھی اثر انداز ہوں گی۔ اور جس جماعت کی آواز ساری دُنیا سے اُٹھ سکتی ہو اس کی آواز سے لوگ ڈرا کرتے ہیں اور جس جماعت کے ہمدرد ساری دُنیا میں موجود ہوں اس پر حملہ کرنے کی جُرأت آسانی سے نہیں کی جاسکتی۔ پس مت سمجھو کہ موجودہ خاموشی کے یہ معنی ہیں کہ تمہارے لئے فضا صاف ہوگئی۔ یہ خاموشی نہیں بلکہ آثار ایسے ہیں کہ پھر کئی شورشیں پیدا ہونے والی ہیں۔ اس لئے موجودہ خاموشی کے یہ معنے ہرگز مت سمجھو کہ تمہارا کام ختم ہوگیا۔ یہ فتنہ تو تمہیں بیدار کرنے کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ اور اگر تم اب پھر سو گئے تو یاد رکھو کہ اگلی سزا پہلے سے بہت زیادہ سخت ہوگی۔ خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ وہ تمہیں دُنیا میں پھیلائے۔ اگر تم دُنیا میں نہ پھیلے اور سو گئے تو وہ تمہیں گھسیٹ کر جگائے گا اور ہر دفعہ کا گھسیٹنا پہلے سے زیادہ سخت ہوگا۔ پس پھیل جاؤ دُنیا میں، پھیل جاؤ مشرق میں، پھیل جاؤ مغرب میں، پھیل جاؤ شمال میں، پھیل جاؤ جنوب میں، پھیل جاؤ یورپ میں، پھیل جاؤ امریکہ میں، پھیل جاؤ افریقہ میں، پھیل جاؤ جزائر میں، پھیل جاؤ چین میں، پھیل جاؤ جاپان میں، پھیل جاؤ دُنیا کے کونہ کونہ میں یہانتک کہ دُنیا کا کوئی گوشہ، دُنیا کا کوئی مُلک، دُنیا کا کوئی علاقہ ایسا نہ ہو جہاں تم نہ ہو۔ پس پھیل جاؤ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم پھیلے۔ پھیل جاؤ جیسے قرونِ اولیٰ کے مسلمان پھیلے۔ تم جہاں جہاں جاؤ اپنی عزت کے ساتھ سلسلہ کی عزت قائم کرو۔ جہاں پھر اپنی ترقی کے ساتھ سلسلہ کی ترقی کے موجب بنو۔ پس قریب سے قریب زمانہ میں دُور سے دُور علاقوں میں جاکر مراکز احمدیت قائم کرنا تحریک جدید کا ایک مقصد ہے" [1]

حضور انور نے تحریک جدید کے اس بنیادی مقصد کے پیش نظر وقف کی درخواستیں پیش کرنے والے خوش قسمت اصحاب میں سے چند نوجوانوں کو بیرونی ممالک میں بھجوانے کے لئے منتخب فرمایا۔ یہ مجاہدین (جن کو تحریک جدید کا ہراول دستہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا) حسب ذیل تھے:-

مولوی غلام حسین صاحب ایاز، صوفی عبدالغفور صاحب، چوہدری محمد اسحاق صاحب سیالکوٹی، صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز، حافظ مولوی عبدالغفور صاحب جالندھری، چوہدری حاجی احمد خاں صاحب ایاز،

---

[1] "الفضل" ۱۷ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰-۱۱ ۔

محمد ابراہیم صاحب ناصر۔ ملک محمد شریف صاحب آف گجرات۔ مولوی رمضان علی صاحب۔ مولوی محمد دین صاحب۔

ان نوجوانوں کے انتخاب کے دوران حضرت امیرالمومنینؓ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ سے بھی کئی دن مشورہ فرماتے رہے۔ اور ریلوے کا تھرڈ کلاس کرایہ، جہاز کا ڈیک کرایہ اور اُن کے لئے چھ ماہ کا الاؤنس منظور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ چھ ماہ کے اندر اندر اپنے اخراجات تجارت یا کسی اور ذریعہ سے خود برداشت کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس طرح واجبی اخراجات پر یہ مجاہدینِ[1] تحریک مختلف ممالک کو روانہ ہو گئے[2] جنہوں نے سنگاپور (ملایا)، ہانگ کانگ (چین)، جاپان، ہنگری، پولینڈ، سپین، اٹلی، جنوبی امریکہ، البانیہ اور یوگوسلاویہ میں نئے مشن قائم کر دیئے اور بعض پہلے مشنوں کے استحکام کا موجب بنے۔

اس انتخاب کے وقت جن امور کا خیال رکھا گیا ان کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔

"تحریک جدید کے پہلے مبلغین کے انتخاب کے وقت صرف یہ دیکھا جاتا تھا کہ جرأت کے ساتھ کام کرنے کا مادّہ ہو۔ لیاقت کا زیادہ خیال نہیں رکھا گیا تھا۔ اس وقت ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو دلیری کے ساتھ آگ میں اپنے آپ کو ڈال دینے والا ہو چنانچہ ایسے لوگوں کو منتخب کرکے ہم نے بھیج دیا اور وہ مقصد حاصل بھی ہو گیا۔ ان میں سے بعض دینی علوم اور عربی سے بھی اچھی طرح واقف نہ تھے بلکہ بعض کا تقویٰ کا معیار بھی اتنا بلند نہ تھا۔ مگر اس وقت ہمیں صرف آواز پہنچانی تھی اور دشمن کو یہ بتانا تھا کہ ہمارے پاس ایسے نوجوان ہیں جو اپنا آرام و آسائش، اپنا وطن، عزیز و اقارب، بیوی بچوں، غرضیکہ کسی چیز کی پروا نہ کرتے ہوئے نکل جائیں گے۔ بھوکے پیاسے رہیں گے اور دین کی خدمت کریں گے۔ ایسی قوم کو جس میں ایسے نوجوان ہوں مار دینا ناممکن ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم نے یہ دکھا دیا۔ بعض نوجوان برائے نام گذارے لے کر اور بعض یونہی باہر چلے گئے۔ اور اس طرح ہمارا خرچ بارہ[12] مشنوں پر قریباً ایک مشن کے برابر ہے۔"[3]

پھر فرمایا:۔

"جانی قربانی کے سلسلہ میں مبلغین کا ایک جتھا مختلف ممالک میں جا چکا ہے۔ لیکن وہ ایک

---

[1] ان مجاہدین کی ٹریننگ بالکل مختصر تھی۔ پڑھائی مسجد مبارک میں ہوتی تھی (مولوی محمد احمد صاحب جلیل کے بیان کے مطابق) مفتی فضل الرحمٰن صاحب ۱۹۳۵ء میں طب پڑھایا کرتے تھے۔ ازاں بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء کو جلیل صاحب کی نسبت ارشاد فرمایا کہ "انہیں قرآن اور دینیات پڑھانے پر مقرر کر دیا جائے"۔

[2] ماہنامہ "تحریک جدید" (اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۷ کالم ۲)۔ [3] "رپورٹ مجلس مشاورت" ۱۹۳۸ء صفحہ ۷۶۔

ایسا جتھا تھا جس کی خاص طور پر تعلیم و تربیت نہیں کی گئی تھی۔ بہرحال اس کے ذریعہ ہمیں غیر ممالک کا اچھا خاصہ تجربہ ہو گیا ہے۔ اس جتھا کے افراد میں بعض کمزوریاں بھی معلوم ہوئی ہیں کیونکہ ان میں اکثر ایسے تھے جو دینی تعلیم سے پوری طرح واقف نہیں تھے۔ اور اگر کسی کو دینی تعلیم تھی تو دنیوی تعلیم کے لحاظ سے وہ کمزور تھا۔ لیکن بہرحال یہ ایک مظاہرہ تھا جماعتی قربانی کا اور یہ ایک مظاہرہ تھا اس بات کا کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ مادہ پایا جاتا ہے کہ جب بھی خدا تعالیٰ کی آواز اُن کے کانوں میں آئے وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اعلاء کلمہ اسلام کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اس مظاہرہ کے ذریعہ دنیا کے سامنے ہماری جماعت کے نوجوانوں نے اپنے اخلاص کا نہایت شاندار نمونہ پیش کیا ہے“ [1]

تحریک جدید کے دو مجاہدوں کا قابل رشک مظاہرہ

اس مقام پر ہم تحریک جدید کے دورِ اوّل کے دو مجاہدوں یعنی ولیداد خانصاحب رضؓ اور عدالت خانصاحب رضؓ کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے تبلیغ اسلام کی راہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

” قریب ترین عرصہ میں ایک ایسا واقعہ ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں نے اپنے اخلاص کا نہایت قابل رشک مظاہرہ کیا ہے اور وہ یہ کہ ان پچیس تیس نوجوانوں میں سے جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف کی تھیں، ایک نوجوان تھوڑا ہی عرصہ ہوا غالباً پندرہ بیس دن یا مہینہ کی بات ہے کہ محض احمدیت کی تبلیغ کی وجہ سے اپنے علاقہ میں مارے گئے ہیں۔ اس نوجوان کا نام ولی داد خان تھا اور اس نے اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ افغانستان کے علاقہ میں ہم نے انہیں تبلیغ کے لئے بھجوایا تھا۔ کچھ طب بھی جانتے تھے اور معمولی امراض کے علاج کے لئے دوائیاں اپنے پاس رکھتے تھے۔ کچھ مدت تک ہم انہیں خرچ بھی دیتے رہے۔ مگر پھر ہم نے انہیں خرچ دینا بند کر دیا تھا۔ ان کی اپنی بھی یہی خواہش تھی اور میں نے بھی انہیں یہی مشورہ دیا تھا کہ اس علاقہ میں طب شروع کر دیں اور آہستہ آہستہ جب لوگ مانوس ہو جائیں تو انہیں تبلیغ احمدیت کی جائے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے انہیں ایسے مواقع بہم پہنچا دیئے کہ انہوں نے اس علاقہ میں

[1] ”رپورٹ مجلس مشاورت“ ۱۹۳۹ء صفحہ ۳-۴

لوگوں کو تبلیغ کرنی شروع کردی۔ کھلی تبلیغ سے تو ہم نے خود انہیں روکا ہوا تھا کیونکہ یہ وہاں قانون کے خلاف ہے۔ آہستہ آہستہ وہ تبلیغ کیا کرتے اور لوگوں کو نصیحت کیا کرتے کہ جب کبھی پنجاب میں جایا کرو، تو قادیان بھی دیکھ آیا کرو۔ رفتہ رفتہ جب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ یہ احمدی ہے تو انہوں نے گھر والوں پہ زور دینا شروع کر دیا کہ تمہیں اس فتنہ کے انسداد کا کوئی خیال نہیں۔ تمہارے گھر میں کفر پیدا ہوگیا ہے اور تم اس سے غافل ہو۔ چنانچہ انہیں اس قدر برانگیختہ کیا گیا کہ وہ قتل کے درپے ہو گئے۔ مولوی ولیداد خاں چند دن پہلے ہندوستان میں بعض دوائیاں خریدنے کے لئے آئے ہوئے تھے جب دوائیاں خرید کر اپنے علاقہ کی طرف گئے تو انہی کے چچازاد بھائی اور رسالہ نے ان پر گولیوں کے متواتر تین چار فائر کرکے انہیں شہید کر دیا۔

اسی طرح ایک اور نوجوان جو اس تحریک کے ماتحت چین میں گئے تھے وہ بھی فوت ہو گئے ہیں اور گو اُن کی وفات طبعی طور پر ہوئی ہے مگر ایسے رنگ میں ہوئی ہے کہ وہ موت بھی اپنے اندر شہادت کا رنگ رکھتی ہے۔ چنانچہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا مجھے ایسے حالات معلوم ہوئے جن سے پتہ لگتا ہے کہ واقعہ میں اس کی موت معمولی موت نہیں بلکہ شہادت کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ اس نوجوان نے بھی ایسا اخلاص دکھایا جو نہایت قابلِ قدر ہے۔

سب سے پہلے ۱۹۳۴ء میں جب مَیں نے یہ تحریک کی اور اعلان کیا کہ نوجوانوں کو غیر ممالک میں نکل جانا چاہئیے تو یہ نوجوان جو غالباً دینیات کی متفرق کلاس میں پڑھتا تھا اور عدالت خاں اس کا نام تھا تحصیل خوشاب ضلع شاہ پور کا رہنے والا تھا۔ میری اس تحریک پر بغیر اطلاع دیئے کہیں چلا گیا۔ قادیان کے لوگوں نے خیال کر لیا کہ جس طرح طالب علم بعض دفعہ پڑھائی سے دل برداشتہ ہو کر بھاگ جایا کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی بھاگ گیا ہے۔ مگر دراصل وہ میری اس تحریک پر ہی باہر گیا تھا مگر اس کا اُس نے کسی سے ذکر تک نہ کیا۔ چونکہ ہمارے ہاں عام طور پر صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ اور دوسرے شہداء کا ذکر ہوتا رہتا ہے اس لئے اُسے یہی خیال آیا کہ مَیں بھی افغانستان جاؤں اور لوگوں کو تبلیغ کروں۔ اُسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ غیر ملک میں جانے کے لئے پاسپورٹ کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ اُسے پاسپورٹ مہیا کرنے کے ذرائع کا علم تھا۔ وہ بغیر پاسپورٹ لئے نکل کھڑا ہوا۔ اور افغانستان کی طرف چل پڑا[۱]۔ جب افغانستان میں داخل ہوا تو چونکہ وہ بغیر پاسپورٹ

---

[۱] اس واقعہ کا ذکر حضورؓ نے "الفضل" ۳؍دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ - ۹ پر بھی فرمایا تھا۔

کے تھا اس لئے حکومت نے اسے گرفتار کر لیا اور پوچھا کہ پاسپورٹ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ پاسپورٹ تو میرے پاس کوئی نہیں۔ انہوں نے اُسے قید کر دیا۔ مگر جیلخانہ میں بھی اس نے قیدیوں کو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ کوئی مہینہ بھر ہی وہاں رہا ہوگا کہ افسروں نے رپورٹ کی کہ اسے رہا کر دینا چاہیئے ورنہ یہ قیدیوں کو احمدی بنا لے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو ہندوستان کی سرحد پر لا کر چھوڑ دیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے مجھے اطلاع دی کہ میں آپ کی تحریک پر افغانستان گیا تھا اور وہاں میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ اب آپ بتائیں کہ مَیں کیا کروں۔ مَیں نے اُسے کہا کہ تم چین میں چلے جاؤ چنانچہ وہ چین گیا اور جاتے وقت اُس نے ایک اَور لڑکے کو بھی جس کا نام محمد رفیق ہے اور ضلع ہوشیار پور کا رہنے والا ہے تحریک کی کہ وہ ساتھ چلے۔ چنانچہ وہ بھی ساتھ تیار ہو گیا۔ اس کے چونکہ رشتہ دار موجود تھے اور بعض ذرائع بھی اُسے میسّر تھے اس لئے اُس نے کوشش کی اور اُسے پاسپورٹ مل گیا۔ جس وقت یہ دونوں کشمیر پہنچے تو محمد رفیق تو آگے چلا گیا مگر عدالت خاں کو پاسپورٹ کی وجہ سے روک لیا گیا اور بعد میں گاؤں والوں کی مخالفت اور راہداری کی تصدیق نہ ہو سکنے کی وجہ سے وہ کشمیر میں ہی رہ گیا اور وہاں اس انتظار میں بیٹھا رہا کہ اگر مجھے موقع ملے تو مَیں نظر بچا کر چین چلا جاؤں گا۔ مگر چونکہ سردیوں کا موسم تھا اور سامان اس کے پاس بہت کم تھا اس لئے کشمیر میں اسے ڈبل نمونیہ ہو گیا اور دو دن بعد فوت ہو گیا۔

ابھی کشمیر سے چند دوست آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے عدالت خاں کا ایک عجیب واقعہ سُنایا جسے سُنکر رشک پیدا ہوتا ہے کہ احمدیت کی صداقت کے متعلق اُسے کتنا یقین اور وثوق تھا۔ وہ ایک گاؤں میں بیمار ہوا تھا جہاں کوئی علاج میسّر نہ تھا۔ جب اس کی حالت بالکل خراب ہو گئی تو ان دوستوں نے سُنایا کہ وہ ہمیں کہنے لگا کسی غیر احمدی کو تیار کرو جو احمدیت کی صداقت کے متعلق مجھ سے مباہلہ کر لے۔ اگر کوئی ایسا غیر احمدی تمہیں مل گیا تو مَیں بچ جاؤں گا اور اُسے تبلیغ بھی ہو جائیگی ورنہ میرے بچنے کی اور کوئی صورت نہیں۔ شدید بیماری کی حالت میں یہ یقین اور وثوق بہت ہی کم لوگوں کو میسّر ہوتا ہے کیونکہ ننانوے فیصدی اس بیماری سے مَر جاتے ہیں۔ اور بعض تو چند گھنٹوں کے اندر ہی وفات پا جاتے ہیں . . . . . ایسی خطرناک حالت میں جبکہ اس کی یقینی موت کا ننانوے فیصدی یقین کیا جا سکتا تھا، اس نے اپنا علاج یہی سمجھا کہ کسی غیر احمدی سے مباہلہ ہو جائے

اور اس نے کہا کہ اگر مباہلہ ہو گیا تو یقیناً خدا مجھے شفا دے گا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ میں اس مرض سے مر جاؤں۔ بہرحال اس واقعہ سے اس کا اخلاص ظاہر ہے۔ اسی طرح اُس کی دور اندیشی بھی ثابت ہے کیونکہ اس نے ایک اَور نوجوان کو خود ہی تحریک کی کہ میرے ساتھ چلو اور وہ تیار ہو گیا۔ اس طرح گو عدالت خاں فوت ہو گیا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے بیج کو ضائع نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے شخص نے جسے وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا، احمدیت کے جھنڈے کو پکڑ کر آگے بڑھنا شروع کر دیا اور مشرقی شہر کاشغر میں پہنچ گیا اور وہاں تبلیغ شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے ایک دوست کو اللہ تعالیٰ نے احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما دی۔ حاجی جنود اللہ صاحب ان کا نام ہے۔ وہ اسی تبلیغ کے نتیجہ میں قادیان آئے اور تحقیق کر کے احمدیت میں شامل ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد حاجی جنود اللہ صاحب کی والدہ اور ہمشیرہ بھی احمدی ہو گئیں اور اب تو وہ قادیان ہی آئے ہوئے ہیں۔ تو عدالت خاں کی قُربانی رائیگاں نہیں گئی بلکہ احمدیت کو اس علاقہ میں پھیلانے کا موجب بن گئی۔

یہ ایسا علاقہ ہے جس میں احمدیت کی اشاعت کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایسے ایسے خطرناک اور دشوار گذار رستے ہیں کہ اُن کو عبور کرنا ہی بڑی ہمت کا کام ہے۔ حاجی جنود اللہ صاحب کی والدہ نے بتایا کہ رستہ میں ایک مقام پر وہ تین دن تک برف پر گھٹنوں کے بَل چلتی رہیں۔ ایسے سخت رستوں کو عبور کر کے ہماری جماعت کے ایک نوجوان کا اس علاقہ میں پہنچنا اور لوگوں کو تبلیغ کرنا بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔

تو تحریک جدید کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے عدالت خاں کو پہلے یہ توفیق دی کہ وہ افغانستان جائے چنانچہ وہ افغانستان میں کچھ عرصہ رہا اور جب واپس آیا تو میری تحریک پر وہ چین کے لئے روانہ ہو گیا اور خود ہی ایک اَور نوجوان کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ راستہ میں عدالت خاں کو خدا تعالیٰ نے شہادت کی موت دے دی۔ مگر اس کے دوسرے ساتھی کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ آگے بڑھے اور مشرقی ترکستان میں جماعت احمدیہ قائم کر دے۔ یہ دو واقعات شہادت بتاتے ہیں کہ گو یہ اپنی جدوجہد میں کامیاب نہیں ہوئے مگر ان کی کوششیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول تھیں چنانچہ ان دو آدمیوں میں سے ایک کو تو اللہ تعالیٰ نے عملی رنگ میں شہادت دے دی اور دوسرے کی وفات ایسے رنگ میں ہوئی جو شہادت کے ہم رنگ ہے۔" [1]

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء صفحہ ۷-۸

تحریک جدید کے پہلے تین سالہ دور کے شاندار نتائج پر ایک نظر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

" تحریک جدید کے پہلے دَور میں احباب نے غیر معمولی کام کیا۔ اور ہم اُسے فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ مؤرخ آئیں گے جو اس امر کا تذکرہ کریں گے کہ جماعت نے ایسی حیرت انگیز قربانی کی کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔" [1]

حضرت امیر المومنینؓ نے اس اجمال کی تفصیل مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمائی :-

" ۱۹۳۴ء کے آخر میں جماعت میں جو بیداری ہوئی اس کے نتیجہ میں جماعت نے ایسی غیر معمولی قربانی کی رُوح پیش کی جس کی نظیر اعلیٰ درجہ کی زندہ قوموں میں بھی مشکل سے مل سکتی ہے . . . . تحریک جدید کے پہلے دَور میں احباب نے غیر معمولی کام کیا اور ہم اسے فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ مؤرخ آئیں گے جو اس امر کا تذکرہ کریں گے کہ جماعت نے ایسی حیرت انگیز قربانی کی کہ جس کی مثال نہیں ملتی اور اس کے نتائج بھی ظاہر ہیں۔ حکومت کے اس عنصر کو جو ہمیں مٹانے کے درپے تھا متواتر ذلت ہوئی . . . . . . اور احرار کو تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ذلیل کیا ہے کہ اب وہ مسلمانوں کے سٹیج پر کھڑے ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے . . . . تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سب دشمنوں کو ایسی سخت شکست دی ہے کہ حکام نے خود اس کو تسلیم کیا ہے . . . "

" اس کے علاوہ جو جماعت میں تبدیلی ہوئی وہ بہت ہی شاندار ہے۔ ہماری جماعت لاکھوں کی تعداد میں ہے جس میں امیر غریب ہر طبقہ کے لوگ ہیں۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کو سات سات اور آٹھ آٹھ کھانے کھانے کی عادت تھی اور جن کے دستر خوان پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھانے ہی کھانے پڑے ہوتے تھے . . . . مگر تحریک جدید کے ماتحت سب نے ایک ہی کھانا کھانا شروع کر دیا اور نہ صرف احمدیوں نے بلکہ بیسیوں بلکہ سینکڑوں غیر احمدیوں نے بھی اس طریق کو اختیار کر لیا۔ میری ایک ہمشیرہ شملہ گئی تھیں انہوں نے بتایا کہ وہاں بہت سے رؤساء کی بیویوں نے مانگ مانگ کر تحریک جدید کی کاپیاں لیں اور کہا کہ کھانے کے متعلق اُن کی ہدایات بہت اعلیٰ ہیں۔ ہم انہیں اپنے گھروں میں رائج کریں گے۔ ایک نوجوان نے بتایا کہ وہ بعض غیر احمدیوں کے ساتھ ایک میس میں شریک تھے۔ تحریک جدید کے بعد جب انہوں نے دوسرا کھانا کھانے سے احتراز کیا اور دوسرے ساتھیوں

---

[1] " الفضل " ۵ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۶ ۔

کے پوچھنے پر اس کی وجہ ان کو بتائی تو انہوں نے بھی وعدہ کیا کہ یہ بہت اچھی تحریک ہے ہم بھی آئندہ اس پر عمل کریں گے۔

پھر مَیں نے سنیما کی ممانعت کی تھی۔ اس بات کو ہمارے زمیندار دوست نہیں سمجھ سکتے کہ شہریوں کے لئے اس ہدایت پر عمل کرنا کتنا مشکل ہے۔ شہر والے ہی اسے سمجھ سکتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے لئے سنیما کو چھوڑنا ایسا ہی مشکل تھا جیسے موت قبول کرنا جن کو سنیما جانے کی عادت ہو جاتی ہے وہ اُسے زندگی کا جُزو سمجھتے ہیں۔ مگر اِدھر مَیں نے مطالبہ کیا کہ اسے چھوڑ دو اور اُدھر ننانوے فیصدی لوگوں نے اسے چھوڑ دیا اور پھر نہایت دیانتداری سے اس عہد کو نباہا اور عورت مرد سب نے اس پر ایسا عمل کیا کہ جو دُنیا کے لئے رشک کا موجب ہے۔ اور مَیں سمجھتا ہوں اس سے لاکھوں روپیہ بچ گیا ہوگا۔ . . . پھر اس سے جو وقت بچا اس کی قیمت کا اندازہ کرو۔ . . . یہ مطالبہ معمولی نہ تھا۔ لیکن جماعت نے اُسے سُنا اور پُورا کر دیا اور اس سے فوائد بھی حاصل کئے۔ اس کے علاوہ کون نہیں جانتا کہ عورت کپڑوں پر مَرتی ہے مگر ہزارہا عورتوں نے دیانتداری سے لباس میں سادگی پیدا کرنے کے حکم پر عمل کیا۔ اور یہ باتیں انفرادی قربانی اور قومی فتح کا ایک ایسا شاندار نمونہ ہیں جس کی مثال کم ملتی ہے۔ یہ قربانی معمولی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ کی قربانی ہے اور دیکھنے والی آنکھ کے لئے اس میں فتوحات کا لمبا سلسلہ ہے۔

پھر کتنے نئے ممالک میں احمدیت روشناس ہوئی۔ کم سے کم دس پندرہ ممالک ایسے ہیں۔ کئی علاقوں میں گو احمدیت پہلے سے تھی مگر تحریک جدید کی جدوجہد کے نتیجہ میں اس کا اثر پہلے سے بہت وسیع ہو گیا ہے

اس کے علاوہ ایک نتیجہ یہ نکلا کہ . . . . . دُنیا نے محسوس کر لیا کہ جماعت احمدیہ صرف مسلمانوں کے لشکر کا ایک بازو ہی نہیں ہے بلکہ وہ اپنی منفردانہ حیثیت بھی رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خود اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکتی ہے۔ پہلے ہماری اس حیثیت سے دُنیا واقف نہ تھی تحریک جدید کے نتیجہ میں ہی وہ اس سے آشنا ہوئی۔ مگر یہ سب فتوحات جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں حاصل ہوئیں۔ ہمارا مقصد نہیں ہمارا مقصد اُن سے بہت بالا ہے اور اس میں کامیابی کے لئے ابھی بہت قربانیوں کی ضرورت ہے" [1]

---

[1] "الفضل" ۱۵ر نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۶ تا ۸۔

بعض ابتدائی تلخ تجربے

مگر ان شاندار نتائج کے ساتھ کچھ تلخ تجربات بھی ہوئے چنانچہ حضورؓ نے فرمایا:۔

"ہم نے کئی نئے تجربے کئے ہیں۔ کئی نئے مشن قائم کئے گئے۔ اور یہ نیا تجربہ تھا میں نے تحریک کی تھی کہ نوجوان اپنی زندگیاں وقف کریں اور باہر نکل جائیں اور یہ بھی نیا تجربہ تھا۔ دوست اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں اور یہ بھی نیا تجربہ تھا۔ پھر صنعتی اداروں کا اجراء بھی نیا تجربہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں ان سب میں کم و بیش کامیابی ہوئی۔ سینکڑوں نوجوانوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں اور بیسیوں باہر نکل گئے۔ کوئی کہیں چلا گیا کوئی کہیں۔ بعض تین تین سال سے بمبئی اور کراچی میں بیٹھے ہیں۔ وہ کسی بیرونی ملک میں جانے کے ارادہ سے گھروں سے نکلے تھے۔ لیکن چونکہ اب تک کوئی صورت نہیں بن سکی اس لئے ابھی تک اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے والدین چٹھیاں لکھتے ہیں۔ مجھ سے بھی سفارشیں کراتے ہیں۔ مگر وہ یہی التجا کرتے ہیں کہ جو ارادہ ایک دفعہ کر لیا۔ اب اسے پورا کرنے کی اجازت دی جائے۔ بعض ان میں سے اتنی چھوٹی عمر کے ہیں کہ ابھی داڑھی مونچھ تک نہیں نکلی مگر اس راہ میں وہ ٹھوکریں تک اُٹھاتے ہیں۔ پھر بعض نوجوان بیرونی ممالک میں پہنچ گئے ہیں اور وہاں بھی کئی نئے تجربے ہمیں حاصل ہوئے ہیں۔ آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے کہا تھا کہ ہم نے اپنے لئے مدنی طبع لوگوں کی تلاش کرنی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اب تک مختلف ممالک میں قریباً پندرہ مشن ہمارے قائم ہو چکے ہیں۔ امریکہ، اٹلی، ہنگری، پولینڈ، یوگوسلاویہ (یہ مشن البانیہ کے لئے ہے۔ لیکن چونکہ البانوی حکومت نے ہمارے مبلغ کو نکال دیا تھا، وہ وہاں کام کر رہا ہے) فلسطین، جاوا، سٹریٹ سیٹلمنٹ، جاپان، چین، افریقہ۔ ان میں کئی مبلغ ایسے ہیں جو ہمارے خرچ پر گئے ہیں۔ کئی اپنے خرچ پر گئے ہیں۔ بعض تجارتوں کے ذریعہ سے اچھے گزارے کر رہے ہیں اور بہت خوش ہیں۔ بعض ابھی مشکلات میں ہیں اور مختلف ممالک کے متعلق بھی ہمیں نئے تجربے ہوئے ہیں۔ مشرقی ممالک میں سوائے جاوا، سماٹرا، اور سٹریٹ سیٹلمنٹ کے ہمیں ابھی کامیابی نہیں ہوئی۔ چین اور جاپان میں ابھی تک بالکل کامیابی نہیں ہوئی بلکہ تازہ اطلاع جو آج ہی بذریعہ تار مجھے ملی ہے یہ ہے کہ جاپانی گورنمنٹ نے صوفی عبدالقدیر صاحب کو قید کر لیا ہے اور ضمناً میں ان کے لئے دعا کی تحریک بھی کرتا ہوں۔ اس کے متعلق ہم اب تحقیقات کرائیں گے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ لیکن بہرحال چوتھے سال کے ابتداء میں یہ واقعہ بھی اللہ تعالےٰ

کی طرف سے ایک قسم کا انذار ہے کہ سب حالات پر غور کر کے ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اس قسم کی مشکلات بھی تبلیغ کے رستہ میں حائل ہوں گی۔

صوفی عبدالقدیر صاحب تحریک جدید کے تجارتی صیغہ کے نمائندہ تھے۔ گویا وہ باقاعدہ مبلغ نہیں تھے اور ابھی زبان ہی سیکھ رہے تھے اور اب تو اُن کی واپسی کا حکم بھی جاری ہو چکا تھا کیونکہ دوسرے مبلغ یعنی مولوی عبدالغفور صاحب برادر مولوی ابوالعطاء صاحب وہاں جا چکے ہیں۔ تو تجارتی اغراض کے ماتحت جانے والے ایک احمدی کے لئے جب اس قدر مشکلات ہیں تو تبلیغ کے لئے جانے والوں کے لئے کس قدر ہوں گی۔ جہانتک معلوم ہو سکا ہے۔ ان پر الزام یہ لگایا گیا ہے کہ وہ جاپانی گورنمنٹ کے مخالف ہیں۔ اور یہ بھی ہمارے لئے ایک نیا تجربہ ہے۔ انگریز ہمیں کہتے ہیں کہ تم ہمارے خلاف ہو اور دوسری حکومتیں یہ کہتی ہیں کہ تم انگریزوں کے خیر خواہ ہو۔

بہر حال یہ سب نئے تجربے ہیں جو ہمیں حاصل ہو رہے ہیں اور ان سے پتہ لگ سکتا ہے کہ کس کس قسم کی روکاوٹیں ہمارے رستہ میں پیدا ہونے والی ہیں۔ پھر ایک نیا تجربہ یہ ہوا ہے کہ امریکن گورنمنٹ نے ہمارے مبلغ محمد ابراہیم صاحب ناصر کو اس بنا پر داخل ہونے کی اجازت نہیں دی کہ وہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کے قائل ہیں تو ہمیں ان مبلغوں کے ذریعہ سے نئی نئی مشکلات کا علم ہوا ہے۔ ان کے علاوہ اَور بھی کئی باتیں ہیں جن سے جماعت کے اندر بیداری پیدا ہوئی ہے۔ سادہ زندگی ہے۔ سنیما تھیٹروں وغیرہ کی ممانعت ہے۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کا حکم ہے۔ اس سے قوم میں نئی رُوح پیدا ہوتی ہے"[1]

فصل ہشتم

تحریک جدید کا دُوسرا (ہفت سالہ) دَور

۲۶ نومبر ۱۹۳۷ء کو تحریک جدید کا دوسرا ہفت سالہ دور شروع ہوا جو اپریل ۱۹۴۴ء تک جاری رہا۔

---

[1] خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ نومبر ۱۹۳۷ء مطبوعہ "الفضل" ۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۵-۶

یہ دس سالہ دَور (جو ۱۹۳۴ء سے شروع ہوا، اور "دفترِ اوّل[1]" کے نام سے موسُوم کیا گیا) متعدد خصوصیات کا حامل تھا مثلاً چندہ تحریک جدید میں تخفیف، نئے مطالبات کا اضافہ، مستقل وقف زندگی کی تحریک، واقفین کی باقاعدہ ٹریننگ۔ سنیما کی مستقل ممانعت، دیہاتی مبلغین کی اہم سکیم، دُنیا کی مشہور زبانوں میں اسلامی لٹریچر کی تیاری، وقفِ زندگی کی وسیع تحریک، تحریک وقف جائداد وغیرہ۔

القاءِ الٰہی سے دس سالہ دَور کا تقرر

تحریک جدید کا جب سہ سالہ دور ختم ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے القاءِ الٰہی کے تحت اُسے دس سال تک ممتد فرما دیا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :-

"یہ عجیب بات ہے کہ متعدد دوستوں کی طرف سے مجھے چٹھیاں آچکی ہیں کہ مَیں اس تحریک کو تین سال میں ختم کرنے کی بجائے دس سال تک بڑھا دوں۔ میرا اپنا بھی خیال اس نئے سال سے اسی قسم کا اعلان کرنے کا تھا۔ پس ان تحریکوں کو جو بالکل میرے خیال سے توارد کھا گئیں۔ مجھے یقین ہوا کہ یہ الٰہی القاء ہے"[2]

ہفت سالہ دَور مقرر کرنے کی حکمت

حضور رضی اللہ عنہ کے پیشِ نظر ہفت سالہ دَور مقرر کرنے میں ایک بھاری حکمت مضمر تھی۔ چنانچہ فرمایا :-

"بعض پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۴۲ء یا ۱۹۴۴ء تک کا زمانہ ایسا ہے جس تک سلسلہ احمدیہ کی بعض موجودہ مشکلات جاری رہیں گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ بعض قسم کے ابتلاء دُور ہو جائیں گے اور اس وقت تک اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسے نشانات ظاہر ہو جائیں گے کہ جن کے نتیجہ میں بعض مقامات کی تبلیغی روکیں دُور ہو جائیں گی اور سلسلہ احمدیہ نہایت تیزی سے ترقی کرنے لگ جائے گا۔ پس میں نے چاہا کہ اس پیشگوئی کی جو آخری حد ہے یعنی ۱۹۴۴ء، اس وقت تک تحریک جدید کو لے جاؤں تا آئندہ آنے والی مشکلات میں اُسے ثبات حاصل ہو"[3]

---

[1] حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یکم دسمبر ۱۹۴۴ء کو ارشاد فرمایا :-

"میرے نزدیک تحریک جدید کا دوسرا حصہ جس میں نئے حصہ لینے والے شامل ہوں اس کے لئے الگ رجسٹر کھولا جائے جس کا نام دفترِ ثانی رکھ دیا جائے۔ پہلے دس سالوں سے جو لوگ حصہ لیتے آرہے ہوں ان کے نام جس رجسٹر میں درج ہوں اس کا نام دفترِ اوّل رکھ دیا جائے" (الفضل ۷ دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۳ کالم ۲)

[2] "الفضل" ۳ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۲ کالم ۴ ؎ [3] "الفضل" ۱۳ جنوری ۱۹۳۸ء ؎

یہ پیشگوئی آئندہ چل کر کس شان سے پوری ہوئی اس کی نسبت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

چندہ تحریک جدید میں تخفیف

۲۶ نومبر ۱۹۳۷ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریک جدید کے دوسرے سات سالہ دَور کا اعلان فرمایا[1] اور اس دَور کے لئے مالی قربانی کی نئی شرح تجویز کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

"اس سال کے لئے میری تحریک یہی ہے کہ جتنا کسی شخص نے اس تین سالہ دَور کے پہلے سال چندہ دیا تھا اتنا ہی چندہ اس سال دے۔ پھر میری سکیم یہ ہے کہ ہر سال اس چندہ میں سے دس فیصدی کم کرتے چلے جائیں گے۔ یعنی جس نے اس سال سَو روپیہ چندہ دیا ہے اس سے اگلے سال نوّے روپے لئے جائیں گے پھر اس سے اگلے سال اسّی روپے پھر تیسرے سال ستّر روپے پھر چوتھے سال ساٹھ روپے پھر پانچویں سال پچاس روپے اور پھر یہ پچاس فیصدی چندہ باقی دو سال مسلسل چلتا چلا جائے گا"[2]

مطالبات تحریکِ جدید میں اضافہ

دسمبر ۱۹۳۷ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پانچ مزید مطالبات فرمائے جن سے مطالبات تحریک جدید کی تعداد چوبیس تک جا پہنچی۔ ان مطالبات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

بیسواں[۲۰] مطالبہ۔ اپنی جائدادیں سے عورتوں کو ان کا شرعی حصہ ادا کریں۔

اکیسواں[۲۱] مطالبہ۔ عورتوں کے حقوق و احساسات کا خیال رکھیں۔

بائیسواں[۲۲] مطالبہ۔ ہر احمدی پورا پورا امین ہوگا اور کسی کی امانت میں خیانت نہیں کرے گا۔

تیئسواں[۲۳] مطالبہ۔ مخلوقِ خدا کی خدمت کرو۔ اپنے ہاتھوں سے کام کرو اور خود محنت کر کے اپنے گاؤں وغیرہ کی صفائی کرو۔

چوبیسواں[۲۴] مطالبہ۔ ہر احمدی کو اپنے دل میں یہ اقرار کرنا چاہیئے کہ آئندہ وہ اپنا کوئی مقدمہ جس کے متعلق گورنمنٹ مجبور نہیں کرتی کہ اُسے سرکاری عدالت میں لے جایا جائے عدالت میں نہیں لے جائے گا بلکہ اپنے عدالتی بورڈ اور اپنے قاضی سے شریعت کے مطابق اس کا فیصلہ کرائیگا اور جو بھی وہ فیصلہ کرے گا اُسے شرح صدر کے ساتھ قبول کرے گا"[3]

---

[1] "الفضل" ۴؍ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۵ [2] ایضاً صفحہ ۱۳ کالم ۱

[3] "انقلاب حقیقی" صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۸ (لیکچر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جلسہ سالانہ ۱۹۳۷ء)

مطالبہ سادہ زندگی میں مستثنیات

اس دور میں حضور نے مطالبہ سادہ زندگی میں کچھ مستثنیات فرما دیں مثلاً حضور نے اجازت دے دی کہ عیدوں کی طرح جمعہ کو بھی دو کھانے کھائے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح حضور نے یہ پابندی بھی اُٹھا دی کہ "اگر اپنا ہی کوئی احمدی دوست مہمان ہو تو دستر خوان پر میزبان صرف ایک ہی کھانا کھائے" اب حضور نے اجازت دے دی کہ "اگر کوئی ایسا مہمان ہو جس کے لئے ایک سے زائد کھانے پکائے گئے ہوں تو اس صورت میں خود بھی دو کھانے کھانا جائز ہوں گے مگر شرط یہ ہے کہ کوئی غیر مہمان ہو۔ یہ نہ ہو کہ اپنے ہی رشتہ دار بغیر کسی خاص تقریب کے اکٹھے ہوں اور اُن کے لئے (جمعہ کے استثناء کے علاوہ) ایک سے زائد کھانے تیار کرائے جائیں اور خود بھی دو دو کھانے کھائے جائیں۔" قبل ازیں حضور ایک استثناء گذشتہ سالوں میں کر چکے تھے اور وہ یہ کہ رسمی اور حکام کی دعوتوں میں ایک سے زیادہ کھانے کھانا یا کھلانا جو ملک کے رواج کے مطابق ضروری ہوں جائز رکھے گئے۔[1]

مستقل وقف کی تحریک

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور نے ابتداءً افراد جماعت کے سامنے صرف تین سال کے وقف کرنے کی تحریک فرمائی تھی۔ لیکن کام کی وسعت کے پیشِ نظر ۱۷ دسمبر ۱۹۳۷ء کو مستقل وقف زندگی کی تحریک کی اور ساتھ ہی وضاحت فرمائی کہ

"آئندہ جو لوگ اپنے آپ کو وقف کریں وہ یہ سمجھ کر کریں کہ اپنے آپ کو فنا سمجھیں گے اور جس کام پر اُن کو لگایا جائے گا اس پر محنت، اخلاص اور عقل و علم سے کام کریں گے۔ عقل اور علم کا اندازہ کرنا تو ہمارا کام ہے مگر محنت، اطاعت اور اخلاص سے کام کا ارادہ ان کو کرنا چاہیئے اور دوسرے یہ بھی خیال کر لینا چاہیئے کہ وقف کے یہ معنے نہیں کہ وہ خواہ کام کے لئے موزوں ثابت ہوں یا نہ ہوں ہم ان کو علیحدہ نہیں کریں گے یا سزا نہیں دیں گے۔ صرف وہی اپنے آپ کو پیش کرے جو سزا کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جن قوموں کے افراد میں سزا برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہوتی وہ ہمیشہ ہلاک ہی ہوا کرتی ہیں۔ صحابہ کو دیکھو وہ بعض اوقات ضرورت سے زیادہ سزا برداشت کرتے تھے اور خود بخود کرتے تھے۔ . . . پس وقف کرنے والوں کے لئے ان پانچوں اوصاف کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سزا برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں اور بعد میں یہ نہ کہیں کہ اُس وقت ہمیں نوکری مل سکتی تھی۔ پس وہی آگے آئے جس کی نیت یہ ہو کہ میں پوری کوشش

---

[1] "الفضل" ۱۱ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲-۳-۴

کروں گا۔ لیکن اگر نکما ثابت ہوں تو سزا بھی بخوشی برداشت کروں گا"۔ ۔ ۔

"مجھے امید ہے کہ ہمارے نوجوان ان شرائط کے ماتحت جلد از جلد اپنے نام پیش کریں گے تا اس سکیم پر کام کر سکیں جو میرے مدنظر ہے۔ ہم آدمی تو تھوڑے سے ہی لیں گے مگر جو چند آدمی سینکڑوں میں سے چُنے جائیں گے وہ بہرحال ان سے بہتر ہوں گے جو پانچ سات میں سے چُنے جائیں۔ پچھلی مرتبہ قریباً دو سَو نوجوانوں نے اپنے آپ کو پیش کیا تھا اور مجھے امید ہے کہ اب اس سے بھی زیادہ کریں گے جنہوں نے پچھلی مرتبہ اپنے آپ کو پیش کیا تھا وہ اب بھی کر سکتے ہیں بلکہ جو کام پر لگے ہوئے ہیں وہ بھی چاہیں تو اپنے نام پیش کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی تین سال کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ تین سال تو ہم جانتے نہیں جب ایک دفعہ اپنے آپ کو پیش کر دیا تو پھر پیچھے کیا ہٹنا ہے۔ اُن کو بھی قانون کے ماتحت پھر اپنے نام پیش کرنے چاہئیں۔ کیونکہ پہلے ہمارا مطالبہ صرف تین سال کے لئے تھا۔ اور جو بھی اپنے آپ کو پیش کریں پختہ عزم اور ارادہ کے ساتھ کریں"[۵]

مستقل واقفین کی ٹریننگ

مندرجہ بالا تحریک کے نتیجہ میں تحریک جدید کے دَورِ ثانی کو یہ عظیم خصوصیت حاصل ہوئی کہ کئی مخلص نوجوان مستقل طور پر اپنی زندگی وقف کرکے حضور کے قدموں میں آ گئے اور حضور کی خصوصی توجہ اور تعلیم و تربیت اور دعاؤں نے نہایت قلیل گذارہ پانے والی مستقل واقفین کی ایثار پیشہ، مخلص اور قربانی کرنے والے مجاھدوں کی ایک ایسی جماعت تیار کر دی جس نے آئندہ چل کر اسلام اور احمدیت کی عظیم الشان اور ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں اور نہ صرف بیرونی دُنیا میں مشن قائم کئے بلکہ مرکز میں نئے مبلغین کو تیار کرنے میں ہر ممکن جدوجہد کی جو حضور کی قوت قدسی کی دلیل اور شاندار کارنامہ ہے جس کو جتنا بھی سراہا جائے بہت کم ہے۔ ان واقفین نے قناعت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے دین کو دُنیا پہ مقدم کرنے کا عملی ثبوت پیش کیا۔ حضرت امیرالمؤمنینؓ انہی جانفروش واقفین کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

"مَیں تحریک جدید کے دَورِ ثانی میں مستقل کام کی داغ بیل ڈالنے کے لئے مالی .... تحریک کے علاوہ کہ وہ بھی مستقل ہے، ایک مستقل جماعت واقفین کی تیار کر رہا ہوں۔ دَورِ اوّل میں مَیں نے کہا تھا کہ نوجوان تین سال کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں مگر دَورِ ثانی میں وقفِ عمر بھر کے لئے

---

[۵] "الفضل" ۲۲ دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۷ کالم ۳

ہے اور اب یہ واقفین کا ہرگز حق نہیں کہ وہ خود بخود کام چھوڑ کر چلے جائیں۔ ہاں ہمیں اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ اگر ہم انہیں کام کے ناقابل دیکھیں تو انہیں الگ کر دیں۔ پس یہ سہ سالہ واقفین نہیں بلکہ جس طرح یہ دَور مستقل ہے اسی طرح یہ وقف بھی مستقل ہے اور اس دَور میں کام کی اہمیت کے پیشِ نظر مَیں نے یہ شرط عائد کر دی ہے کہ صرف وہی نوجوان لئے جائیں گے جو یا تو گریجوایٹ ہوں یا مولوی فاضل ہوں۔ اور جو نہ گریجوایٹ ہوں اور نہ مولوی فاضل، انہیں نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ ان لوگوں نے علمی کام کرنے ہیں۔ اور اس کے لئے یا تو دینی علم کی ضرورت ہے یا دُنیوی علم کی۔ اس دَور میں تین چار آدمیوں کو مستثنےٰ کرکے کہ وہ گریجوایٹ نہیں کیونکہ وہ پہلے دَور کے بقیہ واقفین میں سے ہیں، باقی سب یا تو گریجوایٹ ہیں یا مولوی فاضل ہیں۔ چنانچہ اس وقت چار گریجوایٹ ہیں اور چار ہی مولوی فاضل ہیں۔ کُل غالباً بارہ نوجوان ہیں۔ چار ان میں سے غیر گریجوایٹ ہیں۔ مگر ہیں سب ایسے ہی جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے محنت سے کام کرنے والے اور سلسلہ سے محبت رکھنے والے ہیں . . . . میرا منشاء ہے کہ ان میں سے بعض کو مرکز کے علاوہ باہر بھجوا کر اعلیٰ تعلیم دلوائی جائے اور علمی اور عملی لحاظ سے اس پایہ کے نوجوان پیدا کئے جائیں جو تبلیغ، تعلیم اور تربیت کے کام میں دنیا کے بہترین نوجوانوں کا مقابلہ کر سکیں بلکہ اُن سے فائق ہوں۔ صرف انہیں مذہبی تعلیم دینا ہی میرے مدنظر نہیں۔ بلکہ میرا منشاء ہے کہ انہیں ہر قسم کی دُنیوی معلومات بہم پہنچائی جائیں اور دنیا کے تمام علوم انہیں سکھائے جائیں تا دُنیا کے ہر کام کو سنبھالنے کی اہلیت اُن کے اندر پیدا ہو جائے۔ ان نوجوانوں کے متعلق میری سکیم جیسا کہ مَیں گذشتہ مجلسِ شوریٰ کے موقع پر بیان کر چکا ہوں، یہ ہے کہ انہیں یورپین ممالک میں بھیج کر اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلائی جائے۔ اور جب یہ ہر قسم کے علوم میں ماہر ہو جائیں تو انہیں تنخواہیں نہ دی جائیں بلکہ صرف گذارے دیئے جائیں اور اُن کے گذارہ کی رقم کا انحصار علمی قابلیت کی بجائے گھر کے آدمیوں پر ہو جیسا کہ صحابہؓ کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا اور یُوں انتظام ہو کہ جس کی بیوی ہوئی یا بچے ہوئے اُسے زیادہ الاؤنس دے دیا۔ اور جس کے بیوی بچے نہ ہوئے اُسے کم گذارہ دے دیا۔ یا کسی نوجوان کی شادی ہونے لگی تو اُسے تھوڑی سی امداد دے دی" [1]

مُجاہدینِ تحریکِ جدید کو اُن دنوں نہایت معمولی خرچ دیا جاتا تھا جس کی تفصیل خود حضور کے الفاظ میں پیش

[1] "الفضل" ۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۸-۹

کی جاتی ہے۔ حضور نے فرمایا:-

"میری کوشش یہ ہے کہ اس دَور میں سَو واقفینِ زندگی ایسے تیار ہو جائیں جو علاوہ مذہبی تعلیم رکھنے کے ظاہری علوم کے بھی ماہر ہوں اور سلسلہ کے تمام کاموں کو حزم و احتیاط سے کرنے والے اور قربانی و ایثار کا نمونہ دکھانے والے ہوں۔ اس غرض کے لئے تعلیمی اخراجات کے علاوہ ہمیں ان لوگوں کو گذارے بھی دینے پڑیں گے اور یہ گذارہ پندرہ روپے فی کس مقرر ہے۔ اگر ایک گریجوایٹ بھی ہو تو اُسے بھی ہم پندرہ روپے ہی دیتے ہیں زیادہ نہیں اور یہ اتنا قلیل گذارہ ہے کہ بعض یتامیٰ و مساکین کے وظائف اسی کے لگ بھگ ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ گذارہ انہیں اتنا تھوڑا دیا جاتا ہے جتنا بعض یتامیٰ اور مساکین کو بھی ملتا ہے وہ کام بھی کرتے ہیں اور انہوں نے اپنی تمام زندگی خدمتِ دین کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔ سردست ہمارا قانون یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کی شادی ہو جائے تو اُسے بیس روپے دیئے جائیں اور پھر بچے پیدا ہوں تو فی بچہ تین روپے زیادہ کئے جائیں اور اس طرح چار بچوں تک یہی نسبت قائم رہے۔ گویا ان کے گذارہ کی آخری حد بتّیس[۳۲] روپے ہے مگر یہ بھی اس وقت ملیں گے جب ان کے گھروں میں چھ کھانے والے ہو جائیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ گذارہ کم ہے۔ اسی طرح بچوں کی حد بندی کرنی بھی درست نہیں اور اُسے جلد سے جلد دُور کرنا چاہیئے مگر فی الحال ہماری مالی حالت چونکہ اس سے زیادہ گذارہ دینے کی متحمل نہیں اس لئے ہم اس سے زیادہ گذارہ نہیں دے سکتے۔ اور انہوں نے بھی خوشی سے اس گذارہ کو قبول کیا ہے۔"[۱]

منتخب واقفین کیلئے ہدایات

منتخب واقفین کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور دفتر تحریک جدید کی طرف سے جو ہدایات وقتاً فوقتاً جاری کی جاتی رہیں ان کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے:-

۱۔ محنت صحت سے نہیں ہوتی بلکہ بشاشت سے ہوتی ہے۔

۲۔ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے رہنا چاہیئے اور جب اپنے آپ میں محسوس ہو کہ اب مَیں فرائضِ معاہدہ کو ادا نہیں کر سکتا تو اسے اسی وقت علیحدہ ہو جانا چاہیئے۔

۳۔ ترقی کرنے والی قومیں محض روزمرّہ کے کام سے نہیں ترقی کرتیں کیونکہ اس کی غرض تو محض قومی زندگی قائم رکھنا

---

[۱] "الفضل" ۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۰

ہوتی ہے اور یہ قلیل ترین چیز ہوتی ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیئے کہ کونسے کام ایسے ہیں کہ جن کو ہم نے بعد میں کرنا ہے دشمن کیا کر رہا ہے۔ دنیا کس طرح ترقی کر رہی ہے، ہمیں ان کا مقابلہ کس طرح کرنا ہے۔

۴۔ نوجوانوں میں یہ رُوح ہونی چاہیئے کہ بغیر روپے کے کام کرنا ہے۔

۵۔ جب تک ہم نتیجہ کے ذمہ دار نہ بنیں، ترقی نہیں کر سکتے۔ لوگ اس مسئلہ سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں کہ "کام انسان کرتا ہے نتیجہ خدا پیدا کرتا ہے" كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ أُرِيدَ بِهِ الْبَاطِلُ۔ اسی طرح توکل سے بھی لوگوں نے غلط مفہوم لیا ہے۔

۶۔ انفرادی قربانی ضروری ہے تاکہ قوم سُست نہ ہو شکست خوردہ جرنیل اپنے آپ کو گولی مار لیتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرا کام غلبہ حاصل کرنا ہے۔ شریعت میں بھی پیچھے ہٹنے کی سزا جہنم ہے۔ کمی تعداد اور معذوریوں کا کوئی سوال نہیں ہے۔ پس جو کامیاب نہیں ہوتا اُسے سزا بھگتنی چاہیئے۔ اسی لئے یہ اصول رکھا گیا ہے کہ سزا لینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ ہم صحیح طور پر اپنی ذمہ واری کا اندازہ نہیں لگاتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دماغ کام نہیں کرتا بلکہ بھاگنے کے راستے ڈھونڈتا ہے۔ ہر واقفِ زندگی کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ خواہ حالات کس قدر سخت ہوں ناکامی کی ذمہ واری میری ہے۔

۷۔ بہادر وُہ ہے جو ہر قسم کی قربانی کر سکے نہ کہ وہ جو خاص قسم کی قربانی کر سکے لیکن دوسری قسم کی قربانی نہ کر سکے۔

۸۔ وقت کی قربانی اہم ترین چیزوں میں سے ہے اور اس سے زیادہ قربانی وہ ہے جسے دُنیا WASTE OF TIME کہتی ہے۔ دُنیا اِسے گناہ سمجھتی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جب یہ قربانی کے مقام پر کی جائے تو یہ اعلیٰ درجہ کی قربانی ہے۔ جیسے نمازی انتظار میں بھی نمازی ہے۔ بظاہر یہ وقت کا ضیاع ہے۔ اصل میں مقصود نماز کی عظمت کا اظہار ہے۔ پس مقصود کے لئے انتظار بڑی قربانی ہے۔ پس انتظار کا نام ضیاع وقت نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ اُس کے علم کو بڑھانے والی بات ہے کیونکہ علم اپنی اہمیت سے آتا ہے۔

۹۔ وقف سے ایک غرض یہ ہے کہ جھوٹ کو مٹایا جائے خواہ کس قدر چھوٹا سے چھوٹا ہو۔ کوئی بھی جھوٹ اگر ثابت ہوا تو سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔ وقف ٹوٹ سکتا ہے اور جماعت میں اِعلان ہو سکتا ہے۔ خواہ دین کی خاطر ہی ہو۔ سچ بولنے سے اِنکار کیا جا سکتا ہے لیکن سچ کے خلاف بیان کرنے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ ہاں اسلامی عدالت میں گواہی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ سرکاری عدالت میں (شرع کے رُو سے) ایسا ہو سکتا ہے۔ اُس صورت میں سرکاری سزا برداشت کرنے کے بھی اُسے تیار رہنا چاہیئے۔

واقفین کو بھی یہی کیریکٹر جماعت میں پیدا کرنا چاہیئے کیونکہ سلسلہ کا فائدہ جھوٹ سے وابستہ نہیں۔ اسلام کی بنیاد قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا پر ہے۔

اِس حد تک اِس امر کا احساس ہونا چاہیئے کہ جو کبھی جھوٹ بولے وہ خود آکر کہے کہ مَیں نے جھوٹ بولا ہے، میرا وقف منسُوخ کریں اور پھر سزا برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔

۱۰۔ عقل اُس وقت کمزور ہوتی ہے جب انسان مشکلات کے وقت اپنے دماغ پر پورا زور نہیں دیتا۔ اور عذر تلاش کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر مشکلات کے وقت عقل سے کام لیا جائے اور دماغ پر زور ڈالا جائے تو اس کا صحیح حل جلدی ہی مِل سکتا ہے" [1]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اظہارِ خوشنودی

واقفین نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے مقدور بھر کوشش کی کہ حضرت امیر المومنینؓ کی ہدایات پر پُوری طرح عمل پیرا ہوں چنانچہ حضور نے واقفین کی قربانی، خلوص اور محنت شاقہ پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ضروری ہے کہ وہ نوجوان جو بغیر روپیہ کے کام کرنے کے لئے تیار ہوں وہ اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے بعض نوجوان ہمیں ایسی ہی رُوح رکھنے والے دیئے ہوئے ہیں چنانچہ ان واقفین زندگی میں ایک وکیل [2] ہیں۔ ان کے والد کئی مربعوں کے مالک ہیں اور وہ اپنے علاقہ کے رئیس اور مرکزی اسمبلی کے ووٹروں میں سے ہیں۔ وہ شادی شُدہ ہیں مگر ہم انہیں بیس روپے ہی دیتے ہیں اور وہ خوشی سے اُسے قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ زمیندار ہونے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اپنے علاقہ میں انہیں رسُوخ حاصل ہے۔ اگر وہ وکالت کرتے سَو ڈیڑھ سَو روپیہ ضرور کما لیتے۔ بلکہ ہوشیار آدمی تو آجکل کے گرے ہوئے زمانہ میں بھی دو اڑھائی سَو روپیہ کما لیتا ہے۔ لیکن انہوں نے اپنے آپ کو وقف کیا اور قلیل گذارے پر ہی وقف کیا اور مَیں تو اس قسم کے وقف کو بغیر روپیہ کے کام کرنا ہی قرار دیتا ہوں۔ کیونکہ جو کچھ ہماری طرف سے دیا جاتا ہے وہ نہ دیئے جانے کے برابر ہے۔ اسی طرح اور کئی گریجوایٹ ہیں جو اپنی ذہانت کی وجہ سے اگر باہر کہیں کام کرتے تو بہت زیادہ کما لیتے مگر ان سب نے خوشی اور بشاشت کے ساتھ اپنی زندگی وقف کی ہے۔ پس گو تحریک جدید کے واقفین ایک قلیل گذارہ لے رہے ہیں مگر عقلاً انہیں بغیر گذارہ کے ہی کام کرنے والے سمجھنا چاہیئے

[1] "مطالبات تحریک جدید" مرتبہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور وکیل الدیوان تحریک جدید قادیان طبع چہارم صفحہ ۸۳-۸۶۔
[2] یعنی چودھری مشتاق احمد صاحب باجوہ (ناقل)

کیونکہ اُن کے گذارے اُن کی لیاقتوں اور ضرورتوں سے بہت کم ہیں۔'' [۱]

نصاب کی تشکیل

دورِ ثانی کے ان واقفین کی تعلیم کی تکمیل کے لئے ان کی قابلیتوں اور آئندہ ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر نصاب تجویز کئے جاتے رہے۔ حضورؓ کا منشاء مبارک دراصل شروع میں زیادہ لمبی تعلیم دلانے کا نہ تھا بلکہ جلد بیرونی ممالک میں بھجوانے کا تھا چنانچہ کئی ایک پاسپورٹ تیار کروائے گئے کہ اچانک دوسری عالمگیر جنگ شروع ہوگئی۔ اب حضورؓ نے مناسب سمجھا کہ ان واقفین کی مختلف لائنوں میں تربیت کی جائے۔ حضورؓ نے حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ کے ساتھ مشورہ کے بعد مختلف لائنیں مثلاً حدیث، فقہ، تفسیر، منطق و فلسفہ، تصوف مقرر فرما دیں اور فرمایا کہ طلبہ کو کہیں کہ ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنی اپنی لائن منتخب کرلیں[۲]۔ لیکن چونکہ عربی علوم کی کتب پڑھنے کے لئے بُنیادی علم صرف و نحو کا حاصل کرنا ضروری تھا۔ اس لئے حضورؓ نے اس علم کا حاصل کرنا ہر واقف کے لئے ضروری قرار دیا۔ چنانچہ صرف و نحو کی ابتدائی کتب سے لیکر انتہائی کتب تک سب واقفین کو پڑھنا پڑیں۔ لیکن اس کے لئے کلاسز نہیں بنائی گئیں بلکہ نصاب تجویز کر دیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ ہر واقف اساتذہ سے مدد لے کر اپنی اپنی ذہنی استعداد کے مطابق جلد سے جلد نصاب ختم کرے۔ بقیہ علوم کے لئے باقاعدہ کلاسز ہوتی رہیں۔

صرف میں قانونچہ[۳] کھیوالی مصنفہ مولوی خان ملک صاحب کا زبانی یاد کرنا لازمی تھا۔ اسی طرح آخری کتاب فصول اکبری کا امتحان پاس کرنا تھا۔ نحو میں نحو میر سے لے کر قافیہ تہذیب التوضیح اور شرح مُلّا جامی تک سب کتب درساً پڑھائی گئیں اور امتحان پاس کرنے کے لئے کڑی شرائط رکھی گئیں تاکہ ٹھوس بُنیادوں پر علمی قابلیت پیدا ہو۔

واقفین کے اساتذہ

دَورِ ثانی کے واقفین کو وقتاً فوقتاً مندرجہ ذیل اساتذہ نے تعلیم دی:-

۱۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ (جلالین۔ بیضاوی اور نحو) ۲۔ مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی (۱۹۴۲ء سے۔ حدیث۔ فقہ۔ نحو۔ کتب مسیح موعودؑ) ۳۔ مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری (صرف و نحو۔ قانونچہ۔ فصول اکبری۔ کافیہ شافیہ۔ تہذیب التوضیح۔ فقہ و کنز۔ قدوری۔ شرح وقایہ۔ ہدایہ) ۴۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ (تصوف) ۵۔ مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری (علم معانی) ۶۔ صاحبزادہ سید ابوالحسن صاحب قدسی (مقدمہ ابن خلدون) ۷۔ مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری (فارسی)

---

[۱] ''الفضل'' ۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۰-۱۱ ٭ [۲] اصحاب احمد جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۱۴۷ ٭ [۳] چونکہ قانونچہ پنجابی میں تھا اس کے قوانین کا مختصر سا خلاصہ اردو میں لکھوایا گیا جو مکرم مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری نے مرتب کیا اور وہی کورس میں رکھا گیا ٭

۸۔ مولوی ارجمند خاں صاحب (فقہ) ۹۔ شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم فاضل[1] (۱۹۴۲ء سے) (ردّ عیسائیت) ۱۰۔ قریشی محمدؐ نذیر صاحب ملتانی (قرآن شریف۔ صرف ونحو) ۱۱۔ مولوی سکندر علی صاحب ہزاروی[2] (فقہ۔ اصول فقہ) ۱۲۔ پیر عبدالعزیز شاہ صاحب کھیوال متصل ساہیوال ضلع سرگودھا[3] (منطق وفلسفہ۔ صرف ونحو۔ ترمذی شریف) ۱۳۔ مولوی محمدؐ ابراہیم صاحب قادیانی (صرف ونحو) ۱۴۔ مولوی محمدؐ احمد صاحب جلیل[4] (حدیث۔ ادب) ۱۵۔ ملک سیف الرحمٰن صاحب[5] (قرآن کریم باترجمہ۔ فصول اکبری) ۱۶۔ خانصاحب ڈاکٹر عبداللہ صاحب[6] پنشنر مرحوم (طب[7]) ۱۷۔ پروفیسر محبوب عالم صاحب خالد (انگریزی) ۱۸۔ محمدؐ سرور صاحب ایم۔ اے[8] (انگریزی) ۱۹۔ مولوی محمدؐ اسرائیل صاحب بالاکوٹ۔ (غیر احمدی عالم)

دارالمجاہدین

واقفین کی خصوصی تربیت وتعلیم کے لئے ۱۹۳۸ء[9] میں (بابو محمد سعید صاحب[10] پوسٹماسٹر کے مکان واقعہ دارالفضل میں) باقاعدہ دارالمجاہدین کا قیام عمل میں آیا۔ جہاں کچھ عرصہ واقفین قیام پذیر رہے۔ ازاں بعد ماسٹر شیخ مبارک اسماعیل صاحب[11] کی کوٹھی میں اور پھر ۱۹۴۰ء میں ڈاکٹر حاجی خاں صاحب کی کوٹھی واقع دارالانوار میں منتقل ہوا جہاں واقفین کی رہائش اور تعلیم دونوں کا انتظام تھا۔ یہ دارالمجاہدین ہجرت ۱۹۴۷ء تک قائم رہا۔

واقفین میں مجاہدانہ سپرٹ پیدا کرنے کے لئے مختلف اقدامات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نزدیک ہر واقف مجاہد تھا۔ اسی لئے حضور نے واقفین کی ٹریننگ میں خاص طور پر یہ امر ملحوظ رکھا۔ کہ مجاہدین تحریک جدید اپنا بلند مقام پہچانیں اور تحریک جدید کو مجاہدانہ معاہدہ سمجھتے ہوئے جہاد کی رُوح کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

---

[1] ۱۹۴۲ء سے آپ نے تعلیم دینا شروع کی۔ [2] غیر احمدی عالم تھے جنہیں باقاعدہ تنخواہ پر اُستاد رکھا گیا تھا۔ [3] بیعت ۱۹۴۲ء۔ قریباً ۲½ سال تک پڑھاتے رہے۔ [4] و [5] آپ متعلّم بھی تھے اور معلّم بھی۔ [6] والد ماجد میاں بشیر احمد صاحب سابق امیر جماعت کوئٹہ۔ [7] حضور کے ارشاد کے ماتحت جملہ واقفین کے لئے ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب کی کتاب "مخزن حکمت" ہر دو جلد کا مطالعہ بھی لازمی قرار دیا گیا۔ [8] ابن مکرم ڈاکٹر سید ولایت شاہ صاحب آف افریقہ۔ [9] "الفضل" ۸ دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۹ کالم ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۳۸ء کے اوائل سے واقفین کی پڑھائی شروع ہو چکی تھی۔ [10] یہ مکان دارالفضل میں چودھری غلام حسین صاحب مرحوم والد ماجد چودھری مشتاق احمد صاحب باجوہ کے مکان کے جانب جنوب واقع تھا۔

[11] حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے بھتیجے تھے۔ یہ کوٹھی ریتی چھلہ سے بھینی بانگر کی طرف جانے والے راستہ پر واقع ہے۔ اس کوٹھی میں صرف چند ماہ دارالواقفین رہا ہے۔

"ہر واقف مجاہد ہے اور مجاہد پر اللہ تعالیٰ نے بہت ذمہ داریاں ڈالی ہیں۔ اُن کو پُورا کرنے والا ہی مجاہد کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ . . . ہمارا مقابلہ تو ان قوموں سے ہے جن کے نوجوانوں نے چالیس چالیس سال تک شادی نہیں کی اور اپنی زندگیاں لیبارٹریوں میں گذار دیں اور کام کرتے کرتے میز پر ہی مر گئے اور جاتے ہوئے بعض نہایت مفید ایجادیں اپنی قوم کو دے گئے۔ مقابلہ تو ایسے لوگوں سے ہے کہ جن کے پاس گولہ بارُود اور دوسرے لڑائی کے ہتھیار نہ رہے تو انہوں نے امریکہ سے ردّی شدہ بندوقیں منگوائیں اور انہی سے اپنے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ انگلستان والوں نے کہا کہ بے شک جرمن آجائے ہم اس سے سمندر میں لڑیں گے۔ اگر سمندر میں لڑنے کے قابل نہ رہے تو پھر اس سے سمندر کے کناروں پر لڑیں گے اور اگر سمندر کے کناروں پر لڑنے کے قابل نہ رہے تو ہم اس سے شہروں کی گلیوں میں لڑیں گے اور اگر گلیوں میں لڑنے کے قابل نہ رہے تو ہم گھروں کے دروازوں تک مقابلہ کریں گے۔ اور اگر پھر بھی مقابلہ نہ کر سکے تو پھر کشتیوں میں بیٹھ کر امریکہ چلے جائیں گے مگر اس سے جنگ کرنا ترک نہیں کریں گے۔ ہمارا مقابلہ تو ایسے لوگوں سے ہے۔ . . . ہمیں تو ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے کہ جہاں ان کو کھڑا کیا جائے وہ وہاں سے ایک قدم بھی نہ ہلیں سوائے اس کے کہ اُن کی لاش ایک فٹ ہماری طرف گرے تو گرے لیکن زندہ انسان کا قدم ایک فٹ آگے پڑے پیچھے نہ آئے۔ ہمیں تو ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے اور یہی لوگ ہیں جو قوموں کی بنیاد کا کام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کے متعلق فرماتا ہے کہ ان میں سے ہر آدمی کفن بردوش ہے مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ کہ اُن میں سے کچھ لوگوں نے اسلام کی راہ میں اپنی جانیں دے دی ہیں اور کچھ انتظار کر رہے ہیں۔ یہ وقف ہے جو دُنیا میں تغیّر پیدا کیا کرتا ہے"۔ [1]

واقفین میں مجاہدانہ رُوح اور سپاہیانہ انداز پیدا کرنے کے لئے حضور نے متعدد وسائل اختیار فرمائے۔

اوّل۔ واقفین کے لئے قطعی ہدایت تھی کہ وہ دارالواقفین میں رہیں۔ شادی شدہ واقفین کو ہفتہ میں صرف ایک بار یعنی جمعرات اور جُمعہ کی درمیانی شب کو گھر جانے کی اجازت تھی اور مجرّد واقفین تھوڑے سے وقت کے لئے ہفتہ میں دو بار گھر جا سکتے تھے اور مہینہ میں ایک رخصت گھر گذار سکتے تھے۔

---

[1] "الفضل" ۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء صفحہ ۷-۸

دوم۔ واقفین روزانہ ڈائری لکھنے کے پابند تھے۔ ڈائری میں خاص طور پر یہ ذکر کیا جانا ضروری تھا کہ انہوں نے کتنی نمازیں باجماعت ادا کی ہیں[1] اور کس مسجد میں؟ نیز یہ کہ تلاوت قرآن مجید کتنے دن کی ہے؟

سوم۔ واقفین ہر پندرہ روز کے بعد عموماً ایک مرتبہ حضرت اقدسؓ کی خدمت میں اجتماعی طور پر حاضر ہوتے تھے۔ اس طرح حضور کو براہ راست نگرانی کرنے اور طلبہ کو فیض حاصل کرنے کا موقعہ میسر آتا رہتا تھا حضور وقتاً فوقتاً مختلف علوم و فنون میں واقفین کا خود بھی امتحان لیتے۔

چہارم۔ چونکہ وہ زمانہ واقفین کی عملی ٹریننگ کا تھا اس لئے ان کی خاص توجہ سے نگہداشت کی جاتی تھی۔ کسی غلطی کو نظر انداز نہیں کیا جاتا تھا اور اس پر گرفت ہو کر سزا دی جاتی تھی جیسے معین وقت کے لئے اعتکاف بیٹھنا، مقاطعہ یا خرچ کے بغیر لمبا پیدل سفر یا سب کے سامنے معافی مانگنا[2]۔

حضورؓ کا نظریہ اس بارہ میں یہ تھا کہ جب تک کسی قوم کے افراد کو سزا برداشت کرنے کی عادت نہ ہو۔ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔

پنجم۔ حضور نے بار بار واقفین پر یہ حقیقت واضح فرمائی "کہ وقف کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو کام سپرد ہو اُسے کیا جاوے اُسے دین ہی دین سمجھیں"

ششم۔ مجلس خدام الاحمدیہ نئی نئی قائم ہوئی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے اس مجلس کے کاموں میں واقفین کی شرکت لازمی قرار دی گئی تھی۔

---

[1] نماز باجماعت کی پابندی واقفین کے لئے اس قدر ضروری تھی کہ حضور نے جامعہ احمدیہ کے بعض طلبہ کو نمازوں میں غفلت کے باعث وقف سے فارغ فرما دیا اور بعض طلبہ کا وقف اس وجہ سے قبول نہیں فرمایا کہ وہ نماز باجماعت میں سست پائے گئے (ملاحظہ ہو ریکارڈ وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ)

[2] مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ حضور واقفین زندگی کا اعزاز و اکرام نہیں فرماتے تھے۔ حق یہ ہے کہ حضور کا واقفین سے محبت و شفقت کا سلوک اپنی مثال آپ تھا۔ حضور کی طرف سے دفتر تحریک جدید کو واضح ارشاد تھا کہ واقفین زندگی کو معزز الفاظ سے مخاطب کیا جائے۔ واقفین کا جو اکرام و اعزاز حضور فرماتے تھے وہ اس بات سے ظاہر ہے کہ ۱۹۴۴ء کے قریب حضور نے یہ اعلان فرمایا کہ میں آئندہ صرف اپنے افراد خاندان ہی کا نکاح پڑھوں گا۔ مگر اس اعلان سے واقفین کو مستثنیٰ رکھا۔ چنانچہ حضور نے مولوی نورالحق صاحب (ابوالمنیر) واقفِ زندگی کا خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے ۱۰ اپریل ۱۹۴۴ء کو ارشاد فرمایا:۔

"میں نے اعلان کیا ہوا ہے کہ میں سوائے اپنے عزیزوں کے اور کسی کا نکاح نہیں پڑھاؤں گا۔ مگر چونکہ یہ واقفِ زندگی ہیں اور اس وجہ سے میرے عزیزوں میں شامل ہیں اس لئے میں اس نکاح کا اعلان کر رہا ہوں"۔

("الفضل" ۲۲ جون ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۴)

ہفتم: حضور شعار اسلامی کی خاص طور پر پابندی کرنے کا ارشاد فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے واضح ہدایت دے رکھی تھی:-

"واقفین اپنے سر کے بال اس طرح رکھیں کہ اس کے کسی حصہ کے بال دوسرے حصہ کے بالوں سے چھوٹے بڑے بالکل نہ ہوں۔ خواہ سارے بال چھوٹے ہوں خواہ سارے بال بڑے ہوں لیکن یکساں ہوں"

پھر فرمایا "داڑھی مومنوں والی ہو" اور اس کی تشریح دوسرے موقعہ پر یُوں فرمائی:-

"ایسی داڑھی ہو کہ دیکھنے والے کہیں کہ یہ داڑھی ہے۔ باقی رہا یہ کہ کتنی ہو اس کے متعلق کوئی پابندی نہیں۔ . . . اصل چیز تو یہ ہے کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی اطاعت کی جائے اور ایسے رنگ میں کی جائے کہ لوگوں کو نظر آئے کہ اطاعت کی ہے۔"

ہشتم: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے واقفین میں جفاکشی اور مشقت کی عادت پیدا کرنے کے لئے اگست ستمبر ۱۹۳۹ء میں قادیان سے کُلّو تک پیدل سفر کروایا۔ واقفین کو اپنا سامان (بستر کپڑے وغیرہ) خود اُٹھانے اور کھانا وغیرہ پکانے کا سب کام راستے میں اپنے ہاتھوں سے ہی سرانجام دینے کی ہدایت تھی۔ صرف راشن اور برتن اُٹھانے کے لئے باربرداری کے انتظام کی اجازت تھی۔ اس سفر میں چودھری مشتاق احمد صاحب باجوہ امیر سفر تھے۔[1] اس کے بعد واقفین نے زیر امارت مکرم مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی ۱۹۴۰ء میں ڈلہوزی کی طرف اور ۱۹۴۱ء میں چنبہ کی طرف پیدل سفر کیا۔ اگلے سال ۱۹۴۲ء میں مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل بدوملہوی ہی کی زیر قیادت مجاہدین کا قافلہ قادیان سے جموں تک بذریعہ ریل پہنچا جہاں سے پیدل چل کر ۲۰ اگست کو سرینگر پہنچا۔[2] سرینگر سے واپسی پر شدید بارش اور راستہ کی خرابی کے باوجود واقفین نے سرینگر سے جموں تک کا سفر دو رات اور ڈیڑھ دن میں پیدل طے کیا۔

---

[1] مجاہدین کی یہ پارٹی ۷ ستمبر ۱۹۳۹ء کو واپس قادیان پہنچی (الفضل ۹ ستمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۳)

[2] "الفضل" ۱۱ ستمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۵ + حاشیہ۔ ۱۹۴۲ء میں کشمیر کا پیدل سفر کرنے والے واقفین:- مرزا منور احمد صاحب۔ ملک سیف الرحمٰن صاحب۔ مولوی محمد صدیق صاحب۔ شیخ عبدالواحد صاحب۔ چودھری غلام یٰسین صاحب۔ شیخ ناصر احمد صاحب۔ میاں عبدالحی صاحب۔ مولوی محمد احمد صاحب جلیل۔ چودھری خلیل احمد صاحب ناصر۔ حافظ قدرت اللہ صاحب۔ چودھری محمد شریف صاحب۔ ملک عطاء الرحمٰن صاحب۔ مولوی صدرالدین صاحب۔ چودھری کرم الٰہی صاحب ظفر۔ چودھری عبداللطیف صاحب۔

اس سفر میں مجاہدین کے خورد و نوش کے سامان اور برتنوں کی باربرداری کی خدمت میاں نظام الدین صاحب نے بخوشی سرانجام دی۔

اسی طرح ۱۹۴۴ء اور ۱۹۴۵ء میں بھی واقفین نے مکرم مولوی صاحب موصوف کی قیادت میں پھر ڈلہوزی کا پیدل سفر کیا اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا جہاں تعلیم کے لئے اساتذہ کرام بھی تشریف لے گئے ہوئے تھے۔[1]

نہم۔ یہ زمانہ چونکہ واقفین کی ٹریننگ اور تربیت کا تھا۔ اس لئے حضورؓ نے جماعت کو اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:-

"آج نوجوانوں کی ٹریننگ اور اُن کی تربیت کا زمانہ ہے اور ٹریننگ کا زمانہ خاموشی کا زمانہ ہوتا ہے۔ لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ کچھ نہیں ہو رہا۔ مگر جب قوم تربیت پا کر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے تو دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے۔ درحقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اُٹھنے پر اُٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے دُنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے اور یہ چیز ہماری جماعت میں ابھی پیدا نہیں ہوئی۔ ہماری جماعت میں قربانیوں کا مادہ بہت کچھ ہے مگر ابھی یہ جذبہ اُن کے اندر اپنے کمال کو نہیں پہنچا کہ جونہی ان کے کانوں میں خلیفۂ وقت کی طرف سے کوئی آواز آئے اس وقت جماعت کو یہ محسوس نہ ہو کہ کوئی انسان بول رہا ہے بلکہ یوں محسوس ہو کہ فرشتوں نے اُن کو اُٹھا لیا ہے اور صُور اسرافیل اُن کے سامنے پھُونکا جا رہا ہے۔ جب آواز آئے کہ بیٹھو تو اس وقت انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ کوئی انسان بول رہا ہے بلکہ یوں محسوس ہو کہ فرشتوں کا تصرّف اُن پر ہو رہا ہے اور وہ ایسی سواریاں ہیں جن پر فرشتے سوار ہیں۔ جب وہ کہے بیٹھ جاؤ تو سب بیٹھ جائیں جب کہے کھڑے ہو جاؤ تو سب کھڑے ہو جائیں۔ جس دن یہ رُوح ہماری جماعت میں پیدا ہو جائے گی اس دن جس طرح باز چڑیا پر حملہ کرتا اور اسے توڑ مروڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح احمدیت اپنے شکار پر گرے گی اور تمام دنیا کے ممالک چڑیا کی طرح اس کے پنجہ میں آجائیں گے اور دنیا میں اسلام کا پرچم پھر نئے سرے سے لہرانے لگ جائے گا"[2]

سنیما کی مُستقل ممانعت

حضور نے ابتدا میں سنیما کی ممانعت تین سال کے لئے کی تھی مگر پھر اس کی توسیع دس سال تک کر دی جس کے بعد سنیما کو مستقل طور پر ممنوع قرار دے دیا اور ارشاد فرمایا کہ:-

---

[1] ڈلہوزی میں مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی کے علاوہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ، مکرم مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری اور مکرم پیر عبدالعزیز صاحب بھی واقفین کی تعلیم کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

[2] "الفضل" ۱۸ اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۲، (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء)۔

"بعض لوگوں کے مُنہ سے یہ بات بھی نکلی ہے کہ سنیما کی ممانعت دس سال کے لئے ہے۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ بُرائی کا تعلق دس سال یا بیس سال سے نہیں ہوتا۔ جس چیز میں کوئی خرابی ہو وہ کسی میعاد سے تعلق نہیں رکھتی۔ اس طرح سے تو مَیں نے صرف آپ لوگوں کی عادت چھڑا دی ہے۔ اگر مَیں پہلے ہی یہ کہہ دیتا کہ اس کی ہمیشہ کے لئے ممانعت ہے تو بعض نوجوان جن کے ایمان کمزور تھے۔ اس پر عمل کرنے میں تامّل کرتے۔ مگر مَیں نے پہلے سال تین سال کے لئے ممانعت کی اور جب عادت ہٹ گئی تو پھر مزید سات سال کے لئے ممانعت کر دی اور اس کے بعد چونکہ عادت بالکل ہی نہیں رہیگی اس لئے دوست خود ہی کہیں گے کہ جہنم میں جائے سنیما، اس پر پیسے ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"[۵۱]

پھر فرمایا:-

"سنیما کے متعلق میرا خیال ہے کہ اس زمانہ کی بدترین لعنت ہے۔ اس نے سینکڑوں شریف گھرانے کے لوگوں کو گویا اور سینکڑوں شریف خاندانوں کی عورتوں کو ناچنے والی بنا دیا ہے۔ مَیں ادبی رسالے وغیرہ دیکھتا رہتا ہوں اور مَیں نے دیکھا ہے کہ سنیما کے شوقین اور اس سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کے مضامین میں ایسا تمسخر ہوتا ہے اور اُن کا اخلاق اور اُن کا مذاق ایسا گندہ ہوتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ سنیما والوں کی غرض تو روپیہ کمانا ہے نہ کہ اخلاق سکھانا۔ اور وہ روپیہ کمانے کے لئے ایسے لغو اور بیہودہ فسانے اور گانے پیش کرتے ہیں کہ جو اخلاق کو سخت خراب کرنے والے ہوتے ہیں اور شرفاء جب اُن میں جاتے ہیں تو اُن کا مذاق بھی بگڑ جاتا ہے اور اُن کے بچوں اور عورتوں کا بھی جن کو وہ سنیما دیکھنے کے لئے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور سنیما ملک کے اخلاق پر ایسا تباہ کُن اثر ڈال رہے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں میرا منع کرنا تو الگ رہا اگر مَیں ممانعت نہ کروں تو بھی مومن کی رُوح کو خود بخود اس سے بغاوت کرنی چاہیئے"[۵۲]

اپریل ۱۹۴۳ء میں حضور کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی کہ بعض نوجوان سمجھتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین نے تاریخی تصاویر دیکھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ

"جو شخص کہتا ہے کہ مَیں نے ہسٹاریکل پکچرز دیکھنے کی اجازت دی ہے وہ کذّاب ہے۔ میں نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ . . . مَیں نے جو اجازت دی ہے وہ یہ ہے کہ علمی یا جنگی اداروں کی طرف سے

---

[۵۱] "رپورٹ مجلس مشاورت" ۱۹۳۹ء صفحہ ۸۵

[۵۲] "الفضل" ۱۲ دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲-۳ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ دسمبر ۱۹۴۴ء)

جو خالص علمی پکچرز ہوتی ہیں مثلاً جنگلوں، دریاؤں کے نقشے یا کارخانوں کے نقشے یا جنگ کی تصاویر جو سچی ہوں اُن کے دیکھنے کی اجازت ہے کیونکہ وہ علم ہے۔" [۵۱]

مزید فرمایا کہ

"جغرافیائی اور تاریخی فلم سے مراد سچی فلم ہے۔ جھوٹی فلم کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی۔ تاریخی فلم ایسی ہے جیسے سان فرانسسکو کے جاپان کے معاہدہ کی مجلس کی فلم ہوگی۔ جغرافیائی سے مراد یہ ہے کہ پہاڑ پر جا کر یا مثلاً جاوا جا کر وہاں کے جنگلوں دریاؤں کی فلم لے۔ جھوٹی فلم خواہ جغرافیائی ہو خواہ تاریخی ناجائز ہے مثلاً نپولین کی جنگوں کی کوئی شخص فلم بنائے تو یہ جھوٹی ہوگی۔ باوجود نام نہاد تاریخی فلم ہونے کے وہ ناجائز ہوگی" [۵۲]

وقفِ زندگی برائے سکیم دیہاتی مبلّغین

ایک لمبے تجربہ کے بعد حضرت امیر المومنینؓ نے جب دیکھا کہ ہم اتنے مبلغ تیار نہیں کر سکتے جو دُنیا کی ضرورت کو پورا کر سکیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضور کے دل میں دیہاتی مبلغین کی سکیم ڈالی[۵۳] اور حضور نے ۲۹ جنوری ۱۹۴۲ء کو تیسری قسم کا وقف (برائے دیہاتی مبلغین) جاری کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ

"مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ دو قسم کے مبلغ ہونے چاہئیں۔ ایک تو وہ جو بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں جا کر تبلیغ کر سکیں۔ لیکچر اور مناظرے وغیرہ کر سکیں۔ اپنے ماتحت مبلغوں کے کام کی نگرانی کر سکیں۔ اور ایک ان سے چھوٹے درجہ کے مبلغ دیہات میں تبلیغ کے لئے ہوں۔ جیسے دیہات کے پرائمری سکولوں کے مدرس ہوتے ہیں ایسے مبلغ دیہات کے لوگوں میں سے ہی لئے جائیں۔ ایک سال تک ان کو تعلیم دے کر موٹے موٹے مسائل سے آگاہ کر دیا جائے اور پھر ان کو دیہات میں پھیلا دیا جائے اور جس طرح پرائمری کے مدرس اپنے اردگرد کے دیہات میں تعلیم کے ذمہ دار ہوتے ہیں اسی طرح یہ اپنے علاقہ میں تبلیغ کے ذمہ دار ہوں ۔ ۔ ۔ انہیں ایک سال میں موٹے موٹے دینی مسائل مثلاً نکاح نماز روزہ حج زکوٰۃ جنازہ وغیرہ کے متعلق احکام سکھا دیئے جائیں۔ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا دیا جائے، کچھ احادیث پڑھائی جائیں، سلسلہ کے ضروری مسائل پر نوٹ لکھا دیئے جائیں۔ تعلیم و تربیت کے متعلق ان کو ضروری ہدایات دی جائیں اور انہیں سمجھا دیا جائے کہ بچوں کو کس قسم کے اخلاق سکھانے چاہئیں اور اس غرض سے

---

[۵۱] "الفضل" ۲۵ اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۲ کالم ۳ +
[۵۲] "الفضل" ۲۵ ستمبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۲ کالم ۱ +
[۵۳] "الفضل" ۳۰ جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۴ +

انہیں ایک دو ماہ خدام الاحمدیہ میں کام کرنے کا موقع بہم پہنچایا جائے اور یہ سارا کورس ایک سال یا سوا سال میں ختم کرا کے انہیں دیہات میں پھیلا دیا جائے . . . . پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس سکیم کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے اور اپنے اپنے ہاں کے ایسے نوجوانوں کو جو پرائمری یا مڈل پاس ہوں اور لوئر پرائمری کے مدرسوں جتنا ہی گذارہ لے کر تبلیغ کا کام کرنے پر تیار ہوں فوراً بھجوا دیں تا اُن کے لئے تعلیم کا کورس مقرر کر کے انہیں تبلیغ کے لئے تیار کیا جا سکے"[۱]

چونکہ جنگ کا زمانہ تھا اور گرانی بہت تھی اس لئے ابتداء میں صرف پندرہ[۲] واقفین منتخب کئے گئے جن کی ٹریننگ باقاعدہ ایک کلاس کی شکل میں جنوری[۳] ۱۹۴۵ء تک جاری رہی۔ انہیں علمائے سلسلہ کے علاوہ خود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ حضورؓ نے مجلس مشاورت (منعقدہ ۷۔۸۔۹ اپریل ۱۹۴۴ء) میں بتایا کہ

"میں دیہاتی مبلّغین کو آجکل تعلیم دے رہا ہوں۔ یہ لوگ مدرس بھی ہوں گے اور مبلّغ بھی۔ چھ مہینہ تک یہ لوگ فارغ ہو جائیں گے۔ پندرہ بیس اُن کی تعداد ہے۔"[۴]

ٹریننگ کا دَور ختم ہوا تو اُن میں سے چودہ[۵] کو فروری ۱۹۴۵ء سے پنجاب کے مختلف دیہاتی علاقوں میں متعین کر دیا گیا۔

دیہاتی مبلّغین کے وقف کی یہ سکیم بہت کامیاب رہی اور حضور نے دیہاتی مبلّغین کی نسبت اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا :-

" خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارا یہ تجربہ بہت کامیاب رہا ہے۔ کئی جماعتیں ایسی تھیں جو کہ چندوں

---

[۱] "الفضل" ۴ فروری ۱۹۴۳ء صفحہ ۳۔ [۲] "الفضل" ۳ جنوری ۱۹۴۷ء صفحہ ۴ کالم ۱۔ [۳] رپورٹ سالانہ ۱۹۴۴ء ۱۹۴۵ء صفحہ ۹۶ [۴] "رپورٹ مجلس مشاورت" ۱۹۴۴ء صفحہ ۲۳۔

[۵] اوّلین دیہاتی مبلّغین مع حلقہ جات :- ۱۔ مولوی عبد المجید صاحب منیب (دھاریوال) ۲۔ مولوی غلام رسول صاحب (غازی کوٹ) ۳۔ حکیم احمد دین صاحب (بھینی میلواں) ۴۔ ماسٹر مہدی شاہ صاحب (اجنالہ) ۵۔ مولوی شبیر محمد صاحب (میانی نانو) ۶۔ مولوی عطاء اللہ صاحب (جھنوالی) ۷۔ خواجہ خورشید احمد صاحب (مغلپورہ) ۸۔ مولوی رحیم بخش صاحب (تجوڑہ ضلع لاہور) ۹۔ سید محمد امین شاہ صاحب (کھکھو والی) ۱۰۔ سید علی اصغر شاہ صاحب (ہیلاں گجرات) ۱۱۔ حافظ ابوذر صاحب (درودہ سرگودھا) ۱۲۔ مولوی جمال الدین صاحب (پھلروان سرگودھا) ۱۳۔ حافظ بشیر الدین صاحب (امین آباد) ۱۴۔ مولوی شیخ محمد صاحب (دُنیا پور ملتان) (رپورٹ سالانہ ۱۹۴۴۔۴۵ء صفحہ ۹۴)

میں سُست تھیں اب اُن میں بیداری پیدا ہو گئی۔ پہلے سال صرف پندرہ آدمی اس کلاس میں شامل ہوئے تھے اور پچھلے سال پچاس شامل ہوئے۔"[۱]

دیہاتی مبلغین کی تیسری کلاس ۱۹۴۷ء میں کھولی گئی جس میں ۵۲ واقفین داخل کئے گئے۔ ابھی پڑھائی کا گویا آغاز ہی تھا کہ ملک فسادات کی لپیٹ میں آگیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر طلبہ قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے رہ گئے اور صرف چھ پاکستان آئے جنہیں تکمیل تعلیم کے بعد تبلیغ پر لگا دیا گیا۔[۲]

اس کے بعد آئندہ کے لئے یہ شرط عاید کر دی گئی کہ صرف غیر شادی شدہ لئے جائیں گے نیز یہ کہ ان کو صرف دورانِ تعلیم میں وظیفہ دیا جائے گا اور تعلیم کے بعد دو برس تک کسی الاؤنس کے بغیر مفوضہ کام کرنا ہوگا چنانچہ ان شرائط کے مطابق چوتھی کلاس جون ۱۹۴۸ء سے لاہور میں جاری کی گئی۔[۳] اور جب واقفین دورِ تعلیم مکمل کر چکے تو وہ اپنے حلقوں میں بھجوا دیئے گئے۔ اس طرح دیہاتی مبلغین کے چار گروپ بن گئے جن کی تعداد ۱۹۵۲ء میں اُنسٹھ[۴] تک جا پہنچی۔ ۲۸ / مارچ ۱۹۵۴ء[۵] کو سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے ارشاد پر مولانا ابوالعطاء صاحب اور میاں غلام محمد صاحب اختر پر مشتمل ایک بورڈ مقرر کیا گیا جس نے دیہاتی مبلغین کا امتحان لیا اور قابل مبلغین کا انتخاب کر کے نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ میں بطور معلم رکھ لیا گیا اور باقی فارغ کر دیئے گئے۔[۶]

وقف جائیداد اور وقف آمد کی اہم تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۱۰ / مارچ ۱۹۴۴ء کو جماعت سے وقف جائیداد اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں وقف آمد کا مطالبہ فرمایا[۷] اور ساتھ ہی وضاحت بھی فرمائی کہ

"یہ وقف . . . . اس صورت میں ہوگا کہ ان کی جائیداد اُن ہی کے پاس رہے گی اور آمد بھی مالک کی ہوگی اور وہی اس کا انتظام بھی کرے گا ہاں جب سلسلہ کے لئے ضرورت ہوگی ایسی ضرورت جو عام چندہ سے پوری نہ ہو سکے تو جتنی رقم کی ضرورت ہوگی اسے ان جائیدادوں پر بحصہ رسدی تقسیم کر دیا جائے گا"[۸]

---

[۱] خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ / جنوری ۱۹۴۷ء (مطبوعہ الفضل ۳۰ / جنوری ۱۹۴۷ء صفحہ ۴ کالم ۱)۔ [۲] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۴۸-۱۹۴۷ء صفحہ ۶۔ [۳] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۴۹-۱۹۴۸ء ص ۹۔ [۴] رپورٹ سالانہ صدر انجمن پاکستان بابت سال ۵۲-۱۹۵۱ء صفحہ ۲۴۔ [۵] ریکارڈ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۹۵۴ء۔ [۶] حضورؓ کا ارشاد تھا کہ "اگر وہ فارغ شدہ مبلغ چاہیں تو وہ دیہات میں امام بن سکتے ہیں۔ تبلیغ کریں تو دس روپے ماہوار الاؤنس مل سکتا ہے"

[۷] "الفضل" ۱۴ / مارچ ۱۹۴۴ء صفحہ ۱۲-۱۳۔ [۸] "الفضل" ۳۱ / مارچ ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲-۳۔

اس مطالبہ کے اعلان سے قبل نہ صرف حضرت امیر المومنینؓ نے اپنی جائیداد وقف فرما دی بلکہ حضور کا منشاء مبارک معلوم ہوتے ہی چودھری ظفراللہ خاں صاحب اور نواب مسعود احمد خاں صاحب نے اپنی جائیدادیں اپنے آقا کے حضور پیش کر دیں جس کا ذکر خود حضور نے بایں الفاظ فرمایا :-

"مَیں سب سے پہلے اس غرض کے لئے اپنی جائیداد وقف کرتا ہوں۔ دوسرے چودھری ظفراللہ خاں صاحب ہیں انہوں نے بھی اپنی جائیداد میری اس تحریک پر دین کی خدمت کے لئے وقف کر دی ہے بلکہ انہوں نے مجھے کہا آپ جانتے ہیں آپ کی پہلے بھی یہی خواہش تھی اور ایک دفعہ آپ نے اپنی اِس خواہش کا مجھ سے اظہار بھی کیا تھا کہ میری جائیداد اس غرض کے لئے لے لی جائے۔ اب دوبارہ مَیں اس مقصد کے لئے اپنی جائیداد پیش کرتا ہوں۔ تیسرے نمبر پر میرے بھانجے مسعود احمد خاں صاحب ہیں انہوں نے کل سُنا کہ میری یہ خواہش ہے تو فوراً مجھے لکھا کہ میری جس قدر جائیداد ہے اُسے مَیں بھی اسلام کی اشاعت کے لئے وقف کرتا ہوں" [1]

حضور نے اس وقف کے لئے ایک کمیٹی تشکیل فرمائی جس کے ذمہ یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس وقت فلاں ضرورت کے لئے وقف جائیدادوں سے کتنی رقم لی جائے۔

نومبر ۱۹۴۴ء تک قریباً ایک کروڑ روپیہ مالیت کی جائیدادیں وقف ہوئیں۔[2]

وقفِ زندگی کی وسیع تحریک

حضرت اقدسؓ کی دُور بین نگاہ نے قبل از وقت دیکھ لیا تھا کہ جنگ کے اختتام پر ہمیں فوری طور پر تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دینا پڑے گی۔ اس لئے حضورؓ نے ۲۴ مارچ ۱۹۴۴ء کو وقفِ زندگی کی پُرزور تحریک فرمائی[3] اور ارشاد فرمایا کہ

"میرا اندازہ ہے کہ فی الحال دو سَو علماء کی ہمیں ضرورت ہے تب موجودہ حالات کے مطابق جماعتی کاموں کو تنظیم کے ماتحت چلایا جا سکتا ہے لیکن اس وقت واقفین کی تعداد ۳۰-۳۵ ہے۔

. . . . اس کے علاوہ گریجویٹوں اور ایم۔اے پاس نوجوانوں کی بھی کالج کے لئے ضرورت ہے تا پروفیسر وغیرہ تیار کئے جا سکیں۔ ایسے ہی واقفین میں سے آئندہ ناظروں کے قائم مقام بھی تیار کئے جا سکیں گے۔ آگے ایسے لوگ نظر نہیں آتے جنہیں ناظروں کا قائم مقام بنایا جا سکے۔ میری تجویز ہے کہ واقفین نوجوانوں کو ایسے کاموں پر بھی لگایا جائے اور ایسے رنگ میں اُن کی تربیت کی جائے کہ وہ آئندہ

---

[1] "الفضل" ۱۴ مارچ ۱۹۴۴ء صفحہ ۱۲-۱۳ ۔ [2] "الفضل" ۳ نومبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۳ ۔
[3] "الفضل" ۳۱ مارچ ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ ۔

موجودہ ناظروں کے قائم مقام بھی ہو سکیں۔ پس ایم۔ اے پاس نوجوانوں کی ہمیں ضرورت ہے"[1]

نوجوانانِ احمدیت کا شاندار اخلاص

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اس تحریک پر نوجوانانِ احمدیت خدمت دین کے لئے دیوانہ وار آگے بڑھے اور اپنی زندگیاں وقف کیں اخلاص و محبت کا یہ ایسا شاندار نظارہ تھا کہ اس نے غیر مسلموں تک کو متاثر کیا چنانچہ اخبار "پرکاش" (جالندھر) نے لکھا:۔

"آپ احمدیت (تحریک قادیان) کی طرف دھیان دیں اور آنکھیں کھولیں۔ قادیان میں بڑے سے بڑے احمدی نے اپنے لخت جگروں کو احمدیت کی تبلیغ کے لئے وقف کر دیا ہے اور اس پیشہ کو بڑی آدر کی درشٹی سے دیکھا جاتا ہے۔ تحریک دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے کیونکہ اُن کے لیڈر عالم باعمل ہیں اور سپرٹ مخلصانہ ہے"[2]

غیر احمدی نوجوانوں پر تحریکِ وقف کا اثر

اس تحریک کا غیر احمدی نوجوانوں پہ کیا اثر ہوا؟ اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک مکتوب درج کیا جاتا ہے۔ ایک غیر احمدی دوست اقبال احمد صاحب زبیری بی اے۔ بی ٹی علیگ نے حضور کی خدمت میں لکھا:۔

"حضرت امیر المومنین السلام علیکم۔ آپ کی جماعت میں ایک صاحب بنام مبارک احمد صاحب میرے ہم پیشہ دوست ہیں۔ میرا اور موصوف کا قریباً دو ڈھائی سال سے ساتھ ہے اور ہمارے درمیان بہت گہرے اور مخلصانہ تعلقات قائم ہیں . . . . موصوف کے ساتھ دو جمعہ کی نمازوں میں شریک ہوا جبکہ علاوہ وقتاً فوقتاً الفضل پڑھنے کے آپ کا دیا ہوا خطبہ مَیں نے سُنا۔ وہ خطبے جو مَیں نے سُنے ان میں سے دو قابلِ ذکر ہیں۔ ایک جو ہندوستان اور برطانیہ کے مابین مصالحت کے متعلق تھا اور دُوسرا جس میں آپ نے جماعت کے لوگوں سے زندگی وقف کر دینے

---

[1] "الفضل" ۳۱ مارچ ۱۹۴۴ء صفحہ ۳۔۷ ✦ اس تحریک کے مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۴۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مندرجہ ذیل واقفین کا حسب ذیل دفتروں میں تقرر فرمایا:۔

۱۔ مولوی نورالدین صاحب مُنیر بی اے (دفتر پرائیویٹ سکرٹری) ۲۔ مرزا بشیر احمد بیگ صاحب بی۔ اے (دفتر دعوت و تبلیغ) ۳۔ چوہدری عزیز احمد صاحب بی۔ اے (دفتر محاسب) ۴۔ چودھری عبدالباری صاحب بی۔ اے (دفتر بیت المال) ۵۔ مولوی برکات احمد صاحب بی۔ اے (دفتر امور عامہ) ۶۔ چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے (دفتر تعلیم و تربیت) (کالجوں اور سکولوں کے کام کے لئے)

[2] "پرکاش" (ویکلی جالندھر شہر ۳۰ اپریل ۱۹۴۷ء بحوالہ "الفضل" ۱۰ مئی ۱۹۴۷ء صفحہ ۳ کالم ۲۔

آدر (عزت و احترام) درشٹی (نگاہ)

کے لئے خدا اور اس کے رسُول کی راہ میں تاکید فرمائی ہے۔ مبارک احمد صاحب نے تو آپ کی آواز پر فوراً لبیک کہا اور اُن کا خط اور درخواست غالباً اس وقت آپ کے زیرِ غور ہو گی۔ مَیں آپ کی جماعت کا باقاعدہ رُکن تو اس وقت نہیں ہوں لیکن اللہ اور اُس کے رسُول کی خدمت کسی نظام کے ماتحت کرنے میں مجھے عُذر بھی نہیں"

مجاہدین تحریک جدید کے لئے اسناد

تحریک جدید کے ابتدائی دس سال ختم ہوئے تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دفتر اوّل کے مجاہدین کو اپنے دستخط سے مطبوعہ اسناد[1] عطا فرمائیں۔

اشاعت لٹریچر

دورِ ثانی میں تحریک جدید کی طرف سے مندرجہ ذیل لٹریچر شائع کیا گیا:۔

۱۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام

2. "THE TRUTH ABOUT THE SPLIT."

۳۔ انقلاب حقیقی

4. "ALBUM SHOWING PROGRESS OF AHMADIYYA COMMUNITY OUTSIDE INDIA (1939)

۵۔ "تفسیر کبیر" جلد سوم (دسمبر ۱۹۴۰ء)

۶۔ سیر رُوحانی (۱۹۴۱ء) ۷۔ نظامِ نو (۱۹۴۳ء)

تحریک جدید کے دس سالہ دَور پر ایک نظر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریک جدید کے پہلے دس سالوں کی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"تحریک کے پہلے دَور کی میعاد دس سال تھی ۔ ۔ ۔ اس دَور میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو جس قربانی کی توفیق دی ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُس نے اس عرصہ میں جو چندہ اس تحریک میں دیا وہ تیرہ۔ چودہ لاکھ روپیہ بنتا ہے اور اس روپیہ سے جہاں ہم نے اس دس سال کے عرصہ میں ضروری اخراجات کئے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ریزرو فنڈ بھی قائم کیا ہے اور اس ریزرو فنڈ کی مقدار ۲۸۰۰ مربع زمین[2] ہے۔ اس کے علاوہ ابھی ایک سو مربعہ زمین ایسی ہے جس میں

[1] یہ اسناد چودھری انور احمد صاحب کاہلوں حال مشرقی پاکستان نے کلکتہ میں تین رنگوں میں نہایت دیدہ زیب طبع کرائی تھیں۔ [2] (بروایت سید منعم الحسن صاحب کارکن دفتر وکالت مال ربوہ)

سے کچھ حصہ کے خریدنے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ کچھ حصہ کو خریدا تو گیا ہے مگر اس پر ابھی قرض ہے۔ اُسے اگر شامل کر لیا جائے تو کُل رقبہ ۳۸۰۰ مربعے ہو جاتا ہے۔ اس دوران میں تحریک جدید کے ماتحت ہمارے مبلغ جاپان میں گئے۔ تحریک جدید کے ماتحت چین میں مبلغ گئے، سنگاپور میں گئے۔ اور اس تحریک کے ماتحت خدا تعالیٰ کے فضل سے سپین، اٹلی، ہنگری، پولینڈ، البانیہ، یوگوسلاویہ اور امریکہ میں بھی مبلغ گئے اور ان مبلغین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور سلسلہ سے لاکھوں لوگ روشناس ہوئے" [1]

فصل نہم

دفتر دوم سے لیکر دفتر سوم تک

(مئی ۱۹۴۴ء تا نومبر ۱۹۶۵ء)

دفتر دوم کا آغاز

مئی ۱۹۴۴ء میں دفتر دوم شروع ہوا۔ حضور نے دفتر دوم کے مجاہدین کے لئے تین شرائط مقرر فرمائیں:-

۱۔ چندہ ایک ماہ کی آمد کے برابر ہو۔

۲۔ وہ انیس سال تک چندہ دیئے جائیں اور آمد کے مطابق ہر سال اس میں اضافہ کریں۔

۳۔ آمد کے بند ہو جانے یا ملازمت سے علیحدگی کی صورت میں فوراً دفتر تحریک جدید کو اطلاع دیں۔ دفتر اُن کے حالات کا جائزہ لے کر چندہ کی رقم مقرر کر دے گا۔ [2]

اس سلسلہ میں حضورؓ نے دفتر ثانی کے ہر مجاہد کو ایک خاص ارشاد یہ فرمایا کہ

"وہ عہد کرے کہ نہ صرف آخر تک وہ خود پوری باقاعدگی کے ساتھ اس تحریک میں حصہ لیتا رہیگا

---

[1] "الفضل" ۲۸ نومبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۱-۲ و "الفضل" ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱-۲۔

[2] "الفضل" ۲۸ مئی ۱۹۴۴ء صفحہ ۲۔

بلکہ کم سے کم ایک آدمی ایسا ضرور تیار کرے گا جو دفتر دوم میں حصہ لے اور اگر وہ زیادہ آدمی تیار کر سکے تو یہ اور بھی اچھی بات ہے۔"[۱]

فضلِ عُمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام

۱۱ مئی ۱۹۴۴ء کو تحریک جدید کے سرمایہ سے قادیان میں "فضلِ عُمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ" کے تحقیقاتی ادارہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اس کا افتتاح ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو ہندوستان کے مشہور سائنسدان سر شانتی سروپ بھٹناگر نے کیا۔ انسٹی ٹیوٹ نے تین سال کے قلیل عرصہ میں بیرونی ممالک سے لیبارٹری کا قیمتی سامان فراہم کرنے کے علاوہ سائنس کے مستند اور تازہ لٹریچر پر مشتمل ایک مثالی لائبریری قائم کر دکھائی۔

اخبار "انقلاب" (لاہور) ۲۰ اپریل ۱۹۴۶ء، روزنامہ "سٹیسمین" (دہلی۔ کلکتہ) (مئی ۱۹۴۶ء) اور لندن کے مشہور سائنسی رسالہ "NATURE" نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے افتتاح پر نہایت زوردار تبصرے شائع کئے اور مذہب و سائنس کی ہم آہنگی کے لئے جماعت احمدیہ کی اس شاندار کوشش کو بہت سراہا۔[۲، ۳]

مُعاہدۂ "حِلف الفضول" کا احیاء

۱۲ جولائی ۱۹۴۴ء کو حضورؓ نے الہام الٰہی کی بنا پر معاہدہ حلف الفضول کا احیاء فرمایا۔[۴] نیز بتایا کہ

"یہ ایک معاہدہ تھا جو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعثت سے قبل ہوا۔ جس میں زیادہ جوش کے ساتھ حصہ لینے والے تین فضل نام کے آدمی تھے۔ اس لئے اس کو حِلف الفضول کہتے ہیں۔ اور اس معاہدہ کا مطلب یہ تھا کہ ہم مظلوموں کو ان کے حقوق دلوانے میں مدد کیا کرینگے اور اگر کوئی اُن پر ظلم کرے گا تو ہم اس کو روکیں گے۔"[۵]

۱؎ "الفضل" ۲۸ اگست ۱۹۵۹ء صفحہ ۸ (خطبہ فرمودہ ۲۸ اگست ۱۹۴۵ء)

۲؎ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا مفصل ذکر ۱۹۴۶ء کے حالات میں آ رہا ہے۔

۳؎ افسوس ۱۹۴۷ء کی تقسیم ملک سے حالات یکسر بدل گئے اور لیبارٹری اور لائبریری دونوں جماعت سے چھن گئیں۔ تقسیم ملک کے بعد لاہور میں ماڈل ٹاؤن کے قریب ایک اُجڑا ہوا کارخانہ الاٹ کروا کر اسی میں ریسرچ کا کام جاری کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ربوہ میں ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی اپنی مستقل عمارت بھی تعمیر ہو گئی۔

۴؎ "الفضل" ۲۲ جولائی ۱۹۴۴ء صفحہ ۱۔

۵؎ حلف الفضول میں شمولیت کی ضروری شرائط "مطالبات تحریک جدید" طبع چہارم صفحہ ۱۵۷ و ۱۵۸ پر موجود ہیں۔

جنگِ عظیم (ثانی) کا اثر تحریک جدید پر

یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی جو ۱۰ اگست ۱۹۴۵ء تک جاری رہی۔ اس دوران میں چھ سال تک بیرونی ممالک میں کوئی نیا مشن قائم نہ کیا جا سکا۔ اور جو مشن جنگ سے پہلے قائم ہو چکے تھے وہ بھی اپنی سرگرمیاں محدود کرنے پر مجبور ہو گئے۔

مشہور زبانوں میں لٹریچر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے اس جنگی زمانہ میں اپنی پوری قوت تحریک جدید کی بنیادیں مضبوط کرنے اور تبلیغی لٹریچر کی تیاری میں صرف فرما دی[1]۔ چنانچہ اس عرصہ میں دوسرے اہم امور کے علاوہ حضور نے دنیا کی مشہور زبانوں انگریزی، روسی، جرمن، فرانسیسی، اطالوی، ڈچ، ہسپانوی اور پرتگیزی میں قرآن مجید کا ترجمہ کرایا۔ انگریزی تفسیر القرآن کا کام تو قادیان میں ہو رہا تھا۔ باقی زبانوں کے تراجم مولانا جلال الدین صاحب شمس مبلغ انگلستان کی نگرانی میں لنڈن میں پناہ گزین غیر ملکی ادیبوں نے مکمل کئے۔

حضور نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو تراجم قرآن کریم کے ساتھ اور دوسرے تبلیغی لٹریچر کی اشاعت کی نہایت اہم سکیم رکھی اور اس غرض کے لئے بارہ[12] کتابوں کا سیٹ تجویز فرمایا جس کا دنیا کی آٹھ مشہور زبانوں میں ترجمہ ہونا ضروری تھا۔ ان بارہ[12] کتابوں میں سے نو[9] یہ تھیں۔ اسلامی[1] اصول کی فلاسفی۔ مسیح[2] ہندوستان میں۔ احمدیت[3] یعنی حقیقی اسلام۔ رسول[4] کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری۔ حضرت[5] مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح۔ ترجمہ[6] احادیث۔ پرانے[7] اور نئے عہد نامہ میں سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئیاں۔ پرانے[8] اور نئے عہد نامہ کی روشنی میں توحید۔ نظام[9] نو۔ یہ سیٹ انگریزی ممالک کے لئے تھا۔ جہاں تک عربی ممالک کا تعلق ہے حضور رضؓ کا منشاء تھا کہ اور قسم کا سیٹ تجویز ہونا چاہیئے۔

اس کے علاوہ حضور نے نو زبانوں میں چھوٹے چھوٹے ٹریکٹوں اور اشتہاروں کی اشاعت کا پروگرام اس سکیم میں شامل کیا[2]۔

اس عظیم الشان جدوجہد کا واحد مقصد یہ تھا کہ جونہی مادی اور سیاسی جنگ بند ہو تبلیغی اور روحانی جنگ کا آغاز کر دیا جائے[3]۔ چنانچہ حضور رضؓ نے فرمایا:-

"لڑائی کا بگل تو جب اللہ تعالیٰ چاہے گا بجے گا۔ پریڈ کا بگل بجا دیا گیا ہے اور چاہیئے کہ

۱؎ "الفضل" ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۱ ۔ ۲؎ ایضاً ۔ ۳؎ ایضاً ۔

اسلام کا درد رکھنے والوں میں یہ بگل ایک غیر معمولی جوش پیدا کرنے کا موجب ہو۔ وقت آگیا ہے کہ جن نوجوانوں نے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں وہ جلد سے جلد علم حاصل کر کے اس قابل ہو جائیں کہ انہیں اسلام کی جنگ میں اسی طرح جھونکا جاسکے جس طرح تنور میں لکڑیاں جھونکی جاتی ہیں۔ اس جنگ میں وہی جرنیل کامیاب ہو سکتا ہے جو اس لڑائی کی آگ میں نوجوانوں کو جھونکنے میں ذرا رحم نہ محسوس کرے اور جس طرح ایک بھڑبھونجا چنے بھونتے وقت آموں اور دوسرے درختوں کے خشک پتّے اپنے بھاڑ میں جھونکتا چلا جاتا ہے اور ایسا کرتے ہوئے اس کے دل میں ذرا بھی رحم پیدا نہیں ہوتا اسی طرح نوجوانوں کو اس جنگ میں جھونکتا چلا جائے۔ اگر بھاڑ میں پتّے جھونکنے کے بغیر چنے بھی نہیں بھُن سکتے تو اس قسم کی قربانی کے بغیر اسلام کی فتح کیسے ہو سکتی ہے؟

پس اس جنگ میں وہی جرنیل کامیابی کا منہ دیکھ سکے گا جو یہ خیال کئے بغیر کہ کس طرح ماؤں کے دلوں پر چھُریاں چل رہی ہیں نوجوانوں کو قربانی کے لئے پیش کرتا جائے۔ موت اس کے دل میں کوئی رحم اور درد پیدا نہ کرے۔ اس کے سامنے ایک ہی مقصد ہو اور وہ یہ کہ اسلام کا جھنڈا اُس نے دُنیا میں گاڑنا ہے اور سنگدل ہو کر اپنے کام کو کرتا جائے۔ جس دن مائیں یہ سمجھیں گی کہ اگر ہمارا بچہ دین کی راہ میں مارا جائے تو ہمارا خاندان زندہ ہو جائے گا جس دن باپ یہ سمجھنے لگیں گے کہ اگر ہمارا بچہ شہید ہو گیا تو وہ حقیقی زندگی حاصل کر جائے گا اور ہم بھی حقیقی زندگی پالیں گے وہ دن ہو گا جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو زندگی ملے گی "[1]

بیرونی تبلیغ اور خصوصی تعلیم کے لئے واقفین کا اہم انتخاب

یکم فروری ۱۹۴۵ء کا دن تحریک جدید میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس روز حضور نے دارالواقفین کے تمام مجاہدین کو قصرِ خلافت میں شرف باریابی بخشا۔ ازاں بعد حضور نے بائیس (۲۲) واقفین کو بیرونی ممالک میں بھجوانے اور نو (۹) واقفین کو تفسیر، حدیث، فقہ اور فلسفہ و منطق کی اعلیٰ تعلیم[2] دلانے کے لئے منتخب فرمایا تا وہ سلسلہ کے بزرگ علماء کے قائم مقام بن سکیں۔ اس موقعہ پر حضور نے اپنے دستِ مبارک سے جو تحریر بطور یادداشت لکھی وہ ایک نہایت قیمتی یادگار ہے جس کا عکس بھی اس مقام پر دیا جارہا ہے۔[3]

---

[1] خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ مئی ۱۹۴۴ء مطبوعہ "الفضل" ۲۰ مئی ۱۹۴۴ء صفحہ ۳ و ۴ ۔ [2] حضرت اقدس قبل ازیں ۲۴ مارچ ۱۹۴۴ء کو اپنی اس سکیم کا تذکرہ خطبہ جمعہ میں فرما چکے تھے (الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۴۴ء صفحہ ۳)۔ [3] اصل تحریر حافظ قدرت اللہ صاحب مبلغ ہالینڈ کے پاس محفوظ ہے۔

حضورؓ نے جن واقفین کو ممالک غیر کی تبلیغ کے لئے تجویز فرمایا ان کے نام یہ ہیں:۔

(عرب ممالک) مولوی رشید احمد صاحب چغتائی۔ مولوی نور احمد صاحب منیر۔ چوہدری شریف احمد صاحب۔ (ایران) مولوی صدرالدین صاحب، شیخ عبدالواحد صاحب۔ (سپین) مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر، چوہدری محمد اسحاق صاحب ساقی۔ (جنوبی امریکہ) مولوی منور احمد صاحب، چودھری غلام رسول صاحب۔ (اٹلی) مولوی محمد عثمان صاحب، محمد ابراہیم صاحب خلیل۔ (جرمنی) مولوی عبداللطیف صاحب، شیخ ناصر احمد صاحب۔ مولوی غلام احمد صاحب بشیر (انگلستان) چودھری مشتاق احمد صاحب باجوہ۔ چودھری ظہور احمد صاحب باجوہ۔ حافظ قدرت اللہ صاحب۔ (شمالی امریکہ) چودھری خلیل احمد صاحب ناصر، چودھری غلام یٰسین صاحب۔ مرزا منور احمد صاحب (فرانس) ملک عطاء الرحمٰن صاحب، مولوی اللہ دتا صاحب۔[1]

حصول تعلیم خاص کے لئے مندرجہ ذیل واقفین منتخب کئے گئے۔

مولوی نور الحق صاحب[2]	(تفسیر)	ملک سیف الرحمٰن صاحب[3]	(فقہ)
مولوی محمد صدیق صاحب[4]	(حدیث)	مولوی محمد احمد صاحب جلیل[5]	(حدیث)
مولوی محمد احمد صاحب ثاقب[6]	(فقہ)	مولوی غلام باری صاحب سیف[7]	(حدیث)
حکیم محمد اسمٰعیل صاحب[8]	(منطق و فلسفہ)	حافظ بشیر الدین عبیداللہ صاحب[9]	(تفسیر)
ملک مبارک احمد صاحب[10]	(منطق و فلسفہ)		

---

[1] یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اس فیصلہ میں حضور نے بعد ازاں خفیف سی تبدیلیاں بھی کیں جیسا کہ موجودہ باب کی آخری فصل میں ذکر آئے گا، چودھری شریف احمد صاحب جن کا نام عرب ممالک کے لئے تجویز کیا گیا تھا، باہر نہیں بھجوائے گئے تھے۔

[2] (ابوالمنیر) نور الحق صاحب ابن منشی عبدالحق صاحب کاتب۔ ولادت ۱۷ دسمبر ۱۹۱۸ء۔ تاریخ قبولیت وقف ۵ ستمبر ۱۹۳۸ء (حال پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ و مینجنگ ڈائرکٹر ادارۃ المصنفین ربوہ)۔ [3] ولادت ۱۱ نومبر ۱۹۱۴ء۔ بیعت ۱۹۳۶ء۔ تاریخ قبولیت وقف یکم مارچ ۱۹۳۹ء (حال پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ و مفتی سلسلہ احمدیہ)۔ [4] ولادت ۵ مارچ ۱۹۱۶ء۔ تاریخ قبولیت وقف ۷ جون ۱۹۳۸ء (سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ حال انچارج خلافت لائبریری ربوہ۔ آپ یکم فروری ۱۹۴۵ء کو بلاد عربیہ کے لئے منتخب ہوئے مگر حضورؓ نے وہاں سے قلمزن کر کے بعد میں خصوصی تعلیم کی جماعت واقفین میں شامل فرما دیا۔ [5] ولادت ۵ جولائی ۱۹۱۱ء، تاریخ قبولیت وقف ۹ مئی ۱۹۳۷ء۔ [6] ولادت ۱۵ مئی ۱۹۱۷ء، تاریخ قبولیت وقف مئی ۱۹۳۹ء (حال پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ)۔ [7] ولادت یکم اکتوبر ۱۹۲۰ء، تاریخ قبولیت وقف ۱۲ ستمبر ۱۹۴۲ء۔ [8] ولادت ۱۹۰۸ء، تاریخ قبولیت وقف ۳ مارچ ۱۹۴۷ء۔ [9] ولادت ۲۰ ستمبر ۱۹۲۰ء، تاریخ قبولیت وقف ۲۶ مئی ۱۹۴۴ء۔ [10] ولادت ۲۲ اپریل ۱۹۲۲ء، تاریخ وقف ۱۹۴۳ء۔

دائیں سے بائیں کرسیوں پر:۔ مولوی محمد احمد ثاقب، مولوی ابوالمنیر نورالحق، مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری استاذ الواقفین، مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی استاذ الواقفین، مولوی محمد صدیق صاحب۔

کھڑے:۔ ملک مبارک احمد صاحب، مولوی خورشید احمد صاحب شاد، غلام باری صاحب سیف، حکیم محمد اسماعیل صاحب۔ حافظ بشیر الدین عبیداللہ صاحب۔

دفتر تحریک جدید ربوہ

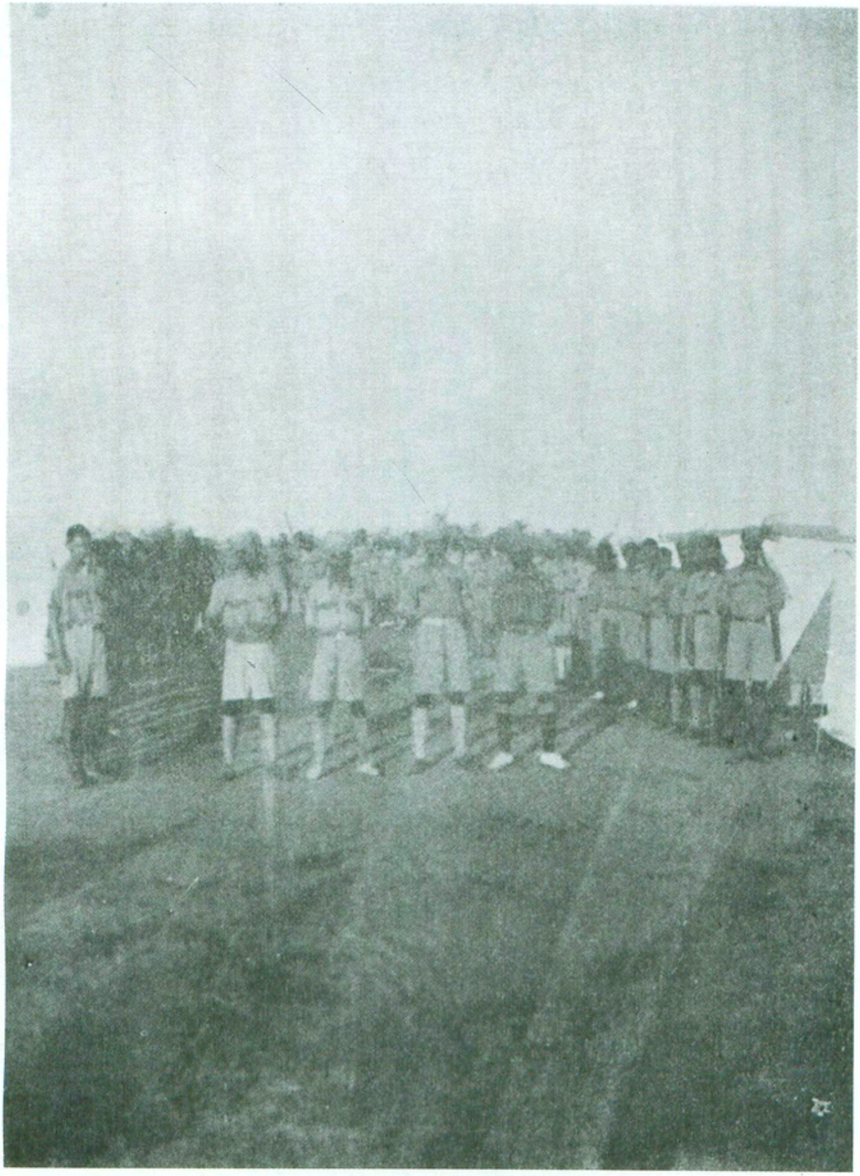

احمدیہ کور کا ایک نایاب فوٹو

ازاں بعد مولوی خورشید احمد صاحب شادؔ[1] بھی اس زمرہ میں شامل کر لئے گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو حدیث شریف کی خصوصی تعلیم کا ارشاد فرمایا۔

مندرجہ بالا واقفین مئی ۱۹۴۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے جس کا ذکر خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۶ جون ۱۹۴۷ء کے خطبہ جمعہ میں کیا۔ چنانچہ فرمایا :-

"مجھے کئی سال سے یہ فکر تھا کہ جماعت کے پُرانے علماء اب ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ جماعت کو یکدم مصیبت کا سامنا کرنا پڑے اور جماعت کا علمی معیار قائم نہ رہ سکے۔ چنانچہ اس کے لئے میں نے آج سے تین چار سال قبل۔ نئے علماء کی تیاری شروع کر دی تھی۔ کچھ نوجوان تو میں نے مولوی صاحب (یعنی حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ۔ ناقل) سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے مولوی صاحب کے ساتھ لگا دیئے[2] اور کچھ باہر بھجوا دیئے تا کہ وہ دیوبند وغیرہ کے علماء[3] سے ظاہری علوم سیکھ آئیں۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی مشیت اور قدرت کی بات ہے کہ ان علماء کو واپس آئے صرف ایک ہفتہ ہوا ہے۔ جب وہ واپس آ گئے تو مولوی صاحب فوت ہو گئے" [4]

حضرت اقدس نے مرکز میں ان واقفین کی واپسی پر ان کو دوسرے واقفین کے پڑھانے پر مقرر فرما دیا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ فقہ پڑھنے والے دوسروں کو فقہ کی اور حدیث پڑھنے والے دوسروں کو حدیث کی تعلیم دیں۔ چنانچہ یکم رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء تک تدریس کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد واقفین کو ایک ماہ کی رخصت دی گئی ۔ اسی دوران میں ملک تقسیم ہو گیا اور ان کو ہجرت کر کے پاکستان آنا پڑا۔

---

[1] ولادت ۲۴ ستمبر ۱۹۲۰ء، تاریخ قبولیت وقف ۱۹۴۳ء (سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ)

[2] مولوی نور الحق صاحب (ابو المنیر) اور حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب کی طرف اشارہ ہے (مرتب)

[3] جن اساتذہ سے ان واقفین نے تحصیل علم کیا ان کے نام یہ ہیں :-
مولوی شریف اللہ صاحب مدرس مدرسہ فتحپوری (استاذ مسلم شریف)۔ شیخ الحدیث مولوی محمد ابراہیم صاحب بلیاوی مدرسہ فتحپوری دہلی (استاذ بخاری، ہدایہ، اصول شاشی، مسلم الثبوت)۔ مولوی مفتی محمد مسلم صاحب دیوبندی شیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل۔ مولوی حافظ مہر محمد صاحب صدر المعلمین المدرسۃ الحنفیہ اچھرہ لاہور (استاذ "ابوداؤد" منطق و فلسفہ)۔ مولوی سید میرک شاہ صاحب کاشمیری لاہور (استاذ مسلم شریف) مولوی شہاب الدین صاحب خطیب مسجد چوبرجی کوارٹرز لاہور۔ مولوی رسول خان صاحب ہزاروی پرنسپل اورینٹل کالج حال شیخ التفسیر والفقہ جامعہ اشرفیہ لاہور (استاذ حدیث و اصول فقہ)۔ مولوی محمد بخش صاحب دیوبندی لاہور (استاذ حدیث) +

[4] "الفضل" ۱۱ جون ۱۹۴۷ء صفحہ ۵ +

خاندانی وقف کی تحریک

۵ جنوری ۱۹۴۵ء کو حضرت امیرالمومنین ؓ نے فرمایا:۔

"تحریک جدید کے پہلے دَور میں مَیں نے اس کی تمہید باندھی تھی۔ مگر اب دوسری تحریک کے موقعہ پر مَیں مستقل طور پر دعوت دیتا ہوں کہ جس طرح ہر احمدی اپنے اوپر چندہ دینا لازم کرتا ہے۔ اسی طرح ہر احمدی خاندان اپنے لئے لازم کرے کہ وہ کسی نہ کسی کو دین کے لئے وقف کرے گا" [۱]

اپنے پیارے آقا کے اس ارشاد پر کئی مخلصین نے اپنے بچوں کو وقف کیا اور کر رہے ہیں۔

بیرونی ممالک کی تبلیغ تحریک جدید کے دائرۂ عمل میں

فروری ۱۹۴۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے بیرون ہند کے جملہ مشن تحریک جدید کے سپرد فرما دیئے جس کے مطابق ۱۴ فروری ۱۹۴۵ء کو صدر انجمن قادیان نے حسب ذیل ریزولیوشن پاس کیا:۔

"رپورٹ ناظر صاحب اعلیٰ کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ، تحریک کے مدارس اور مشن جو ہندوستان میں ہیں اپنے انتظام میں لے لے اور فلسطین، انگلستان اور امریکہ کے مشن تحریک جدید کے سپرد کر دے۔"

"اخراجات کی تقسیم کی یہ صورت ہو کہ صدر انجمن احمدیہ بیرون ہند کے مذکورہ بالا مشنوں کا منظور شدہ بجٹ بعد وضع اخراجات سکول و مشن ہائے تحریک جو صدر انجمن کو ملیں گے نکلوا کر تحریک جدید کو دے دیا کرے۔ جوں جوں ان (فلسطین، انگلستان و امریکہ) کے علاقوں کی آمد بڑھتی جائے گی اسی قدر انجمن ان اخراجات سے آزاد ہوتی جائے گی" [۲]

تحریک "وقف تجارت"

۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو حضور نے وقف تجارت کی تحریک فرمائی جس کا مقصد تجارت کے ذریعہ تبلیغی سنٹر قائم کرنا تھا چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

"وہ نوجوان جو فوج سے فارغ ہوں گے اور وہ نوجوان جو نئے جوان ہوئے ہیں اور ابھی کوئی کام شروع نہیں کیا۔ مَیں اُن سے کہتا ہوں کہ اپنی زندگی وقف کریں۔ ایسے رنگ میں نہیں کہ ہمیں دین کے لئے جہاں چاہیں بھیج دیں چلے جائیں گے بلکہ ایسے رنگ میں کہ ہمیں جہاں بھجوایا جائے ہم وہاں چلے جائیں گے اور وہاں سلسلہ کی ہدایت کے ماتحت تجارت کریں گے۔ اس رنگ میں ہمارے

---

[۱] "الفضل" ۱۰ جنوری ۱۹۴۵ء صفحہ ۵

[۲] ریکارڈ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۹۴۵ء

مبلغ سارے ہندوستان میں پھیل جائیں گے۔ وہ تجارت بھی کریں گے اور تبلیغ بھی "[1]

وقفِ تجارت کے تحت واقفینِ تجارت کو مختلف مقامات پر متعین کیا گیا جہاں سے وہ دفتر کی ہدایات کے ماتحت تجارت کرتے اور اپنی باقاعدہ رپورٹیں بھجواتے تھے۔ اس وقف کے تحت سرمایہ واقفین خود لگاتے تھے۔[2][3]

خاتمہ جنگ اور مجاہدینِ تحریک جدید کی روانگی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قبل از وقت پیشگوئی فرمائی تھی کہ

"تحریک جدید کا اجراء جن اغراض کے ماتحت الٰہی تصرف سے ہوا تھا اس کی وجہ سے میں سمجھتا تھا کہ تحریک جدید کا پہلا دور جب ختم ہوگا تو خدا تعالیٰ ایسے سامان بہم پہنچائے گا کہ تحریک جدید کی اغراض کو پورا کرنے میں جو روکیں اور موانع ہیں خدا تعالیٰ اُن کو دُور کر دے گا اور تبلیغ کو وسیع کرنے کے سامان بہم پہنچا دے گا اور چونکہ تبلیغ کے لئے یہ سامان بغیر جنگ کے خاتمہ کے میسر نہیں آسکتے اس لئے میں سمجھتا تھا کہ ۱۹۴۴ء کے آخر یا ۱۹۴۵ء کے شروع تک یہ جنگ ختم ہو جائے گی "[4]

چنانچہ ۱۵ اگست ۱۹۴۵ء کو جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے اور جنگ ختم ہوگئی۔ اب چونکہ تبلیغی رستے بھی کھلنے شروع ہوگئے تھے اس لئے مجاہدینِ تحریک جدید بیرونی ممالک میں روانہ کئے جانے لگے چنانچہ اس سال سولہ[16] مبلغین[5] قادیان سے عازم ممالک بیرون ہوئے جن میں سے نو مجاہدین دسمبر ۱۹۴۵ء میں ایک قافلہ کی صورت میں انگلستان بھجوائے گئے جنہوں نے لنڈن میں کچھ عرصہ ٹریننگ کے بعد یورپ کے اطراف و جوانب میں نئے مشن کھولے یہ قافلہ مندرجہ ذیل مبلغین پر مشتمل تھا:۔

چودھری ظہور احمد صاحب باجوہ۔ حافظ قدرت اللہ صاحب۔ ملک عطاء الرحمٰن صاحب۔ چودھری اللہ دتا صاحب۔ چودھری کرم الٰہی صاحب ظفر۔ چودھری محمد اسحاق صاحب ساقی۔ مولوی محمد عثمان صاحب۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل۔ مولوی غلام احمد صاحب بشیر۔[6]

تحریک جدید کی رجسٹریشن

۱۸ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو تحریک جدید کی رجسٹریشن ہوئی اور اس تاریخ سے اس کا پورا نام "تحریک جدید انجمن احمدیہ" رکھا گیا۔ تحریک جدید کے آرٹیکلز

---

[1] "الفضل" ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۲ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء) نیز "الفضل" ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۵ء و ۷ نومبر ۱۹۴۵ء۔

[2] "الفضل" ۷ نومبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۴ کالم ۴۔ [3] فارم وقف معاہدہ وقف تجارت وصنعت کے لئے ملاحظہ ہو "مطالبات تحریک جدید" طبع چہارم صفحہ ۸۸۔۸۹ مرتبہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور انچارج تحریک جدید۔ اشاعت دسمبر ۱۹۴۶ء نیز ضمیمہ کتاب ہذا۔

[4] "الفضل" ۲۹ اگست ۱۹۴۴ء صفحہ ۲۔ [5] و [6] "الفضل" ۱۸ دسمبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۱ و ۲۔

اینڈ میمورنڈم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نے مرتب کئے۔

بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ابتدائی ممبر یہ مقرر ہوئے:۔

۱۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور انچارج دفتر تحریک جدید قادیان۔

۲۔ مولوی بہاؤالحق صاحب ایم۔اے وکیل الصنعت والحرفت تحریک جدید قادیان۔

۳۔ خواجہ عبدالکریم صاحب بی۔ایس۔سی وکیل التجارت تحریک جدید قادیان۔

۴۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج قادیان۔

۵۔ مولوی عبدالمغنی صاحب وکیل التبشیر (برائے ممالک ایشیاء و افریقہ) تحریک جدید قادیان۔

۶۔ خان بہادر نواب چودھری محمد دین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر۔

۷۔ شیخ بشیر احمد صاحب بی اے۔ ایل ایل بی ایڈووکیٹ لاہور۔

ازاں بعد کچھ وقفہ سے حضور کے ارشاد سے ان ڈائریکٹروں میں درج ذیل اصحاب کا اضافہ کیا گیا۔

۸۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس وکیل التبشیر (برائے ممالک یورپ و امریکہ) تحریک جدید قادیان

۹۔ چودھری برکت علی خاں صاحب وکیل المال تحریک جدید قادیان

۱۰۔ حضرت مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب وکیل الطباعۃ تحریک جدید قادیان[1]

مجلس تحریک جدید کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے ۷؍مئی ۱۹۴۷ء کو مجلس تحریک جدید کا قیام عمل میں آیا جس کا کام تحریک جدید سے متعلق امور پر باہمی مشورہ سے فیصلے کرنے اور ان کو حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے بھجوانا تھا۔ ۱۶؍مارچ ۱۹۴۷ء کو حضرت اقدس کے حکم سے اس مجلس تحریک جدید انجمن احمدیہ کے صدر مولوی جلال الدین صاحب شمس اور سکرٹری مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور تجویز کئے گئے۔

خصوصی ممبران کا تقرر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۳۰؍اگست ۱۹۴۷ء کو تحریک جدید کے بعض خصوصی ممبران مقرر کرتے ہوئے ہدایت دی کہ

"میں یکم مارچ ۱۹۴۸ء تک مولوی نورالحق صاحب[2]، چوہدری محمد شریف صاحب پلیڈر منٹگمری، مرزا مظفر احمد آئی۔سی۔ایس، مولوی سیف الرحمٰن صاحب، مولوی محمد صدیق صاحب فاضل ساکن قادیان

---

[1] ریزولیوشن تحریک جدید ۱۶؍مارچ ۱۹۴۷ء

[2] یعنی مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب (حال پروفیسر جامعہ احمدیہ و مینجنگ ڈائریکٹر ادارۃ المصنفین ربوہ ناقل)

اور سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو تحریک جدید انجمن کے ممبر مقرر کرتا ہوں۔ ان کے اختیارات دوسرے ممبروں کے مطابق ہوں گے اور ان کا کورم حقیقی کورم سمجھا جائے گا۔ خاکسار

مرزا محمود احمد ۳۰-۸-۴۷"

تقسیم ہند اور تحریک جدید

۱۹۴۷ء میں جماعت کے کثیر حصہ کو مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے پاکستان میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ یہ زمانہ تحریک جدید کے لئے بہت صبر آزما[1] تھا کیونکہ تقسیم ملک کی وجہ سے نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ ان حالات میں تحریک جدید کے دفاتر نہایت کس مپرسی کے عالم میں جودھامل بلڈنگ لاہور میں قائم کئے گئے تھے۔ آمد میں یکایک کمی واقع ہو گئی۔ اور اخراجات بے تحاشہ بڑھ گئے اور بیرونی مشنوں کو امداد دینے کا سلسلہ بھی وقتی طور پر معطل ہو گیا۔ مگر تحریک جدید کے مجاہدین نے اس موقعہ پر غیر معمولی صبر و تحمل اور وفا شعاری کا ثبوت دیا اور بیرونی مشن بھی جلد ہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔

تحریک جدید کی پاکستان میں رجسٹریشن

مجلس تحریک جدید کی طرف سے رجسٹریشن کے لئے رجسٹرار صاحب جائنٹ سٹاک کمپنیز مغربی پنجاب پاکستان کے نام ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کو درخواست دی گئی جس کی منظوری ۱۹ فروری ۱۹۴۸ء کو موصول ہوئی اور مجلس تحریک جدید پاکستان میں بھی رجسٹرڈ ہو گئی جو شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور[2] کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

جامعۃ المبشرین کا قیام

تقسیم ملک سے پہلے قادیان میں جامعہ احمدیہ ہی ایک ادارہ تھا جہاں سے مبلغین فارغ التحصیل ہو کر مختلف مشنوں میں متعیّن ہوتے تھے۔ پاکستان بننے پر ۱۰ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جامعہ احمدیہ کے علاوہ جامعۃ المبشّرین ربوہ کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا سٹاف اکثر و بیشتر اُن واقفین پر مشتمل تھا جو ۱۹۴۷ء میں علوم اسلامیہ کی خصوصی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ اس ادارہ کا مقصد یہ تھا کہ جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے نوجوانوں اور دیگر واقفین زندگی کی تعلیم کا انتظام کرے اور ان کو تبلیغی

---

[1] ان ایّام میں چونکہ تحریک جدید کی مالی حالت مخدوش ہو گئی تھی اس لئے حضور نے ارشاد فرمایا کہ کسی واقف کو فارغ نہیں رہنا چاہیئے بلکہ کوئی نہ کوئی کام کر کے آمد پیدا کرنی چاہیئے خواہ چنے اور آلو ہی کیوں نہ فروخت کرنے پڑیں چنانچہ واقفین نے اس کی تعمیل کی۔

[2] محترم انور صاحب نومبر ۱۹۴۷ء میں قادیان میں تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ان کو پاکستان بلوایا اور ارشاد فرمایا کہ تحریک جدید کی رجسٹریشن اور دفاتر کا انتظام کریں۔

ٹریننگ دے جامعۃ المبشرین سالہا سال تک مستقل ادارہ کی صورت میں قائم رہنے کے بعد، جولائی ۱۹۵۷ء کو جامعہ احمدیہ میں مدغم کر دیا گیا۔

تحریک جدید کے مستقل شعبوں کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دستور العمل

فروری ۱۹۵۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے قلم مبارک سے تحریک جدید کے مختلف شعبوں کے لئے ایک مفصل دستور العمل تجویز فرمایا جس کی تفصیل خود حضورؓ کے الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے:۔

حضور نے تحریر فرمایا :۔

"تحریک جدید کے سردست مندرجہ ذیل وکلاء ہوں۔

وکالت مال: (۱) وکیل المال اوّل (۲) وکیل المال ثانی (۳) وکالت جائیداد

وکیل المال اوّل چوہدری برکت علی صاحب، وکیل ثانی قریشی عبدالرشید صاحب ہوں گے۔ تیسرا وکیل تجویز کیا جائے گا۔ اس کا کام بجٹ بنانا، اس کی نگرانی کرنا، روپیہ جمع کرنا، مبادلہ زر کے ماہرین کے ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانا، جائیداد کی نگرانی، امانت اور جائز بنکنگ کے طریقوں کا رائج کرنا۔

وکالت دیوان۔ اس وکالت کا اصل کام مجلس وکالت کے سکرٹری کا ہوگا۔ مجلس بُلوانا، اس کی کارروائی کا ریکارڈ کروانا، مختلف وکالتوں میں تعاون قائم رکھوانا اور ادارہ جاتی مجالس بُلوانا۔ یعنی مجلس وکالت کے علاوہ جب ضرورت ہو، جب کام خراب ہو رہا ہو، تعاون میں کمی آئے یا ترقی کی تجاویز کا تقاضا ہو تو ایک سے زیادہ وکلاء کو بُلوا کر کوئی ایسی سکیم تیار کروانا جس میں ایک سے زیادہ وکلاء کی شمولیت کی ضرورت ہو۔ وکالتوں کے لئے عملہ کا فیصلہ کہ اتنا درکار ہوگا اور اتنے اتنے عرصہ کے بعد اس کے بدلنے کی ضرورت ہوگی وغیرہ وغیرہ اور حسب ضرورت نئے آدمی لینا اور ان کی تعلیم و تربیت (کرنا) اس وکالت کا ایک نائب وکیل الدیوان ہوگا جس کے سپرد کام کا ایک حصہ ہوگا۔ اس وکالت پر سردست دو افسر ہوں گے (۱) مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پُرانے تجربہ کی وجہ سے ورنہ جس علم کی اس میں ضرورت ہے وہ ان کو نہیں۔ دوسرا وکیل مَیں مقرر کروں گا۔ نائب وکیل محمد شریف خالد صاحب۔

وکالت تعلیم۔ اس وکالت کا کام تعلیمی انتظام نصاب بنوانا۔ کالج کی نگرانی۔ وقتی تعلیمی کورس تیار کروانا تاکہ مبلّغین کی تعلیم کی ترقی تاعمر جاری رہے۔ اس وکالت کا کام یہ ہوگا کہ جلد سے جلد علماء سے مشورہ کرکے

اوّل۔ کالج کی تعلیم کا کورس اور اس کی جماعتوں کا انتظام کرے۔

(۲) دیہاتی مبلغین کی تعلیم کا کورس تیار کرے۔

(۳) انگریزی دان مبلّغین کی تعلیم کا کورس تیار کرے۔

(۴) یہ فیصلہ کرے کہ مبلّغین کو ساری عمر میں کتنے کورس پاس کروانے ضروری ہیں اور کس کس قسم کے یعنی علاوہ خالص تعلیمی کے انتظامی، تحقیقی، تبلیغی، سیاسی وغیرہ اور پھر ان کے کورس تجویز کرے اور کورس بنوائے۔ ہر اک جماعت کا پہلے سے کورس تیار ہونا چاہیئے۔

(۵) دیہاتی مبلغوں کے لئے کورس تجویز کرے اور کورس تیار کروائے اور شق اوّل کی طرح ان کی عمر بھر کی ترقی کے لئے کورس تیار کروائے۔ اس کام پر میاں عبدالرحیم احمد صاحب مقرر ہونگے

وکالتِ تجارت۔ اس کا کام (۱) تجارتی مہارت کے آدمی تیار کرنا (۲) مبادلہ زر کے قواعد جمع کرنا (۳) درآمد و برآمد اور تجارت کے قوانین مہیا کرنا اور سلسلہ کے لئے مفید معلومات کا جمع کرنا (۴) جماعت (کی) تجارت کی ترقی کی کوشش (۵) سلسلہ کی تجارت کی نگرانی اور ترقی (۶) تجارت کے ذریعہ سے سلسلہ کی آمد کو زیادہ سے زیادہ بڑھانا (۷) تمام دُنیا کی جماعتوں کو تجارتی زنجیر میں متحد کرنا۔ غرض تجارتی طور پر دنیا بھر میں احمدیت کو فائق کرنا اس کا کام ہوگا۔ مفصّل سکیم یہ ناظر (وکلاء) بنائیں اور مجلس وکالت کے مشورہ کے بعد مجھ سے مشورہ لیں۔ اس پر عباس احمد خاں مقرر ہوں گے۔

وکالتِ صنعت۔ اس وکالت کا کام سلسلہ میں صنعت و حرفت کی ترقی، نئے نئے صنعت کے ادارے جاری کرنا اور صنعت کے ماہرین پیدا کرنا، تمام دُنیا کی جماعت میں صنعتی تعاون پیدا کرنا اور اشتراک عمل کی تجاویز نکالنا۔ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی نگرانی وغیرہ وغیرہ۔ اس وکالت پر مرزا مبارک احمد صاحب مقرر ہوں گے جب وہ فارغ ہوں گے۔

وکالتِ قانون۔ اس کا کام انکم ٹیکس کی نگرانی، بیرونی جماعتوں کے لئے صحیح قانون عمل بنوانا

تاسب جماعتیں ایک مقررہ نظام کے مطابق چلیں حسب ضرورت قانونی مشورہ دینا، مجلس کے تمام کاموں کو صحیح قانونی طور پر چلانے کی ذمہ داری، قواعد اور قوانین کے الفاظ کی درستی۔ اس وکالت کا کام (صدر انجمن کے اشتراک سے) چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب اور چوہدری بہاؤالحق صاحب کے سپرد ہوگا۔ گو چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب ابھی باہر ہیں مگر چونکہ یہاں آتے رہتے ہیں انہیں ابھی سے اس وکالت پر مقرر کر کے مقررہ مجلس میں شامل کیا جائے۔ اس لئے گویا دو وکیل ہوں گے (۱) چوہدری بہاؤالحق صاحب (۲) چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب۔

وکالتِ تبشیر۔ اس وکالت کے سپرد بیرونی مشنوں کا کام ہوگا۔ ان کے لئے کام کی سکیم، ان کے اداروں کی تنظیم کے قواعد بنانا اور ان کا تبادلہ اور کام پر لگوانا، لٹریچر مہیا کرنا، لائبریریاں مہیا کرنا، ان کے کام کی نگرانی، کام کی وسعت کی سکیمیں بنانا، نئے مشنوں کی سکیم، بیرونی ملکوں میں مساجد کی تعمیر، سکولوں کی تعمیر اور اجراء، سردست اس کے دو وکلاء ہوں گے یعنی ایک مولوی عبدالمغنی خان صاحب اور ایک دوسرا۔ اصل میں اس کا ایک وکیل اور چار نائب وکیل ہوں گے۔ جن کے سپرد (۱) پاکستان کے مبلغوں کا کام (۲) افریقی اور عالم اسلامی کے مشن (۳) یورپ اور امریکہ کے مشن (۴) ایشیائی ممالک کے مشن کے کام ہوں گے۔ وکیل تبشیر نگران اعلیٰ ہوگا۔

اس محکمہ کے سپرد خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کا کام کروانا اور لٹریچر کی مناسب تقسیم سے تبلیغ کا کام بھی ہوگا جو ہر علاقہ کے نائب کے سپرد اس کے علاقہ کے لئے ہوگا۔

وکالتِ اشاعت۔ اس کا کام رسالوں اخباروں کی نگرانی، پروگرام کے ماتحت شائع کرنا، لٹریچر تیار کروانا، مہیا کرنا، اس کی ضرورت اور اُسے آمد کا ذریعہ بنانا۔ اُسے ایک مصنفین کا عملہ ملے گا جو کام کی نوعیت کے لحاظ سے بدلتا بھی رہے گا اور تمام عملہ وکالت اس کام کے لئے اس کے ماتحت اس طرح ہوگا کہ وہ ہر ایک سے کچھ نہ کچھ تصنیف کا کام لے۔

تمام وکالتوں کو دو ماہ کے اندر اندر اپنا اگلے سال کا پروگرام تیار کر لینا چاہیئے اور پھر اس سے اگلے تین ماہ میں اگلے تین سال کا پروگرام اور پھر سہ ماہی چارٹ بنا کر اپنے اپنے کمروں میں لگا لینا چاہیئے اور ہر سہ ماہ کے بعد رپورٹ کرنی چاہیئے کہ کیا انہوں نے اپنا پروگرام تیار کر لیا ہے۔

ان امور کو مجلس وکالت ریزولیوشن کے ذریعہ سے پاس کرے اور یہ ریزولیوشن بھی کرے کہ آئندہ

کوئی جرم بغیر سزا کے نہیں چھوڑا جائے گا۔ ہر امر کے متعلق مجلس وکالت یا اس کا مقرر کردہ کمیشن یہ فیصلہ کرے گا کہ غلطی ہوئی ہے یا نہیں اور اگر ہوئی ہے تو اس کی ضرور سزا دی جائے گی جس کی مقدار ایک دن گذارہ کی ضبطی سے لے کر ایک ماہ تک کے گذارہ کی ضبطی تک ہوگی۔ اگر مالی نقصان کسی وکیل یا دوسرے عملہ سے ہوگا تو اس نقصان کی حد تک رقم وصول کی جا سکے گی۔ سنگین جرموں میں مقاطعہ اور منسوخی وقف کی سزا دی جائے گی۔ مگر بہر حال کسی غلطی کو بغیر سزا کے نہیں چھوڑا جائے گا۔ معافی کی درخواست خلیفہ وقت سے ہو سکتی ہے جو معاف کرنے کا حق رکھیں گے"[1]

تحریک جدید کا بجٹ مجلس مشاورت میں قبل ازیں مجلس مشاورت میں صرف صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ پیش ہوتا تھا مگر ۱۹۵۱ء سے تحریک جدید کا مطبوعہ بجٹ بھی پیش کیا جانے لگا۔

وقفِ زندگی سے متعلق نئے اصول حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۱۹۵۲ء میں فیصلہ فرمایا کہ وقف کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور بھی مدنظر رکھنے چاہئیں:۔

اوّل۔ وقف ایک سے زیادہ اولاد والوں میں سے کسی ایک کا ہو۔ ہم دوسروں کا رستہ بند نہیں کرتے وہ بھی وقف کر سکتے ہیں مگر ایسے قواعد ضرور ہونے چاہئیں کہ مجبوری کے وقت وہ آسانی سے فارغ کئے جا سکتے ہوں۔

(۲) وقف صرف بالغ مرد کا ہو۔ اکیس سال سے پہلے کے وقف آئندہ نہ لئے جائیں اور گذشتہ وقفوں کو بھی فارغ کرنے کا راستہ کھلا رکھا جائے تاکہ وقف لڑکے کا ہو باپ کا نہ ہو اور اس میں نمائش نہ ہو بالکل حقیقت ہو۔

(۳) اکیس سال سے پہلے جن کو وظائف دیئے جائیں جیسے جامعہ احمدیہ وغیرہ میں تعلیم پانے والوں کو دیئے جاتے ہیں وہ بطور قرض ہوں جو وقف کی صورت میں وقف کے اندر مدغم ہو جائیں اور غیر وقف کی صورت میں وہ صرف قرضہ ہو جو حسب شرائط و معاہدہ وصول کر لیا جائے۔

(۴) سابق واقفین جن کی تعلیم پر سلسلہ کا روپیہ خرچ ہوا ہے وہ بھی محکمہ کے قواعد کے مطابق رقم واپس کر کے فارغ ہو سکتے ہیں۔

---

[1] نقل ریزولیوشن ۱۴۴ ع۔م ۱۶ فروری ۱۹۵۰ء (تحریک جدید)

(۵) جو والدین اپنے بچوں کو وقف کرنا چاہیں وہ امیدواران وقف کی لسٹ میں رہیں جب وہ اکیس سال کے ہو جائیں تو اُن سے دوبارہ پوچھا جائے کہ آیا وہ اپنی زندگی اپنی مرضی سے وقف کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ وقف نہ ہونا چاہیں تو اُن کو فارغ کر دیا جائے اور اگر وقف ہونا چاہیں تو اُن کا وقف قبول کر لیا جائے" [۱]

اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کمپنی کا قیام

۲۰ اپریل ۱۹۵۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر "اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کمپنی" کے نام سے ایک اہم ادارہ قائم کیا گیا۔ اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ عربی انگریزی اور دیگر زبانوں میں قرآن مجید اور دوسرے اسلامی لٹریچر کی اشاعت کی جائے۔ چنانچہ اس ادارہ کے قیام سے تراجم قرآن مجید اور دوسرے اسلامی لٹریچر میں معتدبہ اضافہ ہوا اور ہو رہا ہے [۲]

ربوہ میں دفاتر تحریک جدید کی عمارت کی تعمیر

ربوہ میں سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳۱ مئی ۱۹۵۰ء [۳] کو دفاتر تحریک جدید کی مستقل عمارت کی بنیاد رکھی۔ اور ۱۹ نومبر ۱۹۵۳ء [۴] کو اس کا افتتاح فرمایا۔

تحریک جدید میں شمولیت کی خاص تحریک

سالانہ جلسہ ۱۹۵۳ء کے موقعہ پر سیدنا المصلح الموعودؓ نے ارشاد فرمایا کہ

"تحریک جدید اب جس نازک دَور میں سے گذر رہی ہے وہ اس امر کی مقتضی ہے کہ ہر احمدی یہ فیصلہ کرے کہ اس نے بہرحال اس تحریک میں حصہ لینا ہے حتیٰ کہ کوئی جماعت بھی ایسی نہ ہو جن کے سارے کے سارے افراد تحریک میں شامل نہ ہوں" [۵]

کتاب "پانچہزاری مجاہدین" کی اشاعت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۱۹۳۸ء میں اعلان فرمایا کہ

---

[۱] "رپورٹ مجلس مشاورت" ۱۹۵۲ء صفحہ ۴۹-۵۰۔

[۲] مطبوعات کے لئے ملاحظہ ہو کمپنی کی مطبوعہ "CATALOGUE" (ضخامت ۲۲ صفحات)۔ اس کمپنی میں ۱۹۵۹ء-۶۰ء سے محترم حافظ عبدالسلام صاحب شملوی چیئرمین کی حیثیت سے اور ۱۹۶۴ء سے مولوی نورالدین صاحب منیر (نائب وکیل التصنیف للتبشیر) مینیجنگ ڈائریکٹر کی حیثیت سے خدمات بجا لا رہے ہیں۔ ۱۹۶۰ء سے اب تک ملک بشارت احمد صاحب کے ذمہ کمپنی کی مینیجری کے فرائض ہیں۔

[۳] "الفضل" ۳ جون ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۔

[۴] "الفضل" ۲۷ نومبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳

[۵] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۳ جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۴۔

"چونکہ تحریک جدید میں چندہ دینے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچ ہزار والی پیشگوئی کو پورا کرنے والے ہیں اس لئے ان کی قربانی کی یاد قائم رکھنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا جائے گا کہ

۱۔ اُن فہرستوں کو ایک جگہ جمع کر کے اور ساتھ تحریک جدید کی مختصر سی تاریخ لکھ کر چھاپ دیا جائیگا۔ اور دفتر تحریک جدید تمام احمدیہ لائبریریوں میں یہ کتاب مفت بھیجے گا۔

۲۔ جب دس سال ختم ہو جائیں گے تو اس فنڈ کی آمد کا ایک معمولی حصہ چندہ دینے والوں کی طرف سے صدقہ کے طور پر سالانہ غرباء پر خرچ کیا جائے گا۔

۳۔ مرکز میں ایک اہم لائبریری قائم کی جائے گی اور اس کے ہال میں ان تمام لوگوں کے نام لکھ دیئے جائیں گے" [1]

حضور کے مندرجہ بالا ارشاد کی تعمیل میں چوہدری برکت علی خاں صاحب رضؓ [2] نے انتہائی محنت و عرقریزی کا ثبوت دیتے ہوئے جون ۱۹۵۹ء میں پانچہزاری مجاہدین کی مکمل فہرست شائع کر دی۔

اس فہرست میں جو ۸۶۰ صفحات پر مشتمل ہے، برصغیر پاک و ہند کے علاوہ بالترتیب عدن، انڈونیشیا، مشرقی و مغربی افریقہ، مارشس، فلسطین، شام، لبنان، عراق، مسقط، چین، ایران، مصر، انگلستان، سپین، جرمنی، فرانس اور امریکہ وغیرہ ممالک کے جملہ مجاہدین اور ان کی ادا شدہ رقوم کا مفصل اندراج کیا گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے مجاہدین تحریک کے بلند مقام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"مُبارک ہیں وہ جو بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں کیونکہ اُن کا نام ادب و احترام سے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اور خدا تعالیٰ کے دربار میں یہ لوگ خاص عزت کا مقام پائیں گے کیونکہ انہوں نے تکلیف اُٹھا کر دین کی مضبوطی کے لئے کوشش کی اور اُن کی اولادوں کا خدا تعالیٰ خود متکفّل ہوگا اور آسمانی نُور اُن کے سینوں سے اُبل کر نکلتا رہے گا اور دُنیا کو روشن کرتا رہے گا" [3]

چندہ تحریک کیلئے نئی اقل ترین شرح

حضور نے شروع میں تحریک کے مالی جہاد میں شرکت کے لئے اقل ترین شرح پانچ روپیہ مقرر فرمائی تھی مگر ۱۸ مارچ ۱۹۶۱ء کو حضور کی منظوری سے کم سے کم شرح دس روپے قرار دے دی گئی۔

---

[1] "الفضل" ۹ دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۳ کالم ۲۔ [2] اس کام میں چوہدری عبدالرحیم صاحب چیمہ (وکالت مال) نے بھی پوری تندہی سے ان کا ہاتھ بٹایا۔ [3] "تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین" صفحہ ۱۵۔

تفسیر القرآن انگریزی کی تکمیل

جولائی ۱۹۵۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی منظوری سے تفسیر القرآن انگریزی کا کام مستقل طور پر تحریک جدید کے سپرد کردیا گیا اور یہ اہم کام بخیر و خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ چنانچہ قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مشاورت ۱۹۶۳ء کے نمائندگان کو اطلاع دی کہ :-

"میں دوستوں کو بشارت دینا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کی انگریزی تفسیر جو آج سے اکیس[۲۱] سال پہلے شروع ہوئی تھی اور جس کے ابتدائی حصہ میں مجھے بھی کچھ خدمت کا موقعہ ملا ہے اور حضرت مولوی شیر علی صاحب بھی اس کام کو کرتے رہے ہیں۔ درد صاحب مرحوم بھی یہ کام کرتے رہے ہیں۔ گو زیادہ کام ملک غلام فرید صاحب کے ذمہ رہا ہے اور اب تو کُلِّیَّۃً ان کے ذمہ ہے۔ اس تفسیر کا آخری حصہ جو باقی تھا اب مکمل ہو کر آ گیا ہے اور اس طرح خدا کے فضل سے یہ کام تکمیل کو پہنچ گیا ہے" [لہ]

ماہنامہ "تحریک جدید"

اگست ۱۹۶۵ء سے مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ کی ادارت میں ماہنامہ "تحریک جدید" جاری ہوا جو تحریک جدید کا مرکزی ترجمان اور اس کی سرگرمیوں کا آئینہ دار ہے۔

تحریک جدید کی مطبوعات دفتر دوم میں

اس دور میں دفتر تحریک جدید کی طرف سے حسب ذیل لٹریچر شائع کیا گیا:-

۱۔ اسلام کا اقتصادی نظام (۱۹۴۵ء) ۲۔ تفسیر کبیر جلد ششم جزو چہارم حصہ اول (۱۹۴۵ء) ۳۔ تفسیر کبیر حصہ دوم (۱۹۴۶ء) ۴۔ تفسیر کبیر جلد اول جزو اول (۱۹۴۸ء) ۵۔ اسلام اور ملکیت زمین (۱۹۵۰ء) ۶۔ تفسیر کبیر جلد ششم جزو چہارم حصہ سوم (۱۹۵۰ء) ۷۔ کمیونزم اینڈ ڈیماکریسی (COMMUNISM AND DEMOCRACY) چار عدد (۱۹۵۰ء) ۸۔ تشریح الزکوٰۃ (۱۹۵۱ء)

9. MEMORANDUM AND ARTICLES OF ASSOCIATION OF TAHRIK-I-JADID ANJUMAN AHMADIYYA PAKISTAN. (1959)

وکالت مال کی مطبوعات :-

۱۔ خلاصہ مطالبات تحریک جدید ۲۔ اکناف عالم میں تبلیغ اسلام (۱۹۵۸ء) ۳۔ تحریک

لہ "رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۳ء" (منعقدہ ۲۲-۲۳-۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء) صفحہ ۹-۱۰

جدید کے کام پر ایک نظر (۱۹۵۹ء) ۴۔ افریقہ میں تبلیغ اسلام (۱۹۶۰ء) ۵۔ تحریک جدید اور اس کے تقاضے (۱۹۶۱ء) ۶۔ تحریک جدید کے کام کی وسعت (۱۹۶۳ء) ۷۔ سادہ زندگی (۱۹۶۵ء) ۸۔ تحریک جدید دفتر سوم کے اجراء کے متعلق حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث کی زریں ہدایات (۱۹۶۶ء) ۹۔ مجاہدہ (۱۹۶۶ء) ۱۰۔ تحریک جدید کے ذریعہ اکناف عالم میں اشاعت اسلام (۱۹۶۶ء) ۱۱۔ تحریک جدید کی برکات (مضمون حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) (جولائی ۱۹۶۳ء) ۱۲۔ معاونین خاص مسجد سوئٹزرلینڈ کے لئے کم از کم تین سو روپیہ دینے والوں کی فہرست (مارچ ۱۹۶۳ء) ۱۳۔ اسلام اور عیسائیت (تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء حضرت المصلح الموعودؓ) (جون ۱۹۶۴ء) ۱۴۔ جاننے کی باتیں (متفرق ارشادات حضرت المصلح الموعودؓ) (اکتوبر ۱۹۶۱ء) ۱۵۔ TAHRIK-I-JADID (انگریزی ترجمہ تقریر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ) (جون ۱۹۶۴ء) ۱۶۔ تحریک جدید کے مالی جہاد میں روح مسابقت کیوں ضروری ہے؟ (۱۹۶۶ء) ۱۷۔ خشکی اور سمندر میں فساد اور اس کا علاج (خطبہ حضرت المصلح الموعودؓ) (۱۹۶۴ء) ۱۸۔ تحریک جدید کا دفتر سوم اور لجنات اماء اللہ کا فرض (مضمون حضرت صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ) (جولائی ۱۹۶۶ء)

دفتر سوم کا اجراء

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۲ اپریل ۱۹۶۶ء کو تحریک جدید کے دفتر سوم کا اجراء فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ یہ دفتر یکم نومبر ۱۹۶۵ء سے شمار کیا جائے۔ چنانچہ فرمایا:-

> "۱۹۶۴ء میں دفتر دوم کے بیس سال پورے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت حضرت مصلح موعودؓ بیمار تھے اور غالباً بیماری کی وجہ سے ہی حضور کو اس طرف توجہ نہیں ہوئی۔ . . . میں چاہتا ہوں کہ اب دفتر سوم کا اجراء کر دیا جائے لیکن اس کا اجراء یکم نومبر ۶۵ء سے شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ تحریک جدید کا سال یکم نومبر سے شروع ہوتا ہے۔ اس طرح یکم نومبر ۱۹۶۵ء سے ۳۱ اکتوبر ۶۶ء تک ایک سال بنے گا۔ میں اس لئے ایسا کر رہا ہوں تاکہ دفتر سوم بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف منسوب ہو۔ . . . دوران سال نومبر کے بعد جو نئے لوگ تحریک جدید کے دفتر دوم میں شامل ہوئے ہیں ان سب کو دفتر سوم میں منتقل کر دینا چاہیئے" [1]

مجاہدین دفتر سوم کو نصیحت

دفتر سوم اور اس کے بعد شامل ہونے والے مجاہدین کو حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۱۹۴۷ء میں نصیحت فرمائی:-

[1] "الفضل" ۲۷ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۳ کالم ۱ +

"دفترسوم والوں کا فرض ہے کہ وہ ایسا اچھا نمونہ دکھائیں جو دفترچہارم والوں کے لئے قابلِ رشک ہو اور دفترچہارم والوں کا فرض ہے کہ وہ ایسا اچھا نمونہ دکھائیں جو دفترپنجم والوں کے لئے قابلِ رشک ہو اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے یہانتک کہ قیامت تک یہ سلسلہ چلتا چلا جائے" [1]

زاں بعد ۱۹۴۸ء میں ارشاد فرمایا:-

"دَور اوّل تین لاکھ اسّی ہزار تک پہنچا ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ اسے پانچ لاکھ تک پہنچا دیں تو پھر تیسرے دَور والوں سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اُسے آٹھ لاکھ تک پہنچا دیں گے اور اس سے اگلے دَور والے اُسے دس بارہ لاکھ تک پہنچا دیں گے۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر یہ بات یقینی ہے کہ ہم بیرونی ممالک میں تبلیغ کا جال بچھا دیں گے اور اس کے ذریعہ اسلام کا قلعہ ہر مُلک میں قائم کر دیں گے" [2]

فصل دہم

تحریکِ جدید کے نظام کی موجودہ وسعت، مُخلصینِ احمدیّت کی مالی اور جانی قربانیوں پر ایک نظر، تبلیغِ اسلام سے متعلق تحریکِ جدید کی عظیم الشان خدمات، غیروں کی آراء اور تحریکِ جدید کا شاندار مُستقبل

تحریکِ جدید کا موجودہ مرکزی نظام تحریکِ جدید انجمن احمدیہ کا مرکزی نظام اس وقت مندرجہ ذیل شعبوں پر مشتمل ہے۔ وکالتِ عُلیا۔ وکالت دیوان۔ وکالت تبشیر۔ وکالت زراعت۔ وکالت قانون۔ وکالت تعلیم وصنعت۔ وکالت مال۔ صیغہ امانت۔ دفتر آبادی۔ آڈیٹر۔

---

[1] "الفضل" ۲ دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۵ کالم ۱ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ نومبر ۱۹۴۷ء)۔

[2] "الفضل" ۵ دسمبر ۱۹۴۸ء صفحہ ۶ کالم ۱ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ نومبر ۱۹۴۸ء)۔

وکالت علیا ـــــ چوہدری مشتاق احمدؐ صاحب باجوہ اور حافظ عبدالسلام صاحب وکیل اعلیٰ رہ چکے ہیں۔ سنہ ۱۹۶۲ء سے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اس منصب پر فائز ہیں۔

وکالت دیوان ـــــ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور، چوہدری فقیر محمد صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی اور حافظ عبدالسلام صاحب اس شعبہ کے نگران (یعنی وکیل الدیوان) رہ چکے ہیں۔ اب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل الدیوان کے بھی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

وکالت تبشیر ـــــ اِن دنوں وکالت تبشیر کا شعبہ بھی صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی نگرانی میں کام کر رہا ہے۔ صاحبزادہ صاحب سے قبل مولوی جلال الدین صاحب شمسؓ (وکیل التبشیر برائے ممالک یورپ و امریکہ) مولوی عبدالمغنی خانصاحبؓ (وکیل التبشیر برائے افریشیائی ممالک) مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور (وکیل التبشیر ثانی برائے عربی ممالک و انڈونیشیا) ملک عمر علی صاحبؓ کھوکھر رئیسؒ (وکیل التبشیر) اور چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ (وکیل التبشیر) یہ خدمت بجا لاتے رہے ہیں۔

وکالت زراعت ـــــ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب، اور چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کے بعد اب میاں عبدالرحیم احمد صاحب وکیل الزراعت ہیں۔

وکالت قانون ـــــ شروع میں چوہدری بہاؤالحق صاحب اور چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب دونوں اصحاب وکیل القانون مقرر کئے گئے تھے۔ مگر اب سالہا سال سے چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب ہی اس عہدہ پر فائز ہیں۔

وکالت تعلیم ـــــ اس وقت میاں عبدالرحیم احمد صاحب وکیل التعلیم ہیں۔ حافظ قدرت اللہ صاحب اور چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب بھی یہ خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔

وکالت صنعت ـــــ حضرت خانصاحب ذوالفقار علی خاں صاحبؓ اور مولوی بہاؤالحق صاحب صاحب اس شعبہ کے نگران رہ چکے ہیں۔

وکالت مال ـــــ اس شعبہ کے ابتدائی وکلاء کی فہرست یہ ہے:۔

۱۔ چوہدری برکت علی صاحب (وکیل المال اوّل) ۲۔ قاضی محمد رشید صاحبؓ (وکیل المال ثانی)
۳۔ قریشی عبدالرشید صاحب (وکیل المال ثانی) ۴۔ حافظ عبدالسلام صاحب شملوی (وکیل المال اوّل)

ؒ آپ نے یہ کام رضاکارانہ طور پر انجام دیا۔

اِن دنوں چوہدری شبیر احمد صاحب (وکیل المال اوّل) اور حافظ عبد السلام صاحب وکیل المال ثانی کے فرائض بجا لا رہے ہیں۔

صیغہ امانت ـــــ اس صیغہ میں بالترتیب مندرجہ ذیل اصحاب نے کام کیا:۔

حضرت بابو فخر الدین صاحب (سکرٹری امانت)، چوہدری سلطان احمد صاحب بسرا۔ سیّد محمد حسین شاہ صاحب، حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحبؓ۔

ان دنوں صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب اس صیغہ کے افسر ہیں۔

دفتر آبادی ـــــ ملک محمد خورشید صاحب ریٹائرڈ ایس۔ڈی۔او، چودھری عبد اللطیف صاحب اوورسیر[1]، چوہدری عطا محمد صاحب، قریشی عبد الرشید صاحب۔ حسن محمد خاں صاحب عارف، ملک بشارت احمد صاحب سکرٹری تعمیر رہ چکے ہیں۔ ان دنوں حافظ عبد السلام صاحب سکرٹری کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔

دفتر آڈیٹر ـــــ چودھری برکت علی صاحب نائب سکرٹری تحریک جدید، قریشی عبد الرشید صاحب، ملک ولایت خاں صاحب کے بعد اب چودھری ناصر الدین صاحب آڈیٹر کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

تحریک جدید کی مجموعی آمد | قیام تحریک جدید (۱۹۳۴ء) سے لے کر ۳۱ دسمبر ۱۹۶۶ء تک تحریک جدید کی مجموعی آمد تین کروڑ چھیاسی لاکھ بہتر ہزار روپیہ ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام چندہ	رقم	کیفیت
۱	چندہ تحریک جدید اندرون ملک	۹۰۳۳۴۰۰۔۔۔	
۲	چندہ مساجد ممالک بیرون جو پاکستانی جماعتوں نے پیش کیا	۱۰۱۴۳۰۰۔۔۔	اس چندہ میں لندن مسجد کا چندہ شامل نہیں جو ۱۹۲۵ـ۲۴ء میں صرف احمدی مستورات کے چندہ سے تعمیر کرائی گئی تھی۔ اس کا حساب دستیاب نہیں ہو سکا۔ یہ رقم جو یہاں ظاہر کی گئی ہے۔ امریکہ، ہالینڈ، جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور ڈنمارک کی مساجد کی تعمیر کے لئے جمع ہوئی۔ اس میں بھی چار لاکھ روپیہ احمدی مستورات کی طرف سے پیش کیا گیا ہے جن کے ذمہ ہالینڈ اور ڈنمارک کی مساجد کا خرچ لگایا گیا تھا۔
۳	آمد خالص از جائیداد وغیرہ اندرون ملک	۹۳۶۱۳۰۰۔۔۔	
۴	چندہ جات تحریک جدید و چندہ عام وغیرہ بیرون ملک	۵۲۷۷۰۔۔۔	
۵	آمد خالص از جائیداد، پریس و تعلیمی ادارہ جات بیرون ملک	۱۳۹۸۷۔۔۔	مشن ہائے بیرون کی آمد ۴۶ـ۱۹۴۵ء کے بجٹ سے تحریک جدید کو ملنی شروع ہوئی
	میزان (تین کروڑ چھیاسی لاکھ بہتر ہزار روپے)[2]	۳۸۶۷۲۰۰۰۔۔۔	

[1] قائم مقام سکرٹری (ولادت مئی ۱۹۱۸ء، بیعت فروری ۱۹۳۹ء، قبولیت وقف یکم جنوری ۱۹۴۶ء، وطن سیالکوٹ محلہ کلاں)، ۲۰ جولائی ۱۹۵۰ء سے آپ افسر تعمیرات کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

[2] وکالت مال کے ریکارڈ سے ماخوذ۔

تحریکِ جدید کی بدولت قائم ہونے والے بیرونی مشن

تحریک جدید کے ذریعہ سے مندرجہ ذیل مشن قائم ہوئے:-

نمبر شمار	نام ملک	سال قیام مشن
۱	سنگاپور (ملایا)	۱۹۳۵ء
۲	ہانگ کانگ (چین)	〃
۳	جاپان	〃
۴	سپین	۱۹۳۶ء
۵	ہنگری	〃
۶	البانیہ	〃
۷	یوگوسلاویہ	〃
۸	ارجنٹائن	〃
۹	اٹلی	۱۹۳۷ء
۱۰	پولینڈ	〃
۱۱	سیرالیون	〃
۱۲	سپین	۱۹۴۶ء
۱۳	عدن	〃
۱۴	بورنیو	〃
۱۵	ہالینڈ	۱۹۴۷ء
۱۶	عمان (اردن)	۳ مارچ ۱۹۴۸ء
۱۷	لبنان	۲۷ اگست ۱۹۴۹ء
۱۸	جرمنی	۱۹۴۹ء
۱۹	سیلون	۱۹۵۱ء
۲۰	ٹرینیڈاڈ	〃
۲۱	برما	۱۹۵۳ء
۲۲	سوئٹزرلینڈ	۱۹۵۵ء
۲۳	ڈنمارک	۱۹۵۶ء
۲۴	لائبیریا	〃
۲۵	ڈچ گی آنا	〃
۲۶	فجی آئی لینڈ	۱۹۶۰ء
۲۷	ایوری کوسٹ	۱۹۶۱ء
۲۸	گیمبیا	〃
۲۹	تنزانیہ	〃
۳۰	کینیا	〃
۳۱	ٹوگولینڈ	۱۹۶۲ء

اس وقت تحریک جدید کے زیر انتظام مندرجہ ذیل ممالک میں مرکزی مشن چل رہے ہیں۔ جہاں قریباً سوا سو (۱۲۵) پاکستانی اور مقامی مبلغین تبلیغ اسلام میں سرگرم عمل ہیں۔ ان مرکزی مشنوں کی آگے متعدد شاخیں موجود ہیں۔[۱]

۱؎ یہ سطور اگست ۱۹۶۷ء میں لکھی جارہی ہیں (مؤلف)۔

یورپ:- انگلستان، سپین، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ۔ مغربی جرمنی۔ سکنڈے نیویا۔

امریکہ:- (شمالی امریکہ) مرکزی دارالتبلیغ واشنگٹن۔

(جنوبی امریکہ) ٹرینیڈاڈ۔ برٹش گی آنا۔

مغربی افریقہ:- نائیجیریا، غانا، سیرالیون، لائبیریا، آئیوری کوسٹ، گیمبیا[1]۔

مشرقی افریقہ:- یوگنڈا، کینیا، تنزانیہ۔

جنوبی افریقہ:- (جزائر) ماریشس۔

مشرق وسطیٰ:- فلسطین[2]، شام، عدن۔

مشرق بعید:- انڈونیشیا، سنگاپور، ملائیشیا، بورنیو، فجی۔

درج ذیل ممالک میں اگرچہ مشن قائم ہیں مگر ان دنوں مرکز کی طرف سے مبلغین متعین نہیں:-

لبنان، جنوبی افریقہ، برما، سیلون، جاپان، فلپائن۔

ان کے علاوہ دنیا کے متعدد مقامات پر احمدی پائے جاتے ہیں مثلاً

ایران، کویت، ٹوگولینڈ، مسقط، بحرین، ارجنٹائن، سوڈان، عراق، مصر، دوبئی، ہانگ کانگ، کانگو، قبرص، آسٹریا، آسٹریلیا، ترکی[3]

یہ وہ ممالک ہیں جن سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری ہے ورنہ احمدی تو (روس کے سوا) دنیا کے قریباً ہر ایک خطہ میں پائے جاتے ہیں۔

بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کا شرف پانے والے واقفین تحریک جدید

اب ذیل میں ان واقفین تحریک جدید کی مکمل فہرست دی جاتی ہے جنہوں نے براہ راست تحریک جدید کے زیر انتظام بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا یا ادا کر رہے ہیں

نوٹ:- قیام تحریک جدید سے قبل یا صدر انجمن احمدیہ کے کارکن کی حیثیت سے اعلائے کلمۃ اللہ کا شرف پانے والے مجاہدین اسلام[4] کا مفصل ذکر بیرونی مشنوں کی مستقل تاریخ میں کیا جا چکا ہے۔

---

[1] علاوہ ازیں ٹوگولینڈ میں مشن قائم تھا جو بند ہے۔ [2] یہ مشن جو ۱۹۲۵ء سے تبلیغ اسلام کا فریضہ بجا لا رہا ہے تقسیم ہند ۱۹۴۷ء کے بعد براہ راست صدر انجمن احمدیہ قادیان (بھارت) کی نگرانی میں کام کر رہا ہے۔ [3] ہندوستان کی احمدی جماعتیں براہ راست مرکز احمدیت قادیان کے ماتحت تبلیغ اسلام کا فریضہ بجا لا رہی ہیں۔ [4] مثلاً حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بی اے بی ٹی (مبلغ انگلستان)، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ (مبلغ انگلستان و امریکہ)۔ مولوی مبارک علی

(بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

نمبر شمار	نام	تاریخ ولادت	تاریخ تقرری (تحریک جدید میں)	کیفیت ممالک جہاں تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا یا ادا کر رہے ہیں
۱	چوہدری محمد شریف صاحب	۱۰ اکتوبر ۱۹۱۳ء	۹ جنوری ۱۹۳۵ء	فلسطین معہ شام۔ گیمبیا۔ (گیمبیا کے پہلے مبلغ)
۲	مولوی امام الدین صاحب ملتانی	نومبر ۱۹۱۳ء	۲۷ جنوری ۱۹۳۵ء	سنگاپور۔ انڈونیشیا
۳	مولوی روشن دین احمد صاحب	۱۹۱۴ء	۳ فروری ۱۹۳۵ء	مسقط مشن کے پہلے مبلغ۔ کینیا۔
۴	ملک محمد شریف صاحب گجراتی		۳ فروری ۱۹۳۵ء	سپین اور اٹلی مشن کے پہلے مبلغ
۵	صوفی عبدالغفور صاحب		۱۹۳۵ء	چین مشن کے پہلے مبلغ۔ امریکہ
۶	چوہدری محمد اسحٰق صاحب سیالکوٹی	۵ ستمبر ۱۹۱۶ء	۱۰ فروری ۱۹۳۵ء	ہانگ کانگ
۷	مولوی غلام حسین صاحب ایاز	(جامعہ احمدیہ کے ریکارڈ کے مطابق) یکم مئی ۱۹۰۵ء ۵۲	۲۰ فروری ۱۹۳۵ء	سنگاپور مشن کے پہلے مبلغ۔ بورنیو میں دفن کئے گئے۔
۸	شیخ عبدالواحد صاحب	۱۵ دسمبر ۱۹۱۵ء	۴ مارچ ۱۹۳۵ء	ہانگ کانگ۔ ایران۔ فجی۔
۹	حافظ عبدالغفور صاحب (برادر خورد مولانا ابوالعطاء صاحب)	۱۳ مئی ۱۹۱۳ء	۷ مارچ ۱۹۳۵ء	جاپان (تحریک جدید کے اس مشن کے پہلے مبلغ صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز بی اے ہیں)
۱۰	ملک عزیز احمد صاحب کنجاہی	۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء	۷ مارچ ۱۹۳۵ء	انڈونیشیا۔ اسی ملک میں مزار ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) صاحب بی اے بی ٹی (مبلغ انگلستان و جرمنی) حضرت الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر رضی اللہ عنہ (مبلغ انگلستان و مغربی افریقہ) حضرت ملک غلام فرید صاحب ایم اے (مبلغ جرمنی و انگلستان) حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم اے رضی اللہ عنہ (مبلغ انگلستان) حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ، صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز بی اے، مولوی محمد یار صاحب عارف (مبلغ انگلستان) حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ (مبلغ بلاد عربیہ و غربیہ و انگلستان) حکیم فضل الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ (مبلغ نائیجیریا) حضرت صوفی غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہ (مبلغ ماریشس) حضرت حافظ عبیداللہ صاحب رضی اللہ عنہ (مبلغ ماریشس) حضرت مولوی حافظ جمال احمد صاحب رضی اللہ عنہ (مبلغ ماریشس) حضرت مولوی محمد دین صاحب (مبلغ امریکہ) حضرت صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی رضی اللہ عنہ (مبلغ امریکہ) مولانا ظہور حسین صاحب فاضل (مبلغ روس) حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب رضی اللہ عنہ (مبلغ ایران) مولانا ابوالعطاء صاحب (مبلغ فلسطین و مصر) مولانا محمد سلیم صاحب (مبلغ فلسطین و مصر) شیخ محمود احمد صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ (مبلغ مصر) مولانا رحمت علی صاحب رضی اللہ عنہ (مبلغ انڈونیشیا) مولوی محمد صادق صاحب سماٹری (مبلغ انڈونیشیا) شیخ مبارک احمد صاحب (مبلغ مشرقی افریقہ)

حواشی متعلقہ صفحہ ہذا:۔

۱؎ یہ فہرست اگست ۱۹۶۷ء میں مرتب ہوئی۔

۵۲ مولوی غلام احمد صاحب فرخ کے نزدیک آپ ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے (الفضل ۲۰ فروری ۱۹۶۰ء صفحہ ۵ کالم ۱)۔

نمبر شمار	نام	تاریخ ولادت	تاریخ تقرری (تحریک جدید میں)	ممالک جہاں تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا۔ کیفیت۔ کیا کر رہے ہیں
۱۱۔	مولوی رمضان علی صاحب	۱۲؍اگست ۱۹۱۳ء	۷؍مارچ ۱۹۳۵ء	ارجنٹائن مشن کے پہلے مبلغ
۱۲۔	مولوی محمد دین صاحب		۷؍مارچ ۱۹۳۵ء	البانیہ اور یوگوسلاویہ مشن کے پہلے مبلغ افریقہ جاتے ہوئے رستہ میں شہادت پائی
۱۳۔	سید شاہ محمد صاحب	۱۵؍جولائی ۱۹۱۳ء	۱۰؍مارچ ۱۹۳۵ء	انڈونیشیا
۱۴۔	حاجی احمد خان صاحب ایاز		۱۹؍مئی ۱۹۳۵ء	ہنگری، پولینڈ، چیکوسلواکیہ مشن کے پہلے مبلغ
۱۵۔	مولوی نورالدین صاحب منیر	۱۶؍ستمبر ۱۹۱۵ء	یکم جولائی ۱۹۳۵ء	مشرقی افریقہ
۱۶۔	محمد ابراہیم صاحب ناصر	۴؍اکتوبر ۱۹۱۲ء	جولائی ۱۹۳۵ء	ہنگری
۱۷۔	ولی داد خاں صاحب	۱۷؍مئی ۱۹۰۴ء	دسمبر ۱۹۳۵ء	افغانستان میں شہید کر دیئے گئے
۱۸۔	مولوی نذیر احمد صاحب مبشر	۱۵؍اگست ۱۹۰۹ء	۲؍فروری ۱۹۳۶ء	غانا۔سیرالیون
۱۹۔	چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر	۱۹۱۷ء	۱۳؍مارچ ۱۹۳۷ء	امریکہ
۲۰۔	مولوی عبدالخالق صاحب	۱۵؍فروری ۱۹۱۰ء	اگست ۱۹۳۷ء	غانا - ایران - مشرقی افریقہ۔
۲۱۔	ملک عطاء الرحمٰن صاحب		۱۹۳۷ء (تاریخ پیشکش)	فرانس
۲۲۔	مرزا منور احمد صاحب	۲۰؍اپریل ۱۹۱۹ء	۲۱؍جنوری ۱۹۳۸ء (تاریخ پیشکش)	امریکہ (امریکہ میں فوت ہوئے وہیں مزار ہے)
۲۳۔	چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر	۳۰؍دسمبر ۱۹۱۹ء	یکم مئی ۱۹۳۸ء	دورِ جدید میں سپین مشن کے پہلے مبلغ
۲۴۔	میاں عبدالحی صاحب	۲۸؍فروری ۱۹۲۰ء	یکم مئی ۱۹۳۸ء	سنگاپور۔ انڈونیشیا
۲۵۔	مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری	۱۵؍جون ۱۹۱۵ء	۱۰؍جولائی ۱۹۳۸ء	فلسطین۔انگلستان۔سیرالیون۔لائبیریا۔سنگاپور
۲۶۔	چوہدری غلام یٰسین صاحب	یکم مارچ ۱۹۱۵ء	۱۷؍اگست ۱۹۳۸ء	امریکہ
۲۷۔	چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ	۳۰؍دسمبر ۱۹۱۱ء	۱۲؍ستمبر ۱۹۳۸ء	انگلستان۔ سوئٹزرلینڈ
۲۸۔	شیخ ناصر احمد صاحب	۸؍مارچ ۱۹۱۹ء	۱۲؍جنوری ۱۹۳۹ء	سوئٹزرلینڈ
۲۹۔	مولوی صدرالدین صاحب	۱۹۱۸ء	۲۲؍اکتوبر ۱۹۳۹ء	ایران
۳۰۔	چوہدری عبداللطیف صاحب بی۔اے	۱۹۳۸ء میں عمر ۲۲ سال	۲۰؍جنوری ۱۹۴۰ء	تحریک جدید کے جرمنی مشن کے پہلے مبلغ
۳۱۔	حافظ قدرت اللہ صاحب	۲۲؍فروری ۱۹۱۷ء	۲۸؍اپریل ۱۹۴۰ء	ہالینڈ - انڈونیشیا۔

نمبر شمار	نام	تاریخ ولادت	تاریخ تقرری (تحریک جدید)	کیفیت
۳۲۔	مولوی غلام احمد صاحب بشیر	۱۹۱۷	۲۲ جولائی ۱۹۴۶ء	ہالینڈ
۳۳۔	مولوی فضل الٰہی صاحب بشیر	نومبر ۱۹۴۴ء میں ۲۴ سال عمر	یکم اگست ۱۹۴۴ء	مشرقی افریقہ، ماریشس، فلسطین
۳۴۔	مولوی رشید احمد صاحب چغتائی	۲۷ جولائی ۱۹۱۹ء	۱۳ اپریل ۱۹۴۴ء	فلسطین۔ اردن، لبنان
۳۵۔	ملک احسان اللہ صاحب	۱۹ جنوری ۱۹۱۹ء	۳۰ اپریل ۱۹۴۴ء	مغربی و مشرقی افریقہ
۳۶۔	حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب	۱۷ ستمبر ۱۹۲۰ء	۲۶ مئی ۱۹۴۴ء	ماریشس، مشرقی افریقہ، سیرالیون فرنچ گنی (مغربی افریقہ)
۳۷۔	چوہدری عطاء اللہ صاحب	۱۹۳۸ء میں ۲۳ سال عمر	۲۶ مئی ۴۴ ۱۹ء	فرانس۔ غانا (مغربی افریقہ)
۳۸۔	چوہدری احسان الٰہی صاحب جنجوعہ	۱۵ فروری ۱۹۲۳ء	۱۶ جون ۱۹۴۴ء	سیرالیون۔ نائیجیریا۔ غانا
۳۹۔	مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی	۱۶ مئی ۱۹۱۷ء	۲۷ جولائی ۱۹۴۴ء	نائیجیریا
۴۰۔	چوہدری محمد اسحاق صاحب ساقی		۵ اگست ۱۹۴۴ء	سپین (ٹرینیڈاڈ مشن کے پہلے مبلغ)
۴۱۔	مولوی نور الحق صاحب انور	۲۰ دسمبر ۱۹۲۰ء	۱۴ اگست ۱۹۴۴ء	مشرقی افریقہ، امریکہ، فجی
۴۲۔	مولوی محمد عثمان صاحب	۱۹۲۳ء	۲ ستمبر ۱۹۴۴ء	اٹلی، سیرالیون
۴۳۔	صوفی محمد اسحاق صاحب	یکم مارچ ۱۹۲۳ء	۷ ستمبر ۱۹۴۴ء	سیرالیون، لائبیریا مشن کے پہلے مبلغ، غانا۔ یوگنڈا۔ کینیا۔
۴۴۔	مولوی عبد الحق صاحب ننگلی			سیرالیون، غانا
۴۵۔	مولوی نذیر احمد صاحب رائے ونڈی	۱۴ اپریل ۱۹۲۶ء	۲۳ نومبر ۱۹۴۴ء	سیرالیون
۴۶۔	شیخ نور احمد صاحب منیر	۱۹ اکتوبر ۱۹۱۹ء	۶ فروری ۱۹۴۵ء	لبنان، نائیجیریا۔
۴۷۔	ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل	۲۳ فروری ۱۹۰۲ء	۱۴ فروری ۱۹۴۵ء	اٹلی، سیرالیون (فری ٹاؤن)
۴۸۔	چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ	۲۰ اپریل ۱۹۱۹ء	۳ اپریل ۱۹۴۵ء	انگلستان
۴۹۔	مولوی بشارت احمد صاحب بشیر	۲۴ جنوری ۱۹۲۴ء	۱۵ اپریل ۱۹۴۵ء	غانا۔ سیرالیون
۵۰۔	مولوی بشارت احمد صاحب نسیم	قریباً ۱۹۲۳ء	اپریل ۱۹۴۵ء	غانا۔ ملائیشیا۔

نمبر شمار	نام	تاریخ ولادت	تاریخ تقرری	کیفیت
۵۱۔	مولوی محمد منور صاحب	۱۳ر فروری ۱۹۲۳ء	۱۸ر اگست ۱۹۴۵ء	مشرقی افریقہ
۵۲۔	قریشی محمد افضل صاحب	۵ر اکتوبر ۱۹۱۴ء	۱۹۴۵ء	نائیجیریا۔ غانا۔ آئیوری کوسٹ
۵۳	مولوی عبدالواحد صاحب ساٹری	۸ر ستمبر ۱۹۰۸ء	۱۹۴۵ء	انڈونیشیا عراق (۱۹۳۶ء میں سماٹرا روانہ ہوئے اور ۱۹۴۵ء سے تحریک جدید کے ماتحت کام شروع کیا)
۵۴۔	مولوی عبدالقادر صاحب ضیغم	۲۲ر ستمبر ۱۹۲۲ء	۱۶ر فروری ۱۹۴۶ء	امریکہ
۵۵	مولوی جلال الدین صاحب قمر	۵ر مئی ۱۹۲۳ء	۵ر مارچ ۱۹۴۶ء	مشرقی افریقہ۔ فلسطین
۵۶۔	سید ولی اللہ صاحب		۵ر مارچ ۱۹۴۶ء	مشرقی افریقہ
۵۷۔	عنایت اللہ صاحب خلیل	اندازاً ۱۹۱۴ء	۵ مارچ ۱۹۴۶ء	مشرقی افریقہ
۵۸	حکیم محمد ابراہیم صاحب	۱۹۲۲ء	۲۱ر مارچ ۱۹۴۶ء	مشرقی افریقہ
۵۹	مولوی نذیر احمد صاحب علی	۱۰ر فروری ۱۹۰۵ء		غانا۔ سیرالیون مشن کے پہلے مبلغ۔ سیرالیون میں مدفون ہیں
۶۰۔	میر ضیاء اللہ صاحب		۲۹ر اپریل ۱۹۴۶ء	مشرقی افریقہ (ت[1])
۶۱۔	بشیر احمد آرچرڈ صاحب آف انگلستان		ر مئی ۱۹۴۶ء	انگلستان، برٹش گی آنا، گلاسگو
۶۲۔	چوہدری شکر الٰہی صاحب	۲۰ر مارچ ۱۹۲۰ء	۱۲ر جون ۱۹۴۶ء	امریکہ
۶۳۔	مولوی محمد سعید صاحب انصاری	۲۰ر مارچ ۱۹۱۶ء	۱۵ر جون ۱۹۴۶ء	سنگاپور۔ انڈونیشیا۔ ملایا۔
۶۴	مولوی محمد زھدی صاحب (آف ملایا)	ر نومبر ۱۹۱۸ء	۲۵ر جون ۱۹۴۶ء	انڈونیشیا۔ سنگاپور (قادیان سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا)
۶۵۔	مولوی عبدالکریم صاحب		۲۶ر جون ۱۹۴۶ء	سیرالیون

[1] یعنی تاجر مبلغ ہے

کیفیت	تاریخ تقرری	تاریخ ولادت	نام	نمبر شمار
نائیجیریا ۔ سیرالیون	۲۹؍جون ۱۹۴۶ء	۱۰؍اکتوبر ۱۹۱۸ء	سید احمد شاہ صاحب	۶۶۔
سیرالیون (ت)	۱۵؍جولائی ۱۹۴۶ء	۱۹۲۴ء	مولوی محمد صادق صاحب لاہوری	۶۷۔
لنڈن (آئوری کوسٹ مشن کے پہلے مبلغ) امریکہ	۲۰؍جولائی ۱۹۴۶ء	۳۰؍جون ۱۹۲۲ء	قریشی مقبول احمد صاحب	۶۸۔
مشرقی افریقہ	جولائی ۱۹۴۶ء	یکم جنوری ۱۹۲۰ء	چوہدری عنایت اللہ صاحب	۶۹۔
غانا (ت)	۱۵؍ستمبر ۱۹۴۶ء	۱۲؍فروری ۱۹۰۲ء	مولوی صالح محمد صاحب	۷۰۔
لنڈن (ت)	۱۵؍اکتوبر ۱۹۴۶ء	یکم جنوری ۱۹۱۵ء	مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب	۷۱۔
غانا	۱۲؍دسمبر ۱۹۴۶ء	یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء	مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم	۷۲۔
عدن مشن کے بانی	۱۹۴۶ء	۱۹۲۶	مولوی غلام احمد صاحب مبشر	۷۳۔
مشرقی افریقہ	۲۸؍اگست ۱۹۴۷ء	۲۶؍جولائی ۱۹۱۹ء	مولوی عبدالکریم صاحب شرما	۷۴۔
امریکہ	۲؍اکتوبر ۱۹۴۸ء	۱۹۲۴ء	سید جواد علی صاحب	۷۵۔
سیرالیون ، نائیجیریا۔	۱۵؍جون ۱۹۴۹ء	۱۵؍مارچ ۱۹۲۳ء	شیخ نصیر الدین احمد صاحب	۷۶۔
انڈونیشیا ، ہالینڈ (پہلے صدر انجمن احمدیہ کے تحت خدمات بجا لاتے رہے)	جون ۱۹۵۰ء	۱۳؍اکتوبر ۱۹۰۸ء	مولوی ابوبکر ایوب صاحب	۷۷۔
برما (تحریک جدید کے برما مشن کے پہلے مبلغ)	۳۱؍اکتوبر ۱۹۵۰ء	۱۲؍اگست ۱۹۲۹ء	سید منیر احمد صاحب باہری	۷۸۔
سیلون مشن کے پہلے مبلغ ، مارشیس، مشرقی افریقہ۔	۳۱؍اکتوبر ۱۹۵۰ء	۲۸؍مارچ ۱۹۲۸ء	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر	۷۹۔
غانا ۔ جرمنی (فرانکفورٹ)	یکم دسمبر ۱۹۵۰ء	۱۶؍اپریل ۱۹۲۷ء	مولوی فضل الٰہی صاحب انوری	۸۰۔
بورنیو ، یوگنڈا	۱۵؍مارچ ۱۹۵۲ء	۱۵؍اکتوبر ۱۹۲۹ء	مرزا محمد ادریس صاحب	۸۱۔
غانا ، سیرالیون	یکم مئی ۱۹۵۲ء	۱۹۲۵	مولوی عبدالقدیر صاحب شاہد	۸۲۔
سنگاپور، غانا ۔ نائیجیریا	یکم مئی ۱۹۵۲ء		قریشی فیروز محی الدین صاحب	۸۳۔

نمبر شمار	نام	تاریخ ولادت	تاریخ تقرری	کیفیت
۸۴	عبداللطیف صاحب پریمی	۲۴ر جون ۱۹۲۷ء	یکم مئی ۱۹۵۲ء	غانا (ت)
۸۵	مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری	اکتوبر ۱۹۲۸ء	یکم مئی ۱۹۵۲ء	سیرالیون، غانا۔
۸۶	مولوی مبارک احمد صاحب ساقی	۷ر دسمبر ۱۹۳۰ء	یکم مئی ۱۹۵۲ء	نائیجیریا، لائبیریا۔
۸۷	میر مسعود احمد صاحب	یکم ستمبر ۱۹۲۷ء	یکم مئی ۱۹۵۲ء	ڈنمارک
۸۸	صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب	۵ر مارچ ۱۹۲۷ء	یکم جولائی ۱۹۵۲ء	انڈونیشیا
۸۹	حکیم عبدالرشید صاحب ارشد	۲۱ر اپریل ۱۹۲۱ء	نومبر ۱۹۵۰ء	انڈونیشیا
۹۰	مولود احمد خاں صاحب	۷ر مارچ ۱۹۲۵ء	یکم اپریل ۱۹۵۳ء	لنڈن
۹۱	چوہدری محمود احمد صاحب چیمہ	۶ر اگست ۱۹۲۸ء	یکم اپریل ۱۹۵۳ء	سیرالیون، جرمنی
۹۲	قاضی مبارک احمد صاحب	۱۹ر فروری ۱۹۳۲ء	یکم اپریل ۱۹۵۳ء	سیرالیون، غانا، ٹوگولینڈ۔
۹۳	بشیر احمد صاحب رفیق	۱۲ر ستمبر ۱۹۳۱ء	یکم دسمبر ۱۹۵۳ء	انگلستان
۹۴	خلیل احمد صاحب اختر	۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۱ء	۶ر جون ۱۹۵۴ء	غانا۔ سیرالیون
۹۵	عبدالشکور صاحب کنزے (جرمن)	۱۵ر ستمبر ۱۹۱۹ء	۱۳ر دسمبر ۱۹۵۴ء	امریکہ، جرمنی[1]
۹۶	صالح الشبیبی صاحب (جاوی)	نومبر ۱۹۲۱ء	۱۲ر اپریل ۱۹۵۵ء	انڈونیشیا (غیر ملکی)
۹۷	مولوی نظام الدین صاحب مہمان	۱۵ جولائی ۱۹۲۷ء	یکم نومبر ۱۹۵۵ء	سیرالیون
۹۸	کمال یوسف صاحب	۱۹۳۳	یکم جنوری ۱۹۵۶ء	ڈنمارک مشن کے پہلے مبلغ
۹۹	مولوی محمد بشیر صاحب شاد	۱۳ر دسمبر ۱۹۳۵ء	۲۶ر فروری ۱۹۵۶ء	سیرالیون، نائیجیریا (مغربی افریقہ)
۱۰۰	رشید احمد صاحب اسحاق	۱۵ر جون ۱۹۳۳ء	۲۶ر فروری ۱۹۵۶ء	ڈچ گی آنا
۱۰۱	امری عبیدی صاحب		۲۵ر اپریل ۱۹۵۶ء	ٹانگانیکا (وفات یافتہ)
۱۰۲	منیر الدین احمد صاحب	۱۲ر اگست ۱۹۲۸ء	۱۲ر جون ۱۹۵۶ء	کینیا (مشرقی افریقہ)
۱۰۳	ملک جمیل الرحمٰن صاحب رفیق	۹ر مارچ ۱۹۳۶ء	۲ر ستمبر ۱۹۵۶ء	تنزانیا (مشرقی افریقہ)
۱۰۴	چوہدری ناصر احمد صاحب	۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء	۲۹ر اکتوبر ۱۹۵۶ء	سیرالیون
۱۰۵	غلام نبی صاحب شاہد	۳۰ر جنوری ۱۹۳۰ء	۲۸ر نومبر ۱۹۵۶ء	سیرالیون، غانا

[1] جماعت سے الگ ہو چکے ہیں

نمبر شمار	نام	تاریخ ولادت	تاریخ تقرری	کیفیت
۱۰۶۔	منیر احمد صاحب عارف	۲؍جنوری ۱۹۲۹ء	۲۸؍نومبر ۱۹۵۶ء	برما ، نائیجیریا۔
۱۰۷۔	مولوی عبدالرشید صاحب رازی	مئی ۱۹۳۲ء	۲۸؍نومبر ۱۹۵۶ء	غانا ، تنزانیا
۱۰۸۔	مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل	۳۰؍اکتوبر ۱۹۳۲ء	۲۸؍نومبر ۱۹۵۶ء	ہالینڈ
۱۰۹۔	حافظ محمد سلیمان صاحب	اپریل ۱۹۳۰ء	۲۸؍نومبر ۱۹۵۶ء	تنزانیا (مشرقی افریقہ) کینیا
۱۱۰۔	سردار مقبول احمد صاحب ذبیح	۳۱؍اگست ۱۹۳۱ء	۲۸ نومبر ۱۹۵۶ء	یوگنڈا (مشرقی افریقہ)
۱۱۱۔	محمد اسحاق صاحب خلیل	۲۸؍جون ۱۹۳۵ء	۲۲؍جنوری ۱۹۵۷ء	نائیجیریا
۱۱۲۔	عبدالرحمن صاحب سیلونی	۲۲؍اپریل ۱۹۳۰ء	۱۳؍فروری ۱۹۵۷ء	سیلون ، تنزانیا
۱۱۳۔	محمد حنیف صاحب یعقوب	یکم اکتوبر ۱۹۲۶ء	۳؍اکتوبر ۱۹۵۷ء	ٹرینیڈاڈ
۱۱۴۔	میر غلام احمد صاحب نسیم	۱۵؍اگست ۱۹۳۱ء	۶؍اکتوبر ۱۹۵۷ء	سیرالیون۔ گی آنا (جنوبی امریکہ)
۱۱۵۔	مولوی رشید احمد صاحب سرور	۱۴؍اکتوبر ۱۹۳۴ء	۶؍اکتوبر ۱۹۵۷ء	تنزانیا (مشرقی افریقہ)
۱۱۶۔	اقبال احمد صاحب غضنفر	۱۸؍اپریل ۱۹۳۲ء	۶؍اکتوبر ۱۹۵۷ء	سیرالیون
۱۱۷۔	صلاح الدین خان صاحب بنگالی	دسمبر ۱۹۳۲ء	۶؍اکتوبر ۱۹۵۷ء	ہالینڈ
۱۱۸۔	شیخ نذیر احمد صاحب بشیر	۲۰؍دسمبر ۱۹۳۲ء	۲۸؍نومبر ۱۹۵۷ء	لنڈن
۱۱۹۔	عبدالعزیز صاحب جمن بخش آف ڈچ گی آنا	۲؍فروری ۱۹۲۵ء	۱۹۵۷ء	ڈچ گی آنا
۱۲۰۔	بشیر احمد صاحب شمس گجراتی	فروری ۱۹۳۵ء	۲۰؍اپریل ۱۹۵۸ء	نائیجیریا۔ جرمنی
۱۲۱۔	امین اللہ خان صاحب سالک	۲۶؍مئی ۱۹۳۶ء	۲۰؍اپریل ۱۹۵۸ء	امریکہ
۱۲۲۔	مرزا لطف الرحمن صاحب انور	۱۵؍فروری ۱۹۲۹ء	۵؍جون ۱۹۵۸ء	جرمنی ، غانا ، ٹوگولینڈ مشن کے پہلے مبلغ۔
۱۲۳۔	منیرالدین صاحب یحییٰ فضلی	۳؍جولائی ۱۹۳۶ء	۱۷؍اگست ۱۹۵۹ء	جرمنی
۱۲۴	مولانا غلام احمد صاحب فاضل بدوملہی	۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۱ء	۱۰؍دسمبر ۱۹۵۹ء	گیمبیا (عارضی وقف)

نمبر شمار	نام	تاریخ ولادت	تاریخ تقرری	کیفیت
۱۲۵	محمود عبداللہ شبوطی صاحب عدنی	۲۴ر مئی ۱۹۳۴ء	۴ر فروری ۱۹۶۰ء	عدن
۱۲۶	مولوی نصیر احمد خان صاحب	۱۰ر اپریل ۱۹۳۰ء	۱۶ر مئی ۱۹۶۰ء	لبنان، غانا، سیرالیون
۱۲۷	عبدالوہاب بن آدم صاحب آف افریقہ	۱۸ر جنوری ۱۹۳۸ء	یکم جون ۱۹۶۰ء	غانا (جامعہ احمدیہ ربوہ سے شاہد کا امتحان پاس کیا)
۱۲۸	مسعود احمد صاحب جہلمی	یکم اپریل ۱۹۳۴ء	۴ر جولائی ۱۹۶۰ء	جرمنی
۱۲۹	میجر راجہ عبدالحمید صاحب	۱۹۱۳ء	۱۳ر ستمبر ۱۹۶۰ء	امریکہ (سہ سالہ وقف)
۱۳۰	چوہدری رحمت خان صاحب	اندازاً ۱۸۹۹ء	یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء	انگلستان (سہ سالہ وقف)
۱۳۱	مولوی عبدالمالک خان صاحب فاضل	۲۵ر نومبر ۱۹۱۱ء	جون ۱۹۶۱ء	غانا (صدر انجمن احمدیہ سے آپ کی خدمات تین سال کے لئے مستعار لی گئیں)
۱۳۲	چوہدری رشید الدین صاحب	دسمبر ۱۹۳۴ء	روانگی جون ۱۹۶۱ء	نائیجیریا (۱۹۶۱ میں تحریک نے آپ کی خدمات تین سال کیلئے صدر انجمن سے مستعار لیں)
۱۳۳	حاجی فیض الحق خان صاحب	۲ر اکتوبر ۱۸۹۶ء	۱ر نومبر ۱۹۶۱ء	نائیجیریا (سہ سالہ وقف)
۱۳۴	سید محمد ہاشم صاحب بخاری	یکم جنوری ۱۸۹۷ء	۲۵ر فروری ۱۹۶۲ء	غانا اور سیرالیون میں رہے (پیدائشی صحابی ہیں) (سہ سالہ وقف)
۱۳۵	سید داؤد احمد صاحب انور	۱۶ر اکتوبر ۱۹۳۶ء	۴ر جون ۱۹۶۲ء	غانا
۱۳۶	قاضی نعیم الدین احمد صاحب	۱۵ر جولائی ۱۹۴۰ء	یکم جولائی ۱۹۶۲ء	کینیا (مشرقی افریقہ) سہ سالہ وقف
۱۳۷	چوہدری عبدالرحمن خان صاحب بنگالی	یکم دسمبر ۱۹۰۴ء	یکم مارچ ۱۹۶۳ء	امریکہ
۱۳۸	قاضی عبدالسلام صاحب		۱۲ر مارچ ۱۹۶۳ء	کینیا (مشرقی افریقہ)
۱۳۹	مولوی عبدالحمید صاحب	۱۹۰۱ء	۳۰ر مئی ۱۹۶۳ء (کراچی سے روانگی)	غانا (مغربی افریقہ) (سہ سالہ وقف)
۱۴۰	مولوی عبدالشکور صاحب	۱۰ر نومبر ۱۹۳۵ء	۲۹ر جولائی ۱۹۶۳ء	سیرالیون
۱۴۱	محمد عثمان صاحب چینی	۱۳ر دسمبر ۱۹۲۵ء	یکم نومبر ۱۹۶۴ء	سنگاپور
۱۴۲	محمد عیسیٰ صاحب ظفر	۴ر اپریل ۱۹۳۹ء	۱۲ر جون ۱۹۶۵ء	کینیا (مشرقی افریقہ)
۱۴۳	داؤد احمد صاحب حنیف	۳ر فروری ۱۹۴۳ء	۱۲ر جون ۱۹۶۵ء	سیرالیون، گیمبیا (مغربی افریقہ)
۱۴۴	احمد شمشیر صاحب سوکیہ آف ماریشس	۲ر مئی ۱۹۴۳ء	۲۸ر جولائی ۱۹۶۶ء	ماریشس، کینیا (شہادت الاجانب کی ڈگری جامعہ احمدیہ ربوہ سے حاصل کی)

نمبر شمار	نام	تاریخ ولادت	تاریخ تقرری	کیفیت
۱۴۵۔	قریشی مبارک احمد صاحب	۵؍اپریل ۱۹۳۸ء	۷؍اگست ۱۹۶۶ء	غانا
۱۴۶۔	لئیق احمد صاحب طاہر	۷؍اپریل ۱۹۴۳ء	۷؍اگست ۱۹۶۶ء	لنڈن
۱۴۷۔	مولوی بشیر احمد صاحب اختر	۳؍نومبر ۱۹۴۲ء	۷؍اگست ۱۹۶۶ء	کینیا (مشرقی افریقہ)

تحریک جدید کے طبّی مشن چند سالوں سے افریقہ کے ممالک میں احمدی ڈسپنسریاں کھولی گئی ہیں جن میں مندرجہ ذیل واقفِ زندگی ڈاکٹر کام کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر کرنل محمد یوسف صاحب نائیجیریا۔ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب (سیرالیون نائیجیریا) ڈاکٹر شاہنواز صاحب[۱] (سیرالیون) ڈاکٹر محمد اکرم صاحب ورک (سیرالیون)

تحریک جدید کے بیرونی مدارس ممالک غیر میں اب تک ۷۵ سکول اور کالج قائم کئے جا چکے ہیں جن میں ہزاروں طلبہ دینی و دنیوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ درسگاہیں زیادہ تر نائیجیریا، غانا اور سیرالیون میں ہیں[۲]۔ اکثر سکولوں میں مقامی اساتذہ کام کر رہے ہیں۔ لیکن سیکنڈری سکولوں میں پاکستانی اساتذہ مقرر ہیں۔ ان مدارس میں جن واقفین تحریک جدید کو کام کرنے کا موقعہ میسر آیا ان کے اسماء یہ ہیں:۔

سید سفیر الدین صاحب (غانا)، نذیر احمد صاحب ایم ایس سی (غانا)، سمیع اللہ صاحب سیال (سیرالیون)، مسعود احمد صاحب (غانا)، چودھری محمود احمد صاحب (یوگنڈا)

بیرونی مساجد تحریک جدید کے ریکارڈ کے مطابق مندرجہ ذیل ممالک میں احمدیہ مساجد تعمیر ہو چکی ہیں:۔

یورپ:۔ انگلستان ۱۔ مسجد فضل لنڈن، جس کا سنگِ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے دست مبارک سے ۱۹۲۴ء میں رکھا)

ہالینڈ ۱۔ (چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے ۹ دسمبر ۱۹۵۵ء کو اس کا افتتاح فرمایا)

جرمنی ۱۔ (ہیمبرگ جس کا افتتاح چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے ۲۲ جون ۱۹۵۷ء کو فرمایا)

۲۔ فرانکفورٹ۔

---

[۱] عارضی واقف۔

[۲] ان کے علاوہ ماریشس، گی آنا، فلسطین، جزائر غرب الہند، لائبیریا، کینیا، یوگنڈا، انڈونیشیا اور فجی میں بھی خال خال احمدیہ سکول پائے جاتے ہیں۔

سوئٹزرلینڈ ۱۔ (مسجد محمود زیورچ جس کی بنیاد حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے ۲۵ اگست ۱۹۶۲ء کو رکھی اور چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے ۲۲ جون ۱۹۶۳ء کو افتتاح فرمایا)

ڈنمارک ۱۔ ("مسجد نصرت جہاں" جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۱ جولائی ۱۹۶۷ء کو فرمایا)

نوٹ:۔ انگلستان، ہالینڈ اور ڈنمارک کی مساجد خالصۃً احمدی مستورات کے چندہ سے تیار ہوئی ہیں۔

امریکہ:۔ ۳

افریقہ:۔ نائیجیریا ۲۵ سیرالیون ۳۵ غانا ۱۶۳ کینیا ۳ تنزانیا ۲
یوگنڈا ۵ گیمبیا ۱

مشرق وسطیٰ:۔ فلسطین ۱

مشرق بعید:۔ انڈونیشیا ۵۱

ایشیاء:۔ (باستثناء برصغیر پاک و ہند) برما ۱

بیرونی رسائل و جرائد

تحریک جدید کے زیر انتظام بیرونی ممالک میں مندرجہ ذیل رسائل و اخبارات جاری ہیں:۔

1. اخبار احمدیہ (ماہوار، دارالسلام مشرقی افریقہ)
2. اخبار احمدیہ (ہفت روزہ، لنڈن)
3. **Der Islam** (زیورچ جرمنی)
4. **Aktiv Islam.** (کوپن ہیگن، ڈنمارک)
5. **The Truth** (انگریزی (نائیجیریا)
6. **The African Crescent** انگریزی (بو۔ سیرالیون)
7. **East African Times** انگریزی (نیروبی)
8. **Ahmadiyyat** (ٹرینیڈاڈ)
9. **The Massage** سنہالیز۔ انگریزی (کولمبو)
10. **The Peace** انگریزی (جیسلٹن)
11. **Sinar Islam** (جوکارتا۔ انڈونیشیا)
12. **Al-Asr** انگریزی گجراتی (جنوبی افریقہ)
13. **Al-Bushra** " " "
14. **Al-Islam** الاسلام عربی (عدن)
15. **Al Bushra** البشریٰ (برما)

16. Muslim Herald	انگریزی (لنڈن)
17. Islam	فجیین، انگریزی (فجی)
18. Ahmadiyyat	انگریزی (برٹش گی آنا)
19. Islam	ڈچ (ہیگ۔ ہالینڈ)
20. Guidance	انگریزی ماہنامہ (سالٹ پانڈ، غانا)
21. Voice of Islam	یوگنڈا۔ فینٹی لوگنڈی (مشرقی افریقہ)
22. Ma Peuzi Ya Mungu	سواحیلی (دارالسلام مشرقی افریقہ)
23. Satya Doothan	(کولمبو)

وکالت تبشیر کی اہم مطبوعات تبلیغ اسلام کی عالمگیر مہم میں لٹریچر کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور بیرونی مبلغین کو میدان جہاد میں ہر جگہ لٹریچر کی ضرورت پڑتی ہے۔ کچھ تو وہ اپنے مشنوں ہی میں تیار کرتے ہیں لیکن اس کا بیشتر حصہ مرکز میں تیار کیا جاتا ہے۔ مشنوں کے شائع شدہ لٹریچر کا ذکر تو ان کے حالات میں بالتفصیل کیا جارہا ہے۔ اس جگہ تحریک جدید کے مرکزی شعبہ وکالت تبشیر کی مطبوعات درج کی جاتی ہیں۔

عربی لٹریچر

کُتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام:۔

مَکْتُوبِ اَحْمَد　　مَوَاهِبُ الرَّحْمٰن　　حَمَامَةُ الْبُشْرٰى

تُحْفَةُ بَغْدَاد　　اَلْخِطَابُ الْجَلِيْل　　اَلْاِسْتِفْتَاء

اَلْاِسْلَام　　اَلتَّبْلِيْغ

کتب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

لِمَ اَعْتَقِدُ بِالْاِسْلَامِ؟　　اَلْاِسْلَامُ وَالْاَدْيَانُ الْاُخْرٰى

کتب دیگر بزرگان سلسلہ

حَيَاتُ اَحْمَد　　(از حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ)

مُؤَسِّسُ الْجَمَاعَةِ الْاَحْمَدِيَّةِ وَالْاِنْكِلِيْز (از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد رضؓ۔ ترجمہ حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضؓ)

اَلْمَوْدُوْدِيُّ فِي الْمِيْزَان　(السید منیر الحصنی امیر جماعت احمدیہ دمشق)

اَلْقَوْلُ الصَّرِيْحُ فِيْ ظُهُوْرِ الْمَهْدِيِّ وَالْمَسِيْح　(مولانا نذیر احمد صاحب مبشر)

اُردو لٹریچر

"تحریکِ جدید کے بیرونی مشن" (تقریر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء)

"اشاعت اسلام اور ہماری ذمہ واریاں" (" " " " ۱۹۵۷ء)

"موجودہ زمانہ ایک رُوحانی مصلح کا متقاضی ہے"

"جماعت احمدیہ کا پچھتروان جلسہ سالانہ . . مختصر کوائف ۱۹۶۷ء

فارسی لٹریچر

"پیام احمدیت" (از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

انگریزی لٹریچر

(ENGLISH :)

Aı Quran
The Holy Quran with English translation and commentary
The Holy Quran with English Translation
Forty gems of Beauty
Teachings of Islam
Islamic Teachings on the Moral Conditions of Man
Favours of the Beneificent
A Misunder standing removed
A review of Christianity
Our Teachings
The will
A Review of Christianity
Jesus in India
Fountain of Christianity
How to get rid of the bondage of sin
The Truth About the Split
Ahmadiyyat or the True Islam
Invitation to Ahmadiyyat
The Real Revolution
The new World order of Islam
Why I Believe in Islam
What is Ahmadiyyat
Muhammad, The Librator of woman
The Economic Structure of Islamic Society

Ahmadiyya Movement
Life of Muhammad
Introduction to the study of the Holy Quran
Communism and Democracy
Seerat-i-Tayyaba
Scattered Pearls
Moral and Spirtual Training
Two Pillars of Spirituality
Future of Ahmadiyya Movement
Islam and communism
Truth About Khatm-i-Nabuwwat
Durr-i-Maknoon
Mirror of Charm and Beauty
Islam on the March
Our Foreign Missions
Islam in Africa
The Propagation of Islam
Attitude of Islam Towards Communism
The Preaching of Islam
The Christian Doctrine of Atonement
The Existence of God
Where Did Jesus Die ?
Tahrik-i-Jadid (Illustrated)
Babee and Bahaee Religion
Jesus in Kashmir
Primer of Islam
An Interpretation of Islam
Meaning of Khatamun Nabiyyin
The Tomb of Jesus
A Christian Woman's View on Islam
SAWAHILEE :
Kuondoa Kosa Moja
Uislamu Na Dini Nyingine
GERMAN :
The Holy Quran with German Translation

DUTCH :
The Holy Quran with Dutch Translation
FRENCH :
Philosophy of the Teachings of Islam
CHINA :
Philosophy of the Teachings of Islam

غیروں کی آراء تحریک جدید کی تبلیغی مساعی سے متعلق

تحریک جدید کے شاندار تبلیغی کارنامہ پر اپنوں اور بیگانوں نے بہت کچھ لکھا ہے مگر چونکہ تحریک جدید کے قائم ہونے والے مشنوں کے تفصیلی حالات پر آئندہ اپنے اپنے مقام پر روشنی ڈالی جارہی ہے اور ان آراء کا اصل موقعہ وہی مقامات ہیں۔ لہٰذا اس جگہ بطور نمونہ صرف چند اقتباسات پر اکتفاء کرنا مناسب ہوگا۔

الحاج عبدالوہاب عسکری

الحاج عبدالوہاب عسکری ایڈیٹر "اَلسَّلَامُ اَلْبَغْدَادِیَّہ" اپنی کتاب "مُشَاھَدَاتِیْ تَحْتَ سَمَاءِ الشَّرْقِ" میں جماعت احمدیہ کی نسبت لکھتے ہیں:۔

"وَخِدْمَاتُھُمْ لِلدِّیْنِ الْاِسْلَامِیِّ مِنْ وِجْھَةِ التَّبْشِیْرِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَقْطَارِ کَثِیْرَةٌ وَاَنَّ لَھُمْ دَوَائِرَ مُنْتَظِمَةً یُدِیْرُھَا اَسَاتِذَةٌ وَعُلَمَاءُ۔ . . . وَھُمْ یَجْتَھِدُوْنَ بِکُلِّ الْوَسَائِلِ الْمُمْکِنَةِ لِاِعْلَاءِ کَلِمَةِ الدِّیْنِ وَمِنْ اَعْمَالِھِمُ الْجَبَّارَةِ الْفُرُوْعُ التَّبْشِیْرِیَّةُ وَالْمَسَاجِدُ الَّتِیْ اَسَّسُوْھَا فِیْ مُدُنِ اَمْرِیْکَا وَاِفْرِیْقِیَا وَاُوْرُبَّا فَھِیَ اَلْسِنَةٌ نَاطِقَةٌ مِمَّا قَامُوْا وَیَقُوْمُوْنَ بِهٖ مِنْ خِدْمَاتٍ وَلَا شَکَّ اَنَّ لِلْاِسْلَامِ مُسْتَقْبِلٌ بَاھِرٌ[1] عَلٰی یَدِھِمْ"[2]

(ترجمہ) دین اسلام کیلئے اُن کی تبلیغی خدمات بہت زیادہ ہیں اور اُن کے ہاں بہت سے انتظامی شعبے ہیں۔ جنہیں بڑے بڑے ماہرین اور علماء دین چلاتے ہیں۔ اور وہ دینِ اسلام کی سربلندی کیلئے تمام ممکن ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے کوشاں ہیں اور اُن کے عظیم الشان کارناموں میں سے ایک عظیم کام یورپ، امریکہ اور افریقہ کے مختلف شہروں میں تبلیغی مراکز اور مساجد کا قیام ہے اور یہ مراکز و مساجد ان کی اُن عظیم خدمات کی منہ بولتی تصویر ہیں جو وہ پہلے اور اب بجا لا رہے ہیں۔ اور اس امر

---

[1] نقل مطابق اصل "مستقبلاً باھراً" چاہیئے ؛ [2] "مشاھداتی تحت سماء الشرق" تالیف الدکتور الحاج عبدالوھاب العسکری صاحب جریدۃ السلام البغدادیۃ مطبوعہ ۱۹۵۱ م مطابق ۱۳۷۰ھ دار الحدیث للطباعۃ والنشر والتالیف ؛

میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ان کے ہاتھوں اسلام کا ایک تابناک مستقبل مقدر ہو چکا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا

"انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا" مطبوعہ ۱۹۴۷ء کے صفحہ ۷۱۱ - ۷۱۲ پر جماعت احمدیہ کے عالمگیر تبلیغی نظام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"Both these sections of the community succeeded in enlisting the services of devoted, self-sacrificing men, who are unceasingly active as propagandists, controversialists and pamphleteers. They control an extensive missionary activity, not only in India, West Africa, Mauritius and Java (where their efforts are mainly directed towards persuading their co-religionists to join the Ahmadiyya sect), but also in Berlin, Chicago and London. Their missionaries have devoted special efforts to winning European converts and have achieved a considerable measure of success. In their literature they give such a presentation of Islam as they consider calculated to attract persons who have received an education on modern lines, and thus not only attract non-Muslims, and rebut the attacks made on Islam by Christian controversialists, but win back to the faith Muslims who have come under agnostic or rationalist influences."

(The Encyclopaedia Britannica, Fourteenth Edition, Volume 12, pages 711-712)

(ترجمہ) احمدیہ جماعت کے دونوں گروہ نہایت مخلص اور ایثار پیشہ لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں کامیاب رہے۔ یہ لوگ اشتہارات، رسائل اور مناظرات کے ذریعہ مسلسل اشاعت کا کام کر رہے ہیں ان کا ایک وسیع تبلیغی نظام ہے۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ مغربی افریقہ، ماریشس اور جاوا میں بھی (جہاں ان کی کوششیں بالخصوص اس غرض کے لئے وقف ہیں کہ ان کے ہم مذہب لوگ سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو جائیں) اس کے علاوہ برلن، شکاگو اور لندن میں بھی ان کے تبلیغی مشن قائم ہیں ان کے مبلغین نے خاص جد وجہد کی ہے کہ یورپ کے لوگ اسلام قبول کریں اور اس میں انہیں معتدبہ کامیابی بھی ہوئی ہے۔ اُن کے لٹریچر میں اسلام کو اس شکل میں پیش کیا جاتا ہے کہ جدید تعلیمیافتہ لوگوں کے لئے باعث کشش ہے اور اس طریق پر نہ صرف غیر مُسلم ہی ان کی طرف

کھنچے آتے ہیں بلکہ ان مسلمانوں کے لئے بھی یہ تعلیمات کشش کا موجب ہیں جو مذہب سے بیگانہ ہیں یا عقلیات کی رَو میں بہہ گئے ہیں۔ اُن کے مبلغین ان حملوں کا بھی دفاع کرتے ہیں جو عیسائی مناظرین نے اسلام پر کئے ہیں۔

جامعہ ازہر کا ترجمان "اَلازہر"

جامعہ الازہر کے ترجمان "الازھر" نے جولائی ۱۹۵۸ء کے شمارہ میں مغربی افریقہ میں تحریک جدید کی سرگرمیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"وَلَهُمْ نَشَاطٌ بَارِزٌ فِي كَافَّةِ النَّوَاحِيْ وَمَدَارِسُهُمْ نَاجِحَةٌ بِالرَّغْمِ مِنْ اَنَّ تَلَامِيْذَهَا لَا يَدِيْنُوْنَ جَمِيْعًا بِمَذْهَبِهِمْ"

یعنی جماعت احمدیہ کی سرگرمیاں تمام امور میں انتہائی طور پر کامیاب ہیں۔ ان کے مدارس بھی کامیابی سے چل رہے ہیں باوجودیکہ ان کے مدارس کے تمام طلباء اُن کی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے[۱]

روزنامہ "برنر ٹگبلٹ" سوئٹزرلینڈ

سوئٹزرلینڈ کا روزنامہ برنر ٹگبلٹ (BERNERTAGBLATT) نے اپنی ۱۱ جون ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"اس دوران میں یہ جماعت (احمدیہ) دُنیا کے اور بہت سے حصوں میں بھی پھیل گئی ہے جہاں تک یورپ کا تعلق ہے لندن، ہمبرگ، فرانکفورٹ، میڈرڈ، زیورچ اور سٹاک ہالم میں اب اس جماعت کے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں۔ امریکہ کے شہروں میں سے واشنگٹن، لاس اینجلیز، نیویارک، پٹسبرگ اور شکاگو میں بھی اس کی شاخیں موجود ہیں۔ اس سے آگے گرینیاڈا، ٹرینیڈاڈ اور ڈچ گیانا میں بھی یہ لوگ مصروفِ کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سے سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، لائبیریا اور اور مشرقی افریقہ میں بھی ان کی خاصی جمعیت ہے۔ مشرقِ وسطی اور ایشیا میں سے مسقط، دمشق، بیروت، ماریشس، برطانوی شمالی بورنیو، کولمبو، رنگون، سنگاپور اور انڈونیشیا میں اُن کے تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں۔ دوسری عالمگیر جنگ سے قبل ہی قرآن کا دنیا کی سات مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا چنانچہ اب تک ڈچ، جرمن اور انگریزی میں پورے قرآن مجید کے تراجم عربی متن کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ اسی طرح عنقریب رُوسی ترجمہ بھی منظر عام پر آنے والا

---

[۱] بحوالہ "الفضل" ۱۶ر فروری ۱۹۵۹ء [۲] جزائر عرب الہند کا ایک جزیرہ (مؤلف)

ہے۔ اس جماعت کا نصب العین بہت بلند ہے یعنی یہ کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی مذہب کا پابند بنا کر انہیں باہم متحد کر دیا جائے۔ وہ مذہب احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے اس کے ذریعہ یہ لوگ پوری انسانیت کو اسلامی اخوت کے رشتے میں منسلک کر کے دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں توقع ہے کہ بالآخر تمام بنی نوع انسان اسلام کی آغوش میں آ کر مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ جماعت خود اور اس کا مولد و مسکن سے نکل کر پوری دنیا پر اس قدر مضبوطی سے پھیل جانا نوعِ انسان کی روحانی تاریخ کے عجیب و غریب واقعات میں سے ایک عجیب و غریب واقعہ اور نشان ہے"[۱]

پروفیسر سٹینکو ایم ووجیکا صدر شعبہ فلسفہ ولکیز کالج امریکہ

امریکہ کی ریاست پنسلوانیہ میں ولکیز کالج (WILKES COLLEGE) کے شعبہ فلسفہ کے صدر پروفیسر سٹینکو ایم ووجیکا (STANKO M. VUJIKA) نے انگلستان کے جریدہ "ایسٹرن ورلڈ" (EASTERN WORLD) میں لکھا:۔

"قادیان گروپ کو آج بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تقسیم برصغیر کے بعد سے ربوہ اس گروپ کا (ثانوی) مرکز ہے جو مغربی پاکستان میں واقع ہے۔ اس گروپ کی قیادت ۱۹۱۴ء سے بانی سلسلہ احمدیہ کے فرزند مرزا بشیرالدین (محمود احمد) کے ہاتھ میں ہے۔ بالعموم آپ کے پیرو آپ کو احتراماً "حضرت صاحب" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ ہمیشہ ہی ایک اولوالعزم لیڈر اور زرخیز دماغ مصنّف واقع ہوئے ہیں۔ اپنے والد کی طرح آپ کو بھی دعویٰ ہے کہ آپ تعلق باللہ کے ایک خاص مقام پر فائز ہیں۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک جگہ اپنے متعلق ذیل کی عبارت لکھی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو میرے ذریعہ سے دنیا بھر میں پھیلا دیا . . . . اور بیسیوں موقعوں پر اپنے تازہ کلام سے مجھے مشرف فرمایا . . . . دنیا کا کوئی علم نہیں جو اسلام کے خلاف آواز اٹھاتا ہو اور اس کا جواب خدا تعالیٰ نے مجھے قرآن شریف سے ہی نہ سمجھا دیتا ہو" (دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی)

---

[۱] بحوالہ ماہنامہ "انصاراللہ" فروری ۱۹۶۲ء صفحہ ۶-۷

"۔ ۔ ۔ ۔ ربوہ میں سب سے زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ بیرونی مشنوں کو کنٹرول کرنے والے دفتر (وکالت تبشیر) میں دیکھنے میں آتا ہے۔ احمدیوں نے اپنے آپ کو اسلام کے پیغام کو دنیا بھر میں پھیلانے کے مقصد کے لئے دل وجان کے ساتھ وقف کر رکھا ہے۔ اسلام کی اشاعت کو وہ ہر مُسلمان کا بنیادی فرض تصور کرتے ہیں۔ ربوہ میں باقاعدہ ایک مشنری کالج (جامعہ احمدیہ) ہے جو بیرونی ممالک کے لئے مبلّغین تیار کرتا ہے اور اسی طرح بیرونی ممالک سے آنے والے نومسلموں کو اسلامی علوم سے بہرہ ور کرتا ہے۔ بیرونی مشنوں کو کنٹرول کرنے والا دفتر نشر واشاعت کے میدان میں بھی انتہائی طور پر سرگرم واقع ہوا ہے۔ انگریزی ماہنامہ "دی ریویو آف ریلیجنز" کے علاوہ جسے اس کے باقاعدہ اور مستقل آرگن کی حیثیت حاصل ہے، یہ اس قدر کثیر تعداد میں کتابیں، چھوٹے چھوٹے رسالے اور پمفلٹ شائع کرتا ہے کہ جنہیں دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ یہ تمام لٹریچر اسلامی دنیا اور غیر اسلامی دنیا دونوں کے نقطۂ نظر سے شائع کیا جاتا ہے اور مقصد اس کی اشاعت سے یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو احمدیت کا حلقہ بگوش بنایا جائے۔"

" احمدیوں کا یہ مطمح نظر کہ وہ مغرب کی عیسائی دُنیا کو اپنے مخصوص اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر ہی دَم لیں گے بظاہر ایک دیوانے کی بَڑ نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی تنظیم جس کا مرکز پاکستان میں ہے اور جو اپنے محدود وسائل سے کام لے کر مغرب کے متموّل اور ذی ثروت ممالک میں تبلیغ اسلام کی انتہائی گراں بار ذمہ داری کو نبھانے میں کوشاں ہے اس کی اس قسم کی توقعات بظاہر مایُوس کن دکھائی دیتی ہیں۔ بایں ہمہ یہ اس زبردست یقین اور جذبہ وجوش کی آئینہ دار ضرور ہیں، جس سے یہ لوگ مالا مال ہیں۔ اس مقصد کے حصول میں ابھی انہیں ایک معتدل حد تک کامیابی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ دنیا کے مختلف حصّوں میں ان کے تبلیغی مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ امریکہ کے علاوہ یورپ میں بھی انگلستان، فرانس، اٹلی، سپین، ہالینڈ، جرمنی، ناروے اور سویڈن میں ان کے باقاعدہ مشن ہیں۔ جنوبی امریکہ کے ممالک میں سے یہ لوگ ٹرینیڈاڈ، برازیل اور کاسٹاریکا میں موجود ہیں۔ اسی طرح ایشیائی ممالک میں سے سیلون، برما، ملایا، فلپائن، انڈونیشیا، ایران، عراق اور شام میں بھی ان کے مبلّغ مصروفِ کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سے مصر، زنجبار، نٹال، سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، مراکش اور مارشس میں بھی ان کی جماعتیں قائم ہیں۔

"سیرالیون کی نئی جمہوریہ مغربی افریقہ میں احمدیہ تحریک کے لئے ایک منتخب خطہ کی حیثیت رکھتی ہے اپنے پاکستانی مرکز کی رہنمائی میں اس تحریک نے اس چھوٹی سی مملکت کے اندر خاصا اثر و نفوذ حاصل کر لیا ہے۔

". . . احمدیت اپنے آپ کو زمانہ جدید کی ایک اسلامی تحریک کے طور پر پیش کرتی ہے اور اس امر کی دعویدار ہے کہ وہ دُنیا کے ہر حصے میں نبرد آزما ہوتے ہوئے اسلام کے ایک نئے علمبردار کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ فیصلہ کرنا کہ اب تک اس تحریک میں کتنے لوگ داخل ہو چکے ہیں، مشکل ہے۔ تاہم احمدیوں کے اپنے اندازہ کے مطابق پاکستان اور ہندوستان میں ہی اُن کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہے۔"

"ایک مذہبی فرقے کے لئے بلحاظ تعداد اس کے افراد کا کم ہونا یا اس کے معتقدات کی مخصوص نوعیت جو دوسروں کے لئے پورے طور پر قابلِ فہم نہ ہو، نقصان کا موجب نہیں ہوا کرتی۔ ایسے فرقے صدیوں تک زمانے کے حالات سے نبرد آزما رہنے کے انداز سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مذاہب کی تاریخ ایسے چھوٹے چھوٹے فرقوں کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے جنہوں نے زمانہ کے اُتار چڑھاؤ اور اکثریت کے دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی ہستی کو برقرار رکھا۔ اس بات کا امکان ہے کہ احمدیت بھی مستقبل میں اس طرح نمایاں طور پر پھلے پھولے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ اسلامی دنیا مغرب کی لادینی ثقافت کے زیر اثر آجانے کے باعث اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہے۔ احمدیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ اُن کی تحریک اسلام کو اس طور سے پیش کرتی ہے کہ جو دنیائے جدید کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ پھر وہ اسلام کی آخری فتح کے بارے میں نہایت درجہ پُراعتماد ہیں۔ ایسی صورت میں احمدیت اُن نئی نسلوں کے لئے دلکش اور جاذب نظر ثابت ہو سکتی ہے جو اصلاحِ حال کے پیشِ نظر نئے اندازِ فکر کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔"[1] (ترجمہ)

اخبار "دی وین گارڈ" گیمبیا

گیمبیا کے ایک اخبار "دی وین گارڈ" (THE VAN GUARD) نے اپنے ایک اداریہ میں لکھا:۔

"اس فرقہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب (علیہ السلام) نے اس فرقہ کی بنیاد قادیان میں

---

[1] بحوالہ ماہنامہ "انصار اللہ" بابت ماہ فروری ۱۹۶۲ء صفحہ ۴۲-۴۴

۱۸۸۹ء میں رکھی تھی اس وقت سے لیکر اب تک یہ فرقہ ساری دُنیا میں پھیل چکا ہے اور اسلام کی ترقی کے لئے تبلیغی اور تعلیمی کوششوں میں پہلے سے بہت زیادہ مصروف ہے"

"اپنے گھر کے پاس نگاہ دوڑا کر دیکھئے۔ سیرالیون، غانا اور نائیجیریا میں یہ فرقہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہو چکا ہے جہاں اس کے تعلیمی ادارے باقاعدگی کے ساتھ ہزاروں مسلمانوں کو انگریزی اور عربی کی تعلیم دے رہے ہیں۔" لے

مسٹر ایم۔ جے آغا آف جنجہ مشرقی افریقہ

کتاب "مذہبی تحریکات ہند" کے مؤلف مسٹر ایم۔ جے آغا، (M. J. AGHA) آف جنجہ مشرقی افریقہ لکھتے ہیں:-

"احمدی جماعت کے موجودہ سربراہ میاں محمود صاحب نے دیگر ممالک میں بھی مشن قائم کئے۔ اور احمدی مخلصین نے غیر ممالک میں اشاعتِ اسلام کے نام پر دل کھول کر مالی قربانیاں پیش کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ چنانچہ گذشتہ پچاس سال کے عرصہ میں دُنیا کے مختلف ممالک میں اُن کے مشن عیسائی مبلّغین کے مقابلے میں محدود ذرائع کے باوجود اچھا کام کر رہے ہیں۔ ان کے مقابلے میں اہلسنّت والجماعت کے لوگ سوادِ اعظم کی حیثیت سے پچاس کروڑ کی تعداد میں ہیں، وسیع ذرائع اور وسائل کے باوجود اُن کے دل میں تبلیغ اسلام کا کبھی خیال نہیں آیا"

مسٹر ایم۔ جے آغا تحریک جدید کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اس شعبہ میں ایسے تعلیم یافتہ نوجوان شامل ہیں جو مروّجہ علوم کے علاوہ دینی تعلیم کی بھی واقفیت رکھتے ہیں اور مغربی ممالک میں عیسائیت کے مقابلے میں اسلام کو بحیثیت دین پیش کرتے ہیں۔ واقعی یہ بڑا کٹھن اور صبر آزما کام ہے جس کے لئے جانی اور مالی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ لیکن احمدی لوگ بڑی توجہ اور جذبہ کے ساتھ اس فریضہ کی ادائیگی میں حصہ لیتے ہیں۔ جس سے بیرونی ممالک میں مسجدیں، مدرسے اور تبلیغی مرکز قائم کئے جاتے ہیں اور قرآن مجید کے تراجم مختلف زبانوں میں شائع کر کے تقسیم کئے جاتے ہیں۔

عیسائی مبلّغین کے مقابلے میں احمدیہ فرقہ کی تبلیغی مساعی قابل داد ہیں کیونکہ ان کے ذرائع عیسائیوں کے مقابلے میں بہت کم اور بالکل محدود ہیں۔ مسلمانوں میں سوائے مصری اور چند ایک دیگر تبلیغی جماعتوں

لے بحوالہ رسالہ "تحریک جدید" بابت ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۴

کے اشاعت اسلام کا کام بہت کم ادارے انجام دے رہے ہیں اور جو کر رہے ہیں۔ ان میں احمدی جماعت پیش پیش ہے" ؎

اخبار "المنبر" لائل پور مدیر ہفت روزہ "المنبر" لائل پور لکھتے ہیں:-

(پہلا اقتباس) "تحریک جدید" نام ہے ایک منظم جدوجہد کا جو آج سے اٹھائیس سال پہلے مرزا محمود احمد صاحب نے قادیان سے شروع کی تھی۔ اس تحریک کے پہلے سال پنجاب میں تین اہم مراکز قائم کئے تھے جن میں قادیانی وکلاء، ڈاکٹر، علماء، طبیب اور عام کاروباری حضرات ہفتے اور مہینے وقف کر کے مسلمانوں کو قادیانی بنانے کی سرتوڑ کوشش کیا کرتے تھے۔

یہ تحریک ابتداءً ایک محدود مدت کے لئے شروع ہوئی تھی جب اس کے ۹ یا ۱۰ برس ختم ہو گئے تو مرزا محمود صاحب نے اعلان کر دیا کہ اب یہ تحریک دائمی ہو گی چنانچہ اب اٹھائیسویں برس کا افتتاح ربوہ میں جماعت انصار اللہ کے اجتماع میں کیا گیا۔

اس تحریک کے تحت پاکستان، ہندوستان، جرمنی، افریقہ اور دوسرے مسلم و غیر مسلم ممالک میں قادیانی مراکز قائم ہیں اور وہ رات دن اس کوشش میں مصروف ہیں کہ عیسائیوں، مسلمانوں اور دوسری اقوام کو قادیانی بنائیں۔

یہ لوگ اس کام کے لئے زندگیاں وقف کرتے ہیں۔ اپنی اولادیں وقف کرتے ہیں۔ کتابیں چھاپتے ہیں۔ ٹریکٹ شائع کرتے ہیں۔ جلسے کرتے ہیں۔ قریہ قریہ بستی بستی گھوم پھر کر قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔

ہمیں ذاتی طور پر علم ہے کہ ۱۹۵۳ء میں جب ہائیکورٹ میں پنجاب کے فسادات کی انکوائری ہو رہی تھی تو مسلمان جماعتیں اور افراد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت ثابت کرنے کے لئے مرزا غلام احمد صاحب کی کتابوں' خلیفہ محمود صاحب کی تحریروں سے قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کے ثبوت پیش کر رہے تھے۔ ٹھیک انہی دنوں قادیانی جماعت کے ذمہ دار حضرات نے ہائیکورٹ اور انکوائری عدالت کے سربراہ جسٹس محمد منیر صاحب اور اس وقت کے گورنر جنرل مسٹر غلام محمد مرحوم کی خدمت میں قرآن مجید کا

؎ "مذہبی تحریکات ہند" شائع کردہ پاکستان ایسوسی ایشن پوسٹ بکس نمبر ۱۵۳۰ نیروبی کینیا۔ انجمن اسلامیہ دارالسلام۔ انجمن حمایت اسلام نیروبی (تاریخ اشاعت دسمبر ۱۹۵۹ء)۔ پاکستان میں یہ کتاب تبلیغی مرکز ریلوے روڈ ٹے سے مل سکتی ہے۔

جرمنی یا ڈچ ترجمہ پیش کیا تھا جو اس زمانہ میں شائع ہوا تھا اور اس بنا پر مسٹر محمد منیر صاحب بار بار مسلمانوں کے نمائندوں سے سوال کیا کرتے کہ آپ لوگوں نے قرآن مجید کے کتنے تراجم غیر ملکی زبانوں میں کئے ہیں۔ اور آپ کا نظم غیر مسلم اقوام کو اسلام سے آشنا کرنے کے لئے کیا کچھ کر رہا ہے؟

یہ ٹھیک ہے کہ قادیانی حضرات پراپیگنڈے کے بڑے ماہر ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ مرزا غلام احمد سے قادیان کے وکیل المال تک ہر شخص مبالغے سے اپنی کوششوں کا ذکر کرتا ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ قادیانی جماعت کا اندرونی نظم شدید انتشار کا شکار ہے۔ لیکن کیا اس سچی حقیقت کا انکار ممکن ہے کہ قادیانی جماعت کا بجٹ لاکھوں کا ہوتا ہے اور ابھی جو آپ نے ملاحظہ کیا کہ ربوہ میں انصار اللہ کے اجتماع میں چند گھنٹوں میں ۸۸۱۹۱ کی خطیر رقم کے وعدے ہوئے اور یہ ساری رقم صرف ہوگی عیسائیوں اور مسلمانوں کو قادیانی بنانے پر۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ تبلیغی جماعت ہر سال سینکڑوں افراد کو غیر مسلم ممالک میں بھیجتی ہے اور ابھی جماعت اسلامی کے سربراہ کار مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے افریقہ جانے کا عزم ظاہر کیا تھا مگر حکومت نے انہیں جانے کی اجازت نہ دی۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایسا ہوا لیکن ذرا سوچئے! اس ملک میں مسلمانوں کی تعداد سوا آٹھ کروڑ — اور قادیانیوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ دو تین لاکھ ہوگی۔ اگر اس جماعت کے شعبہ کے لئے چند گھنٹوں میں نوّے ہزار کے قریب روپے کے وعدے ہو جاتے ہیں تو اس کے بالمقابل دو سو گنا اکثریت کا بجٹ اشاعت اور دعوت اسلام کے لئے کتنا ہونا چاہئے اور یہ واضح رہے کہ یہ بجٹ صرف تحریک جدید کا ہے۔ قادیانیوں کی مرکزی جماعت کا بجٹ تقریباً ۲۵/۳ لاکھ روپے کا ہوتا ہے۔" [۱]

(دوسرا اقتباس) قبل ازیں مدیر "المنبر" ایک اور اشاعت میں لکھتے ہیں:۔

"قادیانیت میں نفع رسانی کے جو جوہر موجود ہیں ان میں اوّلین اہمیت اس جدّوجہد کو حاصل ہے جو اسلام کے نام پر وہ غیر مسلم ممالک میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ قرآن مجید کو غیر ملکی زبانوں میں پیش کرتے ہیں۔ تثلیث کو باطل ثابت کرتے ہیں۔ سیّد المرسلینؐ کی سیرت طیبہ کو پیش کرتے ہیں۔ ان ممالک میں مساجد بنواتے ہیں اور جہاں کہیں ممکن ہو اسلام کو امن و سلامتی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں" [۲]

---

[۱] ہفت روزہ "المنبر" لائلپور ۲۳ نومبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۱ ۔ [۲] "المنبر" لائلپور ۲ مارچ ۱۹۵۶ء ۔

تیسرا اقتباس) مدیر "المنبر" مزید لکھتے ہیں :-

"تحریک جدید جس کا آغاز ۱۹۳۴ء میں اس سے ہوا تھا کہ مرزا محمود نے ساڑھے ستائیس ہزار روپے (تقریباً ۹ ہزار سالانہ) کا مطالبہ جماعت سے کیا تھا۔ اس کے جواب میں قادیانی امت نے تین سال کے عرصے میں تین لاکھ ترپن ہزار روپے پیش کئے۔ ابتداء میں یہ تحریک دس سال کے لئے تھی ۱۹۴۴ء میں مزید نو سال کے لئے اس تحریک کو وسیع کر دیا گیا۔ لیکن ۱۹۵۳ء میں جب "اینٹی قادیانی تحریک" کا دور بیت چکا تو مرزا محمود نے نئے ولولوں کے ساتھ اعلان کیا "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تحریک جدید کو اس وقت تک جاری رکھوں گا جب تک تمہارا سانس قائم ہے" (المصلح ۱۱ر نومبر ۱۹۵۳ء)۔ چنانچہ اس تحریک کا گذشتہ سال کا بجٹ اڑتیس لاکھ روپے سے بھی زائد ہے۔

اس تحریک میں چندہ دینے والوں کی تعداد بائیس ہزار کے قریب ہے جو مستقل سالانہ چندہ ادا کرتے ہیں اور خواہ کتنے ہنگامی اور وقتی چندے انہیں دینا پڑیں تحریک جدید کا چندہ اس سے متاثر نہیں ہوتا اس تحریک میں فی کس چندہ کی مقدار بیس تیس سے سو ڈیڑھ سو روپے تک سالانہ ہے" [۱]

(چوتھا اقتباس) یہی اخبار لکھتا ہے کہ :-

"قادیانی مالیاتی نظام تین حصوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ وقتی اور ہنگامی چندے

۲۔ مستقل چندے

۳۔ وقف جائدادیں

وقتی اور ہنگامی چندوں کا سلسلہ لامتناہی اور طویل سے طویل تر ہے۔ مساجد کی تعمیر، مختلف ممالک کے دارالتبلیغ، کسی خاص سفر کے لئے چندہ، کسی ملکی مسئلے کے لئے خاص فنڈ، بعض تعلیمی اسکیموں کے لئے خاص رقوم، تراجم قرآن مجید کے نام پر اپیل، الغرض ہر مسئلہ، ہر عنوان پر تحریک ہوتی ہے اور جماعت اس پر لبیک کہتی ہے۔

ان وقتی چندوں کی مقدار، چند ہزار سے لاکھوں تک ہوتی ہے اور یہ تحریکات تقریباً سال بھر کسی نہ کسی عنوان سے جاری رہتی ہیں۔ ایک ختم تو دوسری شروع، دوسری جاری ہے تو تیسری کا آغاز، اس

---

[۱] ہفت روزہ "المنبر" لائل پور ۱۱ر اگست ۱۹۶۷ء صفحہ ۸۔

ضمن میں یہ بات خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ مرزا محمود آنجہانی نے جو نفسیاتی محرکات ان تحریکات کے لئے تجویز کئے وہ بے حد کامیاب رہے مثلاً۔ کسی ملک کی مسجد کے لئے اعلان کر دیا کہ اس کا تمام بار صرف عورتوں پر پڑے گا۔ اور بعض اوقات تین چار لاکھ کی رقم سب کی سب عورتوں نے مہیا کی۔

بعض تحریکات صرف کسانوں اور زمینداروں کے لئے، بعض مالی مطالبات صرف تاجروں سے، اور بعض کا تقاضا صرف ملازمین سے وغیرہ" [1]

یہ ہے وہ نظامِ تحریکِ جدید جس کا آغاز احراری مخالفت کے تیز و تند طوفانوں میں ایک نہایت کمزور سے بیج کی شکل میں ہوا۔ اور جو اب خدا کے فضل و کرم سے ایک تناور درخت بن چکا ہے اور جس کی شاخیں نہایت تیزی سے دُنیا کے کناروں تک پھیلتی نظر آرہی ہیں۔ حق جوئی کے پرندے اس کے سائے تلے آرام کرتے اور اس کے شیریں اثمار سے مستفید ہو رہے ہیں۔

پہلے سلطنتِ برطانیہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس پر سُورج غروب نہیں ہوتا مگر اب جماعت احمدیہ بھی خدا کے فضل سے شرق و مغرب کے دُور دراز علاقوں میں پھیل رہی ہے اور اب اس کے متعلق بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ جماعتِ احمدیہ پر سُورج غروب نہیں ہوتا۔ وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء فالحمد لله علىٰ ذالك۔

تحریکِ جدید دائمی قُربانیوں کی تحریک ہے

تحریکِ جدید کے ان حیرت انگیز نتائج کے باوجود ہمیں یہ کہنے میں ذرہ بھر تامل نہیں کہ اس وقت تک جو کچھ بھی انجام پا چکا ہے وہ ایک خوشکن بنیاد سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ جیسا کہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ایک بار فرمایا تھا ؎

ہے ساعتِ سعد آئی اسلام کی جنگوں کی
آغاز تو مَیں کر دُوں انجام خدا جانے

ابھی ان کوششوں سے کُفر و اسلام کی جنگ کا آغاز ہوا ہے اور دنیا کو روحانی طور پر فتح کرنے کے لئے جماعت کو بے شمار قربانیاں پیش کرنا مقدر ہے جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شروع ہی سے جماعت کو اس حقیقت سے بخوبی آگاہ کر دیا تھا۔ چنانچہ حضورؓ نے فرمایا:۔

---

[1] ہفت روزہ "المنبر" لائلپور ۱۱ اگست ۱۹۶۰ء صفحہ ۷ ۔

"اس تحریک کی غرض عارضی نہیں ہے وہ وقت آرہا ہے جب ہمیں ساری دنیا کے دشمنوں سے لڑنا پڑیگا۔ دُنیا سے میری مراد یہ نہیں کہ ہر فرد سے لڑنا پڑے گا کیونکہ ہر قوم اور ہر ملک میں شریف لوگ بھی ہوتے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تمام ممالک میں ہمارے لئے رستے بند کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ پس ہماری جنگ ہندوستان تک محدود نہ رہے گی بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی ہمیں اپنے پیدا کرنے والے اور حقیقی بادشاہ کی طرف سے جنگ کرنی ہوگی۔ اگر تو احمدیت کوئی سوسائٹی ہوتی۔ تو ہم یہ کہہ کر مطمئن ہو سکتے تھے کہ ہم اپنے حلقہ اثر کو محدود کرلیں گے اور جہاں جہاں احمدی ہیں وہ سمٹ کر بیٹھ جائیں گے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ جو بات اس کی طرف سے آئی ہے اُسے ساری دُنیا میں پہنچائیں اور ہم نے اُسے پہنچانا ہے۔ ہمارا پروگرام وہ نہیں جو ہم خود تجویز کریں بلکہ ہمارا پروگرام ہمارے پیدا کرنے والے نے بنایا ہے" ؎۱

پھر فرمایا:۔

"تحریک جدید تو ایک قطرہ ہے اس سمندر کا جو قربانیوں کا تمہارے سامنے آنے والا ہے جو شخص قطرہ سے ڈرتا ہے وہ سمندر میں کب کودے گا" ؎۲

جماعت کو انتباہ

اسی طرح حضورؓ نے جماعت کے مخلصین کو متنبہ کرتے ہوئے واضح لفظوں میں بتایا کہ:۔

"جس دن ہم میں وہ لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے کہا دورِ اوّل بھی گذر گیا، دورِ دوم بھی گذر گیا، دورِ سوم بھی گذر گیا، دورِ چہارم بھی گذر گیا، دورِ پنجم بھی گذر گیا، دورِ ششم بھی گذر گیا، دورِ ہفتم بھی گذر گیا، اب ہم کب تک اس قسم کی قربانیاں کرتے چلے جائیں گے آخر کہیں نہ کہیں اس کو ختم بھی تو کرنا چاہیئے۔ وہ اقرار ہوگا ان لوگوں کا کہ اب ہماری روحانیت سرد ہو چکی ہے اور ہمارے ایمان کمزور ہو گئے ہیں"

"ہم تو امید رکھتے ہیں کہ تحریک جدید کے یہ دَور غیر محدود دَور ہوں گے اور جس طرح آسمان کے ستارے گنے نہیں جاتے اسی طرح تحریک جدید کے دَور بھی نہیں گنے جائیں گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ تیری نسل گنی نہیں جائے گی اور حضرت ابراہیمؑ کی نسل نے دین کا بہت

؎۱ "الفضل" ۳ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ کالم ۲ ؎۲ "الفضل" ۲ جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰ کالم ۱

کام کیا۔ یہی حال تحریک جدید کا ہے۔ تحریک جدید کا دَور چونکہ آدمیوں کا نہیں بلکہ دین کے لئے قربانی کرنے کے سامانوں کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس کے دَور بھی اگر نہ گِنے جائیں تو یہ ایک عظیم الشّان بنیاد اسلام اور احمدیت کی مضبوطی کی ہوگی۔" [1]

قُربانیوں کی ابدی ضرورت پر حضرت امیر المومنینؓ کا پُرشوکت فرمان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے محض اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ آپ نے دائمی قربانیوں کی اہمیت نمایاں کرتے ہوئے یہانتک فرمایا کہ :-

"یہ یاد رکھو کہ آمد کی زیادتی کے ہرگز یہ معنٰی نہیں کہ کسی وقت تم اپنے چندوں سے آزاد ہو جاؤ گے۔ یا کوئی وقت جماعت پر ایسا بھی آئے گا جب تم سے قربانی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ مَیں ایک انسان ہوں اور آخر ایک دن ایسا آئیگا جب مَیں مَر جاؤں گا اور پھر اَور لوگ اس جماعت کے خلفاء ہوں گے۔ مَیں نہیں جانتا اس وقت کیا حالات ہوں گے اس لئے ابھی سے تم کو نصیحت کرتا ہوں تاکہ تمہیں اور تمہاری اولادوں کو ٹھوکر نہ لگے۔ اگر کوئی خلیفہ ایسا آیا جس نے سمجھ لیا کہ جماعت کو زمینوں سے اس قدر آمد ہو رہی ہے، تجارتوں سے اس قدر آمد ہو رہی ہے، صنعت و حرفت سے اس قدر آمد ہو رہی ہے تو پھر اب جماعت سے کسی اَور قربانی کی کیا ضرورت ہے۔ اس قدر روپیہ آنے کے بعد ضروری ہے کہ جماعت کی مالی قربانیوں میں کمی کر دی جائے تو تم یہ سمجھ لو وہ خلیفہ خلیفہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے یہ معنٰی ہوں گے کہ خلافت ختم ہوگئی اور کوئی اسلام کا دشمن پیدا ہوگیا جس دن تمہاری تسلّی اس بات پر ہو جائے گی کہ روپیہ آنے لگ گیا ہے اب قربانی کی کیا ضرورت ہے۔ اس دن تم سمجھ لو کہ جماعت کی ترقی بھی ختم ہوگئی۔ مَیں نے بتایا ہے کہ جماعت روپیہ سے نہیں بنتی بلکہ آدمیوں سے بنتی ہے اور آدمی بغیر قربانی کے تیار نہیں ہو سکتے۔ اگر دس ارب روپیہ آنا شروع ہو جائے تب بھی ضروری ہوگا کہ ہر زمانہ میں جماعت سے اس طرح قربانیوں کا مطالبہ کیا جائے جس طرح آج کیا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیا جائے۔ کیونکہ ابھی بڑی بڑی قربانیاں جماعت کے سامنے نہیں آئیں۔ پس چاہیئے کہ اگر ایک ارب پونڈ خزانہ میں آجائے تب بھی خلیفہ وقت کا فرض ہوگا کہ ایک غریب کی جیب سے جس میں ایک پیسہ ہے دین کے لئے پیسہ نکال لے اور ایک امیر کی جیب میں سے جس میں دس ہزار روپیہ موجود ہے دین کے لئے دس ہزار نکالے کیونکہ اس کے بغیر دل صاف نہیں ہو سکتے۔ اور

[1] "الفضل" یکم مارچ ۱۹۴۶ء صفحہ ۳ کالم ۱ و ۲ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ فروری ۱۹۳۵ء)

بغیر دل صاف ہونے کے جماعت نہیں بنتی اور بغیر جماعت کے بننے کے خدا تعالیٰ کی رحمت اور برکت نازل نہیں ہوتی۔ وہ روپیہ جو بغیر دل صاف ہونے کے آئے وہ انسان کے لئے رحمت نہیں بلکہ لعنت کا موجب ہوتا ہے۔ وہی روپیہ رحمت کا موجب ہو سکتا ہے جس کے ساتھ انسان کا دل بھی صاف ہو اور دنیوی آلائشوں سے مبرا ہو۔

پس مت سمجھو کہ اگر کثرت سے روپیہ آنے لگا تو تم قربانیوں سے آزاد ہو جاؤ گے۔ اگر کثرت سے روپیہ آ گیا تو ہمارے ذمہ کام بھی تو بہت بڑا ہے۔ اس کے لئے اربوں روپیہ کی ضرورت ہے۔ بلکہ اگر اربوں ارب روپیہ آجائے تو پھر بھی یہ کام ختم نہیں ہو سکتا۔ روپیہ ختم ہو سکتا ہے مگر یہ کام ہمیشہ بڑھتا چلا جائے گا۔

پس کسی وقت جماعت میں اس احساس کا پیدا ہونا کہ اب کثرت سے روپیہ آنا شروع ہو گیا ہے قربانیوں کی کیا ضرورت ہے، اب چندے کم کر دیئے جائیں اس سے زیادہ کسی جماعت کی موت کی اور کوئی علامت نہیں ہو سکتی۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص اپنی موت کے فتوے پر دستخط کر دے پس مت سمجھو کہ ان زمینوں اور جائیدادوں وغیرہ کی آمد کے بعد چندے کم کر دیئے جائیں گے۔

اگر یہ روپیہ ہماری ضرورت کے لئے کافی ہو جائے تب پھر تمہارے اندر ایمان پیدا کرنے کے لئے، تمہارے اندر اخلاص پیدا کرنے کے لئے، تمہارے اندر زندگی پیدا کرنے کے لئے، تمہارے اندر رُوحانیت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تم سے قربانیوں کا مطالبہ کیا جائے اور ہمیشہ اور ہر آن کیا جائے اگر قربانیوں کا مطالبہ ترک کر دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہو گا، یہ سلسلہ پر ظلم ہو گا۔ یہ تقویٰ اور ایمان پر ظلم ہو گا" [1]

خلفاء کو وصیت

حضور نے نہ صرف جماعت کو قربانی کی طرف متوجہ کیا بلکہ آئندہ آنے والے خلفاء کو وصیت فرمائی کہ:۔

"جب تک دُنیا کے چپہ چپہ میں اسلام نہ پھیل جائے اور دنیا کے تمام لوگ اسلام قبول نہ کر لیں اُس وقت تک اسلام کی تبلیغ میں وہ کبھی کوتاہی سے کام نہ لیں خصوصاً اپنی اولاد کو میری یہ وصیت ہے کہ وہ قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو بلند رکھیں اور اپنی اولاد در اولاد کو نصیحت کرتے

---

[1] "الفضل" ۷ اپریل ۱۹۴۴ء صفحہ ۷ کالم ۳۔

چلے جائیں کہ انہوں نے اسلام کی تبلیغ کو کبھی نہیں چھوڑنا اور مرنے دم تک اسلام کے جھنڈے کو بلند رکھنا ہے۔" ؎۱

تحریک جدید کا شاندار مستقبل

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم رؤیا میں دکھایا گیا کہ:-

"ایک بڑا بحرِ ذخّار کی طرح دریا ہے جو سانپ کی طرح پیچ کھاتا ہوا مشرق کو جا رہا ہے اور پھر دیکھتے دیکھتے سمت بدل کر مشرق سے مغرب کو اُلٹا بہنے لگا ہے" ؎۲

یہ دراصل اس عظیم الشان رُوحانی انقلاب کا ایک منظر ہے جو مستقبل میں جلد یا بدیر تحریک جدید کے ذریعہ سے رونما ہونے والا ہے اور جس کے نتیجہ میں تحریک جدید کی پانچہزاری فوج کا لاکھوں تک پہنچنا اور پھر دنیا کے مغربی نظاموں کی جگہ اسلام کے نظامِ نو کی تعمیر مقدر ہے چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک بار بالصراحت فرمایا تھا:-

"جب ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کو دُنیا میں پھیلائیں گے اور اسلام کے جلال اور اس کی شان کے اظہار کے لئے اپنی ہر چیز قربان کر دیں گے تو ہمیں ان تبلیغی سکیموں کے لئے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہوگی اس کو پُورا کرنا بھی ہماری جماعت کا ہی فرض ہے حقیقت یہ ہے کہ ساری دُنیا میں صحیح طور پر تبلیغ اسلام کرنے کے لئے ہمیں لاکھوں مبلّغوں اور کروڑوں روپیہ کی ضرورت ہے۔ جب مَیں رات کو اپنے بستر پر لیٹتا ہوں تو بسا اوقات سارے جہان میں تبلیغ کو وسیع کرنے کے لئے مَیں مختلف رنگوں میں اندازے لگاتا ہوں۔ کبھی کہتا ہوں ہمیں اتنے مبلّغ چاہئیں اور کبھی کہتا ہوں اتنے مبلّغوں سے کام نہیں بن سکتا اس سے بھی زیادہ مبلّغ چاہئیں۔ یہانتک کہ بعض دفعہ بیس بیس لاکھ تک مبلّغین کی تعداد پہنچا کر مَیں سو جایا کرتا ہوں۔ میرے اس وقت کے خیالات کو اگر ریکارڈ کیا جائے تو شاید دنیا یہ خیال کرے کہ سب سے بڑا شیخ چلّی مَیں ہوں۔ مگر مجھے اپنے خیالات اور اندازوں میں اتنا مزہ آتا ہے کہ سارے دن کی کوفت دُور ہو جاتی ہے۔ مَیں کبھی سوچتا ہوں کہ پانچ ہزار مبلّغ کافی ہوں گے پھر کہتا ہوں پانچ ہزار سے کیا بن سکتا ہے دس ہزار کی ضرورت ہے۔ پھر کہتا ہوں دس ہزار بھی کچھ چیز نہیں جاوا میں اتنے مبلّغوں کی ضرورت ہے، سماٹرا میں اتنے مبلّغوں کی ضرورت ہے، چین اور جاپان میں اتنے مبلّغوں کی ضرورت ہے۔ پھر مَیں ہر ملک کی آبادی کا حساب لگاتا ہوں اور پھر کہتا ہوں یہ مبلّغ بھی تھوڑے ہیں اس سے بھی زیادہ مبلّغوں کی ضرورت ہے یہاں تک کہ بیس بیس لاکھ تک مبلّغوں کی تعداد پہنچ جاتی ہے۔ اپنے ان مزے کی گھڑیوں میں مَیں نے بیس بیس لاکھ مبلّغ تجویز کیا ہے۔ دُنیا کے نزدیک

؎۱ "الفضل" ۱۷ فروری ۱۹۶۰ء صفحہ ۲ ؎۲ "الحکم" ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۷، تذکرۃ طبع دوم

میرے یہ خیالات ایک واہمہ سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں رکھتے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو چیز ایک دفعہ پیدا ہو جائے وہ مرتی نہیں جب تک اپنے مقصد کو پورا نہ کرے۔ لوگ بیشک مجھے شیخ چلّی کہہ لیں مگر میں جانتا ہوں کہ میرے ان خیالات کا خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ فضا میں ریکارڈ ہوتا چلا جا رہا ہے اور وہ دن دُور نہیں جب اللہ تعالیٰ میرے ان خیالات کو عملی رنگ میں پُورا کرنا شروع کر دے گا۔ آج نہیں تو آج سے ساٹھ یا سو سال کے بعد اگر خدا تعالیٰ کا کوئی بندہ ایسا ہوا جو میرے ان ریکارڈوں کو پڑھ سکا اور اُسے توفیق ہوئی تو وہ ایک لاکھ مبلّغ تیار کر دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کسی اَور بندے کو کھڑا کر دے گا جو مبلّغوں کو دو لاکھ تک پہنچا دے گا۔ پھر کوئی اَور بندہ کھڑا ہو جائے گا جو میرے اس ریکارڈ کو دیکھ کر مبلّغوں کو تین لاکھ تک پہنچا دے گا۔ اس طرح قدم بقدم اللہ تعالیٰ وہ وقت بھی لے آئے گا جب ساری دُنیا میں ہمارے بیس لاکھ مبلّغ کام کر رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس سے پہلے کسی چیز کے متعلق امید رکھنا بے وقوفی ہوتی ہے۔ میرے یہ خیال بھی اب ریکارڈ میں محفوظ ہو چکے ہیں اور زمانہ سے مِٹ نہیں سکتے۔ آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں میرے یہ خیالات عملی شکل اختیار کرنے والے ہیں۔"[1]

---

[1] "الفضل" ۲۸ راگست ۱۹۵۹ء صفحہ ۶-۷ (تقریر فرمودہ ۲۸ راگست ۱۹۴۵ء)

دُوسرا باب

عراق میں شیخ احمدؐ فرقانی کی شہادت سے لیکر سالانہ جلسہ ۱۹۳۵ء تک

خلافتِ ثانیہ کا بائیسواں سال[1]

رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ تا شوال ۱۳۵۴ھ

جنوری ۱۹۳۵ء تا دسمبر ۱۹۳۵ء

فصل اوّل

تحریک جدید کے کارناموں پر طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد اب ہم واقعاتی ترتیب کے پیش نظر ۱۹۳۵ء کی طرف پلٹتے ہیں

عراق میں شیخ احمدؐ فرقانی کی المناک شہادت

جنوری ۱۹۳۵ء کے وسط میں عراق کے ایک نہایت مخلص احمدی حضرت شیخ احمد فرقانی کا سانحہ شہادت پیش آیا جس کی اطلاع ایک احمدی عرب نوجوان الحاج عبداللہ صاحب[2] کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں پہنچی۔ چنانچہ انہوں نے ۱۰ شوال ۱۳۵۳ھ (مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۳۵ء) کو عریضہ لکھا کہ آج بغداد سے ایک خط موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ شیخ احمد فرقانی جو عرصہ دس سال سے احمدیت کی وجہ سے مخالفین کے

---

[1] "تاریخ احمدیت" جلد ہفتم میں دراصل خلافتِ ثانیہ کے اکیسویں سال تک کے حالات محفوظ کئے جا چکے ہیں لیکن اس جلد کے صفحہ ۱۰۰ پر عنوان "خلافت ثانیہ کا بیسواں سال" درج ہونے سے رہ گیا ہے اور صفحہ ۱۵۱ سے اگرچہ اکیسویں سال کے حالات شروع ہوتے ہیں مگر عنوان میں "اکیسویں سال" کی بجائے بیسواں سال لکھا گیا ہے جو سہو ہے۔ (مرتب)

[2] یہ نوجوان ایک لمبا عرصہ قادیان میں علم دین سیکھنے کے بعد اُن دنوں اپنے وطن میں مصروف تبلیغ تھے۔

ظلم و ستم برداشت کرتے آ رہے تھے اور جن کا عراقیوں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا، شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ بغداد سے قریباً دو سو میل کے فاصلہ پر لواء کرکوک گاؤں میں بود و باش رکھتے تھے جب مَیں بغداد میں تھا تو وہ کئی ہفتے میرے پاس آ کر رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیحد محبت اور اخلاص رکھتے تھے۔ حضور کے فارسی و عربی اشعار سنکر وجد میں آجاتے اور زار و قطار رونے لگتے تھے۔[1]

حضرت امیر المومنینؓ کا سفر گورداسپور اور اخلاص و فدائیت کے ایمان افروز منظر

اس سال کے ناقابل فراموش واقعات میں سے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وہ دو سفر ہیں جو حضور نے مولوی سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے مقدمہ میں شہادت کے لئے مارچ ۱۹۳۵ء کے آخری ایام میں اختیار فرمائے تھے۔ ان تاریخی سفروں کے تفصیلی حالات اخبار "الحکم" (قادیان) کے نامہ نگار کے الفاظ میں درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

پہلا سفر:-

"عطاء اللہ بخاری کے مقدمہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے نام بھی بطور گواہ صفائی سمن تقسیم کیا گیا تھا جو حضور کے بلند مقام کو دیکھتے ہوئے خود ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس مقیم قادیان نے مع انچارج صاحب چوکی قادیان تقسیم کیا۔

حضور کی روانگی کی خبر معلوم ہونے پر قادیان اور نواح کے احمدیوں میں اس امر کا شدید جوش موجزن تھا کہ وہ اپنے امام کے ساتھ جائیں اور انہیں اندیشہ تھا کہ منتظمین ان کو روک نہ دیں۔ اس لئے لوگ بار بار پوچھتے تھے کہ کیا ہم کو جانے دیا جائے گا یا نہیں۔ لوگوں کے اس جوش کا احساس کرتے ہوئے ذمہ وار افسروں نے احباب جماعت کو روکنا پسند نہیں کیا۔ جانے والوں کی کثرت دیکھ کر نیشنل لیگ نے ۸۰۰ آدمیوں کے لئے سپیشل ٹرین ریزرو کرانے کا انتظام کیا۔

۲۳ کی صبح قادیان میں ایک غیر معمولی صبح تھی۔ چونکہ حضرت اقدس نے موٹر کار کے ذریعہ جانا تھا اس لئے نوجوانوں کی ایک بڑی جماعت نے حضور کی کار کی حفاظت کے لئے سائیکلوں پر جانے کی خواہش کی جو منظور کر لی گئی۔

---

[1] "الفضل" ۱۴ فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۴۔ حضرت احمد الفرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے "مَصَائِبُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَبْرَارِ عَلٰی اَیْدِی السَّفَلَةِ وَالْاَشْرَارِ" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی جو چھپ نہ سکی۔ اس کتاب کا ایک قیمتی اقتباس مولانا ابوالعطاء صاحب نے اپنے رسالہ "البشریٰ" (ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۲۶ - ۲۷) میں شائع کر دیا تھا۔

سائیکلسٹوں کی پندرہ پارٹیاں ترتیب دی گئیں جو حضور کی کار کے ساتھ تھیں۔ ڈیڑھ سَو کے قریب یہ نوجوان تھے۔ صبح ۸ بجے حضور کی کار شاندار طریق سے روانہ ہوئی۔ بائیسکل سوار آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں حضور کی کار کو گھیرے ہوئے تھے۔

سپیشل ٹرین ۷ بجکر ۴۲ منٹ پر روانہ ہونے والی تھی، ہزار ہا کی تعداد میں احمدی اس وقت اسٹیشن کے اندر باہر کھڑے تھے۔ ہر شخص کے چہرے پر اس امر کی خوشی اور مسرت جھلک رہی تھی کہ اس کو اپنے آقا کی معیت کا شرف حاصل ہوگا۔ چونکہ نیشنل لیگ نے بحیثیت مجموعی گاڑی کا کرایہ ادا کر دیا تھا اور ہر محلہ کیلئے ایک خاص ٹکٹ جاری کر دیئے تھے جن پر نظارت امور عامہ کی مُہر تھی اور اُن پر نمبر لکھ دیئے گئے تھے تاکہ ریلوے والوں کو مسافروں کی گنتی میں کسی قسم کی دقّت نہ ہو سکے۔

گاڑی ٹھیک سات بج کر ۴۵ منٹ پر روانہ ہوئی۔ گاڑی میں اس قدر بھیڑ تھی کہ بہت سے لوگ گورداسپور تک کھڑے کھڑے اور بہت سے اُوپر تختوں پر بیٹھ کر گئے۔ گاڑیاں کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔

روانگی کے وقت ہر ایک کمرے میں لوگوں نے رقّت سے دُعائیں کیں۔ الغرض دُعاؤں کے ساتھ گاڑی روانہ ہوئی۔ قادیان سے چل کر بٹالہ سٹیشن پہ گاڑی کھڑی ہوئی۔ پولیس نے ریلوے لائن پہ گاڑی کی حفاظت کیلئے باوردی سپاہی کھڑے کئے ہوئے تھے۔ سٹیشن پر سب انسپکٹران پولیس کے علاوہ رائیصاحب پنڈت جواہر لال صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ خود باوردی موجود تھے۔ بٹالہ میں گاڑی کے انجن کا رُخ تبدیل کیا گیا اور گاڑی گورداسپور روانہ ہوئی جہاں گاڑی ۹ بجکر ۴۵ منٹ پر پہنچ گئی۔

جماعت کا یہ بے پناہ ہجوم نہایت پُرامن طریق سے جلوس کی شکل میں نکلا۔ پہلے اس سڑک کی طرف گیا جہاں سے حضرت اقدس نے تشریف لانا تھا۔ جلوس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرانے پُرانے صحابی اور بوڑھے بڑے بوڑھے اور بعض نابینا لوگ بھی موجود تھے۔ اُن کے اخلاص کی اس حالت کو دیکھ کر میرے دل میں ایک قسم کی رقّت پیدا ہوتی تھی۔ اس جلوس کو سینکڑوں لوگ اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر دیکھ رہے تھے۔ جلوس مختلف سڑکوں سے گذر کر اس جگہ پہنچا۔ جہاں سے حضرت کی موٹر گذرنے والی تھی مگر افسوس ہے کہ موٹر دو چار منٹ پہلے گذر گئی۔ آخر یہ جلوس چودھری شیخ محمد نصیب صاحب کی کوٹھی پر پہنچا جہاں حضرت اقدس قیام فرما تھے۔

ناظر صاحب ضیافت جناب میر محمد اسحاق صاحب دو دن پہلے سے بمع اپنے ایک خاص سٹاف کے یہاں

موجود تھے۔ ان کے انتظام نے گورداسپور میں سالانہ جلسہ کی جھلک دکھا دی۔

میر صاحب خاص قابلیتوں اور خوبیوں کے آدمی ہیں۔ انتظامی معاملات کو وہ اس حُسن وخوبی سے سرانجام دیتے ہیں کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ کام بالکل ہلکا اور آسان ہے۔ میر صاحب نے ان تمام مشکلات کو مدِنظر رکھتے ہوئے جو ایسے موقعوں پر اور ایسی معاندانہ حالتوں میں پیش آجایا کرتی ہیں، سارا سامان لنگرخانہ قادیان سے گورداسپور بھجوا دیا تھا۔ اسّی دیگیں اور سینکڑوں بالٹیاں، لوٹے، آبخورے، چٹائیاں، تھالیاں، پیالے، رکابیاں، لیمپیں، پانی کے حمام، الغرض ہر قسم کا سامان بافراط مہیّا کر دیا گیا تھا۔

کوٹھی کے وسیع میدان میں دریاں اور چٹائیاں بچھا کر اس پر دسترخوان بچھا دیئے گئے تھے۔ کوٹھی کے سامنے کی طرف ایک چاندنی کا پردہ لگا دیا گیا تھا اور کئی ہزار آدمیوں کے بیٹھنے کے لئے چاندنیاں[ل] تان دی گئی تھیں کوٹھی کے گرد نوجوان لڑکوں کا پہرہ اس لئے لگا دیا گیا تھا تاکہ کوئی سامان وغیرہ چُرا نہ سکے جو بافراط ہر جگہ پھیلا پڑا تھا۔

احباب کے پہنچنے سے پہلے کھانا پک کر تیار ہو چکا تھا۔ کھانے میں صرف پُلاؤ پکوایا گیا تھا جو ہر طرح سے عمدہ اور مرغوب الطبع تھا۔

میر صاحب کے سٹاف میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل، مولوی ارجمند خاں صاحب مولوی فاضل اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ والنٹیئر اور معاونین نہایت اخلاص سے کھانا کھلاتے تھے اور سب مہمانوں سے شریفانہ برتاؤ کرتے تھے۔ اس سارے سٹاف کی نگرانی میر صاحب خود کر رہے تھے۔

اس تقریب پر بہت دُور دُور سے مہمان آئے تھے۔ بٹالہ، امرتسر، لاہور، شیخوپورہ، گجرات، فیروزپور، گوجرانوالہ، ملتان کے علاوہ کشمیر اور سرحد تک کے لوگ موجود تھے۔ فخرِ قوم چودھری ظفراللہ خاں صاحب، پیر اکبر علی صاحب ممبر کونسل، خان بہادر شیخ رحمت اللہ خاں صاحب، چودھری عبداللہ خاں صاحب، چودھری اسداللہ خاں صاحب، چودھری شکراللہ خاں صاحب، سید انعام اللہ شاہ صاحب مالک وایڈیٹر دورِ جدید، سید دلاور شاہ صاحب سابق ایڈیٹر مسلم آؤٹ لک، خان عبداللہ خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ، لیفٹیننٹ سردار نذر حسین صاحب، مستری حاجی موسیٰ صاحب نیلہ گنبد، شیخ محمد حسین صاحب ملتان، خان بہادر غلام محمد خاں صاحب آف گلگت، خواجہ محمد شان صاحب آف سرینگر، مسٹر غلام محمد صاحب اختر آف لاہور وغیرہ وغیرہ قابلِ ذکر احباب موجود تھے۔

[ل] چاندنی: شامیانہ، سائبان (جامع اللغات)

قادیان سے تو سات آٹھ سو احباب گئے جن میں سے چند احباب کا ذکر خاص طور پر کر دینا مناسب ہوگا۔

چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے ناظر اعلیٰ، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے، حضرت مرزا شریف احمد صاحب، مرزا گل محمد صاحب، خانصاحب فرزند علی خاں صاحب ناظر امور عامہ، جناب میر محمد اسحاق صاحب ناظر ضیافت، جناب شیخ یوسف علی صاحب اسسٹنٹ ناظر امور عامہ، مولانا شمس صاحب اسسٹنٹ ناظر تبلیغ، مولوی عبد المغنی صاحب ناظر بیت المال، خانصاحب برکت علی خاں صاحب، میرزا عبد الغنی صاحب گورنمنٹ پنشنر کینیا کالونی، مرزا محمد شفیع صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ، مولانا شیر علی صاحب بی۔اے، ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے ایڈیٹر ریویو، جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر "فاروق" جناب خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر "الفضل"، شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر "الحکم"، مولانا نیرّ صاحب، مولانا محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر، چودھری غلام محمد صاحب پریذیڈنٹ سمال ٹاؤن کمیٹی، ہیڈ ماسٹر صاحب مدرسہ احمدیہ، ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب میڈیکل آفیسر قادیان، پریذیڈنٹ صاحب نیشنل لیگ قادیان، مولوی غلام مجتبیٰ صاحب پریذیڈنٹ لوکل کمیٹی قادیان، مولوی فضل الدین صاحب، ملک عبد الرحمن صاحب خادم .. .. صاحبزادہ ابو الحسن صاحب قدسی .. .. ، مہاشہ فضل حسین صاحب وغیرہ وغیرہ آٹھ سو احباب موجود تھے۔

گورداسپور میں اس موقع کے لئے حکومت نے لاہور اور امرتسر سے بہت سی ایڈیشنل پولیس منگوائی ہوئی تھی جس نے کچہری کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا اور کچہری کے ایک خاص حصے پر جس طرف حضرت اقدس کی موٹر نے کھڑا ہونا تھا کسی شخص کو جانے نہیں دیتی تھی۔

احمدیہ پبلک کو یہ سُنکر سخت مایُوسی ہوئی کہ پولیس نے لوگوں کو کچہری کے کمپونڈ میں جمع ہونے سے روک دیا ہے۔ باوجود اس کے ہزارہا انسان سٹیشن سے کچہری آنے والی سڑک پر کھڑے تھے۔ میرے دل پر ایک رقت آمیز حالت طاری ہوئی جبکہ مَیں نے اس زمرے میں بعض نابینا اور سخت کمزور بڈھوں کو دیکھا جو فرطِ محبت سے چلے آئے تھے اور اپنے آقا کے انتظار میں کھڑے تھے۔

حضرت اقدس ٹھیک وقت مقررہ پر کچہری کے کمپونڈ میں پہنچ گئے تھے جب اُن کی موٹر جا کر رُک گئی تو اس وقت پولیس نے فوراً اس طرف کے راستے روک دیئے۔ پولیس کے چند سپاہی کچہری کے احاطہ میں پھر رہے تھے اور اگر کسی جگہ کوئی اجتماع ہو جاتا تو اُسے روک دیتے اور منتشر کر دیتے تھے۔

سی۔ آئی۔ ڈی کے آدمی بھی نمایاں طور پر نظر آتے تھے خصوصاً آغا رشید صاحب سب انسپکٹر سی۔ آئی۔ ڈی بہت واضح طور پر چکر کاٹ رہے تھے۔

احرار کے متعلق معلوم ہوا کہ ۲۲ مارچ کو بروز جمعہ مولوی عطاء اللہ بخاری نے خطبہ جمعہ گورداسپور میں پڑھا اور کہا کہ اگر میں زندہ بچ کر آگیا تو میں تم کو تمہارے مکانوں میں آکر ملوں گا۔ تمہارے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے مدرسے بناؤں گا اور یہ کروں گا اور وہ کروں گا۔ احراریوں کی طرف سے کئی ایک مولانے آئے ہوئے تھے۔ جن میں مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھیں ضلع جہلم بھی تھے۔ مولوی کرم الدین نے اس مقدمہ میں آکر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ایک اور مماثلت پوری کر دی اور وہ یہ کہ جس طرح کرم الدین کے مقدمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عزت سے نوازا اور ہزاروں آدمیوں کے سامنے کرم الدین کو ذلیل کیا حالانکہ وہ آپ کی ذلت دیکھنے کا متمنی تھا اسی طرح خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو بتا دیا کہ وہ سلسلہ اب کس طرح بڑھا اور پھلا پھولا ہے اور کس طرح آج اُس دن کی نسبت بیسیوں گنا زیادہ لوگ جمع ہیں۔ جس طرح کرم الدین نے آکر ہم پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ اور عطاء اللہ ایک ہی ہیں اسی طرح مسیح موعودؑ اور خلیفۃ المسیح ایک ہی ہیں۔ احمدیوں کو جب معلوم ہوا تو وہ جوق در جوق اس شخص کو دیکھنے جاتے تھے جس کے سبب خدا کے برگزیدہ مسیح کی صداقت کے بیسیوں نشان ظاہر ہوئے اور خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل کے دشمنوں کی صفِ اوّل میں لڑا اور ناکام و نامراد ہوا۔ مولانا انور صاحب بوتالوی نے اس کی تصویر[1] بھی لی۔ تاکہ آئندہ نسلوں کے لئے باعثِ عبرت ہو۔

احراری کہلانے والوں میں ایک طبقہ ایسے لفنگوں کا تھا جو کوشش کرتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح احمدیوں کے گلے پڑے مگر پولیس نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا۔ ہندوؤں اور سکھ معززین کی ایک بڑی جماعت حضرت امیر المومنین کو دیکھنے کے لئے بیقرار تھی اور وہ پوری بیقراری سے کئی گھنٹے انتظار میں کھڑی رہی۔ . . . . .

. . . حضرت امیر المومنین جب عدالت کے کمرے میں داخل ہوئے، دیوان سکھ آنند صاحب سپیشل مجسٹریٹ نے حضور کا پورا احترام کیا اور حضور کو کرسی پیش کی۔ حضور کے ساتھ حسب ذیل حضرات کو اندر جانے کا شرف حاصل ہوا جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب، چوہدری اسد اللہ خاں صاحب، پیر اکبر علی صاحب ممبر کونسل، شیخ بشیر احمد صاحب، مرزا عبد الحق صاحب بی۔ اے وکیل، چوہدری نصیر الحق صاحب بی۔ اے وکیل، ایڈیٹر صاحب الفضل، ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم۔ . . . .

---

[1] محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے اصحاب احمد جلد اوّل ص۳۳ پر یہ تصویر شائع کر دی ہے۔

حضور کا عدالت سے نکلنا تھا کہ ہزاروں انسانوں کا جم غفیر جو عدالت کے سامنے جمع تھا، پروانہ وار اپنے آقا و مُرشد کی موٹر کے گرد جمع ہو گیا اور وہ دیوانہ وار حضور کی موٹر کے ساتھ دوڑنے لگا۔

عدالت سے لیکر شیخ محمد نصیب کی کوٹھی تک تقریباً پون میل کا فاصلہ ہو گا۔ وہ تمام خدام سے بھرا ہوا تھا۔ ان لوگوں کی اپنے امام کو دیکھ کر یہ حالت ہو رہی تھی کہ وہ بے اختیار مسرت اور خوشی سے بھر جاتے تھے۔ اُن کے چہروں پر سینکڑوں عیدوں کی خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔ ہر شخص بڑھ بڑھ کر السلام علیکم کا ہدیہ پیش کر رہا تھا۔ حضور اپنے خدام کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرماتے اور بار بار وعلیکم السلام فرماتے۔

کیمپ میں داخل ہو کر حضور نے کھانا تناول فرمایا اور پھر نماز با جماعت ادا فرمائی۔ کوٹھی کا وسیع پنڈال نمازیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور سب کے سب لوگ اپنے آقا کے ساتھ اپنے مالکِ حقیقی کے حضور سربسجود ہو گئے۔ نماز کے بعد پھر حضور عدالت کو تشریف لے گئے۔

کیمپ میں ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے حاضرین کے وقت کو مفید کام میں لگانے اور تبلیغی اغراض کیلئے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں متعدد نظموں کے علاوہ مولانا جلال الدین صاحب شمس نے ایک عالمانہ تقریر کی جس میں ہزار ہا کی حاضری تھی اور سامعین نے مولانا کی تقریر کو بہت توجہ سے سُنا اور فائدہ حاصل کیا۔

احرار گورداسپور کی وسعتِ اخلاق کا اس سے پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے گورداسپور کے سقوں کو پانی بہم پہنچانے سے روک دیا اور وہ ایسے وقت میں پانی سے انکار کر کے چلے گئے جبکہ بہتیرے لوگ ابھی کھانا کھا رہے تھے اور ہزار ہا بندگانِ خدا نے ابھی وضو کرنا تھا۔ مگر منتظمین کی جواں ہمتی قابلِ داد ہے کہ انہوں نے بیسیوں والنٹیئر لگا کر پولیس لائن کے کنوئیں سے پانی بھر لیا۔ حضور نے دوبارہ پانچ بجے عدالت سے واپس آنا تھا۔ پانچ بجے سے پیشتر ہی احباب جوق در جوق عدالت کی طرف جانے لگ گئے اور پہلے کی طرح حضور کی موٹر کے ساتھ ہزار ہا مشتاقانِ دید دوڑتے ہوئے کیمپ تک آئے۔ حضور نے کیمپ میں داخل ہو کر اپنے خدام میں تقریر فرمائی اور پیش آمدہ مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"مومنوں کو مشکلات سے گھبرانا نہیں چاہئیے کیونکہ ہم دُنیا پر غالب آئیں گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نبی کے ماننے والوں پر زلزلے آئیں گے۔ اگر کہا جاتا کہ نبی کے ماننے والوں کے لئے پھولوں کی سیج بچھائی جائے گی۔ تب تو کہا جا سکتا تھا کہ ہمیں مشکلات کیوں پیش آتی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی سُنت یہ ہے کہ وہ انبیاء کی جماعتوں کو کانٹوں پر گزارتا ہے تو ہمیں سمجھ لینا چاہئیے کہ ہم پر بھی مشکلات

آئیں گی، مصائب آئیں گے۔ مگر آخر کامیابی ہمارے لئے ہے۔ آپ لوگ عبادتیں کریں، دُعائیں مانگیں۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت اپنے دل میں پیدا کریں۔"

آخر میں اس موقعہ پر آنے والے احباب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا:-

"مَیں سب دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں انکا بھی جو آج نئے انکا بھی جو پرسوں آئیں گے۔ مَیں تمام سفر میں دُعا کرتا آیا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان تمام دوستوں پر جو آج آئے اپنے خاص خاص فضل نازل فرمائے اور ان پر بھی فضل نازل کرے جو پرسوں آئیں گے"

۱۱ بجے کے بعد سپیشل ٹرین قادیان کو روانہ ہوئی اور حضور بذریعہ موٹر قادیان تشریف لائے جس سڑک سے موٹر گذری وہاں جاتے اور آتے ہوئے پولیس کا انتظام تھا۔"[1]

دُوسرا سفر:-

"مقدمہ کی دوسری تاریخ ۲۵ مارچ تھی۔ دشمنانِ سلسلہ کا خیال تھا کہ پہلے دن تو احمدی سپیشل ٹرین لے کر آگئے ہیں۔ اب کہاں آئیں گے اور حضرت امیرالمومنین کو شاید اس دفعہ تنہا آنا پڑے گا۔ مگر جماعت میں اس قدر جوش تھا کہ لوگ یہ کہتے تھے کہ اگر ایک ماہ تک بھی ہم کو اسی طرح آنا پڑے گا تو ہمارے اخلاص و محبت میں کمی نہیں آئے گی۔ جماعت کے اس اخلاص کو دیکھ کر اور پُر زور مطالبہ کو سُنکر نیشنل لیگ کو ریلوے کو پھر تار دینی پڑی کہ گاڑی بھیجی جائے۔

چونکہ گاڑی کے متعلق مشہور تھا کہ وہ ساڑھے چھ بجے روانہ ہوگی اس لئے جماعت کے افراد اور قریب قریب کی جماعتوں کے سینکڑوں آدمی علی الصباح سٹیشن پر پہنچ گئے تھے۔

سٹیشن کا نظارہ بڑا دلفریب تھا۔ سینکڑوں آدمیوں کا اجتماع سٹیشن پر ..... سالانہ جلسہ کی شان کا منظر پیدا کر رہا تھا۔ الفضل فروخت کرنے والے لڑکوں کی آوازیں ساکنینِ قادیان کے کانوں کو بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ یہ وہ بستی تھی جہاں کسی زمانہ میں معمولی خورد و نوش کی اشیاء تک میسّر نہ آتی تھیں۔ آج یہ حالت ہے کہ قادیان ہفتہ وار اخباروں کے علاوہ روزانہ اخبار کی اشاعت کا مرکز بنا ہوا ہے اور دیگر شہروں کی طرح ہم سُن رہے ہیں کہ لڑکے شور مچا رہے ہیں "آج کا تازہ پرچہ الفضل" ہماری یہ کامیابیاں دشمنوں کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹک رہی تھیں۔ دُور دُور تک لوگوں کی قطاریں افواج در افواج اور جوق در جوق سٹیشن کی طرف آرہی تھیں۔

---

[1] "الحکم" ۲۸ مارچ - ۷ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۵-۷۔

روانگی کا جب وقت آیا تو عازمین گورداسپور نے دُعاؤں کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور نہایت خشوع اور خضوع سے بارگاہِ ایزدی میں گڑگڑانے لگے۔ دُعا کے ساتھ فدایان کو لے کر یہ گاڑی گورداسپور کو پونے آٹھ بجے روانہ ہوئی گاڑی اس قدر کھچا کھچ بھری ہوئی تھی کہ بہت سے لوگوں کو گورداسپور تک بیٹھنے کی جگہ نہ ملی۔

بٹالہ میں پہنچکر گاڑی نے انجن کا رُخ بدلنا تھا۔ اس لئے چند منٹ کا گاڑی کو قیام کرنا تھا۔ اس لئے سینکڑوں کی تعداد میں احباب گاڑی سے اُتر کر ٹہلنے لگے جس سے تمام سٹیشن بھر گیا۔ اس نظارہ کو دیکھنے کے لئے بہت سے غیر احمدی بھی سٹیشن پر جمع ہوگئے تھے جو پلیٹ فارم کے باہر سے دیکھ رہے تھے۔

حسب معمول اس دفعہ بھی جلوس کی شکل میں یہ قافلہ گورداسپور میں داخل ہوا۔ اور کیمپ میں جا کر اور کھانا کھا کر لوگ جوق در جوق عدالت کی طرف چل دیئے اور اس وقت تک وہیں کھڑے رہے۔ جبتک امیرالمومنین واپس تشریف نہیں لائے۔ حضور کی واپسی پر آج بھی مشتاقانِ زیارت موٹر کے ساتھ دوڑے اور حضور کے دیکھنے سے سب کے چہروں پر خوشی اور مسرت کی لہریں چمکتی ہوئی نظر آتی تھیں۔

حضور نے کیمپ میں آکر کھانا تناول فرمایا اور ہزارہا آدمیوں کو ساتھ لے کر نماز پڑھی۔ حضور دو بجے پھر تشریف لے گئے۔ آج بھی حضور کے جانے کے بعد ناظر صاحب دعوۃ وتبلیغ کی زیر صدارت حسب معمول جلسہ ہوا جس میں مولانا جلال الدین صاحب شمس اور مولانا ظہور حسین صاحب نے تقریریں کیں۔ مولانا شمس نے حضرت مسیح موعودؑ کی مسیح ناصری سے مماثلت پیش کرتے ہوئے بتلایا کہ پہلے مسیح پر متوازی حکومت قائم کرنے کا الزام تھا۔ جیسے وہ الزام غلط تھا ویسے ہی یہ الزام غلط ہے۔ مگر اس الزام نے ایک اور مماثلت کو ثابت کر دیا۔

حضور کی واپسی کے وقت تک تمام مشتاقان دید پھر عدالت سے لے کر کیمپ تک جمع ہوگئے اور حضور کا پُرجوش طریق سے استقبال کر رہے تھے۔ حضور نے واپسی پر چند الفاظ میں تقریر فرمائی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

حضور نے فرمایا کہ:-

آج شہادت تو ختم ہو چکی ہے مگر پھر پرسوں کی تاریخ جرح کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ احباب کو اس تکلیف سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ ان کے مقابلہ میں جو انعامات اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر فرمائے ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر وہ انعامات انسان کے سامنے رکھ دیئے جائیں تو انسان یہی کہے گا کہ اے میرے رب میری تو صرف یہی خواہش ہے کہ مَیں زندہ کیا جاؤں اور پھر تیری راہ میں مارا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر تیری راہ میں مارا جاؤں اور یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے۔

تقریر کے بعد آپ نے احباب کو مصافحہ کا شرف بخشا اور پھر فرمایا کہ چونکہ اب گاڑی کا وقت بہت تنگ ہو چکا ہے اس لئے میں سب دوستوں کو جانے کی اجازت دیتا ہوں۔

اس کے بعد حضور بذریعہ موٹر واپس تشریف لے گئے اور سائیکل سوار والنٹیرز آگے اور پیچھے تھے اور خدام بذریعہ ریل واپس آ گئے۔

چونکہ ۲۷ مارچ کو حضور نے سرکاری وکیل کی مکرر جرح کے لئے تشریف لانا تھا اس لئے احباب ۲۷ کو حضور کی معیت میں گورداسپور آنے اور حضور کے ساتھ رہنے کے لئے پُرجوش جذبہ لے کر واپس آئے۔"[1]

تیسرا سفر :۔

"تیسری مرتبہ حضور ۲۷ مارچ کو شہادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سفر کے حالات بھی بالکل پہلے سفروں جیسے تھے مگر ان میں حسب ذیل اضافہ کیا جاتا ہے۔

فدائیان احمدیت کی عزت افزائی | آج کے روز حضرت اقدس نے اپنے خدام کی عزت افزائی کیلئے بذریعہ ریل جانا منظور فرمایا۔ حضور بھی تھرڈ کلاس کے ڈبے میں سوار تھے اور اس طرح تمام احمدی مسافروں کی جو تیسرے درجے کا سفر کرتے ہیں عزت کو بڑھا دیا اور اب ہماری جماعت کے کسی غریب مسافر کو افسوس نہ ہوگا کہ وہ کیوں تیسرے درجے میں سفر کرتا ہے۔ کیونکہ اُسے معلوم ہوگا کہ اس کے سید و مولیٰ اپنے فدائیوں کے ساتھ تیسرے درجے میں سفر فرما چکے ہیں۔ حضور خدام کے اس زبردست جلوس میں گورداسپور کے سٹیشن سے کیمپ میں وارد ہوئے جہاں تھوڑی دیر قیام فرما کر حضور عدالت میں تشریف لے گئے۔ آج پہلے ہی وقت میں حضور فارغ ہو گئے۔

جلسہ | نماز ظہر کے بعد ۳ بجے کوٹھی کے وسیع احاطہ میں زیر صدارت ناظر صاحب تبلیغ جلسہ ہوا۔ اس جلسہ کا پروگرام جناب مرزا عبدالحق صاحب (رفنی) صدر انجمن احمدیہ گورداسپور کی طرف سے چھاپ کر شائع کر دیا ہوا تھا اس پروگرام کے ماتحت مولوی محمدؐ نذیر صاحب مولوی فاضل نے پیشگوئیوں پر اعتراضات کے اصولی جواب اور مولانا شمس صاحب نے حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے اُن اعتراضات کا جواب دیا جو ایک روز قبل گورداسپور میں اپنی ایک تقریر کے دوران میں سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام (پر) کئے تھے۔ ۵ بجے حضرت امیرالمومنین جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور ایک عظیم الشان تقریر ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا ٭ پر (حقائق و معارف سے پُر) فرماتے ہوئے احمدیت کی سچائی کو ایسے طریق سے پیش کیا جو

---

[1] "الحکم" ۲۸ مارچ - ۷ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۷۔

ہر شخص کے ذہن نشین ہوگیا۔ آج کے جلسہ میں گورداسپور کے ہندو، سکھ، عیسائی معززین کثرت سے شریک ہوئے ۶ بجے حضور نے تقریر ختم فرمائی اور دُعا پر جلسہ ختم ہوا۔

بیعت کرنے والے ان تین ایام میں ۹۰ اشخاص داخل سلسلہ حقہ ہوئے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ (آمین)

ریلوے میں نظارت امور عامہ کے ٹکٹ اور چیکر نظارت امور عامہ نے تین روز تک اپنی طرف سے ٹکٹ جاری کئے جن پر نمبر دے دیئے تھے تاکہ معلوم ہوسکے کہ کس قدر آدمی سفر کر رہے ہیں اور اس امر کے معلوم کرنے کیلئے کہ کوئی بغیر ٹکٹ سفر نہ کرے۔ خاص طور پر ٹکٹ چیک کرنے کے لئے آدمی مقرر کر رکھے تھے۔ اس طرح یہ سفر نہایت خیروخوبی سے ۲۷ مارچ کی شام کو ختم ہوگیا۔ احرار یا ان کے معاونین نے جو سازش سلسلہ کے خلاف کی تھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اُن کو اس میں مُنہ کی کھانی پڑی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔" [1]

سفر گورداسپور سے متعلق غیروں کے تاثرات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مندرجہ بالا سفر احمدیت کی صداقت کا زبردست نشان تھے جسے دیکھ کر سنجیدہ طبع اور روشن خیال غیر احمدی بلکہ غیر مسلم اصحابؓ بزبان حال و قال پکار اُٹھے کہ احرار نے جس جماعت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا ادعا کر رکھا ہے وہ پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو چکی ہے اور احرار کی مخالفت اس کی قوت و شوکت میں اضافہ ہی کا موجب بنی ہے۔ اس تعلق میں بعض تاثرات کا ذکر کیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ایک مسلمان اخبار نویس کا تبصرہ ایک مسلمان اخبار نویس نے لکھا:-

"احرار یہ سمجھتے ہیں یا کم از کم دوسروں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ احمدیت کو بہت جلد فنا کر دیں گے چنانچہ وہ اسی قسم کے اعلانات شائع کر کے مسلمانوں سے کافی روپیہ جمع کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں قادیان میں جو احرار کانفرنس ہوئی اس کا مقصد بھی یہی ظاہر کیا جاتا تھا اور عوام کو یہ بتلایا جاتا تھا کہ قادیان میں احرار کی ایک کانفرنس ہوتے ہی احمدی قادیان کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور ہندوستان سے احمدیت کا قلع قمع ہو جائے گا۔ لیکن بقول شخصے ؎

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

احرار کے تمام منصوبے بگڑ گئے۔ احرار کانفرنس کے صدر امیر شریعت پنجاب، شیر خلافت ضیغم کانگریس بانی احرار کانفرنس مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے خلاف حکومت نے دو گروہوں کے درمیان

---

[1] "الحکم" ۲۸ مارچ - ۷ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۷۔

منافرت پھیلانے کے الزام میں مقدمہ چلایا۔ مولوی صاحب موصوف پر فردِ جرم عائد ہو گیا۔ انہوں نے میرزا صاحب قادیان والہ کو صفائی کی شہادت میں پیش کیا۔ تین دن تک خلیفہ صاحب کی گواہی ہوتی رہی اور تینوں دن گورداسپور میں احمدیوں کا کثیر اژدھام رہا۔ شہر میں، کچہری میں، سڑکوں پر جدھر دیکھو احمدی ہی احمدی نظر آتے تھے۔ احمدیوں کے مخالفوں میں سے کئی خلیفہ صاحب کی زیارت کے لئے آتے رہے اور اُن کی نُورانی شکل دیکھ کر محوِ حیرت ہو جاتے تھے۔ احمدیوں کے انتظامات، اُن کی تنظیم اور باہمی اتحاد کے نظارے دیکھ کر اکثر لوگ بیحد متاثر ہوئے۔ شہر اور مضافات میں خلیفہ صاحب کی گواہی اور ان کے اعلیٰ اخلاق کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ ہم نے خود گورداسپور پہنچ کر تمام حالات کا بچشم خود مطالعہ کیا اور دیکھا کہ غیر احمدی مسلمان خلیفہ صاحب سے اُن کے مریدوں کی عقیدت دیکھ کر بیحد متاثر ہو رہے تھے اور ہر طرف احمدیوں کی تنظیم، اتحاد، خلوص اور دینداری کا تذکرہ تھا۔

خلیفہ صاحب ہر روز گواہی سے فارغ ہو کر شیخ محمد نصیب صاحب کی کوٹھی کے احاطہ میں ایک مختصر سا لیکچر دیتے رہے۔ آخری دن کی گواہی کے بعد جلسہ نہایت شاندار تھا۔ ہزاروں احمدیوں کے علاوہ جلسگاہ میں غیر احمدی مسلمان ہندو اور سکھ صاحبان بھی موجود تھے جہاں میرزا صاحب نے ایک شاندار تقریر فرمائی۔ غرض مسلمانوں کے خیالات میں احمدیوں کے متعلق بڑی حد تک تبدیلی واقع ہو گئی اور احرار نے احمدیوں کے خلاف مسلمانوں کے دلوں میں جو نفرت پیدا کر رکھی تھی وہ بڑی حد تک رفع ہو گئی۔ چنانچہ اکثر لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ احمدیوں کے متعلق احراری پراپیگنڈا کی تہہ میں کچھ ذاتی اغراض ہیں ورنہ یہ لوگ باقاعدہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ شکل و صورت سے پکے مسلمان دکھائی دیتے ہیں۔ آپس میں محبت جو مسلمانوں کی خصوصیت ہے ان لوگوں میں نظر آتی ہے درآنحالیکہ دوسرے مسلمان اس نعمت سے بڑی حد تک محروم ہو چکے ہیں۔

الغرض یہ تمام باتیں ہم نے اپنے کانوں سے سُنیں اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ احرار نے قادیان میں جلسہ کر کے اور پھر مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب نے خلیفہ صاحب کو شہادت میں طلب کر کے احمدیوں کو بہت زیادہ تقویت پہنچائی ہے۔ احمدیوں کے متعلق پڑھے لکھے مسلمانوں کی رائے پہلے کی نسبت بہت اچھی ہو چکی ہے اور اکثر تعلیم یافتہ نوجوان احمدیت کے متعلق ریسرچ میں لگ گئے ہیں۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شہادت کے تینوں دنوں میں کوئی ایک سَو کے قریب غیر احمدی مسلمانوں نے بیعت کی۔ احمدیوں کو اس کامیابی پر بہت فخر ہے۔ چنانچہ چند احمدیوں نے بخاری صاحب کو امرتسر ریلوے اسٹیشن پر صاف صاف کہہ دیا کہ آپ کی مساعی ہمارے لئے عمدہ پھل لا رہی ہیں اور ہم آپ کے شکرگزار ہیں جس کے جواب میں مولوی صاحب نے فرمایا۔ ہمیں بھی سلسلہ احمدیہ سے کوئی عداوت نہیں، ہاں ہم جہاد کے متعلق مرزا صاحب کی تعلیم کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ اگر خلیفہ صاحب اس میں ترمیم کر دیں۔ تو باقی باتوں کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔" [1]

اخبار "احسان" کا نوٹ اخبار "احسان" (لاہور) نے ۲۵ر مارچ ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں لکھا:۔

" خلیفہ قادیان کے ایک ہزار مُرید سپیشل ٹرین میں آئے۔ اور چار ہزار کے قریب اشخاص ادھر اُدھر سے جمع ہو گئے۔ سب سے زیادہ تعداد لاہور سے آئی۔ مرزائی کیمپ میں کھانے کا وسیع پیمانہ پر انتظام تھا" [2]

ایک سکھ صحافی کا تبصرہ سردار ارجن سنگھ ایڈیٹر اخبار "رنگین" نے اپنی کتاب "خلیفہ قادیان" میں "خلیفہ قادیان کا استقبال" کے زیر عنوان لکھا:۔

" یہ بات تو ظاہر ہے کہ مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ آٹھ کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندہ ہیں۔ برخلاف اس کے خلیفہ قادیان کے تابعدار ایک لاکھ کے قریب ہوں گے۔ مگر ناظرین یہ سُنکر حیران ہوں گے کہ ان تاریخوں پر جبکہ خلیفہ صاحب شہادت دینے کے لئے آتے رہے۔ گورداسپور میں احمدیوں کی تعداد دس ہزار کے قریب ہوتی تھی جبکہ دوسرے مسلمان شاید ایک سَو بھی موجود نہ ہوتے تھے۔ اس سے خلیفہ صاحب اور مولوی صاحب کے اثر کا موازنہ ہو سکتا ہے کہ ایسی جماعت جس کے ارکان سارے پنجاب میں پچپن ہزار بیان کئے جاتے ہیں اپنے خلیفہ کے درشنوں کے لئے دس ہزار کی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں اور اس جماعت کے جس کے ارکان صرف گورداسپور میں ہی دس ہزار سے زائد ہیں ایک سَو بھی جمع نہیں ہوئے۔ حالانکہ مقدّم الذکر صرف گواہ کی حیثیت میں آتے ہیں اور دوسرے بزرگ پر مقدمہ بھی چل رہا ہے۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا دعوے حقیقت سے کوسوں دور ہے اور خلیفہ صاحب کے مُرید اُن کے حقیقی جان نثار اور سچے دل سے

---

[1] "الفضل" قادیان مورخہ ۵ر اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰۔ [2] بحوالہ "الفضل" ۲۱ر مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ کالم ۳۔

وفسادار ہیں۔

یہ منظر سبق آموز تھا

اس منظر کے دیکھنے سے دل پر ایک خاص اثر ہوتا تھا۔ مَیں خود آخری روز وہاں موجود تھا۔ مجھے رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ آخر اس شخص نے پہلی جون میں کون سے ایسے کرم کئے ہیں جن کے صلہ میں اسے یہ عقل کو حیران کرنے والا عروج حاصل ہوا ہے۔ میں ہی اس نظارہ کو دیکھ کر حیران نہ تھا۔ بلکہ میں نے دیکھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی (یہ) اثر لے رہے تھے۔ مَیں نے بازار میں لوگوں کو باتیں کرتے سُنا کوئی ظاہرا شان و شوکت کی تعریف کرتا تھا کوئی مُریدوں کی عقیدت کو سراہ رہا تھا۔ کوئی جماعت کی تنظیم کی داد دیتا تھا۔ کوئی کہتا تھا آخر یہ گروہ عبادت میں اور اس کے احکام کی پیروی میں امتیاز رکھتا ہے۔ الغرض مَیں نے دیکھا کہ غیر احمدی مسلمانوں میں سے بہت سے تعریفیں کر رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے دلوں پر خاص اثر ہو رہا ہے۔

آخر یہ کیوں؟

مَیں حیران تھا کہ اپنے جیسے انسان کا درشن پانے کے لئے یہ ہزارہا انسان جو سرگردان پھر رہے ہیں کیا یہ تمام غلطی یا جعل سازی کا شکار ہو رہے ہیں جبکہ ان کی اکثریت تعلیمیافتہ ہے اور ان میں بڑے بڑے تجربہ کار اور جہاندیدہ بزرگ بھی موجود ہیں۔

مَیں سوچتا تھا کہ کیا جھوٹ اور فریب سالہا سال تک پھل لا سکتا ہے پچاس سال سے زائد عرصہ ہوا جبکہ اس فرقہ کے بانی نے اپنے آپ کو دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ اگر وہ محض فریب کار تھا تو کیا فریب میں یہ طاقت ہے کہ وہ نصف صدی تک بڑھتا اور پھولتا چلا جائے یقیناً دھوکا بازی اور فریب کاری کی تو صرف اتنی ہی حیثیت ہوتی ہے کہ ؎

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

لیکن یہاں یہ حالت ہے کہ تیسرا دَور آتا ہے اور ہر دَور میں پہلے سے زیادہ قوت و طاقت کے ساتھ یہ گروہ بڑھتا اور پھولتا جا رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جماعت کے دُعاوی میں ضرور سچائی ہے اور اس گروہ کو بالضرور واہگوُروجی کی شکتی حاصل ہے۔"

احرار غور کریں

"احراری بھی ایک مذہبی جماعت ہیں۔ ان کا بھی ایک امیر شریعت ہے جس کے ہاتھ پر لوگ اسی

طرح بیعت کرتے ہیں جس طرح خلیفہ قادیان کے ہاتھ پر۔ پھر احرار اپنے آپ کو سچائی کے پاسبان سمجھتے ہیں اور قادیانی جماعت کو غلط راہ پر قرار دیتے ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ احراری امیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کے دلوں میں اپنے امیر کے لئے نہ وہ قربانی کا جذبہ ہے اور نہ ہی وہ عقیدت ہے جو خلیفہ قادیان کے مُریدوں کے دلوں میں ہے۔ کیا کبھی احرار نے غور کیا ہے کہ اس کا کیا کارن ہے کہ ان کی سچائی (جسے وہ خود سچائی قرار دیتے ہیں) وہ رنگ نہیں لارہی جو بقول احرار خلیفہ قادیان کا دجل د فریب رنگ لارہا ہے۔ کیا آجکل ایشور نے اپنا اصول بدل دیا ہے؟ اور کیا ؎

صداقت آمد و باطل رواں شد
طلوع شمس شد شپّر نہاں شد

کا کلیہ بدل گیا ہے، ہرگز نہیں ۔ واہگورو جی کے نیم اٹل ہیں۔ خدا کے قاعدے کبھی نہیں بدلتے اور میں تو میرزا جی کی اس کتھا کی تائید کرتا ہوں۔ کہ ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

اس لئے اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ احمدیہ تعلیم کے اندر کچھ ایسی کشش ضرور موجود ہے جس کی وجہ سے لوگ اس کی طرف کھینچے آرہے ہیں اور خلیفہ قادیان میں کوئی ایسے جوہر یقیناً ہیں جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور پھر لُطف یہ ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ اس جماعت میں شامل ہوجاتا ہے وہ دیوانہ ہوجاتا ہے یہانتک کہ جن لوگوں کو خلیفہ صاحب کے مذہبی عقائد سے اختلاف ہے وہ بھی آپ کی سیاسی راہنمائی کو ضروری خیال کرتے ہیں چنانچہ مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر مثلاً خواجہ حسن نظامی جو مسلمانوں کے سیاسی راہنما ہی نہیں بلکہ مذہبی گورو بھی ہیں خلیفہ صاحب سے سیاسی بل ورتن کے حق میں ہیں۔ اسی طرح میاں سر فضل حسین وغیرہ بہت سے اسلامی سیاستدان احمدیوں سے تعاون کر رہے ہیں مگر احراریوں سے کوآپریشن کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں چنانچہ احمدی مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت مسلم لیگ کانفرنس کے ممبر ہیں۔ اور یہ جماعت بھی مسلم لیگ کانفرنس کے اصولوں کی حامی ہونے کے علاوہ ہر قسم کی مدد کرتی رہتی ہے۔ الغرض سوائے جماعت احرار کے تمام مسلمان سیاستدان احمدیوں سے مذہبی عقیدوں میں اختلاف رکھنے کے باوجود ان سے

تعاون کے حق میں ہیں اور خلیفہ قادیان بیشک مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے اندر اس قدر رسوخ پیدا کر لیا ہے"[1]

انجمن حمایت اسلام اور جماعت احمدیہ

انجمن حمایت اسلام (لاہور) ایک مشہور قومی ادارہ ہے جس کی بنیاد جمادی الاول ۱۳۰۱ھ مطابق مارچ ۱۸۸۴ء میں رکھی گئی۔[2] اس قومی ادارہ سے جماعت احمدیہ کے بزرگوں کا ابتدا ہی سے بڑا گہرا تعلق رہا ہے جیسا کہ "تاریخ احمدیت" جلد چہارم صفحہ ۱۰۴-۱۰۶ میں تفصیل آچکی ہے۔ خلافت ثانیہ کے اوائل سے ۱۹۳۵ء تک انجمن سے احمدیوں کے مراسم برابر قائم رہے اور وہ اس کے پلیٹ فارم پر قومی و تعلیمی خدمات بجالاتے چلے آرہے تھے مگر ۱۹۳۵ء میں احراری تحریک کے زیر اثر انجمن حمایت اسلام کی مستقل پالیسی میں یہ تغیر واقع ہوا کہ اس خالص تعلیمی انجمن کے سٹیج پر اختلافی مسائل کا چرچا کر کے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے خلاف ریزولیوشن پاس کیا گیا۔[3] یہ واقعہ کس افسوسناک ماحول اور ہلڑبازی

---

[1] "خلیفہ قادیان" صفحہ ۲۰ تا ۲۴۔

[2] انجمن حمایت اسلام کے اغراض و مقاصد یہ تھے کہ:۔

۱۔ معترضین اصول مذہب مقدس اسلام کے جواب تحریری یا تقریری تہذیب کے ساتھ دینے اور اس مقدس مذہب کے اصول کی حمایت اور اشاعت کرنی۔

۲۔ مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کا انتظام کرنا تاکہ غیر مذہب والوں کی تعلیم کے اثر سے محفوظ رہیں

۳۔ لاوارث مفلس یتیم مسلمان بچوں کی پرورش اور تربیت کا انتظام کرنا اور مفلس مسلمان بچوں کی تعلیم میں حتی الوسع امداد دینا تاکہ وہ غیر مذہب والوں کے پنجے میں پڑ کر دین اور ایمان سے ہاتھ دھو کر عذاب آخرت کے مستحق نہ بنیں۔

۴۔ اہل اسلام کو اصلاح طرز معاشرت و تہذیب اخلاق اور تحصیل علوم دینی و دنیوی اور باہمی اتفاق اور اتحاد کا شوق دلانا اور ان کی بہتری اور ترقی کے وسائل کو پیدا کرنا اور تقویت دینا۔

۵۔ اہل اسلام کو گورنمنٹ کی وفاداری اور نمک حلالی کے فوائد سے آگاہ کرنا۔

۶۔ ان مقاصد کی تکمیل کے واسطے واعظوں کے تقرر اور رسالے کے اجراء وغیرہ وسائل کو عمل میں لانا۔

اس انجمن کے قواعد میں سر فہرست یہ قاعدہ تھا کہ

"اہل اسلام کے ہر فرقے کا آدمی خواہ وہ کہیں ہو اس انجمن کا ممبر ہو سکتا ہے"

(ماہواری رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور مطابق اپریل، مئی و جون ۱۸۹۸ء سرورق صفحہ ۲)

[3] ۱۹۳۵ء میں فرقہ پرستی اور تعصب کا جو زہر پھیلایا گیا اُس کا نتیجہ اگلے ہی سال (۱۹۳۶ء میں) انجمن حمایت اسلام کی رکنیت سے احمدیوں کے اخراج کی صورت میں نمودار ہوا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اخبار "پیغام صلح" لاہور ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۳۔ ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۱، ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۲)۔ انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے ایک سرگرم ممبر نے کسی زمانہ میں واقعی ٹھیک کہا تھا کہ "یہی ایک نرالی انجمن ہے جہاں اُس کے خادموں کو یوں بے قدری اور ذلت سے نکالا جانا تجویز کیا جاتا ہے" (ماہوار رسالہ انجمن حمایت اسلام بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ مطابق جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱)

کے ہنگامہ میں ہوا۔ اس کی تفصیل مشہور معاند احمدیت مولوی ثناء اللہ صاحب کے قلم سے پڑھئے۔ لکھتے ہیں:۔

"انجمن حمایت اسلام لاہور کا جلسہ ہمیشہ امن و امان سے ہوتا تھا کیونکہ اس میں اسلام کے امور عامہ پر تقریریں ہوتی تھیں۔ مگر اس دفعہ پروگرام میں خلاف معمول مضامین مخصوصہ پر تقریریں بھی درج تھیں مثلاً ختم نبوت وغیرہ۔ ہم جانتے ہیں کہ مسئلہ ختم نبوت بھی اسلام کے امور عامہ میں سے ہے۔ مگر چونکہ پنجاب میں فرقہ قادیانیہ ختم نبوت کا قائل نہیں اس لئے لازم تھا کہ تقریر میں اس فریق کا ذکر یا اشارہ ہوتا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خیر یہ تو ایک معمولی بات تھی جو آ گئی ہو گئی۔ خاص قابل ذکر بات جو ہوئی وہ یہ ہوئی ہے کہ . . . . . مسلمانوں نے آوازے کسنے شروع کر دیئے کہ وائسرائے کی اگزیکٹو کونسل میں چودھری ظفر اللہ خاں احمدی کے ممبر ہونے کے خلاف جلسۂ انجمن میں رزلیوشن پاس کیا جائے۔ لیکن کارکنان انجمن مذکور اپنے اصول کے ماتحت اس سے انکاری رہے۔ حاضرین جلسہ (مسلمانوں) کا جم غفیر اس امر پر مصر تھا۔ ۲۲ اپریل کو بعد دوپہر مغرب تک جلسے میں یہی شور محشر رہا۔ آخر کار وہی جماعت مولوی ظفر علیخاں آف زمیندار کو لے آئی اور سٹیج پر تقریر کرا کر اپنے حسب منشاء رزولیوشن پاس کرا لیا۔ کیا یہ رزولیوشن انجمن کا ہو گا یا پبلک کا اس کا فیصلہ انجمن کی روئداد کرے گی"[1]

اخبار "سیاست" (۱۴ر مئی ۱۹۳۵ء) نے اس افسوسناک کارروائی کی ذمہ داری صدر انجمن حمایت اسلام علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب پر ڈالی اور یہ رائے دی کہ:۔

"علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اُمتِ مرحومہ کے ایسے فرد ہیں جن کے وجود پر ہر مسلمان فخر و ناز کر سکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ کچھ عرصہ سے اضتیاج اور اس سے زیادہ حاشیہ نشینوں کے گمراہ مشورہ نے سر موصوف کو ایسے راستہ پر لگا دیا ہے جو ڈاکٹر صاحب کو کعبہ مفاد ملت کے خلاف لے جا رہا ہے۔ آپ انجمن کے صدر ہیں۔ چاہئے یہ تھا کہ جلسۂ انجمن کی بربادی سے آپ آزردہ خاطر ہوتے اور جن لوگوں نے یہ حماقت کی تھی اُن کو ڈانٹ بتاتے اور یوں ملتِ مرحومہ پر واضح کر دیتے کہ آپ احرار کی فتنہ آرائی کو معیوب سمجھتے ہیں اور آپ کو انجمن کی عزت کا لحاظ ہے۔ آپ سے خصوصاً یہ توقع اس وجہ سے بیجا نہ تھی کہ آپ بحیثیت صدر یہ کر سکتے تھے کہ احرار کی شرارتوں کے مظاہرہ اوّل کے بعد فی الفور انجمن کی کونسل کا جلسہ بلا کر ارکانِ انجمن سے کہدیتے کہ ہماری رائے میں احرار کا مطالبہ جائز ہے۔ آپ اس قسم کا ریزولیوشن

---

[1] ہفت روزہ "اہلحدیث" امرتسر ۳ر مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۷۔

قبول کرلیں اور حکم پیش کر دیں۔ یوں سر اقبال بہ یک وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی انجمن کی مناسب رہنمائی بھی کرتے اور فتنہ و فساد بھی بند ہو جاتا۔ لیکن افسوس ہے کہ علامہ اقبال نے اس جرأت سے کام نہ لیا۔ اور منہ میں گھنگھنیاں ڈالے انجمن کی رسوائی کا تماشہ دیکھا کئے۔ جلسہ کے بعد جب یہ سوال پیش ہوا کہ مولانا ظفر علی صاحب کی تحریک پر جو قرارداد انجمن کے پلیٹ فارم سے چودھری ظفر اللہ خاں کے خلاف منظور ہوئی ہے۔ اس کی تائید یا تردید کی جائے تو ڈاکٹر صاحب نے پھر اپنی اخلاقی کمزوری کا مظاہرہ کیا اور دلیری سے یہ کہنا مناسب نہ جانا کہ احرار کی حرکت مناسب تھی یا غیر مناسب بلکہ خود خاموش رہنا پسند کیا اور ارکان انجمن کو خاموش رہنے کا مشورہ دیا۔ میں کہتا ہوں اور ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ علامہ اقبال کی شخصیت و اہمیت کے رہنما کا فرض تھا کہ وہ قوم کی علی رؤس الاشہاد رہنمائی کرتا اور اگر احرار کی تحریک صحیح تھی تو اس کی تائید کرتا اور اگر معیوب تھی تو اس کی مخالفت کرتا لیکن علامہ اقبال نے ایسا نہ کیا" [۱]

مجلس مشاورت میں حضرت امیر المومنین رضؓ کا احمدی نوجوانوں اور احمدی بچوں سے عہد لینا

اس سال ۱۹، ۲۰، ۲۱ اپریل ۱۹۳۵ء کو قادیان میں مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔ اس مجلس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ حضرت امیر المومنین رضؓ نے اپنی افتتاحی تقریر میں یہ وضاحت فرمائی کہ:۔

"اس وقت ہم جنگ کے میدان میں کھڑے ہیں اور جنگ کے میدان میں اگر سپاہی لڑتے لڑتے سو جائے تو مر جاتا ہے۔ ہمارے سامنے نہایت شاندار مثال ان صحابہ کی ہے جن کے مثیل ہونے کے ہم مدعی ہیں۔ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ جھنڈا وہ لے جو اس کا حق ادا کرے۔ ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ مجھے دیں۔ آپ نے اس کو دے دیا۔ جنگ میں جب اس کا ہاتھ کاٹا گیا جس سے اس نے جھنڈا اٹھایا ہوا تھا تو اس نے دوسرے ہاتھ سے تھام لیا اور جب دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا تو لاتوں میں لے لیا۔ اور جب ٹانگیں کاٹی گئیں تو منہ میں پکڑ لیا۔ آخر جب اس کی گردن دشمن اڑانے لگا تو اس نے آواز دی۔ دیکھو مسلمانو اسلامی جھنڈے کی لاج رکھنا اور اسے گرنے نہ دینا۔ چنانچہ دوسرا صحابی آگیا۔ اور اس نے جھنڈا پکڑ لیا۔ آج ہمارے جھنڈے کو گرانے کی بھی دشمن پوری کوشش کر رہا ہے اور سارا

---

[۱] "الفضل" قادیان ۱۵ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۸-۹ کالم ۲-۴ ؛

زور لگا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں جو جھنڈا دے گئے ہیں، اُسے گرا دے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اُسے اپنے ہاتھوں میں پکڑے رہیں اور اگر ہاتھ کٹ جائیں تو پاؤں میں پکڑ لیں اور اگر اس فرض کی ادائیگی میں ایک کی جان چلی جائے تو دوسرا کھڑا ہو جائے اور اس جھنڈے کو پکڑ لے۔ میں ان نمائندوں کو چھوڑ کر ان بچوں اور نوجوانوں سے جو اُوپر بیٹھے سُن رہے ہیں، کہتا ہوں۔ ممکن ہے یہ جنگ ہماری زندگی میں ختم نہ ہو گو اس وقت لوہے کی تلوار نہیں چل رہی۔ لیکن واقعات کی، زمانہ کی اور موت کی تلوار تو کھڑی ہے۔ ممکن ہے یہ چل جائے۔ تو کیا تم اس بات کے لئے تیار ہو کہ اس جھنڈے کو گرنے نہ دو گے؟ (اس پر سب نے بیک آواز لبیک کہا) ہمارے زمانہ کو خدا اور اس کے رسول نے آخری زمانہ قرار دیا ہے اس لئے ہماری قربانیاں بھی آخری ہونی چاہئیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے دُنیا کی اصلاح کے لئے چُنا ہے۔ اور ہم خدا تعالیٰ کی چُنیدہ جماعت ہیں۔ ہمیں دُنیا سے ممتاز اور علیحدہ رنگ میں رنگین ہونا چاہیئے صحابہؓ ہمارے ادب کی جگہ ہیں۔ مگر عشق میں رشک پیاروں سے بھی ہوتا ہے۔ پس ہمارا مقابلہ اُن سے ہے جنہوں نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش بدوش جنگیں کیں اور اپنی جانیں قربان کیں۔ ہم اُن کی بیحد عزت کرتے اور توقیر کرتے ہیں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ اُن کی قربانیوں پر رشک نہ کریں اور اُن سے بڑھنے کی کوشش نہ کریں" [1]

فصل دوم

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال صاحب کا بیان جماعت احمدیہ کی نسبت

سالانہ جلسہ انجمن حمایت اسلام کی ہنگامہ آرائی کے چند روز بعد ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال صاحب نے ۳ مئی ۱۹۳۵ء کو ایک طویل بیان دیا جو اخبار "زمیندار" اور "احسان" میں شائع ہوا۔ اس بیان میں آپ نے مطالبہ کیا کہ حکومت جماعت احمدیہ کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ اس عجیب وغریب مطالبہ کی معقولیت ثابت کرنے کے لئے مسئلہ ختم نبوت کی خود ساختہ [2] فلسفیانہ تشریح کا سہارا لیکر اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ :-

---

[1] "رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۵ء صفحہ ۹۲-۹۳" ‫[2] اقبال صاحب کے تصور ختم نبوت پر انہی دنوں جناب حقانی صاحب ایم اے، پروفیسر علامہ سید عبدالقادر صاحب بھاگلپوری اور جناب امیر عالم صاحب پٹیالوی نے نہایت قابل قدر، معرکۃ الآراء اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"میرے نزدیک . . . . بہائیت قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے" [۱]

نیز لکھا :-

"ہندوستان میں حالات بہت غیر معمولی ہیں۔ اس ملک کی بیشمار مذہبی جماعتوں کی بقا اپنے استحکام کے ساتھ وابستہ ہے۔ کیونکہ جو مغربی قوم یہاں حکمران ہے اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ مذہب کے معاملہ میں عدم مداخلت سے کام لے۔ اس پالیسی نے ہندوستان ایسے ملک پر بدقسمتی سے بہت بُرا اثر ڈالا ہے جہانتک اسلام کا تعلق ہے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ **مسلم جماعت کا استحکام اس سے کہیں کم ہے جتنا حضرت مسیحؑ کے زمانہ میں یہودی جماعت کا رومن کے ماتحت تھا**۔ ہندوستان میں کوئی مذہبی سٹے باز اپنی اغراض کی خاطر ایک نئی جماعت کھڑی کر سکتا ہے اور یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :- فاضلانہ مضامین لکھے تھے جو "الفضل" (۱۹۳۵ء) میں شائع ہوئے۔ اسی طرح "ریویو آف ریلیجنز" انگریزی جون ۱۹۳۵ء میں بھی ایک اہم مقالہ شائع ہوا۔ سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی ڈاکٹر سر محمد اقبال اور ان کے ہمنواؤں کے نظریہ ختم نبوت کی تغلیط کرتے ہوئے لکھتے ہیں :- "جو لوگ ختم نبوت کی یہ توجیہہ کرتے ہیں کہ انسانی شعور کو اس کی ضرورت نہیں رہی تو وہ دراصل سلسلہ نبوت کی توہین اور اس پر حملہ کرتے ہیں۔ اس تعبیر کے معنی یہ ہیں کہ صرف ایک خاص شعوری حالت تک ہی اس ہدایت کی ضرورت ہے جو نبی لاتے ہیں۔ اس کے بعد انسان نبوت کی رہنمائی سے بے نیاز ہو گیا ہے"

(رسالہ "ترجمان القرآن" لاہور بابت ستمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۲۳۱، ۲۳۴ جلد ۴۲ نمبر ۶)

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا : [۱] سر محمد اقبال صاحب کا دعویٰ ہے کہ اسلامی حقائق و معارف میں نے مولانا رومؒ سے حاصل کئے ہیں مگر انہوں نے "ختم نبوت" کے جس فلسفیانہ تخیل کی بناء پر "قادیانیت" کو بہائیت کے مقابل اسلام کا باغی قرار دیا وہ تخیل مولانا رومؒ کے نقطہ نگاہ سے بالکل مختلف ہے۔ مولانا روم نے تو ختم نبوت کی تفسیر ہی یہ فرمائی ہے کہ :-

؎ ختم ہائے کانبیا بگذاشتند ۔ آں بدین احمدی برداشتند ✤ قفل ہائے ناکشادہ ماندہ بُود ۔
از کفِ اِنَّا فَتَحْنَا بر کشود ✤ بہر ایں خاتم شدست او کہ بجود ۔ مثلِ اُو نے بود نے خواہند بُود ✤
چونکہ در صنعت بَرَد استاد دست ۔ نے تو گوئی ختمِ صنعت بر تو ہست (مثنوی دفتر ششم)

علامہ سید عاشق حسین صاحب سیماب اکبر آبادی نے ان اشعار کو اردو نظم میں یوں ڈھالا ہے :-

؎ تا چلے گو راہ ختمِ مُرسلاں ۔ ٹوٹ جائے لب کی یہ مُہر گراں ✤ اگلے نبیوں نے جو مُہریں چھوڑ دیں۔
دین احمد نے وہ مُہریں توڑ دیں ✤ بے کھلے تھے قفل مدت سے پڑے ۔ اب وہ سب اِنَّا فَتَحْنَا سے کھلے ✤
ختم یوں پیغمبری اُن پر ہوئی ۔ کوئی اُن سا تھا نہ پھر ہو گا کوئی ✤ کرتا ہے اُستاد جب صنعت کوئی ۔
کہتے ہیں بس ختم ہے صنعت گری ✤ (الہام منظوم ترجمہ اردو مثنوی مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ دفتر ششم، علامہ سید عاشق حسین صاحب سیماب اکبر آبادی صفحہ ۱۹ - ناشران ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل لاہور)

لبرل حکومت اصل جماعت کی وحدت کی ذرّہ بھر پروا نہیں کرتی بشرطیکہ یہ مدّعی اسے اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلا دے اور اس کے پیرو حکومت کے محصول ادا کرتے رہیں "[۱]

اخبار "سیاست" کا اداریہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے اس بیان پر مسلم پنجاب کے مقتدر اور با اثر اخبار "سیاست" نے ۱۴-۱۵ مئی ۱۹۳۵ء کی اشاعتوں میں حسب ذیل اداریہ لکھا :-

" سر اقبال اگر چاہتے تو جو زبان انہوں نے استعمال کی ہے اس سے بہتر زبان استعمال کر سکتے تھے۔ لیکن خیر یہ اُن کے اختیار کی بات ہے کہ وہ اظہار جذبات میں اعتدال سے کام لیں یا نہ لیں، مجھے اور دوسرے مسلمانوں کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ علامہ اقبال کا استدلال کہاں تک حق بجانب ہے۔

علامہ ممدوح کے اس بیان میں ختم نبوّت کے متعلق جو کچھ موجود ہے، سیاست اس کا مؤیّد ہے اور اس کو آبِ زر سے لکھنے کے قابل سمجھتا ہے۔ علامہ ممدوح نے اس بیان میں حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت ثانیہ اور حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا انکار کیا ہے اور اس کو مجوسیوں یہودیوں اور نصرانیوں کا خیال ظاہر کر کے لکھا ہے کہ جاہل مولویوں نے ان عقائد کو اغیار سے لے کر عام کر دیا جس کی وجہ سے اسلام میں فتنے پیدا ہو چکے اور ہو رہے ہیں۔ "سیاست" نے اس پر لکھا کہ اگر علامہ اقبال علمائے احناف وغیرہ کو بُلا کر اُن کے روبرو اپنا نظریہ پیش کریں اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہو جائے کہ نزول مسیح وظہور مہدی محض ڈھکوسلہ ہی ڈھکوسلہ ہے تو اس سے تحریک قادیان کو اس قدر ضرر پہنچے گا کہ احرار کی فتنہ آرائی، افتراق پروری، نفاق انگیزی، چندہ بازی، اور دشنام طرازی سے ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ تعجب ہے کہ سالہا سال سے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں جنگ عقائد جاری ہے۔ لیکن علامہ اقبال سے آج تک یہ بن نہیں پڑا کہ وہ ایک رسالہ یا مضمون لکھتے یا لیکچر ہی دے کر یہ کہتے کہ مسیح موعود و مہدی کی آمد کا خیال ہی شریعت حقّہ سے بیگانہ ہے۔ لیکن اب بھی کچھ زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ میں

---

[۱] "حرف اقبال" صفحہ ۱۱۶ - ۱۱۷۔ مؤلفہ لطیف احمد شروانی ایم۔ اے۔ ناشر ایم ثناء اللہ خاں ۲۶۔ ریلوے روڈ لاہور۔
ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب برطانوی حکومت کی تعریف و توصیف اور اطاعت و وفاداری جس جذبہ شوق اور جوش و خروش سے فرماتے رہے اس کے بکثرت نمونے " باقیات اقبال " (مرتبہ سید عبدالواحد صاحب معینی ایم۔ اے آکسن) میں ملتے ہیں۔ اس کتاب میں ملکہ وکٹوریہ (صفحہ ۲۷) سر میکورتھ ینگ لیفٹیننٹ گورنر پنجاب (صفحہ ۹۷) جارج پنجم (صفحہ ۲۰۶) سر مائیکل اوڈوائر گورنر پنجاب (صفحہ ۲۱۶) جشن فتح جنگ عظیم اوّل (صفحہ ۲۲۳) سائمن کمیشن (صفحہ ۲۴۰) کی نسبت شاعر مشرق کے خیالات و افکار اور مراثی و قصائد خصوصی طور پر قابل مطالعہ ہیں۔ ان کے چند نمونے تاریخ احمدیت جلد ۷ صفحہ ۴۰۵ تا ۴۰۷ پر بھی درج ہیں ؎

علامہ اقبال سے بمنت عرض کروں گا کہ وہ ملتِ مرحومہ کے دل سے اس خیال باطل کو نکالنے کے لئے عملی تدابیر اختیار فرما کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

علامہ اقبال نے اپنی تحریر زیر بحث میں حکومت پر مرزائیت نوازی کا الزام لگایا ہے "سیاست" حکومت سے مطالبہ کر چکا ہے اور اس مطالبہ کی اب تجدید کرتا ہے کہ وہ اس خیال کی تردید یا تصدیق کرے اس لئے کہ علامہ ممدوح کی اعلیٰ حیثیت کے مسلمان کی طرف سے ایسا الزام لگنے کے بعد حکومت کی خاموشی مجرمانہ ہوگی۔ علامہ ممدوح نے اپنے بیان میں رائج الوقت آزادیٔ عقائد کو مضر بتایا ہے۔ لہذا "سیاست" نے آپ سے بہ ادب التجا کی ہے کہ آپ براہِ نوازش فرمائیں کہ آپ انگریزوں سے کیا توقع رکھتے ہیں کہ وہ آزادیٔ عقائد پر کون کونسی پابندیاں عائد کریں تاکہ مرزائی فرقہ کی طرح کے مختلف گروہ پیدا ہی نہ ہو سکیں۔ تاہم "سیاست" نے بہ ادب علامہ اقبال کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا تھا کہ چکڑالوی اور مرزائی فرقہ کے علاوہ ملت میں جس قدر فرقے نمودار ہوئے وہ سب ہندوستان سے اور انگریزوں کی حکومت کے حلقۂ اثر سے باہر پیدا ہوئے لہذا حکومت حاضرہ کی روش کو افتراق بین المسلمین کا سبب قرار دینا کچھ صحیح نظر نہیں آتا۔

علامہ اقبال نے اس بیان میں احرار کی موجودہ شرارت کے جواز کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ ختم نبوت سے انکار کی وجہ سے مسلمانوں میں جو اختلاف پیدا ہوا ہے یہ ہر پہلے اختلاف سے بدتر ہے اگرچہ شیعہ اور سُنّی، حنفی اور وہابی اور دوسرے ایسے جھگڑوں کے متعلق ڈاکٹر صاحب کی رائے سے مجھے اختلاف ہے اور میں آپ سے عرض کر سکتا ہوں کہ شیعہ اور سُنّی اور حنفی اور وہابی اسی طرح یکجا نماز نہیں پڑھتے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات ازدواج قائم نہیں کرتے جیسے احمدی اور غیر احمدی۔ تاہم اس دلیل کو ترک کر کے میں علامہ ممدوح سے استصواب کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ کیوں چودھری ظفراللہ خاں کے تقرر کے بعد اُن کی محبتِ ختم رسل (فداہ ابی و امی) میں جوش آیا اور کیوں اس سے پہلے وہ اس میدان میں نہ اُترے حالانکہ اس فتنہ کی عمر کشمیر کمیٹی اور چودھری صاحب کے تقرر سے کوئی تیس سال کے قریب زیادہ ہے۔ کیا وجہ ہے کہ چودھری صاحب کے رُکن پنجاب کونسل منتخب ہونے کے وقت یا ان کے سائمن کمیٹی کا ممبر منتخب ہونے پر یا ان کے اول مرتبہ سر فضل حسین کی جگہ مقرر ہونے پر یا مرزائیوں کی متعدد دیگر تحریکات کے زمانہ میں آپ نے اس گروہ کے خلاف علم جہاد بلند نہ کیا؟

علامہ اقبال کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ وہ مرزائیوں کی سیاسی مخالفت کے جواز میں اتحاد ملت کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ وگر بالفرض اس بات سے قطع نظر بھی کر لی جائے کہ احمدیوں کے سیاسی لحاظ سے علیحدہ ہونے

کے بعد پنجاب کی وہ مسلم اکثریت جس کے لئے ہم گذشتہ دس سال سے لڑ رہے ہیں برباد ہو جائے گی اور اس کے بعد شیعہ علیحدہ نیابت کے اس مطالبہ کو جو وہ گذشتہ پانچ سال سے پیش کر رہے ہیں، زیادہ قوت سے پیش کر کے ملّت کی صف میں مزید انتشار کا باعث ہو جائیں گے۔ مَیں علامہ ممدوح سے یہ پوچھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ وہ تاریخ عالم میں سے مجھے ایک مثال ایسی بتا دیں جس سے یہ ثابت ہو کہ جب کسی اُمّت میں ایک دفعہ عقیدہ کا اختلاف پیدا ہو چکا ہو تو پھر وہ تبلیغ یا بحث یا مقاطعہ یا مجادلہ یا تشدّد سے مِٹ گیا ہو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس کی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ دُنیا جانتی ہے کہ بُدھ مت والوں اور برہمنوں نے ہندوستان میں اور رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ عیسائیوں نے یورپ میں اور خوارج اور شیعہ اور سُنّی مسلمانوں نے شام، عراق اور عرب میں اختلافِ عقائد کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کرنے، برباد کرنے اور زندہ جلا دینے کے بعد اگر کسی اصول پر صُلح کی تو وہ اصول یہی تھا کہ انہوں نے اختلافِ عقاید کو گوارا کر لیا۔ اگر تاریخ کا یہ سبق ناقابلِ انکار ہے تو کیا یہ حقیقت اندوہناک نہیں کہ علامہ اقبال کا سا بلند پایہ مسلمان ملّت کو مجادلہ مقاطعہ کا سبق دیتا ہے اور یہ نہیں کہتا کہ اختلافِ عقیدہ کو بحث و مباحثہ کے لئے ترک کر کے سیاسی لحاظ سے متحد ہو جاؤ۔ اور لطف یہ کہ علامہ ممدوح مسلمانوں کو افتراق کی دعوت دیتے ہوئے خود مرزائیوں سے سیاسی طور پر اتحاد پیدا کر رہے ہیں۔ چونکہ مقالہ امروزہ طویل ہو گیا ہے لہذا میں اس بحث کو اشاعت فردا میں مکمل کروں گا۔ و باللہ التوفیق "[۱]

اخبار "سیاست" نے اپنے دوسرے اداریہ میں لکھا کہ:۔

" مجھے اس حقیقت کو الم نشرح کرنا ہے کہ جہاں تک مرزائیوں کی تکفیر کا تعلق ہے کوئی غیر مرزائی مسلمان ایسا نہیں جو علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال سے متفق نہ ہو۔ مَیں اپنی کتاب "تحریک قادیان" میں صاف لکھ چکا ہوں اور مقدمہ گورداسپور میں مرزائی جماعت کے موجودہ خلیفہ صاحب نے صاف کہدیا ہے کہ وہ غیر مرزائی مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں اور شرع اسلام کی وجہ سے جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہوتا ہے۔ لہذا مرزائی جماعت کے کافر ہونے میں نہ کوئی شک ہو سکتا ہے اور نہ شُبہ اور نہ کوئی شک و شبہ موجود ہی ہے۔ اور اس معاملہ میں مجھے ڈاکٹر صاحب کی ہمنوائی کا فخر حاصل ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس تکفیر کا مسلمانوں کے باہمی تمدنی معاشرتی اور اخلاقی تعلقات پر کیا اثر ہونا چاہیئے۔ کیا ہمیں مرزائیوں سے وہی سلوک کرنا چاہیئے جو ہم عیسائیوں اور ہندوؤں

---

[۱] اخبار "سیاست" لاہور بحوالہ روزنامہ "الفضل" قادیان مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۹۔

اور سکھوں سے کرتے ہیں یا مرزائی اور عام مسلمانوں میں جو قضیۂ تکفیر موجود ہے اس کو وہی حیثیت دینا چاہیئے جو شیعہ، سُنّی، حنفی، وہابی، مقلد، غیر مقلد، بریلوی، بدایونی، دیوبندی اور چکڑالوی وغیرہ کے باہمی شغل تکفیر کو حاصل ہے۔ علامہ اقبال احرار کی موجودہ فتنہ پروری کی آج حمایت کر رہے ہیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ مرزائیت کم و بیش گذشتہ تیس ۳۰ سال سے موجود ہے اور اس طویل عرصہ میں ؎

ہر کہ رمز مصطفیٰ فہمیدہ است
شرک را در خوف مضمر دیدہ است

کا نعرہ لگانے والے علامہ اقبال کا طرز عمل وہی رہا ہے جس کی تائید و حمایت کی وجہ سے آج میرے ایسے مسلمان موردِ طعن ہو رہے ہیں۔ کوئی عطاء اللہ شاہ بخاری، کوئی حبیب الرحمٰن، کوئی افضل حق یا کوئی مظہر علی اگر اس روش کے حامیوں کو مرزائی کہدے یا اگر ایسا نہ کر سکے تو وظیفہ خوار قادیان کہہ کر بدنام کرے تو وہ قابلِ معافی ہے اس لئے کہ اُسے روٹی کما کر کھانا ہے۔ اس کی ہر دلعزیزی کا اساس عوام کی گمراہی ہے۔ وہ رُسوائی کو شہرت سمجھ کر اس پر مرتا ہے اور اس کی تعلیم اور اس کا اخلاق بلند نہیں۔ لیکن علامہ اقبال کی شخصیت، علمیت، ہر دلعزیزی، شرافت، نجابت، قابلیت اور بلند اخلاق و شہرت کا حامل اگر وہ بات کہے جو ملّت کے لئے برباد کُن ہو تو یقیناً ہمیں حق حاصل ہوتا ہے کہ ہم ملّت کے مستقبل کا ماتم کریں اور نوحہ کریں کہ جن سے امید ہدایت تھی وہی ملّت کو گمراہ کر کے تباہی و بربادی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

یہ حقیقت کہ تیس ۳۰ سال کی طویل میعاد تک علامہ اقبال کا مسلک مرزائیوں کے متعلق وہی رہا جو آج ہم نے اختیار کر رکھا ہے، ناقابل انکار ہے۔ علامہ صاحب نے آج سے پہلے کبھی یہ اعلان نہیں کیا۔ کہ مرزائی ختم نبوت کے دشمن ہیں لہذا یا معاشر المسلمین تم اُن سے آگاہ رہو بلکہ اس کے برعکس سیاسی، علمی، تمدنی اور معاشرتی مجالس میں ان کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ اور علامہ اقبال یکساں بطور مسلمان انجمن حمایت اسلام کے رکن رہے اور علامہ نے کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ مسلم لیگ و مسلم کانفرنس میں چودھری ظفر اللہ خاں اور علامہ اقبال یکساں بطور مسلمان ممبر بنے رہے۔ علامہ صاحب نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ چودھری صاحب مسلم لیگ کے صدر ہوئے۔ عوام میں سے بعض نے اعتراض بھی کیا۔ علامہ صاحب نے نہ صرف کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ معترضین کی تائید بھی نہیں کی اور خود چودھری صاحب کے ماتحت لیگ کے ممبر بنے رہے۔ علامہ ممدوح لیگ اور کانفرنس کے صدر رہے لیکن آپ

نے کبھی اس بات پر اعتراض نہیں کیا کہ ان مجالس میں قادیانی بھی بطور مسلمان شامل ہوتے ہیں۔ قادیان سے اِن جماعتوں کو علامہ صاحب کی صدارت میں مالی امداد ملی مگر علامہ صاحب نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ پنجاب کونسل میں چودھری ظفر اللہ خاں اور علامہ اقبال دونوں مسلمانوں کے نمائندوں کی حیثیت سے پہلو بہ پہلو کام کرتے رہے اور سائمن کمیٹی کے لئے جب چودھری صاحب کو بطور مسلمان ممبر منتخب کیا گیا تو علامہ صاحب نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور انتہا یہ ہے کہ جب حکومت نے گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کی نیابت کے لئے علامہ اقبال اور چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کو بہ حیثیت مسلمان چُنا تو نہ صرف علامہ اقبال نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ وہ لندن میں چودھری صاحب کے دوش بدوش کام کرتے رہے۔ حال ہی میں چودھری صاحب کے بھائی مسلمانانِ سیالکوٹ کی طرف سے کونسل کے رُکن منتخب ہوئے ہیں۔ سیالکوٹ علامہ اقبال کا وطن ہے لیکن علامہ ممدوح نے ہرگز کوئی سعی اس بات کی نہیں کی کہ وہاں کے مسلمان اسد اللہ خاں جیسے غیر مسلم کو اپنا نمائندہ منتخب نہ کریں۔

لیکن شاید کہا جائے گا کہ گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط، جو کچھ ہوا وہ غلط تھا۔ آئندہ علامہ صاحب ایسا نہ کریں گے۔ اوّل تو ممدوح کی حیثیت کے بلند فرد کے متعلق یہ عذر ہرگز عذر معقول نہیں کہلا سکتا۔ تاہم اگر بغرض دلیل اس کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو علامہ اقبال کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ حال ہی میں لندن میں جوبلی کے موقعہ پر جو جماعت اس غرض سے قائم ہوئی ہے کہ برطانیہ اور دنیائے اسلام کے تعلقات بہتر ہوتے چلے جائیں اس میں علامہ اقبال اور چودھری ظفر اللہ خاں دونوں بطور مسلمان شامل ہیں۔ یہ لیگ کی خبر رائٹر نے دس مئی کو دی اور وہ گیارہ مئی کے اخبارات میں شائع ہوئی۔ اس کے ممبر یا برطانیہ کے لارڈ ہو سکتے ہیں اور یا مسلمان۔ کوئی غیر مسلم غیر انگریز اس کا رُکن نہیں ہو سکتا۔ اس میں جو لوگ بحیثیت مسلمان شامل ہیں اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

(۱) سر آغا خاں (شیعہ) (۲) امیر عبد اللہ والیٔ شرقِ اُردن (سُنّی) (۳) سابق ولیعہد ایران (شیعہ) (۴) نواب چھتاری (حنفی) (۵) سر عزیز الدین احمد (سُنّی) (۶) سر محمد اقبال (سُنّی) (۷) سر عبد الصمد خاں (شیعہ) (۸) چودھری ظفر اللہ خاں (قادیانی) (۹) سر سلطان احمد (شیعہ) (۱۰) سر عبد القادر (سُنّی) (۱۱) حاجی عبد اللہ ہارون (آغا خانی)

(۱۲) سر حشمت اللہ (سُنّی) (۱۳) نواب لوہارو (سُنّی) (۱۴) حاجی علی رضا (سُنّی)

سوال یہ ہے کہ اس انجمن میں چودھری ظفر اللہ خاں کس حیثیت سے شامل ہوئے؟ وہ انگریز ہونے کے مدعی نہیں ہیں کہ انگریز ہو سکتے ہیں نہ انگریز ہیں اور اس انجمن میں کوئی شخص جو انگریز نہ ہو شامل ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو۔ چودھری صاحب اگر مسلمان نہیں ہیں تو علامہ صاحب نے ان کے ساتھ ممبر بننا کیوں قبول کیا۔ اور اگر آپ ناواقفیت کا عذر بنائیں تو آپ دس مئی سے لے کر آج تک اس جماعت سے علیحدہ کیوں نہیں ہو گئے۔ میں کہتا ہوں کہ چودھری صاحب کی معیت میں اس جماعت کی رکنیت قبول کر کے علامہ صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ باہمی نزاع تکفیر کے باوجود جس طرح عام مفادِ ملّت کی خاطر سُنّی، شیعہ، حنفی، وہابی، بریلوی، دیوبندی مل کر کام کرنے پر تیار ہیں۔ اسی طرح مرزائی اور غیر مرزائی مسلمان بھی اتحادِ عمل پر آمادہ ہیں اور یہی وہ بات ہے جو ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان قبول کریں اور اپنا اصولِ عمل بنائیں۔

علامہ صاحب سے تکفیرِ مرزائیت میں اتفاق کرنے کے بعد میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں جہلاء خود غرض اشخاص اس دلیل کو رد کر دیں تو اور بات ہے۔ مگر مجھے امید ہے کہ علامہ صاحب کی علمیت کا سچا مسلمان اس دلیل پر غور کرے گا۔ میرا استدلال یہ ہے کہ نبوت کو لاکھ بڑھائیں۔ پھر بھی توحید باری سے بالاتر نہیں لے جا سکتے۔ اگر ایسا کریں تو اللہ تعالےٰ کی توحید کے علمبردار اوّل جناب محمد مصطفےٰؐ فداہ ابی و امی ہم سے خفا ہو جائیں گے اور اگر توحید رسالت سے بالاتر ہے تو علامہ اقبال خدائی کے دعویدار آغا خاں کے ساتھ اتحادِ عمل کرتے ہوئے کس طرح مرزائیوں سے اتحادِ عمل کو ناروا قرار دے سکتے ہیں" [1]

روزنامہ "حق" لکھنو کا ادارتی نوٹ

اخبار "سیاست" کے علاوہ روزنامہ "حق" (لکھنو) نے ۲۷ جون ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں حسب ذیل لیڈنگ آرٹیکل شائع کیا:-

" فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں ✣ کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

مسلمانوں کا مایۂ صد ناز شاعر اب سے کچھ دن قبل مسلمانوں کا نیّرِ اقبال بن کر مطلعِ پنجاب پر چمکا۔ اور مسلمانوں کو جو تعلیم دی وہ شعر مندرجہ عنوان میں پیش کی گئی ہے۔ وہی اقبال جو فرقہ بندی کو مہلک اور ذات پات کے امتیاز کو موت سمجھتا تھا، آج کچھ اور کہہ رہا ہے۔ ایک طرف اس کا مندرجہ بالا شعر ہے اور دوسری طرف اس کا وہ بیان جو

---

[1] بحوالہ "الفضل" قادیان ۲۲ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۳

حال ہی میں اس نے جماعتِ احمدیہ قادیان کے متعلق اخبارات کو دیا ہے۔ ان دونوں پیغاموں میں جو اجتماعِ ضدین ہے اس کو دیکھ کر ہم حیران ہیں کہ اس شعر کہنے والے اقبال کو اقبال سمجھیں یا اس بیان دینے والے اقبال کو اقبال۔ شاعر اقبال نے اپنے شعر میں ہم کو پنپنے کے لئے فرقہ بندی اور ذات پات کے امتیاز سے مجتنب رہنے کا مشورہ دیا ہے۔ اور اب لیڈر اقبال نے ہم کو یہ سیاسی مشورہ دیا ہے کہ ہم قادیان کی جماعت احمدیہ کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھیں اور حکومت پر زور ڈالیں کہ وہ قانونی حیثیت سے بھی احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھے۔

ہم کو ڈاکٹر سر محمد اقبال سے اس حد تک پورا پورا اتفاق ہے کہ عام مسلمانوں اور احمدیوں میں اعتقادات کا بہت بڑا اختلاف ہے اور اگر اس اختلاف کو شدت پسندی کی نظر سے دیکھا جائے تو بعض صورتوں میں مذہبی اعتبار سے احمدی جماعت اور عام مسلمانوں کے درمیان اتحادِ عمل ناممکن سا نظر آتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ احمدیوں کو قطع نظر کر کے کیا اسی قسم کے اختلاف اہلِ سنّت اور اہلِ تشیع میں کار فرما نہیں ہے؟ کیا یہی تضاد اہلسنّت کی مختلف العقیدہ جماعتوں میں نہیں ہے۔ وہابی اور حنفی، بریلوی اور دیوبندی، اسی طرح مختلف اسکول ہر ہر جماعت میں موجود ہیں۔ ان میں کی ہر شاخ دوسری شاخ کو اپنے نقطۂ نظر سے مُرتد اور کافر گردانتی ہے اور بقول مدبرینِ فرنگ کے یہ تو مسلمانوں کا ایک عام مشغلہ ہے کہ ان میں کا ہر فرد دوسرے کو نہایت آسانی کے ساتھ کافر کہہ دیتا ہے۔ خیر یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کون مومن ہے اور کون کافر۔ لیکن اس تمام اختلاف کو دیکھتے ہوئے سب سے زیادہ محفوظ صورت یہی ہے کہ ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھیں جو خدا کو ایک اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا محبوب اور رسُول سمجھتا ہو۔ اگر مسلمان کی تعریف صرف یہی تسلیم کر لی جائے تو جس طرح ایک حنفی کو، ایک وہابی کو، ایک مقلد کو، ایک غیر مقلد کو، ایک دیوبندی کو اور ایک بریلوی کو مسلمان کہا جاسکتا ہے اسی طرح احمدیوں کو بھی دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور کسی کو غیر مسلم کہنے کا ہم کو حق ہی کیا ہے جب وہ خود اس پر مُصِرّ ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ اگر ہم اس کو مسلمان نہ بھی سمجھیں تو ہمارے اس نہ سمجھنے سے کیا ہو سکتا ہے اس کا مذہب خود اس کے قول سے تسلیم کیا جائے گا۔

بہر حال ہم اس تمام بحث کو ان کے دلائل کے ساتھ پیش کرنے کی بجائے اس کے محض سیاسی پہلو کو نمایاں کرنا چاہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے لئے یہ کتر و بیونت کس حد تک مفید یا مضرت رساں ہے۔ ہماری ملکی سیاسیات کا موجودہ دور وہ اہم اور نازک دور ہے کہ ہر جماعت خواہ وہ اکثریت میں ہو یا اقلیت میں، اپنی شیرازہ بندی اپنی تنظیم اور اپنے تحفظ کی فکر میں ہمہ تن مصروف ہے۔ ہندو ہیں کہ اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کی کوشش

کر رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اچھوت ان میں سے نہیں۔ ان کو اس کا بھی احساس ہے کہ اچھوتوں سے ملنا دھرم کو مٹی میں ملانا ہے۔ مگر آج ضرورت نے اسی حرام کو حلال کر دیا ہے اور وہ اچھوت جن کا سایہ تک ناپاک سمجھا جاتا تھا اور جن کو دیکھ کر ایک کراہت سی ہوتی تھی آج ہندوؤں کی سر آنکھوں پر جگہ پا رہے ہیں۔ اور وہی ہندو جو ان ناپاک اچھوتوں کو دیکھ کر حقارت اور تنفر کے ساتھ "چھی چھی چھی" کہا کرتے تھے، آج ان کو اپنے سر چڑھا رہے ہیں۔ ان کو اپنی برادریوں میں برابر کی جگہ دے رہے ہیں۔ ان کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ ان سے "روٹی بیٹی" کے تعلقات پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ حالانکہ ان کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بغیر اچھوتوں کو ملائے ہوئے اکثریت میں ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنے اِس فرض سے غافل نہیں ہیں کہ اگر اس وقت انہوں نے اچھوتوں کو چھوڑ دیا تو ممکن ہے کہ ان کو مسلمان یا کوئی اور اقلیت اپنا لے اور ان کو ملا کر اکثریت بن جائے۔ ایک طرف تو یہ احتیاط ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کی یہ لاپروائی بلکہ سیاسی بدبختی ہے کہ ان میں بجائے تنظیم کے ایک پھوٹ پڑی ہوئی ہے۔ عام مسلمانوں کا کیا سوال جبکہ مسلمانوں کے لیڈران کو باہمی تفرقہ سازی کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلاّ ٭ کار طفلاں تمام خواہد شد

احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھنے اور قانونی حیثیت سے اُن کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیئے جانے کی تحریک ہی کو دیکھ لیجئے کہ یہ سیاسی اعتبار سے کس قدر ناسمجھی، عاقبت نااندیشی اور تدبّر کے منافی تحریک ہے۔ اور اسی تحریک سے مسلمانوں کے سیاسی فقدان کا پتہ چلتا ہے۔ یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ احمدیوں کو اپنے سے علیحدہ نہ کر کے ہم بہرحال کسی نقصان میں نہیں بلکہ فائدے میں ہیں۔

اوّل تو ہماری تعداد بڑھی ہوئی ہے۔ دوسرے اُن کے ووٹروں سے ہم فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تیسرے سب سے بڑی بات یہ کہ اس کا فیصلہ بالکل ہماری مرضی پر ہے کہ ہم کسی احمدی کو کسی مجلس قانون ساز میں منتخب ہونے دیں یا نہ ہونے دیں۔ لیکن احمدیوں کو اپنے حلقہ سے جُدا کرنے کے بعد ہم کو سب سے پہلا نقصان تو یہ پہنچے گا کہ ہماری جماعت کا ایک عنصر گویا ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ ہماری اقلیت اور بھی اقل ہو کر رہ جائے گی۔ اور گویا ہم خود اپنے ووٹروں کو اپنے ہاتھ سے دیں گے۔ اس کے علاوہ احمدیوں کے علیحدہ ہو جانے کے بعد ان کی نشستیں بالکل علیحدہ ہو جائیں گی اور وہ مجالس قانون ساز میں بغیر روک ٹوک کے جاسکیں گے۔ آج اگر وہ جانا چاہیں تو اُن کو آپ کی مدد کی ضرورت ہوگی لیکن علیحدگی کی صورت میں وہ بلاشرکت غیرے اپنی نشستوں کے مالک ہوں گے۔ اور ان کو مجالسِ قانون ساز

میں جانے سے کوئی بھی نہ روک سکے گا۔ صرف پنجاب ہی کے صوبہ کو لے لیجئے جہاں سے یہ تحریک اٹھی ہے اور اس کے بعد اندازہ کیجئے کہ یہ تحریک کس قدر بے محل اور غلط ہے۔ پنجاب میں آبادی کے تناسب کے اعتبار سے مسلم اکثریت ہے اور مسلمانوں نے حکومت کو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ پنجاب کی مسلم اکثریت کو آئینی طور پر تسلیم کرے۔ چنانچہ حکومت نے ایک نشست کی زیادتی سے مسلم اکثریت تسلیم کر لی ہے۔ ہندو اور سکھ متفقہ طور پر مسلم اکثریت قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں چنانچہ راجندر پرشاد اور مسٹر جناح کی گفتگوئے مصالحت بھی ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے اسی بناء پر بیکار قرار دی گئی اور اس سمجھوتہ کو اسی وجہ سے مسترد کیا گیا۔ لیکن اب مسلمانوں کی طرف سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ احمدیوں کو ان سے علیحدہ کر کے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ حالانکہ اُن کو معلوم ہے کہ پنجاب کے مسلمان جو ۵۶ فیصدی ہیں۔ صرف اسی صورت میں اکثریت کا دعویٰ کر سکتے ہیں جب احمدی بھی ان میں شامل رہیں ورنہ دس فیصدی پنجاب کے احمدی اگر نکل گئے تو مسلمان صرف ۴۶ فیصدی رہ جاتے ہیں۔ اور پھر سکھ، ہندو اور احمدی مل کر اکثریت میں آجاتے ہیں۔

ان اعداد و شمار کو دیکھتے ہوئے کیا مسلمان اپنے پیر پر خود کلہاڑی نہیں مار رہے ہیں کہ اچھے خاصے اکثریت میں ہوتے ہوئے اپنے کو اقلیت میں ڈال رہے ہیں اور اپنی اس کوشش پر خود ہی پانی پھیر رہے ہیں جو سالہا سال سے جاری تھی۔ حکومت نے جدید اصلاحات کے ماتحت ۸۵ نشستیں مسلمانوں کی رکھی ہیں۔ ان میں سے دو نشستیں احمدیوں کو ضرور مل جائیں گی اور کسی وقت ان کی جماعت کا وزیر ہو جانا بھی بعید از امکان نہیں ہے گویا اس طرح احمدی تو نہایت فائدہ میں رہیں گے۔ البتہ اگر نقصان پہنچے گا تو اُن کو ہی جو آج اپنے لئے یہ تباہی کے سامان مہیا کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ احمدیوں اور عام مسلمانوں میں مذہبی طور پر اتحاد عمل ناممکن ہے۔ لیکن سیاسی طور، جس طرح ایک حنفی، ایک شیعہ کو انگیز کر سکتا ہے۔ جس طرح ایک دیوبندی ایک بریلوی کو برداشت کر سکتا ہے کیا احمدی جماعت سے سیاسی تعلقات بھی اسی طرح نہیں رہ سکتے۔ ہم کو امید ہے کہ مسلمان اس تحریک پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے" [1]

حضرت امیر المومنینؓ کا بصیرت افروز تبصرہ (خطبہ جمعہ میں)	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے حیرت انگیز بیان پر ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء کے خطبہ جمعہ میں نہایت بصیرت افروز تبصرہ کیا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا :-

[1] "الفضل" یکم جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ +

"ڈاکٹر سر اقبال کا بیان . . . . پڑھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ یہ وہی ہیں جنہوں نے ۱۹۳۱ء میں جب کشمیر کمیٹی کا آغاز ہوا، شملہ میں زور دے کر مجھے اس کمیٹی کا پریذیڈنٹ مقرر کیا جو کشمیریوں کی آئینی امداد کے لئے قائم کی گئی تھی۔ حالانکہ وہ خالص اسلامی کام تھا۔

پس اُس وقت تو ہم مسلمان تھے۔ لیکن آج کہا جاتا ہے کہ جماعت احمدیہ اسلامی جماعت ہی نہیں۔ اگر جماعت احمدیہ اسلامی جماعت نہیں تو کیوں ۱۹۳۱ء میں سر اقبال نے زور دے کر مجھے ایک اسلامی کمیٹی کا پریذیڈنٹ مقرر کیا۔ کیا ۱۹۳۱ء میں مجھے پریذیڈنٹ بنانے والے انگریزوں کے ایجنٹ تھے جو آج کہا جاتا ہے کہ انگریزوں کی حمایت کی وجہ سے یہ سلسلہ ترقی کر رہا ہے؟

اُس وقت میری پریذیڈنٹی پر زور دینے والے دو ہی شخص تھے، ایک خواجہ حسن نظامی صاحب اور دوسرے ڈاکٹر سر اقبال۔ خواجہ صاحب تو اس موقع پر ہماری جماعت کے خلاف بولے نہیں۔ اس لئے ان کے متعلق مَیں کچھ نہیں کہتا۔ لیکن ڈاکٹر سر اقبال چونکہ ہمارے خلاف بیان دے چکے ہیں اس لئے ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ ۱۹۳۱ء میں انہوں نے کیوں ایک اسلامی کمیٹی کا مجھے پریذیڈنٹ بنایا؟ اب کہا جاتا ہے کہ جماعت احمدیہ کو عام مسلمانوں میں اثر و اقتدار کشمیر کمیٹی میں کام کرنے کی وجہ سے ہی حاصل ہوا حالانکہ اس کمیٹی کی صدارت ڈاکٹر صاحب کے زور دینے کی وجہ سے مجھے ملی۔

پس کیوں ۱۹۳۱ء میں انہوں نے احمدیوں کو مسلمان سمجھا؟ اور کیوں اب آکر انہیں محسوس ہوا کہ جماعت احمدیہ کو مسلمانوں میں سے الگ کر دینا چاہیئے؟ یا تو انہیں یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ اس وقت ہماری حمایت کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے وہ روپے لے کر آئے تھے جو اُن کی جیب میں اُچھل رہے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ احمدیوں کو مسلمانوں میں شامل کر کے اُن کی طاقت کو توڑ دیں اور یا یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ وہ اس وقت احمدیوں کو مسلمان سمجھتے تھے اور اب جو کہہ رہے ہیں کہ انگریزوں نے احمدیوں کو طاقت دی تو غلط کہہ رہے ہیں۔ آخر ہمارے عقائد بدلے تو نہیں کہ ڈاکٹر سر اقبال کو اپنی رائے بدلنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بلکہ وہی عقائد ہم اب رکھتے ہیں جو ۱۹۳۱ء میں اور اس سے پہلے تھے، مگر ۱۹۳۱ء میں تو ہم ڈاکٹر سر اقبال کے نزدیک مسلمانوں کے لیڈر، اُن کے نمائندہ اور اُن کے راہ نما ہو سکتے تھے اور ڈاکٹر اقبال میری صدارت پر زور دے سکتے اور میری صدارت میں کام کر سکتے تھے۔ لیکن اب ہمیں سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رکھنے تک کے لئے تیار نہیں۔ ۱۹۳۱ء میں تو ہمارے اسلام کا

ڈاکٹر اقبال صاحب کو یہانتک یقین تھا کہ جب یہ سوال پیش ہوا کہ وہ کمیٹی جو انتظام کے لئے بنائی جائیگی اس کے کچھ اور ممبر بھی ہونے چاہئیں اور ممبروں کے انتخاب کے متعلق بعض قواعد وضع کر لینے چاہئیں تو ڈاکٹر سر اقبال نے کہا کوئی قوانین بنانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں صدر صاحب پر پورا پورا اعتماد ہے۔ اور ہمیں چاہئیے کہ ہم ممبروں کے انتخاب کا معاملہ اُن کی مرضی پر چھوڑ دیں۔ وہ جسے چاہیں رکھیں جسے چاہیں نہ رکھیں۔

پھر ہنس کر کہا میں تو نہیں کہتا لیکن اگر سارے ممبر آپ نے احمدی ہی رکھ لئے تو مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اعتراض کریں گے کہ ان لوگوں نے کمیٹی کے تمام ممبر احمدی بنا لئے۔ اس لئے آپ ممبر بناتے وقت احتیاط کریں اور کچھ دوسرے مسلمانوں میں سے بھی لے لیں اور سارے ممبر احمدی نہ بنائیں۔ لیکن آج سر اقبال کو یہ نظر آتا ہے کہ احمدی مسلمان[ؔلہ] ہی نہیں حالانکہ اس عرصہ میں کوئی نئی بات ہمارے اندر پیدا نہیں ہوئی۔

پھر مجھے تعجب ہے کہ ہماری مخالفت میں اس حد تک یہ لوگ بڑھ گئے ہیں کہ ڈاکٹر سر اقبال جیسے انسان جو مسلمانوں کی ایک جماعت کے لیڈر، فلاسفر، شاعر اور نہایت عقلمند انسان سمجھے جاتے ہیں۔ انگریزی حکومت پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے احمدیوں کو کیوں پنپنے دیا؟ شروع میں ہی اس

ؔلہ سر محمد اقبال جن مسلمانوں سے جماعت احمدیہ کو الگ کر کے اقلیت قرار دینا چاہتے تھے ان کی نسبت موصوف کا عقیدہ یہ تھا کہ

(۱) "اگر نبی کریمؐ بھی دوبارہ پیدا ہو کر اس ملک میں اسلام کی تعلیم دیں تو غالباً (اس) ملک کے لوگ ... حقائق اسلامیہ کو نہ سمجھ سکیں۔" ("مکاتیب اقبال" صفحہ ۵۳ بحوالہ "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ" صفحہ ۱۲۴ (مؤلفہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی)

(۲) "ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے اثر میں ہیں۔ ان کو عربی اسلام سے اور اس کے نصب العین اور غرض وغایت سے آشنائی نہیں۔" (مکاتیب اقبال حصہ اوّل صفحہ ۲۳-۲۴ بحوالہ "اقبال کا تنقیدی جائزہ" صفحہ ۱۲۰-۱۲۱)

(۳) "ہندوستان کے مسلمان اس عربی اسلام کو بہت کچھ فراموش کر چکے ہیں اور عجمی اسلام ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔" ("روزگار فقیر جلد دوم صفحہ ۱۶۲)

علامہ اقبال نے اسلام سے ناآشنا مسلمانوں کیلئے یہ دُعا بھی کی کہ

"کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانے میں مقبول ہو اور رسول اللہ صلعم پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔" ("اقبال نامہ" حصہ اوّل صفحہ ۱۴ مرتبہ شیخ عطاء اللہ صاحب ایم۔اے)

تحریک کو کیوں کچل نہ دیا؟ کیونکہ ان کے نزدیک اگر نئی تحریکات کا مقابلہ نہ کیا جائے تو اس طرح اکثریت کو نقصان پہنچتا ہے۔ پس ان کے نزدیک حکومت کا فرض تھا کہ احمدیت کو کچل دیتی۔ بلکہ انہیں شکوہ ہے کہ انگریزوں نے تو اتنی بھی عقلمندی نہ دکھائی جتنی روما کی حکومت نے حضرت مسیح ناصری کے وقت میں دکھائی تھی۔ انہوں نے اتنا تو کیا کہ حضرت مسیح ناصری کو صلیب پر لٹکا دیا۔ گو یہ دوسری بات ہے کہ خدا نے اپنے فضل سے انہیں بچا لیا۔

اس فقرہ کے سوائے اس کے اور کوئی معنی نہیں کہ رُومی حکومت نے جب حضرت مسیح ناصری کو صلیب پر لٹکایا تو اس نے ایک جائز، مستحسن اور قابلِ تعریف فعل کیا اور اچھا کیا جو یہودیوں کے شور و غوغا کو سُنکر عیسائیت کے بانی پر ہاتھ اُٹھایا۔

یا تو ان لوگوں کو اتنا غصہ آتا ہے کہ اگر ہم حضرت مسیح ناصری کو وفات یافتہ کہدیں تو اُن کے تن بدن میں آگ سی لگ جاتی ہے یا اب احمدیت کی مخالفت میں عقل اس قدر ماری گئی ہے کہ کہا جاتا ہے حضرت مسیح ناصری کو صلیب پر لٹکانے کا فعل جو رومیوں نے کیا وہ بہت اچھا تھا گو پورا اچھا کام نہیں کیا کیونکہ وہ بچ رہے۔ ان کا فرض تھا کہ اگر حضرت مسیح ناصری آسمان پر چلے گئے تھے تو رُومی انہیں آسمان سے کھینچ لاتے اور اگر کشمیر چلے گئے تھے تو وہاں سے پکڑ لاتے اور اُن کے سلسلہ کا خاتمہ کر دیتے۔ تاکہ یہود کے اتحادِ ملت میں فرق نہ آتا۔ مگر انگریزوں سے تو بہرحال وہ زیادہ عقلمند تھے کہ انہوں نے اپنی طرف سے انہیں صلیب پر لٹکا دیا اور اب ڈاکٹر سر اقبال کو شکوہ ہے کہ انگریزوں نے اتنی جرأت بھی نہ دکھائی اور بناوٹی طور پر بھی حضرت مرزا صاحب کو سزا نہ دی۔[1]

یہ بیان ہے جو ڈاکٹر سر اقبال نے دیا اور مسلمان خوش ہیں کہ کیا اچھا بیان ہے۔ حالانکہ اس فقرہ کے

---

[1] ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایک اور مضمون میں یہ بھی لکھا کہ چونکہ ایمسٹرڈم میں یہودی بے انتہا اقلیت میں تھے اس لئے وہ سپائنوزا کو محرک انتشار اور قوم میں موجب اختلاف تصور کرتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس ہندوستانی مسلمان بھی تحریک قادیانیت کو جو تمام دنیائے اسلام کو کافر سمجھتی ہے اور اُن کا معاشرتی بائیکاٹ کر رہی ہے . . . . سپائنوزا کی مابعد الطبیعات کے مقابلہ میں ہزار ہا درجہ زیادہ خطرناک اور مہلک خیال کرتی ہے۔

ایک سیاسی مبصر نے اس نظریہ پر یہ دلچسپ تبصرہ کیا کہ "ڈاکٹر اقبال اور ان کے ہم خیالوں کو یہود سے یہ خود تجویز کردہ مماثلت مبارک ہو۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ڈاکٹر اقبال اور ان کے ہم خیال مسلمان روئے زمین کے تمام مذاہب کے پیروؤں کو کافر نہیں کہتے اور ان سے معاشرتی بائیکاٹ نہیں ہوئے؟ اگر ایسا ہی ہے تو کیا غیر مسلموں کو یہ حق حاصل ہے کہ اسلام کو دنیا میں انتشار پیدا کرنے کا موجب اور ڈاکٹر اقبال اور ان کے ہم خیالوں کو اس کا مجرم قرار دیں۔" ("الفضل" ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۵ کالم ۴)

سوائے اس کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے کہ جیسے رومیوں نے حضرت مسیح ناصریؑ سے سلوک کیا تھا ویسا ہی سلوک انگریزوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کرنا چاہیئے تھا۔ اگر اس فقرہ سے ہزارواں حصہ کم بھی کسی احمدی کے مُنہ سے نکل جاتا تو ایک طوفان مخالفت برپا ہو جاتا اور احراری شور مچانے لگ جاتے کہ مسیح ناصریؑ کی توہین کر دی گئی لیکن اب چونکہ یہ الفاظ اس شخص نے کہے ہیں جو ان کا لیڈر ہے اس لئے اگر وہ رومیوں کے مظالم کی تعریف بھی کر جائیں تو کہا جاتا ہے واہ وا! کیا خوب بات کہی!! احمدی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف کریں تو آپ کی ہتک کرنے والے قرار پائیں۔ اور یہ حضرت مسیحؑ کی کھُلی کھُلی توہین کریں تو آپ کی عزّت کرنے والے سمجھے جائیں۔

یہ باتیں بتاتی ہیں کہ مسلمانوں کا ایک حصّہ ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں نجات اس کے لئے ناممکن ہوگئی ہے۔ وہ ہماری دشمنی میں ہر چیز کو توڑنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ ہماری عداوت میں اسلام پر تبر چلانے، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزّت پر تبر چلانے اور پہلے انبیاء کی عزتوں پر تبر چلانے کے لئے بھی تیار ہیں اور صرف اس ایک مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کچل دی جائے۔ لیکن جیسے اسلام اور رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور پہلے انبیاء پر جو تبر چلائے جائیں گے وہ رائیگاں جائیں گے۔ اسی طرح یہ وہ تبر جو جماعت احمدیہ پر چلایا جائے گا۔ آخر چکّر کھا کر انہی کے پاؤں پر پڑے گا اور جماعت احمدیہ کو ایک ذرّہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"[۱]

حضرت امیر المومنین کا بصیرت افروز تبصرہ (مضمون کی صورت میں)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خطبہ جمعہ میں تبصرہ کرنے کے بعد "ڈاکٹر سر محمد اقبال اور احمدیہ جماعت" کے عنوان سے ایک نہایت محققانہ مضمون بھی تحریر فرمایا جو "الفضل" ۱۸ر جولائی ۱۹۳۵ء میں چھپنے کے علاوہ ٹریکٹ کی شکل میں بھی شائع ہوا۔ اس قیمتی مضمون کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے:-

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَ النَّاصِرُ

ڈاکٹر سر محمد اقبال اور احمدیہ جماعت

سر محمد اقبال صاحب کو کچھ عرصہ سے میری ذات سے خصوصاً اور جماعت احمدیہ سے عموماً بُغض پیدا ہو گیا

---

[۱] "الفضل" ۳۰ر مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۴ و ۵ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ر مئی ۱۹۳۵ء)

شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کی طرف سے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو خراج عقیدت۔

رسالہ ''انڈین اینٹی کویری'' ۱۹۰۰ء میں موصوف کے شائع شدہ مقالہ کا ایک ورق

[illegible] or Pure Being when it leaves its absoluteness undergoes three [illegible] (3) [illegible]. In the first stage there is absence of all attribute- [illegible] and therefore [illegible] one step away from the absoluteness [illegible] is yet free from all manifestation while the third stage [illegible] ation of the Oneness or as Hegel would say, is the self-diremption [illegible] the sphere of the name Allah (الله); here the darkness of Pure Being [illegible] the front, the Absolute Being has become conscious. He says [illegible] the [illegible] of all the [illegible] of the different Phases of Divinity [illegible] progress of Pure Being, all that is the result of Divine self-diremption, [illegible] within the titanic grasp of this name which, in the third stage of the [illegible] became a mirror in which God reflected Himself and thus by its [illegible] all the gloom of the Absolute Being.

[illegible] these three stages of the Absolute Development the perfect man has the [illegible] that in his case the process of development must be the reverse, because he [illegible] while the Absolute Being had undergone essentially a process of descent. In [illegible] progress he meditates on the name, studies nature on which it is sealed [illegible] into the sphere of the Attribute and in the third stage he enters the [illegible]. It is here that he becomes the god-man; his eye becomes the eye of God and his [illegible] the [illegible] of God [illegible] participates in the general life of Nature [illegible] will suggest at once how strikingly the author has anticipated the [illegible] Dialectic method how [illegible] he has emphasized the Doctrine of the Logos [illegible] and among [illegible] thinkers of Islam, and [illegible] by Mirza Ghulam Ahmad of Qadian, [illegible] the profoundest theologian [illegible] Muhammadan [illegible] and, with a [illegible] [illegible] [illegible] of Allah [illegible]

THE 39

INDIAN ANTIQUARY,

A JOURNAL OF ORIENTAL RESEARCH

IN

ARCHÆOLOGY, EPIGRAPHY, ETHNOLOGY, GEOGRAPHY, HISTORY, FOLKLORE, LANGUAGES, LITERATURE, NUMISMATICS, PHILOSOPHY, RELIGION, &c., &c.,

PUNJAB UNIVERSITY LAHORE LIBRARY

EDITED BY

RICHARD CARNAC TEMPLE, C.I.E.,
LIEUT.-COLONEL INDIAN STAFF CORPS.

ORIENTAL COLLEGE LIBRARY LAHORE

VOL. XXIX. — 1900.

BOMBAY:

PRINTED AND PUBLISHED AT THE EDUCATION SOCIETY'S PRESS, BYCULLA.

LONDON: KEGAN PAUL, TRENCH, TRUBNER & Co.

LONDON: LUZAC & Co.
BOMBAY: EDUCATION SOCIETY'S PRESS.
NEW YORK: WESTERMANN & Co.
CHICAGO: S. D. PEET, Esq., PH.D.
LEIPZIG: OTTO HARRASSOWITZ
PARIS: E. LEROUX.
BERLIN: A. ASHER & Co.
VIENNA: A. HOLDER & Co.

ہے۔ اور اب ان کی حالت یہ ہے کہ یا تو کبھی وہ انہی عقائد کی موجودگی میں جو ہماری جماعت کے اب ہیں جماعت احمدیہ سے تعلق موانست اور مواخات رکھنا بُرا نہیں سمجھتے تھے یا اب کچھ عرصہ سے وہ اس کے خلاف خلوت اور جلوت میں آواز اُٹھاتے رہتے ہیں۔ میں ان وجوہ کے اظہار کی ضرورت محسوس نہیں کرتا جو اس تبدیلی کا سبب ہوئے ہیں جس نے ۱۹۱۱ء کے اقبال کو جو علیگڑھ کالج میں مسلمان طلباء کو تعلیم دے رہا تھا کہ **"پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں"**[1] ۱۹۳۵ء میں ایک دوسرے اقبال کی صورت میں بدل دیا جو یہ کہہ رہا ہے کہ

> "میرے نزدیک قادیانیت سے بہائیت زیادہ ایماندارانہ ہے کیونکہ بہائیت نے اسلام سے اپنی علیحدگی کا اعلان واشگاف طور پر کر دیا۔ لیکن قادیانیت نے اپنے چہرے سے منافقت کی نقاب اُلٹ دینے کے بجائے اپنے آپ کو محض نمائشی طور پر جزو اسلام قرار دیا اور باطنی طور پر اسلام کی رُوح اور اسلام کے تخیّل کو تباہ و برباد کرنے کی پُوری پُوری کوشش کی"
>
> (زمیندار ۵ مئی ۱۹۳۵ء)

یعنے ۱۹۱۱ء کی احمدیہ جماعت آج ہی کے عقائد کے ساتھ صحابہؓ کا خاص نمونہ تھی لیکن ۱۹۳۵ء کی احمدیت بہائیت سے بھی بدتر ہے۔ اس بہائیت سے جو صاف لفظوں میں قرآن کریم کو منسوخ کہتی ہے۔ جو واضح عبارتوں میں بہاء اللہ کو ظہور الہٰی قرار دیتے ہوئے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ان کو فضیلت دیتی ہے گویا ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے نزدیک اگر ایک شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو منسوخ قرار دیتا، قرآن کریم سے بڑھ کر تعلیم لانے کا مدعی ہوتا، نمازوں کو تبدیل کر دیتا اور قبلہ کو بدل دیتا ہے اور نیا کلمہ بناتا اور اپنے لئے خدائی کا دعویٰ کرتا ہے حتّٰی کہ اس کی قبر پر سجدہ کیا جاتا ہے تو بھی اس کا وجود ایسا بُرا نہیں مگر جو شخص رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین قرار دیتا، آپ کی تعلیم کو آخری تعلیم بتاتا، قرآن کریم کے ایک ایک لفظ ایک ایک حرکت کو آخر تک خدا تعالےٰ کی حفاظت میں سمجھتا ہے۔ اسلامی تعلیم کے ہر حکم پر عمل کرنے کو ضروری قرار دیتا ہے اور آئندہ کے لئے سب رُوحانی ترقیات کو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور غلامی میں محصور سمجھتا ہے وہ بُرا اور بائیکاٹ کرنے کے قابل ہے۔

---

[1] یاد رہے علامہ اقبال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضور کو جدید ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑا دینی مفکر بھی سمجھتے تھے (ملاحظہ ہو رسالہ انڈین اینٹی کویری جلد ۲۹ ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۲۳۹ جس کا عکس اس کتاب میں موجود ہے)

دوسرے لفظوں میں سر محمد اقبال صاحب مسلمانوں سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ جو شخص رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو منسوخ کرے قرآن کریم کے بعد ایک نئی کتاب لانے کا مدعی ہو۔ اپنے لئے خدائی کا مقام تجویز کرے اور اپنے سامنے سجدہ کرنے کو جائز قرار دے۔ جس کے خلیفہ کی بیعت فارم میں صاف لفظوں میں لکھا ہو کہ وہ خدا کا بیٹا ہے، وہ بانی سلسلۂ احمدیہ سے اچھا ہے جو اپنے آپ کو خادم رسُول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم قرار دیتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی اطاعت کو اپنے لئے ضروری قرار دیتے ہیں اور کعبہ کو بیت اللہ اور کلمہ کو مدارِ نجات سمجھتے ہیں۔ کیونکہ بہائی تو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اور قرآن کریم پر حملہ کرتے ہیں۔ **لیکن احمدی سر محمد اقبال اور ان کے ہمنواؤں کو روحانی بیمار قرار دے کر انہیں اپنے علاج کی طرف توجہ دلاتے ہیں** اور ان کے ایمان کی کمزوریوں کو اُن پر ظاہر کرتے ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

سر محمد اقبال صاحب اس عذر کی پناہ نہیں لے سکتے کہ میرا صرف مطلب یہ ہے کہ بہائی منافق نہیں اور احمدی منافق ہیں۔ کیونکہ اوّل تو یہ غلط ہے کہ بہائی کھُلے بندوں اپنے مذہب کی تلقین کرتے ہیں۔ اگر سر محمد اقبال یہ دعویٰ کریں تو اس کے صرف یہ معنی ہوں گے کہ بیسویں صدی کا یہ مشہور فلسفی ان فلسفی تحریکات تک سے آگاہ نہیں جن سے اس وقت کے معمولی نوشت و خواند والے لوگ آگاہ ہیں۔ سر محمد اقبال کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بہائی اپنی کتب عام طور پر لوگوں کو نہیں دیتے بلکہ انہیں چھپاتے ہیں۔ وہ ہر ملک میں الگ الگ عقائد کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ امریکہ میں صاف لفظوں میں بہاء اللہ کو خدا کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ لیکن اسلامی ممالک میں اس کی حیثیت ایک کامل ظہور کی بتاتے ہیں۔ وہ اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھ لیتے ہیں۔ ویسا ہی وضو کرتے ہیں اور اتنی ہی رکعتیں پڑھتے ہیں جتنی کہ مسلمان۔ لیکن الگ طور پر وہ صرف تین نمازوں کے قائل ہیں اور ان کے ہاں نماز پڑھنے کا طریق بھی اسلام سے مختلف ہے۔

پھر یہ بھی درست نہیں کہ احمدی منافق ہیں اور لوگوں سے اپنے عقائد چھپاتے ہیں۔ اگر احمدی مداہنت سے کام لیتے تو آج سر محمد اقبال کو اس قدر اظہارِ غصہ کی ضرورت ہی کیوں ہوتی

احمدی ہندوستان کے ہر گوشے میں رہتے ہیں۔ دوسرے فرقوں کے لاکھوں کروڑوں مسلمان اِن کے حالات سے واقف ہیں۔ وہ گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی نماز کے مطابق نماز پڑھنے والے، روزے رکھنے والے، حج کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے ہیں۔ وہ کون سی بات ہے جو احمدی چھپاتے ہیں اور سر محمد اقبال کے پاس وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے اُنہوں نے یہ معلوم کیا کہ احمدیوں کے دل میں کچھ اَور ہے مگر ظاہر وہ کچھ اَور کرتے ہیں۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو اس قدر محتاط تھے کہ جب ایک صحابی نے ایک شخص کو جس نے جنگ میں عین اس وقت کلمہ پڑھا تھا جب وہ اُسے قتل کرنے لگے تھے، قتل کر دیا۔ اور عذر یہ رکھا کہ اس نے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ هَلْ شَقَقْتَ قَلْبَهٗ کیا تو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا ہے؟ لیکن ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب آج دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ قوم جس کے افراد نے افغانستان میں اپنے عقائد چھپانے پسند نہ کئے لیکن جان دے دی، ساری کی ساری منافق ہے اور ظاہر کچھ اَور کرتی ہے اور اس کے دل میں کچھ اور ہے۔

اگر یہ الزام کوئی ایسا شخص لگاتا جسے احمدیوں سے واسطہ نہ پڑا ہوتا تو میں اُسے معذور سمجھ لیتا۔ لیکن سر محمد اقبال معذور نہیں کہلا سکتے۔ اُن کے والد صاحب مرحوم احمدی تھے۔ اُن کے بڑے بھائی صاحب شیخ عطا محمد صاحب احمدی ہیں۔ ان کے اکلوتے بھتیجے شیخ محمد اعجاز احمد صاحب سب جج احمدی ہیں[1]۔ اسی طرح ان کے خاندان کے اور کئی افراد احمدی ہیں۔ ان کے بڑے بھائی صاحب حال ہی میں کئی ماہ اُن کے پاس رہے ہیں۔ بلکہ جس وقت انہوں نے یہ اعلان شائع کیا ہے اس وقت بھی سر محمد اقبال صاحب کی کوٹھی وہ تعمیر کرا رہے تھے۔ کیا سر محمد اقبال صاحب نے اُن کی رہائش کے ایام میں انہیں منافق پایا تھا یا خود اپنی زندگی سے زیادہ پاک زندگی ان کی پائی تھی۔ ان کے سگے بھتیجے شیخ اعجاز احمد صاحب ایسے نیک

---

[1] ملاحظہ ہو "ذکر اقبال" (از سالک) "روزگار فقیر" (از فقیر سید وحید الدین)
یاد رہے علامہ اقبال نے اپنے نابالغ بچّوں کے اولیا کے بارے میں جو وصیت نامہ لکھا اس میں شیخ اعجاز احمد صاحب کا نام بھی بطور ولی لکھا (روزگار فقیر جلد ۲ صفحہ ۵۶)

نوجوان ہیں کہ اگر سر محمد اقبال غور کریں تو یقیناً انہیں ماننا پڑے گا کہ اُن کی اپنی جوانی اس نوجوان کی زندگی سے سینکڑوں سبق لے سکتی ہے۔ پھر ان شواہد کی موجودگی میں ان کا کہنا کہ احمدی منافق ہیں اور وہ ظاہر میں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن دل سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے دین کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟

مَیں تمام اُن شریف مسلمانوں سے جو اسلام کی محبت رکھتے ہیں، درخواست کرتا ہوں کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس صورتِ حالات پر غور کریں جو ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے اعلان نے پیدا کر دی ہے اور دیکھیں کہ کیا اس قسم کے غیظ و غضب سے بھرے ہوئے اعلان مسلمانوں کی حالت کو بہتر بنائیں گے یا خراب کریں گے اور سوچیں کہ ایک شخص جو اپنے احمدی بھائی کو بُلوا کر اس سے اپنی کوٹھی بنواتا ہے دوسرے مسلمانوں کو اُن کے بائیکاٹ کی تعلیم دیتا ہے کہانتک لوگوں کے لئے راہنما بن سکتا ہے اور اسی طرح وہ شخص جو رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کھُلا حملہ کرنے والے کو اچھّا قرار دیتا ہے اور اپنے ایمان پر اعتراض کرنے والے کو ناقابلِ مُعافی قرار دیتا ہے کہانتک مسلمانوں کا خیر خواہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ کاش سر محمد اقبال اس عُمر میں ان امُور کی طرف توجّہ کرنے کی بجائے ذکرِ الٰہی اور احکامِ اسلام کی بجا آوری کی طرف توجّہ کرتے اور بیشتر اس کے کہ توبہ کا دروازہ بند ہوتا، اپنے نفس کی اصلاح کرتے تا خدا تعالیٰ اُن کو مَوت سے پہلے صداقت کے سمجھنے کی توفیق دیتا اور وہ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے سچّے متبع کے طور پر اپنے رب کے حضور میں پیش ہو سکتے۔ وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

وَالسَّلَام

خاکسار مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ " [1] [2]

---

[1] "الفضل" قادیان ۱۸ر جولائی ۱۹۳۵ء ؕ

[2] جناب عبد الحکیم صاحب شملوی کا بیان ہے کہ:۔

"۱۹۳۱ء کا واقعہ ہے۔ مولانا شوکت علی، نواب صاحب بھوپال کے مہمان تھے اور نہال ہاؤس شملہ میں نواب صاحب کے کیمپ میں مقیم تھے۔ مَیں اُن سے ملنے گیا۔ وہاں مولانا کی ملاقات کے لئے سر محمد اقبال بھی تشریف

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کا ردّ عمل

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے مدلّل مضمون اور آپ کے بیان فرمودہ حقائق کے ردّ میں ڈاکٹر صاحب موصوف کو آخر دم تک قلم اُٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ البتہ انہوں نے اپنے فلسفیانہ انداز میں احمدیت پر تنقید ضرور جاری رکھی۔ خصوصاً پنڈت جواہر لال نہرو کے دو[1] مضامین کے جواب میں (جو کلکتہ کے رسالہ "ماڈرن ریویو" میں شائع ہوئے تھے)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :-

لائے۔ مولانا چونکہ وہاں موجود نہ تھے، سر محمد اقبال سے میری باتیں ہوتی رہیں۔ دوران گفتگو میں میرے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا۔ فی الحقیقت اگر آج کوئی خدمت اسلام کر رہا ہے تو وہ صرف جماعت احمدیہ ہے۔ اور یہی لوگ ہیں جو حق رکھتے ہیں کہ مسلمان کہلائیں۔ ان میں میں سب باتیں قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کی پاتا ہوں غیور اور پکے مسلمان ہیں۔ آپس میں محبت اور ایثار سے کام لیتے ہیں۔

اس پر میں نے اُنہیں بتایا کہ ایک دفعہ مولانا محمد علی نے فرمایا تھا۔ اگر مجھے دس آدمی احمدیوں کا سا اخلاص اور سچائی رکھنے والے مل جائیں تو میں ہندوستان کے مسلمانوں کی تنظیم کر سکتا ہوں۔ افسوس یہ ہے کہ جس کے سپرد ہم کوئی کام کرتے ہیں وہ خود مختار بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس پر سر اقبال نے کہا۔ مولانا نے صحیح کہا ہے۔ یہی حال آج مسلمانوں کا ہے۔ وہ اس قدر خود سر ہیں کہ دوسرے کی بات ماننے کو ہرگز تیار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان روز بروز اپنی اس خود سری کے باعث انحطاط کی طرف جا رہے ہیں۔

یہ تو ایک ملاقات کا ذکر ہے۔ ورنہ سر اقبال کو میں جب بھی ملا انہیں احمدیت کا بے انتہا مدّاح پایا۔ چونکہ سر اقبال کا لڑکا آفتاب احمد میرا ہم جماعت تھا۔ میں نے اس کا حال پوچھا تو کہنے لگے میں نے اُسے قادیان پڑھنے کے لئے بھیجا تھا تا دین سیکھ لے مگر وہ وہاں نہ رہا۔

جو شخص اپنے بچے کو قادیان تربیت کے لئے بھیجتا ہے لازماً وہ دل میں احمدیت کی قیمت جانتا ہے۔ اب احراریوں کے دباؤ یا اپنے لئے مسلمانوں کے اندر کوئی جگہ بنانے کے لئے مخالفت پر آمادہ ہو جائے تو اور بات ہے۔"

("الفضل" قادیان ۔ ۲۰ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۴)

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا :-

[1] پنڈت جی نے ڈاکٹر صاحب موصوف کے پہلے بیان پر تنقید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اگر اسلام کے ایک بنیادی عقیدہ ختم نبوّت کے انکار سے قادیانی خارج از اسلام ہو گئے ہیں تو آغا خان کو مسلمان قرار دینے کی وجہ کیا ہے؟ پنڈت جی سوشلسٹ خیال کے سیاسی لیڈر تھے۔ جماعت احمدیہ کے مذہبی یا سیاسی افکار سے تو ان کو کوئی ہمدردی تھی نہیں ہاں دوستانہ تعلقات کے اعتبار سے وہ ڈاکٹر صاحب سے زیادہ قریب تھے۔

سیّد رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں :-

"اقبال بھی جواہر لال کے بارے میں بڑی اچھی رائے رکھتے تھے۔ کشمیریت کے اشتراک سے قطع نظر وہ اُن کے اخلاص، بے باکی، جوشِ کار، حبِ وطن، ذہانت، قابلیت، فراست، ہر چیز کے معترف تھے"

("اقبال اور سیاست ملّی" صفحہ ۱۳۰ - ۱۳۱)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انہوں نے احمدیت پہ زبردست نکتہ چینی کی۔

ایک ضمنی بات

یہاں ضمناً یہ بتانا شاید غیر مناسب نہ ہوگا کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال شعر و سخن اور فلسفہ دانی میں ایک بلند پایہ شخصیت کے حامل تھے مگر جہانتک اسلامی نظریات و مبادیات کا تعلق ہے۔ انہیں خود مسلم تھا کہ

"میری مذہبی معلومات کا دائرہ نہایت محدود ہے۔ میری عمر زیادہ تر مغربی فلسفہ کے مطالعہ میں گذری ہے اور یہ نقطہ خیال ایک حد تک طبیعت ثانیہ بن گیا ہے۔ دانستہ یا نادانستہ میں اسی نقطۂ خیال سے حقائق اسلام کا مطالعہ کرتا ہوں" [1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:-

خود علامہ اقبال نے ۸ر نومبر ۱۹۳۳ء کو بیان دیا کہ "میں پنڈت جواہر لال نہرو کے خلوص اور صاف گوئی کی ہمیشہ سے قدر کرتا رہا ہوں" ("اقبال اور سیاست ملی" ناشر اقبال اکیڈیمی کراچی، صفحہ ۲۸۱)

ڈاکٹر صاحب ابتدائی زندگی میں وطنیت اور قومیت متحدہ کے زبردست مداح اور علمبردار تھے ("اقبال اور سیاست ملی" صفحہ ۳۸، از مولانا رئیس احمد جعفری)۔ دوسرے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کانگرس کی آلہ کار جماعت احرار نے کر رکھا تھا اور ڈاکٹر صاحب اس کی تائید فرما رہے تھے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے ۲۱ر جون ۱۹۳۶ء کو پنڈت جی کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا کہ

"میرے محترم پنڈت جواہر لال۔ آپ کے خط کا جو مجھے کل ملا، بہت بہت شکریہ۔ آپ کے مقالات پڑھ کر آپ کے مسلمان عقیدتمند خاصے پریشان ہوئے۔ اُن کو یہ خیال گذرا کہ احمدی تحریک سے آپ کو ہمدردی ہے۔ . . . بہرحال مجھے خوشی ہے کہ میرا تاثر غلط ثابت ہوا۔ مجھ کو خود "دینیات" سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے مگر احمدیوں سے خود انہی کے دائرہ فکر میں نپٹنے کی غرض سے مجھے بھی "دینیات" سے کسی قدر جی بہلانا پڑا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے یہ مقالہ اسلام اور ہندوستان کے ساتھ بہترین نیتوں اور نیک ترین ارادوں میں ڈوب کر لکھا۔ میں اس باب میں کوئی شک و شبہ اپنے دل میں نہیں رکھتا کہ یہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ لاہور میں آپ سے ملنے کا جو موقعہ میں نے کھویا اس کا سخت افسوس ہے۔ . . . . آپ مجھے ضرور مطلع فرمائیں کہ آپ پھر پنجاب کب تشریف لا رہے ہیں۔ شہری آزادیوں کی انجمن کے بارے میں آپ کی جو تجویز ہے اس سے متعلق خط آپ کو ملا یا نہیں . . .

آپ کا مخلص محمد اقبال" ("کچھ پرانے خط" حصہ اول مرتبہ جواہر لال نہرو صفحہ ۲۹۳ ناشر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی)

اس خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے احمدیوں کے خلاف جو کچھ لکھا اس کی حیثیت "دینیات" سے "دل بہلاوا" کی تھی اور پنڈت نہرو جی کے مضمون کا اصلی مقصد دراصل احمدیوں کی تائید کرنا ہرگز نہیں تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے خود لکھا ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

[1] مکتوب بنام پروفیسر صوفی غلام مصطفٰی صاحب تبسم (اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۴۶-۴۷۔ ناشر شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور)

اسی تعلق میں ایک بار انہوں نے اپنی چھوٹی ہمشیرہ کو خط میں لکھا :-

"میں جو اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ وغیرہ پڑھنے میں گنوائی۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو قوائے دماغی بہت اچھے عطا فرمائے تھے۔ اگر یہ قوی دینی علوم کے پڑھنے میں صرف ہوتے تو آج خدا کے رسُول کی میں کوئی خدمت کر سکتا "[۱]

اس کے مقابل جہانتک عمل کا تعلق ہے، اُن کا اپنا اعتراف ہے کہ

ے "اقبال بڑا اپدیشک ہے مَن باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا "[۲]

اسی طرح ایک بار انہوں نے اپنی عملی زندگی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ

"میں تو قوّال ہوں مَیں گاتا ہوں تم ناچتے ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں بھی تمہارے ساتھ ناچنا شروع کر دُوں "[۳]

انہوں نے ایک اَور موقعہ پر یہ بھی اعتراف کیا کہ

"اگر مَیں اپنی پیش کردہ تعلیمات پر عمل بھی کرتا تو شاعر نہ ہوتا بلکہ مہدی ہوتا "[۴]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :-

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر پنڈت جی کا جماعت احمدیہ کے حق میں لکھنے کی درپردہ اغراض کیا تھیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ پنڈت جی ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے تھے۔ وہ مسلمانوں میں بالواسطہ طور پر یہ تاثر قائم کرنا چاہتے تھے کہ احمدیوں کے خلاف مجلس احرار کی تحریک سے کانگرس کو کوئی دلچسپی نہیں۔ حالانکہ یہ تحریک کانگرس ہی کے اشارہ پر اُٹھائی گئی تھی۔ جیسا کہ جلد ہفتم میں تفصیلاً بتایا جا چکا ہے۔ ۲- پنڈت جی مسلم لیگ کی آئینی و مالی حیثیت کو کمزور کرنا چاہتے تھے کہ اگر احمدی غیر مسلم ہیں تو مسلمانوں کے لیڈر آغا خاں بھی علامہ اقبال کے فلسفہ ختم نبوت کی رُو سے یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اس لئے اُن کو بھی ملّت سے باہر کر دینا چاہیئے۔ اس کے بعد اگلا قدم شاید قائدِ اعظم محمد علی جناح کے خلاف اُٹھایا جاتا۔ اسماعیلی فرقہ کے عقائد کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر زاہد علی کی کتاب "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت" اس کتاب میں یہانتک لکھا ہے کہ اسماعیلیوں کے ساتویں امام مولانا محمد بن اسماعیل سَابِعُ المتمّمِیْن، خاتم الائمّہ، قائم الاتماء، سَابِع الرسل، سابع النطقاء کہے جاتے ہیں۔ آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کر دیا۔ آپ نے محمد المصطفٰے کے دَور کو پُورا کیا اور آپ سے ساتواں دَور شروع ہوا۔ (مفہوم مقدمہ صفحہ ۲)

[۱] "روزگار فقیر" جلد دوم صفحہ ۱۸۸ (مؤلفہ فقیر سیّد وحید الدین، طابع و ناشر طبع اوّل نومبر ۱۹۶۴ء) [۲] "بانگ درا" صفحہ ۳۳۶

[۳] "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ صفحہ ۱۱۷-۱۱۸ (مؤلفہ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی۔ ناشر اقبال اکیڈیمی کراچی ۱۹۶۵ء)۔ اقبال مرحوم کا ایک شعر ہے ے "لوگ کہتے ہیں مجھے راگ کو چھوڑو اقبال ٭ راگ ہے دین میرا راگ ہے ایمان میرا" (باقیات اقبال ص ۵۰۴)

[۴] "ذکر اقبال" صفحہ ۲۵۸ (مؤلفہ مولانا عبد المجید سالک)۔ اس نقطۂ نگاہ سے اقبالیات کے مطالعہ کا شوق رکھنے والوں

علامہ احسان اللہ خاں تاجور نے اپنے رسالہ "شاہکار" میں لکھا ہے کہ

"علامہ اقبال . . . میں کمال قابلیت کے ساتھ طاقت گفتار کی بہ نسبت روح کردار بہت کم ہے" ؎۱

بلکہ امیر شریعت احرار مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری تو صاف کہا کرتے تھے کہ

"اقبال کا قلم تمام عمر صحیح رہا اور قدم اکثر و بیشتر غلط" ؎۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :-

کو "باقیات اقبال" کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس سے ان کو اس عظیم فلسفی شاعر کا نفسیاتی تجزیہ کرنے میں بھی بڑی مدد ملے گی۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب کا کہنا ہے کہ ؎

" مانگ کر احباب سے رجعت پسندی کی کدال ÷ قبر آزادی کی کھود دی کس نے سر اقبال نے
کہہ رہے تھے ڈاکٹر عالم یہ افضل حق سے ÷ قوم کی لٹیا ڈبو دی کس نے سر اقبال نے "
("ظفر علی خاں" صفحہ ١٩٧ از شورش)

ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے ٣٠ دسمبر ١٩١٥ء کو لاہور سے مہاراجہ کشن پرشاد شاد (وزیر اعظم ریاست حیدر آباد) کے نام ایک مکتوب لکھا تھا جس سے علامہ موصوف کی افتاد طبع کا خوب پتہ چلتا ہے۔ فرماتے ہیں :-

" لندن میں ایک انگریز نے مجھ سے پوچھا۔ تم مسلمان ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ تیسرا حصہ مسلمان ہوں۔ وہ حیران ہو کر بولے، کس طرح؟ میں نے عرض کیا کہ رسول اکرمؐ فرماتے ہیں۔ مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں پسند ہیں۔ نماز، خوشبو اور عورت۔ مجھے ان تینوں میں سے صرف ایک پسند ہے۔ مگر اس تخیل کی داد دینی چاہیئے کہ نبی کریمؐ نے عورت کا ذکر دو لطیف ترین چیزوں کے ساتھ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت نظام عالم کی خوشبو ہے اور قلب کی نماز۔ ایک معصومہ پنجاب میں رہتی ہے۔ میں نے کبھی اسے دیکھا نہیں مگر سنا جاتا ہے کہ حسن میں لاجواب ہے اور اپنے گذشتہ اعمال سے تائب ہو کر پردہ نشینی کی زندگی بسر کرتی ہے۔ چند روز ہوئے اس کا خط مجھے موصول ہوا کہ مجھ سے نکاح کر لو۔ تمہاری نظم کی وجہ سے تم سے غائبانہ پیار رکھتی ہوں اور میری توبہ کو ٹھکانے لگا دو۔ دل تو یہی چاہتا تھا کہ اس کار خیر میں حصہ لوں مگر گھر میں طاقت ہی نری کافی نہیں اس کے لئے دیگر وسائل بھی ضروری ہیں۔ مجبوراً مہذبانہ انکار کرنا پڑا۔ اب بتائیے کہ آپ کا نسخہ کیسے استعمال میں آئے؟ مگر میں آپ کی ولایت کا قائل ہوں کہ آپ نے ایسے وقت میں یہ نسخہ تجویز فرمایا کہ مریض کی طبیعت خود بخود ادھر مائل تھی۔ نسخہ مجھے دل سے پسند ہے مگر اس کو کسی اور وقت پر استعمال میں لاؤں گا جب حالات زیادہ مساعد ہوں۔ فی الحال سرکار کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ قادر و توانا سرکار کی تقلید کی توفیق عطا فرمائے کہ . . . . شاہ کے مریدوں میں داخل ہو کر تثلیثی مذہب کو خیرباد کہہ کر پنجتنی ہو جاؤں۔ . . . . بندۂ درگاہ ـ محمد اقبال "

(سہ ماہی رسالہ "اردو" شمارہ اپریل ١٩٦٧ء کراچی۔ بحوالہ ہفت روزہ "لاہور" ٢٨ اگست ١٩٦٧ء)

یہ تو ایام شباب کی بات ہے جہاں تک جناب موصوف کے آخری دور حیات کا تعلق ہے، اقبال کے بڑے عقیدت مند اہل قلم جناب شورش کاشمیری صاحب مدیر "چٹان" کی کتاب "نورتن" (صفحہ ٥١-٥٢-٥٣) کا مطالعہ کافی ہوگا۔

؎۱ "شاہکار" ١٩٣٦ء صفحہ ١٠ ÷ ؎۲ ہفت روزہ "عادل" ٢٣ مارچ ١٩٥٣ء صفحہ ٢۔ ان حقائق کے باوجود بعض حلقوں نے غالباً کسی خاص منصوبہ اور مصلحت کے تحت اقبال کے معاملے میں از حد غلو سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔ اور ان کو

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ڈاکٹر صاحب کے بعض عجیب و غریب نظریات

عقیدہ و عمل کی اسی امتزاجی کیفیت کا نتیجہ تھا کہ علامہ اقبال نے احمدیوں کو ختم نبوت اور اسلام کا باغی ثابت کرنے کے لئے پنڈت نہرو کے جواب میں بعض ایسے نظریات پیش کر دیئے جن کی تغلیط بعد کو خود اُن کے مداحوں کو کرنا پڑی۔ مثلاً انہوں نے یہ نظریہ اختراع کیا کہ غلام قوموں کے انحطاط کے نتیجہ میں الہام جنم لیتا ہے۔ اسی خیال کو انہوں نے اپنے ایک شعر میں یوں باندھا ہے:-

سہ محکوم کے الہام سے اللہ بچائے ؎ غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:-

"پیغمبر گلشن" "رسولِ چمن" (ہفت روزہ "قندیل" ۲۴ اپریل ۱۹۵۶ء نظم عبدالکریم ثمر) "کلیم وقت" (گفتنی و ناگفتنی صفحہ ۲۲۶) "پیغمبر پیغمبر حق" "نبی" "محمد موسیٰ کف" (اقبال ایرانیوں کی نظر میں) اور خدا جانے کیا کیا القاب و خطابات دینے لگے ہیں۔ آغا عبدالکریم شورش کاشمیری نے بجا لکھا ہے کہ "علامہ اقبال . . . کو مسلمانوں کی بے پناہ عقیدت لے ڈوبی" (ہفت روزہ "عادل" لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۲) اس "بے پناہ عقیدت" کا نتیجہ کس رنگ میں برآمد ہوا ہے۔ اس کا جواب پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے الفاظ میں یہ ہے کہ "اقبال کو اپنے ذاتی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ جیسے دیکھو آلاتِ جراحی لئے مرحوم کے کلام کا پوسٹ مارٹم کر رہا ہے . . . مسلمانوں نے اقبال کے کلام کو ذہنی تفریح اور دماغی ورزش کا ذریعہ بنا لیا ہے" (شرح بالِ جبریل صفحہ ۲۴۳ ناشر عشرت پبلشنگ ہاؤس ہسپتال روڈ لاہور) بقول شورش کاشمیری "مسلمانوں نے علامہ اقبال سے جو عقیدت استوار کی ہے اس کا رشتہ دماغی نہیں قلبی ہے اور ظاہر ہے کہ دل کی محبت ہمیشہ اندھی ہوتی ہے۔ مسلمان اقبال کے نام سے محبت کرتے ہیں لیکن اقبال کے کلام کو صرف گاتے یا گواتے ہیں۔ ع مرا یاراں غزل خوانے شمارند" ("عادل" ۲۳ مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۲) نیز "یار لوگوں نے اقبال کو اپنے مقاصد و اغراض کا محور بنا لیا ہے . . . جن لوگوں نے یہاں اپنے آپ کو اقبال کا اجارہ دار بنانا چاہا . . . اُن کی اکثریت جھوٹی ہے۔ یہ لوگ اقبال کا مطالعہ کئے بغیر اقبال پر گفتگو کرتے ہیں" ("چٹان" ۸ مئی ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۵ کالم ۱-۲) دراصل یہ سب نتائج غلو کے نتیجہ میں پیدا ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال نے جب مئی ۱۹۳۵ء میں احمدیت کے خلاف پہلا بیان دیا تو اخبار "الفضل" (قادیان) نے واضح الفاظ میں لکھا "جو لوگ سر موصوف کے حالات سے تھوڑی بہت بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ شعر و شاعری کے لحاظ سے تو اُن کی قدر کی جا سکتی ہے لیکن مذہب کے بارے میں اُن کی رائے قطعاً کوئی حقیقت نہیں رکھتی" ("الفضل" ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰ کالم ۱) اور اب تو نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ اقبال کی شاعری ناقدین کی زد میں ہے۔ ملاحظہ ہو "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ" (مؤلفہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی)، "اقبال کی شاعری" (مؤلفہ مولانا عبدالمالک صاحب آروی مطبوعہ نظامی پریس بدایوں) "اقبال اس کی شاعری اور پیغام" (مؤلفہ شیخ اکبر علی ایڈووکیٹ۔ ناشر کمال پبلشرز ۲۶ مال روڈ لاہور) "اقبال نئی تشکیل" (مؤلفہ ابوظفر حیدر آبادی)

لہ مولانا سید رئیس احمد صاحب جعفری نے خود علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کی "شانِ محکومیت" کا نقشہ نہایت واضح الفاظ میں کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں:- "اس دور میں اس طوفان خیز و ہنگامہ آفریں دور میں اقبال کا کیا حال تھا۔ وہ کیا کر رہے تھے وہ کس طرف تھے۔ آزادی کے شیدائیوں اور ملت کے مجاہدوں کے ساتھ یا قوم کے دشمنوں یا ملک کے غداروں کے ساتھ۔ واقعات حقائق بڑے بے مروت اور غیر جانبدار ہوتے ہیں۔ وہ کسی کے ساتھ رعایت نہیں کرتے سچی اور کھری بات کہتے ہیں۔ حقائق کی زبان سے واقعات کا بیان یہ ہے کہ اقبال نہ صرف تحریک خلافت کے ساتھ نہیں تھے بلکہ اس سے اصولی اختلاف رکھتے تھے اور اس لئے اس سے اسی طرح الگ اور غیر متعلق تھے جس طرح ایک مخالف ہو سکتا ہے۔ یہی نہیں عین اس زمانہ میں جب لوگ ملازمتوں پر لات مار رہے تھے۔ سرکاری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا بائیکاٹ کر رہے تھے، سرکاری عدالتوں کا مقاطعہ کر رہے تھے، سرکاری خطابات

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جناب حافظ اسلم صاحب جیراجپوری نے اس شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"یہ خالص شاعرانہ استدلال ہے۔ غالب کی طرح جس نے کہا ؎

کیوں ردّ قدح کرے ہے زاہد
مے ہے یہ مگس کی قے نہیں ہے

جس طرح مگس کی قے کہہ دینے سے شہد کی لطافت اور شیرینی میں فرق نہیں آسکتا۔ اسی طرح حکومت کی نسبت سے الہام بھی اگر حق ہو تو غارت گر اقوام نہیں ہو سکتا۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام رُومی سلطنت کے محکوم تھے جن کی نسبت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے۔ ؎

فرنگیوں کو عطا خاکِ سُوریا نے کیا
نبیٔ عفت و غمخواری و کم آزاری

بلکہ اکثر انبیاء کرام علیہم السلام محکوم اقوام ہی میں مبعوث کئے گئے جس کے خاص اسباب و علل تھے . . . . . دراصل نبوت کی صداقت کا معیار حاکمیت یا محکومیت پر نہیں ہے۔ بلکہ خود الہام کی نوعیت پر ہے۔"[1]

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے اس جوابی مضمون میں سے بطور نمونہ یہ صرف ایک مثال پیش کی گئی ہے ورنہ انہوں نے اس نوع کی لغزشیں کھائی ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اس واضح حقیقت کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے اخبار "الفضل" (قادیان) کا چودہ قسطوں پر مشتمل سلسلہ مضامین مطالعہ کرنا ضروری ہے۔[2]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:-

واپس کر رہے تھے، اقبال کو سَر کا خطاب دیا گیا۔ اور انہوں نے اُسے قبول بھی کر لیا۔ جس پر کسی دل جلے نے یوں فقرہ چست کیا۔ ع

سرکار کی دہلیز پہ سَر ہو گئے اقبال"

("اقبال اور سیاست ملی" صفحہ ۲۷۳-۲۷۴)

[1] "نوادرات" صفحہ ۱۲۳-۱۲۴

[2] ملاحظہ ہو "الفضل" ۲۰ر فروری، ۲۵ر فروری، ۲۷ر فروری، ۲۸ر فروری، ۱۵ر مارچ، ۱۹ر مارچ ۲۲ر مارچ، ۲۴ر مارچ، ۷ر اپریل، ۹ر مئی، ۱۲ر مئی، ۱ر جون، ۱۶ر جون، ۲۳ر جون ۱۹۳۶ء۔
علاوہ ازیں "ریویو آف ریلیجنز" انگریزی مارچ ۱۹۳۶ء کے شمارہ خصوصی پر
"DR. MOHAMMAD IQBAL AND THE AHMADIYYA MOVEMENT"
کے زیر عنوان ایک معرکۃ الآراء مضمون شائع ہوا۔

جون ۱۹۳۶ء کے وسط اوّل میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے جواب میں شائع کیا گیا اور جس میں اُن کے بیان پر اس خوبی، جامعیت اور مدلل رنگ میں روشنی ڈالی گئی کہ بس دن ہی چڑھ گیا۔ اور سر محمد اقبال اور اُن کے مدّاحوں پر ہمیشہ کے لئے حجّت تمام ہو گئی۔

مسئلہ وفات مسیحؑ کی معقولیت کا واضح اقرار

بالآخر یہ بتانا از بس ضروری ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے جہاں جماعت احمدیہ کے خلاف بہت سے فلسفیانہ اعتراضات کئے ہیں وہاں آپ جماعت احمدیہ کے بنیادی عقیدہ وفات مسیح کے بارے میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ:۔

"جہانتک مَیں اس تحریک کا مفہوم سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جامِ مرگ نوش فرما چکے ہیں نیز یہ کہ اُن کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ رُوحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہو گا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔"[1]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اظہار مسرت ڈاکٹر سر محمد اقبال کے ایک خیال پر

اس واضح اقرار حق کے علاوہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ایک نہایت اہم اور قیمتی نکتہ بھی بیان فرمایا جو ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ

"بانیٔ احمدیّت کے الہامات کی اگر دقیق النظری سے تحلیل کی جائے تو یہ ایک ایسا مؤثر طریقہ ہو گا جس کے ذریعہ سے ہم اس کی شخصیّت اور اندرونی زندگی کا تجزیہ کر سکیں گے اور مجھے امید ہے کہ کسی دن نفسیاتِ جدید کا کوئی متعلّم اس کا سنجیدگی سے مطالعہ کرے گا"[2]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اس خیال پر ازحد خوشی ہوئی اور حضور نے ایک بار اس تجویز کا پرجوش خیر مقدم

---

[1] "مرزائیت" کے متعلق پنڈت جواہر لال نہرو کے جواب میں شاعر اسلام مفکّر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال مدظلہ العالی کا بصیرت افروز بیان" صفحہ ۲۲۔ ناشر سکرٹری شعبہ اشاعت و تبلیغ مسجد مبارک برانڈرتھ روڈ لاہور۔ ۱۸ فروری ۱۹۳۶ء

[2] "حرف اقبال" صفحہ ۱۴۱-۱۴۲۔

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

"مجھے اس حوالہ کو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کیونکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ جب کوئی ماہر نفسیات بانی سلسلہ احمدیہ کے الہامات کا تجزیہ قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں کرے گا اور صحیح تجزیہ کرے گا تو وہ لازماً احمدیت کی صداقت کا قائل ہو جائیگا پس یہ نصیحت علامہ اقبال مرحُوم کی ہمارے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ اگر کوئی شخص غلط تجزیہ کرے گا تو ہماری زبان اور قلم سلامت ہیں۔ ہم جواب دیں گے اور بتائیں گے کہ یہ تجزیہ تمہارا غلط ہے . . . . ہم تو کہیں گے کاش بہت سے ایسے لوگ کھڑے ہوں۔ اگر ایسے لوگ کھڑے ہوں گے تو وہ یقیناً احمدی جماعت کی تائید کرنے والے ہوں گے اور ہماری ترقی کا موجب ہوں گے۔ اور اگر وہ تعصب سے کام لیں گے تو پھر بھی ہمارے لئے کامیابی ہی کی صُورت نکلے گی۔ کیونکہ ہم اُن کی کمزوریاں ظاہر کریں گے اور دُنیا کو پتہ لگ جائے گا کہ ہمارا مقابلہ کرنے والا خواہ کسی رنگ میں بھی پیش ہو وہ صداقت سے دُور ہوتا ہے اور بُنیادی کمزوریوں میں مبتلا ہوتا ہے . . .

میرے نزدیک . . . . جو باتیں ایک رنگ میں ہمارے فائدہ کی ہوں ان پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اور ایسے لوگوں کا ممنون ہونا چاہیئے جو کہ دانستہ یا نادانستہ سچائی کے معلوم کرنے کے لئے ایک رستہ کھولتے ہیں۔" [1]

---

[1] "الفضل" ۱۳ر جنوری ۱۹۵۲ء صفحہ ۳

فصل سوم

مجاہدین تحریک جدید کا بیرونی ممالک میں جانے والا پہلا قافلہ

۶ رمئی ۱۹۳۵ء کا دن تاریخ احمدیت میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس روز تحریک جدید کے ماتحت بیرونی ممالک میں جانے والے مجاہدین کا پہلا قافلہ جو مندرجہ ذیل مبلغین پر مشتمل تھا قادیان سے روانہ ہوا:۔

۱۔ مولوی غلام حسین صاحب ایاز (سنگاپور) ۲۔ صوفی عبدالغفور صاحب (چین)

۳۔ صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز (جاپان) [۱]۔[۲]

دارالتبلیغ سٹریٹس سٹیلمنٹ

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سنگاپور، ملاکا اور پنیانگ کی ریاستوں میں تبلیغ اسلام کیلئے مولانا غلام حسین صاحب[۳] ایاز کو روانہ فرمایا۔ روانگی کے وقت آپ کو صرف اخراجاتِ سفر دیئے گئے۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک خود آمد پیدا کرکے گذارہ کرتے اور مشن چلاتے رہے۔

ایاز صاحب نے سنگاپور میں پہنچتے ہی اس خطہ زمین کے مذہبی اور تجارتی حالات کا جائزہ لیا[۴] اور ساتھ ہی دیوانہ وار تبلیغ اسلام و احمدیت میں مصروف ہو گئے۔ یہاں آپ کو شدید مخالفت کا سامنا ہوا۔ مگر آپ مجنونانہ رنگ میں مصروفِ جہاد رہتے۔

آپ کی کوششوں کا پہلا ثمرہ حاجی جعفر صاحب بن حاجی وانتارا صاحب[۵] تھے جو جنوری ۱۹۳۷ء[۶]

---

[۱] الفضل ۸ رمئی ۱۹۳۵ء صفحہ ا کالم ۴۔ [۲] الفضل ۱۶ رمئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۱

[۳] سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیم صحابی حضرت میاں غلام قادر صاحب (بیعت ۱۸۹۲ء) کے فرزند اکبر اور مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ احمدیہ حیدرآباد کے بڑے بھائی۔

[۴] ملاحظہ ہو آپ کا مضمون مطبوعہ الفضل ۹ رجون ۱۹۳۵ء صہ ۶۔

[۵] وفات ۱۹۶۶ء بعمر ۷۷ سال (الفضل ۱۳ رفروری ۱۹۶۶ء صہ ۲ کالم نمبر ۲)

[۶] الفضل ۱۸ رفروری ۱۹۳۷ء صہ ۸۔ اگرچہ اس سے قبل بھی چار پانچ اشخاص بیعت کر چکے تھے بگر ملائی قوم میں بیعت کا اولین شرف آپ ہی کو نصیب ہوا۔

میں آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری سابق انچارج سنگاپور مشن کا بیان ہے کہ:۔

"سنگاپور میں قیام جماعت کے ابتدائی ایام میں مکرم حاجی صاحب مرحوم نے حضرت مولوی غلام حسین صاحب ایاز کی معیت میں سلسلہ کی خاطر بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ دو تین مرتبہ بعض معاندین کی طرف سے زدوکوب اور ماریں بھی کھائیں مگر خدا کے فضل سے ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ ایک مرتبہ بعض مخالف لوگوں کی انگیخت پر دو اڑھائی سو مسلح افراد نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اور اپنے ایک عالم کو ساتھ لا کر حاجی صاحب مرحوم سے اسی وقت احمدیت سے منحرف ہونے کا مطالبہ کیا اور بصورت دیگر ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی دھمکی دی۔ حاجی صاحب مرحوم نے اُسی وقت اُونچی آواز سے تشہد پڑھ کر اعلان کیا کہ مَیں کس بات سے توبہ کروں۔ مَیں تو پہلے ہی خدا کے فضل سے ایک سچا مسلمان ہوں۔ اور اگر مَیں نے کسی گناہ سے توبہ کرنی بھی ہو تو بندوں کے سامنے نہیں بلکہ مَیں اللہ کے سامنے اپنے سب گناہوں کی معافی مانگتا ہوا اُسی سے ملتجی ہوں۔ کہ وہ مجھے معاف کرے۔ جب اسکے باوجود مجمع مشتعل رہا۔ اور مکان میں گھس کر جانی نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتا رہا۔ تو مرحوم مومنانہ جرأت اور ہمت سے ایک چھُرا ہاتھ میں لے کر اپنے مکان کی حدود میں اپنا دروازہ روک کر کھڑے ہو گئے اور ببانگ دُہل یہ اعلان کر دیا کہ مرنا تو ہر ایک نے ایک ہی مرتبہ ہے۔ کیوں نہ سچائی کی خاطر بازی لگا دی جائے۔ اب اگر تم میں سے کسی باپ کے بیٹے میں جرأت ہے کہ بُری نیت سے میرے مکان میں گھسنے کی کوشش کرے تو آگے بڑھ کر دیکھ لے۔ کہ اس کا کیا حشر ہو گا۔

مکان کی دوسری سمت سے حاجی صاحب مرحوم کی بہادر لڑکی باہر نکل آئی۔ اور ہاتھوں میں ایک مضبوط ملائی تلوار نہایت جرأت سے گھماتے ہوئے اُس نے بھی سارے مجمع کو یہ کہتے ہوئے چیلنج کیا کہ میرے والد جب سے احمدی ہوئے ہیں۔ مَیں نے ان میں کوئی خلافِ شرع یا غیر اسلامی بات نہیں دیکھی۔ بلکہ ایمان اور عمل ہر لحاظ سے وہ پہلے سے زیادہ پکے مسلمان اور اسلام کے شیدائی معلوم ہوتے ہیں۔ اسلئے تمہارا یہ خیال غلط

ہے کہ احمدیت نے انہیں اسلام سے مرتد کر دیا ہے۔ پس اگر آپ لوگوں میں سے کسی نے میرے باپ پر حملہ کرنے کی جرأت کی یا ناجائز طور پر ہمارے گھر کے اندر گھسنے کی کوشش کی تو وہ جان لے کہ اس کی خیر نہیں۔ اگرچہ مَیں عورت ہوں۔ تاہم تم یاد رکھو کہ حملے کی صورت میں مَیں اس تلوار سے تین چار کو مار گرانے سے پہلے نہیں مرونگی۔ اب جسکا جی چاہیے آگے بڑھ کر اپنی قسمت آزمالے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُس مشتعل مجمع پر ایسا رُعب طاری کیا کہ باوجود اسکے کہ لوکل ملائی پولیس کے بعض افراد وہاں کھڑے قیامِ امن کے بہانے مخالفینِ احمدیت کی کھُلی تائید کر رہے تھے۔ پھر بھی مجمع میں سے کسی فرد کو بھی مکرم حاجی صاحب کے گھر میں گھُسنے یا حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر جب کافی وقت گذر گئے تک وہ لوگ منتشر نہ ہوئے تو حاجی صاحب مرحوم نے ان کو مخاطب کرکے کہا۔ کہ مَیں خدا کے فضل سے احمدیت میں داخل ہونے سے پہلے بھی مسلمان تھا اور قبولِ احمدیت کے بعد تو زیادہ پکّے طور پر مسلمان ہو گیا ہوں کیونکہ احمدیت اسلام ہی کا دوسرا نام ہے۔ اس پر مخالفین شرمندہ ہو کر آہستہ آہستہ منتشر ہو گئے"[1]

ایاز صاحب ۱۴ مارچ ۱۹۳۶ء کو سنگاپور سے ملایا کی ریاست جوہر میں تشریف لے گئے۔ اور جوہر (دارالسلطنت) رنگم۔ پُنتیان کیچل۔ باتو پاہٹ۔ موار۔ کوتا تینگی۔ بنوت وغیرہ شہروں کا تبلیغی دورہ کیا اور انگریزی اور ملائی زبان میں ٹریکٹ تقسیم کئے۔ دس روز بعد آپ نے ریاست ملاکا میں قدم رکھا۔ اور اسکے بعض مشہور شہروں مثلاً جاتیین۔ آلور گاجا۔ مرلیمون۔ ستاپتین اور تنجونگ تک پیغامِ احمدیت پہنچایا۔ ۲۱ اپریل کو آپ ملاکا سے روانہ ہو کر "نگری سمبلین" کے شہر سرمبان SEREMBAN میں پہنچے۔ ۲۴ اپریل کو الیف، ایم ایس کے مرکز کوالالمپور تشریف لے گئے[2]۔

سنگاپور میں احمدیت کا بیج بویا جا چکا تھا جو آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا اور سعید روحیں کھینچی آ رہی تھیں۔ کامیابی کے یہ ابتدائی آثار دیکھ کر وسط ۱۹۳۷ء میں ملایا میں مخالفت کا بازار گرم ہو گیا۔ پہلے ایک پندرہ روزہ اخبار "ورت ملایا" نے کھُلم کھُلا مخالفت کی[3]۔ پھر علاقہ کے علماء نے آپ کی نسبت واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیدیا۔ اس ضمن میں مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کا بیان ہے کہ:۔

---

[1] الفضل ۱۲ فروری ۱۹۶۶ء صہ۔ [2] الفضل ۱۴ مئی ۱۹۳۶ء صہ۔ [3] الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۳۷ء صہ

"۱۹۳۸ء یا ۱۹۳۹ء میں سنگاپور کی جامع مسجد میں (جسے مسجد سلطان کہا جاتا ہے) ایک عالم کا ہماری جماعت کے خلاف لیکچر تھا مکرم مولوی غلام حسین صاحب ایاز ...... بھی وہاں تشریف لے گئے۔ مولوی (عبد العلیم صاحب صدیقی) نے دورانِ تقریر میں کہا کہ مرزائیوں کا قرآن اور ہے۔ وہ نہیں ہے جو کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا تھا۔ اس پر مکرم مولانا غلام حسین صاحب ایاز نے بڑی جرأت سے کھڑے ہو کر سب کے سامنے اپنے بیگ سے قرآن کریم نکالا اور صدیقی صاحب کو چیلنج کیا کہ دیکھو یہ ہے ہمارا قرآن آپ اپنا قرآن نکال کر مقابلہ و موازنہ کر لیں اگر ذرہ بھر زیر زبر کا بھی فرق ہو تو بیشک ہمیں ملزم یا کافر قرار دے لیں ورنہ اس قسم کی غلط بیانیاں کرتے ہوئے خدا کا خوف کریں۔ اس مولوی نے مجمع کو ہمارے خلاف پہلے ہی مشتعل کر رکھا تھا۔ بجائے چیلنج قبول کرنے کے اُس نے پبلک کو ہمارے خلاف مزید اشتعال دلایا اور کہا کہ یہ شخص کافر مرتد ہے اس کی سزا اسلام میں قتل ہے۔ کوئی ہے جو کہ مسلمانوں کو اس سے نجات دلائے۔ اس پر مجمع میں سے بعض لوگوں نے مکرم مولوی غلام حسین صاحب ایاز کو سخت مارا اور گھسیٹ کر مسجد سے باہر نیچے پھینک دیا وہ مسجد اُوپر ہے اور نیچے تہہ خانہ یا کمرے وغیرہ ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب مرحوم کو سخت چوٹیں آئیں۔ کمر پر شدید چوٹ آئی اور سر پر بھی جس سے آپ نیچے گرتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ آپ کے ساتھ ایک احمدی دوست محمد علی صاحب تھے انہوں نے بھاگ کر پولیس کو اطلاع دی۔ چنانچہ پولیس مولوی صاحب کو کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد وہاں سے اٹھا کر ہسپتال لے گئی۔ جہاں پر آپ کو کئی گھنٹوں کے بعد ہوش آیا اور ہفتہ عشرہ ہسپتال میں رہنا پڑا۔ اسیطرح ایک مرتبہ آپ کو مخالفت کی وجہ سے بعض دشمنوں نے چلتی بس سے دھکا دیکر باہر بازار میں پھینک دیا تھا جس سے آپ کے مُنہ اور سر پر شدید چوٹیں آئیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔"[1]

یکم ستمبر ۱۹۳۷ء کو آپ ملایا کی ایک ریاست سلانگور میں تشریف لے گئے[2]۔ اور پہلے کوالالمپور اور پھر کلانگ میں ٹھہرے۔ کلانگ میں پانچ اشخاص (جن میں حافظ عبد الرزاق بھی تھے) مشرف باحمدیت ہوئے

---

[1] ۔ مکتوب مورخہ یکم جولائی ۱۹۶۴ء (از مقام احمدیہ مسلم مشن ۱۱۶/۱۱۱ اونن روڈ (ONAN ROAD) سنگاپور ۱۵)

[2] ۔ الفضل ۱۰ر نومبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۶۔ ریاست سلانگور سنگاپور سے قریباً تین سو میل کے فاصلہ پر ہے۔

جنوری ۱۹۴۰ء تک یہاں پندرہ احمدیوں پر مشتمل ایک جماعت پیدا ہو گئی۔[۱]

یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو دوسری جنگِ عظیم چھڑ گئی تو جاپان نے دو تین ماہ کے اندر اندر مانچوکو اور شمالی چین کے علاوہ فلپائن۔ ہند چینی، تھائی لینڈ، ملایا، سنگاپور، جاوا، بورنیو، سیلبز، نیوگنی اور بحرالکاہل کے بہت سے جزیروں کو اپنے زیر اقتدار کر لیا۔

یہ ایام سنگاپور مشن اور مولوی ایاز صاحب کے لئے انتہائی صبر آزما تھے۔ خصوصاً جاپانیوں کے خلاف پراپیگنڈا کرنے کی وجہ سے آپ پر بہت سختیاں کی گئیں اور خرابیٔ صحت کے باعث سر اور ڈاڑھی کے بال قریباً سفید ہو گئے۔[۲] آپ اس دور کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کرتے تھے کہ "اس زمانہ میں بڑی رقت اور گداز سے دعائیں کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا مجھ سے یہ سلوک تھا کہ اکثر دفعہ بذریعہ کشف اور الہام دعا کی قبولیت اور آئندہ کامیابی کے متعلق مجھے بشارات مل جاتی تھیں اور یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل اور حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی توجہ کی برکت تھی۔"[۳]

اس زمانہ میں آپ نے سرفروشانہ جہادِ تبلیغ اور خدمتِ خلق کا جو نہایت اعلیٰ اور قابلِ رشک نمونہ دکھایا اس کا کسی قدر اندازہ لگانے کے لئے ذیل میں تین چشم دید شہادتیں درج کی جاتی ہیں۔

پہلی شہادت:۔ پہلی شہادت محمد نصیب صاحب عارف کی ہے جو سنگاپور میں جنگی قیدی رہے۔ عارف صاحب نے ہندوستان واپس آکر اپنے مشاہدات الفضل ۱۹ دسمبر ۱۹۴۵ء میں شائع کرائے[۴] جن میں لکھا:۔

"سنگاپور کے مبلغ مولوی غلام حسین ایاز بھی ان پُرجوش مجاہدین میں سے ایک ہیں جن کا قابلِ رشک اخلاص اور تبلیغی انہماک ایک والہانہ رنگ رکھتا ہے۔ جاپان کے گذشتہ ساڑھے تین سالہ ملایا پر قبضہ کی وجہ سے جناب مولوی صاحب کی مساعی جمیلہ جماعت کے سامنے نہیں آسکیں۔ ...... مولوی صاحب موصوف گذشتہ دس سال سے اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے سنگاپور میں مقیم ہیں اور تحریکِ جدید کے ابتدائی مجاہدوں میں سے ہیں۔ اور تبلیغ کے ساتھ اپنے اخراجات کیلئے بھی آپ صورت پیدا کرتے ہیں۔ صرف پہلے چھ ماہ کا خرچ دفتر تحریکِ جدید نے دیا تھا۔

مارچ ۱۹۴۱ء میں جب یہ عاجز سنگاپور پہنچا۔ تو چند دوستوں کے ساتھ دارالتبلیغ میں گیا۔

---

[۱] اخبار "فاروق" ۱۴ فروری ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۔ [۲] الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۵ کالم ۲۔ [۳] الفضل ۲۰ فروری ۱۹۶۰ء صفحہ ۵ کالم ۲۔ [۴] اس سلسلہ میں آپ کا ایک مضمون الفضل ۳ جنوری ۱۹۶۰ء میں بھی شائع شدہ ہے۔

مولوی صاحب نے اپنی تبلیغی مساعی کا ذکر جس رنگ میں کیا۔ وہ انگشت بدنداں کر دینے والا تھا۔ کس طرح انکو احمدیت کی تبلیغ کیلئے تکالیف سہنی پڑیں۔ مخالفین نے دار التبلیغ پر خشت باری کرنا شروع کر دی جس کے نتیجہ میں مولوی صاحب کو کئی کئی دن مکان کے اندر بند رہنا اور خوراک اور دیگر ضروریات کیلئے تنگ ہونا بہت تکالیف کا باعث ہوا۔ چند ماہ بعد جب یہ عاجز ملایا میں کوالالمپور کے مقام میں تھا۔ ایک دن اپنے ڈپو کا چندہ حکیم دین صاحب اکونٹنٹ کو دینے گیا۔ تو آپ نے بتایا۔ اس مخالفت کے نتیجہ میں پولیس نے گورنمنٹ کے ریکارڈ میں بلیک شیٹ میں آپکا نام سب سے اُوپر لکھوایا ہوا تھا۔ کس قدر افسوسناک بات تھی۔ کہ احمدیت کا ایک مجاہد اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے وطن سے بے وطن ہو کر جن لوگوں کی اصلاح کیلئے ان کے پاس جاتا ہے وہ اُسے انتہائی تکالیف پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ ان مخالفین کا کیا حشر ہوا۔ وہ مولوی صاحب خود بیان کیا کرتے تھے۔ کہ سنگاپور مفتوح ہونے پر ایسے تمام لوگ جو میرے مخالف تھے اور فتنہ و فساد پر آمادہ رہتے تھے ایک ایک کر کے مختلف جرموں کی پاداش میں جاپانیوں کے ہاتھوں سزایاب ہوئے۔

سنگاپور میں لڑائی کے دوران میں مولوی صاحب کیلئے خدا تعالیٰ نے ایک خاص نشان دکھایا۔ گولہ باری کے ایام میں مولوی صاحب نے لوگوں سے کہدیا کہ آپ میرے گھر میں بمباری کے وقت آجایا کریں۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ اُس خطرناک وقت میں مولوی صاحب کے اردگرد کے مکانات کو کافی نقصان پہنچا اور کافی لوگوں کی اموات ہوئیں۔ مگر آپ کا گھر محفوظ رہا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشگوئی۔ کہ "آگ ہماری غلام بلکہ ہمارے غلاموں کی غلام ہے"۔ برابر پوری ہوتی رہی۔ پھر ایک اور تائید اور خدائی مدد نازل ہوئی کہ ایک جاپانی افسر مولوی صاحب کے مکان کے سامنے موٹر سائیکل سے گر گیا۔ اس کو شدید ضربات آئیں۔ جناب مولوی صاحب اُس کو اٹھا کر اپنے مکان میں لے گئے۔ تیمارداری اور مرہم پٹی کی۔ اور اس کو اُس کے کیمپ میں پہنچانے کا بندوبست کیا۔ اس پر وہ جاپانی افسر مولوی صاحب کو اپنی طرف سے پروانہ دے گیا کہ آپ سنگاپور میں جس طرح چاہیں رہیں۔ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔

خدا تعالیٰ کی قدرت کا یہ عجیب کرشمہ تھا۔ کہ جاپانی حکومت کے قبضہ کے دوران میں کسی مخالف کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ حالات کے سُدھر جانے سے انکو اپنی مالی حالت درست کرنے کا بھی موقعہ مل گیا۔ اور اوائل ۴۳ء میں آپ نے تین بادبانی کشتیاں تجارت کیلئے خرید لیں۔ جن کا نام "احمد"۔ "نور"۔ اور

"محمود" رکھا۔ ان سے مولوی صاحب کو کافی مدد حاصل ہوئی۔ مگر چونکہ جنگ کی وجہ سے ملک کی اقتصادی حالت پر اثر پڑ رہا تھا۔ یہ کام زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا ۔۱۹۴۳ء اور ۱۹۴۴ء مولوی صاحب کے لئے مالی لحاظ سے بہت کٹھن تھے۔ اس عرصہ میں جہاں ملک میں اشیاء خورد و نوش کی کمی واقع ہو گئی تھی مولوی صاحب کو بھی کافی حد تک ان تکالیف میں سے گزرنا پڑا۔ مگر آپ نے نہایت صبر اور تحمل سے یہ عرصہ گذارا۔ بلکہ تبلیغی اور تنظیمی کاموں میں زیادہ وقت دینا شروع کر دیا۔۔۔۔۔۔۔

۱۹۴۵ء میں مولوی صاحب کی حالت خدا تعالیٰ کے فضل سے پھر بہتر ہونی شروع ہو گئی۔ ہم لوگ نظر بندی کی حالت میں ان کے حالات سے اتنے آگاہ نہیں تھے۔ مگر خدا تعالیٰ کی غیبی امداد سے انہوں نے تمام احمدی جنگی قیدیوں کی مدد کیلئے مختلف کیمپوں میں تقسیم کرنے کیلئے ۲۰۰۰ ہزار ڈالر کی رقم روانہ فرمائی۔ اس وقت واقعی ہم لوگوں کو روپیہ کی بڑی ضرورت تھی۔ وہ روپیہ ہم کو پہنچنے نہ پایا تھا۔ اور ہم اسی خیال میں ہی اپنی مشکلات کا حل سوچ رہے تھے۔ کہ صلح ہو گئی۔ اور وہ رقم مولوی صاحب کو واپس لوٹا دی گئی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدارین خیراً۔

جناب مولوی صاحب نے اس عرصہ میں اپنی تبلیغ جاری رکھی۔ اور جماعت کی تنظیم کا کام بھی کرتے رہے۔ سینکڑوں ملائی اس وقت احمدیت کی آغوش میں آچکے ہیں۔ آپ کی انتھک کوششیں احمدیت کا نام محض خدا تعالیٰ کے فضل سے اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے طفیل پھیلا رہی ہیں۔ جناب مولوی صاحب کو ایک عرصہ گھر سے جدا ہوئے ہو گیا ہے مگر چلتے وقت جب ہم نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ "حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت کے بغیر ایک قدم بھی یہاں سے ہلانا اپنے لئے معصیت سمجھتا ہوں"۔ آپ نے احمدی دوستوں کی واپسی پر انہیں اتنا بھی نہ کہا۔ کہ میرا فلاں پیغام میرے گھر والوں کو پہنچا دینا۔ بلکہ کہا تو یہ کہا۔ کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو میرا اسلام دینا اور یہاں کی میری تبلیغی مساعی کے لئے دعا کی درخواست کرنا"۔ [1]

دوسری شہادت:۔ دوسری شہادت محمد یونس صاحب فاروقی کی ہے جو ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو مکرم مولوی غلام حسین صاحب ایاز کے ذریعہ سے احمدیت سے مشرف ہوئے اور تقریباً پانچ ماہ سنگاپور میں رہنے کے بعد واپس ہندوستان آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نام ایک مفصل مکتوب میں لکھا کہ:۔

---

[1] الفضل ۱۹ دسمبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۴-۵ جلد نمبر ۳۳۔ الفضل نمبر ۲۹۶

"جب میں رخصت سے واپس لَوٹا تو خوش نصیبی سے میرا یونٹ سنگاپور چلا گیا تھا۔ اس وجہ سے مجھے بھی سنگاپور آنے کا موقع مل گیا۔ اور بالکل حسنِ اتفاق سے ایک روز جبکہ میں اونان روڈ پر ٹہل رہا تھا اور ملایا کے مسلمانوں کی حالت پر افسوس کر رہا تھا۔ یکایک میری نظر ایک بورڈ پر پڑی جس پر لکھا تھا۔ جماعتِ احمدیہ قادیان سنگاپور۔ اندر گیا۔ تو دیکھا جناب مولوی غلام حسین صاحب ایاز بیٹھے تلاوت کر رہے تھے۔ اس پر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ فوراً مولوی صاحب سے ملا۔ اپنے حالات سنائے اُن کے حالات پوچھے اور اس کے بعد تقریباً روزانہ وہاں جانا شروع کر دیا۔ اور وہاں سے سلسلہ کی کتابیں لیکر پڑھنے لگا۔ بہت ہی جلد اللہ تعالیٰ نے توفیق عطاء فرمائی اور خادم نے اپنے آقا کے ہاتھ اپنے آپ کو بیع کر دیا۔ اور اب نہ صرف اپنی زندگی بلکہ ہر چیز جو اس عاجز سے متعلق ہے احمدیت کیلئے وقف ہے۔

......جناب مولوی غلام حسین صاحب ایاز مبلغ سنگاپور کی جدوجہد کا میرے دل میں بہت اثر ہوا۔ موصوف نے خدمتِ دین میں اتنی محنت اٹھائی ہے کہ قبل از وقت بوڑھے ہو گئے ہیں۔ جب مجھے آنجناب کی اصل عمر کا پتہ چلا۔ تو میں متحیر ہو گیا۔ کیونکہ ظاہری حالت سے آپ ۵۵ سال سے کم عمر کے نہیں معلوم ہوتے۔ اور ہمیشہ بیمار رہنے کے باوجود تبلیغی مصروفیّت کا یہ عالم ہے کہ صبح ۴ بجے سے لے کر رات کے گیارہ یا رہ بج جاتے ہیں۔ اس عرصہ میں موصوف کو گھڑی بھر کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ کہ ذرا آرام کریں۔ دن بھر کبھی تو سلسلہ کے لٹریچر کا ملائی زبان میں ترجمہ ہو رہا ہے۔ کبھی مضمون تیار ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ دن بھر سوالات اور اعتراضات کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ اور ان کو سمجھانے میں گھنٹوں مغز زنی کرنی پڑتی ہے۔ ملایا کے احمدی بچوں کی تعلیم و تربیّت بھی خود ہی کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ لوگوں کے گھروں میں جا کر بھی تبلیغ کی جاتی ہے۔

یہاں احمدیت کے خلاف بہت سخت پروپیگنڈا کیا گیا۔ اور اکثر لوگ ایسے سخت دشمن ہیں کہ جنگ سے پہلے کے زمانہ میں اکثر اوقات وعظ کیلئے اپنی مسجد یا اپنے گھر پر بلا کر مولوی صاحب کو بڑی بے رحمی سے زدوکوب بھی کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے چن چن کر جاپانیوں کے ہاتھوں سب کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور احمدیت کی تبلیغ کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ مولوی صاحب کے جاپانی قبضہ کے زمانہ کے کارنامے معجزات سے کم نہیں۔

میری ایک غیر احمدی حکیم سے شہر میں ملاقات ہوئی۔ احمدیت کا مخالف ہونے کے باوجود مولوی صاحب

کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ کہتا تھا۔ جاپانیوں کے زمانہ میں جبکہ کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ کہ جاپانیوں کے خلاف اپنے گھر میں بھی کسی قسم کی بات کرے۔ ایسے خطرناک وقت میں مولوی صاحب I.N.A کے کیمپ میں جاکر جاپانیوں کے خلاف کاروائیاں کرتے۔ دُنیا حیران ہے کہ مولوی صاحب جاپانیوں کے ہاتھ سے بچ کیسے گئے؟ حالانکہ جاپانیوں کی عادت ہی نہیں تھی کہ کسی معاملہ کی تحقیقات کرتے۔ ان کے پاس تو رپورٹ پہنچنے کی دیر ہوتی۔ کہ فوراً گرفتاری عمل میں آتی اور بلا پرسش سرکاٹ کر شارع عام پر کھمبے سے لٹکا دیا جاتا۔ اسی طرح احمدیت کے اشد مخالفین کا صفایا ہوا۔ اور ایسے ہی حالات میں مولوی صاحب کے خلاف ہر روز رپورٹیں پہنچتی رہتی تھیں۔ اور ہر وقت جاپان ملٹری پولیس اور C.I.D مولوی صاحب کے پیچھے لگی رہتی۔ مگر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کو قبل از وقت اطمینان دلا دیا تھا۔ کہ وہ پکڑے نہیں جائیں گے۔ اور مولوی صاحب نے اکثر لوگوں سے جن میں غیر احمدی بھی ہیں کہدیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے گرفتاری سے بچا ئیگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور اکثر لوگ جو احمدیت کے مخالف تھے احمدیت کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ خصوصاً مولوی صاحب کے بہت معتقد ہو گئے۔ اور بعضوں نے بیعت بھی کر لی۔ ملایا کے عام مسلمانوں کی حالت دیکھکر بڑا افسوس ہوتا ہے۔ یہ لوگ دین سے اتنی دُور جا پڑے ہیں۔ کہ بظاہر حالات درست ہونے کی اُمید نہیں۔ مذہب کی موٹی سے موٹی بات بھی انہیں معلوم نہیں۔ جو لوگ کچھ تھوڑا بہت جانتے ہیں۔ اس پر عمل نہیں کرتے۔ عیاشی کی یہ حالت ہے۔ کہ شاید یورپ بھی مات کھا جائے۔ سینما کے ایسے شوقین کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہو۔ تو پروا نہیں۔ سینما ضرور دیکھیں گے۔ طرفہ یہ کہ عورتیں مردوں سے بہت آگے بڑھی ہوئی ہیں۔ اور خدا جانے مردوں کی غیرت کہاں چلی گئی ہے۔ کہ اپنی آنکھوں کے سامنے سب کچھ ہوتا دیکھتے ہیں۔ اور چُپ رہتے ہیں۔ نہ صرف چُپ رہتے ہیں۔ بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ غریب عورتیں پیٹ کی خاطر اپنا سب کچھ بیچتی ہیں۔ اور جو آسودہ ہیں وہ عیاشی کی خاطر۔ بہر حال میں تو کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کہ کوئی مسلمان کہلانے والا خطۂ زمین سارے کا سارا اسلام سے اتنی دُور جا سکتا اور اتنا غافل ہو سکتا ہے۔ وہ سارا مذہب اسی بات میں سمجھتے ہیں۔ کہ احمدیت کی مخالفت کی جائے اور بس۔

ان حالات میں مولوی غلام حسین صاحب ایاز کی تبلیغی سرگرمیاں دیکھکر تعجب ہوتا ہے۔ کہ

سخت سے سخت حالات میں بھی مولوی صاحب مایوس نہیں ہوئے۔ اور جناب مولوی صاحب کی انتھک کوششوں کا نتیجہ دیکھکر ماننا پڑتا ہے۔ کہ یہ بھی ایک احمدیت کا معجزہ ہے۔ ایسے ماحول میں سو لوگوں کا احمدیت قبول کرنا۔ اور پھر مخلص احمدی بننا تقویٰ اور طہارت میں ایک مثال قائم کر دینا۔ بلکہ فرشتہ خصلت انسان بن جانا اور دین کے لئے بڑی بڑی جانی اور مالی قربانیاں کرنا یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ مولوی صاحب نے نہ صرف یہ کہ یہاں جماعت قائم کی۔ بلکہ اس کی تنظیم اور تربیت میں بھی کمال کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ جب ہندوستانی فوجیں یہاں آئیں۔ تو مولوی صاحب کو اپنے فوجی دوستوں کی تربیت کا بھی خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ نے اخبارات میں اشتہارات وغیرہ دیکر تمام احمدی فوجی دوستوں سے تعلق قائم کیا۔ اور ہر اتوار کو سب کی میٹنگ مقرر کی۔ جس میں سوائے ان لوگوں کے جن کی ڈیوٹی ہوتی۔ باقی سب دارالتبلیغ میں جمع ہو جاتے اور مختلف پہلوؤں سے احمدیت پر روشنی ڈالی جاتی۔ اور کوشش کی جاتی۔ کہ ہر احمدی ضرور کچھ نہ کچھ تقریر کرے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ سب کو تقریر کرنے کی مشق ہوتی۔ بلکہ ہمارے ایمان میں بھی ترقی ہوتی"۔ [۱]

تیسری شہادت:۔ تیسری شہادت ایک غیر از جماعت دوست جناب کیپٹن سید ضمیر احمد صاحب جعفری بی۔ اے سول لائن جہلم کی ہے۔ آپ نے جون ۱۹۴۶ء میں جماعت احمدیہ کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہوئے ایک خط لکھا کہ:۔

"میں حال ہی میں مشرق بعید سے آیا ہوں ملایا جاوا وغیرہ میں آپ کے سلسلہ کی طرف سے مولوی غلام حسین صاحب ایاز تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں جب اتحادی فوجوں کے ساتھ ہم ملایا میں پہونچے۔ تو مولوی صاحب غالباً تنہا تھے۔ مگر ۱۹۴۶ء میں مولوی عبدالحی اور شاید دو ایک اور کارکن بھی پہنچ گئے تھے۔ جہاں تک مولوی غلام حسین صاحب ایاز کی ذات کا تعلق ہے۔ ان کے خلاف میں ایک بات بھی نہیں کہہ سکتا۔ اپنے منصب کو وہ انتہائی ایثار و خلوص اور خاصے سلیقہ کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ بلکہ جن دشواریوں اور نامساعد حالات میں سے وہ گذر رہے تھے۔ اگر اس پر غور کیا جائے تو ان کے استقلال حوصلہ اور ہمت پر حیرت ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ اس کام کو ایک فریضۂ ایمانی سمجھکر کر رہے ہیں۔ میں جس طرف سلسلہ کی توجہ بطور خاص دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ دوسرے ملکوں میں صرف ایسے مبلغین بھیجے جائیں۔ جو علوم دینی کے

---

[۱] الفضل ۱۷ر جون ۱۹۴۶ء - ۱۶ر رجب ۱۳۶۵ھ جلد ۳۴ صفحہ ۵-۶ - الفضل نمبر ۱۴۰۔

ساتھ ساتھ جدید علم و کمالات سے بھی بہرہ اندوز ہوں۔ تاکہ وہ دوسرے ملکوں کی مخصوص فضاء میں اپنے لئے دائرہ کار پیدا کر سکیں۔ اور اپنے مقصد میں زیادہ مؤثر و کامیاب ثابت ہوں۔ علاوہ ازیں۔ جو مشن بھی دوسرے ملکوں میں کھولا جائے اُسے مالی لحاظ سے مفلوک الحال نہ رکھا جائے۔...... مبلّغین یا جماعت کے بیرونی نمائندوں کیلئے علم جدید کی ضرورت کا اندازہ آپ اس بات سے لگالیں۔ کہ تقسیم پنجاب کے زمانہ میں جب مولوی غلام حسین صاحب ایاز مشرق بعید میں قادیان کے متعلق وہاں کی رائے عامہ کو متاثر کرنا چاہتے تھے۔ تو ان بے چاروں کو محض اس لئے کہ انہیں انگریزی میں زیادہ دسترس نہ تھی (یہ ان کے لئے باعثِ توہین نہیں) یا ان کے سٹاف میں کوئی اس ڈھب کا شخص موجود نہ تھا۔ بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ تو حسن اتفاق سمجھئے کہ اُن دنوں اتحادی فوجوں کے ساتھ بہت سے پاکستانی مسلمان افسر بھی وہاں تھے۔ ان میں سے چند ایک احمدی دوست بھی تھے جن کی امداد سے مشرق بعید میں قادیان کا بہت کچھ چرچا ہو بھی گیا۔ ورنہ بڑا مشکل تھا......... ضمناً میں یہاں ایک ذاتی تأثر کا ذکر کر دوں۔ جس پر مجھے اب بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ ممکن ہے آپکے قارئین بھی اِسے دلچسپی کا موجب پائیں۔ بیرون ملک جانے سے پیشتر احمدیت کے متعلق کوئی خیال آتے ہی میں اکثر سوچا کرتا تھا۔ کہ ان کے مبلغین کیلئے تو مزے ہی مزے ہیں۔ دیس دیس کی سیر اور فارغ البالی کی زندگی۔ آدمی کو یہ دو چیزیں مل جائیں تو اور کیا چاہیئے۔ مگر ملایا میں مولوی غلام حسین ایاز کو دیکھکر میری اس خوش فہمی کو سخت دھکا لگا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ لوگ خاص محنت و مشقت کی زندگی گذار رہے تھے۔ اتنی مشقت اگر وہ اپنے وطن میں کریں تو کہیں بہتر گذر بسر کر سکتے ہیں۔" [۱]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اظہارِ خوشنودی

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مولانا غلام حسین صاحب ایاز کی عظیم الشان قربانیوں اور اُن کے شاندار نتائج کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

"ایسے علاقوں میں بھی احمدیت پھیلنی شروع ہو گئی ہے جہاں پہلے باوجود کوشش کے ہمیں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ ملایا میں یا تو یہ حالت تھی کہ مولوی غلام حسین صاحب ایاز کو ایک دفعہ لوگوں نے رات کو مار مار کر گلی میں پھینک دیا اور کتے اُن کو چاٹتے رہے اور یا اب جو لوگ ملایا سے واپس آئے ہیں انہوں نے بتایا ہے کہ اچھے اچھے مالدار ہوٹلوں کے مالک اور معزز طبقہ کے ستر اسّی کے قریب دوست

---

[۱] الفضل ۲ جولائی ۱۹۴۸ء صفحہ ۴

احمدی ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔" [1]

مولوی غلام حسین صاحب ایاز کی دوبارہ روانگی

مولانا غلام حسین صاحب ایاز جو ۶ رمئی ۱۹۳۵ء کو قادیان سے روانہ ہوئے تھے پندرہ برس بعد ۲۴ رنومبر ۱۹۵۰ء کو ربوہ میں تشریف لائے۔ [2] اسکے بعد آپ ۸ راکتوبر ۱۹۵۶ء کو دوبارہ سنگاپور میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے بھجوائے گئے۔ [3] کچھ عرصہ سنگاپور میں مقیم رہنے کے بعد بورنیو میں متعین کئے گئے۔

وفات

مولانا غلام حسین صاحب ایاز ذیابیطس کے مریض تھے۔ یہ بیماری یہاں آکر اکتوبر ۱۹۵۹ء کے دوسرے ہفتہ میں یکایک بڑھ گئی۔ ۱۶ راکتوبر ۱۹۵۹ء [4] کی رات کو بخیریت تھے۔ صرف معمولی سی تھکاوٹ کی شکایت تھی۔ آدھی رات کے بعد حسب معمول نماز تہجد کے لئے چارپائی سے اُٹھے تو دھڑام سے زمین پر گر پڑے۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ [5] جو ساتھ کے کمرے میں سو رہی تھیں آواز سنکر دوڑ فوراً اٹھیں اور آکر دیکھا کہ زمین پر پڑے ہیں۔ انہوں نے ساتھ کے ہمسایہ کو آواز دی جو احمدی تھا۔ اُنہوں نے آکر چارپائی پر ڈالا۔ اور اسکے بعد جلد ایمبولینس منگوا کر ہسپتال پہونچایا۔ اتفاق سے ڈاکٹر وہی تھا۔ جن کو آپ تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اسنے بڑی محبت، ہمدردی اور تندہی سے علاج کیا۔ مگر افاقہ نہ ہوا۔ اور تقریباً ۳۶ گھنٹے بیہوش رہنے کے بعد ۱۷/۱۸ [6] اکتوبر ۱۹۵۹ء کی درمیانی شب کو اپنے مولا کے ہاں پہونچ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

سنگاپور میں کام کرنیوالے دوسرے مجاہدین احمدیت کی خدمات

مولانا غلام حسین صاحب ایاز کے قیام سنگاپور کے دوران مندرجہ ذیل مجاہدین بغرض تبلیغ بھجوائے گئے:۔

(۱) مولوی عنایت اللہ صاحب جالندھری (برادر مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری)

---

[1] - الفضل ۲۲ رجنوری ۱۹۶۰ء صـ۱۳۰ - الفضل ۱۶ رمئی ۱۹۴۶ء صـ۲ پر نئے مبائعین کی فہرست بھی ملاحظہ ہو۔

[2] - الفضل ۳ ردسمبر ۱۹۵۰ء صـ۲ کالم ۱ - مولانا غلام احمد صاحب فرخ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ سنگاپور سے پندرہ سال کے بعد جب واپس ربوہ آئے تو اپنی آمد کی معین تاریخ اور وقت کی کسی کو بھی اطلاع نہ دی بلکہ کراچی میں جہاز سے اتر کر گاڑی پر سوار ہو گئے اور جمعہ کے روز ربوہ میں اس وقت پہنچے جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی خطبہ ارشاد فرما رہے تھے آپ مسجد میں پہنچے اس وقت چونکہ سادہ قسم کا ملائی لباس آپکے زیب تن تھا اسلئے اکثر احباب نے آپ کو پہچانا بھی نہیں بالآخر معلوم ہوا کہ آپ غلام حسین ایاز مبلغ سنگاپور و ملایا ہیں۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے اطلاع کیوں نہ دی تو جواب دیا۔ کہ میں نے پسند نہ کیا کہ دوست میری خاطر تکلیف اٹھا کر اسٹیشن پر جمع ہوں۔" (الفضل ۲۰ رجنوری ۱۹۶۰ء صـ۵)۔

[3] - الفضل ۱۰ راکتوبر ۱۹۵۶ء صـ۱ - [4] ایضاً - الفضل ۳۰ راکتوبر ۱۹۵۹ء صـ۲ - [5] محترمہ امۃ الرفیق صاحبہ +

[6] الفضل ۳۰/اکتوبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۳

(روانگی ۱۸ را پریل ۱۹۳۶ء)[1] ۔

۲ ۔ مولوی شاہ محمد صاحب ہزاروی (روانگی ۱۸ را پریل ۱۹۳۶ء)[2]۔ آپ چند ماہ تک سنگاپور میں تبلیغی فرائض بجالانے کے بعد ۱۹۳۷ء میں جاوا منتقل ہو گئے[3]۔

۳ ۔ مولوی امام الدین صاحب ملتانی ۔ آپ ۱۸/۱۹ جون ۱۹۴۶ء کو قادیان سے روانہ ہو کر ۶ر جولائی ۱۹۴۶ء کو سنگاپور پہنچے ۔ ٹرانسپورٹ کی مشکلات کی وجہ سے ان دنوں آپنے ایک نیوی فلیگ شپ نما بڑا نامی میں بطور دھوبی ملازم ہو کر کام کیا اور سنگاپور پہنچ گئے ۔ چونکہ جنگ نئی نئی ختم ہوئی تھی اور سنگاپور میں ابھی بیشمار جاپانی قیدی ہونے کی وجہ سے افراتفری اور نظام درہم برہم تھا ۔ اس وجہ سے وہاں ان دنوں تبلیغی حالات اچھے نہ تھے ۔ مرکز کے ساتھ خط وکتابت اور مالی امداد باقاعدہ نہیں تھی اسلئے لوکل طور پر ہی ادھر اُدھر کے کام کر کے ضروریات زندگی پوری کرنی پڑتی رہیں ۔ اور ساتھ ساتھ تبلیغ کا کام بھی جاری رکھا گیا ۔

وہاں کے بعض احمدی ملازمین کی مدد سے مالاباری ہندوستانیوں میں تبلیغ سے چار افراد نے بیعت کی ۔ جو بہت مخلص ہیں ۔ آپ ۱۹۴۶ء سے لیکر دسمبر ۱۹۴۹ء تک مولوی غلام حسین صاحب ایاز کی قیادت میں جماعتی امور سرانجام دیتے رہے ۔ اور اسکے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد کے ماتحت آپ سنگاپور سے شروع جنوری ۱۹۵۰ء میں باڈانگ (انڈونیشیا) روانہ ہو کر ۱۶ر فروری ۱۹۵۰ء کو جاکارتا پہنچے اور انڈونیشیا مشن میں منتقل ہو گئے ۔

۴ ۔ چوہدری محمد احمد صاحب (ستمبر ۱۹۴۶ء تا جنوری ۱۹۴۹ء)

۵ ۔ مولوی محمد سعید صاحب انصاری (۳ر دسمبر ۱۹۴۶ء تا مارچ ۱۹۴۸ء ۔ جنوری ۱۹۶۱ء تا جون ۱۹۶۲ء)[4]۔

۶ ۔ میاں عبدالحی صاحب ۔

مولانا محمد صادق صاحب کے کارنامے

۷ ۔ مولانا محمد صادق صاحب (۱۵ر دسمبر ۱۹۴۹ء تا مارچ ۱۹۵۶ء ۔ ۳ر دسمبر ۱۹۵۸ء تا ۱۸ر اگست ۱۹۶۲ء)[5]

---

[1] الفضل ۲۱ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱ ۔ [2] الفضل ۲۱ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ ۔ [3] الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۹ میں آپکا ایک مضمون موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؓ کا منشا مبارک یہ تھا کہ صرف چند ہفتے تک سنگاپور قیام پذیر رہیں ۔ [4] ماہنامہ الفرقان (ربوہ) ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲ ۔ خالد جنوری ۱۹۶۲ء صفحہ ۳۲ ۔ [5] ۴ر فروری ۱۹۶۰ء کو سنگاپور سے ملایا ۔ (کوالالمپور) میں تبدیل کئے گئے ۔

آپ کے ابتدائی زمانۂ قیام میں سنگاپور اور ملایا میں سخت مخالفت اٹھ کھڑی ہوئی۔ جسپر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد پر سنگاپور سے پنانگ تک کا وسیع تبلیغی دورہ کیا اور قریبًا ایک سو علماء سے ملاقات کی۔ آپ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ تقریبًا نوّے فیصدی علماء نے اقرار کیا کہ ہم احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ خادمِ اسلام یقین کرتے ہیں اور انہیں کافر کہنے کیلئے تیار نہیں۔ ہمیں پہلے احمدیت کے عقائد کے متعلق دھوکہ دیا گیا تھا۔ جن کی وضاحت اب ہم پر ہو چکی ہے۔[1]

مکرم مولوی صاحب موصوف کا ۲۳ر جولائی ۱۹۵۱ء کو ریاست سلانگور کے ہشام الدین عالم شاہ کی موجودگی میں علماء ریاست سے باقاعدہ ڈھائی گھنٹہ تک مباحثہ ہوا۔ اس اہم مباحثہ کی روداد مکرم مولوی محمد صادق صاحب کے قلم سے درج کی جاتی ہے:۔

"جرام JERAM (ریاست سلانگور) میں جماعت قائم ہونے کی وجہ سے ریاست بھر میں کافی مخالفت اُبھر چکی تھی اور چونکہ نکاح کرانا۔ مقبرہ میں دفن کرنے کی اجازت دینا بڑے افسروں کے اختیار میں ہوتا ہے اس لئے ہم نے سلطان سلانگور سے اپنے عقائد بیان کرتے ہوئے درخواست کی وہ ہماری جماعت کو اسلامی قرار دیکر لوگوں کے فتنہ کا سدّباب کریں۔ سلطان موصوف نے اس درخواست کو درخورِ اعتناء جانا۔ اور بیس احمدی دوستوں کو دعوتی خطوط بھیج کر بلایا اور مجھے بھی بذریعہ تار جرام پہنچنے کا حکم جاری کر دیا۔ وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ریاست کے تمام بڑے بڑے علماء کو بلایا جا چکا ہے۔ دس بجے تو سلطان نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ آج ہم ایک نئے مذہب کی تحقیق کیلئے جمع ہوئے ہیں اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ خود ہی اس کی تحقیق کریں۔ سلطان کے ارشاد پر میں نے اپنی ابتدائی تقریر میں حاضرین کو بتایا۔ کہ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ وہ حقیقی اسلام ہی ہے۔ پھر سلطان نے علماء کے اشارے پر یہ ارشاد کیا کہ میں اپنے عقائد ذرا تفصیل سے بیان کر دوں۔ میں نے بیان کیا۔ کہ جماعت احمدیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ مانتی ہے۔ ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے اور جماعت احمدیہ مانتی ہے کہ امت محمدیہ کے مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ہیں۔ اس پر ایک عالم نے اُٹھ کر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ میں نے جوابًا عرض کیا کہ اگر اس کا مطلب کسی نبی کا نہ آ سکنا ہے تو پھر ان سے دریافت فرمائیں کہ یہ لوگ نبی اللہ عیسیٰؑ کے آنے کے

---

[1] ۔ ماہنامہ الفرقان ربوہ دسمبر ۱۹۶۵ء و جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۸ کالم ۲

قائل ہیں یا نہیں۔

علماء نے کہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نبی اللہ کا لفظ دکھایا جائے۔ مَیں نے مشکوٰۃ سے مطلوبہ حوالہ دکھا دیا۔ اور علماء نے اُسے دیکھ کر تسلیم بھی کر لیا۔ مگر قاضی القضاء کو اصرار تھا۔ کہ نبی اللہ آنے والا عیسیٰ ہی ہوگا۔ کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ یہ بحث ختم ہوئی۔ تو مجھے کہا گیا کہ میں غیر تشریعی نبی کے آسکنے کے دلائل قرآن کریم سے پیش کروں۔ سب سے پہلے میں نے الیواقیت والجواہر سے خاتم النبیین کے معنے بیان کئے۔ کہ آپ تمام تشریعی انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں۔ جسے دوسرے علماء نے بھی تسلیم کیا۔ پھر تھوڑی بحث و تمحیص کے بعد جب ابھی قرآنی دلائل کا سلسلہ شروع بھی نہ ہوا تھا۔ شیخ الاسلام نے کہا۔ کہ ہمیں تاریخ مرزا صاحب۔ عقاید۔ دوسروں کے اختلافات۔ دعاوی اور معجزات کے متعلق پرچہ لکھکر بھیج دیا جائے۔ تاکہ ہم اس پر مزید غور کر سکیں۔ اس کیلئے ۳۰ رجولائی سے ۱۴ دن تک کا وقت مقرر کیا گیا۔ اور اس پرچودہ دن کا عرصہ تنقید کیلئے مقرر ہوا۔ اسکے بعد علماء نے سلطان سے درخواست کی۔ کہ وہ ہمیں نماز جمعہ بڑی مسجد میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ پڑھنے کا حکم صادر فرمائیں۔ مَیں نے جواباً عرض کیا۔ کہ یہ لوگ ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کافر اور جھوٹا کہتے ہیں۔ اگر یہ انہیں سچا مان لیں تو ہم بخوشی اسکے لئے تیار ہیں۔ اور چونکہ آپنے اب احمدیت کے متعلق تحقیق شروع کی ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ فی الحال اس سوال کو نہ اٹھایا جائے۔ اس پر ڈائرکٹر مذہبیات نے کچھ جرح قدح کی۔ لیکن سلطان نے یہی حکم دیا۔ جب تک فیصلہ نہیں ہو جاتا جماعت بدستور عمل و عبادت میں مشغول رہے۔ اسکے بعد سلطان کے ساتھ سب علماء نے بشمول ہمارے کھانا کھایا۔ اور ۲ بجے کے قریب ہم رخصت ہوئے۔ مطلوبہ پرچہ لکھکر ۳ راگست کو شیخ الاسلام کی خدمت میں ارسال کر دیا گیا۔ یہ پرچہ بیس صفحات پر مشتمل تھا۔ (لیکن افسوس کہ علماء کی طرف سے تاحال اس کا جواب موصول نہیں ہوا) [1]"

۲۴-۲۵ ستمبر ۱۹۶۰ء کو مکرم مولوی محمد صادق صاحب نے ایک پراٹسٹنٹ پادری میتھیو فنلے (MATHEW FINLAY) سے مسئلہ الوہیت مسیح اور مسئلہ کفارہ پر مناظرہ کیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مباحثہ میں اسلام کو ایسی شاندار کامیابی نصیب ہوئی کہ ایک مشہور مصنف شیخ علوی بن شیخ الہادی (عرب) نے اخبار میں لکھا کہ مَیں ستر برس کا ہو چکا ہوں مجھے معلوم نہیں کہ مسلمانوں

---

[1] الفضل ۲۰ مئی ۱۹۵۲ء صٓ۵۔ اخبار نمبر ۱۲۱

نے کبھی اس طرح عیسائیوں کو مباحثہ میں شکست فاش دی ہو۔ یہی نہیں عیسائی مناظر پادری ملنیقیو فینلے نے جماعت احمدیہ سنگاپور کے پریذیڈنٹ عبدالحمید صاحب سالکین سے درخواست کی کہ یہ مباحثہ شائع نہ کیا جائے۔ پھر یونیورسٹی آف ملایا کے مسلم طلبہ نے اس مباحثہ کے ریکارڈ لئے[۱]

مولانا محمد صادق صاحب کی طرف سے بنیادی لٹریچر تیار کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے سنگاپور اور ملایا میں مندرجہ ذیل کتابیں تصانیف کیں جو شائع ہو چکی ہیں:۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید (غیر مطبوعہ) بزبان انڈونیشیا) یہ اہم کام تبلیغ و تعلیم اور مضامین لکھنے کے ساتھ ساتھ ایک سال (نومبر ۱۹۵۲ء تا ۲۲ر دسمبر ۱۹۵۳ء) میں پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

۲۔ سچائی۔ قریباً ۱۲۰ صفحات کی کتاب۔

۳۔ "بیانِ احمدیت" ۱۹۵۵ء میں ملایا اور سنگاپور میں احمدیت کے خلاف یکے بعد دیگرے تین چار کتب شائع ہوئیں جن کے جواب میں آپ نے یہ کتاب شائع کی جس میں اختلافی مسائل پر سیر کن بحث کرنے کے علاوہ سینکڑوں اعتراضات کے جواب بھی دیئے۔ پورے ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۔ ارکان ایمان۔ ۳۶ صفحات فلسکیپ سائز۔

۵۔ اسلامی نمازیں۔ جس میں تمام اسلامی نمازوں کا مفصل ذکر درج ہے۔ قریباً ۸۰ صفحات فلسکیپ سائز۔

مولانا صاحب کے ذریعہ انڈونیشیا اور ملایا میں سینکڑوں نفوس کو ہدایت نصیب ہوئی جن میں سے انکو اسمٰعیل بن عبدالرحمن صاحب سائن جوہور جو شاہی خاندان کے چشم و چراغ ہیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں[۲]

دوسرے مجاہدین کی سرگرمیاں

۸۔ قریشی فیروز محی الدین صاحب (۱۱ر جنوری ۱۹۵۳ء تا ۱۲ر مارچ ۱۹۵۶ء)۔ قریشی صاحب نے اپنے سہ سالہ قیام میں ملک کے بعض کثیر الاشاعت انگریزی اخبارات میں مضامین لکھ کر اسلام کی ترجمانی کی۔ اس خدمت کا ملک کے مسلمان اہل علم طبقہ پر اچھا اثر ہوا۔

۹۔ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری (۳ر مئی ۱۹۶۲ء تا ۹ر ستمبر ۱۹۶۶ء)۔

مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری ساڑھے چار سال تک انچارج مشنری کے فرائض بجا لاتے رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے کئی مقابلے کئے[۳] سنگاپور رہ کرشنا مشن کے سمپوزیم میں اسلام کی نمائندگی کی[۴] مسجد

۱۔ ۲۔ ماخوذ از مکتوب مولانا محمد صادق صاحب محررہ مورخہ ۲۶ر اپریل ۱۹۶۴ء۔
۳۔ الفضل ۱۲ر جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۔ ۴۔ الفضل ۱۳ر جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۔

سنگاپور کی تجدید کرائی[1] نیز مندرجہ ذیل بادشاہوں اور دیگر نامور شخصیتوں کو قبول اسلام کی دعوت دی۔ اور پیغام حق پہنچا کر قرآن کریم انگریزی اور دیگر اسلامی لٹریچر پیش کیا۔

۱۔ پرنس فلپ آف انگلینڈ۔
۲۔ تھائی لینڈ کے شاہ بھانوپن اور ان کی ملکہ۔
۳۔ بلجیم کے شاہ باڈ دوین (اوّل)
۴۔ انگلینڈ کے ڈیوک آف گلاسٹر۔
۵۔ چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ آرچ بشپ آف کنٹربری۔
۶۔ سکم کے بادشاہ اور ان کی رانی۔
۷۔ جاپان کے شاہنشاہ۔
۸۔ آسٹریلیا کے وزیر اعظم۔
۹۔ ملایا کے شاہنشاہ یا سلطان اعظم ینگ دی اگونگ
۱۰۔ نیوزی لینڈ کے وزیر اعظم۔
۱۱۔ ملیشیا کے وزیر اعظم تنکو عبدالرحمٰن۔
۱۲۔ سنگاپور کے وزیر اعظم اور دیگر سب وزراء۔
۱۳۔ الحاج امین الحسینی چیف مفتی آف فلسطین۔
۱۴۔ پرنس سہانوک ہیڈ آف کیمبوڈیا سٹیٹ[2]۔

فروری ۱۹۶۶ء میں ملائیشیا کے ایک جامعہ ازہر کے تعلیمیافتہ ملائی عالم استاد فوزی نے ایک کتاب بعنوان "مذاہب عالم" شائع کی جس میں صریح افترا پردازی سے کام لیتے ہوئے جماعت احمدیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بہت زہر اُگلا۔ اس کتاب کے جواب میں مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ انچارج سنگاپور نے ایک خط شائع کیا جس میں استاد فوزی کے تمام الزامات کا مسکت جواب دینے کے علاوہ ان کو متنازعہ فیہ امور اور اختلافی مسائل پر مناظرہ کا چیلنج بھی دیا گیا اور یہ بھی پیشکش کی گئی کہ ہمارے خلاف اپنے دعاوی ثابت کرنے کی صورت میں انہیں ۱۰۰۰ ہزار ڈالر انعام کے طور پر پیش کیا جائیگا اور پانچ علماء کے ساتھ سنگاپور آنے جانے اور رہائش کے خرچ کی ادائیگی کی ذمہ داری بھی لی گئی مگر باوجود کئی تحریری یاددہانیوں کے وہ مقابل پر نہ آئے۔

مولوی محمد صدیق صاحب کے بعد مولوی محمد عثمان صاحب چینی ۱۹۶۶ء میں بھجوائے گئے ہیں۔ جو اب تک سنگاپور میں مصروف تبلیغ ہیں۔

---

[1] تجدید مسجد کے لئے احمد حسن علاؤالدین صاحب نے ۳۲۰ ڈالر دیئے۔ (الفضل ۲۲ جون ۱۹۶۵ء صہ ۲) ایک اور مخلص احمدی دارتم بن مارتھا نے تقریباً ڈیڑھ ہزار ملائی ڈالر کا اندوختہ جو انہوں نے فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے جمع کر رکھا تھا مسجد کی تجدید کیلئے پیش کر دیا (الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۶۶ء صہ ۱)۔ [2] ملاحظہ ہو الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۶۳ء۔ الفضل ۲۰ جنوری ۱۹۶۵ء۔ الفضل ۱۱ جنوری ۱۹۶۶ء۔ الفضل ۲۷ جون ۱۹۶۶ء۔ الفضل ۲۹ اپریل ۱۹۶۶ء *

دار التبلیغ سنگاپور غیروں کی نظر میں

مبلغین احمدیت نے علمی و تبلیغی طور پر کہاں تک سنگاپور کو متاثر کیا ہے؟ اس کا جواب ملایا یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر زین العابدین بن احمد کی مندرجہ ذیل رپورٹ سے بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا:۔

"آج سے تیس سال قبل جماعت احمدیہ کے اصول و عقائد زیر بحث آئے اور ملایا کے پریس میں اُن کی مذمت کی گئی۔ لیکن اب ملایا کے تعلیم یافتہ مسلمان ان سنجیدہ نظریات و تشریحات سے کم تعصب روا رکھتے ہیں۔ جو اعتدال پسند احمدیوں کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ احمدیوں کے خیالات اور نظریات کو اپنا رہے ہیں۔ مگر احمدی کہلانے سے گریز کرتے ہیں"[1] (ترجمہ)

دار التبلیغ جاپان کا قیام

صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز ۴ر جون ۱۹۳۵ء کو کیوبا (جاپان) میں پہنچے۔[2] صوفی صاحب کا شروع میں بہت سا وقت جاپانی زبان سیکھنے میں صرف ہوا مگر آہستہ آہستہ آپ ملک کے مختلف حلقوں میں اثر و نفوذ پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کیوبا کالج آف کامرس۔ کینیڈین اکیڈمی، اوساکا انگلش سپیکنگ سوسائٹی اور بعض دوسری سوسائٹیوں میں آپ کے لیکچر ہوئے اور کئی جاپانی شخصیتوں سے تعارف پیدا کیا۔[3] اور آپ کے ذریعہ ایک تعلیم یافتہ جاپانی بھی داخل احمدیت ہوا۔[4] حکومت جاپان کو آپ کی نسبت شروع سے بعض سیاسی نوعیت کے شکوک تھے۔ جاپانی پولیس کی طرف سے آپ کی کڑی نگرانی کی گئی۔ آپ زیر حراست لے لئے گئے۔ لیکن تحقیقات مکمل ہونے پر آپ آزاد کر دئے گئے۔[5]

قیام جاپان کے دوران آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح اور اسلامی تعلیمات و عبادات اور اس کی حکمتوں پر مشتمل ایک کتاب بھی تصنیف کرنی شروع کی جس کی قریباً تیرہ سو صفحات کا جاپانی میں ترجمہ بھی ہو چکا تھا اور ایک پبلشر کے ساتھ حق تصنیف کی فروخت سے متعلق بات چیت بھی ہو رہی تھی۔ کہ آپ کو واپس بلا لیا گیا۔[6] اور آپ ۱۲ر جولائی ۱۹۳۸ء کو قادیان پہنچ گئے۔[7]

صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز جاپان میں ہی مصروف تبلیغ تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی نے ۱۰ر جنوری ۱۹۳۸ء[8]

---

[1] "COLLOQUIOM ON ISLAMIC CULTURE" SEPT 1953 PAGE 30۔

[2] الفضل ۷ر جون ۱۹۳۵ء صہ ۲ کالم ۱۔ [3] رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۳۶ء لغایت ۳۰ر اپریل ۱۹۳۷ء صہ ۱۱۶ تا ۱۲۰۔ [4] و [5] رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۳۷ء لغایت ۳۰ر اپریل ۱۹۳۸ء صہ ۱۲۵-۱۲۶۔

[6] ایضاً صہ ۱۲۶-۱۲۷۔ [7] الفضل ۱۳ر جولائی ۱۹۳۸ء صہ ۲ کالم ۱۔ [8] الفضل ۱۲ر جنوری ۱۹۳۸ء صہ ۲ +

کو مولوی عبد الغفور صاحب برادر خورد مولانا ابو العطاء صاحب فاضل کو روانہ فرمایا اور ان کو اپنے قلم مبارک سے مندرجہ ذیل ہدایات لکھکر دیں:۔

"۱۔ سب سے پہلے آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ تحریک جدید کے ماتحت جا رہے ہیں۔ جس کے مبلغوں کا اقرار یہ ہے کہ وہ ہر تنگی ترشی برداشت کر کے خدمت اسلام کا کام کریں گے۔ اور تنخواہ دار کارکن نہیں ہوں گے۔ بلکہ کوشش کریں گے کہ جلد سے جلد خود کما کر اسلام کی خدمت کرنے کے قابل ہوں۔ اس وقت جو مبلغ وہاں ہیں وہ تحریک جدید کے مبلغ نہیں بلکہ انہیں عارضی طور پر دعوۃ و تبلیغ سے لیا گیا ہے۔ اسلئے اس بارہ میں آپ کا معاملہ اُن سے مختلف ہے۔ آپ کیلئے سردست ایک گذارہ کا انتظام کیا جائے گا۔ جیسا کہ چین، سپین، ہنگری وغیرہ کے مبلغوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ کو بھی کوشش کرنی چاہیئے اور ہم بھی کوشش کریں گے کہ آپ وہاں سے اپنے گذارہ کے قابل خود رقم پیدا کر سکیں۔ اور اس کا آسان طریق یہ ہے کہ جاپان اور ہندوستان میں تحریک جدید کی معرفت کوئی تجارتی سلسلہ قائم کیا جائے مگر اس سے بھی پہلے آپ کو جاپانی زبان سیکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپ کے سامنے ہنگری اور سپین کے مبلغوں کا شاندار کام رہنا چاہیئے۔ جنہوں نے آپ کی نسبت زیادہ مشکلات میں اور اُن ممالک کے لحاظ سے کم خرچ پر وہاں نہایت اعلیٰ کام کیا ہے اور اعلیٰ طبقہ میں احمدیت پھیلائی ہے۔

۲۔ آپ کو اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنا چاہیئے جس سے سب نصرت آتی ہے اور قرآن کا مطالعہ اور اس کے مضامین پر غور پر مداومت اختیار کرنی چاہیئے۔ اسی طرح کتب سلسلہ اور اخبارات سلسلہ کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیئے۔

۳۔ باہر جانے والوں کو اپنا کام دکھانے کیلئے بعض دفعہ تصنع کی طرف رغبت ہو جاتی ہے اس سے بچنا چاہیئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہمیشہ مدنظر رہے۔

۴۔ نیک عمل نیک قول سے بہتر ہے اور عملی تبلیغ قولی تبلیغ سے بہتر ہے اور نیک ارادہ ان دونوں امور میں انسان کا ممد ہوتا ہے۔

۵۔ نماز کی پابندی اور جہاں تک ہو سکے باجماعت اور تہجد جب بھی میسّر ہو۔ انسان کے ایمان اور اسکے عمل کو مضبوط اور قوی کرتے ہیں۔

۶۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ہے۔ پس محبت الٰہی کو سب کامیابیوں کی کلید سمجھنا چاہیئے جو خدا تعالیٰ سے والہانہ محبت رکھتا ہے وہ کبھی ہلاک نہیں ہوتا۔ مگر خیالی محبت نفع نہیں دیتی محبت وہی ہے جو دل کو پکڑ لے۔

۷۔ اسلام کے لئے ترقی مقدر ہے۔ اگر ہم اس میں کامیاب نہیں ہوتے تو یہ ہمارا قصور ہے۔ یہ کہنا کہ یہاں کے لوگ ایسے ہیں اور ویسے ہیں صرف نفس کو دھوکا دینا ہوتا ہے۔

۸۔ تبلیغ میں سادگی ہو۔ اسلام ایک سادہ مذہب ہے۔ خواہ مخواہ فلسفوں میں نہیں اُلجھنا چاہیئے۔

۹۔ ضروری نہیں کہ جو ہنسے وہ حق پر ہو یا عقلمند ہو۔ بہت باتیں جن پر پہلے ہنسا جاتا ہے بعد میں سُننے والے کے دل کو مسخر کر لیتی ہیں۔ پس جدید علوم کے ماہروں کے تمسخر پر گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اور نہ ہر بات کو اس لئے رد کر دینا چاہیئے کہ ہمارے آباء نے ایسا نہیں لکھا۔ سچائی کے ضامن آباء نہیں۔ قرآن کریم ہی ہے۔ پس ہر امر کو قرآن کریم پر عرض کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ دُعا ایک ہتھیار ہے جس سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ سپاہی بغیر ہتھیار کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔

۱۱۔ غریبوں کی خدمت اور رفاہ عام کے کاموں کی طرف توجہ مومن کے فرائض میں داخل ہے۔

۱۲۔ مبلغ سلسلہ کا نمائندہ ہے۔ اسلئے اس ملک کے سب حالات سے سلسلہ کو واقف رکھنا چاہیئے۔ خواہ تمدنی ہوں، علمی ہوں، سیاسی ہوں، مذہبی ہوں۔

۱۳۔ جس ملک میں جائے وہاں کے حالات کا گہرا مطالعہ کرے اور لوگوں کے اخلاق اور طبائع سے واقفیت بہم پہنچائے۔ یہ تبلیغ میں کامیابی کے لئے ضروری ہے۔

۱۴۔ رپورٹ باقاعدہ بھجوانا خود کام کا حصّہ ہے۔ جو شخص اس میں سُستی کرتا ہے۔ وہ درحقیقت کام ہی نہیں کر سکتا۔

۱۵۔ نظام کی پابندی اور احکام کی فرمانبرداری اور خطاب میں آداب اسلام کا حصّہ ہے۔ اور ان کو بھولنا اسلام کو بھُولنا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور سفر میں کامیاب کرے۔ خیریت سے جائیں اور خیریت سے آئیں اور خدا تعالیٰ کو خوش کر دیں۔" [1]

---

[1] الفضل ۲۰ ستمبر ۱۹۳۶ء صہ ۳

مولوی عبدالغفور صاحب پونے پانچ سال تک فریضہ تبلیغ بجالانے کے بعد ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۱ء کو واپس قادیان تشریف لے آئے۔

دارالتبلیغ ہانگ کانگ (چین) کا قیام

چین میں پہلا احمدیہ مشن صوفی عبدالغفور صاحب بھیروی نے قائم کیا جو ۲۷ مئی[1] ۱۹۳۵ء کو ہانگ کانگ پہنچے اور متعدد سال تک فریضہ تبلیغ بجالانے کے بعد واپس قادیان تشریف لے آئے۔ آپ کے زمانہ میں جماعت احمدیہ چین کی داغ بیل پڑی۔ سب سے پہلے چینی احمدی (جس کی اطلاع مرکز میں پہنچی) لی او نگ کنگ فنگ LEUNG- KING FUNG تھے۔ جو قصبہ KAWAI SHOW ضلع SANTAK صوبہ KWANTEENG کے باشندہ تھے۔[2]

صوفی صاحب موصوف نے دوران قیام میں اسلامی اصول کی فلاسفی کا چینی ترجمہ[3] کرایا جس سے اشاعت احمدیت میں پہلے سے زیادہ آسانی پیدا ہو گئی۔

صوفی صاحب کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے ۱۶ جنوری ۱۹۳۶ء کو شیخ عبدالواحد صاحب فاضل چین روانہ ہوئے[4]۔ شیخ صاحب نے "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے چینی ترجمہ کی اشاعت کے علاوہ بعض تبلیغی پمفلٹ بھی بکثرت شائع کئے[5]۔ آپ کے ذریعہ بھی کئی سعید روحیں حلقہ بگوش احمدیت ہوئیں[6]۔ آپ ۶ مارچ[7] ۱۹۳۹ء کو واپس مرکز میں پہنچے۔

شیخ عبدالواحد صاحب ابھی چین میں اشاعت احمدیت کا فرض ادا کر رہے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے چوہدری محمد اسحاق صاحب سیالکوٹی کو ۲۷[8] ستمبر ۱۹۳۷ء کو چین روانہ فرمایا اور اپنے قلم سے مندرجہ ذیل نصائح لکھ کر دیں:-

---

1۔ البم شائع کردہ تحریک جدید ۱۹۳۹ء۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء میں ان کے پہنچنے کا ذکر فرمایا تھا۔ (الفضل ۴ جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۲)۔
2۔ الفضل ۱۳ ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۲۔
3۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء میں خود اس کا ذکر فرمایا۔ (الفضل ۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰ کالم ۳)۔
4۔ الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۔
5۔ الفضل ۲۲ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰۔
6۔ چین میں اشاعت اسلام سے متعلق آپ کا ایک معلومات افزا مقالہ ریویو آف ریلیجنز اردو (جولائی و اکتوبر ۱۹۳۹ء) میں شائع شدہ ہے۔
7۔ الفضل ۸ مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۔
8۔ الفضل ۲۹ ستمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

اللہ تعالیٰ کی محبت سب اصول سے بڑا اصل ہے۔ اسی میں سب برکت اور سب خیر جمع ہے۔ جو سچی محبت اللہ تعالیٰ کی پیدا کرے وہ کبھی ناکام نہیں رہتا اور کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا۔ نمازوں کو دل لگا کر پڑھنا اور باقاعدگی سے پڑھنا۔ ذکرِ الٰہی۔ روزہ۔ مُراقبہ یعنی اپنے نفس کی حالت کا مطالعہ کرتے رہنا سونا کم۔ کھانا کم۔ دین کے معاملات میں ہنسی نہ کرنا نہ سُننا۔ مخلوقِ خدا کی خدمت۔ نظام کا ادب و احترام اور اس سے ایسی وابستگی کہ جان جائے اس میں کمی نہ آئے۔ اسلام کے اعلیٰ اُصُول ہیں۔

قرآن کریم کا غور سے مطالعہ علم کو بڑھاتا ہے اور دل کو پاک کرتا ہے اور دماغ کو نور بخشتا ہے۔

سلسلہ کی کتب اور اخبارات کا مطالعہ ضروری ہے۔

خدا کے رسولؐ اور مسیح موعودؑ اس کے خادم کی محبت خدا تعالیٰ کی محبت کا ہی جزو ہے۔ نہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کوئی نبی گزرا ہے۔ نہ مسیح موعودؑ جیسا نائب صلی اللہ علیہما وسلم۔

تقوی اللہ ایک اہم شے ہے۔ مگر بہت لوگ اس کے مضمون کو نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔

سلسلہ کے مفاد کو ہر دم سامنے رکھنا۔ بلند نظر رکھنا۔ مغلوبیت سے انکار اور غلبۂ اسلام اور احمدیت کے لئے کوشش ہماری زندگی کا نصب العین ہونے چاہئیں۔" [1]

خاکسار مرزا محمود احمدؓ"

چوہدری محمد اسحٰق صاحب قریباً ساڑھے تین سال تک چین میں احمدیت کا نور پھیلاتے رہے اور اپریل ۱۹۴۱ء[2] کو قادیان آگئے۔

حضرت امیر المومنین کا پہلا سفر سندھ

سیدنا حضرت امیر المومنینؓ نے اراضیات سندھ کے معائنہ کی غرض سے پہلا سفر ۱۹۳۵ء میں کیا۔ حضور ۹[3] مئی ۱۹۳۵ء کو بعد نماز عصر قادیان سے روانہ ہوئے۔ حضور کے عہد خلافت میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ حضورؓ سندھ

---

[1] الفضل قادیان ۳۰ ستمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۴۔ [2] الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۴۱ء۔ [3] الفضل ۱۱ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم ۱۔

کی طرف تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرت امیر المومنین رضؓ کے ہمراہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے ناظر تعلیم و تربیت۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اعلیٰ۔ حضرت مولوی عبد المغنی خانصاحب ناظر بیت المال حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب اور شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ حضرت مرزا محمد اشرف صاحب ناظم جائیداد پہلے ہی سندھ پہنچ گئے تھے۔[1]

حضرت امیر المومنین رضؓ ۱۱ مئی ۱۹۳۵ء کو ڈھائی بجے (بعد دوپہر) جھڈو اسٹیشن پر اترے۔ اور تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد اسٹیشن کی انتظارگاہ میں ظہر و عصر کی نمازیں پڑھائیں اور شام کے ۶ بجے حضور کا قافلہ دو پارٹیوں میں احمد آباد[2] اسٹیٹ کی طرف روانہ ہوا۔ حضور نے گھوڑے پر سوار ہونا پسند فرمایا۔ گھوڑوں پر حضور کے ہمراہ چوہدری غلام احمد صاحب منیجر احمد آباد اسٹیٹ، حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب اور بعض اور اصحاب تھے۔ ایک پارٹی جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مولوی عبد المغنی خاں صاحب، چودھری محمد سعید صاحب خلف الرشید خان بہادر حضرت نواب چودھری محمد دین صاحب، حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی اور شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سیکرٹری پر مشتمل تھی، موٹر کار میں بیٹھی۔ ایک جگہ موٹر ٹھہرا کر حضور سے عرض کی گئی کہ اگر اجازت ہو تو احمد آباد پہلے پہنچ کر منتظر احباب کو اطلاع کر دی جائے کہ حضور گھوڑے پر تشریف لا رہے ہیں۔ حضور نے اجازت تو دے دی لیکن حضور موٹر سے پہلے پہنچ گئے۔ احمد آباد اسٹیٹ کے دوستوں نے خوبصورت گیٹ بنایا ہوا اور راستہ سجایا ہوا تھا۔ حضور جونہی احمد آباد میں پہنچے احباب نے اللہ اکبر کے نعروں سے حضور کا استقبال کیا۔[3]

حضور نے اس سفر میں اراضیات سندھ کا معائنہ فرمایا۔ ۱۷ مئی ۱۹۳۵ء کو حیدرآباد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور ہینیٹ ہال میں پبلک لیکچر دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ بڑی رواں تقریر فرماتے تھے لیکن حیدرآباد میں حضور نے جو لیکچر دیا اس کے دوران دو ایک سیکنڈ کے لئے حضور کی زبان مبارک میں عجیب طرح لکنت ظاہر ہوئی جسے سب سندھی احمدیوں نے محسوس کیا۔[4]

---

[1] الفضل ۱۱ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کا نام اس حوالہ میں موجود نہیں تاہم جیسا کہ اگلی روداد سے ظاہر ہے۔ آپ کو بھی اس سفر میں حضور کا ہمرکاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ [2] جھڈو اسٹیشن سے ۱۴ میل پر ہے۔ [3] الفضل ۱۸ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۲۔ [4] ڈاکٹر عبد العزیز صاحب اخوند سندھی (حال میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال ربوہ) کے مضمون شائع شدہ الفضل ۷ جولائی ۱۹۶۵ء صفحہ ۲ سے ملخصاً۔

سندھ سے واپس قادیان تشریف لے جاتے ہوئے جن احمدی جماعتوں نے حضور کا استقبال کیا ان میں سے سلسلہ احمدیہ کے مطبوعہ ریکارڈ میں صرف جماعت احمدیہ ضلع ملتان کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ اخبار الفضل ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء میں لکھا ہے :۔

"۱۹ مئی بروز اتوار ایک بجے دن حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ملاقہ سندھ سے قادیان دارالامان کی واپسی پر ملتان سے گذر ہوا۔ جماعت احمدیہ ملتان کے چھوٹے بڑے۔ بچے بوڑھے اور جوان تمام شوق زیارت کیلئے ملتان چھاؤنی سٹیشن پر جمع تھے۔ بعض بیرونی جماعتوں کے دوست بھی آئے ہوئے تھے۔ اخوند محمد افضل خانصاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ ڈیرہ غازیخاں باوجود پیرانہ سالی اور علالت اور ضعف کے ایک روز پیشتر ہی آگئے تھے۔ احمدی احباب کے علاوہ ملتان کے ہندو۔ عیسائی اور مسلم اکابر بھی شرف ملاقات حاصل کرنے کیلئے کافی تعداد میں جمع تھے۔ ان میں اکثر وکلاء۔ پروفیسران تھے۔ گاڑی ٹھیک وقت پر پہنچی اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ پر نگاہ پڑتے ہی اللہ اکبر کے نعرے فضاء میں گونج اُٹھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ازراہِ شفقت گاڑی کے دروازہ میں آکر کھڑے ہوگئے۔ جس رُعب و تمکنت اور جلال کے ساتھ آپ رونق افروز ہوئے اسکی کیفیت صرف تصور میں آسکتی ہے۔ حضور نے اپنے غلاموں کو شرفِ مصافحہ بخشا۔ اور اس امر کی اطلاع ملنے پر کہ بعض غیر احمدی اور ہندو معززین بھی شرفِ دیدار کے منتظر ہیں۔ آپ سیکنڈ کلاس کے ویٹنگ روم میں تشریف لے آئے۔ جہاں سب کا آپ سے باری باری تعارف کرایا گیا۔ وکلاء میں سے غلام قادر خاں صاحب۔ رحیم بخش صاحب آزاد۔ پیرزادہ عطاء محمد صاحب۔ محمد ابراہیم صاحب شمی۔ لالہ راجندر صاحب۔ مسٹر آرتھر اے اور پروفیسر صاحبان میں سے چودھری صادق محمد صاحب ایم۔ اے۔ مسٹر مبارک احمد صاحب ایم۔ اے۔ گوپال داس صاحب کھنہ ایم۔ اے۔ مسٹر ولیسارج صاحب پوری ایم۔ اے قابل ذکر ہیں۔ لالہ رام پرتاپ صاحب آے۔ ایس۔ آئی ڈبلیو بھی تھے۔ ان کے علاوہ دیگر شرفاء بھی تھے جنہیں ذوق دیدار و ملاقات سٹیشن پر کشاں کشاں کھینچ لایا تھا۔ احباب نے پھولوں کے ہار حضور کے گلے میں ڈالے۔ آپ اور آپکے رفقاءِ سفر کی برف اور بوتلوں سے تواضع کی۔ چونکہ گاڑی یہاں دس منٹ کیلئے ٹھہرتی ہے۔ اسلئے یہ قلیل وقت مصافحوں اور تعارف میں صَرف ہوگیا۔ گاڑی نعروں کے درمیان روانہ ہوئی۔ ہجوم بفضلہ اچھا خاصہ تھا۔ اور دوستوں نے جس بے تابانہ اخلاص، کمالِ شوق اور کیف آور

وارفتگی و شفتگی کا مظاہرہ کیا۔ وہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ بعض احباب نے خانیوال تک معیت کی سعادت سے بہرہ اندوز ہونے اور چلتی گاڑی میں کھانا کھلانے کی غرض سے جو پہلے سے تیار تھا۔ ٹکٹ لے لئے تھے۔ جن میں اخوند محمد افضل خانصاحب۔ شیخ فضل الرحمٰن صاحب اختر پریذیڈنٹ۔ چوہدری اعظم علی صاحب سب جج۔ شیخ محمد حسین صاحب وائس پریذیڈنٹ۔ ملک شیر محمد صاحب۔ خان بہادر ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب۔ پروفیسر عبدالقادر صاحب ایم۔اے میاں قادر بخش صاحب۔ میاں اللہ دتا صاحب۔ مسٹر بشیر احمد صاحب ٹکٹ کلکٹر قابل ذکر ہیں حضرت امیر المومنین اور آپ کے رفقاء کو گاڑی میں کھانا کھلایا گیا۔ قریباً ایک گھنٹہ کی مسافت کے بعد کراچی میل خانیوال پہنچی۔ جہاں مقامی اور محمود آباد اسٹیٹ کے احمدی احباب کا جم غفیر تھا۔ اللہ اکبر کے نعروں کے درمیان گاڑی پلیٹ فارم پر کھڑی ہوئی حضور نے اول احباب کو شرف مصافحہ بخشا۔ پھر گفتگو فرماتے ہوئے ملتان سے جو خدام ہمراہ آئے تھے انہیں الوداعی مصافحہ کی عزت بخشی۔ چند منٹ کے بعد گاڑی روانہ ہوئی۔ نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے۔ یہ امر نوٹ کر لینے کے قابل ہے کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے بائیس سالہ عہد خلافت میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ حضور کا اس لائن سے گذر ہوا۔ [1]

قادیان میں ورود

حضرت امیر المومنینؓ ۱۹ مئی ۱۹۳۵ء بوقت دس بجے شب بخیر و عافیت قادیان دارالامان واپس تشریف لائے۔ مقامی جماعت نے قادیان سے باہر استقبال کیا اور حضور نے اپنے خدام کو شرف مصافحہ بخشا۔ [2]

کوئٹہ میں ہولناک زلزلہ اور مصیبت زدگان کی وسیع پیمانے پر امداد

۱۹۳۵ء میں خدا تعالیٰ کا قہری نشان ۳۱ مئی کو پونے تین بجے صبح کے وقت کوئٹہ کے خوفناک زلزلہ کی صورت میں ظاہر ہوا جس نے زلزلہ بہار کو بھی مات کر دیا۔ جیسا کہ اخبار "پرتاپ" لاہور (۶ جون ۱۹۳۵ء) نے لکھا۔ "یہ زلزلہ نہ صرف بلوچستان بلکہ ہندوستان کی تاریخ میں مہیب ترین ہے۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں دھرم سالہ جو زلزلہ آیا اس نے بھی بہت تباہی مچائی تھی ۱۹۳۴ء میں بہار میں زلزلہ آیا۔ بہار کا زلزلہ بڑا ہولناک تھا اور اس کے حالات پڑھ کر ہم حیران ہوتے تھے لیکن کوئٹہ کے زلزلہ نے انہیں مات کر دیا ہے"۔ [3]

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۲ جون ۱۹۳۵ء کو ایک اہم مضمون لکھا جس میں جماعت احمدیہ

---

[1] الفضل ۲۳ مئی ۱۹۳۵ء جلد ۲۲۔ الفضل نمبر ۱۷۲ صفحہ نمبر ۲ ÷ [2] الفضل ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۱ ÷
[3] بحوالہ الفضل ۹ جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۱ ÷

کو فوری توجہ دلائی کہ کوئٹہ کے مصیبت زدگان کی امداد کے سلسلہ میں اُن پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضور نے تحریر فرمایا:۔

"احباب اخبارات میں پڑھ چکے ہوں گے کہ کوئٹہ میں ایک شدید زلزلہ آیا ہے جس سے قریباً اسی فیصدی آبادی تباہ ہوگئی ہے۔ یہ ایک تازہ نشان ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی صداقت کا جنہوں نے بوضاحت شدید زلزلوں کی خبر دیکر دُنیا کو پہلے سے جگا دیا تھا۔ مگر افسوس کہ لوگ اب تک نہیں جاگے لیکن جہاں یہ زلزلہ ایک نشان ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی صداقت کا۔ وہاں اس کے صدمہ سے بچنے والے لوگوں کی ہمدردی اور ان کی خدمت کی اہم ذمہ داری بھی جماعت احمدیہ پر پڑتی ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم مصیبت زدوں کی غیر معمولی خدمت کرکے دُنیا پر ثابت کر دیں کہ ہم دنیا کی ہمدردی اور اُس کی خیر خواہی کو اپنا ذاتی فرض سمجھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ ذمہ داری کو نہ صرف سمجھتے ہیں بلکہ اُسے پُورا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ میں نے اس وقت خدمت کرنے کے لئے ایک ڈاکٹر۔ دو کمپونڈر اور ایک سکرٹری کو کوئٹہ روانہ کر دیا ہے۔ اور ان کے ساتھ بہت سا سامان مرہم پٹی وغیرہ کا بھی بھیجا گیا ہے۔ اور ان لوگوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ نہ صرف جماعت احمدیہ کے حاجتمند احباب کی مدد کریں۔ بلکہ تمام مذاہب و ملت کے لوگوں کی حتی الوسع امداد کریں۔ اسی سلسلہ میں مَیں احباب جماعت کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جس رنگ میں بھی اس کام میں امداد کر سکتے ہیں۔ امداد سے دریغ نہ کریں۔ جو ڈاکٹر اسوقت وہاں پہنچ سکتے ہوں سلسلہ کے نظام کے تحت وہاں پہنچکر کام کریں۔ جو ڈسپنسر اور کمپاؤنڈر وقت دے سکتے ہوں وہ بھی اپنے آپکو پیش کریں اور جو لوگ مزدوری وغیرہ کا کام کر سکتے ہیں وہ بھی اپنے آپکو پیش کریں کیونکہ ملبہ وغیرہ اٹھانے کا بھی بہت بڑا کام ہے ممکن ہے اس کوشش سے بھی کئی جانیں بچ جائیں۔ گذشتہ تجربہ بتاتا ہے کہ بعض لوگ دو دو ہفتہ بعد بھی ملبوں کے نیچے سے زندہ نکل آئے ہیں۔ ان لوگوں کے سوا جو کام کے لئے وہاں جا سکتے ہوں دُوسرے احباب سے مَیں یہ خواہش کرتا ہوں کہ وہ دل کھول کر چندہ دیں۔" [1]

جماعت احمدیہ نے اپنے پیارے امام کی آواز پر پورے خلوص سے لبیک کہا اور ہندوستان اور بیرونی ممالک کے احمدیوں نے مصیبت زدگان کی امداد کے لئے ہزاروں روپے پیش کر دیئے۔[2]

یہاں اس خدائی تصرّف کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ جہاں اس زلزلہ کے نتیجہ میں کوئٹہ کی آبادی کا اسی یا نوے فی صدی حصہ لقمہ اجل ہوا وہاں خدا کے خاص فضل و عنایت سے جماعت احمدیہ کوئٹہ

---

[1] - الفضل ۵ر جون ۱۹۳۵ء نمبر ۱۸ا جلد ۲۲ ص ۱ ۔ [2] - تفصیلی خبریں الفضل ۱۹۳۵ء میں چھپ گئی تھیں۔

کا نقصان صرف ۱۲ فی صدی کے قریب تھا۔ اور اکثر احمدی گھرانے بالکل محفوظ و مصئون رہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے احمدیوں کی یہ خصوصی حفاظت ایک خارق عادت بات تھی اور عقل و بصیرت رکھنے والوں کے لئے ایک عظیم الشان نشان[1]

لنڈن سے "مُسلم ٹائمز" کا اجراء

۱۹۳۵ء میں امام مسجد لنڈن مولانا عبدالرحیم صاحب درد نے "دی مسلم ٹائمز" کے نام سے ایک انگریزی اخبار جاری کیا۔ یہ اخبار جس کا پہلا پرچہ ۶؍جون ۱۹۳۵ء کو شائع ہوا[2]۔ انگلستان میں یہ پہلا اسلامی اخبار تھا جو جاری کیا گیا۔

لنڈن سے رسالہ "اَلاِسلام" (انگریزی) کا اجرا

(سیدنا) حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (ایدہ اللہ تعالیٰ) اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے یورپ کو اسلامی تعلیم سے رُوشناس کرانے اور اُس کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کیلئے "الاسلام" کے نام سے ایک سہ ماہی انگریزی رسالہ لنڈن[3] سے جاری فرمایا۔ اس رسالہ کی زبان فصیح اور شستہ اور ظاہری صورت نہایت عمدہ تھی۔ اور رسالہ صوری و معنوی دونوں اعتبار سے معیاری تھا۔ الاسلام کا پہلا شمارہ جون ۱۹۳۵ء میں چھپا جس میں اسلامی جنگوں کی نسبت ایک سیر حاصل مضمون شائع ہوا[4]۔ دوسرے نمبر میں مسئلہ نبوت پر مبسوط اور مدلل رنگ میں روشنی ڈالی گئی[5] یہ رسالہ ۱۹۳۶ء تک جاری رہا۔

حجاز کے ولیعہد مسجد فضل لنڈن میں

۱۲؍جولائی ۱۹۳۵ء کو حجاز کے ولیعہد شہزادہ امیر سعود مسجد فضل لنڈن میں تشریف لائے۔ امام مسجد لنڈن حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد نے آپ کے اعزاز میں ایک دعوت استقبالیہ دی جس میں امریکہ برازیل، میکسیکو اور عرب کے سفراء کے علاوہ سر عبدالقادر اور پروفیسر گب جیسی نامور شخصیتیں بھی شامل ہوئیں۔ امیر سعود دو گھنٹے تک مسجد میں موجود رہے اور نَو مسلموں سے عربی زبان میں نماز سُنکر اور اُن کی دستی تحریریں دیکھکر بہت خوش ہوئے[6]۔

اس تقریب کا برطانوی پریس کے علاوہ عربی اور ہندوستانی اخبارات میں بھی چرچا ہوا۔ اسی طرح

---

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو خانصاحب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ کا مفصل مضمون مطبوعہ الفضل ۳؍جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۵۔ اس کے علاوہ مستونگ کے ایک احمدی خاندان کے بچنے کا واقعہ الفضل ۲۷؍جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ پر مذکور ہے۔ یاد رہے اُن دنوں چوہدری احمد جان صاحب امیر جماعت کوئٹہ تھے ؛ [2] الفضل ۴؍جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ ؛ [3] الاسلام کے ایک پرچہ کی قیمت پانچ پنس تھی اور اسکی اشاعت کا پتہ یہ تھا۔ LONDON MOSQUE 63 MALROSE ROAD S.W.18. LONDON

[4] الفضل ۲۱؍مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۳۔ الفضل ۸؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۳ ؛ [5] ایضاً الفضل ۸؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۳ ؛ [6] الفضل ۲۶؍جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۲۔

مسجد کے افتتاح کے موقعہ پر اُن کے نہ آنے کا عمدگی کے ساتھ ازالہ ہو گیا۔[۱]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر حضرت امیر المومنین کی حلفیہ شہادت

ایک صاحب حاجی ضیاء اللہ صاحب (مالک پنجاب سوپ فیکٹری لاہور) نے حضرت امیر المومنین رضؓ سے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر حلفیہ شہادت دینے کا مطالبہ کیا۔ جس پر حضور نے تحریر فرمایا کہ:۔

"مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مَیں آپ کے خط کے جواب میں حلفیہ تحریر کرتا ہوں کہ وہ خدا جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور جو دلوں کا بھید جانتا ہے میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے نزدیک وہ نبوت جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعویٰ ہے اسلام کے لئے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہتک کا موجب نہیں بلکہ اسلام کی مضبوطی کا موجب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بڑھانے کا۔ اور مَیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسی نبوت نہ صرف قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے بلکہ مجھے خود اللہ تعالیٰ نے بذریعہ رویاء و کشوف اس پر یقین دلایا ہے۔

والسلام خاکسار مرزا محمود احمد"[۲]

سعودی حکومت کا غیر مسلم کمپنی سے معاہدہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بصیرت افروز بیان

۱۵ / مارچ ۱۹۳۵ء کو جلالت الملک سلطان عبد العزیز ابن سعود[۳] اور اُن کے ولی عہد پر طواف کعبہ کے دوران بعض یمنی عربوں نے قاتلانہ حملہ کر دیا جس پر شاہ کے حفاظتی دستہ نے حملہ آوروں کو گولیوں سے ہلاک کر دیا[۴]۔ اس پر بعض مسلمان اخباروں نے حرم پاک

---

[۱] یہاں یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ایک بار الفضل کے ایک سیاسی نامہ نگار نے جلالت الملک ابن سعود سے مکہ معظمہ میں ملاقات کی تو انہوں نے جماعت احمدیہ کی نسبت فرمایا کہ تبلیغ اسلام میں مدد دینا ہمارا کام ہے۔ سلطان نے سُورت کے ایک اہلحدیث کی شکایت پر (کہ احمدی ایک اور نبی کے ماننے والے ہیں) صاف جواب دیا کہ یہ شرک فی النبوۃ کرتے ہوں گے۔ مگر یہاں تو شرک فی التوحید کرنیوالے بھی آتے ہیں؟ پھر احمدیوں کو مکہ سے نکالنے کی تجویز پر کہا کہ "کیا یہ عبد العزیز کے باپ کا گھر ہے جس سے مَیں نکال دوں؟ یہ خدا کا گھر ہے"۔ (الفضل ۲۴ جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۳-۲)۔

[۲] الفضل ۲۸ / اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۲۔ [۳] ولادت نومبر ۱۸۸۰ء۔ وفات ۹ / نومبر ۱۹۵۳ء۔

[۴] "سوانح حیات سلطان ابن سعود" صفحہ ۲۱۷-۲۱۸ (مرتبہ سردار محمد حسنی بی۔ اے۔ ناشر منیجر سلسلہ مشاہیر اسلام جالندھر شہر)۔

میں عربوں کے قتل پر سخت احتجاج کیا۔ اور اسے "سرزمین حجاز میں یزیدیت" سے تعبیر کیا۔[۱] مخالفت پورے زوروں پر تھی کہ خبر آئی کہ جلالت الملک نے ایک غیر مسلم کمپنی[۲] کو پٹرول وغیرہ کا ٹھیکہ دینے کیلئے ایک معاہدہ طے کر لیا ہے۔

اگرچہ یہ اپنی نوعیت کا کوئی پہلا معاہدہ نہیں تھا[۳] مگر خصوصاً مجلس احرار نے سلطان المعظم اور انکی حکومت کے خلاف مسلمانوں کو مشتعل کرنے کیلئے جلسے کئے اور اخباروں میں بدگوئی[۴] سے کام لیتے ہوئے سخت زہریلا پراپیگنڈا کیا اور بالآخر اسے ایک خالص مذہبی مسئلہ قرار دیکر مخالفت کا ایک وسیع محاذ کھول دیا۔[۵] جسکی اصل وجہ یہ تھی کہ احرار لیڈر شریف حسین والئی مکہ کے شکست کھا جانے کے بعد سعودی حکومت کے بھی مخالف تھے۔ اور ابن سعود کو سرمایہ دارانہ ماحول کا پرورش یافتہ بتا کر بدنام کرتے رہتے تھے۔[۶]

۱۔ شیعہ اخبار مجریہ یکم جون ۱۹۳۵ء بحوالہ "اہلحدیث" امرتسر، ۷ جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۵۔

۲۔ "دی سعودین عریبین مائننگ سنڈیکیٹ لمیٹڈ زان کارپوریٹڈ ان انگلینڈ"۔

۳۔ اخبار کرزن گزٹ دہلی نے ۱۵ جنوری ۱۹۰۵ء کی اشاعت میں "حمیدیہ حجاز ریلوے" کے زیر عنوان یہ خبر شائع کی:۔ "حمیدیہ حجاز ریلوے لین کمیٹی نے فرانس و بلجیم و جرمنی کے مشہور تاجروں کو معدنیات کا اجارہ دینے کا قصد کیا ہے۔ حجاز ریلوے کے راستے میں معدنیات ملتی ہیں۔ چونکہ اسوقت اور کوئی نکالنے والا نہیں اس سبب سے شاید اہل یورپ کو اجارہ دینا پڑے" صفحہ ۹۔

۴۔ "اہلحدیث" ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۶ کالم ۱۔

۵۔ "مجاہد" ۱۴ مئی ۱۹۳۶ء بحوالہ اہلحدیث ۲۹ مئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۳۔

۶۔ چوہدری افضل حق "تاریخ احرار" میں لکھتے ہیں۔ "ابن سعود کا سارے عرب میں طوطی بولنے لگا خشک قسم کا وہابی تھا جب مدینے میں قدم رکھا تو بھونچال لے آیا۔ قبوں کو گرا کر ہموار کر دیا ...... ہم شریف حسین کے دیس بدر ہونے پر خوش تھے کہ غدار اپنے انجام کو پہنچا۔ مگر قبے گرانے کے متعلق متذبذب تھے ...... یہ سب قبے اور مقبرے سرمایہ داروں کی سنگدلی کا نتیجہ ہیں ...... اگر نبی کریم کی قبر اصل حال میں ہوتی تو اس زیارت سے سرمایہ داروں کے خلاف مسلمانوں کی نفرت قائم رہتی ...... اب جبکہ مسلمان عوام کی دل و دماغ کی ساخت سرمایہ داری مشین میں تیرہ سو برس ڈھلکر بدل گئی تو ابن سعود کا ظہور ہوا ...... بیچارہ ابن سعود بھی سرمایہ دارانہ ماحول کا پرورش یافتہ تھا اُسے خود اسلام کا منشاء معلوم نہ تھا۔ اس لئے چند قبے گرائے مگر خود شاہانہ بسر اوقات کرنے لگا۔" (صفحہ ۲۲ تا صفحہ ۲۴)

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ مفکر احرار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پختہ مقبرہ کو "سرمایہ داری کی سنگ دلی کا نتیجہ" قرار دینے میں حقائق کی صریح تغلیط کی ہے تاریخ اسلام سے ثابت ہے کہ مقبرہ بنانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ۵۵۷ھ میں عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو نکال کر اس کی بے حرمتی کرنے کی سازش کی تھی

احرار کی اس افسوسناک روش کی نسبت کلکتہ کے مسلم روزنامہ اخبار ہند نے حسب ذیل مضمون شائع کیا:۔

"یہ واقعہ ہے کہ مولانا اسمٰعیل غزنوی سالہا سال سے شاہ ابن سعود کے ہاں آمد و رفت رکھتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مولانا غزنوی کے اسی تعلق کی وجہ سے ان کے بعض رفیقوں کو مخصوص ذاتی شکائتیں پیدا ہوگئی ہیں۔ اور چونکہ ان کی شکائتیں دُور نہ ہوسکیں۔ اور چونکہ وہ مجلس احرار میں بہت رسوخ رکھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے مولانا اسمٰعیل غزنوی اور حکومت حجاز سے انتقام لینے کی یہ صورت نکالی ہے کہ مجلس احرار ملک بھر میں حکومت حجاز کے خلاف ایجی ٹیشن کرے اور اس طرح حکومت حجاز کو مجبور کر دے کہ وہ مذکورہ بالا شکائتیں دُور کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

اپنی اس اطلاع کا ذکر ہم نے اشارۃً پچھلے مضمون میں کیا تھا۔ مگر اس پر زور نہیں دیا تھا کیونکہ ہمیں اس پر پورا یقین نہیں تھا۔ لیکن اب "مجاہد" کا افتتاحیہ دیکھکر ہمیں بڑی حد تک اپنی اطلاع کی صحت پر بھروسہ ہوگیا ہے۔ کیونکہ "مجاہد" نے اپنے اس افتتاحیہ میں عمداً درجہ تدلیس و تلبیس سے کام لیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ پسِ پردہ کوئی اور ہی حقیقت موجود ہے۔ "مجاہد" کے افتتاحیہ کا لب لباب یہ ہے کہ مجلس احرار اب تک جزیرۃ العرب کی حقیقی صورت حال سے واقف نہ تھی۔ لیکن اب اسے یقین سے معلوم ہوگیا ہے کہ شاہ ابن سعود انگریزوں کے زیر اثر ہیں اور یہ کہ عرب کے خارجی معاملات پر برطانیہ کا قبضہ ہے اور انگریز مدبر سلطان کو معاہدوں کے جال میں پھنسا کر داخلی مسائل پر قابض ہو رہے ہیں۔ اور یہ کہ جنگ یمن و نجد برطانیہ ہی کے اشارے سے ہوئی تھی۔ اور شاہ ابن سعود کی فتح محض برطانیہ کی قوت سے ہوئی۔ اور یہ کہ امام یمن انگریزوں کے یا اٹلی کے یا کسی اور اجنبی قوت کے زیر اثر نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ الزامات۔

لیکن سوال یہ ہے کہ مجلس احرار اور اس کے آرگن "مجاہد" کے پاس اپنے ان دعووں کی تائید میں کوئی دلیل بھی ہے یا نہیں؟ اگر دلیل ہے تو پیش کرنا چاہیئے۔ اس افتتاحیہ میں تو ان تمام الزاموں کی بنیاد اسی معاہدے کو بتایا گیا ہے جو کان کنی کے ٹھیکہ سے متعلق حکومت حجاز نے کیا ہے مگر ہمیں یہ بھی تو بتایا جائے کہ اس معاہدے میں کونسی دفعہ ایسی ہے جس کی بنا پر یہ تمام الزام تراش لئے گئے ہیں۔

بقیہ حاشیہ: جس پر سلطان نور الدین نے اس کے ارد گرد گہری خندق کھدوا کے اس میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا۔ اور محض تحفظ کے خیال سے اس پر گنبد تعمیر کیا گیا (ملاحظہ ہو کتاب "مرآۃ الحرمین" جلد اوّل تالیف ابراہیم رفعت پاشا صفحہ ۴۷۔ طبع اوّل ۱۳۴۴ھ - ۱۹۲۵ء مطبع دار الکتب المصریہ بالقاہرہ)

ہم مجلس احرار اور اس کے آرگن کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اس معاہدے میں کوئی ایسا لفظ بھی دکھا دے جس سے حجاز کی آزادی کو ذرا بھی خطرہ لاحق ہوتا ہو یا جس سے شبہ بھی ہو سکے کہ شاہ ابن سعود انگریزوں کے زیر اثر آگئے ہیں۔ "مجاہد" کے افتتاحیہ نے ہمیں یقین دلا دیا ہے کہ اس کو اور مجلس احرار کو عرب کے معاملات اور شاہ ابن سعود کی تاریخ سے کچھ بھی واقفیت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر واقفیت ہوتی تو اس قسم کی ہلکی ہلکی باتیں نہ کہی جاتیں" ؎۱

سعودی مملکت کے خلاف پراپیگنڈا کرنے والوں کا مقصد کیا تھا؟ اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اخبار "اہلحدیث" میں لکھا :۔

"رنج اس لئے ہے کہ عرب کے پہاڑوں سے اگر یہ چیزیں مل گئیں تو حکومت نجدیہ کو بڑی قوت حاصل ہوگی جو ان برادران اسلام کو ناگوار ہے" ؎۲

مرکز اسلام کے سربراہ کی نسبت اشتعال انگیزیوں کا یہ افسوسناک طریق دیکھ کر سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو سخت صدمہ پہنچا اور حضور نے ۳۰ اگست ۱۹۳۵ء کے خطبہ جمعہ میں سلطان ابن سعود کے معاہدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

"آج سے کئی سال پہلے جب لارڈ چیمسفورڈ ہندوستان کے وائسرائے تھے۔ مسلمانوں میں شور پیدا ہوا کہ انگریز بعض عرب رؤسا کو مالی مدد دیکر انہیں اپنے زیر اثر لانا چاہتے ہیں۔ یہ شور جب زیادہ بلند ہوا تو حکومت ہند کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہم عرب رؤسا کو کوئی مالی مدد نہیں دیتے۔ مسلمان اس بات پر خوش ہوگئے کہ چلو خبر کی تردید ہوگئی۔ لیکن میں نے واقعات کی تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ گو ہندوستان کی حکومت بعض عرب رؤسا کو مالی مدد نہیں دیتی مگر حکومت برطانیہ اس قسم کی مدد ضرور دیتی ہے۔ چنانچہ ساٹھ ہزار پونڈ ابن سعود کو ملا کرتے تھے اور کچھ رقم شریف حسین کو ملتی تھی۔ جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے لارڈ چیمسفورڈ کو لکھا کہ گو لفظی طور پر آپ کا اعلان صحیح ہے مگر حقیقی طور پر صحیح نہیں۔ کیونکہ حکومت برطانیہ کی طرف سے ابن سعود اور شریف حسین کو اس قدر مالی مدد ملتی ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی شبہ کی گنجائش نہیں کہ مسلمان عرب پر انگریزی حکومت کا تسلط کسی رنگ میں بھی پسند نہیں کر سکتے۔ ان کا جواب میں مجھے خط آیا (وہ بہت ہی شریف طبیعت رکھتے تھے) کہ یہ واقعہ صحیح ہے۔ مگر اس کا

؎۱۔ بحوالہ الفضل قادیان مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ ؎

؎۲۔ "اہلحدیث" امرتسر ۲ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۵۔ کالم ۲ ؎

کیا فائدہ کہ اس قسم کا اعلان کرکے فساد پھیلایا جائے۔ ہاں ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ گورنمنٹ انگریزی کا یہ ہرگز منشاء نہیں کہ عرب کو اپنے زیر اثر لائے۔

پس ہم ہمیشہ عرب کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں۔ جب ترک عرب پر حاکم تھے تو اس وقت ہم نے ترکوں کا ساتھ دیا۔ جب شریف حسین حاکم ہوا تو لوگوں نے اس کی سخت مخالفت کی۔ مگر ہم نے کہا اب فتنہ و فساد کو پھیلانا مناسب نہیں۔ جس شخص کو خدا نے حاکم بنا دیا ہے اس کی حکومت کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ تاکہ عرب میں نت نئے فسادات کا رُونما ہونا بند ہو جائے۔ اس کے بعد نجدیوں نے حکومت لے لی تو باوجود اس کے کہ لوگوں نے شور مچایا کہ انہوں نے قُبّے گرا دئے اور شعائر کی ہتک کی ہے اور باوجود اس کے ہمارے سب سے بڑے دشمن اہلحدیث ہی ہیں ہم نے سلطان ابن سعود کی تائید کی۔ صرف اسلئے کہ مکہ مکرمہ میں روز روز کی لڑائیاں پسندیدہ نہیں حالانکہ وہاں ہمارے آدمیوں کو دُکھ دیا گیا۔ حج کیلئے احمدی گئے تو انہیں مارا پیٹا گیا۔ مگر ہم نے اپنے حقوق کے لئے بھی اس لئے صدائے احتجاج کبھی بلند نہیں کی کہ ہم نہیں چاہتے ان علاقوں میں فساد ہوں۔ مجھے یاد ہے مولانا محمد علی صاحب[1] جب مکہ مکرمہ کی مؤتمر سے واپس آئے تو وہ ابن سعود سے سخت نالاں تھے۔ شملہ میں ایک دعوت کے موقع پر ہم سب اکٹھے ہوئے تو انہوں نے تین گھنٹے اس امر پر بحث جاری رکھی وہ بار بار میری طرف متوجہ ہوتے اور میں انہیں کہتا کہ مولانا آپ کتنے ہی ان کے ظلم بیان کریں جب ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے حجاز کا بادشاہ بنا دیا ہے تو میں تو یہی کہوں گا کہ ہماری کوششیں اب اس امر پر صرف ہونی چاہئیں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں فساد اور لڑائی نہ ہو۔ اور جو شورش اس وقت جاری ہے وہ دب جائے اور امن قائم ہو جائے تاکہ ان مقدس مقامات کے امن میں خلل واقع نہ ہو۔ ابھی ایک عہد نامہ ایک انگریز کمپنی اور ابن سعود کے درمیان ہوا ہے۔ سلطان ابن سعود ایک سمجھدار بادشاہ ہیں۔ مگر بوجہ اس کے کہ وہ یورپین تاریخ سے اتنی واقفیت نہیں رکھتے۔ وہ یورپین اصطلاحات کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے۔ ایک دفعہ پہلے جب وہ اٹلی سے معاہدہ کرنے لگے تو ایک شخص کو جو ان کے ملنے والوں میں سے تھے میں نے کہا کہ تم سے اگر ہو سکے تو میری طرف سے سلطان ابن سعود کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ معاہدہ کرتے وقت بہت احتیاط سے کام لیں۔ یورپین قوموں کی عادت ہے کہ وہ الفاظ نہایت نرم اختیار کرتی ہیں مگر ان کے مطالب

[1] مولانا محمد علی صاحب جوہر مراد ہیں۔ (ناشر)

نہایت سخت ہوتے ہیں۔ اب وہ معاہدہ جو انگریزوں سے ہوا شائع ہوا ہے اور اسکے خلاف بعض ہندوستانی اخبارات مضامین لکھ رہے ہیں مَیں نے وہ معاہدہ پڑھا ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اس میں بعض غلطیاں ہوگئی ہیں اور اس معاہدہ کی شرائط کی رُو سے بعض موقعوں پر بعض بیرونی حکومتیں یقیناً عرب میں دخل دے سکتی ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کو پڑھ کر میرے دل کو سخت رنج پہنچا۔ حالانکہ انگریزوں سے ہمارا تعاون ہے اور ہم اس کا ذکر کرنے سے کبھی ڈرے نہیں۔ سوائے حکومت پنجاب کے کہ اسکی دو تین سال سے خود ہمارے تعاون کو ٹھکرا دیا ہے۔ باقی انگریزی حکومت سے ہم نے ہمیشہ تعاون کیا ہے اور ہمیشہ تعاون کرتے رہیں گے جب تک وہ خود حکومت پنجاب کی طرح ہمیں دھتکار نہ دے۔ مگر باوجود اسکے کہ ہم انگریزوں سے تعاون رکھتے ہیں اور باوجود اسکے کہ مَیں انگریزی حکومت کے ڈھانچہ کو دنیا کیلئے مفید ترین طرزِ حکومت سمجھتا ہوں جس میں اصلاح کی گنجائش ضرور ہے مگر وہ توڑنے کے قابل شے نہیں ہے۔ پھر بھی انگریز ہوں یا کوئی اور حکومت عرب کے معاملہ میں ہم کسی کا لحاظ نہیں کر سکتے۔ اس معاہدہ میں ایسی احتیاطیں کی جاسکتی تھیں کہ جن کے بعد عرب کیلئے کسی قسم کا خطرہ باقی نہ رہتا مگر بوجہ اسکے کہ سلطان ابن سعود یوروپین اصطلاحات اور بین الاقوامی معاملات سے پوری واقفیت نہیں رکھتے۔ انہوں نے الفاظ میں احتیاط سے کام نہیں لیا اور اس میں انہوں نے عام مسلمانوں کا طریق اختیار کیا ہے۔ مسلمان ہمیشہ دوسروں پر اعتبار کرنے کا عادی ہے حالانکہ معاہدات میں کبھی اعتبار سے کام نہیں لینا چاہیئے بلکہ سوچ سمجھکر اور کامل غور و فکر کے بعد الفاظ تجویز کرنے چاہئیں گو مَیں سمجھتا ہوں یہ معاہدہ بعض انگریزی فرموں سے ہے۔ حکومت سے نہیں۔ اور ممکن ہے جس فرم نے یہ معاہدہ کیا ہے اسکے دل میں بھی دھوکا بازی یا غداری کا کوئی خیال نہ ہو۔ مگر الفاظ ایسے ہیں کہ اگر اس فرم کی کسی وقت نیّت بدل جائے تو وہ سلطان ابن سعود کو مشکلات میں ڈال سکتی ہے۔ مگر یہ سمجھنے کے باوجود ہم نے اس پر شور مچانا مناسب نہیں سمجھا۔ کیونکہ ہم نے خیال کیا کہ اب سلطان کو بدنام کرنے سے کیا فائدہ۔ اس سے سلطان ابن سعود کی طاقت کمزور ہوگی اور جب ان کی طاقت کمزور ہوگی تو عرب کی طاقت بھی کمزور ہو جائے گی۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ دعاؤں کے ذریعہ سے سلطان کی مدد کریں اور اسلامی رائے کو ایسا منظم کریں کہ کوئی طاقت سلطان کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔" [1]

---

[1] الفضل قادیان ۳ر ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۹-۱۰ ؎

مقبولین الٰہی کی دل سے نکلی ہوئی دعائیں اور آہیں عرش کو ہلا دیتی ہیں اور خطرات کے منڈلاتے ہوئے سیاہ بادل چھٹ جاتے ہیں اور مطلع صاف ہو جاتا ہے۔ یہی صورت یہاں ہوئی! اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے سرزمین عرب کو نہ صرف اس معاہدہ کے بداثرات سے بچالیا بلکہ ملک عرب کی کانوں سے اس کثرت کے ساتھ معدنیات برآمد ہوئیں کہ ملک مالا مال ہو گیا۔ اس حقیقت کی کسی قدر رُوداد مولانا محی الدین الوائی ایم۔ اے الازہری کی کتاب "عرب دنیا" میں موجود ہے۔

فصل چہارم

احرار کا احمدیت پر دوبارہ حملہ اور ناکامی

جب احرار نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے ان کی حقیقت کو ظاہر کر کے انہیں مسلمانوں کی نظروں میں گرا دیا ہے تو انہوں نے دوبارہ مقبول ہونے کیلئے احمدیت پر ایک بار پھر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اخبار "مجاہد" نے لکھا:۔

"مسلمانو!.... اگر اپنے دشمن قادیانی کو برباد کرنا ہے تو تمام اختلافات مٹا کر مرزائیت کی بربادی کے لئے متحد ہو جاؤ۔"[1] نیز لکھا:۔ "ہندوستان کی ننگی قوم مسلم کے لئے مجلس احرار اسلام ایک رحمت کی چادر ہے ...... واقعاتِ لاہور کے چند غرض مند دیوانوں نے شور مچا دیا کہ چادر تو چھلنی ہو چکی۔ مسلمانوں کے ایک طبقہ نے ایک لقمہ فریب کھایا اور سمجھے کہ ہم نے بھی چادر میں سوراخوں کو دیکھا ہے اور سب نے مل کر شور کیا کہ چادر کو پھاڑ ڈالو...... مسلمانوں کا ہنگامی جوش اور جذبات کے زیر اثر ہو کر چھوٹے چھوٹے مفروضہ سوراخوں میں اسے تبدیل کرنا کہاں کی اسلام دوستی ہے۔ نئی تو مل نہیں سکتی اور پرانی کو بھی پھاڑ ڈالو۔ افسوس اس عقل اور فہم پر۔"[2]

دو جھوٹے الزامات کی تشہیر

اب احرار نے اپنے مقصد کی تکمیل کیلئے بہتان تراشی کا نیا سلسلہ شروع کیا اور دو الزامات کی خاص طور پر تشہیر کی۔

اوّل ۔ یہ کہ احمدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجہ کو بانی سلسلہ احمدیہ کے درجہ سے (نعوذ باللہ) ادنیٰ سمجھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ احمدیوں کے نزدیک قادیان کی بستی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے افضل ہے۔

---

[1] "مجاہد" لاہور ۱۱ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۲-۳-۴ [2] ایضاً صفحہ ۵ کالم ۲

چنانچہ شیخ حسام الدین[1] صاحب نے منصوری میں مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی صدارت میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "اگر خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے تو مرزائی لوگ اسکی کوئی پروا نہ کریں گے۔ بلکہ خوش ہوں گے"[2]

حضرت امیرالمومنین کا پرشوکت جواب

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ان الزامات کے جواب میں ۳۰/اگست ۱۹۳۵ء کو ایک پُرجلال خطبہ جمعہ دیا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جماعت احمدیہ کی محبت و شیدائیت کا واضح ثبوت دیتے ہوئے فرمایا:۔

"ہمارے عقائد بالکل واضح ہیں اور ہماری کتابیں بھی چھپی ہوئی موجود ہیں ان کو پڑھکر کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ ہم نعوذ باللہ من ذالک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں ہاں دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ گو الفاظ میں یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کرتے ہیں مگر ان کے دلوں میں آپ کا ادب نہیں۔ مگر اس صورت میں ہمارا یہ پوچھنے کا حق ہوگا کہ وہ کونسے ذرائع ہیں جن سے کام لیکر انہوں نے ہمارے دلوں کو پھاڑ کر دیکھ لیا اور معلوم کر لیا کہ ان میں حقیقتاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ..... کی ہتک کے جذبات ہیں .... اگر احمدی بالفرض عام مسلمانوں کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے سے اس خیال سے بچتے ہیں کہ اس طرح مسلمان ناراض ہو جائیں گے تو ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں کے سامنے تو وہ نڈر ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ ہتک کرتے ہوں گے ..... پس میں کہتا ہوں تصفیہ کا آسان طریق یہ ہے کہ ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں میں سے ایک ہزار آدمی چُنا جائے اور وہ مؤکد بعذاب حلف اٹھا کر بتائیں کہ احمدی عام مسلمانوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کے متعلق زیادہ جوش رکھتے ہیں یا کم۔ اگر ایک ہزار سارے کا سارا یا اس کا بیشتر حصہ۔ کیونکہ ایک دو جھوٹ

---

[1] ۔ اخبار "زمیندار" ۱۹۳۵ء سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ صاحب نے ان دنوں افتراء پردازیوں کی خاص مہم جاری کر رکھی تھی۔ بطور ثبوت صرف ایک جلسہ کی رپورٹ ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے "۳۰/جولائی (۱۹۳۵ء) کو بروز چہارشنبہ ساڑھے نو بجے شام رام تلائی (امرتسر) میں احرار امرتسر نے ایک جلسہ کیا۔ احرار میں سے شیخ حسام الدین بی۔ اے نے تقریر کی۔ تقریر کیا تھی افتراء پردازیوں کا ایک انوکھا مجموعہ تھا۔۔۔ احرار اگر اپنا کھویا ہوا وقار قائم کرنے کی فکر میں ہیں تو اس کیلئے انہیں اس قسم کی کذب آفرینی نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس سے تو ان کے وقار کو اور بھی دھکا لگے گا۔۔۔ شیخ حسام الدین پر واضح رہنا چاہیئے کہ شیشہ کے مکان میں بیٹھکر دوسروں پر پتھر پھینکنا نہایت ہی غلط قدم ہے" (زمیندار" لاہور ۴/اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ بعنوان امرتسر میں احرار کی فتنہ پردازی)

[2] الفضل ۳/ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم ۴

بھی بول سکتے ہیں۔ یہ گواہی دے کہ اس نے احمدیوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی عزّت کرنے والا اور آپ کے نام کو دنیا میں بلند کرنے والا پایا تو اس قسم کا اعتراض کرنے والوں کو اپنے فعل پر شرمانا چاہیئے۔ مَیں سمجھتا ہوں وہ لوگ جو ہمارے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک کرتے ہیں وہ بار بار ہمارے متعلق اس اتہام کو دوہرا کر خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی کو گالی دینے کا ایک طریق یہ بھی ہوا کرتا ہے کہ دوسرے کی طرف گالی منسوب کر کے اس کا ذکر کیا جائے ...... پس اگر یہ تصفیہ کا طریق جو مَیں نے بیان کیا ہے۔ اس پر مخالف عمل نہ کریں تو مَیں کہوں گا ایسے اعتراض کرنیوالے درحقیقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خود ہتک کرتے ہیں گو اپنے مُنہ سے نہیں بلکہ ہماری طرف ایک غلط بات منسوب کر کے۔"[1]

جہاں تک مکّہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ کی نسبت احمدیوں کے عقیدہ کا تعلق ہے حضور نے واضح لفظوں میں اعلان فرمایا کہ:۔

"خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا تو الگ رہی ہم تو یہ بھی پسند نہیں کر سکتے کہ خانہ کعبہ کی کسی اینٹ کو کوئی شخص بدنیّتی سے اپنی انگلی بھی لگائے اور ہمارے مکانات کھڑے رہیں..... بیشک ہمیں قادیان محبوب ہے، اور بے شک ہم قادیان کی حفاظت کیلئے ہر ممکن قربانی کرنے کیلئے تیار ہیں مگر خدا شاہد ہے خانہ کعبہ ہمیں قادیان سے بدرجہا زیادہ محبوب ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ خدا وہ دن نہیں لا سکتا۔ لیکن اگر خدانخواستہ کبھی وہ دن آئے کہ خانہ کعبہ بھی خطرہ میں ہو اور قادیان بھی خطرہ میں ہو اور دونوں میں سے ایک کو بچایا جا سکتا ہو تو ہم ایک منٹ بھی اس مسئلہ پر غور نہیں کریں گے کہ کس کو بچایا جائے بلکہ بغیر سوچے کہدیں گے کہ خانۂ کعبہ کو بچانا ہمارا اوّلین فرض ہے۔ پس قادیان کو ہمیں خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔"

"ہم سمجھتے ہیں کہ مکّہ وہ مقدس مقام ہے جس میں وہ گھر ہے جسے خدا نے اپنا گھر قرار دیا اور مدینہ وہ بابرکت مقام ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا آخری گھر بنا جس کی گلیوں میں آپ چلے پھرے اور جس کی مسجد میں اس مقدس نبی نے جو سب نبیوں سے کامل نبی تھا اور سب نبیوں سے زیادہ خدا کا محبوب تھا۔ نمازیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔ اور قادیان وہ مقدس مقام ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صفات مقدسہ کا خدا تعالیٰ نے دوبارہ حضرت مرزا صاحب کی

[1] الفضل ۱۳ ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵-۶

صورت میں نزول کیا۔ یہ مقدس ہے باقی سب دنیا سے مگر تابع ہے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے۔
پس وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ اگر خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے تو احمدی خوش ہوں گے وہ جھوٹ بولتا ہے وہ افتراء کرتا ہے اور وہ ظلم اور تعدی سے کام لے کر ہماری طرف وہ بات منسوب کرتا ہے جو ہمارے عقائد میں داخل نہیں اور ہم اس شخص سے کہتے ہیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔"

"ہم تو سمجھتے ہیں کہ عرش سے خدا مکہ اور مدینہ کی حفاظت کر رہا ہے۔ کوئی انسان ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں ظاہری طور پر ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی دشمن ان مقدس مقامات پر حملہ کرے تو اسوقت انسانی ہاتھ کو بھی حفاظت کیلئے بڑھایا جائے۔ لیکن اگر خدانخواستہ کبھی ایسا موقعہ آئے تو اس وقت دنیا کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ حفاظت کے متعلق جو ذمہ داری خدا تعالیٰ نے انسانوں پر عائد کی ہے اسکی ماتحت جماعتِ احمدیہ کس طرح سب لوگوں سے زیادہ قربانی کرتی ہے۔ ہم ان مقامات کو مقدس ترین مقامات سمجھتے ہیں۔ ہم ان مقامات کو خدا تعالیٰ کے جلال کے ظہور کی جگہ سمجھتے ہیں۔ اور ہم اپنی عزیز ترین چیزوں کو اُن کی حفاظت کیلئے قربان کرنا سعادت دارین سمجھتے ہیں۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جو شخص ترچھی نگاہ سے مکہ کی طرف ایک دفعہ بھی دیکھے گا خدا اُس شخص کو اندھا کر دے گا۔ اور اگر خدا تعالیٰ نے کبھی یہ کام انسانوں سے لیا تو جو ہاتھ اس بدبیں آنکھ کو پھوڑنے کے لئے آگے بڑھیں گے ان میں ہمارا ہاتھ خدا تعالیٰ کے فضل سے سب سے آگے ہوگا۔" [1]

احرار کو مباہلہ کا چیلنج

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان الزامات کی تردید پر اکتفا نہ کرتے ہوئے احرار کو ہر دو امور کے تصفیہ کے لئے مباہلہ کا چیلنج بھی دیا۔ چنانچہ فرمایا:۔

"دوسرا طریق یہ ہے کہ ان مخالفین میں سے وہ علماء جنہوں نے سلسلہ احمدیہ کی کتب کا مطالعہ کیا ہوا ہو پانچ سو یا ہزار میدان میں نکلیں ہم میں سے بھی پانچ سو یا ہزار میدان میں نکل آئیں گے۔ دونوں مباہلہ کریں اور دُعا کریں کہ وہ فریق جو حق پر نہیں خدا تعالیٰ اسے اپنے عذاب سے ہلاک کرے ہم دُعا کریں گے کہ اے خدا تو جو ہمارے سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔ اگر تو جانتا ہے کہ ہمارے دلوں میں واقعی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت نہیں۔ اور ہم آپکو سارے انبیاء سے افضل و برتر یقین نہیں کرتے اور نہ آپؐ کی غلامی میں نجات سمجھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؐ کا ایک خادم اور غلام نہیں جانتے۔ بلکہ درجہ میں آپؐ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الفضل ۲ ستمبر ۱۹۳۵ء صہ تا صہ۹

سے بلند سمجھتے ہیں۔ تو اے خدا ہمیں اور ہمارے بیوی بچوں کو اس جہاں میں ذلیل و رسوا کر اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک کر۔ اس کے مقابلے میں وہ دعا کریں کہ اے خدا ہم کامل یقین رکھتے ہیں کہ احمدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے آپ کی تحقیر و تذلیل پر خوش ہوتے اور آپ کے درجہ کو گرانے اور کم کرنے کی ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اے خدا اگر ہمارا یہ یقین غلط ہے تو تو اس دنیا میں ہمیں اور ہمارے بیوی بچوں کو ذلیل و رسوا کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک کر۔ یہ مباہلہ ہے جو ہمارے ساتھ کر لیں اور خدا پر معاملہ چھوڑ دیں۔ پانچ سو یا ہزار کی تعداد میں ایسے علماء کا اکٹھا کرنا جو ہمارے سلسلہ کی کتب سے واقفیت رکھتے ہوں۔ آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمائندہ کہلانے والوں کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ بلکہ معمولی بات ہے اور ہم تو ان سے بہت تھوڑے ہیں۔ مگر پھر بھی ہم تیار ہیں کہ پانچ سو یا ہزار کی تعداد میں اپنے آدمی پیش کریں۔ شرط صرف یہ ہے کہ جن لوگوں کو وہ اپنی طرف سے پیش کریں وہ ایسے ہوں جو حقیقت میں اُن کے نمائندہ ہوں اگر وہ جاہل اور بے ہودہ اخلاق والوں کو اپنی طرف سے پیش کریں تو ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بشرطیکہ وہ یہ تسلیم کر لیں کہ وہ ان کی طرف سے نمائندہ ہیں۔ ہاں احرار کے سرداروں کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ اس میں شامل ہوں۔ مثلاً مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب شامل ہوں۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب شامل ہوں۔ چودھری افضل حق صاحب شامل ہوں۔ مولوی داؤد غزنوی صاحب شامل ہوں۔ اور اِن کے علاوہ اور لوگ جن کو وہ منتخب کریں شامل ہوں۔ پھر کسی ایسے شہر میں جس پر فریقین کا اتفاق ہو یہ مباہلہ ہو جائے۔ مثلاً گورداسپور میں ہی یہ مباہلہ ہو سکتا ہے۔ جس مقام پر انہیں خاص طور پر ناز ہے یا لاہور میں اس قسم کا اجتماع ہو سکتا ہے۔ ہم قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو اگر ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل یقین نہ رکھتے ہوں۔ آپ کو خاتم النبیین نہ سمجھتے ہوں آپ کو افضل الرسل یقین نہ کرتے ہوں اور قرآن کریم کو تمام دنیا کی ہدایت و راہنمائی کے لئے آخری شریعت نہ سمجھتے ہوں۔ اس کے مقابلے میں وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہم یقین اور وثوق سے کہتے ہیں کہ احمدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے نہ آپ کو دل سے خاتم النبیین سمجھتے ہیں اور آپ کی فضیلت اور بزرگی کے قائل نہیں بلکہ آپؐ کی توہین کرنے والے ہیں۔ اے خدا اگر ہمارا یہ یقین غلط ہے تو ہم پر

اور ہمارے بیوی بچوں پر عذاب نازل کر۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود بخود فیصلہ ہو جائیگا کہ کون سا فریق اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ کون رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے حقیقی عشق رکھتا ہے اور کون دوسرے پر جھوٹا الزام لگاتا ہے۔ مگر شرط یہ ہوگی کہ عذاب انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور ایسے سامانوں سے ہو جو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کئے جا سکیں۔" [1]

خانہ کعبہ کی حرمت و عظمت کا فیصلہ کرنے کے لئے بھی حضور نے دعوتِ مباہلہ دی چنانچہ فرمایا:۔

"اس کے لئے بھی وہی تجویز پیش کرتا ہوں جو پہلے امر کے متعلق پیش کر چکا ہوں کہ اس قسم کا اعتراض کرنے والے آئیں اور ہم سے مباہلہ کرلیں ہم کہیں گے کہ اے خدا مکہ اور مدینہ کی عظمت ہمارے دلوں میں قادیان سے بھی زیادہ ہے ہم ان مقامات کو مقدس سمجھتے اور ان کی حفاظت کے لئے اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اے خدا اگر ہم دل سے یہ نہ کہتے ہوں بلکہ جھوٹ اور منافقت سے کام لیکر کہتے ہوں اور ہمارا اصل عقیدہ یہ ہو کہ مکّہ اور مدینہ کی کوئی عزّت نہیں یا قادیان سے کم ہے تو تُو ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر عذاب نازل کر اس کے مقابلہ میں احرار اٹھیں اور وہ یہ قسم کھا کر کہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ احمدی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے دشمن ہیں۔ اور ان مقامات کا گرنا اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجائی جانا احمدیوں کو پسند ہے۔ پس اے خدا اگر ہمارا یہ یقین غلط ہے اور احمدی مکّہ و مدینہ کی عزّت کرنے والے ہیں تو تُو ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر عذاب نازل کر۔ وہ اس طریق فیصلہ کی طرف آئیں اور دیکھیں کہ خدا اس معاملہ میں اپنی قدرت کا کیا ہاتھ دکھاتا ہے لیکن اگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوں تو یاد رکھیں۔ جھوٹ اور افترا دُنیا میں کبھی کامیاب نہیں کر سکتا۔" [2]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کی طرف سے نمائندگان کا تقرر اور چیلنج کی مزید وضاحت

اس چیلنج کے شائع ہونے پر اگرچہ بعض احراری مقرر قادیان آکر تقریر کر گئے کہ ہم مباہلہ کرنے کیلئے تیار ہیں مگر خود مجلس احرار کے لیڈروں نے کوئی اور قدم نہیں اٹھایا۔ تب حضور نے اس خیال سے کہ شاید احرار کو یہ بُرا معلوم ہُوا ہو کہ اخبار میں اعلان کر دیا گیا ہے اور ہمیں تحریراً مخاطب نہیں کیا گیا ۶ ستمبر ۱۹۳۵ء کے خطبہ جمعہ میں اپنی طرف سے شیخ بشیر احمد صاحب

---

[1] الفضل ۴ ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ ÷ [2] الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰ کالم ۳ و ۴ ÷

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، چوہدری اسداللہ خانصاحب بیرسٹرایٹ لاء مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل مبلغ جماعت احمدیہ کو اپنا نمائندہ مقرر کر دیا کہ ان سے احرار کے نمائندے ضروری امور کا تصفیہ کرلیں اور بر تصفیہ شرائط کے پندرہ روز کے بعد مباہلہ ہو جائے۔ تا مباہلہ کرنے والوں کو بروقت اطلاع دیجا سکے۔[۵]

نمائندگان کے تقرر کے ساتھ ہی حضور نے یہ وضاحت بھی فرمائی کہ:۔

"میری طرف سے چیلنج بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جسے کوئی معقول آدمی ردّ کر سکے ان کا مرکز لاہور رہے اور مَیں نے تسلیم کر لیا ہے کہ ہم وہاں آجائیں گے گورداسپور پر انہیں بہت فخر ہے اور مَیں نے کہدیا ہے کہ ہم وہاں آجائیں گے۔ پھر ہم نے ان پر دوسرے مسلمانوں میں سے کسی خاص شخصیت کو پیش کرنے کی قید نہیں لگائی۔ جماعت احمدیہ کا امام مباہلہ میں شامل ہوگا۔ اسکی بھائی ہوں گے۔ صدرانجمن کے ناظر ہوں گے اور تمام بڑے بڑے ارکان ہوں گے ان کے علاوہ پانسو یا ہزار دوسرے معزز افراد جماعت بھی ہوں گے۔ احرار کے متعلق مَیں نے صرف یہ کہا ہے کہ احرار کے پانچ لیڈر یعنی مولوی مظہر علی صاحب اظہر۔ چوہدری افضل حق صاحب، مولوی عطاء اللہ صاحب، مولوی داؤد غزنوی صاحب اور مولوی حبیب الرحمن صاحب ہوں گے گویا ہم ان سے جو مطالبہ کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ پابندی اپنے اُوپر لگاتے ہیں۔ ان میں خلیفہ کوئی نہیں اور نہ ہی کوئی خلافت باقی ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ کی طرف سے خلیفہ ہوگا اور ذمہ دار ارکان ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے مرد ممبر ہوں گے اور اسکے مقابلہ میں ان کے صرف پانچ لیڈر مَیں نے ضروری رکھے ہیں۔ باقی جن کو بھی وہ اپنا نمائندہ بنا کر لائیں گے۔ ہم ان کو مان لیں گے۔ اس مباہلہ میں تقریروں کا بھی اتنا سوال نہیں۔ کیونکہ یہ کوئی مسئلہ نہیں بلکہ واقعات ہیں اور صرف پندرہ منٹ اپنے عقیدہ کے بیان کے لئے کافی ہیں۔ پندرہ منٹ میں ہم اپنا عقیدہ بیان کر دیں گے اور اتنے ہی عرصہ میں وہ کہہ سکتے ہیں کہ جو یہ کہتے ہیں غلط ہے۔ حقیقتاً یہ ایسا نہیں مانتے اس میں دلائل وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں۔ لمبی تفصیلات کی ضرورت مسائل میں ہوتی ہے۔ لیکن یہ مباہلہ واقعہ کے متعلق ہے۔ وہ کہتے ہیں احمدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک کرتے ہیں اور مکّہ مکرمہ کی عزت نہیں کرتے۔ اور ہم کہتے ہیں یہ غلط ہے۔ باقی رہے مباہلہ میں شامل ہونے والے آدمی سو ہم نے کسی چھوٹی موٹی جماعت کو چیلنج نہیں دیا بلکہ آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت کو دیا ہے۔

---

[۵] الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲۔

اور اتنی باثر جماعت پانسو یا ہزار آدمی ایک محلہ سے جمع کر سکتی ہے۔ ہاں اپنی جماعت کے دوستوں کی سہولت کے لئے میں یہ کہتا ہوں کہ مباہلہ کے دن کے فیصلہ کا اعلان پندرہ روز پہلے ضرور ہو جانا چاہیئے کیونکہ ہماری جماعت کے دوست دُور دُور سے اس میں شامل ہونے کی خواہش کریں گے اس لئے جس وقت اُن کا آدمی ہمارے آدمی سے گفتگو کرے اور ضروری امور کا تصفیہ ہو جائے اس کے پندرہ روز بعد مباہلہ ہو۔" [۱]

شرائط مباہلہ میں تغیر و تبدل کی پیشکش

حضرت امیر المومنین چونکہ دل سے چاہتے تھے کہ کسی طرح احرار میدان مباہلہ میں آجائیں اور ملک میں فیصلہ کن مباہلہ[۲] ہو جائے۔ لہٰذا آپ نے اپنی شرائط پر اصرار کرنے کی بجائے اعلان کر دیا کہ:-

"میں ہرگز اس بات کا مدعی نہیں کہ جو شرطیں مباہلہ کے متعلق میری طرف سے پیش کی گئی ہیں ان میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک دوسرے فریق کو کامل حق ہے کہ وہ اعتراض کر کے مثلاً ثابت کر دے کہ فلاں شرط شریعت کے خلاف ہے یا فلاں شرط ناممکن العمل ہے یا فلاں شرط جو پیش کی گئی ہے اس سے بہتر فلاں شرط ہو سکتی ہے۔ یہ تینوں حق احرار کو حاصل ہیں اور اگر وہ کسی وقت بھی ثابت کر دیں کہ میری پیشکردہ شرائط شریعت کے خلاف ہیں یا عملی لحاظ سے ناممکن ہیں یا ان سے بہتر شرائط فلاں فلاں ہیں تو میں ہر وقت ان شرائط میں تغیر و تبدل کرنے کے لئے تیار ہوں۔" [۳]

مباہلہ ٹالنے کے لئے احرار کا ناپسندیدہ رویّہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا چیلنج جماعت احمدیہ کی طرف سے بڑے بڑے پوسٹروں اور پمفلٹوں کی صورت میں بکثرت شائع کیا جا رہا تھا[۴] اور حضور کے نمائندگان خطوں پر خط احرار لیڈروں کے نام لکھ رہے تھے مگر احرار لیڈر مباہلہ پر آمادگی کا پراپیگنڈا کرنے کے باوجود تصفیہ شرائط کے بارے میں بالکل چُپ سادھے بیٹھے تھے۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ وہ گاہے گاہے کسی مولوی کے نام کے ساتھ لمبے چوڑے القاب درج کر کے اُسے قادیان بھجوا دیتے جو مسجد ارائیاں میں ساٹھ ستّر افراد کے درمیان کھڑے ہو کر کہہ جاتا کہ "مرزائی" فرار کر گئے۔ حالانکہ نہ شرائط کا تصفیہ کیا نہ تاریخ مباہلہ کی تعیین ہوئی اور نہ نمائندگان جماعت کو کوئی تحریری جواب دیا گیا۔ [۵]

---

[۱] - الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۳ ۔ [۲] الفضل ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۲ ۔ [۳] - ایضاً صفحہ ۲ کالم ۳ ۔
[۴] - الفضل ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء ۔ [۵] - الفضل ۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۲-۳ ۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے جب احرار کو بار بار تصفیہ شرائط کر کے میدان مباہلہ میں آنے کیلئے للکارا گیا تو انہوں نے مباہلہ سے گریز کیلئے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ (حضرت خلیفۃ المسیح کی واضح تصریحات کے باوجود) ایک تو یہ مشہور کر دیا کہ امام جماعت احمدیہ دوسرے احمدیوں کو تو پیش کرتے ہیں مگر خود مباہلہ کرنے پر آمادہ نہیں۔ دوسرے یہ کہا کہ مباحثہ کے لئے قادیان کی بجائے لاہور یا گورداسپور کی تعیین کیوں کی جاتی ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی چونکہ احرار کو بھاگنے کا کوئی موقعہ نہیں دینا چاہتے تھے۔ اس لئے حضور نے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ:۔

"مباہلہ میں شامل ہونے والا اوّل وجود میرا ہو گا اور سب سے پہلا مخاطب میں اس دعوتِ مباہلہ کا اپنے آپ کو ہی سمجھتا ہوں اور نہ صرف میں خود مباہلہ میں شامل ہوں گا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام بالغ اولاد جو آسانی سے جمع ہو سکتی ہے اس مباہلہ میں شامل ہوگی۔..... پس اس معاملہ میں یہ کہنا کہ میں اپنے آپ کو الگ رکھتا ہوں لوگوں کو دھوکہ و فریب میں مبتلا کرنا ہے۔ میرا وجود سب سے مقدم ہے اور میں سب سے پہلے اس مباہلہ میں شامل ہوں گا"۔ [1]

باقی رہا قادیان میں مباہلہ کئے جانے کا احراری مطالبہ تو حضور نے پوری فراخدلی سے یہ اجازت دے دی کہ:۔

"میرا اس میں کوئی حرج نہیں بے شک وہ قادیان آکر ہم سے مباہلہ کر لیں"۔ [2]

بلکہ یہ بھی فرمایا کہ:۔

"اگر قادیان میں مباہلہ کرنے کا شوق ہو تو وہ خوشی سے قادیان تشریف لے آئیں بلکہ ہماری زیادہ خواہش یہ ہے کہ وہ ہمارے ہی مہمان بنیں ہم اُن کی خدمت کریں گے انہیں کھانا کھلائیں گے ان کے آرام اور سہولت کا خیال رکھیں گے اور پھر اُن کے سارے بوجھ اٹھا کر انشاء اللہ اُن سے مباہلہ بھی کریں گے"۔ [3]

احرار لیڈروں کا مطالبہ اور اس کا جواب

احرار لیڈروں کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنی تقریر مباہلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تحریرات پڑھیں گے جن میں ان کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کی گئی ہے۔

---

[1] الفضل ۶؍ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ ؛ [2] ایضاً صفحہ ۶ کالم ۳ ؛ [3] ایضاً صفحہ ۷ کالم ۲

اور پھر قسم کھا کر کہیں گے کہ ان سے اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی ہتک ثابت نہیں ہوتی تو ان پر عذاب نازل ہو۔

حضرت امیر المومنین نے اس مطالبہ کی معقولیت کو تسلیم کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میرے نزدیک یہ بالکل درست بات ہے اور ان کا حق ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اس قسم کی تحریریں پڑھیں۔ بیس پچیس منٹ میں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ایسی تحریرات پڑھ سکتے ہیں جن سے ان کے خیال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک ثابت ہوتی ہے۔ ہم بیس پچیس منٹ میں ان تحریروں کا جواب دیدیں گے یا ایسی تحریریں پڑھ دیں گے جن سے ان کی پیش کردہ تحریروں کی تشریح ہوتی ہو۔ پس یہ ان کا حق ہے جسے ہم تسلیم کرتے ہیں۔ وہ انہی تحریرات کو سامنے رکھکر مگر ان کے سیاق و سباق کو ساتھ ملاکر مؤکد بعذاب قسم کھا سکتے ہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ تحریریں صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہوں کسی اور احمدی کی نہ ہوں۔ کیونکہ اور احمدیوں سے بعض دفعہ غلطی بھی ہو جاتی ہے اور پھر ان غلطیوں کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے لیکن بہر حال دُوسروں کی تحریر حُجّت نہیں ہو سکتی صرف وہی تحریریں پیش ہونی چاہئیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ذاتی ہوں۔ کیونکہ ان کے متعلق ایک لحظہ کے لئے بھی ہمیں یہ خیال نہیں آسکتا کہ ان میں رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک کی گئی ہے۔ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی باتیں خود اپنے کانوں سے سُنیں۔ آپ کے طریق عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ کی پاکیزہ زندگی کا روز و شب مشاہدہ کیا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تحریرات پڑھی جائیں۔ یا نہ پڑھی جائیں۔ ہم تو ہر تحریر کو مدّنظر رکھتے ہوئے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ان خیالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے جن کو ظاہر ہونے کا موقعہ نہیں ملا ہر وقت قسم کھانے کیلئے تیار ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی توہین نہیں کی۔ بھلا ان آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی کوئی شبہ رہ سکتا ہے۔ منشی اروڑے خانصاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشہور صحابی گذرے ہیں کپورتھلہ میں تحصیلدار تھے۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے مولوی ثناء اللہ صاحب کپورتھلہ یا کسی قریب کے مقام پر گئے تو ان کے دوست انہیں بھی مولوی صاحب کی تقریر سُنانے لے گئے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تقریر میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراضات کئے تو منشی اروڑے خاں صاحب کے ساتھی بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بعد میں انہیں کہا آپ نے دیکھا مرزا صاحب پر کیسے کیسے اعتراض پڑتے ہیں منشی صاحب

کہنے لگے تم ساری عمر اعتراض کرتے رہو میں نے تو اپنی آنکھوں سے مرزا صاحب کو دیکھا ہے انہیں دیکھنے کے بعد اور اُن کی سچائی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد میں کس طرح تمہاری باتیں مان سکتا ہوں۔ ہماری جماعت میں ابھی تک سینکڑوں نہیں ہزاروں وہ لوگ زندہ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں وہ لوگ زندہ ہیں جنہوں نے آپ کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں وہ لوگ زندہ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اس عشق کا معائنہ کیا جو آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کے ذات سے تھا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں وہ لوگ زندہ ہیں جن کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے محبت اور عشق کی لہریں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کلام اور آپ کی قوتِ قدسیہ سے پیدا ہوئیں۔ اسکے بعد اگر ساری دُنیا بھی متفق ہو کر یہ کہتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک کی تو بجز اسکے ہمارا کوئی جواب نہیں ہو سکتا کہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن۔ اور ہم ہر وقت ہر میدان میں یہ قسم کھانے کے لئے تیار ہیں کہ خدا تعالیٰ کی شدید سے شدید لعنت ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر نازل ہو۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے شمہ بھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک کی ہو یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک کو کبھی برداشت کیا ہو یا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا کوئی عاشق اس اُمت میں پیدا ہوا ہو۔ پس اس کے لئے ہمیں کسی قسم کی شرط کی ضرورت نہیں۔ لمبی بحثیں کرنے کی حاجت نہیں۔ اگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے پڑھنا چاہتے ہیں تو بس پچیس منٹ اس کے لئے کافی ہیں اور اتنا وقت انہیں دید یا جائیگا۔ اور اتنے ہی وقت میں ہم جواب دیدیں گے اور اگر وہ زیادہ وقت کی خواہش کریں تو جس قدر مناسب وقت کی ضرورت ہو اُن کو دے دیا جائے گا اور اسی قدر وقت میں ہم جواب دے دیں گے۔" لہ

مباہلہ میں شرکت کے لئے احمدیوں کا جوش و خروش

احمدیوں کی طرف سے مباہلہ میں شریک ہونے کا جو بے پناہ ذوق و شوق دیکھنے میں آیا وہ ایک فقید المثال مظاہرہ تھا۔ مخلصین جماعت کے کانوں تک جونہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کی آواز

لہ۔ روزنامہ الفضل قادیان مورخہ ۶ر اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲۔

اعلانِ مباہلہ کی نسبت پہنچی۔ انہوں نے دیوانہ وار تار دیئے۔ کہ ہمیں اس مباہلہ میں شریک ہونے کی ضرور سعادت بخشی جائے[1] اکتوبر ۱۹۳۵ء کے آخری ہفتہ تک قریباً ایک ہزار احمدیوں کی درخواستیں حضرت امیر المومنین کی خدمت میں پہنچ چکی تھیں جن میں نہایت ہی اخلاص بلکہ لجاجت سے درخواست کی گئی تھی کہ مباہلین میں ان کو بھی شرکت کا موقعہ عطا کیا جائے۔ درخواست کرنیوالے ۱۵۲۷ احمدیوں کی ابتدائی فہرستیں انہی دنوں اخبار الفضل میں شائع کر دی گئی تھیں[2]

احرار کا صداقتِ مسیح موعودؑ پر مباہلہ کا چیلنج اور اس کی منظوری

احرار لیڈروں نے جماعت احمدیہ کا یہ ولولہ اور جذبہ دیکھا تو بہت پریشان خاطر ہوئے اور انہوں نے ادّعا کیا کہ وہ صداقتِ مسیح موعودؑ پر بھی مباہلہ کریں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے احرار کا یہ چیلنج بھی منظور کر لیا۔ اور نہایت تحدی کے ساتھ اعلان فرمایا کہ:۔

"یہ مباہلہ بھی ضرور ہو مگر اسے علیحدہ ہو وہ اس کے لئے دوسرے پانسو آدمی لائیں۔ اور ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔ ہاں لیڈر وہی ہوں۔ ان کے وہی پانچوں لیڈر ایک مباہلہ میں شامل ہوں اور وہی دوسرے میں۔ اِدھر میں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے مرد ممبر اور ناظر دونوں میں شریک ہوں گے اور پانچ پانچ سو آدمی دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مباہلہ کرنے سے ہمیں گریز ہو۔ ہم آپ کی صداقت پر جہاں وہ چاہیں قسم کھانے کو تیار ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہی ہم نے اسلام کی صداقت سمجھی ہے۔ ورنہ جس رنگ میں یہ مولوی اسلام کو پیش کرتے ہیں اس رنگ میں کون معقول شخص مان سکتا ہے۔ جو نامعقول یہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن کو دیکھا اور نعوذ باللہ اس پر عاشق ہو گئے۔ ایسے بیوقوفوں کے بتائے ہوئے اسلام کو کون مان سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا بتایا ہوا اسلام تو وہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کو ثابت کرتا ہے جو صحیح احادیث میں ہے۔ مگر کون ہے جو ہمیں قرآن کریم کی طرف لایا۔ صحیح احادیث کی طرف لایا۔ یا تازہ نشانات کی طرف لایا۔ یہ سب کچھ ہمیں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ملا۔ اور اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ ہم آپ کی صداقت کے متعلق مباہلہ کرنے سے ایک منٹ کے لئے بھی پس و پیش کر سکتے ہیں۔ ہم اس کے لئے تیار ہیں اور

---

[1] الفضل ۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء صٓ کالم ۲-۳ ÷ [2] ملاحظہ ہو الفضل ۲۴ اکتوبر تا ۱۶ نومبر ۱۹۳۵ء

ہر میدان میں تیار ہیں۔ لیکن احرار اس کے لئے علیحدہ پانسو آدمی لائیں۔ ہم بھی علیحدہ لائیں گے اور اسطرح دو مباہلے ہوں تا لِیَھْلِکَ مَنْ ھَلَکَ عَنْ بَیِّنَۃٍ وَّ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَۃٍ کا نظارہ دنیا دیکھ سکے۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ خالی مسجد ارائیاں میں تقریر کرنے سے کام نہیں چل سکتا وہ باقاعدہ شرائط طے کریں۔ بلکہ میں نے تو یہاں تک کہدیا تھا کہ مجھے اپنی پیش کردہ شرائط پہ اصرار نہیں۔ انہیں اگر کوئی شرط بوجھل معلوم ہوتی ہو تو اسے پیش کریں۔ میں چھوڑنے کو تیار ہوں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ مباہلہ ہو ایسے رنگ میں کہ اللہ تعالیٰ کا زندہ نشان دُنیا کو نظر آجائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اس میں بتایا ہے کہ جب بھی مومن اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کریں گے وہ ضرور ان کی دعاؤں کو سُنے گا۔ پس میں احرار کو پھر ایک دفعہ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس مباہلہ کو ٹالنے کی کوشش نہ کریں۔ شرائط طے کرلیں۔ کسی شرط پر انہیں اگر اعتراض ہو تو اُسے پیش کریں اور اس طرح فیصلہ کرکے مباہلہ کرلیں۔" [۱]

تصفیہ شرائط کئے بغیر تاریخ مباہلہ کا تقرر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے بار بار تصفیہ شرائط پر زور دینے کا ردّعمل یہ ہوا کہ احرار نے یکطرفہ کارروائی کرکے تصفیہ شرائط کئے بغیر تاریخ مباہلہ مقرر کرلی۔ چنانچہ مولوی مظہر علی صاحب اظہر سیکرٹری و نمائندہ مجلس احرار کی طرف سے ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو حضور کے نام سیالکوٹ سے تار آیا کہ مجلس احرار کی جانب سے مباہلہ کی تاریخ ۲۳؍ نومبر مقرر کی گئی ہے۔[۲] حضور کو اس تار سے بہت تعجب ہوا کہ خطوط کا جواب تک نہیں دیا جاتا، شرائط کے متعلق کچھ لکھا نہیں جاتا اور ایک ماہ سے زائد عرصہ کے بعد جس کام کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے اس کی اطلاع بذریعہ تار دی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ اطلاع ایک رجسٹری خط کے ذریعہ سے بھی آسکتی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے احرار پر اتمام حجت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فریق ثانی کی حیلہ گری اور ٹال مٹول کے باوجود ان پر اتمام حجت کی غرض سے مناسب سمجھا کہ اُن سے دوبارہ پوچھ لیا جائے کہ تصفیہ شرائط کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں لکھا ہے۔ چنانچہ ناظر دعوت و تبلیغ کی طرف سے مسٹر مظہر علی صاحب اظہر کو جواب بھجوایا گیا کہ "اگر آپ مباہلہ پر واقعی تیار ہیں تو پہلے شرائط کا تصفیہ کرلیں۔ اخبار الفضل کے جن پرچوں

---

[۱] الفضل قادیان مورخہ ۸؍ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۷۔ [۲] الفضل ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۳۔

ہیں ان ہماری مجوزہ شرائط کا ذکر ہے وہ آپ کی مزید واقفیت کے لئے آپ کو بھجوائے جا رہے ہیں۔ انہیں ملاحظہ فرما کر اپنی رائے سے ہمارے مقرر کردہ نمائندگان کو مطلع فرمائیں۔ شرائط و تاریخ و مقام مباہلہ وغیرہ کا تعین ہمیشہ فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے۔ پس آپ اگر ہماری پیش کردہ شرائط کو کلی مانتے ہیں تو بھی اور اگر کسی میں ترمیم کے خواہشمند ہیں تو پھر بھی جماعت احمدیہ کے مقرر کردہ نمائندگان سے گفت و شنید کر کے فیصلہ کا صحیح طریق اختیار فرمائیں محض اپنی طرف سے ایک تاریخ مقرر کر کے تار دے دینا کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا۔"[1]

اب بظاہر خیال کیا جاتا تھا کہ اس مکتوب کے بعد احرار کوئی اعتراض نہیں اٹھائیں گے لیکن ہوا یہ کہ اگرچہ اخبار "مجاہد" میں مجمل طور پر یہ ضرور شائع کر دیا گیا کہ ہمیں سب شرطیں منظور ہیں اور ہم ضرور مباہلہ کریں گے۔ لیکن اس گول مول اعلان کے باوجود مجلس احرار نے اب بھی باقاعدہ تحریری جواب سے بالکل پہلو تہی اختیار کی جسے مباہلہ[2] جیسے انتہائی ذمہ داری کے معاملہ میں کوئی سنجیدہ کوشش کی بجائے محض ایک مذاق یا استہزاء کا نام دینا زیادہ مناسب ہوگا خصوصاً اسلئے کہ اس اعلان سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پیش فرمودہ ہر اہم شرط بالکل مبہم، مشکوک اور مشتبہ ہو کے رہ گئی مثلاً

اوّل:۔ اس اخباری اعلان سے اس پر کوئی روشنی نہیں پڑتی تھی کہ جماعت احمدیہ پانچ سو افراد تیار کرے یا ہزار نیز احرار کے مباہلین کی تعداد کتنی ہوگی؟

دوم:۔ اس مجمل اعلان میں اس بات کی بھی کوئی وضاحت نہیں تھی کہ مقام مباہلہ کونسا ہوگا؟ لاہور، گورداسپور یا قادیان۔

سوم:۔ مباہلہ کے وقت کا بھی کچھ پتہ نہیں چلتا۔

چہارم:۔ ایک اہم بات یہ تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے شرائط مباہلہ میں یہ درج تھا کہ طرفین کے نمائندے جب ضروری امور کا تصفیہ کر لیں گے تو تاریخ مباہلہ مقرر کی جائے گی جو اس تصفیہ کے پندرہ دن بعد کی ہونی چاہیئے۔ اس کے دو ہی معنے بنتے تھے یا یہ کہ تاریخ مباہلہ خود حضرت خلیفۃ المسیح مقرر کریں گے یا طرفین کی منظوری سے اس کا تعین ہوگا۔ لیکن احرار کی ستم ظریفی

۱۔ الفضل ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء صہ ۳ کالم ۲ ÷

۲۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے لکھا۔ "کچھ شک نہیں کہ مباہلہ میں چونکہ عاجزی کیساتھ خدا سے فیصلہ طلب کیا جاتا ہے اسلئے کسی فریق کو مبادی میں الجھنا مناسب نہیں ہوتا اور نہایت صبر و سکون کے ساتھ محض دعا کی جاتی ہے۔"
(اہلحدیث ۸ نومبر ۱۹۳۵ء صہ ۶)

ملاحظہ ہو۔ کہ ایک طرف مسٹر مظہر علی صاحب اظہر نے یہ اعلان کیا کہ سب شرائط منظور ہیں مگر دوسری طرف ازخود تاریخ مباہلہ معین کر دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا حلفی بیان

احرار کی یہ ناقابل فہم روش دیکھکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۳۰ر اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ایک پمفلٹ لکھا جس میں مسلمانانِ ہند کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "مَیں امید کرتا ہوں کہ سب حق پسند احباب اب معاملہ کو سمجھ گئے ہوں گے اور وہ احرار پر زور دیں گے کہ مباہلہ کی تفصیلی شرائط جماعت احمدیہ کے نمائندوں سے طے کر کے تاریخ کی تعیین کریں اور اس طرح خالی اخباری گھوڑے دوڑا کر اس نہایت اہم امر کو ہنسی مذاق میں نہ ٹلائیں۔ ؎۱

یہی نہیں حضور نے اسی پمفلٹ میں احرار کے جواب کا انتظار کئے بغیر مندرجہ ذیل حلفیہ اعلان شائع فرما دیا کہ :۔

"مَیں اس خدائے قہار و جبار۔ مالک و مختار۔ معزّ و مذلّ۔ محی اور ممیت کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میرا اور سب جماعت احمدیہ کا بحیثیت جماعت یہ عقیدہ ہے (اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے خلاف کہتا ہے تو وہ مردود ہے ہم میں سے نہیں) کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل اور سید ولد آدم تھے۔ یہی تعلیم ہمیں بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے اور اسی پر ہم قائم ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اپنے آپ کو جانتے ہیں اور سب عزتوں سے زیادہ اس عزت کو سمجھتے ہیں۔ بیشک ہم بانی سلسلہ احمدیہ کو خدا کا مامور اور مرسل اور دنیا کے لئے ہادی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کو جو کچھ ملا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ۔ اور آپ کی شاگردی سے ملا تھا۔ اور آپ کی بعثت کا مقصد صرف اسلام کی اشاعت اور قرآن کریم کی عظمت کا قیام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کو جاری کرنا تھا اور جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے ؎

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم | یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است
وایں آتشم ز آتش مہر محمدی ست | وایں آب من ز آب زلال محمدؐ است

آپ جو نور دنیا میں پھیلاتے تھے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا ایک شعلہ تھا اور بس۔

؎۱ - الفضل ۳ر نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ ۞

آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے جدا نہ تھے اور نہ ان کے مدمقابل اور اسی طرح یہ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ دُنیا کے دوسرے سب مقامات سے جن میں قادیان بھی شامل ہے افضل اور اعلیٰ ہیں اور ہم احمدی بحیثیت جماعت ان دونوں مقامات کی گہری عزّت اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اور انکی عزّت پر اپنی عزت کو قربان کرتے ہیں اور آئندہ کرنے کیلئے تیار ہیں اور میں خدائے واحد و قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس اعلان میں کوئی جھوٹ نہیں بول رہا۔ میرا دل سے یہی ایمان ہے اور اگر میں جھوٹ سے یا اخفاء یا دھوکہ سے کام لے رہا ہوں تو میں اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دُعا کرتا ہوں کہ

اے خدا! ایک جماعت کا امام ہونے کے لحاظ سے اس قسم کا دھوکا دینا نہایت خطرناک فساد پیدا کر سکتا ہے۔ پس اگر میں نے اُوپر کا اعلان کرنے میں جھوٹ۔ دھوکے یا چالبازی سے کام لیا ہے تو مجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر لعنت کر۔ لیکن اگر اے خدا میں نے یہ اعلان سچے دل سے اور نیک نیتی سے کیا ہے تو پھر اے میرے رب یہ جھوٹ جو بانی سلسلہ احمدیہ کی نسبت میری نسبت اور سب جماعت احمدیہ کی نسبت بولا جاتا ہے تو اسکے ازالہ کی خود ہی کوئی تدبیر کر اور اس ذلیل دشمن کو جو ایسا گندہ الزام ہم پر لگاتا ہے یا تو ہدایت دے یا پھر اسے ایسی سزا دے کہ وہ دوسروں کیلئے عبرت کا موجب ہو۔ اور جماعت احمدیہ کو اس تکلیف کے بدلے میں جو صرف سچائی کو قبول کرنے کی وجہ سے دیجاتی ہے عزّت کامیابی اور غیر معمولی نصرت عطا کر کہ تو ارحم الراحمین ہے اور مظلوموں کی فریاد کو سننے والا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اٰمین

اے سُننے والو۔ سنو کہ میں نے اپنی طرف سے قسم کھالی ہے اور قسم کھا کر اس عقیدے کا اعلان کر دیا جس پر میں اوّل دن سے قائم ہوں۔ اب احرار یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں مباہلہ سے گریز کرتا ہوں۔

میں اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتا ہوں کہ مباہلہ ہو یا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس میری قسم کی وجہ سے جماعتِ احمدیہ کو نصیب ہو گی اور پیش آمدہ ابتلاؤں یا آئندہ آنیوالے ابتلاؤں سے انکو نقصان نہ پہنچے گا بلکہ انہیں زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل ہوگی۔ بیشک ابتلا خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعتوں کیلئے ضروری ہیں مگر اصل شئے نتیجہ ہے جو ہمیشہ ان کے حق میں اچھا اور ان کے دشمن کے حق میں بُرا ہوتا ہے۔ اور اب بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ سے یہی سلوک ہو گا۔" [1]

ناظر دعوت و تبلیغ کو سند نمائندگی

اگرچہ اس حلفیہ بیان نے حق بالکل واضح کر دیا تھا اور احراری لیڈروں کے لئے راہ فرار اختیار کرنے کی کوئی

[1] الفضل ۳ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵

گنجائش باقی نہ رہی۔ تاہم حضرت امیر المومنین نے شرائط مباہلہ کے تصفیہ کا معاملہ فی الفور طے کرنے کیلئے اپنی طرف سے ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کو سند نمائندگی لکھدی۔ چنانچہ لکھا:۔

"مکرمی ناظر صاحب دعوت و تبلیغ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ...... آپ میری طرف سے اس غرض کیلئے نمائندے ہیں۔ آپ جلد سے جلد احرار کے نمائندہ سے شرائط طے کرکے مباہلہ کی تاریخ کا اعلان کردیں۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی"[1]

یہ سند ناظر صاحب دعوت و تبلیغ نے ۳ نومبر ۱۹۳۵ء کو سکرٹری صاحب مجلس احرار کو بھی بھجوادی اور ساتھ ہی اُن کے نام مفصل چٹھی لکھی جس کے آخر میں تحریر کیا کہ:۔

"اگر آپ مباہلہ سے گریز نہیں کر رہے اور سنجیدگی سے مباہلہ کرنے کے خواہاں ہیں تو آپ وقت اور مقام مقرر کرکے مجھے اطلاع دیں جہاں پر میں آپ سے شرائط طے کرنے کیلئے حاضر ہو جاؤں اور پھر شرائط ضبط تحریر میں لا کر اس پر فریقین کے نمائندوں کے دستخط ہو جائیں اور پھر متفقہ طور پر مباہلہ کے انعقاد کی تاریخ مقرر کرکے اعلان کردیا جائے۔"[2]

احرار کی طرف سے تحریف اور مباہلہ کے نام پر قادیان میں ہنگامہ کھڑا کرنے کی تیاریاں

اس خط کے جواب میں مجلس احرار نے اپنے گذشتہ رویہ کو اور بھی ناخوشگوار بنالیا اور بجائے صحیح طریق اختیار کرنے کے تحریف سے کام لینا شروع کردیا چنانچہ مسٹر مظہر علی صاحب اظہر (جنرل سیکرٹری احرار) نے چنیوٹ (ضلع جھنگ) میں بیان کیا کہ "میں نے قادیان جاکر کہا تھا کہ مباہلہ قادیان میں ہونا چاہیئے اور مرزا صاحب کی صداقت پر ہونا چاہیئے۔ اور مرزا محمود نے تسلیم کرلیا ہے۔"[3]

اسی طرح سید فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلو مہار صدر مجلس احرار پنجاب نے بھی اپنی تقریر چنیوٹ میں کہا کہ "مرزا محمود نے مجلس احرار کو چیلنج دیا ہے کہ آؤ مجھ سے مرزا کی نبوت پر قادیان آکر مباہلہ کرو زعمائے احرار نے مرزا محمود کے اس چیلنج کو قبول کرلیا ہے۔"[4]

ظاہر ہے کہ یہ دونوں بیانات واقعہ کے صریحاً خلاف اور غلط بیانیوں پر مبنی تھے۔ کیونکہ

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے چیلنج اس امر کا دیا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عقیدت و

---

[1] الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲؛ [2] الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲؛

[3-4] اخبار "مجاہد" (لاہور) ۶ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ بحوالہ الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۱؛

محبت کا فیصلہ کرنے کے لئے لاہور یا گورداسپور میں مباہلہ کرلیں۔

۲۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے دعویٰ سے متعلق مباہلہ کے چیلنج کو حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف منسوب کیا۔ حالانکہ یہ چیلنج خود احرار کی طرف سے تھا۔

۳۔ صدر مجلس نے کہا کہ مرزا محمود نے قادیان آکر مباہلہ کرنے کا چیلنج دیا۔ حالانکہ یہ تجویز احرار کی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تو احرار کے اصرار پر قادیان کو مقام مباہلہ قرار پانے کی اجازت دی تھی۔

۴۔ جنرل سیکرٹری صاحب احرار کے فقرہ سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تسلیم کرلیا ہے کہ مباہلہ قادیان میں ہی ہونا چاہیئے۔ اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے متعلق ہی ہونا چاہیئے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کے الزام کے متعلق جس کا مطلب یہ تھا کہ گویا حضور نے اصل بنائے مباہلہ کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط تھا۔ حضور نے کبھی بنائے مباہلہ کو نظر انداز نہیں ہونے دیا بلکہ اس کے برعکس یہ واضح اعلان فرمایا کہ ہم احرار سے صداقت مسیح موعودؑ پر بھی مباہلہ کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ یہ مباہلہ پہلے مباہلہ سے الگ ہو اور اس کے لئے الگ پانچسو آدمیوں کی تعداد دونوں فریقوں کی طرف سے پیش کی جائے [1]

احرار کی یہ حرکت بہت افسوسناک تھی۔ مگر ان خدا ناترس لوگوں نے مزید ظلم وستم یہ کیا کہ مباہلہ کے نام پر قادیان میں ہنگامہ برپا کرنے کی تیاریاں شروع کردیں اور تصفیہ شرائط سے گریز کرکے ملک بھر میں یہ عام تحریک کرنے لگے کہ لوگ ۲۳ نومبر ۱۹۳۵ء کو ہزاروں کی تعداد میں قادیان پہنچیں اور تو اور خود صدر مجلس احرار پنجاب نے چنیوٹ کانفرنس میں بیان دیا "۲۳ نومبر کو زعمائے احرار اور ہزاروں مسلمان قادیان کے میدان مباہلہ میں پہنچ جائیں گے [2]"۔ اس اعلان سے یہ بات واضح طور پر کھل گئی کہ احرار مباہلہ نہیں ہنگامہ کی تجویزیں سوچ رہے تھے۔ اس خیال کی مزید تائید مسٹر مظہر علی صاحب اظہر کے مندرجہ ذیل بیان سے بھی ہوگئی کہ "پانچ سو اور ہزار کی شرط خود مرزا صاحب کی عائد کردہ ہے ہمارے نمائندے ہزار سے بھی بہت زیادہ ہوں گے"۔ [3]

جناب مظہر علی صاحب اظہر نے محض نمائندوں کی غیر معین اور کثیر تعداد کا ذکر کرنے کے علاوہ اپنے اس بیان میں مباہلہ کی درپردہ اغراض خود اپنے قلم سے بے نقاب کر ڈالیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:۔

---

[1] ۔ مضمون حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (الفضل ۱۰ ؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲) [2] اخبار "مجاہد" ۶؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ (بحوالہ الفضل ۱۰؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲) [3] ۔ اخبار "مجاہد" ۵؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ بحوالہ الفضل ۱۰؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۲

"مجلس مباہلہ کا انتظام جس طرح مرزا محمود فرمائیں ہمیں منظور ہو گا فقط یہ احتیاط چاہیئے۔ کہ مباہلین کو دیکھنے والے لوگوں کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے" ۔ ؎۱

نظارہ بینوں کیلئے روک نہ ہونے کے مطالبہ سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ احرار کے مدنظر مباہلہ نہیں فساد ہے۔ ورنہ مباہلہ میں نہ کوئی لمبی چوڑی تقریر ہونی تھی اور نہ میدان مباہلہ کوئی تماشہ گاہ ہے کہ اس کے دیکھنے کیلئے لوگوں کو تحریک کی جائے۔

چنانچہ امیر مجلس احرار قادیان کی طرف سے انہی دنوں قادیان کے نواحی علاقہ میں ایک اشتہار شائع کیا گیا جس میں لکھا:۔

"پچھلے سال قادیان میں جو کانفرنس ہوئی تھی اس میں نصف لاکھ کے قریب مسلمان جمع ہوئے تھے حالانکہ کانفرنس کا پہلا سال تھا۔ اس سال انشاء اللہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان قادیان میں جمع ہونے والے ہیں" ؎۲

اس اشتہار نے جو عین مباہلہ کی گفتگو کے دوران تقسیم کیا گیا یہ حقیقت پوری طرح واضح کر دی۔ کہ احرار کا قادیان میں آنا مباہلہ کے لئے نہیں محض ہنگامہ بپا کرنے کے لئے ہے۔

احراری کاروائی کا پس منظر

اب ہم یہ بتلاتے ہیں کہ احرار کے اس قسم کے ٹال مٹول سے مطلب کیا تھا۔ دراصل بات یہ تھی کہ حکومت پنجاب نے احمدی اور احراری کشیدگی کے پیش نظر اپنے سرکلر نمبر سی ۳۴۷۲ ایس ایس بی مورخہ ۲ر جولائی ۱۹۳۵ء؎۳ کے ذریعہ احرار کو ۱۹۳۵ء میں قادیان کانفرنس کرنے سے روک دیا تھا۔ لیکن جب انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا چیلنج پڑھا تو انہوں نے سوچا کہ مباہلہ تو خیر دیکھا جائیگا اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ہم حکومت سے برسر پیکار ہوئے بغیر قادیان میں کانفرنس کر لیں گے۔ کیونکہ مباہلہ کا چیلنج جماعت احمدیہ کی طرف سے ہے اور ہم اُن کے بلائے پر جائیں گے اسلئے حکومت بھی ہم کو روکے گی نہیں۔ چنانچہ یہ امر دل میں رکھکر انہوں نے فیصلہ کیا کہ بغیر اسکے کہ شرائط تحریر میں آئیں ہم مباہلہ کو منظور کر لیں۔ جب شرائط طے نہ ہوئی ہوں گی تو کئی باتیں عین موقعہ پر ایسی نکل آئیں گی جن کی بناء پر مباہلہ سے انکار کیا جاسکے گا۔ ہاں اس بہانہ سے قادیان میں کانفرنس کا موقعہ مل جائے گا۔

؎۱۔ اخبار مجاہد ۵ر نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۷۔ بحوالہ ۱۰ر نومبر الفضل ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ کالم ۳ ÷
؎۲۔ بحوالہ الفضل ۱۰ر نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۲ ÷ ؎۳ الفضل ۱۲ر نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ ÷

تاریخ مباہلہ سے متعلق اس قدر عرصہ پہلے اعلان کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی یہ شرط مانتے کہ شرطیں طے ہونے کے بعد تاریخ مقرر کی جائے تو اس صورت میں انہیں ہنگامہ اور کانفرنس کیلئے لوگوں کو جمع کرنا مشکل ہوتا۔ اب انہوں نے قریباً ڈیڑھ ماہ پہلے آپ ہی تاریخ مقرر کر دی تا اس عرصہ میں لوگوں کو آمادہ کر کے کانفرنس کی تیاری مکمل کر لیں۔[1]

گو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی نگاہ دُور بین شروع ہی سے معاملہ کی تہ تک پہنچ چکی تھی۔ مگر اب تو احرار کے درپردہ عزائم اُن کی زبانوں اور قلموں پر آ گئے تھے۔ لہٰذا اب جبکہ اصل معاملہ کھل کر سامنے آ گیا حضور یہ کبھی گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ آپ کی مخلصانہ دعوتِ مباہلہ کو ہنگامہ آرائی کا ذریعہ بنا لیا جائے یا اس کے نام پر کانفرنس کی طرح ڈالی جائے۔

چنانچہ حضور نے ۱۰ر نومبر ۱۹۳۵ء کو مفصل کوائف و حالات سے پبلک کو آگاہ کر دیا اور حکومت اور احرار دونوں کے لئے غیر مبہم الفاظ میں اعلان کر دیا کہ:۔

"میں صاف لفظوں میں کہدینا چاہتا ہوں کہ ہم قادیان میں مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ مگر کانفرنس کے لئے نہیں۔ اگر احرار کو فی الواقع مباہلہ منظور ہے تو

۱۔ شرائط طے کر لیں۔

۲۔ پھر ایک تاریخ بتراضیٔ طرفین مقرر ہو جائے۔ جس کی اطلاع حکومت کو بغرض انتظام دے دی جائے گی۔

۳۔ اگر وہ قادیان میں مباہلہ کرنا چاہتے ہیں تو لوگوں کو جو عام دعوت انہوں نے دی ہے اس کو عام اعلان کے ذریعہ سے واپس لیں۔

۴۔ مجلس احرار ہمیں یہ تحریری وعدہ دے کہ مباہلہ کے دن اور اس سے چار دن پہلے اور چار دن بعد کوئی اور جلسہ یا کانفرنس سوائے اس مجلس کے جو مباہلہ کے دن بغرض مباہلہ منعقد ہوگی۔ وہ منعقد نہیں کریں گے۔ اور نہ جلوس نکالیں گے! اور نہ کوئی تقریر کریں گے۔ اور یہ تحریر "مجاہد" میں بھی شائع کر دی جائے۔

۵۔ یہ کہ ان کی طرف سے مباہلہ کرنے والوں کے سوا جن کی فہرست ان کو پندرہ دن پہلے دینی ہوگی کوئی شخص باہر سے نہ تحریری نہ زبانی بلایا جائیگا۔ نہ وہ (اس صورت میں کہ انہیں ہماری ضیافت منظور

---

[1] الفضل ۱۰ر نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲

نہ ہو) کسی کی رہائش کا یا خوراک کا جماعتی حیثیت میں یا منفردانہ حیثیت میں مذکورہ بالا نو ایّام میں انتظام کریں گے"۔ [1]

۶۔ مباہلہ کی جگہ پر مباہلہ کرنیوالوں اور منتظمین اور پولیس کے سوا اور کسی کو جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

اگر وہ مذکورہ بالا باتوں پر عمل کرنے کیلئے تیار نہ ہوں۔ تو ہر حق پسند شخص تسلیم کریگا کہ احرار کی نیّت مباہلہ کی نہیں۔ بلکہ اس بہانے سے قادیان میں کانفرنس کرنے کی ہے۔

پس مَیں یہ واضح طور پر کہدینا چاہتا ہوں۔ کہ اس صورت میں ہم قادیان میں نہیں، بلکہ گورداسپور یا لاہور میں مباہلہ کریں گے۔ وہاں وہ بے شک جسقدر آدمیوں کو چاہیں بلالیں۔ گو اس صورت میں بھی مباہلہ کرنے والوں کے علاوہ دوسرے آدمیوں کو میدانِ مباہلہ میں آنے کی اجازت نہ ہوگی۔ میرے اس اعلان کے بعد بغیر شرائط طے کئے کے اور بغیر ایسی تاریخ کے مقرر کئے کے جو دونوں فریق کی رضامندی سے ہو اگر احرار ۲۳ر نومبر یا اور کسی تاریخ کو قادیان آئیں۔ تو اس کی غرض محض کانفرنس ہوگی۔ نہ کہ مباہلہ اور اس صورت میں اس کی ذمہ داری یا تو حکومت پر ہوگی یا احرار پر۔ جماعت احمدیہ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی"۔ [2]

عوام کو قادیان میں جمع کرنے کا پراپیگنڈا

اس اعلان کا بھی احرار نے کوئی جواب نہ دیا مگر اپنی گذشتہ روایات کے مطابق اعلان پر اعلان جاری رکھے کہ مسلمان کثیر تعداد میں ۲۳ر نومبر ۱۹۳۵ء کو قادیان پہنچ جائیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے صدر آل انڈیا نیشنل لیگ کے نام سے اخبارات میں یہ اعلان بھی کرایا کہ انہیں حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے تار موصول ہوا ہے جسمیں ۲۳ر نومبر کو قادیان میں مباہلہ ہونے کی اطلاع دیگئی ہے۔ حالانکہ اس قسم کا کوئی تار صدر کو قادیان سے نہیں بھیجا گیا اور نہ اس وقت تک مباہلہ منعقد ہو سکتا تھا جب تک احرار شرائط کا تصفیہ نہ کرلیں جس کیلئے وہ قطعی طور پر تیار نہیں تھے۔ یہ جعلی تار اصل میں پروپیگنڈا کی کڑی تھا جو ان کی طرف سے لوگوں کو قادیان میں جمع کرنے کیلئے کیا جا رہا تھا۔ [3]

۵ر نومبر ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے کہ مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب ہوڑہ ایکسپریس پر امرتسر آرہے تھے۔ بھوماں وڈالہ ضلع امرتسر کے ایک احمدی محمد عبدالحق صاحب مجاہد[4]

[1-2] ۱۰ر نومبر الفضل ۱۹۳۵ء صفحہ ۳-۴ کالم ۱ تا ۲۔ [3] الفضل ۱۴ر نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۱

[4] حال گنج مغلپورہ لاہور۔

نے جو انہی کے کمرہ میں بیٹھے تھے بخاری صاحب سے دریافت کیا کہ مباہلہ کے لئے کونسا وقت مقرر ہوا ہے؟ - انہوں نے جواب دیا "بے وقت ہی مباہلہ ہوگا اور سارا دن ہوگا"۔ مجاہد صاحب نے دوبارہ پوچھا کہ مباہلہ کے شرائط طے ہو چکے ہیں؟ بخاری صاحب نے بتایا کہ "بے شرط مباہلہ ہوگا"۔ [۱]

اس پرائیویٹ مجلس کے چند روز بعد بخاری صاحب نے ۱۷ نومبر ۱۹۳۵ء کو مسجد خیر الدین امرتسر میں فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلو مہار شریف کی صدارت میں تقریر کی جس میں کہا "لوگ پوچھتے ہیں کہ مباہلہ ہوگا یا نہیں میاں سنو! ہمیں مباہلہ سے کیا۔ ہو یا نہ ہو۔ میں تو صرف کہتا ہوں کہ تم قادیان چلو اور کچھ نہ پوچھو۔ وہاں جمعہ پڑھیں گے۔ کھائیں گے ٹینٹوں میں بیٹھیں گے۔ گائیں گے۔ سوئیں گے۔ جلسہ کریں گے۔ تقریریں کریں گے۔ مرزا محمود کی دعوت کھائیں گے۔ مرزائی گندے، نجس پلید ہیں ان سے گھن آتی ہے۔ بدبو آتی ہے (اس پر کسی منچلے نے سوال کیا "جب مرزائی اتنے نجس ہیں تو پھر اُن کی دعوت کیسے کھاؤ گے" اس پر بخاری صاحب نے کہا) میاں تم سیاسیات کو نہیں سمجھتے ابھی کچے ہو۔

مرزا محمود نے ہمیں مباہلہ کی دعوت تو دی ہے مگر دیکھو ہم اُسے کیسا خراب کریں گے۔ شرائط شرائط کہتا ہے۔ شرائط کیا بلا ہوتی ہیں۔ ہم شرائط کو نہیں جانتے ہم نے اگر مباہلہ کیا تو بے شرائط کریں گے اب تم چیں کرو پیں کرو ہم تم کو چھوڑنے کے نہیں۔ رضا کار تیار ہو جائیں۔ باوردی جائیں جمعرات تک پہنچ جاؤ......

والنٹیئر اور رضا کار تیار ہو جائیں۔ جمعہ قادیان جا پڑھو۔ مباہلہ ہو یا نہ ہو اس کی غرض نہ رکھو۔ شرائط کی کوئی ضرورت نہیں ہے...... مرزائیوں کے اب آخری دن ہیں۔ مباہلہ کریں یا نہ کریں ہم ان کو مٹا دیں گے۔ پچاس سال انہوں نے موجیں کر لی ہیں"۔ [۲]

حق کی فتح

مندرجہ بالا تفصیلات سے ظاہر ہے کہ احراری زعماء کی طرف سے بے شرائط مباہلہ کا اعلان احمدیت کی شاندار فتح تھی جس سے انعقاد مباہلہ کے بغیر ہی حق و باطل میں فیصلہ ہو گیا۔

چنانچہ حضرت امیر المومنین نے ۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء کو فرمایا:۔

"اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اتنا یقین ہوتا کہ سمجھتے ہم سچے ہیں اور مباہلہ کر سکتے ہیں تو جس طرح میں نے قسم کھا کر مباہلہ کر ہی دیا ہے۔ یہ لوگ بھی اسی طرح کیوں نہ کر دیتے۔ وہ اخباروں میں اعلان کر رہے ہیں کہ احمدی مباہلہ سے ڈر گئے۔ حالانکہ میں نے پہلے ہی قسم کھالی تھی اور کیا ڈرنے والا پہلے ہی قسم کھالیا کرتا ہے۔ جو الزام وہ لگاتے تھے ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ان کے مطابق الفاظ میں میں

---

[۱] - الفضل ۱۲ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۸۔ [۲] - الفضل ۲۱ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ کالم ۲ تا ۳-۴۔

نے قسم شائع کردی ہے۔ تا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مباہلہ سے ڈر گئے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنے آپ کو نعوذ باللہ من ذالک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے افضل سمجھتے تھے۔ بلکہ آپ پر ایمان نہ رکھتے تھے اور مکّہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت آپ کے دل میں نہ تھی اور آپ چاہتے تھے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی نعوذ باللہ من ذالک اینٹ سے اینٹ بج جائے دنصیب دشمناں) اور یہ کہ جماعت احمدیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے تو کیوں احرار کے لیڈروں نے میرے الفاظ کے مترادف الفاظ میں یا مقابل قسم شائع نہیں کر دی۔ اگر وہ بھی قسم کھاتے تو لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ وہ بھی مباہلہ کیلئے تیار ہیں۔ یا پھر پیش کردہ شرائط ہی شائع کر دیتے اور لکھ دیتے کہ ہمیں یہ منظور ہیں"۔ [1]

حکومت پنجاب کا نوٹس

حکومت پنجاب کے بعض افسر احرار کے اس عذر کی بناء پر کہ ہمیں خود امام جماعت احمدیہ نے قادیان آنے کی دعوت دی ہے اسلئے ہمارے قادیان جانے میں کوئی روک نہیں ہونی چاہیئے احرار کے حق میں تھے اور اس قضیہ میں "غیر جانبدار" رہنا چاہتے تھے مگر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خود احرار کے اشتہارات سے ثابت کر دکھایا کہ احرار مباہلہ کا نام لے کر درپردہ کانفرنس اور ہنگامہ آرائی کے لئے آ رہے ہیں تب اُن کا نظریہ بھی بدل گیا اور حکومت پنجاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی گرفت پر اپنے بنائے ہوئے قانون کے احترام پر مجبور ہو گئی۔ [2] اور اُس نے ۱۶ر نومبر ۱۹۳۵ء کو ایک نوٹس جاری کر دیا جس میں ۲ر جولائی ۱۹۳۵ء کے فیصلہ کی روشنی میں ۲۲-۲۳ر نومبر کو قادیان میں اجتماع پر بھی پابندی لگادی اور لکھا کہ "اگر مجلس احرار اور احمدیہ جماعت کے نمائندے حکومت کو بصورت تحریر یقین دلادیں کہ اجتماع کی غرض و غایت کی نوعیت پر فریقین کا اتفاق ہو چکا ہے تو اس صورت میں حکومت اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کر سکتی ہے" [3]۔

احرار کی درخواست اور حکومت کا جواب

یہ نوٹس ملنے پر جناب مظہر علی صاحب اظہر جنرل سیکرٹری احرار نے چیف سیکرٹری صاحب پنجاب کو ایک درخواست بھیجی جس میں یہ عذر تراشا کہ ہم لوگ قادیان میں جمعہ پڑھنے کیلئے جانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ قادیان میں جمعہ پڑھنے کی کوئی خاص وجہ احرار کے لئے نہ تھی خصوصاً ایسے لیڈروں کیلئے جن میں سے بعض تارک نماز مشہور تھے۔ تاہم مسٹر اظہر نے اپنی درخواست میں لکھا کہ "مجلس احرار کی یہ منشاء نہیں ہے کہ قادیان میں کسی غرض کے پیش نظر کوئی

---

[1] - الفضل ۱۹ر نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ ۔

[2] - الفضل ۱۸ر دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ کالم ۲-۳ ۔

[3] - الفضل ۲۱ر نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۱-۲ ۔

کانفرنس منعقد کی جائے۔ سردست اُس کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ نماز جمعہ قادیان میں ادا کی جائے جس کے بعد وہ پُرامن طریق سے واپس ہو جائیں گے۔ ہاں اگر احرار کو پھر مباہلہ کی دعوت دیگئی اور اس کے متعلق فریقین نے شرائط طے کر لیں تو اس صورت میں مباہلہ بھی کر لیا جائیگا۔"

مگر حکومت پنجاب نے جمعہ کو روکنے کیلئے نہیں بلکہ فساد سے بچنے کیلئے دوٹوک جواب دیا کہ مجوزہ صورت میں بھی امن عامہ میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے حکومت اس اجتماع سے متعلق اپنی پالیسی تبدیل نہیں کر سکتی۔[۱]

رکن ادارہ اخبار "احسان" کا ایک نوٹ

اجتماع کی ممانعت کے باعث اگرچہ احرار کے ارمان دل ہی میں رہ گئے مگر انہوں نے مباہلہ سے چھٹکارا پا جانے پر سُکھ کا سانس لیا اور وہ پیالہ جسے وہ ٹلنے کیلئے عجیب و غریب عذرات کا سہارا لیتے آرہے تھے حکومت پنجاب کی مہربانی سے ٹل گیا۔ سچ ہے جان بچی لاکھوں پائے۔ اخبار "احسان" لاہور کے ادارہ تحریر کے ایک رکن ابوالعلاء صاحب چشتی نے احرار کی باطنی کیفیت کا نقشہ بڑے جامع الفاظ میں کھینچا تھا انہوں نے لکھا:۔ "مَیں مرزا بشیر الدین محمودؔ نہیں جس سے مباہلہ کرنے کا نام سُنکر رہنمایانِ احرار کے بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔"[۲]

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا دلچسپ تبصرہ

عالم اہلحدیث جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی اپنے اخبار "اہلحدیث" میں احرار کے طرزِ عمل پر ایک نہایت دلچسپ تبصرہ کیا تھا۔ جو انہی کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے:۔

"احراری اب کھلے لفظوں میں کہتے ہیں کہ قادیانی گروہ کے ساتھ مسائل کا فیصلہ علماء کی طرف سے ہو چکا ہمارا مقابلہ اُن کے ساتھ سیاسی رنگ میں ہے ..... پس احرار اور قادیان کا اختلاف بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ مسلم لیگ اور ہندو مہاسبھا کا ہے۔ اسلئے حسب اصول "تقسیم کار" احرار کو دوسری تبلیغی انجمنوں سی اپنا کام ممتاز کر لینا چاہیئے یعنی منقولی مباحثے اور مباہلے دوسری انجمنوں اور اشخاص کے سپرد کر دیں۔ احرار ان باتوں میں دخل نہ دیں جیسے مسلم لیگ کے ممبر ہندوؤں سے تناسخ وغیرہ مضامین پر بحث نہیں کرتے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ احرار اہل قادیان کے دھوکے میں آجاتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو مباہلے کی دعوت قبول نہ کرتے۔ خیر گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط۔"[۳]

---

[۱] الفضل ۲۱ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ و ۳۔ [۲] "احسان" یکم نومبر ۱۹۳۵ء (بحوالہ الفضل ۷ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱)۔ [۳] "اہلحدیث" امرتسر ۲۹ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۳۔

مولوی صاحب نے "اہلحدیث" کی ایک اور اشاعت میں یہ نوٹ دیا کہ :۔

"مباہلہ احرار/قادیان کے متعلق ہم نے اپنی رائے محفوظ رکھی تھی آج ہم اسے ظاہر کرتے ہیں ہم دیکھتے تھے کہ جو شرطیں قادیانیوں نے پیش کی تھیں وہ تو معمولی تھیں۔ ان کے علاوہ بعض اور شروط ضروری تھیں جو احرار کی طرف سے ہونی چاہیئے تھیں"۔ [1]

احرار کا احتجاجاً جمعہ نہ پڑھنے کا اعلان

احرار نے کس طرح میدان مباہلہ سے فرار اختیار کیا؟ اس کی تفصیل تو بیان ہو چکی ہے۔ مگر بالآخر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ حکومت نے جب محض امن عامہ کے خیال سے جمعہ کے اجتماع پر احراری لیڈروں کے قادیان جانے پر پابندی لگا دی تو احرار نے اس سرکاری نوٹس کی بناء پر اعلان کر دیا کہ وہ نماز جمعہ ادا ہی نہیں کریں گے اور ۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء کو قادیان کی مسجد احرار میں نماز جمعہ نہیں پڑھی گئی۔ اس عجیب و غریب احتجاج پر بھی مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری نے ایک نوٹ شائع کیا جو لائق مطالعہ ہے۔ آپ نے لکھا :۔

"شہر امرتسر میں عام طور پر شہرت ہے کہ قادیان کے مسلمانوں کو نماز جمعہ (مورخہ ۲۲ نومبر) ادا کرنے سے حکومت نے روک دیا ہے۔ ہم نے اشتہار مندرجہ پرچہ ہذا بصفحہ (۶) قادیان میں تقسیم کرنے کو دو آدمی بھیجے تھے انہوں نے اسی روز واپس آکر بتایا کہ اسلامی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کو اس قدر لوگ آئے ہوئے تھے کہ ان کی تعداد مرزائیوں کی نسبت بہت زیادہ تھی۔ پولیس کا انتظام کافی تھا۔ کسی نے نماز جمعہ پڑھنے سے منع نہیں کیا۔ صرف مولوی عنایت اللہ صاحب امام مسجد نے چند کلمات شکایت متعلقہ حکومت کہہ کر اعلان کر دیا کہ چونکہ ہمارے بزرگ خصوصاً امیر شریعت کو قادیان میں آنے سے روکا گیا ہے۔ اس لئے ہم بطور احتجاج نماز جمعہ نہیں پڑھتے تم لوگ (حاضرین) اکیلے اکیلے نماز ظہر پڑھ لو۔ چنانچہ سب نے اپنی اپنی نماز ظہر پڑھ لی۔ مذہبی تعلیم کے لحاظ سے یہ واقعہ ہم نے تعجب سے سُنا۔ ہمیں شبہ ہوا کہ ہمارے مخبروں کو شاید حقیقت حال کا علم نہ ہوا ہو۔ ہم اسی کشمکش و پیچ میں تھے کہ احرار کا اخبار "مجاہد" مورخہ ۲۴ نومبر دیکھنے میں آیا تو اس میں بھی مندرجہ ذیل اقتباس ملا :۔

حسب دستور مسلمان اپنی مسجد میں جمع ہوئے مگر آج پیش آمدہ حالات کی بناء پر بالاتفاق یہ قرار پایا کہ حکومت کی متشددانہ پالیسی نے چونکہ نماز جمعہ کیلئے امن کی شرط کو مفقود کر دیا۔ اسلئے فریضۂ جمعہ ادا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہر ایک مسلمان نے علیحدہ علیحدہ نماز ظہر

[1] اہلحدیث ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۲ ÷

ادا کی:-

یہ فقرات پڑھ کر ہمیں اصل حقیقت منکشف ہوگئی۔ کہ نماز جمعہ کا ترک حکومت کے منع سے نہیں ہوُا۔ بلکہ حکومت نے جو چند اکابر احرار کو قادیان میں جانے سے روک دیا تھا۔ اس خفگی میں نماز جمعہ کو ترک کیا گیا۔ اس لئے ہم اپنے قصور علم کا اعتراف کرتے ہوئے اس فعل (ترک نماز جمعہ) سے برأت کا اعلان کرتے ہیں کہ یہ فعل شرعی ہدایت کے ماتحت نہیں ہوُا چونکہ احرار سیاسی جماعت ہے ان کے خیال میں سیاست کے رُو سے شاید جائز ہو۔ اللھم غفرانا۔" [1]

"زندہ خدا کا زندہ نشان"

مولوی عبدالغفار صاحب غزنوی نے فتویٰ دے رکھا تھا کہ "کسی خاص جگہ نماز پڑھنا ضروری نہیں۔ لیکن جب اس جگہ پر پابندی عائد کر دی جائے تو نماز پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے اسلئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ قادیان میں جا کر نماز جمعہ ادا کرے۔" [2]

اس فتویٰ کی تعمیل میں "امیر شریعت احرار" مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری ۶؍ دسمبر ۱۹۳۵ء کا جمعہ پڑھنے کیلئے قادیان روانہ ہوئے مگر حکم امتناعی کو توڑنے کے سبب جینتی پورہ اسٹیشن پر گرفتار کر لئے گئے۔ اور عدالت گورداسپور سے چار ماہ قید کی سزا پائی۔ [3]

یہ واقعہ بظاہر ایک معمولی واقعہ تھا مگر جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۱۲؍ دسمبر ۱۹۳۵ء کے ایک مضمون میں بالتفصیل بتایا۔ اسے احمدیت کی صداقت پر زندہ خدا کا ایک زندہ نشان قرار دینا چاہیئے۔ وجہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم رؤیا میں "امیر شریعت احرار" کے دو بار حملہ اور پھر چار ماہ کیلئے قید ہونے کا نظارہ وسط نومبر ۱۹۰۲ء میں دکھایا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

"ایک مقام پر مَیں کھڑا ہوں تو ایک شخص آ کر چیل کی طرح جھپٹا مار کر میرے سر سے ٹوپی لے گیا پھر دوسری بار حملہ کر کے آیا کہ میرا عمامہ لے جاوے۔ مگر مَیں اپنے دل میں مطمئن ہوں کہ یہ نہیں لے جا سکتا۔ اتنے میں ایک نحیف الوجود شخص نے اسے پکڑ لیا۔ مگر میرا قلب شہادت دیتا تھا کہ یہ شخص دل کا صاف نہیں ہے اتنے میں ایک اور شخص آگیا جو قادیان کا رہنے والا تھا اُس نے بھی اُسے پکڑ لیا۔ مَیں جانتا تھا کہ مؤخر الذکر ایک مومن متقی ہے۔ پھر اُسے عدالت میں لے گئے تو حاکم نے اُسے جاتے ہی ۴ یا ۶ یا

---

[1] "اہلحدیث" امرتسر ۲۹؍ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۳-۱۴۔

[2] اخبار پرتاپ ۸؍ دسمبر ۱۹۳۵ء بحوالہ اخبار الفضل ۲۰؍ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم ۴۔

[3] اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۳؍ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۵ کالم ۲-۳۔

۹ ماہ کی قید کا حکم دے دیا۔" [1]

نظر بندی سیاسی لیڈروں کی لیڈری چمکانے کا ہمیشہ ایک مؤثر ذریعہ رہا ہے۔ مگر امیر شریعت احرار کے معاملہ میں نتیجہ بالکل برعکس نکلا۔ چنانچہ بشیر احمد صاحب جنرل سیکرٹری تحفظ مساجد و اوقاف امرتسر نے ایک ٹریکٹ میں صاف صاف لکھا کہ:۔

"یہ صرف احرار دوستوں کی ایک شطرنج کی چال ہے کہ اپنے آپ کو گرفتار کرا کر قوم کے سامنے ایک نئی ایجی ٹیشن کی صورت پیدا کر کے چندہ جمع کیا جائے۔ کیونکہ آجکل چندہ کی کمی ہو چکی ہے اور دوسرے مسجد شہید گنج کے بارے میں احرار کا وقار قوم کے دلوں سے اُٹھ چکا ہے اب چندہ آئے تو کس طرح۔ اب مسلمان اتنے سادہ لوح نہیں ہیں وہ اپنے لیڈر اور غیر لیڈر میں تمیز کر سکتے ہیں۔ "امیر شریعت" کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ جمعہ کی نماز قصبہ میں نہیں ہو سکتی جبکہ شہر کی جامع مسجد افضل و بہتر ہے۔ بار بار قادیان قادیان کی رٹ لگانا اور ایجی ٹیشن پیدا کر کے غریب اور جاہل مسلمانوں کو قربانی کا بکرا بنانا اور گورنمنٹ کو تنگ کرنا یہ کسی عقلمند لیڈر کا کام نہیں محض قادیان میں فساد پیدا کرنا اور پبلک کو اپنی طرف متوجہ کرنا تاکہ جو شخص مسجد شہید گنج کے معاملہ میں بہت سے پارٹ ادا کر چکا ہے اس کی وزارت کے لئے رائے عامہ کو متوجہ کیا جائے اور الیکشن میں کامیاب کرایا جائے۔ بس یہ ہے احرار کا اصل مقصد و مدعا۔" [2] ؎

---

[1] ۔ البدر مورخہ ۲۸ نومبر و ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۴ ۔ تذکرہ طبع دوم صفحہ ۴۵۳ ۔ یاد رہے کہ مشہور معبّر حضرت ابن سیرینؒ کے نزدیک ٹوپی اتارنے کی تعبیر یہ ہے کہ "مفارقۃ الرئیسۃ" یعنی حاکم وقت سے کشیدگی تعلقات اور پگڑی کی تعبیر میں لکھتے ہیں۔ "قوۃ الرجل وتاجہ وولایتہ" یعنی اس سے آدمی کی طاقت اور اسکی بادشاہت و حکومت مراد ہوتی ہے (تعبیر نامہ حضرت محمد بن سیرینؒ برحاشیہ کتاب تعطیر الانام جلد اول صفحہ ۱۰۳-۱۰۴) ؎

[2] ۔ بحوالہ الفضل ۲۰ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۷ +

فصل پنجم

حبشہ (ابی سینیا) میں ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کی تبلیغی خدمات

اسلام کی نورانی شعاعیں بر اعظم افریقہ کے جس خطہ پر سب سے پہلے پڑیں وہ حبشہ (ابی سینیا) کا ملک ہے۔ عہد نبوی کے مکی دور میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تکالیف انتہاء کو پہنچ گئیں۔ اور قریش کے مظالم ناقابلِ برداشت ہو گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان حبشہ کیطرف ہجرت کر جائیں۔ نیز فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ عادل و منصف ہے اُسکی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔[۱] چنانچہ اس ارشاد نبوی کے مطابق ماہ رجب ۵ نبوی (مطابق نومبر۔ دسمبر ۶۲۶ء) میں گیارہ صحابہ اور چار صحابیات حبش کی طرف ہجرت کر گئے۔ ان مظلوم مہاجرین میں سے حضرت عثمانؓ بن عفان اور اُن کی حرم حضرت رقیہؓ (بنت الرسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف۔ حضرت زبیرؓ ابن العوام۔ حضرت ابو حذیفہؓ بن عتبہ۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر۔ حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد اور اُن کی زوجہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہم کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔[۲] حبشہ کی حکومت نے مہاجرین کو پُورا پُورا امن دیا اور اُنکی تبلیغ سے نہ صرف نجاشی مسلمان ہو گیا بلکہ بعض عمائد مملکت بھی اسلام لے آئے۔ حکومت حبشہ کا یہ ایسا عظیم الشان احسان ہے کہ ملّتِ اسلامیہ اسے قیامت تک فراموش نہیں کر سکتی۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اسی جذبۂ تشکّر سے لبریز ہو کر اگست ۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ابن حضرت ماسٹر عبد الرحمٰن صاحبؓ سابق مہر سنگھ) کو حبشہ جانے اور اہل حبشہ کی خدمت کرنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ وہ ایام تھے جبکہ اٹلی اور حبشہ کے درمیان جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ اہل حبشہ بُری طرح پسپا ہو رہے تھے اور اُنکی جنگی امداد کے علاوہ طبّی امداد کی بھی بہت ضرورت تھی۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب اپنے آقا کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے

---

[۱] ابن ہشام (طبری) "سیرت خاتم النبیین" حصہ اوّل صفحہ ۱۹۲ مؤلفہ قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) حبشہ کا ملک جو انگریزی میں ایتھوپیا یا ابی سینیا کہلاتا ہے۔ بر اعظم افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں حبشہ میں ایک مضبوط عیسائی حکومت قائم تھی جس کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا اور عہد نبوی کے نجاشی کا ذاتی نام اصحمہ تھا۔

[۲] ابن سعد۔ ابن ہشام زرقانی۔ بحوالہ سیرت خاتم النبیین حصہ اوّل صفحہ ۱۹۳!۔

اپنے خرچ پر ابی سینیا گئے[۱] اور اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق کا بہترین ثبوت دیا۔ اور ایک لمبا عرصہ تک نہ صرف طبی بلکہ تبلیغی خدمات بھی بجا لائے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ڈاکٹر صاحب ہی کے الفاظ میں اُن کے زمانہ قیام کی تفصیلات درج کی جاتی ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔[۲]

"حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو تحریک جدید کے ماتحت وقف کرنے پر علی گڑھ خط لکھا کہ ابی سینیا (حبشہ) میں جا کر طبی خدمات سرانجام دینے اور تبلیغ کرنے کے لئے روانہ ہو جائیں۔ اگست ۱۹۳۵ء میں خاکسار قادیان پہنچ کر حضور سے فیضیاب ملاقات ہوا۔

حضور کے ضروری ارشاد گرامی یہ تھے۔ ریڈ کراس ہسپتالوں میں جو جنگ کے میدان میں ابی سینیا میں کام کر رہے ہیں اپنے آپ کو پیش کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام کی ہجرت ایسے سینیا کے ملک میں ہوئی تھی۔ اہلِ حبشہ کے آباؤ اجداد کے اس نیک سلوک کیوجہ سے عالم اسلامی اُنکا ممنون رہا ہے۔ اس کے عوض ہمیں اِس مصیبت کے وقت اُن کے بیمار اور زخمیوں کی مدد کرنی چاہیئے۔

۱۔ خاکسار عدلیس ابابا اپنے خرچ پر پہنچا۔ خاکسار کی بیوی بھی حضور سے خط لکھوا کر میرے نام لے آئیں کہ آپ کی اہلیہ ساتھ جانا چاہتی ہیں انکو ساتھ لے جائیں۔ اگر جنگ شروع ہو جائے اور یہ ساتھ نہ جا سکیں تو انہیں سمالی لینڈ یا عدن رہنے کا انتظام کرا دیں۔ سو ایسا ہی کیا گیا۔ جنگ شروع ہوئی۔ اٹلی کے فوجیوں کے ہوائی حملوں سے بے اندازہ نقصان جانی و مالی ہوا۔ مسٹرڈ گیس MUSTARD GAS پھینکی گئی۔ گولہ باری کے ذریعہ بیدردی سے جانیں تلف کی گئیں۔ خاکسار عین میدان شمالی محاذ پر متعین تھا۔ روزانہ کئی سو زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا پڑتی تھی۔ دیکھتے دیکھتے جانیں تلف ہوتی تھیں۔ قیامت کا منظر سامنے تھا۔ قرآن کریم کی پیشگوئیاں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں فوج میں بیان کر کے واضح کیا جاتا رہا کہ مسیح موعود کا ظہور ہو چکا اور سچائی ثابت ہو چکی ہے۔ لوگوں کو اِس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ ۱۹۳۵-۳۶ء میں جنگ جاری رہی۔ عالمی ریڈ کراس سوسائٹی INTERNATIONAL RED CROSS SOCIETY) کی طرف سے اخباروں میں خاکسار کا نام

۱؎ الفضل ۹ر اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ کالم ۲۔

۲؎ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب کی ایک رپورٹ مطبوعہ الفضل ۱۳ر مئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۳ قابل مطالعہ ہے۔

"ڈاکٹر احمد آف انڈیا" کے نام سے شائع ہوتا رہا۔ اخبار "ہندوستان ٹائمز" میں میرا فوٹو بھی چھپا تھا۔ اور قادیان کا نام بھی۔ ہندوستان کی طرف سے صرف خاکسار ہی ایک ڈاکٹر تھا۔ جو ملک حبشہ میں جنگ کے دوران کام کے لئے بھیجا گیا۔

ابے سینیا کا بادشاہ ہیلی سلاسی یکم مئی ۱۹۳۶ء کو فرار ہو کر انگلستان چلا گیا۔ اٹلی کے ملک حبشہ پر قبضہ کرنے پر مزید ۶ ماہ خاکسار وہاں مقیم رہ کر ادیس ابابا کی مساجد میں تبلیغ کرتا رہا۔ مساجد میں جمعہ کے روز خاکسار لیکچر کرتا اور پیغام احمدیت و اسلام عربی زبان میں پہنچاتا۔ بسا اوقات خاکسار کو مساجد ہی سے بزور نکال باہر کیا جاتا رہا۔ ایک فاضل رکن جامعۃ الازہر شیخ محمد بدیوی مصری جو حکومت مصر کی طرف سے عدیس ابابا جامعہ میں مقرر تھا۔ چند روز کے بحث مباحثہ کے بعد اور میرے کہنے پر استخارہ کرنے کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی بیعت تحریری سے مشرف ہوا۔ اُس نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و مسیح موعودؑ کو دو کرسیوں پر بیٹھے دیکھا اور رسول کریمؐ کو اپنی طرف مخاطب ہو کر سُنا کہ مسیح موعودؑ کو قبول کرلو۔ اس دوران میں السید عبد الحمید ابراہیم مصری (جو جامعۃ الازہر کے فارغ التحصیل ہیں) کے ساتھ مقابلہ ہوتا۔ تو شیخ محمد بدیوی صاحب مجھے بلا لیا کرتے تھے۔ خطبہ الہامیہ میری طرف سے دئے جانے پر انہوں نے بھی دعویٰ مسیح موعودؑ کو قبول کر لیا۔ ۱۹۳۶ء کے بعد ۱۹۳۷ء میں مصر جا کر بیعت کا خط مولوی محمد سلیم صاحب کو لکھ دیا۔ اور داخل جماعت احمدیہ ہو گئے۔

نیز السید عبد الحمید بعد میں قادیان اور ربوہ آکر حضرت صاحب کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔

۲۔ ستمبر ۱۹۳۶ء میں خاکسار ابے سینیا سے چلا گیا اور فلسطین اور مصر و شام کے ممالک میں تبلیغ اور سیاحت اور پریکٹس کیلئے چلا گیا۔ چند ماہ وہاں رہ کر پھر ۱۹۳۷ء میں حضرت امیر المومنین ایدہُ اللہ تعالیٰ نے مجھے کینیا جانے کیلئے ارشاد فرمایا کہ وہاں جا کر میڈیکل سروس میں داخل ہو جاؤں سو ۱۹۳۹ء تک خاکسار وہاں رہا۔ ۱۹۴۰ء میں خاکسار کو حاجیوں کے جہاز ایس ایس رحمانی میں میڈیکل آفیسر مقرر کیا گیا۔ بمبئی۔ جدہ۔ کراچی وغیرہ کئی بار آنا جانا پڑا۔ حج کرنے کا بھی موقعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عنایت کیا۔ عربی میں مہارت کافی ہو گئی۔ مکہ معظمہ میں اور عرفات، منیٰ، مزدلفہ مکہ معظمہ جدہ۔ غرضیکہ ہر جگہ عربوں اور دیگر علماء کو تبلیغ کرنے کا موقعہ بکثرت ملتا رہا۔ اور علاج معالجہ

کا موقعہ ملتا رہا۔ خاکسار کا طریق اکثر یہی رہا کہ قرآن کریم کی آیات ہر مسئلہ پر اور کتب عربی حضرت مسیح موعودؑ کی تشریحات اکثر بیان کرنے پر مداومت اختیار کرتا تھا جس کا بہت جلد اثر دیکھا جاتا رہا۔

۳۔ ڈلہوزی میں ۴۲-۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۳ء تک خاکسار پریکٹس کرتا رہا۔ جہاں حضور نے ایک روز سیر پر جاتے ہوئے فرمایا۔ ایبے سینیا کے بادشاہ کو لکھو کہ میں نے دوران جنگ ایبے سینیا میں کام کیا ہے۔ اسلئے تم مجھے کوئی عہدہ دو تا کہ میں دوبارہ مریضوں کو ایبے سینیا کے ہسپتالوں میں مقرر ہونے پر خدمت کر سکوں سو خاکسار حضور سے بشارات لیکر دوبارہ عدن اور حبشہ چلا گیا۔

۴۔ عدن میں ۱۹۴۳ء ۱۹۴۴ء میں سرکاری ملازمت سول ہسپتال میں کرتا رہا۔ وہاں بھی مساجد میں جب عرب علماء کا درس ہوتا تھا خاکسار وہاں جاکر بیٹھ جایا کرتا تھا اور سوال و جواب کا سلسلہ جاری کر دیتا۔ کئی موقعہ پر کافر۔ ملعون۔ قادیانی۔ کذاب کے خطاب سے یاد کیا جاتا اور کئی دفعہ وہاں کی مساجد سے نکالا جاتا۔ ایک دن کثرت سے عربوں اور سومالیوں نے مسجد کو گھیرے میں لے لیا۔ تا کہ خاکسار کو کالعدم کر دیا جائے۔ اسی اثناء میں سی آئی ڈی کا آدمی میرے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور انگریزی میں کہنے لگا کہ "ہم کو حکم ہوا ہے کہ آپکو اپنے گھر سلامتی کے ساتھ پہرے کے اندر پہنچا دیں کیونکہ پبلک مسجد کے اندر اور باہر ڈنڈے اور چاقو لیکر کھڑی ہے ان کی نیت آج آپ کے متعلق خطرناک ہے" میں نے کہا کہ گورنمنٹ کی حکم عدولی میں نہیں کر سکتا بہت اچھا۔ سو وہ مجھے پہرے کے اندر میرے گھر لے آیا۔ نوآبادیات محمیات عدن میں دورہ کرنے کیلئے مجھے بھیجا گیا جہاں بیماریاں اور موتیں بکثرت ہو رہی تھیں۔ وہاں جاکر گاؤں گاؤں میں ظہور مسیح موعودؑ پر عربی زبان میں تقریریں کرتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی خبر بکثرت مشہور ہو گئی حسب معمول تصنیفات حضرت مسیح موعودؑ بکثرت تقسیم کرتا تھا جس سے پھر مخالفت کا بازار گرم ہو گیا۔ جس پر علماء عدن نے ایک میمورنڈم لکھ کر گورنر عدن کو بھیجا کہ ڈاکٹر نذیر احمد کو میڈیکل سروس سے نکال دیا جائے۔ نوجوانوں پر قادیانیت کا اثر ہو رہا ہے سلطان شبوطی میرا ڈسپنسر تھا۔ وہ احمدیت کی طرف مائل ہو گیا۔ بعد میں مولوی غلام احمد صاحب مبشر کے آنے پر سلطان شبوطی اور عبداللہ محمد شبوطی دونوں احمدی ہو گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

عدن میں ڈاکٹر محمد احمد صاحب نے میری سرگرمیاں دیکھ کر مجھے مبارکباد دی کہ آپنے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ عدن میں جب مجھے ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا تو خواب دیکھا کہ میں حضرت صاحب کے ارشاد پر

ایبے سینیا (جو قریب ہی ایک روز کے راستہ پر تھا) جا رہا ہوں۔ حضور نے میری خواب پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ ہاں جلدی ایبے سینیا چلے جائیں۔ چنانچہ خاکسار ١٩٤٢ء میں دوبارہ ایبے سینیا چلا گیا اور حضرت صاحب کی بات پوری ہو گئی کہ خاکسار کو ایکٹنگ سول سرجن (ACTING CIVIL SURGEON) کے عہدہ پر کئی سال متعین کیا گیا۔ وہاں پہنچنے پر ہیلی سلاسی شاہ حبشہ[1] سے کئی بار ملاقات ہوئی۔ اس کے محل میں اس کو کتب دے کر تبلیغ اسلام انگریزی زبان میں کی گئی۔ اور پرانا تعلق ہجرت اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کر کے یاد دلایا گیا۔

۵۔ ١٩٤٤ء سے ١٩٥٣ء تک ۹ سال برابر سینکڑوں مباحثات کئے اور دس ہزار کے قریب اشتہار کتب۔ رسائل۔ کتب حضرت مسیح موعودؑ عربی (مثلاً اعجاز المسیح لجۃ النور۔ حمامۃ البشریٰ۔ تحفہ بغداد۔ التبلیغ) دیباچہ قرآن انگریزی اور قرآن کریم کی تفسیر انگریزی بڑے سائز کی تقسیم کی گئی۔ اکثر مفت دی گئیں۔ سکولوں اور کالجوں میں جا کر تبلیغ کی گئی[2] اور سکول کے لڑکوں نے میرے ہاں برابر ہسپتال میں آنا شروع کیا۔

---

[1] ۹ رجنوری ١٩٤٥ء کو ڈاکٹر صاحب نے پہلی بار شاہ ایبے سینیا ہیل سلاسی سے ملاقات کی اور حضرت مسیح موعودؑ کے ظہور کی خوشخبری اُن تک پہنچائی۔ (الفضل ٢٠ فروری ١٩٤٥ء صفحہ ١١ کالم ٣/٤)

[2] ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے جو اُن دنوں شمال مغربی ایبے سینیا کے دارالسلطنت گونڈر مقام پر تھے عید الفطر کے موقعہ پر مسلمانان حبشہ کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کی آمد اور حضور کے نشانات پر لیکچر دیا۔ نیز بتایا کہ اس علاقہ میں جو جھیل ٹانا کے قریب واقعہ ہے اور دریائے نیل ارزق کا منبع ہے جس کی پچھلے زمانوں میں کسی کو خبر نہیں تھی یا خبر تھی تو شاذ و نادر کسی کو اسے دیکھنے کا موقعہ ملا ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اپنا نشان ظاہر کیا کہ پانچ آدمیوں کو جن میں عرب اور حبشی مسلمان شامل ہیں خوابوں میں دکھایا کہ مسیح مہدی ہندوستان کی زمین میں ظاہر ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کے نام جنہیں خوابیں آئی ہیں یہ ہیں:۔
(١) الشیخ عمر حسین سوڈانی حبشی عربی کے اچھے عالم ہیں۔ (٢) علی حکیم عبدہٗ نوجوان حبشی مسلمان نہایت مخلص عربی کے عالم اور تاجر ہیں۔ (٣) السید حسین الحراضی عرب تاجر ہیں۔ (٤) السعید اسماعیل موٹر ڈرائیور۔ (٥) سراج عبداللہ خوابیں مختلف اوقات میں مختلف رنگوں میں آئیں۔ مثلاً کثرت سے لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔ باغ اور وسیع زرخیز زمین ہے۔ عیسائی اور مسلمان ہر دو کہہ رہے ہیں کہ الحمد للہ ہماری زندگی میں مسیح مہدی ظاہر ہو گیا۔ ایک نے دیکھا کہ بادشاہ سلامت ہیلی سلاسی کا دربار ہے اور وسیع میدان میں کثرت سے لوگ جمع ہیں۔ میں دو سفید گھوڑوں کی گاڑی پر سوار ہوں اور کہہ رہا ہوں۔ ظہر المہدی ظہر المہدی من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔" (الفضل ١٢ رجنوری ١٩٤٦ء صفحہ ٦ کالم ٣/٤)

چالیس آدمیوں نے جو مختلف گاؤں کے رہنے والے تھے ایک دن بیعت کی اور سلسلہ احمدیہ میں شامل[۱] ہوئے۔

حبشہ میں ڈیرا بُرہان کے شہر کے ایک لڑکے رضوان عبداللہ احمدی کو مَیں نے واقفِ زندگی کے طور پر ربوہ تعلیم کیلئے ہوائی جہاز پر بھیجا۔ جو ربوہ میں تعلیمی اور عربی اور دینی ماحول میں بہت مقبول ہوگئے لیکن بدقسمتی سے ۲-۳ سال تعلیم جامعہ احمدیہ میں حاصل کرتے ہوئے دریائے چناب میں لڑکوں کے ساتھ وضو کرتے ہوئے پاؤں کے پھسل جانے سے غرقاب ہوکر شہید ہوئے مقبرہ بہشتی ربوہ میں اُنکی قبر موجود[۲] ہے۔

ایک رمضان میں ڈیرا بُرہان شہر کی جامع مسجد میں جاکر مَیں نے تبلیغ شروع کر دی۔ سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ ساری مسجد بھر گئی۔ وہاں کے عربی مُلاّں نے لوگوں کو اُکسایا اور خاکسار پر حملہ کیا گیا اور یکدم دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ میری تائید میں اور دوسرا میرے بالمقابل۔ آخر مجھے مسجد میں سے نکلنا پڑا۔ قتل قتل کے نعرے لگے۔ بازار تک مجھے دھکیلتے ہوئے لے گئے۔ عربی میں آوازے کستے رہے کہ آج اِس ہندی قادیانی کا خاتمہ اور خون بہا دیا جائے گا۔

ساری رات میرے ایک دوست کا مکان جس میں مجھے پناہ لینے پر مجبور کیا گیا تھا۔ گھیرے میں رکھا گیا۔ دوسرے روز مَیں مصلحتاً لباس بدل کر واپس سٹیشن پر پہنچا اور ٹکٹ لیکر واپس اپنی ڈیوٹی پر۔

---

[۱] بیعت کرنے والوں میں ہرر شہر کے تین دوست بھی تھے جو جنوری ۱۹۴۷ء میں داخل سلسلہ ہوئے۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے ان اصحاب کی بیعت کی مرکز میں اطلاع دیتے ہوئے یہ رپورٹ بھی بھجوائی کہ "چند روز کا واقعہ ہے کہ ہمارے مذکورہ بالا تین نو مبائعین غلطی سے غیر احمدی لوگوں کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے چلے گئے۔ مَیں نے انہیں پیغام بھیجا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ وُہ سنتے ہی میرے پاس چلے آئے۔ اس سے ہمارے مخالفین میں اشتعال پیدا ہوگیا اور مجھ پر محکمہ قضا میں یہ مقدمہ دائر کیا گیا کہ مَیں نے اُنکے دو ہرری مسلمان چُرا لئے ہیں اور کہ اُن کی نماز کی ہتک کی ہے۔ آخر مجھے بلایا گیا اور لوگوں کے سامنے تحقیقات شروع ہوئی۔ جب ہمارے خلاف مبالغہ آمیز اور جھوٹی شہادتیں ہوئیں تو حاضرین میں سے ہی دو عرب بول اُٹھے اور قاضی اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "تم لوگ عیسٰی کو آسمان پر زندہ مانتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک ہے۔ واقعی آپ لوگوں کے پیچھے نماز جائز نہیں"۔ (الفضل ۷ مارچ ۱۹۴۷ء صفحہ ۴ کالم ۳ و ۴)

اوائل ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ سے قید خانہ میں دس آدمی بیعت کرکے حلقہ بگوش احمدیت ہوئے جو بیعت کے دوسرے روز ہی رہا ہوگئے۔ (الفضل ۶ مئی ۱۹۵۲ء صفحہ ۲ کالم ۳)

[۲] تاریخ وفات ۲۶ اگست ۱۹۵۳ء۔

ڈبرا بُرہان پہنچ گیا۔ میں اپنے گھر بتا کر گیا تھا کہ چند روز موجب ارشاد حضرت صاحب تبلیغ کیلئے بیرونی مقام پر جاتا ہوں جو مخالفت کا گڑھ ہے وہاں قتل بھی کر دیا کرتے ہیں۔ اگر میں وہاں خدانخواستہ قتل بھی ہو گیا تو تم کو اللہ تعالیٰ باجرہ جیسی عزت قُربِ الٰہی میں بخشے گا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

۶ ۔ ۹ سال کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے کارڈ لکھا کہ صرف ایک ماہ کے لئے پاکستان چھٹی پر تم کو آنے کی اجازت ہے۔ سو فروری ۱۹۵۳ء میں خاکسار پہلی بار ربوہ آیا۔ حضور نے فرمایا کہ واپس ایبے سینیا جاؤ۔ شاہ حبشہ کو ہمارا لٹریچر پہنچے گا تم اسے پہنچانے کا بندوبست کرنا۔ جولائی میں وہاں کے پادریوں نے شکایات کیں کہ احمدیت کا نفوذ بڑھ رہا ہے۔ اس ڈاکٹر کو ملک سے باہر نکال دیا جائے۔ سو مجھے حضرت امیر المومنین نے تار دی (BETTER - PROCEED TO NAIROBI) کہ نیروبی چلے جاؤ۔ خاکسار ۱۹۵۳ء میں نیروبی پہنچا۔ اور ۱۹۶۰ء میں وہاں سے ولایت مزید تعلیم کے لئے چلا گیا جس کے حصول کے بعد کامیاب ہو کر جلسہ سالانہ قادیان و ربوہ ۱۹۶۲ء میں پہنچا"[1]

حضرت امیر المؤمنین کی شادی

۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ء کا دن جماعت احمدیہ کے لئے خوشی اور شادمانی کا دن تھا۔ کیونکہ اس روز حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا عقد (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ سول سرجن کی دختر نیک اختر) سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر ہوا[2]۔ اعلانِ نکاح حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے کیا[3]۔

حضرت امیر المؤمنینؓ کی طرف سے ۲ر اکتوبر ۱۹۳۵ء کو بوقت ۱۱ بجے دن قادیان اور مضافات کے بعض دیہات کے قریباً ڈیڑھ ہزار اصحاب کو مسجد اقصیٰ میں دعوتِ ولیمہ[4] دی گئی۔ جس کیلئے دعوت نامہ حضرت ڈاکٹر محمد طفیل خاں صاحب[2] نے جاری کیا۔ جو ایک چھوٹے سے دبیزی کاغذ پر

---

[1] غیر مطبوعہ مکتوب سے ماخوذ۔ [2] الحکم ۲۱ ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۳

[3] پورا خطبہ الفضل ۲ر اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ و ۲ پر چھپ چکا ہے۔

[4] الفضل ۴ر اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۲۔

دیدہ زیب مگر سادہ طریق پر چھپا ہوا تھا۔ اس دعوت نامہ کا چربہ ذیل میں دیا جاتا ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی　　صاحب

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

حضرت امیر المومنین امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی
ایدہ اللہ بنصرہ کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کے لئے
۲ ؍ اکتوبر ۳۵ء بروز بدھ بوقت ۱۱ بجے دن
کے مسجد اقصےٰ میں تشریف لا کر ممنون فرماویں اور یہ دعوتی
کارڈ ہمراہ لیتے آویں ؛
الداعی خاکسار (ڈاکٹر) محمد طفیل خان ۱/۱۰/۳۵

نئے مہمان خانہ کی بنیاد

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے ۲ ؍ نومبر ۱۹۳۵ء کو صبح سات بجے مہمان خانہ (قادیان) کی پرانی عمارت کے ساتھ نئے مہمان خانہ کا سنگِ بنیاد رکھا[1] حضرت بابو سراج دین صاحب نے جو اُن دنوں نظارت ضیافت میں آنریری کارکن تھے۔ اس مہمان خانہ کیلئے ایکہزار روپیہ کا عطیہ دیا جس کا ذکر خود حضرت امیر المومنین رضؓ نے مجلس مشاورت میں فرمایا۔[2]

آل انڈیا نیشنل لیگ کور قادیان کی ابتدائی سرگرمیاں

نیشنل لیگ کور کا مختصر تذکرہ "تاریخ احمدیت" جلد ہفتم (صفحہ ۵۲۳) میں کیا جا چکا ہے۔ اس خالص سیاسی ادارہ نے (جو ۱۹۳۲[3]ء میں قائم ہونیوالی احمدیہ کور کی بنیاد وں پر استوار کیا گیا تھا اور آل انڈیا نیشنل لیگ[4] کور کی ذیلی تنظیم کی حیثیت رکھتا تھا) حفاظتِ مرکز کی نہایت عمدہ خدمات انجام دیں۔

مثلاً وسط نومبر ۱۹۳۵ء میں جب احرار مباہلہ کے بہانہ سے قادیان میں آنا چاہتے تھے نیشنل لیگ کور

---

[1] الفضل ۵ ؍ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ [2] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۳۶۔ [3] ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد ہفتم ص۲۶۔
[4] جیسا کہ تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ ۵۲۲ میں مذکور ہے نیشنل لیگ کے اولین صدر محترم شیخ بشیر احمد صاحب بی اے ایڈووکیٹ تھے قادیان نیشنل لیگ کے صدر شیخ محمود احمد صاحب عرفانی اور پہلے سیکرٹری مولوی ظفر محمد صاحب مولوی فاضل اور دوسرے چوہدری ظہور احمد صاحب تھے۔

کے سپرد مقاماتِ مقدسہ اور تمام شعائر اللہ کی حفاظت کا کام کیا گیا۔ یہ انتظام قریباً چار دن تک جاری رہا۔ اور اس میں کور کے تمام افسر اور رضا کار دونوں شب و روز مصروف رہے جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ "پچھلے چار دنوں میں جو کام آپ لوگوں کو مرکز سلسلہ کی حفاظت کیلئے کرنا پڑا ہے میں اسکے متعلق . . . . خوشنودی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس نیّت اور غرض کے ماتحت آپ لوگوں نے یہ کام کیا ہے۔ اسی نیّت اور غرض کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ سے نیک سلوک فرمائے"[1]

علاوہ ازیں والنٹیر کور نے ۲۰ دسمبر ۱۹۳۵ء سے جمعہ کے دوران حضرت امیر المومنین کے پہرہ کا انتظام براہ راست اپنے ذمّہ لے لیا جو سالہا سال تک باقاعدگی سے جاری رہا۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۵ء کو فیصلہ کیا گیا کہ سالانہ جلسہ پر کور کے رضا کار، مسجد مبارک، قصرِ خلافت، بہشتی مقبرہ، مردانہ جلسہ گاہ، زنانہ جلسہ گاہ اور خلیفہ وقت کی حفاظت کے لئے مقرر کئے جائیں۔ رضا کاروں نے یہ خدمت اتنے خلوص اور جانفشانی سے ادا کی کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ۳۰ دسمبر ۱۹۳۵ء کو انہیں مبارکباد دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کور کا کام قریب ترین عرصہ میں شروع ہوا ہے۔ اتنے قریب کے وقت میں شروع ہوا ہے کہ اتنے عرصہ میں ایک سپاہی کو بندوق پکڑنے کے قابل بھی نہیں سمجھا جاتا۔ کجا یہ کہ اُسے کسی خدمت پر مقرر کیا جائے۔ مگر باوجود اسکے اس موقعہ پر جس محنت، جس جانفشانی اور جس سرگرمی سے نیشنل لیگ کور کے ممبروں نے کام کیا ہے۔ چھوٹوں اور بڑوں نے کیا ہے۔ افسروں اور ماتحتوں نے کیا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ کور کو مبارکباد دی جائے۔ اور کور اس بات کی مستحق ہے کہ جماعت اسکے لئے دعا کرے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس تنظیم کے ماتحت جسکی مشق کا پوری طرح کور کو ابھی موقعہ نہیں ملا جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کور کے تھوڑے سے آدمیوں نے اتنا کام کر کے دکھایا ہے جو کہ پہلے بہت سے لوگ نہ کر سکتے تھے۔ جلسہ گاہ میں میرے جانے کے وقت رستہ کو صاف رکھنا اور ہجوم کو روکنا قریباً ناقابلِ حل سوال ہو چکا تھا۔ مگر اب کے والنٹیرز کور نے ایسی عمدگی سے اسے حل کیا ہے کہ کسی ایک موقعہ پر بھی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ اور شکایت کا پیدا ہونا تو الگ رہا۔ شکایت کا امکان بھی پیدا نہیں ہوا۔ اس موقعہ پر جس نوعیت کا کام تھا اسکے لحاظ سے کور پر اس قدر بوجھ پڑا جو انتہائی تھا۔ لیکن میں خوش ہوں کہ اس موقعہ پر کور نے ہمّت، دیانت اور استقلال سے کام کیا . . . . کور کا یہ حسنِ انتظام جس کی میں نے تعریف کی ہے اور جو تعریف کے قابل ہے۔ اس میں بڑی بات یہی ہے کہ کور کے ممبروں کو محسوس کرا دیا گیا ہے کہ افسر کی اطاعت ضروری ہے۔ . . . آخر میں میں

---

[1] الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ ۔

پھر خوشنودی کا اظہار کرتا ہوں کہ کور نے اعلیٰ درجہ کا کام کیا۔ اور دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اسے اور زیادہ خوبی سے کام کرنے کی توفیق دے۔" [1] [2]

مبلّغین کو اہم ہدایات

۱۷ر نومبر ۱۹۳۵ء کو مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے طلباء نے احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن لاہور کے ممبروں کو جامعہ احمدیہ کے صحن میں دعوت دی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مبلّغین کو نہایت اہم ہدایات دیں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ:

"قرآن کریم سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص جماعت کو دین کی خدمت کا ذمّہ دار قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ آل عمران ع۱۱) اور دُوسری طرف فرماتا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ سارے مومنوں کا فرض ہے کہ دعوت الی الخیر کریں تو ایک خاص جماعت کا ہونا ضروری ہے اور یہ لازمی چیز ہے۔ کوئی فوج اسوقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک اس کا ایک حصہ خاص کام کیلئے مخصوص نہ ہو اور تمام نیچر میں یہی بات نظر آتی ہے کہ ایک ذرّہ مرکزی ہوتا ہے۔ مذہبی تبلیغ کیلئے بھی ایک ایسا مرکز ہونا چاہیئے جو اپنے ارد گرد کو متأثر کرسکے اور دُوسروں سے صحیح طور پر کام لے سکے۔ یہی غرض مبلّغین کی ہے۔ لیکن عام طور پر خود مبلّغین نے بھی ابھی تک اِس بات کو نہیں سمجھا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ احمدیت کے سپاہی ہیں اور کام انہیں خود کرنا ہے۔ مگر جو یہ سمجھتا ہے وُہ سلسلہ کے کام کو محدود کرتا ہے۔ ہم خدمتِ دین کیلئے کس قدر مبلّغ رکھ سکتے ہیں۔ اس وقت ساٹھ ستّر کے قریب کام کر رہے ہیں جن کا جماعت پر

---

[1] الفضل ۲ر جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۵۔

[2] یاد رہے کہ ۱۳ر نومبر ۱۹۳۵ء سے ۹ر دسمبر ۱۹۳۵ء تک حاجی احمد خاں صاحب ایاز (مبلّغ ہنگری اور یوگوسلاویہ) نے سالار جیش کی حیثیت سے کام کیا۔ اور ۱۰ر دسمبر ۱۹۳۵ء کو مرزا گل محمد صاحب سالار جیش اور سید احمد صاحب افسر جیش بنائے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۶ر دسمبر ۱۹۳۵ء کے خطبہ جمعہ میں حاجی احمد خاں صاحب ایاز کی فرض شناسی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:"ہماری مساجد کے سامنے پریذیڈنٹوں کو نیشنل لیگ کے ایک سالار جیش نے شکست دیدی اور ساتھ ہی اس احمدی لڑکے نے ثابت کر دیا ہے کہ جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے نوجوان موجود ہیں کہ جب کام کا وقت آئے تو خواہ حالات کچھ ہوں وُہ کام پُورا کر کے دکھا سکتے ہیں۔ مجھے اس امر کا خیال کر کے کہ ہمارے نوجوانوں میں وُہ روح موجود ہے کہ اگر اسے اُبھارا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن میں ایسے افراد موجود ہیں جو ہر قربانی کر کے کام کو پُورا کر دینگے۔ اِس قدر خوشی ہوتی ہے کہ جیسے کہتے ہیں۔ فلاں شخص کو بادشاہت مل گئی" الخ (الفضل ۱۲ر دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ کالم ۲)

بہت بڑا بوجھ ہے اور چندے کا بہت بڑا حصہ اِن پر خرچ کرنا پڑتا ہے مگر وُہ کام کیا کرتے ہیں۔ اگر کام کرنیوالے صرف وُہی ہوں تو سلسلہ کی ترقی بند ہو جائے۔ اِن کے ذریعہ سال میں صرف دو تین سَو کے قریب لوگ بیعت کرتے ہیں۔ اور باقی جن کی تعداد کا اندازہ دس بارہ ہزار کے قریب ہے، جماعت کے لوگوں کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوتے ہیں۔ رہے مباحثات جو مبلّغین کو کرنے پڑتے ہیں۔ یہ اُسی وقت تک ہیں جبتک ہمارے ملک کے لوگوں کے اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی۔ مباحثات پبلک کے اخلاق کی خرابی کیوجہ سے کرنے پڑتے ہیں۔ . . . . ہمارا یہ مقصد نہیں کہ علماء مباحثات کیلئے پیدا کریں بلکہ علماء کی غرض یہ ہے کہ وُہ آفیسرز کی طرح ہوں جو اپنے اردگرد فوج جمع کریں اور اُس سے کام لیں۔ یا اُس گڈریئے کی طرح جس کے ذمّہ ایک گلّے کی حفاظت کرنا ہوتی ہے۔ اور یہ کام دس بیس مبلّغ بھی عمدگی سے کرسکتے ہیں۔ جبتک ہمارے مبلّغ یہ نہ سمجھیں۔ اُسوقت تک ہمارا مقصد پُورا نہیں ہوسکتا۔ مبلّغ کے معنے وُہ یہ سمجھتے ہیں کہ غیروں کو مخاطب کرنیوالا۔ مگر صرف یہ معنی نہیں۔ بلکہ اسکے معنی یہ بھی ہیں کہ غیروں کو مخاطب کرانے والا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون مبلّغ ہوسکتا ہے؟ مگر آپؐ کس طرح تبلیغ کیا کرتے تھے؟ اس طرح کہ شاگردوں سے کراتے تھے۔ صحابہؓ میں آپؐ نے ایسی رُوح پھونک دی کہ انہیں اُسوقت تک آرام نہ آتا تھا جبتک خدا تعالیٰ کی باتیں لوگوں میں نہ پھیلالیں۔ پھر صحابہؓ نے دُوسروں میں یہ رُوح پھونکی۔ اور اُنہوں نے اوروں میں۔ اور اِس طرح یہ سلسلہ جاری رہا حتّٰی کہ مُسلمانوں نے اِس بات کو بُھلا دیا۔ تب خدا تعالیٰ نے اُس رُوح کو دوبارہ پیدا کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بھیجا۔ اِس طرح اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تبلیغ کر رہے ہیں۔ پس علماء کا کام یہ ہے کہ وُہ ایسے لوگ پیدا کریں جو دُوسروں کو تبلیغ کرنے کے قابل ہوں۔ وُہ خدمتگذاری اور شفقت علی النّاس کا خود نمونہ ہوں۔ اور دُوسروں میں یہ بات پیدا کریں۔ مگر عام طور پر مبلّغ لیکچر دے دینا یا مباحثہ کر لینا اپنا کام سمجھتے ہیں اور خیال کرلیتے ہیں کہ اُن کا کام ختم ہوگیا۔ اِس کا ایک نتیجہ تو یہ ہو رہا ہے کہ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ علماء بیکار رہتے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ تقریر کرنے یا مباحثہ کرنے کے بعد مبلّغ کو اِس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وُہ کچھ آرام کرے۔ کیونکہ بولنے کا کام مسلسل بہت دیر تک نہیں کیا جاسکتا۔ بولنے میں زور لگتا ہے اور تقریر کے بعد انسان نڈھال ہو جاتا ہے۔

مبلّغ سے یہ توقّع رکھنا کہ وُہ ہر روز کئی کئی گھنٹے تقریر کرے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو چند ماہ کے بعد اُسے سِل ہو جائے گی اور وہ مر جائے گا۔ پھر روزانہ کہاں اس قدر لوگ مل سکتے ہیں جو اپنا کام کاج چھوڑ کر تقریریں سُننے کیلئے جمع ہوں۔ پس یہ کام چونکہ ایسا نہیں جو مسلسل جاری رہ سکے اِسلئے لوگوں کو شکایت پیدا ہوتی ہے کہ مبلغ فارغ رہتے ہیں حالانکہ اِن حالات میں ان کا فارغ رہنا قدرتی امر ہے۔ دراصل انہوں نے اپنے فرض کو سمجھا نہیں۔ وہ کہہ دیتے ہیں کہ جب ہمارے پاس کوئی آیا ہی نہیں تو ہم سمجھائیں کسے؟ اِس وجہ سے ہم فارغ رہتے ہیں۔ لیکن اگر وُہ اپنا یہ فرض سمجھتے کہ اِن کا کام صرف تقریر کرنا ہی نہیں بلکہ لوگوں کے اخلاق کی تربیت کرنا ہے۔ انہیں تبلیغ کرنے کے قابل بنانا ہے۔ اور پھر وُہ اپنا تصنیف کا شغل ساتھ رکھیں۔ جہاں جائیں لکھنے پڑھنے میں مصروف رہیں۔ کوئی ادبی مضمون لکھیں کسی مسئلے کے متعلّق تحقیقات کریں۔ ضروری حوالے نکالیں۔ تاریخی امور جمع کریں۔ تو پھر اِنکے متعلّق یہ نہ سمجھا جائے کہ وُہ فارغ رہتے ہیں۔ یہ تاریخی مختلف کام ہیں جن کی طرف ہمارے مبلغین کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی مبلغ کہیں جاتا اور وہاں تصنیف کا شغل بھی جاری رکھتا۔ تو لوگ یہ نہ کہتے وُہ فارغ رہا۔ بلکہ یہی کہتے کہ لکھنے میں مصروف رہا۔ مگر مبلّغین کو اس طرف توجّہ نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تصنیف کا کام نہیں ہو رہا۔ ممکن ہے اِسوقت بھی یہاں بعض مبلغ ہوں مگر دعوت چونکہ ان کی طرف سے ہے جو آئندہ مبلغ بننے والے ہیں۔ اِس لئے مَیں اُنہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وُہ وُہی طریق اختیار نہ کریں جو اُن سے پہلوں نے کیا۔ اور جس کیوجہ سے نو حصّے کام ضائع ہُوا اور صرف ایک حصّہ ہو رہا ہے۔ اِس طرح جماعت کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو مبلّغ اپنے اوقات کی حفاظت نہیں کرتے اور اُنہیں صحیح طور پر صَرف نہیں کرتے وُہ جماعت کیلئے ترقی کا موجب نہیں بن سکتے۔ جو لوگ آئندہ مبلّغ بننے والے ہیں وُہ اپنے اوقات کی پُوری طرح حفاظت کرنے کا تہیّہ کریں۔ اُن کا کام صرف اپنے مُنہ سے تبلیغ کرنا نہیں بلکہ دُوسروں کو دینی مسائل سے آگاہ کرنا۔ اُن کے اخلاق کی تربیت کرنا۔ اُن کو دین کی تعلیم دینا۔ اُن کے سامنے نمونہ بن کر قربانی اور ایثار سکھانا اور اُنہیں تبلیغ کیلئے تیار کرنا ہے گویا

ہمارا ہر ایک مبلّغ جہاں جائے وہاں دینی اور اخلاقی تعلیم کا کالج کھل جائے۔ کچھ دیر تقریر کرنے اور لیکچر دینے کے بعد اور کام کئے جا سکتے ہیں۔ مگر متواتر بولا نہیں جا سکتا کیونکہ گلے سے زیادہ کام نہیں لیا جا سکتا۔ مگر باقی قویٰ سے کام لے سکتے ہیں۔ میں تقریر کرنے کے بعد لکھنے پڑھنے کا کام سارا دن جاری رکھتا ہوں۔ . . . پس میں مبلّغین کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ اُنہوں نے اپنا کام اب جو سمجھا ہوا ہے۔ وُہ اُن کا کام نہیں ہے۔ یہ بہت چھوٹا اور محدود کام ہے۔ افسر کا کام یہ نہیں ہوتا کہ سپاہی کی جگہ بندوق یا تلوار لے کر خود لڑے۔ بلکہ اُس کا کام یہ ہوتا ہے کہ سپاہیوں کو لڑائے۔ اِسی طرح مبلّغ کا کام یہ ہے کہ جماعت کو تبلیغ کا کام کرنے کے لئے تیار کرے اور اُن سے تبلیغ کا کام کرائے۔ اِس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کی ترقی ہو سکتی ہے پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ سکتی ہے۔ اِسی طرح جماعت کی تربیت کی طرف مبلّغین کو توجہ کرنی چاہیئے۔ جماعت کے بیکاروں کے متعلق تجاویز سوچنی چاہئیں۔ بیاہ شادیوں کی مشکلات کو حل کرانے کیلئے جدّوجہد کرنی چاہیئے۔ غرض جس طرح باپ کو اپنی اولاد کے متعلق ہر بات کا خیال ہوتا ہے۔ اسی طرح مبلّغین کو جماعت سے متعلق ہر بات کا خیال ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وُہ جماعت کے لئے باپ یا بڑے بھائی کا درجہ رکھتے ہیں۔"[1]

بعض جلیل القدر صحابہؓ کا انتقال

۱۹۳۵ء میں سترہ[17] جلیل القدر صحابہ انتقال فرما گئے۔ جن کے نام یہ ہیں:-

۱- حضرت پیر سراج الحق صاحبؓ سرساوی نعمانی (وفات ۳ رجنوری ۱۹۳۵ء) بعمر اسّی سال[2]۔ نہایت مخلص اور قدیم صحابہ میں سے تھے۔ "تذکرۃ المہدی" (حصہ اوّل و دوم) "مخمس"۔ "علم القرآن"۔ "قاعدہ عربی"۔ "پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے فیصلہ کا ایک طریق"۔ "سراج الحق" (حصہ اوّل۔ پنجم) آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔

---

[1] روزنامہ "الفضل" قادیان ۱۲ رنومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ و ۶۔ [2] الفضل ۶ رجنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۔

۲۔حضرت ملک الطاف خاں صاحب رضؓ (وفات ۱۵-۱۶ر جنوری ۱۹۳۵ء[۱] متوطن موضع ترناب تحصیل چارسدہ ضلع پشاور)۔ ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال سے قبل شرفِ بیعت حاصل کیا۔ صاحبِ کشف و الہام بزرگ تھے۔ احمدیت کی خاطر بہت تکلیفیں اُٹھائیں۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضؓ نے ان کی وفات پر لکھا کہ "ہمارے سلسلہ کا ایک ولی چل بسا"[۲]

۳۔حضرت مولوی احمدالدین صاحبؓ متوطن ہسولہ تحصیل چکوال ضلع جہلم۔ مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کے علاوہ سلسلہ احمدیہ کے سرگرم کارکن اور عالم باعمل اور اشاعت احمدیت کیلئے حقیقی تڑپ رکھنے والے تھے (تاریخ وفات ۲۷ر مارچ ۱۹۳۵ء)[۳]۔

۴۔حضرت ماسٹر ہدایت اللہ صاحب والد ماجد حضرت میاں محمدؐ یوسف صاحبؓ لاہور (تاریخ وفات ۲۳ر فروری ۱۹۳۵ء بعمر ۸۰ سال) قدیم صحابہ میں سے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ سے اُن کا اخلاص قابلِ رشک تھا[۴]۔

۵۔حضرت ملک محمدؐ حسین صاحبؓ بیرسٹر نیروبی (تاریخ وفات ۴ر اپریل ۱۹۳۵ء) غالباً ۱۸۸۷ء میں رہتاس ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ کے ہم مکتب تھے۔ اندازاً ۱۹۱۳ء میں افریقہ تشریف لے گئے۔ اُن کا شمار نیروبی کے ممتاز ترین بیرسٹروں میں ہوتا تھا۔ ۱۹۲۳ء میں لیجسلیٹو کونسل کے ممبر نامزد ہوئے اور میونسپل کمشنر کی حیثیت سے قوم و ملت کی شاندار خدمات انجام دیں[۵]۔

۶۔حضرت سید معراج الدین صاحبؓ نیروبی (تاریخ وفات ۱۵ر اپریل ۱۹۳۵ء)۔ ۱۹۰۵ء میں احمدیت قبول کی۔ ۱۸۹۷ء میں افریقہ تشریف لے گئے۔ ۱۹۱۱ء میں حج سے مشرف ہوئے۔ مالی مشکلات کے باوجود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی ہر تحریک پر بڑے خلوص کے ساتھ لبیک کہنے اور مالی قربانیوں میں مقامی جماعت کی ہر فرد سے بڑھ کر حصہ لیتے تھے[۶]۔

۷۔حضرت میاں دوست محمدؐ صاحبؓ نیروبی (مئی ۱۹۳۵ء)۔ حضرت سید محمودؐ اللہ شاہ صاحبؓ نے

---

[۱] الفضل ۲۰ر جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ ٭ [۲] الحکم ۲۱ر جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۱ ٭

[۳] الفضل ۱۳۔ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۴ کالم ۱ ٭ [۴] الفضل ۲۶ر فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ ٭

[۵] الفضل ۱۹ر جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۲،۱ ٭ [۶] الفضل ۱۶ر مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ ٭

آپ کی وفات پر لکھا "آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پروانہ وار فدا تھے۔ ۔ ۔ ۔ آپ کافی عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں حاضر رہے۔ آپ اُس وقت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں تھے جبکہ لیکھرام پشاوری نے حضور کو بار بار آکر سلام کیا اور حضور نے جواب نہ دیا۔ مجھے جب کبھی اس بزرگ بھائی کی صحبت میں بیٹھنے کا موقعہ ملتا۔ ایک خاص لطف اور سرور حاصل ہوتا" ۱؎

۸۔ چوہدری سردار خاں صاحبؓ ساکن چک چہور ۱۱۷ ضلع شیخوپورہ (تاریخ وفات ۱؍مئی ۱۹۳۵ء) ۲؎

۹۔ حضرت مولوی رحیم بخش صاحبؓ ساکن تلونڈی جھنگلاں (تاریخ وفات ۲؍ستمبر ۱۹۳۵ء) ۳؎ آپ اُن جلیل القدر صحابہ میں سے تھے جن کو زمانہ دعویٰ ماموریت سے بھی قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت و ملاقات کے کئی قیمتی مواقع میسر آئے۔ بیعت سے قبل حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے مُرید تھے۔

۱۰۔ حضرت میاں مہراں بخش صاحبؓ ساکن شیخ پور ضلع گجرات (تاریخ وفات ۲۳؍اگست ۱۹۳۵ء)۔ بچاسی سال زندگی پائی۔ ۴؎

۱۱۔ حضرت چوہدری مہرالدین صاحبؓ (ساکن موضع بوبک (متر) ظفروال ضلع سیالکوٹ (تاریخ ولادت ۱۸۶۷ء تاریخ وفات ۶؍ستمبر ۱۹۳۵ء) آپ ۱۹۰۲ء میں داخل احمدیت ہوئے۔ مخالفین نے آپ کو بہت تکالیف پہنچائیں۔ تبلیغ کی خاص دھن تھی۔ ویرکا ناروال ریلوے لائن کھلنے سے پہلے آپ اکثر سال میں دو تین بار پیدل چل کر قادیان جایا کرتے تھے۔ دُعاؤں سے خاص شغف تھا اور اولاد کی تربیت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ۵؎

۱۲۔ شیخ عبدالرزاق صاحب بیرسٹر امیر جماعت احمدیہ لائل پور (تاریخ وفات ۱۱/۱۲؍اکتوبر ۱۹۳۵ء) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے مگر خلافت ثانیہ کی بیعت دسمبر ۱۹۳۳ء میں کی۔ بیعت کرنے کے بعد آپ کی

۱؎ الفضل ۵؍فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۸ ٭ ۲؎ الفضل ۲۵؍مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۴ ٭

۳؎ الفضل ۵؍ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۔ (صفحہ ۹ - ۱۱) میں حضرت مولوی صاحبؓ کے خود نوشت سوانح شائع شدہ ہیں۔ آپ کے لڑکے محمد عبداللہ صاحب، عبدالرحیم صاحب، ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب اور عبدالقدیر صاحب ہیں جو ان دنوں نواب شاہ (سندھ) میں رہتے ہیں ٭ ۴؎ الفضل ۲۶؍ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ ٭

۵؎ الفضل ۱۴؍دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۷۔ آپ کے لڑکے کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب سابق درویش قادیان (حال ربوہ چوہدری نذیر احمد صاحب (مرحوم۔ وفات ۶؍ستمبر ۱۹۳۵ء) چوہدری محمد احمد صاحب واقف زندگی (دفتر محاسب ربوہ)۔ لیفٹیننٹ نور احمد صاحب۔ چوہدری ظہور احمد صاحب سی ایم اے کراچی ٭

زندگی میں ایک ایسا زبردست تغیر اور حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوگئی کہ اگر آپ کو ابدال کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ مرکز کی طرف سے آنے والے ہر مبلغ یا کارکن کی مہمان نوازی اور آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔[1]

۱۳۔ حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ (تاریخ وفات ۱۲ر اکتوبر ۱۹۲۵ء بعمر ۷۵ سال) مرحوم نومسلم تھے۔ سن ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی۔ نہایت خوش بیان واعظ، عابد و زاہد اور مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کی عمر کا بیشتر حصہ تبلیغ احمدیت کے لئے وقف رہا۔[2]

۱۴۔ حضرت منشی فیاض علی صاحبؓ (تاریخ وفات ۱۶ر اکتوبر ۱۹۲۵ء بعمر ۹۰ سال) متوطن سروہ ضلع میرٹھ ۳۱۳ صحابہ کبار میں شمولیت کا فخر حاصل تھا۔ رؤیاء صالحہ اور کشوف سے مشرف تھے۔ دہلی میں انتقال کیا۔ اور بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ صحابہ میں دفن کئے گئے۔[3]

۱۵۔ حضرت مرزا اسماعیل بیگ صاحبؓ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم خدام میں سے تھے۔ (تاریخ وفات ۲۷ر اکتوبر ۱۹۲۵ء)[4]

۱۶۔ حضرت شیخ عبدالرحمٰن صاحبؓ مسکین فریدآبادی (تاریخ وفات ۱۳ر دسمبر ۱۹۲۵ء)[5]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی زبان مبارک سے ذکرِ خیر

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے ۲۰ر اکتوبر ۱۹۲۵ء کے خطبہ جمعہ کے بعد فرمایا:[6] "پچھلے عشرہ میں جماعت احمدیہ کے بعض اچھے مخلص فوت ہوگئے ہیں۔ جن میں زیادہ تر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ ہیں۔ ایک ہمارے شیخ غلام احمد صاحب واعظ تھے جن کا انتقال اسی ہفتہ ہوا۔ پھر شیخ عبدالرزاق صاحب بیرسٹر لائل پور کا انتقال ہوا ہے۔ انہیں مبایعین کی جماعت میں داخل ہوئے گو ابھی ڈیڑھ سال ہی ہوا تھا مگر وہ بھی صحابی تھے۔ اور بیعت خلافت کے بعد انہوں نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کرلی تھی اور جماعت کے کاموں میں بہت قربانی کرنے لگ گئے تھے اور روزانہ اخلاص میں بڑھتے چلے جارہے تھے۔

---

[1] الفضل ۳۰ر اکتوبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۵ ٭ [2] الفضل ۱۵ر اکتوبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۲۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ؓ نے الحکم (۱۴/۲۸ر اکتوبر) اور ۲۱/۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۵ء میں آپ کی مفصل سوانح شائع کردی تھی ٭ [3] الفضل ۲۰ر اکتوبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۲ ٭

[4] الفضل ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۱ کالم ۱ ٭ [5] الفضل ۱۷ر دسمبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۱ کالم ۱ ٭

[6] ملاحظہ ہو الفضل ۲۴ر اکتوبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۰ ٭

خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب بھی وفات پا گئے ہیں۔ وہ گو صحابی نہیں تھے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں انہوں نے بیعت کی۔ مگر نہایت مخلص تھے اور ہمیشہ جماعت کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیہ سید محمد علی شاہ صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ بھی وفات پائی ہیں۔ وہ بھی سلسلہ سے گہرا اخلاص رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان پر اپنے فضل کا ہاتھ رکھے۔ منشی فیاض علی صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور ۳۱۳ میں ان کا نام تھا۔ فوت ہو گئے ہیں۔ . . .

ان موتوں کے ساتھ ساتھ یہ خیال ہر شخص کے دل میں اُٹھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ روز بروز کم ہوتے جا رہے ہیں۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ کوشش کریں کہ وہ اسی رنگ میں رنگین ہو جائیں جس رنگ میں یہ لوگ رنگین تھے۔ وہ سلسلہ کے لئے قربانیاں کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے انابت اور توجہ کریں کہ اس انابت کے نتیجہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔ اور ان کا ایمان صرف خشک ایمان نہ رہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی طرح انہیں زندہ ایمان حاصل ہو۔"[1]

احمدیت اور سیاسیات عالم

۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء میں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ قادیان میں منعقد ہوا۔ جس میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لا کر تین بار خطاب فرمایا۔ (۱) اپنی افتتاحی تقریر میں اسلام اور احمدیت کے عالمگیر غلبہ کی پیشگوئی کا تذکرہ فرمایا۔[2] (۲) دوسرے دن کی تقریر میں تحریک جدید کے مقاصد پر بالتفصیل روشنی ڈالی۔[3] (۳) تیسرے دن کے افتتاحی خطاب میں بڑی شرح و بسط سے بیان فرمایا کہ احمدیت دنیا کی سیاسیات میں کیا تغیر پیدا کرنا چاہتی ہے۔[4]

اس مضمون کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ اس کے مطابق ہمیں یقین ہے کہ

---

[1] الفضل ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰ کالم ۲ ؛ [2] الفضل ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱-۳ ؛ [3] الفضل ۲۸ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱
[4] الفضل ۲۹ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱-۲ ؛

بادشاہ احمدیت میں داخل ہونگے۔ لیکن جب وُہ بادشاہ آئیں گے تو انہیں کون بتائے گا تمہارے کیا فرائض ہیں۔ اگر آج ہم قرآنی تعلیم سے اخذ کر کے وُہ فرائض اپنی کتابوں میں نہیں لکھ دیں گے جو بادشاہوں اور حکومتوں کے ہیں تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وُہ دُنیوی بادشاہوں کی نقل کریں گے۔ اور اُس کا نتیجہ بجز تباہی کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ پس آپ لوگوں میں سے ہر ایک کو معلوم ہونا چاہیئے کہ احمدیت کس قسم کی بادشاہت دُنیا میں قائم کرنا چاہتی ہے۔ تا جب بادشاہت آئے اور اُس وقت کے بادشاہ کسی اور رنگ میں کام کرنا چاہیں تو فوراً اُن کو بتا دیا جائے کہ یُوں حکومت کرو۔ ہم تمہیں وُہ باتیں قرآن مجید سے اخذ کر کے بتاتے ہیں جن کے ماتحت تمہارے لئے کام کرنا ضروری ہے۔[1]

اس تفصیل کے بعد حضور نے لیگ آف نیشنز اور اسکی ناکامی کے اسباب بتائے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں امنِ عالم کے ذرائع پر سیر حاصل روشنی ڈالی اور آخر میں اسلامی لیگ آف نیشنز کا خاکہ رکھنے کے بعد نصیحت فرمائی کہ وُہ یہ خیالات دُنیا میں پھیلائیں تا اسلام اور احمدیت کی برتری ثابت ہو۔[2]

۱۹۳۵ء کی عید الفطر اور حضرت امیر المومنین کا بصیرت افروز خطبہ

۱۹۳۵ء کے سالانہ جلسہ کے معًا بعد ۲۸ دسمبر ۱۹۳۵ء کو عید الفطر منائی گئی۔ قادیان میں خلقت کے اژدہام کا یہ عالم تھا کہ عید گاہ کے نہایت وسیع میدان کے علاوہ دُور دُور تک احمدی ہی احمدی نظر آتے تھے۔

اِس موقعہ پر شہر سے دُور مقام پر لاؤڈ سپیکر کا انتظام ممکن نہیں تھا اِس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خطبہ کے الفاظ دُوسروں تک پہنچانے کیلئے سلسلہ احمدیہ کے نو جیّد علماء حسب ذیل نقشہ کے مطابق متعیّن فرمائے:۔[3]

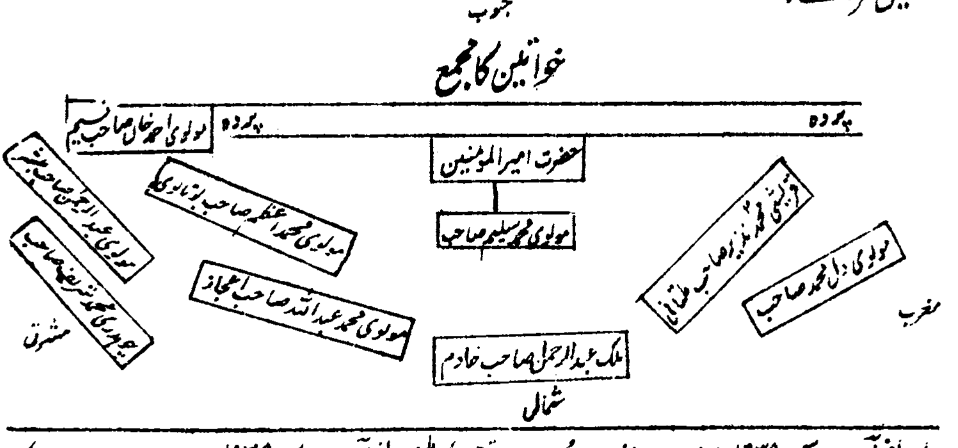

---

[1] الفضل ۲۹ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ ۔ [2] اس پُر معارف تقریر کا ملخص الفضل ۲۹ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ - ۲ پر موجود ہے جسکے سرسری مطالعہ سے بآسانی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اصل تقریر کس شان کی ہوگی ۔ [3] الفضل ۲ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۴

حضرت امیر المومنینؓ جو فقرہ ارشاد فرماتے۔ وُہ مولوی محمد سلیم صاحب بلند آواز سے دوہراتے۔ اور اُن سے سُن کر مولوی دل محمد صاحب۔ قریشی محمدؐ نذیر صاحب۔ مولوی محمد عبد اللہ صاحب اعجاز۔ مولوی محمدؐ اعظم صاحب اور مولوی احمد خاں صاحب نسیم بآوازِ بلند کہتے اور اُن کے بعد ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم اور مولوی محمدؐ شریف صاحب دوہراتے۔ اِس طرح حضور کی تقریر تمام مجمع میں گونج جاتی۔

حضرت امیر المومنین رضؓ نے قریباً نصف گھنٹہ تک خطاب فرمایا اور جماعت کو نصیحت فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ سے تعلقات کی بنیاد محبّت پر رکھو۔[1] اِس پُر معارف خطبہ کی جذب و تاثیر کا یہ عالم تھا۔ کہ بیسیوں اصحاب کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اور مجمع پر رِقّت کی کیفیت طاری تھی۔[2]

فصل ششم

۱۹۳۵ء کے بعض مُتفرّق مگر اہم واقعات

خاندانِ مسیح موعودؑ میں ترقّی

۱۔ مرزا رشید احمد صاحب کے گھر میں ایک بچی پیدا ہوئی۔[3]

۲۔ ۲۵/۲۶ جولائی ۱۹۳۵ء کی درمیانی شب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حرم اوّل میں صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب کی ولادت ہُوئی۔[4]

۳۔ ۳۱ اگست ۱۹۳۵ء کو حضرت مرزا شریف احمدؐ صاحب کے ہاں صاحبزادی امۃ الوحید بیگم کی ولادت ہوئی۔[5]

۴۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۵ء کو صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے ہاں محترمہ سیّدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کے بطن مبارک سے صاحبزادی امۃ الرؤف پیدا ہوئیں جو حضرت امیر المومنینؓ کی پہلی نواسی، حضرت مرزا شریف احمدؐ صاحب کی پہلی پوتی اور حضرت اُمّ المومنینؓ کی پہلی پڑپوتی تھیں۔[6]

۵۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب رضی اللہ عنہ کے مشکوئے معلّی میں میاں شاہد احمد خاں صاحب

---

[1] خطبہ کا مکمل متن الفضل ۴ جنوری ۱۹۳۶ء میں شائع شدہ ہے ص۱۔ [2] الفضل ۲ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۔

[3] الفضل ۲۰ جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۔ [4] الفضل ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۳۔

[5] الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء ص۲ کالم ۲۔ [6] الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۳۵ء ص۱ و الفضل ۲۷ ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۲۔

پیدا ہوئے۔[1]

۶۔۳۔۴ر نومبر ۱۹۳۵ء کی درمیانی شب کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے ہاں امۃ اللطیف بیگم صاحبہ کی ولادت ہوئی۔[2]

سنگ بنیاد اس سال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک سے مندرجہ ذیل اصحاب کے مکانات کا سنگ بنیاد رکھا:۔

مرزا عبد الغنی صاحب پنشنر کینیا۔ (۲۰ر جنوری ۱۹۳۵ء۔ محلہ دار البرکات)[3]

مسجد دار البرکات ۔ (۱۸ر فروری ۱۹۳۵ء)[4]

سلطان احمد صاحب مہاجر۔ (۱۸ر فروری ۱۹۳۵ء۔ دار البرکات)[5]

حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ افریقہ (۱۸ر فروری ۱۹۳۵ء۔ دار الفضل)[6]

حضرت سید عزیز اللہ شاہ صاحب (۱۱ر مارچ ۱۹۳۵ء۔ دار الانوار)[7]

چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب۔ (۱۲ر اپریل ۱۹۳۵ء۔ دار الانوار)[8]

ڈاکٹر سید ظہور احمد شاہ صاحب۔ (۶ر مئی ۱۹۳۵ء۔ دار البرکات)

وٹرنری اسسٹنٹ سرجن پاکپتن (حال واقف زندگی تحریک جدید ربوہ)

میاں اللہ دتہ صاحب مالیپوری سپاہی پنشنر (۶ر مئی ۱۹۳۵ء۔ دار البرکات)[9]

مکان ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب زاہدان (۴ر جون ۱۹۳۵ء۔ دار البرکات)[10]

مسجد دار السعتہ ۔ (۳۰ر ستمبر ۱۹۳۵ء)[11]

مکان بابو اللہ بخش صاحب کسٹم آفیسر پشاور۔ (۲۱ر نومبر ۱۹۳۵ء۔ دار الرحمت)[12]

---

[1] الحکم ۲۱۔۲۸ر اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ ٭ [2] الفضل ۶ر نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۳۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم میں آپ کی تاریخ ولادت ۵ر نومبر ۱۹۳۵ء درج ہے جو سہو ہے) ٭ [3] الفضل ۲۴ر جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم ۱

[4][5][6] الفضل ۲۱ر فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم ۱ ٭ [7] الفضل ۱۴ر مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم ٭

[8] الفضل ۱۴ر اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ ٭ [9] الفضل ۸ر مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم ۲ ٭

[10] الفضل ۷ر جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۱ کالم ۱ ٭ [11] الفضل ۳ر اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ کالم ۱ ٭

[12] الفضل ۲۴ر نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۴ کالم ۴ ٭

گوردوارہ پٹنہ صاحب کی تعمیر کے لئے امداد

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے ایک وفد نے جو سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" اور مولانا جلال الدین صاحب شمس پر مشتمل تھا) ۲۲ فروری ۱۹۳۵ء کو کرنل سردار رگھبیر سنگھ صاحب سردار ڈیوڑھی وسیکرٹری گوردوارہ پٹنہ صاحب کمیٹی کو مبلغ پانسو روپیہ کی رقم گوردوارہ پٹنہ صاحب کی تعمیر کے لئے دی۔[۱]

اخبار "پرتاپ" (۲۷ فروری ۱۹۳۵ء) نے اس واقعہ کی خبر درج ذیل الفاظ میں شائع کی:۔

"پٹیالہ ۲۴ فروری۔ ۲۲ فروری کو امام جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن نے کرنل سردار رگھبیر سنگھ صاحب سیکرٹری گوردوارہ کمیٹی سے ملاقات کی اور گوردوارہ کی تعمیر کے لئے ۵۰۰ روپیہ چندہ دیا۔ چندہ کو منظور کرتے ہوئے کرنل رگھبیر سنگھ نے کہا کہ اس رقم کی امداد سے سکھوں اور احمدیوں کے تعلقات جو پہلے ہی خوشگوار ہیں زیادہ بہتر ہو جائیں گے۔ ڈیپوٹیشن نے ہز ہائینس شری مہاراجہ صاحب بہادر آف پٹیالہ سے بھی جو کمیٹی کے پریذیڈنٹ ہیں ملاقات کی۔ انہوں نے احمدیہ جماعت کی اس سپرٹ کی بہت تعریف کی۔ اور کہا کہ آجکل کے فرقہ دارانہ کشیدگی کے دنوں میں اس قسم کی ہمدردانہ امداد بد اعتمادی اور شکوک کو جو مختلف جماعتوں میں پائے جاتے ہیں دُور کر دیگی"[۲]

اس خبر پر سکھ اخبار "شیر پنجاب" نے یہ تبصرہ کیا کہ:۔

"جو لوگ احمدیوں کی تنظیم، اُن کی سرگرمیوں اور مختلف تحریکوں سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ سب انکی (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ناقل) قوتِ عظیم، اسلامی لٹریچر سے نہایت وسیع واقفیت، علم و فضل اور اپنی جماعت کی قیادت کے لئے غیر معمولی تدبّر و دانشمندی کے قائل ہیں اور سکھوں کے ایک نہایت متبرک و مقدس گوردوارہ کی عمارت کی تعمیر کے لئے پانچسو روپیہ چندہ کی یہ رقم جہاں غیر مسلم ہمسایوں سے آپکے خلاص اور رواداری کا ایک ثبوت سمجھا جائیگا۔ وہاں اس میں آپ کی مسلّمہ معاملہ فہمی اور دانشمندی کا راز بھی مضمر ہے۔۔۔۔۔ ہم اس فیاضانہ چندہ کیلئے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور آپکو یقین دلاتے ہیں کہ خالصہ پنتھ آپ کے اس اخلاص کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور جب کوئی موقعہ آیا سکھ بھی احسان کا بدلہ احسان اور نیکی کا بدلہ نیکی میں دیں گے"۔[۳]

---

[۱] الفضل ۸ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ ؛ [۲] بحوالہ اخبار "نور" قادیان ۱۳ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۷ کالم ۳ ؛
[۳] بحوالہ الفضل ۸ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ ؛

برما مشن کا قیام

مارچ ۱۹۳۵ء میں مولانا احمد خاں صاحب نسیم حال ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد تبلیغ احمدیت کے لئے برما تشریف لے گئے۔ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اُن کو روانگی کے وقت نصیحت فرمائی۔ کہ وُہ زیادہ تر تبلیغ میں توجہ زیر آبادی[1] لوگوں کی طرف کریں[2] چنانچہ آپ نے اس بارے میں خاص طور پر جدوجہد فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے بھی آپکی کوششوں میں غیر معمولی برکت ڈالی اور کامیابی بخشی۔ جب آپ ابتداء میں برما پہنچے تھے۔ زیر آبادیوں میں صرف تین یا چار احمدی موجود تھے۔ مگر ۱۹۳۹ء میں یہ تعداد سو سے بھی زیادہ ہوگئی۔ اور میمیو اور بسین میں بڑی بڑی جماعتیں قائم ہوگئیں۔ شامل احمدیت ہونے والوں میں عربی عالم، انگریزی دان اور زیر آبادی قوم کے لیڈر بھی تھے[3] مولمین شہر میں آپ نے ایک مناظرہ کیا جس کے بعد ۱۸ افراد داخل احمدیت ہوئے۔ اسی طرح میمیو میں چند دنوں میں ہی ساٹھ آدمیوں نے بیعت کرلی۔ قیام برما کے دوران آپ نے برمی زبان میں ایک کتاب "فیصلہ آسمانی" کے نام سے شائع کی۔ جو تبلیغی لحاظ سے بہت مفید ثابت ہوئی۔ برما میں آپ کو اپنی تبلیغی مہمات میں جن مخلص احمدیوں کا خاص طور پر تعاون حاصل رہا۔ اُن کے نام یہ ہیں۔ (۱) عبدالقادر کٹی مالاباری (۲) ایم محمود صاحب میمیو (۳) ڈاکٹر غلام نادر صاحب حال چک چہور مغلیاں ۱۱۷ ضلع شیخوپورہ (۴) ٹی پی محمد صاحب (۵) ڈاکٹر محمد صدیق صاحب (۶) شیخ محمد سعید صاحب بی اے ایل ایل بی ابن میاں محمد ابراہیم صاحب چنیوٹی کانپور (۷) میاں محمد افضل صاحب گوجرانوالہ۔ (۸) اے کے این پیر محمد صاحب (۹) ایم ایل مرے کار صاحب (۱۰) برکت علی خانصاحب کنٹریکٹر ٹلگوئی (۱۱) کوکولے صاحب (۱۲) کوکوجی صاحب (۱۳) محمد ابراہیم صاحب برمی (۱۴) عبدالغنی صاحب (۱۵) ماسٹر عاشق علی صاحب۔[4]

محترم نسیم صاحب دسمبر ۱۹۳۹ء میں برما سے واپس قادیان آگئے۔

---

[1] شاہ شجاع بادشاہ افغانستان کے عہد حکومت (۱۸۰۳ء تا ۱۸۱۶ء ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۱ء) کے دوران جو مسلمان برما میں آباد ہوئے ان کو برما میں زیر آباد کہتے ہیں۔

[2] حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کو برما میں جاتے ہی سب سے پہلی اور اہم ہدایت یہ موصول ہوئی۔ کہ رپورٹ باقاعدہ آنی چاہیئے۔ چنانچہ آپنے اس کی تعمیل کی برمی احمدیوں کے چندوں کی نسبت حضور نے نسیم صاحب کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ تینتیس ۳۳ فیصدی چندہ برما میں خرچ کر سکتے ہیں۔ باقی رقم مرکز میں بھیجی جائے۔

[3] مثلاً مونکو اسے القاسم جن کے مضامین اخبارات سلسلہ میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔

[4] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۳۸-۱۹۳۹ء صفحہ ۱۵۱-۱۵۵

اس کے علاوہ دو اور کتابیں بھی آپ نے شائع کیں جن میں سے "فیصلہ قرآنی" بہت مشہور ہوئی۔ اس کتاب نے مخالفین پر احمدیت کا رعب بٹھا دیا۔ یہ کتاب ایک تامل اخبار[1] کے اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ اور اس کا ترجمہ کرا کے تامل زبان میں شائع کی گئی تھی[2]۔

آپ کے بعد مولوی محمد سلیم صاحب برما بھجوائے گئے۔ مولوی صاحب موصوف ۱۳ اپریل ۱۹۴۰ء سے لیکر دسمبر ۱۹۴۰ء تک برما مشن کے انچارج مبلغ رہے۔[3][4]

اخبار "البشریٰ" (حیدرآباد سندھ) کا اجراء

اسلامی ایشیا میں سندھ کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں۔ اس سرزمین کو ضیاء احمدیت سے منور کرنے کے لئے ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب اخوند[5] نے سندھی زبان میں حیدرآباد سندھ سے "البشریٰ" نامی ایک پندرہ روزہ اخبار نکالنا شروع کیا جس کا پہلا پرچہ یکم مئی[6] ۱۹۳۵ء کو شائع ہوا۔ اخبار کے روح رواں ڈاکٹر صاحب موصوف ہی تھے۔ مگر سرکاری ملازم ہونے کے باعث اُن کی بجائے مرزا امیر احمد صاحب کا نام بطور مدیر لکھا جاتا تھا۔

البشریٰ اگرچہ صرف چھ ماہ[7] تک جاری رہ سکا۔ مگر اس نے تھوڑے عرصہ میں سندھی صحافت اور عوام دونوں پر گہرا اثر ڈالا۔ اور اُس کے مضامین کو خاصی اہمیت دی جانے لگی تھی۔

لکھنؤ میں احمدیہ دار التبلیغ اور احمدیہ دار المطالعہ کا افتتاح

۹ اگست ۱۹۳۵ء کو جماعت احمدیہ لکھنؤ کے دار التبلیغ اور دار المطالعہ کا افتتاح کیا گیا۔ اس تقریب پر مولوی محمد عثمان صاحب لکھنوی کی صدارت میں ۷ بجے شام ایک جلسہ بھی منعقد ہوا۔[8]

---

[1] اخبار کے مالک کا نام ایم اے کریم غلام (M.A. KARIM GHULAM) تھا۔

[2] محترم نسیم صاحب تامل زبان نہیں جانتے تھے۔ اس لئے پہلے آپ نے ایک تامل جاننے والے سے اخبار کے مضمون کا انگریزی ترجمہ کرایا۔ پھر اسے پیش نظر رکھ کر مسودہ تیار کر کے ایک دوسرے دوست سے اسے تامل میں منتقل کرایا۔

[3] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۴۰ء، ۱۹۴۱ء صفحہ ۱۱۔ [4] جون ۱۹۵۳ء میں مجاہد تحریک جدید سید منیر احمد صاحب باہری نے برما مشن کا احیاء کیا جس کی تفصیل ۱۹۵۳ء کے واقعات میں آئے گی۔ [5] متوطن مٹیاری تعلقہ ہالہ ضلع حیدرآباد سندھ حال نضل عمر ہسپتال ربوہ۔ [6] الفضل ۴ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۷۔ [7] ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب کا بیان ہے کہ "تحریک جدید نے دو سو روپے دئے۔ لیکن خریداری کے نہ ہونے کے سبب اخبار بند ہوگیا۔" [8] الفضل ۱۴ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ کالم ۴۔

سرگودھا میں مذہبی کانفرنس جماعت احمدیہ سرگودھا کے زیر انتظام ۱۳، ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء کی شام کو ایک مذہبی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوئے۔ اور احمدی نمائندہ کے علاوہ شیعہ، سناتن دھرم، سکھ، آریہ سماج کے مقررین نے "کامل انسان بننے کیلئے میرا مذہب کیا راہ نمائی کرتا ہے" کے موضوع پر تقریریں کیں۔ سامعین کی تعداد دو ہزار کے قریب ہوگی۔ کانفرنس توقع سے بڑھ کر کامیاب ہوئی۔ ؎۱

فرید کوٹ میں مذہبی کانفرنس ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو آریہ سماج کی طرف سے فرید کوٹ میں بھی ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے "مجھے میرا مذہب کیوں پیارا ہے" کے مضمون پر لیکچر دئے۔ کانفرنس میں مولانا جلال الدین صاحب شمس نے جماعت احمدیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے اسلام کی خوبیاں بیان کیں۔ اگرچہ وقت بہت تھوڑا تھا مگر حضرت مولوی صاحب نے نہایت عمدگی سے اپنے موضوع پر روشنی ڈالی۔ تمام مسلمان دوران تقریر بار بار سبحان اللہ کہتے رہے اور تقریر کے خاتمہ پر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ؎۲

۱۹۳۵ء کی نئی مطبوعات اس سال مندرجہ ذیل کتب سلسلہ احمدیہ کی طرف سے شائع ہوئیں جن سے احمدی لٹریچر میں قابلِ قدر اضافہ ہوا:۔

۱۔ اسلام اور غلامی" ISLAM AND SLAVERY" (مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ)۔

۲۔ حدیث THE HADETH (از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم اے۔ امام مسجد لنڈن)

۳۔ ابنائے فارس۔ (تالیف صوفی عبدالقدیر صاحب)

۴۔ "مفتاح القرآن" (شائع کردہ کتاب گھر قادیان)

۵۔ تحفۃ النصاریٰ

۶۔ حضرت مسیح موعودؑ کے انعامی چیلنج (مرتبہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور)

۷۔ بستانِ احمدؑ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خاندان کی پُر معارف نظموں کا دلکش مجموعہ)

۸۔ عقائد احمدیہ۔ (مرتبہ سید بشارت احمد صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدر آباد دکن)

۹۔ "احمدیت کا پیغام" (لیکچر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب)

؎۱ الفضل ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۱ ٭ ؎۲ الفضل ۸ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ کالم ۳ ٭

اندرونِ ملک کے مشہور مناظرے

۱۹۲۵ء میں جماعت احمدیہ کے مبلغین کو متعدد مقامات پر غیر از جماعت مسلمانوں اور غیر مسلموں سے مناظرے کرنا پڑے۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ کیا جاتا ہے:۔

۱۔ مباحثہ تاروا علاقہ بنگال۔ یہاں ۹ر فروری ۱۹۲۵ء کو مولانا محمد سلیم صاحب فاضل اور مولانا ظل الرحمن صاحب بنگالی نے غیر احمدی علماء سے مباحثہ کیا۔ جس کے بعد تیرہ افراد احمدی ہو گئے۔[۱]

۲۔ مباحثہ دہلی۔ ۹ر مارچ ۱۹۲۵ء کو انجمن سیف الاسلام دہلی کے سالانہ جلسہ پر مولانا جلال الدین صاحب شمس کا مولوی سعد اللہ صاحب سے مناظرہ ہوا۔ موضوع بحث یہ تھا کہ "اہل سنت والجماعت کے موجودہ عقائد کی رُو سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے یا حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی؟" مناظرہ اس درجہ کامیاب تھا کہ دوسرے دن سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو اپنی تقریر میں کہنا پڑا کہ آئندہ قادیانیوں کے ساتھ ہرگز مناظرے نہ کئے جائیں۔[۲]

۳۔ مباحثہ ننگلو پور (متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور) اس مقام پر چوہدری محمد شریف صاحب فاضل حال مبلغ گیمبیا نے مولوی نور حسن صاحب گرجاکھی سے تینوں اختلافی مسائل پر مناظرہ کیا۔ سامعین نے دلائل کی رُو سے احمدیت کی فتح تسلیم کی۔[۳]

۴۔ مباحثہ مشرقی بنگال۔ ۱۸۔ ۱۹ر مارچ ۱۹۲۵ء کو مشرقی بنگال میں مولانا محمد سلیم صاحب فاضل اور برہمن بڑیہ کے مدرسہ عربیہ کے صدر المدرسین مولوی تاج الاسلام کے مابین قریباً چودہ گھنٹے تک عربی زبان میں مناظرہ ہوا۔ غیر احمدی عالم چونکہ چند جملے کہہ کر بیٹھ جاتے تھے۔ اس لئے اکثر وقت احمدی مناظر ہی کو بولنا پڑا۔ دورانِ مباحثہ مولوی تاج الاسلام صاحب نے کہا کہ مجھے کوئی جواب نہیں دیئے گئے۔ مگر غیر احمدی صدر صاحب نے اقرار کیا کہ جواب تو آگیا ہے۔ ہاں آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو یہ اور بات ہے۔[۴]

۵۔ مباحثہ نواں شہر دوآبہ۔ انجمن اسلامیہ نواں شہر و کریام کا سالانہ جلسہ ۱۱، ۱۲ر اپریل ۱۹۲۵ء کو منعقد ہوا۔ جس میں غیر احمدی علماء نے سخت بدزبانی کی۔ جلسہ کے اختتام پر جماعت احمدیہ کی طرف سے چوہدری محمد شریف صاحب فاضل اور احرار کی طرف سے مولوی محمد علی صاحب جالندھری نے مناظرہ

---

[۱] الفضل ۲۱ر فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۲ کالم ۲ ٭ [۲] الفضل ۱۹، ۱۷ر مارچ ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۰ ٭
[۳] الفضل ۲۱ر اپریل ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۰ کالم ۱ ٭ [۴] الحکم ۲۱ر مارچ ۱۹۲۵ء صفحہ ۲ ٭

کیا۔ شرفاء نے احراری مناظر کے لاجواب ہونے اور بداخلاق ہونے کا برملا اقرار کیا۔ اور ایک دوست داخل سلسلہ احمدیہ بھی ہوئے۔[1]

۶۔ مباحثہ کوہاٹ۔ مولانا چراغ دین صاحب مبلّغ سلسلہ احمدیہ نے ۲۲؍مئی ۱۹۳۵ء کو ماسٹر نظام الدین صاحب کوہاٹی کے ساتھ مسئلہ وفات و حیات مسیح پر مباحثہ کیا جس کا پبلک پر اچھا اثر ہؤا۔[2]

۷۔ مباحثہ بستان افغاناں۔ چوہدری محمدؐ شریف صاحب فاضل نے ۲۶؍مئی ۱۹۳۵ء کو باغ موضع مصطفیٰ پور میں مولوی محمد شفیع صاحب نکھتروی سے صداقت مسیح موعودؑ پر مناظرہ کیا۔ سکھ اور ہندو دوستوں اور منصف مزاج مسلمانوں نے احمدی مناظر کے دلائل کی داد دی۔[3]

۷۔ مباحثہ سمرالہ ضلع لدھیانہ۔ ۱۱؍۱۲؍اگست ۱۹۳۵ء کو احمدی عالم مولوی غلام مصطفےٰ صاحبؓ فاضل نے مولوی عبدالقادر صاحب روپڑی سے تینوں اختلافی مسائل پر مناظرہ کیا۔ سنجیدہ طبقہ نے برملا تسلیم کیا کہ احمدی مولوی صاحبؓ ایک جیّد عالم ہیں۔ اور روپڑی صاحب تو کوئی نئی اور ٹھوس بات پیش ہی نہیں کر سکے اور محض تضیع اوقات کرتے رہے ہیں۔[4]

۸۔ مباحثہ اجنالہ (ضلع سرگودھا) یہاں ۱۷؍اگست ۱۹۳۵ء کو احرار کی حمایت میں پادری میلارام صاحب نے "حیاتِ مسیح" پر لیکچر دیا۔ اور بعد میں مولانا قاضی محمدؐ نذیر صاحب سے مناظرہ کیا جس میں عیسائیوں کو سخت ناکامی ہوئی۔ یہ صورت دیکھ کر احرار نے احمدیوں پر حملہ کر دیا۔[5]

۹۔ مباحثہ لائل پور۔ اجنالہ میں مباحثہ کے دوسرے دن (۱۸؍اگست کو) پادری میلارام لائل پور آ گئے اور انہوں نے احراریوں کے زیر انتظام منعقدہ جلسہ میں الوہیت مسیح، کفارہ، اور تثلیث کے موضوع پر تقریریں کیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراضات کئے۔ جن کی حقیقت مولانا قاضی محمدؐ نذیر صاحب نے واضح کی۔ اگلے دن پھر پادری صاحب کا لیکچر ہؤا۔ جس کا مسکتؔ و مدلّل جواب جناب قاضی صاحب نے دیا۔ مناظرہ ختم ہؤا۔ تو احراریوں نے دھکے دینے اور پتھر پھینکنے شروع کر دئے۔[6]

---

[1] الفضل ۲؍اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ کالم ۱ ٭ [2] الفضل ۱۱؍مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۷ کالم ۱ ٭
[3] الفضل ۴؍جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۴ ٭ [4] الفضل ۱۷؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ کالم ۲ ٭
[5] الفضل ۱۲؍ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰ کالم ۲ ٭ [6] الفضل ۱۲؍ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰ کالم ۲ و ۳ ٭

۱۰۔ مباحثہ بیگو سرائے ضلع مونگھیر۔ اگست ۱۹۲۵ء میں مولوی نصیر الدین صاحب[1] وکیل پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بیگوسرائے کا مولوی نظام الدین صاحب مبلغ سلسلہ امارتِ شرعیہ پھلواری (بہار) سے مسئلہ حیات و وفات مسیح پر ایک مناظرہ ہوا۔ مولوی نظام الدین صاحب احمدی عالم کی پیش کردہ دلیل وفات مسیح کا ردّ کرنے سے بالکل قاصر رہے۔ جس پر سامعین میں سے مولوی عبد العزیز صاحب مدرس مدرسہ دربھنگہ، مولوی یحییٰ صاحب مدرس مدرسہ دار السلام اور مولوی محمد سافق صاحب مدرس لکھینہ کھڑے ہوگئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے مناظر صاحب نے کافی تردید نہیں کی۔ اسلئے ہم لوگوں کو جواب دینے کی اجازت دی جائے۔ لیکن غیر احمدی صدر مولوی منظور احسن صاحب نے شرائط مباحثہ کی بناء پر صاف کہہ دیا کہ اس جلسہ میں آپ لوگوں کی طرف سے صرف مولوی نظام الدین صاحب مناظر کو گفتگو کرنے کا حق ہے۔ اس پر جلسہ میں برہمی پیدا ہوگئی اور مباحثہ ختم کر دیا گیا۔[2]

۱۱۔ مباحثہ مجیٹھہ (ضلع امرتسر) ۲۸ ستمبر ۱۹۲۵ء کو موضع مجیٹھہ میں آریہ سماج سے مناظرہ ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے مہاشہ محمد عمر صاحب فاضل اور آریوں کی طرف سے پنڈت بدھ دیو جی میرپوری پیش ہوئے۔ موضوع یہ تھا کہ "کیا وید البشوری گیان ہے؟" مبلغ اسلام جب سنسکرت زبان میں وید پڑھتا تو لوگ حیرت و استعجاب سے ہمہ تن گوش ہو کر سنتے اور سر دھنتے تھے۔ بعض کہتے قادیان میں ہر ایک علم اور زبان کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مرزا صاحب نے علوم و فنون کے دریا بہا دیئے ہیں۔ مبلغ اسلام کی قابلیت۔ متانت اور سنجیدگی کی سب نے تعریف کی۔ بعض غیر احمدی معززین نے یہاں تک کہا عرصہ سے آریوں نے ہمیں تنگ کر رکھا تھا۔ ہمارے مولوی تو آپس کی تکفیر بازی میں مشغول رہتے تھے۔ آج خدا نے آپ کو بھیج کر ہماری امداد کی ہے اور اسلام کو فتح عظیم بخشی ہے۔[3]

۱۲۔ مباحثہ چمبہ۔ ۱۴/۱۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو مولوی غلام مصطفی صاحبؓ فاضل کا سائیں لال حسین صاحب اختر سے مسئلہ حیات و وفات مسیح اور صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ چمبہ کے بعض غیر مسلم اور مسلم معززین مثلاً لالہ سوہن لال صاحب اور لالہ بنسی لعل صاحب، مرزا رحیم بیگ صاحب اور مسٹر غلام محی الدین صاحب نے تحریری طور پر اعتراف کیا کہ احمدی مناظر

---

[1] ۳۰ جولائی ۱۹۵۹ء کو آپکا انتقال ہوا۔ آپ کے فرزند محمد نور عالم صاحب ایم اے کلکتہ نے آپ کے مختصر حالات زندگی اخبار "بدر" (قادیان) بابت ۲۱ جولائی ۱۹۶۱ء میں شائع کردئے ہیں۔

[2] الفضل ۱۵ ستمبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۵ کالم ۱۔ [3] الفضل ۸ اکتوبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۹ کالم ۳۔

کامیاب رہا۔[1]

۱۳۔ مباحثہ شیخوپورہ۔ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۳۵ء کو شیخوپورہ میں ایک اہم مناظرہ ہوا۔ جس میں مولوی محمد سلیم صاحب نے مولوی نور حسین صاحب گرجاکھی سے اور ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی نے مولوی احمد الدین صاحب گکھڑوی سے کامیاب بحث کی۔ مخالفین نے اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنے کیلئے مناظرہ کے بعد احمدیوں پر کنکر اور مٹی کے ڈھیلے پھینکے۔ جس پر مخالف پارٹی کے پریذیڈنٹ مولوی امین الحق صاحب نے خود آکر اس بداخلاقی کے مظاہرہ پر معافی مانگی اور اس ناواجب سلوک پر سخت ندامت اور شرمندگی کا اظہار کیا۔[2]

ان مباحثات کے علاوہ ۲۹؍ستمبر ۱۹۳۵ء کو جماعت احمدیہ وزیرآباد کے ایک وفد نے جس کے امیر (جماعت وزیرآباد کے سیکرٹری) چوہدری شاہ محمد صاحب تھے۔ کرم آباد میں مولوی ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر "زمیندار" سے دلچسپ گفتگو کی۔ اور اُن کو زبردست دلائل سے بالکل لاجواب کر دیا۔ یہ گفتگو چوہدری شاہ محمد صاحب نے کی تھی۔ جس کی تفصیل خود چوہدری صاحب نے "الفضل" ۱۵؍اکتوبر ۱۹۳۵ء میں بھی شائع کرادی تھی۔

نومبائعین ۱۹۳۵ء میں بیعت کرنے والوں کی تعداد ۱۹۳۴ء کے مقابل کہیں زیادہ تھی جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس سال چھ سات سو (آنریری) مبلغین نے ایک ایسے ماحول میں جبکہ مخالفین نے خطرناک اشتعال پیدا کر دیا تھا، دیوانہ وار تبلیغ کا فریضہ ادا کیا۔ اس سال کے ممتاز نومبائعین میں سے ضلع ملتان کے رئیس ملک عمر علی صاحب کھوکھر بھی تھے[3] جن کا ذکر خود حضرت

---

[1] الفضل ۳؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۶۔ [2] الفضل ۶؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۱۔ [3] الفضل ۱۹؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۸-۹ ولادت یکم فروری ۱۹۱۴ء وفات ۱۰؍مئی ۱۹۶۴ء۔ کھوکھر خاندان کے چشم و چراغ تھے امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ کے باوجود زمانہ طالبعلمی ہی سے نہایت متواضع مہمان نواز، علم نواز اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ احمدی ہونے کے بعد یہ صفات اور بھی نمایاں ہوگئیں۔ قادیان کے محلہ دارالانوار میں اپنی شاندار کوٹھی بنوائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ پر بہت شفقت فرماتے۔ حضور کے ماموں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کی بیٹی محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ اُن سے بیاہی گئیں۔ ملک صاحب موصوف کچھ عرصہ تک وکیل التبشیر بھی رہے اور اپنے ذاتی خرچ پر یورپ کا تبلیغی دورہ بھی کیا۔ سالہا سال تک ضلع ملتان کے امیر جماعت رہے۔ اپنے علاقہ میں اکیلے احمدی تھے اور ضلع ملتان میں احمدیت کے ایک ستون کی حیثیت رکھتے تھے۔ مبلغین سلسلہ کو بہت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ علمی کتب جمع کرنے کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ ذاتی مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ بڑے بڑے افسروں کو بے دھڑک تبلیغ کر لیتے تھے۔ صاحب رؤیا بھی تھے۔ چنانچہ بتایا کرتے تھے کہ ۱۹۴۴ء میں جبکہ میں کلکتہ میں تھا۔ مجھے خواب آیا کہ حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کا مقام بلند ہو گیا ہے۔ میں فوراً قادیان واپس پہنچا اور حضور کی زبان سے وہ اعلان سُنا،

خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے خطبہ جمعہ ۹ر جنوری ۱۹۳۵ء میں کیا۔ اور اُن کا نام بتائے بغیر فرمایا:۔

"ہماری جماعت میں بھی بیسیوں لوگ ایسے داخل ہوئے ہیں۔ جو محض دشمنوں کی کتابیں پڑھ کر احمدیت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ ..... ابھی مجھے ایک شخص کا خط آیا ہے۔ مَیں اُن کا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ وہ ایک رئیس ہیں۔ انہوں نے بھی یہی لکھا ہے۔ کہ میں ہمیشہ اخبار "زمیندار" پڑھا کرتا تھا۔ اس کے متواتر پڑھنے کے نتیجہ میں مجھے خیال آیا۔ کہ اگر احمدی اتنے بُرے ہیں تو اُن کی کتابیں بھی تو مزید معلومات کے لئے دیکھنی چاہئیں۔ اس پر جب مَیں نے سلسلہ کی کتابیں پڑھیں تو ہدایت مل گئی۔ مَیں نے دیکھا ہے۔ ہفتہ دو ہفتہ میں ایک دو آدمی ضرور دشمنوں کی وجہ سے ہمارے سلسلہ میں داخل ہو جاتے ہیں"۔ [1]

علاوہ ازیں حضور نے ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا:۔

"صوبہ سرحد میں ہر سو احمدیوں میں سے ایک دو ایسے ہیں۔ جو چوٹی کے خاندانوں میں سے ہیں۔ پنجاب میں تو کوئی ایک دو ہوں گے۔ جیسے نواب محمد علی خاں صاحب یا ملک عمر علی صاحب"۔ [2]

بقیہ حاشیہ جس میں حضورؓ نے اپنے مصلح موعود ہونے کا انکشاف فرمایا تھا۔ اسی طرح انہیں قبل از وقت بتایا گیا کہ محمد ایوب خاں پاکستان کے صدر بنیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ (تفصیل کیلئے الفضل ۱۵ر مئی ۱۹۶۲ء صفحہ ۳-۴ ۲ر جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۴-۸ - اور ۱۱ر نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۴ ملاحظہ ہو) [1] الفضل ۲۷ر جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۷ کالم ۳
[2] الفضل ۹ر دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۲ کالم ۲۔

تیسرا باب[۳]

ہنگری، پولینڈ، چیکوسلواکیہ، سپین، اٹلی، البانیہ اور یوگوسلاویہ میں احمدی مشنوں کا قیام اور ۱۹۳۶ء کے دیگر ضروری واقعات

خلافتِ ثانیہ کا تیئیسواں سال

شوال ۱۳۵۴ھ جنوری ۱۹۳۶ء تا شوال ۱۳۵۵ھ دسمبر ۱۹۳۶ء

دار التبلیغ ہنگری، پولینڈ، چیکوسلواکیہ

تحریک جدید کے زیر انتظام یورپ میں سب سے پہلا احمدیہ مشن اس سال کے آغاز میں ہنگری میں قائم ہوا۔

ہنگری مشن کے پہلے مبلغ چودھری حاجی احمد خاں صاحب ایاز بی اے ایل ایل بی تھے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم سے ۱۶/ جنوری ۱۹۳۶ء کو قادیان سے روانہ ہوئے[۱] اور ۱۲/ فروری ۱۹۳۶ء کو بوڈاپسٹ (دار الحکومت ہنگری) میں پہنچے[۲]۔ روانگی سے ایک روز قبل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایاز صاحب کو اپنے قلم مبارک سے مندرجہ ذیل الفاظ لکھ دیئے:۔

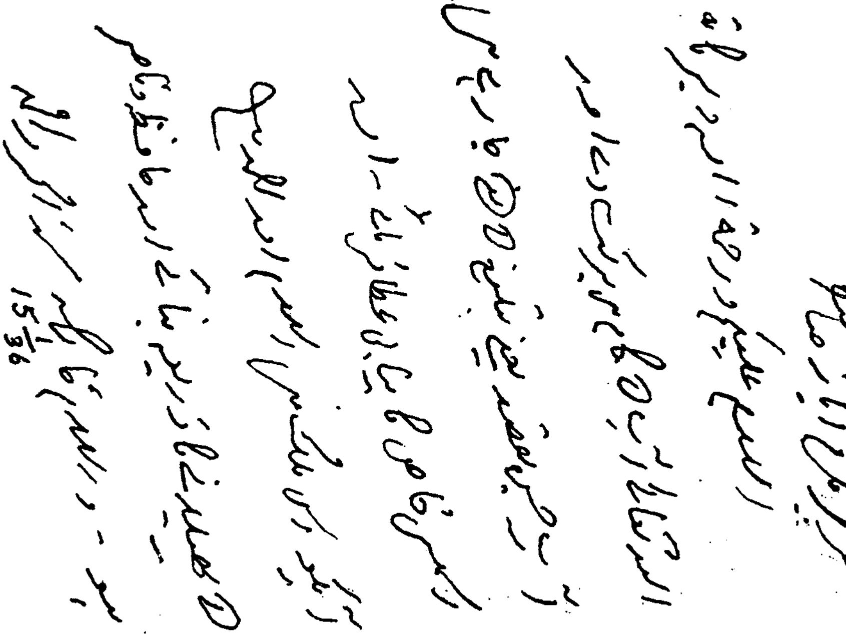

[۱] الفضل ۱۸/ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ [۲] "مجاہد ہنگری" مؤلفہ حاجی احمد خاں صاحب ایاز صفحہ ۲۲۔ شائع کردہ

"عزیزم مکرم ایاز صاحب۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
اللہ تعالیٰ آپ کے کام میں برکت دے اور آپ جس مقصد یعنی تبلیغ کے لئے جا رہے ہیں۔ اس میں خاص کامیابی عطا فرمائے۔ اور آپ کو اس ملک میں اسلام اور احمدیت کے پھیلانے کا ذریعہ بنائے۔ اور حافظ و ناصر ہو۔ وَالسّلام
خاکسار مرزا محمود احمد ۱۵-۱-۳۶"

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس و محبوب خلیفہ کی ان دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ چنانچہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ:۔

"آپ کی تبلیغی سرگرمیاں بہت خوشکن ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی بلند ہمتی میں اور اضافہ کرے اور خدمتِ دین کیلئے بیش از پیش خدمات کا موقعہ دے۔" [1]

خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید و نصرت یہ بھی ہوئی۔ کہ ہنگری کے پریس نے آپ کی آمد پر طویل مضامین اور زوردار نوٹ شائع کر کے ملک کے گوشہ گوشہ تک یہ دھوم مچادی کہ جماعت احمدیہ کے یہ مبلغ ہمارے ملک کو مسلمان کرنے کا عزم لئے ہوئے آئے ہیں۔ ہنگری کے پریس میں جب اسلام کا بار بار ذکر آیا تو رسالہ S ZEKCLYSEG نے "مسلم ڈیلیگیٹ کے نام کھلی چٹھی" شائع کی جس میں لکھا کہ "ہم کو مذہب سے کوئی سروکار نہیں اور ہم اسلامی پروپیگنڈا کا اتنا شور برداشت نہیں کر سکتے۔" اسپر ایاز خاں صاحب نے ہنگری کے تین لیڈروں سے اس رسالہ کے ایڈیٹر کے نام چٹھیاں لکھوائیں اور اپنے مضامین کی چند کاپیاں اور اخباریں بھی بھیج دیں۔ مگر رسالہ کے ایڈیٹر نے اپنا نمائندہ بھیجا کہ ایاز خاں سے کہہ دے کہ ہم صرف آپ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا چاہتے تھے ورنہ ہم بھی اسلام کے دوست ہیں۔[2]

حاجی احمد خاں صاحب ایاز نے ہنگری کے طول و عرض میں پیغام اسلام پہنچانے کیلئے (پریس سے رابطہ قائم کرنیکے علاوہ) مندرجہ ذیل ذرائع بھی اختیار کئے۔

لیکچرز۔ انفرادی ملاقاتیں۔ لٹریچر کی اشاعت۔ دعوتیں اور مباحثات۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دعاؤں کی برکت سے ایک نہایت قلیل عرصہ کے اندر ہنگری میں

بقیہ حاشیہ:۔ شیخ الٰہی بخش رحیم بخش احمدیان بک سیلرز و پبلشرز گجرات طبع اول ۱۹۳۸ء۔
[1] الفضل ۱۳؍جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ کالم ۱۔ [2] الفضل ۱۳؍جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ کالم ۴۔

ایک مسلم جماعت پیدا ہوگئی۔ ہنگری کے سب سے پہلے احمدی ڈاکٹر LULUIS AVAR (کیتھولک عیسائی) تھے جنہوں نے ۱۰ اپریل ۱۹۳۶ء کو اپنا بیعت نامہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں بھجوایا اور اُن کا اسلامی نام محمدؐ احمد ظفر رکھا گیا۔[1]

ڈاکٹر جولیس ابوار کے بعد ایک سال کے اندر اندر پینتیس سے زائد افراد جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔ جن میں محمد قاسم ابن ابوزید دمشقی[2] (عرب فوج کے ایک افسر) خالد سٹیفن پونگو[3] (سیکرٹری انجمن احمدیہ بوڈاپسٹ) مسٹر FOYTA ISTVAN ملک ہنگری کی سب سے منظم سوسائٹی TURAN UNIM کے جنرل سیکرٹری معہ اہل و عیال[4]، میڈیم ARAMLNA KULAJTA بوسینیا اور ہرزیگوینا کے ایک سابق گورنر کی بیٹی)[5] KOSTYAL (کونٹ خاندان کے ایک فرد) لیفٹنٹ NAGY LAJOS (کوآپریٹو سوسائٹی کے انسپکٹر) لیفٹنٹ NAGY HASSAN[5] - ORBAN BALA (اسلامی نام مصطفیٰ ایک پُرجوش نومسلم)[6] مولوی محمدؐ اسماعیل صاحب (نائب مفتی مسلمانان ہنگری)[7] مسٹر KALLA ISTRAN HABIBE (فرانس میں گورنمنٹ ہنگری کے سابق ریڈیو ڈائریکٹر)[8] سید گل آغا احمد صاحب تاجر۔ آوڑنج عبد اللہ صاحب سوداگر لیڈر مسلمانانِ ہنگری[9] خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔[10]

حاجی احمد خاں صاحب ابھی ہنگری میں ہی مقیم تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے مکرم محمدؐ ابراہیم صاحب ناصر (جو قادیان سے امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ ہوئے تھے مگر امریکی حکومت نے اُن کے داخلہ پر پابندی لگا دی تھی) ۳ر جنوری ۱۹۳۷ء کو لنڈن[11] سے روانہ ہوکر بوڈاپسٹ پہنچے اور ۱۱ر فروری ۱۹۳۷ء کو بوڈاپسٹ مشن کا چارج لے لیا۔[12] اور حاجی احمدؐ خاں صاحب پولینڈ چلے گئے۔[13]

---

[1] الفضل ۱۳ر مئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۳ کالم ۴۔ قبل ازیں آپ ٹیونس میں ایک فرانسیسی ہسپتال میں کام کر چکے تھے۔ اور متعدد زبانوں (مثلاً جرمن۔ فرانسیسی۔ اطالوی۔ لاطینی اور ہنگری) کے ماہر تھے۔ الفضل ۷ر جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۸-۹

[2] الفضل ۷ر جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۸ ÷ [3] الفضل ۳۰ر اگست ۱۹۳۶ء صفحہ ۹ ÷ [4] الفضل ۱۷ر ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۷ کالم ۱ و ۲ ÷ [5] الفضل ۱۷ر ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۷ کالم ۲ و ۳ ÷ [6] الفضل ۲۸ر اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۸ ÷ [7] الفضل یکم دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۷ کالم ۴ ÷ [8] الفضل ۲۴ر جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۹ کالم ۴ ÷ [9] الفضل ۲۸ر جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ کالم ۴ [10] الفضل ۱۳ر فروری ۱۹۳۷ء صفحہ ۶ کالم ۴ ÷ [11] جماعت احمدیہ بوڈاپسٹ کے حالات کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو حاجی احمد خاں صاحب ایاز کی کتاب "مجاہدِ ہنگری" صفحہ ۱۱۸-۱۲۱ ÷ [12] الفضل ۲۴ر جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۹ کالم ۱ ÷ [13] الفضل ۱۴ر اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم

اس ملک کا انتخاب کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ پولونیا (پولینڈ) کے مفتی اعظم ڈاکٹر یعقوب[1] شنکیفتش جب مارچ ۱۹۳۷ء میں ہندوستان کے دورہ پر آئے تو انہوں نے قادیان پہنچکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کے حضور مسلمانانِ پولینڈ کے حالات بھی رکھے جس پر حضور نے حاجی احمد خاں صاحب کو ہنگری سے پولینڈ روانہ ہونے کی ہدایت بھجوائی[2]

حاجی احمد خاں صاحب بوڈاپسٹ سے روانہ ہوکر ۲۲ر اپریل ۱۹۳۶ء کو پولینڈ کے دارالسلطنت وارسا میں وارد ہوئے جہاں آپ تین دن ہوٹل میں رہے مگر کوئی موزوں مکان کرایہ پر نہ ملا۔ آخر وارسا سے سات میل پر ایک نئی بستی میں ایک کمرہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔[3]

پولینڈ میں آپ کے ذریعہ پروفیسر احمدؐ نے سب سے پہلے احمدیت قبول کی۔[4]

آپ کی آمد کا یہاں بھی خوب چرچا ہوا۔ چنانچہ ملک کے سب سے مشہور اور ہر دلعزیز روز نامہ KURJER OZER MOINY کی ۱۹ر مئی ۱۹۳۷ء کی اشاعت میں آپ کا مفصل[5] بیان شائع ہوا باقی اخباروں نے "مجاہد اسلام کی وارسا میں آمد" کی خبر اسی نامی اخبار سے اخذ کرکے شائع کی اور اخبار "کرجر پورینی" اور وارسا کے مشہور روز نامہ EXPRESS PORANNY نے اپنی ۱۴ر اگست ۱۹۳۷ء کی اشاعت میں نوٹ بھی لکھے۔[6]

وارسا میں اٹھارہ افراد نے احمدیت قبول کی مگر پولینڈ کے پادریوں کی انگیخت کے باعث آپ کو پولینڈ چھوڑکر جنوری ۱۹۳۸ء میں چیکوسلواکیہ میں آنا پڑا جہاں آپ نے تبلیغ کرنا شروع کردی۔ لیکن چونکہ حکومت نے ویزا میں توسیع کرنے سے انکار کردیا[7]۔ اسلئے آپ ۲۶ر جولائی ۱۹۳۸ء کو واپس قادیان آگئے۔[8]

ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ حاجی احمد خاں صاحب ایاز کے بعد مکرم محمد ابراہیم صاحب ناصر نے دارالتبلیغ بوڈاپسٹ کا چارج سنبھالا۔

---

[1] الفضل ۲۳ر مارچ ۱۹۳۷ء صفحہ ا کالم ا۔ [2] "مجاہد ہنگری" صفحہ ۱۲۲۔ [3] الفضل ۱۶ر مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۶ کالم ۴۔
[4] الجیریا کے باشندے اور چار سال سے پولینڈ میں عربی کے پروفیسر تھے جرمنی، فرانسیسی اور پولش زبانوں کے ماہر ہیں۔ الفضل ۱۶ر مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۶ کالم ۴۔ [5] بیان کا ترجمہ الفضل ۲۹ر جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۵ پر چھپ چکا ہے
[6] الفضل ۱۰ر اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ا۔ [7] البم شائع کردہ تحریک جدید (۱۹۳۹ء)
[8] الفضل ۲۹ر جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ا و ۲۔

مکرم محمد ابراہیم صاحب ناصر نے اپنے زمانہ قیام میں جماعت احمدیہ بوڈاپسٹ کی تربیت و استحکام کے ساتھ ساتھ اس کی ترقی و وسعت کیلئے پوری جدوجہد کی۔ جماعت کے ہفتہ وار اجلاس میں قرآن کریم اور حدیث شریف کا درس جاری کیا۔ نومسلموں کیلئے قرآن مجید ناظرہ پڑھانے کا بندوبست کیا۔ بکثرت تبلیغی خطوط لکھے ملک کی مختلف سوسائٹیوں میں شرکت کی، انفرادی ملاقاتیں کیں۔ بوڈاپسٹ آنے والے سیاحوں تک پیغام حق پہنچایا[۱] اور اُن کو اسلامی لٹریچر دیا۔ تبلیغی جلسے منعقد کئے۔ اور تبلیغی لیکچروں کا سلسلہ جاری کرنے کے علاوہ یوم التبلیغ منانے کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی کوششوں میں بہت برکت ڈالی اور آپکے ذریعہ سے کئی[۲] سعید روحیں داخلِ احمدیت ہوئیں مثلاً ابراہیم دراستو (پہلی جنگ میں معزز عہدہ پر متمکن افسر) ڈریخ عاطف بوسینیا اور اُن کے بھائی ٹیلوسہ، جارج ایوبہ باسچ بیگو اور مع اہلیہ مریم اور اُنکی تبلیغ سے حسن بہادر اور عباس عبداللہ تبریزی۔ پروفیسر اندرے فودر (رائیل فزیکل ٹریننگ کالج اور فوج میں کپتان)[۳]

آپ نے اپنے زمانہ قیام میں ایک ماہر مترجم سے سلسلہ احمدیہ کے مندرجہ ذیل لٹریچر کا ہنگری زبان میں ترجمہ بھی کرایا[۴]۔ "اسلامی اصول کی فلاسفی"۔ "لیکچر لاہور"۔ "تفسیر پارہ اوّل" "تحفہ شہزادہ ویلز"۔ "احمدیت یعنی حقیقی اسلام"

"Mohammad the librator of women"

مولوی محمد ابراہیم صاحب ناصر قریباً پونے دو برس تک تبلیغ کے فرائض ادا کرنے کے بعد ۲۲ نومبر ۱۹۳۸ء کو واپس مرکز احمدیت میں تشریف لائے[۵]

فصل دوم

دار التبلیغ ارجنٹائن (جنوبی امریکہ)

شمالی امریکہ میں جماعت احمدیہ کا مشن ۱۹۲۰ء سے قائم تھا اور جماعت احمدیہ کے مخلص اور ایثار پیشہ مبلغین وہاں اشاعت اسلام کی مہم تیز کرنے میں مصروف تھے۔ مگر اس کے برعکس جنوبی امریکہ کا وسیع و عریض خطہ تبلیغی لحاظ سے بالکل خالی پڑا تھا۔ جہاں اب تک کسی احمدی مبلغ نے قدم تک نہیں رکھا تھا۔ اس سال ۱۹۳۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

---

۱ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۴ اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۶ و ۷۔ الفضل ۲۸ اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۹ و ۱۰۔ الفضل ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۷ و ۸۔ ۲ ۱۱ فروری ۱۹۳۷ء کو آپ نے انچارج مشن کے طور پر کام کرنا شروع کیا اور فروری کے اختتام تک دس افراد نے احمدیت قبول کر لی۔ (الفضل ۱۴ اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۶ کالم ۱) ۳ الفضل ۱۴ اپریل ۱۹۳۷ء ص ۶ ایضاً ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ و ۱۷ جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۷ کالم ۳-۴۔ ۴ تراجم کے سلسلہ میں سید محمود اللہ شاہ صاحب نے نیروبی سے خاص امداد دی رقوم بھجوائی تھیں۔ ۵ الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱۔

نے یہاں بھی اسلام و احمدیت کا جھنڈا گاڑنے کا فیصلہ کیا اور اسکی تکمیل کیلئے مولوی رمضان علی صاحب کو منتخب فرمایا۔ مولوی صاحب موصوف ۲۵ جنوری ۱۹۳۶ء[1] کو قادیان سے روانہ ہوئے۔ اور شب و روز تبلیغ میں منہمک رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے فضل سے ۱۹۳۹ء تک ارجنٹائن میں مقیم تیس[2] شامی آپ کے ذریعہ حلقہ بگوش احمدیت ہوئے[3]۔ اس کے بعد جنگ چھڑ گئی اور تبلیغی سرگرمیاں محدود کرنا پڑیں۔

جنگ کے بعد ۱۹۴۵ء میں آپ نے جنوبی امریکہ کے مغربی علاقوں یعنی مندوزا اور سان جوان شہروں اور ان کے ماحول میں تبلیغی دورہ کیا اور لوگوں کو احمدیت سے متعارف کیا۔ اُن کا یہ دورہ بہت کامیاب رہا جسپر مندوزا نامی شہر کے مشہور اخبار حریت LALIBORTAD نے "مسلم مبلّغ صوبہ کے دروازہ پر" کے عنوان سے ایک مفصّل نوٹ لکھا[4]۔ مولوی رمضان علی صاحب گو اب تحریک جدید کے مبلغ نہیں مگر اب بھی اپنے ذاتی کاروبار کے ساتھ ساتھ پیغام احمدیت پہنچانے میں کوشاں رہتے ہیں۔

فصل سوم

دارالتبلیغ سپین و اٹلی

مسلمانوں نے ۷۱۱ء تا ۱۴۹۲ء قریباً آٹھ سو برس تک نہایت شان و شوکت سے حکومت کی۔ مگر بادشاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازبیلہ کے اس مشترکہ فرمان کے بعد کہ کوئی مسلمان اسپین میں نہیں رہ سکتا۔ ہسپانوی مسلمان نہایت بے دردی اور سفاکی سے ختم کر دیئے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے اسپین کی اس سرزمین پر از سرنو لوائے اسلام لہرانے کے لئے یکم فروری ۱۹۳۶ء کو ملک محمد شریف صاحب گجراتی کو قادیان سے روانہ فرمایا[5]۔ ملک صاحب ۱۰ مارچ ۱۹۳۶ء کو سپین کے دارالسلطنت میڈرڈ میں وارد ہوئے۔

ملک صاحب نے زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ میڈرڈ کے مختلف اشخاص تک پیغام حق پہنچانا شروع کر دیا۔ ۱۵ مئی ۱۹۳۶ء کو آپ نے صدر جمہوریہ سپین کو اُنکی کامیابی پر مبارکباد کا خط لکھا جسمیں حضرت مسیح موعود کی آمد کا بھی ذکر کر دیا۔[6] ازاں بعد جلد ہی ملکی حالات نے یکایک پلٹا کھایا اور اسپین میں بدامنی

---

[1] الفضل ۲۸ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱ ۔ [2] آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا پہلا مرکز بونس آئرز تھا۔ [3] البم شائع کردہ تحریک جدید (۱۹۳۹ء) ارجنٹائن کی ابتدائی رپورٹوں کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۳ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۷۔ [4] اس نوٹ کا ترجمہ الفضل ۲۱ دسمبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۱ کالم ۳ و ۴ میں شائع شدہ ہے۔ [5] الفضل ۴ فروری ۱۹۳۶ء [6] الفضل ۶ اگست ۱۹۳۶ء صفحہ ۷۔

کا دور دورہ شروع ہوگیا۔ مگر آپ بدستور تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اور چند ماہ کے اندر ہی سپین میں احمدیت کا بیج بونے میں کامیاب ہو گئے یعنی بعض سعید رُوحیں حلقہ بگوش اسلام ہوگئیں[1] چنانچہ سب سے پہلے کونٹ غلام احمد صاحب اور پھر مرزا آغا عزیز صاحب نے احمدیت قبول کر لی[2] نومبر ۱۹۳۶ء میں اسپین قیامت خیز جنگ کا میدان بن گیا اور بمباری اور توپوں کے گولوں نے سر بفلک عمارتیں کھنڈرات میں تبدیل کر دیں۔ ملک صاحب جس مکان میں رہتے تھے اُس کے ارد گرد اکثر مکانات پیوند خاک ہو گئے۔ اور لوگ اپنا مال و متاع چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مگر خدا نے احمدی مجاہد کو بالکل محفوظ رکھا۔ جب حالات خطرناک صورت اختیار کر گئے۔ تو برطانوی سفیر نے آپ کو سفارت خانہ میں بلایا اور دو دن گذارنے کے بعد دُوسری برٹش رعایا کے ساتھ آپ بھی حکماً میڈرڈ سے لنڈن بھیج دیئے گئے۔ قریباً ایک ہفتہ لنڈن میں گذارنے کے بعد بحری جہاز سے جبرالٹر روانہ ہوئے۔ مگر جبرالٹر اُترتے ہی حکومت کی خاص پابندیوں کے باعث اُسی جہاز میں واپس ہونا اور فرانس کی ایک بندرگاہ میں اُترنا پڑا۔ جہاں آپ نے قریباً ایک ماہ تک قیام کیا اور اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف رہے۔ اسی دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے اٹلی چلے جانے کا ارشاد موصول ہوا۔ جس پر ملک صاحب ٹولون سے بذریعہ گاڑی اٹلی کے دارالسلطنت روما میں تشریف لے گئے۔ روما سے آپ کی سب سے پہلی رپورٹ جو مرکز میں پہنچی۔ وہ ۲۵ جنوری ۱۹۳۷ء کی لکھی ہوئی تھی[3]

مجاہد سپین و اٹلی کے خود نوشت حالات

دار التبلیغ سپین اور دار التبلیغ اٹلی کے مختصر ابتدائی واقعات لکھنے کے بعد اب ہم ملک محمد شریف صاحب مجاہد سپین و اٹلی کے قلم سے ان ممالک میں تبلیغ اسلام و احمدیت کے ایمان افروز حالات درج کرتے ہیں۔ ملک صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

سپین کی خانہ جنگی شروع ہونے سے پہلے میڈرڈ شہر کی تھیوسافیکل سوسائٹی کے ممبر صاحبان کے علاوہ انفرادی طور پر جن چیدہ چیدہ انسانوں تک پیغام احمدیت پہنچانے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے بخشی۔ اُن میں سے قابلِ ذکر یونان کی ایک بہت بڑی شخصیت COUNT ANTONIO LOGOTHETE

---

[1] الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۹ و ۲۷ نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ؛ [2] الفضل ۲۹ دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۔ تاریخ بیعت آغا صاحب ۱۲ ستمبر ۱۹۳۶ء ؛ [3] تفصیلی رپورٹ الفضل ۱۶ مارچ ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ و ۹ پر شائع شدہ ہے ؛

نامی تھے۔ آپ کا نام حضرت مسیح موعودؑ کے نام پر ہی کونٹ غلام احمدؐ رکھا گیا۔ آپ میڈرڈ شہر کی بار ایسوسی ایشن کے صدر اور یونانی شہریت رکھتے تھے۔ آپکی اہلیہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے نعمتِ ایمان سے مالا مال کیا۔ آپ کا اسلامی نام آمنہ رکھا گیا۔ خانہ جنگی کے دوران کمیونسٹ خیال کے اکابرین ہر اُس انسان کی تلاش میں تھے جو کسی نہ کسی طریق پر خُدا پر ایمان رکھتا ہو۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ میڈرڈ شہر میں آباد خدا پر ایمان رکھنے والے انسانوں کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اور مجبوراً کونٹ غلام احمد صاحب کو سپین سے نکلنا پڑا عرصہ کے بعد السانیہ پہنچے جہاں اپنی عمر کا باقی ماندہ حصّہ بسر کرکے عین اُس وقت آپکی وفات ہُوئی جبکہ میں جنگ عالمگیر ثانی کے دوران دشمن کے قیدی کیمپوں میں بے کسی کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا۔ آپکی اہلیہ آمنہ کو میڈرڈ کی پولیس نے گرفتار کرکے ہر روز ڈراؤ دھمکاؤ کے ساتھ گولی سے اُڑا دینے کی دھمکیاں دیں۔ اور یہی بتایا جاتا رہا کہ اگلی صبح آپکو گولی مار کر اُڑا دیا جائیگا۔ ... مگر خُدا کے فضل اور رحم کے ساتھ غیر متوقع رنگ میں آپ کو رہا کر دیا گیا۔

میڈرڈ شہر میں بمباری اس شدّت سے ہوتی تھی کہ لوگ ہر لمحہ آہ و زاری ہی کرتے سُنائی دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اُسی کے حضور سوز و گداز کے ساتھ دُعاؤں کا سلسلہ جاری تھا چنانچہ دو مرتبہ اللہ تعالیٰ نے خارق عادت طور پر موت کے مُنہ سے بچایا اور اعلائے کلمۃ اللہ کو جاری رکھنے کی توفیق بخشی۔ جُوں جُوں بمباری زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتی چلی جا رہی تھی ہر کسی کی گھبراہٹ اور تشویش میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ انگریزی سفیر مقیم میڈرڈ نے حالات کی حد درجہ نزاکت کے پیشِ نظر مجھے سفارت خانہ میں بُلا کر اس بات کا مشورہ دیا کہ مَیں جان کی حفاظت کی خاطر سپین چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں۔ مگر مَیں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور آپ سے دریافت کیا کہ آپ خود ایسے دردناک حالات کے پیشِ نظر اس ملک کو چھوڑ کر کیوں نہیں چلے جاتے؟ اِسپر جواب ملا کہ وُہ انگریزی حکومت کے حکم کے بغیر کوئی عملی قدم نہیں اُٹھا سکتے۔ مَیں نے جواباً بتایا کہ جب آپ چند پونڈوں کے لالچ سے اپنی جان کو مصیبت میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں تو مجھے اتنا ہی ذلیل سمجھتے ہیں کہ مَیں موت کے ڈر سے اس ملک سے چلا جاؤں۔ بعینہٖ اُس حالت میں جبکہ یہاں آیا ہی مرنے کیلئے ہوں۔ اسپر آپ نے میری عمر پُوچھی۔ اور یہ معلوم کرکے کہ تیئیس سال کی عمر میں اتنی قُربانی کی رُوح موجود ہے۔ مزید پُوچھا کہ یہ رُوح آپ کے اندر کس نے پیدا کی ہے۔ مَیں نے نہایت عاجزی سے بتایا کہ اسلام

اور احمدیت سے۔ میڈرڈ کی صورت حالات جب حد درجہ نازک ہوگئی۔ تو برطانوی حکومت نے عملاً ہر فرد کو سپین سے نکال کر جنگی بحری جہازوں کے ذریعہ فرانس اور دیگر ممالک میں بھیج دیا۔ چنانچہ مجھے بھی فرانس کی بندرگاہ مارسیلز پر آکر پناہ لینی پڑی جہاں سے لنڈن گیا اور لنڈن سے سمندر کے راستہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق ۱۲ر جنوری ۳۷ء کو اٹلی کے دارالسلطنت روما میں پہنچا۔ روما شہر میں میری ملاقات کونٹ غلام احمد صاحب سے ہوئی۔
آپ باوجود ضعیف العمری کے میرے مکان پر آیا کرتے جو چھٹی منزل پر واقع تھا۔ سپین کی مسلسل اور خطرناک بمباری کے دوران میرے پاؤں میں بم کے ٹکڑے ایسے موجود تھے جنہیں نکلوانے کے لئے کئی ماہ ہسپتال میں زیر علاج رہنا پڑا۔ جونہی اللہ تعالیٰ نے شفاء بخشی۔ زبان سیکھنے اور تبلیغ احمدیت کے کام کیطرف متوجہ ہوا ۱۹۴۰ء تک ہر قسم کے صبر آزما حالات کا مقابلہ کرکے اور چند باوقار اور خلیق انسانوں کو حلقہ بگوشِ احمدیت کرنے کے بعد جنگ عالمگیر ثانی کے نتیجہ میں دشمن کے قیدی کیمپوں میں ایام زندگی ۱۹۴۴ء تک گذارنے پر مجبور ہوا۔ رُوما کے معزز اور باوقار احمدی دوستوں میں سے خود کونٹ غلام احمد صاحب۔ پروفیسر یقین صاحب اور ڈاکٹر انور صاحب کے والد بشیر احمد صاحب مرحوم اور خود ڈاکٹر انور صاحب قابلِ ذکر ہیں جو اپنے اخلاص اور محبت کیوجہ سے اس قابل ہیں کہ تاریخ احمدیت میں اُن کے نام محفوظ رہیں۔ دشمن کے قیدی کیمپ میں جانے سے پہلے ایطالیہ میں تیس کے قریب انسانوں نے احمدیت قبول کی تھی مگر قید کے چہار سالہ عرصہ میں ہر کسی پر طرح طرح کے مصائب آئے۔ جنگ عالمگیر ثانی کی دردناک تکالیف اور ایک دوسرے سے دُوری نے رہی سہی تنظیم کو نقصان پہنچایا۔ تاہم جہاں کہیں بھی احمدی موجود تھے۔ نورِ ایمان کی چنگاری ہمیشہ اُنکے اندر روشن رہی۔ قید کے چہار سالہ عرصہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے تبلیغ احمدیت کا کام جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ میری پہلی بیوی سلیمہ خاتون کے علاوہ یوگوسلاویہ کے تین افراد کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ احمدیت قبول کریں۔ ان میں برادرم توفیق Claicic صاحب خاص طور پر اپنے اخلاص اور ایثار کی وجہ سے قابلِ ذکر ہیں۔ قیدی کیمپ میں بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار احسانات مجھ عاجز پر کئے۔ چنانچہ پندرہ مختلف اقوام کی نمائندگی کے فرائض سر انجام دئے اور آخرکار حسنِ سلوک اور احسانات کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے اپنی ہر دلعزیزی کے نتیجہ میں سینکڑوں مصیبت زدہ قیدی ساتھیوں کی

جانیں بچانے کی توفیق ملی۔ اتحادی اقوام کے سپاہیوں کے اطالوی شہر فلارنس میں داخلہ کے موقعہ پر انہوں نے ہندوستانی کمانڈ تک مجھے پہنچایا۔ میری احمدی بیوی سلیمہ خاتون نے بھی قید کی خطرناک گھڑیوں میں ہمیشہ میرا ساتھ دیا۔ اور ہر قسم کے غموم و ہموم میں شریک حال رہی۔ ہندوستانی افواج کی بہتری و بہبودی کے کاموں میں نمایاں طور پر حصہ لینے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے دی۔ چنانچہ انڈین آرمی ایجوکیشن لیکچرر کے طور پر انکے ساتھ فلارنس یونیورسٹی میں کام کرتا رہا۔ اسی اثناء میں جماعت کے بعض اکابرین نے خدا کی دی ہوئی توفیق سے میری خبر گیری کی اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تک میرے حالات پہنچائے۔ ہندوستانی افواج کے ہمراہ جنگ میں کام آئے ہوئے سپاہیوں کی لاشیں جگہ بہ جگہ سے حاصل کرکے انہیں دفنانے کے کام میں مصروف تھا تو دائیں آنکھ پر سخت چوٹ آئی اور سر میں گہرا زخم ہوگیا۔ اس کے نتیجہ میں دائیں آنکھ ہمیشہ کے لئے کمزور ہوگئی۔ ایطالیہ میں ایک اتحادی کمشن اُس وقت موجود تھا۔ اُس کے ساتھ اپریل ۱۹۴۷ء تک باحسن وجوہ نہایت کامیابی کے ساتھ کام کیا۔ اسی اثناء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دو مجاہدین (یعنی ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل اور مولوی محمد عثمان صاحب فاضل) کو ایطالیہ کے لئے نامزد کرکے خاکسار کو از سرِ نو ایطالیہ کے لئے امیر مقرر کیا۔ ایطالیہ کے حالات کے پیشِ نظر سسلی کے علاقہ میں تبلیغ احمدیت کی غرض سے ان ہر دو مجاہدین کو MESSINA کے شہر میں بھیجا۔ تا اُس حصّۂ زمین کے اُن انسانوں تک یہ پیغام پہنچایا جاسکے جو ایک وقت میں مسلمان تھے۔ اور پالیرمو نامی شہر اسلامی تہذیب کا مرکز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہم سب کو اس بات کی توفیق بخشی کہ فریضہ تبلیغ کو حتی المقدور بجالائیں۔ MESSINA شہر کے دورہ کے موقعہ پر جبکہ وہاں کی مقامی حکومت نے ہر دو مبلغین کو ۲۴ گھنٹوں کے اندر ملک چھوڑ دینے کا حکم دیدیا تھا۔ مقامی بالائی حکام سے مل کر اور اُنہیں گذشتہ اسلامی شوکت اور شان کی یاد دلاکر اور اُنکے اس رنگ میں اپنے ساتھ رشتہ کے تصوّر کے نتیجہ میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے حکم کی تنسیخ کے کام میں کامیابی ہوگئی۔ اس موقعہ پر دو ایمان افروز واقعات قابلِ ذکر ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ مسینہ کی بندرگاہ کے قریب ایک پُرانے زمانے کی یادگار کے سامنے جو ایک مسجد سے مشابہت رکھتی تھی۔ مَیں نے کھڑے ہوکر اسلامی دور کی یاد تازہ کرتے ہوئے سوز وگداز سے دُعا کی تو ایک بھاری مجمع کو وہاں پر کھڑے پایا۔ مَیں نے ایطالوی زبان میں ہی حاضرین سے پُوچھا کہ یہ کیا یادگار ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ یہ پُرانے زمانے کی ایک مسجد ہے۔ اس پر رقّت کے ساتھ مَیں نے

حاضرین کو بتایا کہ وُہ دَور ایک مبارک دَور تھا۔ اور آپ میں سے غالباً اب کسی کو بھی یاد نہیں کہ آپ کے آباؤاجداد مسلمان تھے۔ کاش آپ میں سے کوئی ایک ہی اُس زمانہ کی یاد تازہ کرکے اسلام کی طرف متوجہ ہو؟ اِس پر ایک نوجوان آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ مَیں اِس بات کے لئے تیار ہُوں۔ چنانچہ اُسے سلسلہ کے عقائد اور اسلام کی ترقی کے حالات سے واقف کیا گیا تو اُس نے اسلام قبول کرکے اپنا نام "محمود" رکھنا پسند کیا۔ دوسرے نوجوانوں پر اِس کا گہرا اثر تھا اور اس نوجوان کے ذریعہ وہاں پر ہماری تبلیغ کے انتظامات ہوتے رہے۔ MESSINA شہر کی میونسپل کمیٹی کے قریب پہنچے تو وہاں پر ایک فوٹو گرافر کی دوکان تھی۔ جس کے اندر جاکر دریافت کیا کہ فوٹو تیار کرکے جلدی دیدینگے۔ اِس پر یہ فوٹو گرافر ایک عجیب انداز میں ٹکٹکی لگائے کھڑا ہو گیا اور میرے بار بار اصرار پر کہ فوٹو لے لیں حرکت میں نہ آیا۔ آخر کار کہنے لگا۔ فوٹو بعد میں لے لینگے مجھے آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے۔ عرصہ ہوا مَیں نے اور میری بوڑھی والدہ نے ایک ہی رات ایک ہی خواب دیکھی۔ جس میں ایک جلیل القدر انسان حاضرین سے مخاطب ہو کر اسلام کی خُوبیاں بتا رہے تھے۔ آپ کے اِردگرد اکثر اشخاص موجود تھے مگر اُن میں سے ۲ دو کی شکلیں مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ ایک کا چہرہ گول اور موٹے نقش تھے اور دُوسرے انسان کا چہرہ بہت نُورانی تھا۔ اور ان ہر سہ اشخاص کے قریب چوتھے مقام پر آپ موجود تھے۔ باتوں باتوں میں اس جلیل القدر انسان نے آپکی طرف اشارہ کرکے یہ کہا کہ اگر ایطالیہ میں آپ لوگوں کو اسلام سمجھنے کی ضرورت ہو تو اِس شخص سے اپنا رابطہ قائم کرلیں۔ آپ چاہیں تو مَیں اپنی والدہ صاحبہ کو بھی یہیں بُلا لیتا ہُوں تا وُہ بھی اس خواب کی تصدیق کردیں۔ چنانچہ آپکی والدہ صاحبہ بھی وہیں پہنچ گئیں اور اِس طریق پر آپ نے بھی اسی بات کی تصدیق کی جو فوٹو گرافر صاحب نے بتائی تھی۔ مَیں نے سلسلہ کا البم کھول کر سب سے پہلے اُنہیں حضرت مسیح موعود ؑ کا فوٹو دکھایا جس کے بارہ میں اُنہوں نے یہ بتایا کہ یہی وُہ جلیل القدر انسان تھے۔ بعد ازاں مَیں نے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا فوٹو دکھایا تو اِس بات کی تصدیق ہوئی کہ آپ ہی گول چہرے والے اور موٹے نقشوں والے ہیں۔ اِسکے بعد حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی کی فوٹو دیکھ کر اُنہوں نے بتایا کہ یہی وُہ انسان ہیں۔ جن کا چہرہ بہت نورانی تھا۔

بعد ازاں جلد ہی اٹلی کا مشن بند کردیا گیا اور ہر دو مجاہدین کو واپس مرکز میں بُلا لیا گیا۔ گو مَیں نے بدستور اٹلی میں اپنی رہائش جاری رکھی۔ اور روزی کے ذرائع پیدا کرکے ۱۹۴۹ء میں ہوائی جہاز کے ذریعہ پاکستان

پہنچا۔ جہاں ایک سال ٹھیرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح المصلح الموعود سے از سرِ نو ملاقات کرکے اور ہدایات لیکر واپس ایطالیہ پہنچا۔ جہاں باوجود مشکل اور ناموافق حالات کے ۱۹۵۵ء تک فریضۂ تبلیغ کو بجا لاتا رہا۔ ... اِس دس سالہ عرصہ میں امان اللہ خاں سابق بادشاہ افغانستان، شاہِ ایران، ملکہ الزبتھ اور اُن کے خاوند پرنس فلپ اور ڈاکٹر احمد سکارنو تک پیغامِ احمدیت پہنچانے کا موقعہ ملا۔ اِسی طرح ایطالوی جمہوریت کے سب سے پہلے صدر انیریکو دے نکولا صاحب سے۔ اور چند سال بعد دُوسرے صدر گرونکی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ نیز امریکہ۔ انگلستان۔ مراکو۔ لیبیا۔ سومالیہ۔ مشرقی افریقہ۔ آسٹریلیا۔ جنوبی افریقہ۔ مینیگال۔ ماریشس۔ سپین۔ ٹرکی۔ ایران۔ البانیہ۔ یوگوسلاویہ۔ ہنگری اور سوئٹزرلینڈ کے زائرین تک جماعتی اور انفرادی رنگ میں ملاقاتیں کرکے پیغامِ احمدیت پہنچانے کی توفیق ملتی رہی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک"

فصل چہارم

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کا سفرِ انگلستان

اِس سال کے اوائل کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء[1] کو انگلستان تشریف لے گئے اور ساڑھے تین سال تک قیام فرما رہنے کے بعد ۹ نومبر ۱۹۳۸ء[2] کو قادیان میں واپس تشریف لائے۔ حضرت مولانا شیر علی صاحب نے بڑھاپے کے باوجود یہ لمبا سفر صرف ترجمۃ القرآن انگریزی کی تکمیل کے لئے اختیار فرمایا۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی فرمایا کہ "مولوی شیر علی صاحب اس غرض کے لئے ولایت جا رہے ہیں تاکہ وہاں جاکر وہ قرآن کریم کے ترجمہ کی انگریزی زبان کے لحاظ سے مزید نگرانی کر سکیں۔ اِس بات کی قرآن مجید کے نوٹوں کیلئے بھی ضرورت ہے۔ مگر ترجمہ کے لئے زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ ترجمہ میں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ اگر تحت اللفظ ترجمہ کیا جائے تو زبان بگڑ جاتی ہے۔ اور اگر زیادہ واضح کیا جائے تو وہ ترجمہ کی حد سے نکل کر تفسیر بن جاتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ماہر اہلِ زبان اصحاب سے اِس بارے میں مشورہ لے لیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ترجمہ دیکھ کر کسی جگہ کوئی ایک ہی لفظ ایسا بتا دیں جو ایک فقرہ کا قائم مقام ہو سکے اور اس طرح ترجمہ مختصر ہونے کے باوجود زیادہ مطالب پر حاوی ہو جائے یا کوئی زبان کی غلطی ہو تو اُسے دُور کریں۔ یہ کام جس وقت ہو جائے گا۔ اس کے بعد

[1] الفضل ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۳ ۔ [2] الفضل ۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ ۔

بقیہ کام ہمارے لئے سہل ہو جائے گا۔"

اس کام کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا "یہ کام . . . . اپنے اندر بہت بڑی ذمہ داری رکھتا ہے۔ دنیا میں قرآن کریم کے ترجمے ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں لیکن اُن کی غرض تعلیم ہوا کرتی ہے۔ مگر اس میں ایک زائد غرض بھی ہے اور وہ یہ کہ اپنے مستقبل کو خطرات سے بچایا جائے۔ ورنہ اگر مغربی ممالک میں اسلام پھیلتا چلا جائے اور اس کے مسائل مشتبہ ہوتے جائیں تو ڈر ہے کہ اسلام میں داخل ہونیوالے عیسائی اسی طرح اسلام کو بگاڑ دیں جس طرح انہوں نے عیسائیت کو بگاڑا۔ پس ضرورت ہے کہ مغربیت اور اسلام کے درمیان ایسی دیوار حائل کر دی جائے جیسے ذوالقرنین نے دیوار بنائی کہ جس کے اُوپر سے چڑھ کر کوئی مخالف نہ آسکے۔ ہاں اس کے دروازوں سے اجازت لیکر صحیح راستہ سے آنا چاہے تو آجائے۔ یعنی مغرب کا کوئی شخص اسلامی احکام سے بغاوت نہ کرسکے اور نہ اُس کے احکام کو بگاڑ سکے۔ بلکہ اسلام کے متعلق جو کچھ کہے اور جس تعلیم کو وہ قرآن کریم کی طرف منسوب کرے۔ اُسکے کہنے اور منسوب کرنے کی شریعت اُسے اجازت دیتی ہو۔ اِس اہم کام کیلئے مولوی صاحب جارہے ہیں"۔[1]

ایک احمدی خاتون کی بے نظیر بہادری

فروری ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ ایک احمدی بھائی بشیر احمد صاحب لدھیانوی سینیٹری انسپکٹر لیہ ضلع مظفر گڑھ کی عدم موجودگی میں دو مسلح ڈاکوؤں نے رات کے وقت اُن کے مکان میں گھس کر مال و اسباب لوٹنا چاہا۔ اور تلوار دکھا کر اُن کی اہلیہ صاحبہ اور اُن کے بچوں کو قتل کی دھمکی دی۔ مگر اُن کی اہلیہ صاحبہ نے نہایت بہادری سے ڈاکوؤں کا مقابلہ کیا اور اُن کی سازش کا کام بنادی[2]

بھائی بشیر احمد صاحب کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں جب اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو حضور نے اسپر اپنے قلم سے تحریر فرمایا "گو یہ خطرہ تھا۔ مگر آپکی اہلیہ نے جس بہادری سے اور عقلمندی سے کام کیا ہے۔ وہ اس واقعہ کو ایک مبارک واقعہ بنادیتا ہے۔ میری طرف سے بھی انہیں مبارکباد دے دیں"۔[3]

---

[1] الفضل ۹ ۲؍فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۵ و ۶ ٭ [2] واقعہ کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو الفضل ۳؍مارچ ۱۹۳۶ء کالم ۱ و ۲
[3] الفضل ۳؍مارچ ۱۹۳۶ء۔ اِس واقعہ کا ذکر ملک کے ہندو مسلم پریس میں بھی نہایت قابل تعریف رنگ میں کیا گیا۔ اور خاتون موصوفہ کی بہادری کی داد دی گئی۔ اخبار "بندے ماترم" (۷؍مارچ ۱۹۳۶ء) نے اس واقعہ کی تفصیلات اس عنوان سے شائع کی کہ "لیہ میں ایک عورت کی بے نظیر بہادری۔ ڈاکوؤں سے مقابلہ۔ سخت زخمی ہو جانے پر بھی خنجر

فصل پنجم

جائز اور پُرامن ذرائع سے صحیح اسلامی حکومت کے قیام کا ارشاد مبارک

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ شروع خلافت سے اس جہاد میں پوری قوت سے سرگرم عمل تھے کہ جن معاملات میں حکومت وقت اجازت دیتی ہے اُن میں اسلامی تعلیم اور اسلامی نظام جاری کیا جائے۔ اس سلسلہ میں غیروں کی نگاہ میں کئی دفعہ بدنام کئے گئے اور آپ کے خلاف یہ جھوٹا پراپیگنڈا کیا گیا کہ یہ اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر حضور نے اس طعنے کی ذرہ بھی پروا نہ کی اور برابر اپنے کام میں مصروف رہے۔ یہ امر چونکہ جماعت احمدیہ کے بنیادی اغراض و مقاصد میں شامل تھا اسلئے حضور نے ۱۳ر مارچ ۱۹۳۶ء کو خاص اسی موضوع پر نہایت پُرجوش خطبہ ارشاد فرمایا جس میں واضح اعلان فرمایا کہ:

"ہم کھلے طور پر کہتے ہیں کہ ہم اسلامی حکومت دُنیا پر قائم کرکے رہیں گے (انشاء اللہ تعالیٰ) ہم جس چیز کا انکار کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ تلوار اور فتنہ و فساد کے زور سے ہم اسلامی حکومت قائم نہیں کریں گے بلکہ دِلوں کو فتح کرکے اسلامی حکومت قائم کریں گے۔ کیا کوئی خیال کرسکتا ہے کہ اگر آج میرے بس میں یہ ہو کہ میں انگلستان کے تمام لوگوں کو مسلمان بنا دوں، وہاں کے وزراء کو اسلام میں داخل کردوں اور پارلیمنٹ کے ممبروں کو میں مسلمان بنا کر وہاں اسلامی حکومت قائم کردوں۔ تو میں اپنے اس اختیار سے کام لینے سے انکار کروں گا۔ میں تو ایک منٹ کی دیر بھی نہیں لگاؤں گا۔ اور کوشش کروں گا کہ فوراً ان لوگوں کو مسلمان بنا کر انگلستان میں اسلامی حکومت قائم کردوں۔ لیکن چونکہ یہ میرے بس کی بات نہیں اس لئے میں کر نہیں کرسکتا۔ ورنہ میں اس بات سے انکار تو نہیں کرتا کہ میرے دل میں یہ خیال ہے اور یقیناً میرے دل کی خواہش ہے کہ ہمارے بادشاہ بھی مسلمان ہو جائیں۔ وزراء بھی مسلمان ہو جائیں۔ پارلیمنٹ کے ممبر بھی مسلمان ہو جائیں۔ اور برطانیہ کے تمام باشندے بھی مسلمان ہو جائیں۔ اس میں اگر دیر ہے تو اس لئے نہیں کہ میری یہ خواہش نہیں کہ وہ مسلمان ہوں۔ بلکہ اس لئے دیر ہے کہ اُن کو مسلمان کرنا میرے اختیار میں نہیں۔ اور اس وجہ سے وہاں اسلامی حکومت

بقیہ حاشیہ: ہاتھ سے نہ چھوٹا" (بحوالہ الفضل ۲۰ر مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۳ کالم ۴) پنجاب پولیس نے بہادری کے اعتراف میں سیکنڈ کلاس سرٹیفکیٹ اور پچاس روپے نقد بطور انعام دئے۔ نیز شیخ بشیر احمد صاحب آزاد جرنلسٹ مرید کے نے جماعت احمدیہ مرید کے کی طرف سے چاندی کا ایک خوبصورت میڈل بطور انعام دیا (الفضل ۳۰ر ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۳)

قائم نہیں کی جا سکتی۔ ورنہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے میرے دل میں تو اتنی زبردست خواہش ہے کہ اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا۔ اور اپنی اس خواہش کا مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اور اگر مَیں انکار کروں اور میرے دل میں اسلامی حکومت کے قائم کرنے کی خواہش نہ ہو تو اسلام کے احکام کے وُہ حصے پُورے کس طرح ہو سکتے ہیں جن کے لئے ایک نظام کی ضرورت ہے۔ کیا کوئی شخص پسند کرے گا کہ اُس کا گھر اُدھورا رہے؟ اگر کوئی شخص اپنے مکان کے متعلق یہ پسند نہیں کر سکتا کہ وہ اُدھورا رہے تو خدا تعالیٰ کے گھر کے متعلق وُہ یہ امر کب پسند کرے گا۔ اِس میں کیا شک ہے کہ جب تک تمام دُنیا مُسلمان نہیں ہوتی اور خود حکومت اسلامی حکومت نہیں ہو جاتی۔ اُس وقت تک اسلام کی عمارت کانی رہتی ہے۔ اور اپنی عمارت کا کانا ہونا کون پسند کر سکتا ہے؟ جب ہر شخص اپنی عمارت کو مکمل دیکھنا چاہتا ہے تو کب کوئی عقلمند ہم سے یہ اُمّید رکھ سکتا ہے کہ ہم اسلام کی عمارت کو کانا رکھنا پسند کریں گے۔ اگر انگریز عیسائی ہی رہیں۔ یہودی یہودی ہی رہیں۔ ہندو ہندو ہی رہیں۔ تو اسلامی حکومت دُنیا میں قائم نہیں ہو سکتی۔ ہاں اس کے قائم کرنے کا ایک طریق ہے اور اس طریق کے ذریعہ ہی دُنیا میں ہمیشہ کام ہوا کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کانا ہو۔ اور وُہ کسی دوسرے سُوجا کھے کی آنکھ نکال کر اپنے کانے پن کو دُور کرنا چاہے تو سارے لوگ اُسے بیوقوف ہی سمجھیں گے۔ کیونکہ دُوسرے کی آنکھ نکال کر اُس کا کانا پن دُور نہیں ہو سکتا۔ اِسی طرح اگر کوئی بے وقوف یہ سمجھے کہ چند انگریزوں کو مار کر یا فتنہ و فساد پیدا کر کے وُہ اسلامی حکومت قائم کر سکے گا۔ تو وُہ حماقت کا ارتکاب کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ پس یہ طریق بالکل نادرست ہے اور مَیں ہمیشہ اس کی مخالفت کرتا رہا ہُوں۔ لیکن جائز اور پُرامن طریق سے اسلامی حکومت قائم کرنا ہماری دِلی خواہش ہے۔ اور مَیں سمجھتا ہوں ہم میں سے ہر ایک کے دِل میں یہ آگ ہونی چاہیئے کہ ہم موجودہ طرزِ حکومت کی بجائے حکومت اسلامی قائم کریں۔ یہ طبعی خواہش ہے اور میرے دل میں ہر وقت موجود رہتی ہے۔ اور مَیں نے اِس خواہش سے کبھی انکار نہیں کیا۔ ہاں میرے اور عام لوگوں کے ذرائع میں اختلاف ہے۔ مَیں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے تبلیغی اور پُرامن ذرائع اختیار کرتا ہوں۔ اور وُہ کہتے ہیں کہ اس کے قائم کرنے کا طریق مار پیٹ اور جبر و تشدّد ہے۔ بہر حال یہ خواہش تو جب پوری ہوگی ہوگی اور یقیناً ایک دن پُوری ہوگی۔ دُنیا کی مخالفتیں اور دشمنوں کی

رو کیں مل کر بھی اِس میں حائل نہیں ہو سکتیں۔"[۱]

مسجد محلّہ ریتی چھلہ قادیان کا افتتاح۔ قادیان کے محلّہ ریتی چھلہ (دارالفتوح) کی مسجد جس کی تعمیر ۱۹۲۵ء میں حکّام کی جنبہ داری کے باعث رُکی ہُوئی تھی۔ اِس سال (حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب کی زیر نگرانی) پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۲۴ مارچ ۱۹۳۶ء کو انہیں نماز عصر پڑھا کر مسجد کا افتتاح فرمایا۔[۲]

قادیان میں اجتماعی وقارِ عمل کے بابرکت سلسلہ کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کا اعلان کرتے ہُوئے سولھواں مطالبہ یہ فرمایا تھا کہ احمدی اپنے ہاتھ سے کام کریں اور سب سے پہلے اہلِ قادیان پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ وُہ محلّوں اور گلیوں کو دُرست کر کے ثواب حاصل کریں۔

اِس عظیم الشّان مقصد کے پیشِ نظر قادیان میں اجتماعی وقارِ عمل کے اہم سلسلہ کا آغاز ہُوا جو تقسیم ہند تک جاری رہا۔ اِس ضمن میں سب سے پہلا اجتماعی وقارِ عمل جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بنفسِ نفیس شمولیت فرمائی ۲۸ مارچ ۱۹۳۶ء کو (بوقت پانچ بجے شام) احمدیہ سپلائی کمپنی اور سٹار ہوزری کے اُس قریبی رستہ پر منایا گیا جو پُرانے اڈّہ کو جاتا ہے اور جس کے قُرب وجوار میں زیادہ آبادی ہندوؤں اور غیر احمدیوں کی تھی اور جہاں ایک کافی گہرا اور خاصہ لمبا چوڑا گڑھا تھا۔ جس میں قریباً سارا سارا سال پانی بھرا رہتا تھا۔ اور فضا سخت متعفّن ہو جاتی تھی۔ حضرت امیر المومنینؓ آخر وقت تک ایک سرے سے لیکر دُوسرے سرے تک گشت کر کے نہ صرف زیادہ سرگرمی اور زیادہ مستعدی کے ساتھ کام کرنے کی ہدایات دیتے رہے بلکہ حضور نے متعدد بار خود کدال لیکر مٹی کھودی۔ ٹوکریوں میں بھری اور پھر مٹی کی بھری ہُوئی ٹوکری کافی فاصلہ سے اُٹھا کر گڑھے میں ڈالی۔ اگرچہ کام کے لئے وقت بہت تھوڑا اور سامان ناکافی تھا۔ لیکن حضور کی موجودگی اور پھر کام میں خدام کے ساتھ شمولیت نے بڑوں ہی میں نہیں چھوٹے بچوں میں بھی خاص ہمّت اور جوش پیدا کر دیا۔ اور وُہ اپنی جھولیوں میں مٹی ڈال ڈال کر لئے جاتے رہے۔ مٹی ڈھونے کا طریق

---

[۱] روزنامہ الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۳ و ۴ ؛ [۲] الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ ؛

یہ تھا کہ کام کرنے والوں کو گڑھے سے لیکر جوہڑ تک تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر دو قطاروں میں کھڑا کیا گیا۔ ایک قطار بھری ہوئی ٹوکریاں ہاتھوں ہاتھ گڑھے تک پہنچاتی اور دوسری قطار خالی ٹوکریاں اُسی طرح واپس پھیر دیتی جنہیں فوراً بھر کر پھر روانہ کر دیا جاتا۔ ؎۱

اس پہلے وقار عمل کے بعد جس نے عہد صحابہ کی سادہ زندگی اور سادہ معاشرت کی یاد تازہ کر دی۔ اس اجتماعی مظاہرہ کا ایک سلسلہ جاری کر دیا گیا۔ جو تقسیم ہند ۱۹۴۷ء تک پوری شان سے چلتا رہا۔ ابتداء میں یہ کام صدر انجمن احمدیہ کی لوکل انجمن کی نگرانی میں ہوتا تھا مگر بعد کو اسے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر انتظام کر دیا گیا۔ جسکے نتیجہ میں پہلے سے زیادہ جوش و خروش اور دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اور کام میں نظم و ضبط اور باقاعدگی کا ایک خاص رنگ پیدا ہو گیا اور قادیان کی متعدد سڑکیں درست طور پر بن گئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کا ایک ولولہ انگیز ارشاد

حضرت امیر المومنین رضؓ نے مجلس مشاورت اجلاس اوّل (منعقدہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ر اپریل ۱۹۳۶ء) میں جماعت کو صنعت و حرفت کیطرف متوجہ کرتے ہوئے یہ ولولہ انگیز بیان دیا کہ "مَیں نہیں جانتا کہ دوسرے دوستوں کا کیا حال ہے لیکن مَیں تو جب ریل گاڑی میں بیٹھتا ہوں۔ میرے دل میں حسرت ہوتی ہے کہ کاش یہ ریل گاڑی احمدیوں کی بنائی ہوئی ہو۔ اور اس کی کمپنی کے وہ مالک ہوں۔ اور جب مَیں جہاز میں بیٹھتا ہوں تو کہتا ہوں۔ کاش یہ جہاز احمدیوں کے بنائے ہوئے ہوں اور وہ ان کمپنیوں کے مالک ہوں۔ مَیں پچھلے دنوں کراچی گیا۔ تو اپنے دوستوں سے کہا۔ کاش کوئی دوست جہاز نہیں تو کشتی بنا کر ہی سمندر میں چلانے لگے۔ اور میری یہ حسرت پوری کر دے اور مَیں اس میں بیٹھ کر کہہ سکوں کہ آزاد سمندر میں یہ احمدیوں کی کشتی پھر رہی ہے۔ دوستوں سے مَیں نے یہ بھی کہا۔ کاش کوئی دس گز کا ہی جزیرہ ہو جس میں احمدی ہی احمدی ہوں اور ہم کہہ سکیں کہ یہ احمدیوں کا ملک ہے کہ بڑے کاموں کی ابتداء چھوٹی ہی چیزوں سے ہوتی ہے۔ یہ ہیں میرے ارادے۔ اور یہ ہیں میری تمنائیں۔ ان کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم کام شروع کریں مگر یہ کام ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ ان جذبات کی لہریں ہر ایک احمدی کے دل میں پیدا نہ

؎۱ الفضل یکم اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ ٭

ہوں اور اس کے لئے جس قربانی کی ضرورت ہے وہ نہ کی جائے۔ دُنیا چونکہ صنعت وحرفت میں بہت ترقی کر چکی ہے۔ اسلئے احمدی جو اشیاء اب بنائیں گے وُہ شروع میں مہنگی پڑیں گی۔ مگر باوجود اسکے جماعت کا فرض ہے کہ انہیں خریدے۔" ؎۱

مبلّغین کو نہایت اہم نصائح اس سال حضور نے مبلّغینِ احمدیت کو مختلف مواقع پر نصائح فرمائیں۔ چنانچہ مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء میں ارشاد فرمایا کہ:۔

"مبلّغ ایسے ہونے چاہئیں جن میں دین کی رُوح دوسروں کی نسبت زیادہ قوی اور طاقتور ہو۔ اور وُہ دین کے لئے ہر وقت قربان ہونے کے لئے تیار ہوں۔ وُہ ملک کے ایک سرے سے دُوسرے سرے تک لٹّو کی طرح چکّر لگائیں۔ ... ہمیں وُہ تیز طرار مبلّغ نہیں چاہئیں جو خم ٹھونک کر میدانِ مباحثہ میں نکل آئیں اور کہیں کہ آؤ ہم سے مقابلہ کر لو۔ ایسے مبلّغ آریوں اور عیسائیوں کو ہی مبارک ہوں۔ ہمیں تو وُہ چاہئیں جن کی نظریں نیچی ہوں۔ جو شرم وحیاء کے پُتلے ہوں۔ جو اپنے دل میں خوفِ خدا رکھتے ہوں لوگ جنہیں دیکھ کر کہیں یہ کیا جواب دے سکیں گے۔ ہمیں اُن مبلّغوں کی ضرورت نہیں جو مباحثوں میں جیت جائیں۔ بلکہ اُن خادمانِ دین کی ضرورت ہے۔ جو سجدوں میں جیت کر آئیں۔ اگر وُہ مباحثوں میں ہار جائیں تو سو دفعہ ہار جائیں۔ ہمیں اسکی کیا ضرورت ہے کہ زبانیں چٹخارہ لیں مگر ہمارے حصّہ میں کچھ نہ آئے۔ سر جنبش کریں اور ہم محروم رہیں۔ مَیں مانتا ہوں کہ اس میں بیرونی جماعتوں کا بھی قصور ہے۔ وُہ لکھتی ہیں کہ فلاں مبلّغ کو بھیجا جائے۔ فلاں کا آنا کافی نہیں۔ کیونکہ وُہ چٹخارہ دار زبان میں بات نہیں کر سکتا۔ یہ صحیح ہے۔ مگر لیڈر وُہ ہوتا ہے جو لوگوں کو پیچھے چلائے۔ نہ کہ لوگ جدھر چاہیں اُسے لے جائیں۔ جو شخص تقوٰی وطہارت پیدا کرتا ہے۔ جو قلوب کی اصلاح کرتا ہے وُہی حقیقی مبلّغ ہے جو یہ سمجھے کہ مَیں نوکر ہوں اور جو وہاں جائے جہاں اُسے حکم دیا جائے۔ ایسے مبلّغ کو ہم نے کیا کرنا ہے۔ جسے اگر کہیں اِس سے اچھی نوکری مل گئی تو وہاں چلا جائے گا۔ ہمیں وُہ مبلّغ چاہئیں جو اپنے آپکو ملازم نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالیٰ کیلئے کام کریں اور اُسی سے اجر کے متمنّی ہوں۔ جو ایسا نہیں کرتا۔ وُہ ہمارا مبلّغ نہیں۔ بلکہ ہمارے دشمن کا مبلّغ ہے۔

؎۱ رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ ؏

وہ شیطان کا مبلّغ ہے کیونکہ اُس کو تقویت دے رہا ہے۔ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کونسے مبلّغ رکھے ہوئے تھے۔ یہ تو گندگی اور نجاست ہے جیسے زمانہ کی اِس مجبوری کیوجہ سے کہ آریوں اور عیسائیوں نے اس قسم کے لوگ رکھے ہوئے ہیں۔ جن کا مقصد اسلام کو نقصان پہنچانا ہے۔ اُن کے مقابلہ کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ جس وقت کوئی شخص پاخانہ میں جاکر بیٹھتا ہے تو وہ اُس کا بہترین وقت ہوتا ہے۔ وُہ تو مجبوری کا وقت ہوتا ہے۔ اِسی طرح تبلیغ کے لئے ایسا انتظام تو ایک مصیبت ہے اور ایک مجبوری ہے۔ پس مبلّغوں کو اِس حقیقت کو سمجھنا چاہیئے کہ گذارہ لینے میں عیب نہیں مگر گذارہ کیلئے کام کرنا عیب ہے۔ مبلّغ وُہ ہے کہ اُسے کچھ ملے یا نہ ملے۔ اُس کا فرض ہے کہ تبلیغ کا کام کرے۔ . . . پُرانے مبلّغ مثلاً مولوی غلام رسول صاحب وزیرآبادی۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ مولوی محمدؐ ابراہیم صاحب بقاپوری۔ انہوں نے ایسے وقتوں میں کام کیا جبکہ اُن کی کوئی مدد نہ کی جاتی تھی اور اس کام کی وجہ سے اُن کی کوئی آمد نہ تھی۔ اس طرح انہوں نے قُربانی کا عملی ثبوت پیش کرکے بتادیا کہ وُہ دین کیخدمت بغیر کسی معاوضہ کے کرسکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر اُن کی آخری عمر میں گذارے دیئے جائیں تو اس سے اُن کی خدمات حقیر نہیں ہوجاتیں۔ بلکہ گذارہ کو اُنکے مقابلہ میں حقیر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ جس قدر اُنکی امداد کرنی چاہیئے۔ اُتنی ہم نہیں کررہے۔ . . . . یُوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر مبلّغ اپنے آپکو خلیفہ سمجھتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ یہ اُس کا حق ہے۔ جو اُس کے جی میں آئے سُنائے۔ اور جو نہ چاہے نہ سُنائے حالانکہ وُہ بانسری ہے۔ جس کا کام یہ ہے کہ جو آواز اُس میں ڈالی جائے اُسے باہر پہنچائے۔ اگر مبلّغ یہ سمجھتے کہ وُہ ہتھیار ہیں میرا۔ نہ کہ دماغ ہیں جماعت کا۔ تو وُہ میرے خطبات لیتے اور جماعت میں اُن کے مطابق تبلیغ کرتے۔ اور اس طرح اِس وقت تک عظیم الشّان تغیّر پیدا ہوچکا ہوتا۔ . . . . مبلغین کا کام یہ ہے کہ خلافت کی ہر آواز کو خود سُنیں اور سمجھیں۔ پھر ہر جگہ اُسے پہنچائیں۔“ [۱]

---

[۱] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۴ تا ۲۷ ؎

فصل ششم

دار التبلیغ البانیہ و یوگوسلاویہ

البانیہ یورپ کا ایک آزاد ملک ہے جس کے اکثر باشندے حنفی مسلمان ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس ریاست میں اشاعتِ احمدیت کے لئے مولوی محمد الدین صاحب کو ۱۰ اپریل ۱۹۳۶ء کو قادیان سے روانہ فرمایا[1]

مولوی صاحب موصوف جماعتی پروگرام کے مطابق مختلف ممالک میں ٹھہرتے ہوئے دو ماہ کے لمبے سفر کے بعد البانیہ کے دارالسلطنت ٹیرانیہ میں پہنچے۔

البانیہ میں آپکو تین ماہ تک قیام کرنے کا موقعہ ملا۔ اس عرصہ میں آپ نے احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام یہاں پہلے ہی اخباروں، رسالوں اور کتابوں کے ذریعہ پہنچ چکا تھا لیکن لوگ پوری حقیقت سے اچھی طرح آگاہ نہ تھے۔ جن لوگوں کو احمدیہ لٹریچر کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ ان میں سے ایک البانوی خاندان مولوی صاحب کے ذریعہ سے حلقہ بگوش احمدیت ہوگیا۔ اس طرح البانیہ میں احمدیت کی داغ بیل پڑگئی۔ نیز احمدیت کے کئی دشمن پیدا ہو گئے[2]

آپ کو تین ماہ کے بعد مقامی ملاؤں کی شرارت کے باعث مجبوراً ملک چھوڑنا پڑا[3]۔ آپ مرکزی ہدایت پر بلگراد (یوگوسلاویہ) تشریف لے گئے "تا وہاں سے البانیہ کے سرحدی ملحقہ علاقوں پر اثر و نفوذ ڈال سکیں۔ چنانچہ آپ نے یہاں آکر پیغام حق پہنچانا شروع کردیا۔ جولائی ۱۹۳۷ء میں آپ علاقہ "کوسوا" میں گئے جو البانیہ کے ساتھ ملتا ہے مگر یوگوسلاویہ کے ماتحت تھا۔ اس سفر میں بوڈاپسٹ کے مخلص احمدی شریف دنسا صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے سب سے پہلے ان کے گاؤں "متروویسلا" میں قیام کر کے تبلیغ کی[4] یوگوسلاویہ میں خدا کے فضل و کرم سے تیس نفوس[5] نے احمدیت قبول کی[6]

---

[1] الفضل ۲۱ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱ ۔ [2] "ریویو آف ریلیجنز" اردو جولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۵۰ ۔ [3] البم شائع کردہ تحریک جدید صفحہ ۴ ۔ [4] الفضل ۱۲ ستمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ و ۹ ۔ [5] بلگراڈ میں سب سے پہلے خوش قسمت جن کو قبول احمدیت کی توفیق ملی۔ وہ ایک ذی ثروت و وجاہت دوست انور نامی تھے جو البانین، ٹرکی، جرمن، فرنچ، اطالین اور گریس زبان جانتے تھے۔ آپ کے بعد دوسرے نمبر پر ایک ترک نجم دین صاحب نے بیعت کی جو ٹرکی فوج کے ایک بہت بڑے عہدہ پر رہ چکے تھے اور ان دنوں لکڑی کے ایک بہت بڑے کارخانے میں کام کرتے تھے (الفضل ۱۲ فروری ۱۹۳۷ء صفحہ ۲) ۔ [6] البم شائع کردہ تحریک جدید ۱۹۳۹ء۔ ابتدائی تین ماہ میں دو اشخاص نے بیعت کی اور عجیب بات یہ ہے کہ دونوں پر صداقت احمدیت بذریعہ خواب منکشف ہوئی تھی۔ (الفضل ۱۷ فروری ۱۹۳۷ء صفحہ ۵)

یہ سلسلہ اشاعتِ حق جاری تھا کہ آپ کو یوگوسلاویہ سے بھی نکلنا پڑا۔ اور آپ ۵ جون ۱۹۳۸ء کو بلغاریہ میں آگئے اور صوفیہ میں ایک ماہ تک احمدیت کی منادی کرتے رہے۔ بعد ازاں اٹلی کے صدر مقام رَوما میں پہنچے۔[۱] اسی دوران میں دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی اور آپ کو اٹلی سے مصر میں آنا پڑا۔ یہاں کچھ عرصہ اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ بجالانے کے بعد ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء کو واپس قادیان تشریف لے آئے۔[۲]

مولوی محمد الدین صاحب کے مزید تبلیغی حالات اور دردناک شہادت کا واقعہ

مولوی محمد الدین صاحبؓ کے برادر اکبر ملک محمد مستقیم صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ ساہیوال رقمطراز ہیں کہ:-

"مولوی محمد الدین صاحب ابن ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب اُس پہلی صف کے مجاہدین میں سے تھے۔ جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ۱۹۳۵ء کی آواز پر لبیک کہا اور تین سال کیلئے غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے پیش کیا۔ شرط حضور کی یہ تھی کہ مجاہدین خود غیر ممالک میں اخراجات کے کفیل ہوں گے۔

مولوی محمد الدین صاحب کے لئے ملک البانیہ تجویز کیا گیا۔ جس کا فرمانروا اُسوقت ایک نوجوان احمد زوغو تھا۔ اُس کی تربیت مغربی طرز پر ہوئی تھی۔ اس لئے اُس کے خیالات کچھ آزاد تھے اور مذہبی واقفیت کم تھی۔ لوگ سرحدی علاقہ کے پٹھانوں کی مانند تھے۔ اور تمام ملک پہاڑی ہے۔ کچھ حصہ میدانی ہے۔ اس لئے باوجود مسلمانوں کے جفاکش ہونے کے علمِ دین کی طرف توجہ نہیں تھی۔ یورپین ملک ہونے کے لحاظ سے بھی ذرائع سفر۔ سڑک و سواری کالعدم تھے۔

۱۹۳۶ء میں مولوی صاحبؓ سلسلہ کی کتب کا ایک بکس جو ہر مجاہد کے سپرد کیا جاتا تھا۔ تاکہ ہر ملک میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا لٹریچر پہنچ کر محفوظ ہوجائے لیکر البانیہ کے دارالخلافہ ٹیرانہ میں پہنچے۔ اور ایک مقامی ہوٹل TIRANA میں قیام کیا۔ حالات کا جائزہ لیا۔ اور رفتہ رفتہ تبلیغی مہمات پر جانا شروع کیا۔

جب مولوی صاحب نے مساجد و ملاقات میں سلسلہ گفتگو شروع کیا اور مباحثات اور مناظرات کے پہلو سے گریز کیا۔ تو اوّلین سوال کہ "اب اسلام کی زندگی کے لئے تبلیغِ اسلام ضروری ہے" پر لوگوں نے

[۱] الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۰ ٭ [۲] الفضل ۱۶ مارچ ۱۹۴۱ء صفحہ ۲ ٭

بزورِ شمشیر فتح اسلام کا نعرہ بلند کیا۔ مولوی صاحب نے شمشیرِ قلم اور قرآن پر زور دیا۔ جو اُن کی سُنگجو طبیعت کے مناسب نہ تھا۔ اختلاف پیدا ہوا۔ اور بعض نے پولیس میں جاکر رپورٹ کردی کہ نو وارد مسلمان تو ضرور ہے لیکن جہادِ سیف کا قائل نہیں۔ اور لوگوں میں اس کے خلاف خیالات کا اظہار کرتا ہے۔

اچانک ایک روز پولیس نے مولوی صاحب کو ہمراہ لیکر طویل گفتگو کی اور نقل و حرکت پر پابندی لگادی اور کہا کہ افسران بالا کے احکام کا انتظار کریں۔ چند دنوں بعد پولیس نے مولوی صاحب کو البانیہ سے یوگوسلاویہ کی سرحد میں داخل کردیا۔ مولوی صاحب کچھ کتابیں اور کپڑے لے جاسکے۔

اب مولوی صاحب نے یوگوسلاویہ کے دارالخلافہ بیلگراڈ کا رُخ کیا۔ وہاں پہنچ کر حضرت صاحبؓ کی خدمت میں اطلاع بھجوائی اور عزیز و اقارب کو بھی خطوط لکھے۔ مرکز سے ہدایت بھجوائی گئی۔ کہ آپ اب سرحد کے قریب یعنی البانیہ اور یوگوسلاویہ کے خطِ فاصل کے علاقہ میں تبلیغ کی کوشش کریں۔ یہاں مولوی صاحب کا قیام زور سے لمبا ہوا۔ بیلگراڈ کے خطوط اُمید افزا ہوتے اور یقین سے پُر۔ کہ احمدیت کا ایک دن جھنڈا اس ملک میں ضرور لہرائے گا۔ یہ علاقہ مدتوں تک مسلمان حکمرانوں کے زیر اثر رہا ہے اور مسلمانوں کی آبادی بھی کافی ہے۔ مساجد بھی ہیں۔ اس پُر امن ماحول سے فائدہ اُٹھاکر مولوی صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کشتی نوح اور پیغام صلح کا ترجمہ شائع کرکے برسرِ بازار فروخت کے لئے پیش کیا۔ قیمت کچھ مقرر نہ کی۔ جو لینے والا چاہے ادا کرے اور بیشک مفت لے جائے۔ مگر کسی نے ایک بھی نسخہ بلا قیمت نہ اُٹھایا۔ اور اس قدر رقم وصول ہوئی کہ مولوی صاحب نے ایک احمدی دوست جن کا نام شریف وتسا تھا، کے مشورہ سے ایک نیک نام شخص کے ساتھ چائے کی دوکان میں شرکت کرلی جس سے یہ فائدہ ہوا کہ مولوی صاحب اپنے ملاقاتیوں کو اکثر یہاں ملتے، اور چائے سے خاطر تواضع کرتے اور تبلیغ بھی کرتے۔ شریف وتسا صاحب بیلگراڈ میونسپل کمیٹی کے ممبر تھے اور اُن کا چھوٹا بھائی فوج میں لفٹیننٹ تھا۔ یہ پہلا احمدی مخلص خاندان تھا جس کی مولوی صاحب کو صحبت و رفاقت حاصل ہوئی۔ اب مولوی صاحب نے دورے شروع کردئے۔ مرکز سے دس دس دن باہر گذارتے۔ مساجد میں شب باش ہوتے۔ کم کھاتے اور عبادت و ریاضت میں اکثر وقت صرف ہوتا۔ چنانچہ ایک مرگی والے مریض کو شہد دینے سے بہت حد تک شفا ہوئی جس سے مولوی صاحب کی شہرت ہونے لگی۔ اور لوگ مولوی صاحب سے دم کرانے آتے۔ یہ لوگ بھی بڑے توہّم

پرست ہیں۔ تعویذ۔ گنڈا۔ دھاگا۔ دم۔ جادو وغیرہ کے قائل ہیں۔ ماہ رمضان میں پورا ماہ مسجد میں اعتکاف کی وجہ سے لوگوں سے واقفیت کا میدان پھیل گیا۔ اور لوگ توجہ سے وعظ سننے اور اسلام کی ترقی کی خوشخبری پر اُنکے چہرے دمک اُٹھتے۔

حالات نے یکدم یُوں پلٹا کھایا کہ البانیہ کی پولیس کے کاغذ بیلگراڈ پولیس کے پاس پہنچ گئے۔ مولوی صاحب اُسوقت مرکز سے باہر تھے۔ پولیس کو شبہ کی تقویت کی گنجائش نکل آئی اور انہوں نے بار بار چکر لگانے شروع کئے۔ اور جب مولوی صاحب کو یوگوسلاویہ کی پولیس نے ملک سے ۲۴ گھنٹے کے اندر نکلنے کا نوٹس دیا تو دوستوں کو بہت افسوس ہوا۔ شریف دوتسا صاحب اور اُن کا بھائی اس سیاسی معاملہ میں کچھ مدد نہ کرسکتے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اُن کو الگ رہنے کی ہدایت کی۔ اور صرف یہ کہا کہ اگر آپ میرے شریک کار سے میری رقم نکلوا دیں تو سفر کی آسانی رہے گی۔ ہؤا یہ کہ وہ شخص پولیس کی آمد دیکھ کر سب کچھ فروخت کرکے دوکان بند کرکے بھاگ گیا۔ وقت ختم ہو رہا تھا۔ مولوی صاحب نے بازار میں کھڑے ہوکر سوائے ایک اوورکوٹ OVERCOAT کے سب اشیاء مملوکہ فروخت کردیں اور اپنی جائے رہائش پر آگئے۔ ۲۴ گھنٹے گذر گئے۔ پولیس نے مولوی صاحب کو ہمراہ لیکر یُونان کی سرحد میں داخل کردیا۔ اور واپس آگئی۔ اِس طرح مولوی صاحب بلا کسی خرچ کے یُونان میں منتقل کردیئے گئے۔

اُس وقت ایک جہاز اٹلی جانے کے لئے بندرگاہ میں لنگرانداز تھا۔ یہاں سے مولوی صاحب نے جہاز کے عملہ والوں سے گفت وشنید کے ذریعہ کم کرایہ پر ٹکٹ خریدا اور اٹلی چلے گئے۔ وہاں احمدیت کے مبلغ ملک محمد شریف صاحب پہلے سے مقیم تھے۔ اُن سے ملاقات ہوگئی اور سابقہ کوفت دُور ہوئی اور نئی سرگذشت کا آغاز ہوا۔ ان تمام حالات سے قادیان میں حضرت صاحب کو باخبر کیا۔

اِس اثناء میں شریف دوتسا صاحب کا روم میں مولوی صاحب کو خط ملا۔ کہ وہ سیر کیلئے آرہے ہیں۔ جب وہ آئے تو ایک معقول رقم ہمراہ لائے جو انہوں نے مولوی صاحب کے شریک کار سے وصول کی تھی۔ مولوی صاحب نے مجھے لکھا کہ رقم اِس قدر تھی کہ مجھ پر حج فرض ہوگیا۔ اور میں نے عزم بیت اللہ کرلیا۔ اِس سال حکومت اٹلی نے ایک جہاز میں حاجیوں کیلئے یہ سہولت بہم پہنچائی۔ کہ انہیں ارض حجاز میں بلا کرایہ پہنچایا جائے گا۔ اِس طرح زیارتِ مکہ مکرمہ کا بندوبست ہوگیا۔ اور مولوی صاحب حج سے تین ماہ قبل حجاز میں وارد ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں ایک معمولی مکان کرایہ پر لیکر بیت اللہ کے فیوض سے اپنے دامن کو

گریبان کو بھرنا شروع کر دیا۔ ماہِ رمضان کا سارا وقت۔ اور اعتکاف مسجدِ حرام میں گوشہ نشین رہے۔ ایّامِ حج میں جلالۃ الملک شاہ سعود کے ہندوستانی ملاقاتیوں کے ترجمان کے فرائض ادا کئے اور شاہ ممدوح نے ایک جُبّہ عطاء کیا۔ جو مولوی صاحب اکثر وہاں پہنتے اور اُس کی تصویر مجھے روانہ کی۔

حج کے بعد مولوی صاحب نے اپنے واقفوں، شناساؤں اور ملنے والوں سے گفتگو شروع کی۔ وعظ نصیحت ہوتی رہی۔ ایک روز کسی نے پولیس کو اطلاع دیدی کہ ہندی اور عرب لوگ اکثر اس ہندی مولوی کے پاس آتے ہیں۔ یہ انگریزوں کا جاسوس معلوم ہوتا ہے۔ پھر کیا تھا۔ پولیس نے فوراً مولوی صاحب کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ یہ جیل حیوانوں کے لئے بھی موزوں نہ تھی چہ جائیکہ اس میں انسانوں کی بسر اوقات ہوتی تھی۔ کھانا کم اور ردّی ملتا تھا۔ اور وُہ بھی بے قاعدہ۔ جیل کے قیدیوں کو کوڑے بھی ننگے بدن پر مارے جاتے تھے۔ اور لوگوں کے چلّانے کی آواز جیل کے کونوں تک سُنائی دیتی تھی۔ مولوی صاحب نے لکھا اللہ تعالیٰ نے اپنے تصرّف سے اس مار اور برہنگی سے محفوظ رکھا۔ ایک ہفتہ کے بعد ہندوستانی وائس قونصل سیّد لال شاہ صاحب مقیم جدّہ کی طرف سے کوشش پر رہائی حاصل ہوئی اور مولوی صاحب واپس قادیان تشریف لائے۔ بڑے مطمئن تھے اور کبھی شکوۂ روزگار نہ کیا۔ اور دوبارہ باہر جانے کے لئے اپنے تئیں پیش کیا۔ قادیان آنے کے بعد اُن کی شادی ہوئی اور اُن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی نے اُس کا نام جمال الدین رکھا۔ [1]

[2] ۱۸ر نومبر ۱۹۴۲ء کو مولوی صاحب نے دوبارہ بحری سفر اختیار کیا۔ اُنہیں سلسلہ کی طرف سے ڈربن (جنوبی افریقہ) میں بھیجا گیا تھا۔ یہ اٹالین جہاز "تلاوا" بمبئی کی بندرگاہ سے ۱۸ر نومبر ۱۹۴۲ء روانہ ہوا۔ اُس زمانہ میں جرمن آبدوزیں بحرِ ہند اور بحرِ روم میں بکثرت گشت کر رہی تھیں۔ آنے جانے والے جہازوں پر حملہ کرتی تھیں۔ جہاز خواہ مسافروں کا ہو۔ یا مال سے لدا ہو۔ بلاتمیز جو اُن کی زد میں آتا تھا۔ تارپیڈو سے تباہ کر دیا جاتا تھا۔ انگریزوں کا اسقدر نقصان ہوا تھا کہ اُنہوں نے امریکہ کو امداد کے لئے پکارا اور جنگی امداد کے ذریعہ جنگ کو جاری رکھا۔

تین روز کے سفر کی ایک رات اچانک جرمن آبدوز سطح پر نمودار ہوئی اور تارپیڈو اُس جہاز پر مارا جس سے جہاز وسط سے دوہرا ہو گیا۔ اور پھر غرق ہو گیا۔ بہت تھوڑے مسافر بچائے جا سکے

---

[1] بچہ اب بالغ ہے اور کراچی میں جہازوں کے محکمہ میں بجلی کی ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔ [2] آپ کی قادیان سے روانگی ۱۶ر نومبر ۱۹۴۲ء کو ہوئی۔ (الفضل ۱۸ر نومبر ۱۹۴۲ء)

لیکن مولوی صاحب کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ ۱؎

حضرت امام جماعت احمدیہ کا پیغام مذہبی کانفرنس لکھنؤ کے لئے

وسط ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ کے مقام پر ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے اپنے قلم مبارک سے ایک مختصر مگر جامع پیغام بھجوایا۔ جس میں بتایا کہ اسلام خدا تعالیٰ کا مذہب ہے۔ اور اس میں سب قوموں کی بہتری کا سامان ہے۔ ۲؎

احمدیوں کو ہندوستان سے نکالنے کا منصوبہ

مسجد شہید گنج کے معاملہ میں اسلامی مفاد کو پامال کرنے کے بعد احرار مسلمانانِ ہند کی نظروں میں گر چکے تھے اور ساتھ ہی احمدیت کو مٹانے کا وُہ سارا طلسم جو اُن لوگوں نے جمہور مسلمانوں پر کر رکھا تھا۔ دُھواں بن کر اُڑ چکا تھا۔ اِس ناکامی سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے احراری اصحاب احمدیت کی مخالفت میں اور زیادہ تیز ہو گئے۔ چنانچہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب (صدر مجلس احرار) نے ۱۵ رجون ۱۹۳۶ء کو لاہور کے ایک پبلک جلسہ میں (جو اندرون موچی دروازہ چوک نواب صاحب میں منعقد ہوا) یہاں تک کہہ ڈالا کہ:-

"مسلمانو! مسجد شہید گنج کا خیال چھوڑ دو۔ وُہ تمہیں موجودہ حالات میں نہیں مل سکتی۔ ہمارے رسول ۱۳ سال تک مکہ میں رہے اور اپنی آنکھوں سے خانۂ خدا کی بے حرمتی دیکھا کئے لیکن آپ نے کبھی کافروں سے یہ نہ کہا کہ مجھے اِس میں نماز پڑھنے دو۔ یا اِس کو بتوں سے پاک کر دو۔ کیونکہ آپ سیاست سمجھتے تھے۔ تم میں اسوقت طاقت نہیں کہ زور حاصل کر سکو۔ اس لئے انتظار کرو۔ کہ وُہ وقت آ جائے جب تم طاقتور ہو جاؤ گے اور حکومت حاصل کر لو گے۔ تو ایک شہید گنج کیا ہزاروں شہید گنج تمہارے قبضے میں آ جائینگے۔ مرزائیوں کو ہندوستان سے نکالدو۔ پھر دیکھو ملک میں کیسا امن ہوتا ہے"۔ ۳؎

اِس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کیا کیا سازشیں کی گئیں؟ انکی تفصیل کے بیان کرنے کا یہ موقعہ نہیں۔

حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کی ولایت سے تشریف آوری اور مراجعت

حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب جو ۶ ستمبر ۱۹۳۴ء کو ولایت تشریف لے گئے تھے۔ اس سال لنڈن سے روانہ ہو کر ۲ رجولائی ۱۹۳۶ء کو بمبئی۔ اور ۴ ر جولائی ۱۹۳۶ء کو قادیان میں تشریف لائے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ؓ اور حضرت

۱؎ غیر مطبوعہ مکتوب (یکم اکتوبر ۱۹۶۷ء) ٭ ۲؎ پیغام کا متن الفضل ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۳ میں شائع شدہ ہے۔
۳؎ الفضل ۱۹ رجون ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ ٭ اس منصوبہ کی تکمیل کیلئے احرار نے بعد میں ۱۹۴۹ء تک کا عرصہ معین کیا۔ (ملاحظہ ہو خطبات احرار ص ۳۲۷ مرتبہ شورش صاحب کاشمیری طبع اول مارچ ۱۹۴۴ء)

صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اس روز صبح سویرے ہی بذریعہ موٹر امرتسر تشریف لے گئے۔ اور امرتسر اسٹیشن پر آپ کا استقبال کیا۔ اور اسی گاڑی سے قادیان پہنچے۔ جہاں مقامی جماعت کی طرف سے پرخلوص استقبال کیا گیا اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو ہار پہنائے گئے۔ ؎۱

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (ایدہ اللہ الاحد) ڈھائی ماہ قادیان میں قیام پذیر رہنے کے بعد، ۱۸ ستمبر ۱۹۳۶ء کو دوبارہ ولایت روانہ ہوگئے۔ ؎۲

میاں سر فضل حسین صاحب کی المناک وفات۔

ایک ایسے وقت میں جبکہ مسلمانان پنجاب نہایت ہی نازک مرحلوں میں سے گذر رہے تھے اور ہندوستان میں نیا سیاسی دور شروع ہونے والا تھا۔ ملک سر میاں فضل حسین صاحب ایسے مخلص اور مدبّر سیاسی لیڈر سے محروم ہوگیا۔ میاں صاحب موصوف عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ مگر انہوں نے مسلمانان پنجاب کو منظم کرنے اور دیگر اقوام کا تعاون حاصل کرنے میں اپنی صحت کی کوئی پرواہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آخر ۹ جولائی ۱۹۳۶ء کی رات کے ساڑھے دس بجے ہندوستان کے اس جلیل القدر مسلم مدبّر اور سیاستدان کا انتقال ہوگیا۔ ؎۳

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ء کو خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے سے قبل مختصر تقریر کی جس میں سر میاں فضل حسین صاحب کی وفات کو الٰہی نشان قرار دیتے ہوئے بتایا کہ:-

"موت تو سر میاں فضل حسین صاحب کی جولائی میں مقدر تھی اور پہلے عہدہ سے علیحدگی کے بعد ان کے لئے بظاہر کوئی چانس اور موقع ایسا نہ تھا۔ جس میں وہ پھر کوئی عزت حاصل کر سکتے۔ مگر ان کے دشمنوں نے چونکہ انہیں "مرزائیت نواز" کہہ کہہ کر ذلیل کرنا چاہا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کی غیرت میں انہیں عزت دی اور عزت دینے کے بعد انہیں وفات دی۔ اس کیلئے خدا تعالیٰ نے کتنے ہی غیر معمولی سامان پیدا کئے۔ چنانچہ پنجاب کے وزیر تعلیم سر فیروز خاں نون کے انگلستان جانے کا بظاہر کوئی موقع نہ تھا۔ اور جن کو اندرونی حالات کا علم ہے وہ جانتے ہیں کہ آخری وقت تک سر فیروز خاں صاحب نون کے ولایت جانے کے متعلق کوئی یقینی اطلاع نہ تھی بعض اور لوگوں کیلئے گورنمنٹ آف انڈیا اور ولایتی گورنمنٹ بھی کوشش کر رہی تھی۔ اور اگر سر فیروز خان پنجاب میں ہی رہتے

؎۱ الفضل ۷ جولائی ۱۹۳۶ء ؎۲ الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ ؎۳ الفضل ۱۲ جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۲

نواب سر فضل حسین صاحب بغیر کسی عہدہ کے حاصل کرنے کے دُنیا سے رخصت ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ بتانا چاہتا تھا کہ جو شخص احمدیت کی خاطر اپنے اُوپر کوئی اعتراض لیتا ہے۔ ہم اُسے بھی بغیر عزت دیئے فوت نہیں ہونے دیتے۔ پس غیر معمولی حالات میں سر فیروز خاں صاحب نون ولایت گئے اور سر میاں فضل حسین صاحب وزیرِ تعلیم مقرر ہو گئے۔ اور چند دنوں کے بعد ہی وفات پا گئے۔ ۱۸ر جون کو وُہ پنجاب کے وزیرِ تعلیم مقرر ہوئے تھے۔ اور ۹ر جولائی کو فوت ہو گئے۔ گویا صرف تین ہفتے وُہ اِس عہدہ پر قائم رہے۔ میرے نزدیک یہ بھی خُدائی حکمت اور خدائی تکر تھا جو دشمنوں کو یہ بتانے کیلئے اختیار کیا گیا کہ تم تو اِسکے دشمن ہو اور چاہتے ہو کہ اِسے ذلیل کرو۔ لیکن ہم اِس کو بھی ذلیل نہیں ہونے دیں گے جو گو احمدی نہیں مگر احمدیت کی وجہ سے وُہ لوگوں کے مطاعن کا ہدف بنا ہُوا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں برسرِ اقتدار کیا اور اس قدر عزت دی کہ اِن کی وفات سے چند دن پہلے ہی ایک ہندو اخبار نے اِس بات پر مضمون لکھا تھا کہ ہندوستان میں اِس وقت کون حکومت کر رہا ہے اُس نے لکھا کہ گو بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ انگریز حکومت کر رہے ہیں یا وائسرائے حکومت کر رہا ہے یا گورنر حکومت کر رہا ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ اصل میں تمام ہندوستان پر سر میاں فضل حسین حکومت کر رہے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب تھا اُن لوگوں کو جو کہتے تھے کہ میاں سر فضل حسین نے چونکہ گورنمنٹ ہند میں ایک احمدی کو وزارت پر مقرر کرایا ہے۔ اور وُہ مرزائیت نواز ہیں۔ اِس لئے ہم انہیں ذلیل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بتا دیا۔ جو شخص احمدیت کی خاطر اپنے نفس پر کوئی تکلیف برداشت کرے گا۔ وُہ گو احمدی نہ ہو۔ ہم اُسے بھی ذلیل نہیں ہونے دیں گے۔"[1]

مجلس انصار سُلطان القلم کا قیام

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو طالبعلمی کے زمانہ ہی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پاکیزہ علم کلام اور مقدس لٹریچر سے گہری شیفتگی اور وابستگی رہی ہے۔ اسی طبعی جوش اور فطری جذبہ کے تحت آپ نے ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۶ء کو مولانا ابو العطاء صاحب شیخ محبوب عالم صاحب خالد اور بعض دوسرے اہلِ قلم احمدی دوستوں کو اپنی کوٹھی النصرۃ میں مدعو کیا اور ایک مبارک تجویز پیش کی۔ آپنے فرمایا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ علم کلام کی بکثرت اشاعت کرنا۔ مغربی فلاسفروں

---

[1] الفضل ۱۲ر جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱-۲-۳

گئے اعتراضات کے جواب لکھنا اور مختلف مذاہب کی پوری تحقیق کرنا اور اسلامی اصول کو علمی روشنی میں دنیا کے سامنے پیش کرنا ہمارا اہم ترین فرض ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اس بارہ میں تحقیقات پر مبنی اور ٹھوس معلومات پر مشتمل لٹریچر احمدیت کے نقطہ نگاہ سے مہیا کریں اور اس کو اکناف عالم میں پھیلائیں۔

اس مبارک اور قیمتی تجویز پر تمام حاضرین نے لبیک کہا اور اس کی تکمیل کے لئے ایک مجلس "انصار سلطان القلم" کے نام سے قائم کی گئی جس کے صدر مولانا ابو العطاء صاحب فاضل اور سیکرٹری شیخ محبوب عالم صاحب خالد بی اے (آنرز) منتخب ہوئے۔

مجلس کے معرض وجود میں آنے کے بعد عام اجلاس میں قرار پایا کہ اس کا ہر ممبر کم از کم ہر ماہ ایک مضمون اخبار الفضل کے لئے لکھے۔ نیز فیصلہ کیا گیا کہ علمی اور دینی سوالات کے مختصر جوابات اخبارات میں بھجوائے جایا کریں[1]۔ یہ مجلس غالباً ۱۹۳۸ء تک مفید کام کرتی رہی۔

حضرت امیر المومنینؓ کی کار پر حملہ

حضرت مرزا شریف احمد صاحب پر حملہ کا زخم ابھی تازہ ہی تھا کہ ۱۷ ستمبر ۱۹۳۶ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کار پر ایک بدقماش نے حملہ کر دیا۔ اس المناک حادثہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنے لخت جگر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو اسٹیشن پر الوداع کہہ کر سات بجے شام کے قریب جب بذریعہ موٹر اپنے گھر تشریف لا رہے تھے تو حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی گلی میں جب موٹر پہنچی تو کسی بدباطن معاند نے ایک پتھر زور سے حضور کی کار پر پھینکا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پتھر موٹر کی چھت پر لگا۔ موٹر فوراً ٹھہرا لی گئی۔ اور چند منٹ تک ادھر اُدھر حملہ آور کی تلاش کی گئی مگر کوئی دکھائی نہ دیا۔ اس کے بعد حضور موٹر پر ہی سوار ہو کر گھر تشریف لے گئے۔

یہ واقعہ اگرچہ نہایت درجہ اہم اور رُوح فرسا تھا۔ مگر بطور احتجاج تھانہ میں اس کی کوئی اطلاع نہ دی گئی۔ کیونکہ ان دنوں حکومت پنجاب کے افسروں کی آنکھیں بدلی ہوئی تھیں۔ اور پولیس کے بہرے کانوں پر جماعت کی مسلسل چیخ و پکار کا کوئی اثر نہ تھا۔ اور نہ وہ احرار کی بڑھتی ہوئی شرارتوں اور انکی انتہائی کمینہ حرکات کا کوئی مناسب تدارک کرتی تھی۔[2]

اس واقعہ پر قدرتی طور پر پوری جماعت احمدیہ میں زبردست جوش و خروش پیدا ہو گیا اور مخلصین نے

---

[1] الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ ؛ [2] الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱ ؛

حضور کی خدمت میں متواتر خطوط اور تاروں سے اپنے بے پناہ جذباتِ عقیدت و فدائیت کا ثبوت دیا۔[1]

واقعہ کی تفصیلات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے مقدّس الفاظ میں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے ۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ء کے خطبہ جمعہ میں اس واقعہ پر بالتفصیل روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ:۔

" جبکہ ہم سٹیشن سے واپس آرہے تھے تو اُس گلی میں جو شیخ یعقوب علی صاحب کی گلی کہلاتی ہے اُن کے گھر کے قریب جب موٹر گذر رہا تھا تو اس کی چھت پر قریباً اُسی جگہ جہاں میں بیٹھا تھا مگر ذرا بائیں طرف بائیں کندھے کے اُوپر کے قریب کوئی چیز زور سے گری۔ اُسکے اندر اچھی زور کی طاقت تھی کیونکہ موٹر کی چھت پر کپڑا ہوتا ہے۔ اور اُسکے اور لکڑی کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ مگر وُہ چیز اس زور سے گری کہ کپڑے سمیت چھت سے آلگی۔ اور چھت کانپی اور یُوں معلوم ہُوا کہ اس میں سے کچھ ذرّے بھی گرے ہیں۔ حالانکہ اس کے نیچے بھی کپڑا ہوتا ہے۔ اس کے گرنے پر مَیں نے ڈرائیور سے کہا۔ وُہ موٹر ٹھیرائے۔ تا دیکھا جائے کہ کیا بات ہے۔ مگر چونکہ موٹر کی رفتار تیز ہوتی ہے اور موٹر چلانے والا ارادہ کے باوجود اسے یک دم نہیں روک سکتا۔ اسلئے اُسے موٹر کو روکنے میں کچھ دیر لگی۔ تب مَیں نے دوبارہ اُسے کہا کہ موٹر کو جلدی کھڑا کرو۔ چنانچہ اُس نے موٹر کو کھڑا کیا۔ مگر وہ اندازاً دس پندرہ گز کے فاصلہ پر جاکر کھڑی ہُوئی۔ اور جس جگہ وہ ٹھہری وہاں میاں فیروزالدین صاحب پٹواری کا مکان ہے۔ وہ باہر رہتے ہیں مگر اُن کا گھر یہیں ہے۔ لیکن وقوعہ اس مکان سے دس یا پندرہ یا بیس گز پرے کا ہونا چاہیئے یا اس سے کم و بیش۔ کیونکہ چلتی ہوئی موٹر کے فاصلہ کا اندازہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن بہرحال یہ فاصلہ پانچ دس گز سے پندرہ بیس گز تک ہو سکتا ہے۔ موٹر کے ٹھہر جانے پر مَیں نے اُس کے پائدان پر کھڑے ہو کر چھت کو دیکھا تو مجھے معلوم ہُوا کہ جو چیز گری تھی اُس کا اس حصّہ چھت پر کوئی نشان نہ تھا۔ جس کے متعلق مجھے خیال تھا کہ اس پر کوئی چیز پھینکی گئی ہے۔ البتہ اسکے اگلے حصہ پر جو بالکل قریب زمانہ میں مرمّت کرایا گیا تھا۔ تین چار یا پانچ۔ مَیں صحیح نہیں کہہ سکتا مگر متعدّد جگہ سے کپڑا پھٹا ہوُا تھا۔ مگر ڈرائیور نے مجھے بتایا کہ عزیزم ناصر احمد[2] دو تین ہفتہ پہلے جب اپنی پھوپھی سے ملنے کے لئے ڈلہوزی گئے تھے تو وہاں سے واپسی پر پہاڑ سے کچھ پتھر گرتے تھے۔ یہ کپڑا اُن پتھروں سے پھٹا تھا۔ اور یہ نشان اُن ہی پتھروں کے ہیں۔ پس یہ نشانات پھینکی ہوُئی چیز کیطرف

---

[1] الفضل ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۳ ۞ [2] یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (ناقل)

منسوب نہیں کئے جاسکتے تھے۔ بعد میں مَیں نے بعض دوستوں سے کہا تھا کہ وُہ دیکھ لیں کہ آیا یہ سارے نشانات بھی پُرانے ہیں یا اُن میں سے کوئی نیا نشان بھی ہے۔ اُنہوں نے خود تو مجھے اپنی تحقیق کی اطلاع نہیں دی۔ لیکن مَیں نے سُنا ہے کہ دیکھنے پر وُہ سب نشانات پُرانے ہی معلوم ہوئے ہیں۔ بہرحال وُہ نشان اس وقت کے خیال کے مطابق زیرِ بحث نہیں آسکتے۔ اِس امر کا اندازہ کہ جو چیز پھینکی گئی تھی وُہ کس زور سے گری تھی۔ اِس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب میں نے موٹر کے روکنے کے لئے کہا کہ دیکھیں کیا چیز موٹر پر پھینکی گئی ہے۔ تو اُس وقت ہمراہیوں میں سے ایک نے کہا کہ ٹائر برسٹ ہوا ہے۔ جن لوگوں نے ٹائر برسٹ ہوتے سُنا ہے وُہ جانتے ہیں کہ اسکی اچھی بلند آواز ہوتی ہے۔ خیر موٹر کے کھڑا ہونے پر بعض دوست اُتر کر اُس گھر کے اندر گھُس گئے جس کے آگے کار ٹھہری تھی۔ اور اُس کی چھت پر چڑھ کر حملہ آور کو دیکھنے لگے۔ حالانکہ چھت پر چڑھتے چڑھتے حملہ آور دُور تک نکل جاسکتا ہے۔ پہلے مجھے شبہ ہوا کہ ان دوستوں نے یہ خیال کیا ہے کہ اسی گھر سے چیز پڑی ہے۔ اور اسپر مَیں نے دُوسرے دوستوں سے کہا کہ یہ اُنکی غلطی ہے۔ موٹر تو آگے آچکی ہے۔ لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وُہ اس کی چھت پر چڑھ کر یہ دیکھنے گئے تھے کہ شاید اس چیز کا پھینکنے والا نظر آجائے۔ اس کے بعد چاروں طرف تلاش کی گئی مگر چیز پھینکنے والے کا کوئی پتہ نہ لگا۔ یہ چیز ایک تو بائیں طرف کی گلی سے پھینکی جاسکتی تھی یا اس سے پہلے ایک کھولہ ہے وہاں سے پھینکی جاسکتی تھی۔ اور ایک مکان ہے جو مقفل ہے اس مقفل مکان سے بھی چیز پھینکی جاسکتی تھی بشرطیکہ یہ سازش ہو۔ کیونکہ جو لوگ جرائم کی حقیقت سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مجرموں کو گھروں میں داخل کرکے باہر سے تالا لگادیا جاتا ہے اور اِس طرح جُرم کا سُراغ لگنا مشکل ہوجاتا ہے کیونکہ تحقیق کرنے والے جب وہاں سے گذرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اِس جگہ سے تو یہ جرم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہاں قفل لگا ہوا ہے۔ پھر جب وُہ پتہ لگانے سے مایوس ہوجاتے ہیں تو گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد لوگ آتے ہیں اور تالا کھول کر مجرم کو نکال لے جاتے ہیں۔ اگر یہ فعل کسی سازش کا نتیجہ تھا تو ممکن ہے کہ اس فعل کا ارتکاب اِس مقفل گھر ہی سے ہُوا ہو۔ لیکن مقفل گھر کو کھولنا قانون کے خلاف ہے۔ اور پولیس ہی ایسا کر سکتی تھی جو وہاں موجود نہ تھی۔ تلاش کے وقت بھی مَیں نے اِس خیال کا اظہار کیا تھا کہ ممکن ہے اِس گھر سے چیز پھینکی گئی ہو۔ بہرحال جب لوگ تلاش کرچکے اور اُنہیں کوئی آدمی نظر نہ آیا تو کسی

ہمارے دوست نے کہا کہ تلاش تو کرو کہ وہ چیز جو گری ہے کیا اور کہاں ہے؟ اس وقت تک سب لوگ اسے یقینی طور پر پتھر سمجھ رہے تھے۔ اور مجھے بھی اس وقت تک یہ خیال نہیں آیا تھا کہ اگر پتھر ہوتا تو نشان چھت پر لگ جاتا۔ اس لئے غالباً یہ کوئی اور شئے ہے۔ (گو بعض صورتوں میں نشان نہیں بھی ہو سکتا لیکن ننّو میں سے ننانوے دفعہ پتھر کا نشان ہونا چاہیئے) اس لئے میں نے بھی اُس دوست کی تائید کی۔ اور کہا کہ اس چیز کو تلاش کرو۔ مگر چونکہ مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ اس لئے ایک آدھ منٹ کے بعد ہی میں نے کہہ دیا کہ اب چلو۔ ہاں ایک بات رہ گئی ہو یہ ہے کہ میرے پیچھے جو سائیکلسٹ آرہے تھے۔ اُن سے جب مَیں نے دریافت کیا کہ تم کو معلوم ہے وُہ چیز کس طرف سے آئی تھی تو اُنہوں نے دائیں طرف سے اس کا آنا بتایا (یعنی شمال سے آتے ہُوئے جو دائیں طرف ہے یعنی مغرب کی سمت)۔ ہم جو موٹر میں تھے۔ دھما کے سے ہمارا بھی یہی اندازہ تھا کہ وُہ چیز شمال مغربی سمت سے آگری ہے۔ اسکی تصدیق سائیکلسٹوں نے بھی کی جنہوں نے یہ بیان کیا کہ انہوں نے خود ادھر سے ایک چیز آتی ہُوئی دیکھی ہے جسے وہ ایک ہاتھ کے برابر پتھر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے۔ چونکہ مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ مَیں دوستوں کو ساتھ لے کر موٹر میں سوار ہو گیا اور مزید تحقیق ترک کر دی گئی

میری غرض وہاں ٹھہرنے سے صرف اتنی تھی کہ اگر کوئی شخص ایسا پایا جائے تو ہمیں علم ہو جائے کہ وُہ کون شخص ہے اور دوسرے میں اُسے نصیحت بھی کروں کہ ایسی فضول باتوں سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے واقعات درحقیقت انبیاء کی جماعتوں سے ہونے لازمی ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ . . . . اُسی دن کا جس دن یہ وقوعہ ہُوا۔ یہ بھی واقعہ ہے جس کی رپورٹ مجھے پہنچی کہ وُہی "حنیفا" جس نے میاں شریف احمدؓ صاحبؓ پر لاٹھی سے وار کیا تھا۔ اُس سے ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ایک شخص نے معانقہ کیا۔ اور میاں شریف احمدؓ صاحبؓ پر حملہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے کہا۔ آپ نے نہایت اعلیٰ کام کیا ہے۔ سب مسلمان آپ کو غازی سمجھتے ہیں۔ اس واقعہ کو اگر موٹر کے وقوعہ سے ملا یا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ بعض لوگ اسی حرکت کے لئے دُوسروں کو تیار کرنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ کیونکہ جب ایسے کاموں کی تعریف کی جائے اور کہا جائے۔ کہ آپ تو اس کام کی وجہ سے غازی بن گئے ہیں۔ تو کئی نوجوانوں کو خیال آجاتا ہے کہ ہم بھی غازی بننے کی کوشش کریں۔ وُہ یہ نہیں سمجھتے کہ پہلا غازی تو چھپتا پھرتا تھا اور پھر پولیس اُسکی نگرانی کرتی رہی

اور اب بھی اِس وقوعہ کے بعد پولیس اُسکے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ کیونکہ پولیس کو اگر حفاظت کی ضرورت نظر آتی ہے تو صرف اِس غازی کی۔ اُس سے گورنمنٹ کو کچھ ایسی محبّت ہے کہ وہ عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور یہاں کی پولیس کا تو اُس سے لیلیٰ مجنوں والا تعلق ہے۔ جب بھی کوئی واقعہ ہو دَوڑ کر وُہ اُسکے گرد جمع ہو جاتی ہے کہ ہمارے اِس محبوب کو کوئی نقصان نہ پہنچا وے۔ حالانکہ عقلمند احمدی کی تو جُوتی بھی اُسے سر پڑنے سے شرمائے گی۔ ایسے ذلیل آدمی کا مقابلہ کر کے کسی نے کیا لینا ہے۔ آخر یہ بھی تو انسان کو دیکھنا پڑتا ہے کہ میرے مقابلہ میں ہے کون۔" [1]

فصل ہفتم

بعض جلیل القدر صحابہؓ کا انتقال

۱۹۳۶ء میں مندرجہ ذیل جلیل القدر صحابہ کا انتقال ہوا:۔

۱۔ حضرت سیّد ناصر شاہ صاحب قادیانی۔ (تاریخ وفات یکم جنوری ۱۹۳۶ء [2]) ایک نہایت مخلص صحابی جن کا تذکرہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمانی نشان کے گواہ کی حیثیت سے تتمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۵۷۔ ۱۵۸ پر فرمایا ہے۔ نزول المسیح کی طباعت روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے معرض التواء میں تھی۔ آپ کو خواب میں تحریک ہوئی۔ چنانچہ رخصت لیکر قادیان آئے اور ۲۵۰ روپے حضرت مسیح موعود کی خدمت اقدس میں پیش کر دیئے اور درخواست کی کہ اس کتاب کی اشاعت کے جملہ اخراجات میں ادا کروں گا۔ ان کی یہ درخواست حضور نے منظور فرمالی۔ [3]

۲۔ حضرت شیخ نور احمد صاحب سابق مختار عام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(تاریخ وفات ۲۹ر جنوری ۱۹۳۶ء) [4]

۳۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری جنرل سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ (تاریخ وفات ۱۲ر فروری ۱۹۳۶ء) [5] حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مرحوم کے برادر زادہ مرزا مسعود بیگ

---

[1] الفضل ۳ر اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۵ تا ۱۲ ؛ [2] الفضل ۴ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۲ ؛ [3] الحکم ۲۱ر جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۶۔ اور الحکم ۲۸ر جنوری ۱۹۳۶ء میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؓ نے ہزار یا ڈیڑھ ہزار کی رقم حضور اقدس کی خدمت میں پیش کی تھی۔ (صفحہ ۱۱ کالم ۳)۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو (الفضل ۱۲ر جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۶) ؛ [4] الفضل ۳۱ر جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؛ [5] اخبار "پیغام صلح" لاہور ۱۵ر فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ ؛

صاحب کو حسب ذیل تعزیت نامہ لکھا:۔

"عزیزم مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا خط ملا۔ میں سندھ گیا ہوا تھا۔ وہی خط پھرتا پھراتا کوئی آٹھ دس دن بعد ملا۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات کا بہت افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری طرف سے اپنی والدہ صاحبہ اور دیگر عزیزوں کو بھی ہمدردی کا پیغام پہنچا دیں۔ مجھے آپ سب لوگوں کے صدمہ سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم پر اپنا فضل فرمائے۔ اور پسماندگان کو بھی اپنی رحمت کے سایہ تلے رکھے۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے ابتداء میں ایمان لائے تھے۔ اس لئے جب سے ہوش سنبھالا انہیں جانتا تھا اتنے لمبے تعلق کی وجہ سے افسوس کا احساس اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ یوں بھی باوجود اختلاف کے انہوں نے تعلق رکھا۔ اور ہمیشہ ملتے رہتے تھے۔ مگر سوائے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے کے اور کیا چارہ ہے"[1]

۴۔ چوہدری مولا بخش صاحب نمبردار چک ۳۵ جنوبی ضلع سرگودھا (تاریخ وفات ۴ار مارچ ۱۹۳۶ء)[2]۔ آپ کو ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنیکا شرف نصیب ہوا۔ بڑے عابد انسان تھے۔[3]

۵۔ عصمت اللہ صاحب (والد بزرگوار ڈاکٹر محمد اشرف صاحب) للہ ضلع جہلم (تاریخ وفات ۱ر مئی ۱۹۳۶ء)[4]

۶۔ بابو محمد عبداللہ صاحب ٹھیکیدار بھٹہ قادیان (تاریخ وفات ۱۴ر مئی ۱۹۳۶ء)[5]

۷۔ حاجی محمد یوسف صاحب زرگر امام الصلوٰۃ جماعت احمدیہ پنڈی چیری (تاریخ وفات ۲۸ر مئی ۱۹۳۶ء) اپنے علاقہ میں احمدیت کا ایک چلتا پھرتا نمونہ تھے۔[6]

۸۔ حضرت سید عزیز الرحمن صاحب بریلوی مہاجر قادیان (تاریخ وفات ۱۷ر جولائی ۱۹۳۶ء)[7]

۹۔ چوہدری غلام رسول صاحب گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ (تاریخ وفات ۸ر اگست ۱۹۳۶ء)[8]

---

[1] الفضل ۱۳ر مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۲۱ر جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۶ و پیغام صلح ۱۵ر فروری ۱۹۳۶ء۔

[2] الفضل ۱۹ر مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ [3] الفضل ۲۷ر جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۵ کالم ۳ و ۴۔ [4] الفضل ۲ر جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰ کالم ۱

[5] الفضل ۱۷ر جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۔ [6] الفضل ۷ر مارچ ۱۹۳۷ء صفحہ ۸۔ [7] الفضل ۱۹ر جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ مفصل حالات الحکم ۱۴۔۲۱ر نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۶ و ۷۔ الحکم ۷ر دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۶ پر شائع شدہ ہیں۔

[8] الفضل ۶ر ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۸ کالم ۱۔

۱۰۔ حضرت حاجی احمد جی صاحب دانہ ہزارہ (تاریخ وفات ۱۸ اگست ۱۹۳۶ء)۔ ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی۔ تہجد گذار اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔ اپنے مکان کے ساتھ ہی مسجد تعمیر کی۔ چندوں کی ادائیگی میں خاص التزام فرماتے تھے۔[1]

۱۱۔ میرزا یوسف علی خاں صاحب پشاوری (تاریخ وفات ۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ء) تبلیغ احمدیت کا بے حد جوش و ولولہ اور شوق تھا۔ بہت نڈر، غیور اور دلیر احمدی تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہم جماعت ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔[2]

۱۲۔ لیفٹنٹ سردار محمد ایوب خاں بہادر او بی ای اے ڈی سی پنشنر ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ مراد آباد متوطن شاہجہانپور (تاریخ وفات ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر ۱۹۰۲ء میں بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔[3]

۱۳۔ حاجی عبدالعزیز صاحب سیالکوٹی والد ماجد ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب بٹ پرنسپل طبیہ کالج علی گڑھ۔ (تاریخ وفات ۹ نومبر ۱۹۳۶ء) ۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے حلقہ غلامی میں آئے۔[4]

۱۴۔ بابا اللہ داد صاحب متوطن مدرسہ چٹھہ ضلع گوجرانوالہ (تاریخ وفات ۱۱ نومبر ۱۹۳۶ء)[5]

۱۵۔ میاں امام الدین صاحب ساکن دھرم کوٹ بگہ (تاریخ وفات ۱۰ دسمبر ۱۹۳۶ء)[6]

ان بزرگ صحابہ کے علاوہ اس سال حسب ذیل مخلصین احمدیت نے بھی وفات پائی۔

(۱) خان بہادر شیخ آصف زمان خانصاحب ڈپٹی کلکٹر گونڈہ شاہجہانپور[7] (۲) مولوی عبدالقادر صاحب کٹی مالاباری آف کنانور[8] (۳) شیخ غلام قادر صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ پٹھانکوٹ[9] (۴) حافظ سید عبدالمجید صاحب امیر جماعت احمدیہ منصوری[10]۔ (۵) شیخ جان محمد صاحب امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ[11]

---

[1] الفضل ۶ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ و ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰۔ [2] مفصل حالات حضرت قاضی محمد یوسف صاحب آف ہوتی مردان نے الفضل ۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۶ پر شائع کردئے تھے۔ [3] الفضل ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۲۔ [4] الفضل ۱۲ نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ [5] الفضل ۱۲ نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ [6] الفضل ۔ دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۔ [7] والد ماجد میجر عارف زمان خانصاحب حال ناظر امور خارجہ تاریخ وفات ۲۹ مئی ۱۹۳۶ء (الفضل ۳ جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۲)۔ [8] تاریخ وفات جون ۱۹۳۶ء۔ مالابار کے پہلے احمدی تھے۔ آپ ۱۹۰۲ء میں داخل سلسلہ ہوئے۔ مگر زندگی میں حضرت مسیح محمدیؑ کی زیارت نہ کرسکے (الفضل ۲۸ جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۳)۔ [9] والد ماجد عبدالمجید صاحب سالک۔ عبدالرؤف صاحب ساحر و عبدالجلیل صاحب عشرت تاریخ وفات ۵ جولائی ۱۹۳۶ء۔ آپ کے فرزند جناب عبدالجلیل صاحب عشرت آپ کے مختصر سوانح الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ اور الفضل ۲ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۸ پر شائع کرچکے ہیں۔ [10] تاریخ وفات ۲۸ اگست ۱۹۳۶ء حالات کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۳۰ اگست ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۲ ۔ الفضل ۵ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۲)۔ [11] تاریخ وفات یکم ستمبر ۱۹۳۶ء (الفضل ۵ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲)

فصل ہشتم

مشترکہ دُعائیں کرنے کا فرمان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہمیشہ جماعت احمدیہ کو دُعائیں کرنے کی تحریک فرماتے رہتے تھے۔ ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۶ء کو جمعہ کا مبارک دن اور رمضان کا پچیسواں روزہ تھا۔ اس روز حضور کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ رمضان کے مبارک ایام اب قریب الاختتام ہیں۔ ہمیں ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی صورت یہ اختیار کرنی چاہیئے کہ آج اور کل کی دو راتوں میں ایسی دُعائیں کی جائیں جو مشترکہ ہوں۔ چنانچہ حضور نے خطبہ جمعہ میں جماعت کو اس امر کی طرف زوردار طریق پر توجہ دلائی اور دو راتوں کے لئے مندرجہ ذیل دو مشترکہ دُعائیں تجویز فرمائیں:۔

پہلی دُعا۔ "الٰہی تیرا عفو تام اور توبۂ نصوح ہمیں میسر ہو۔ اور نہ صرف ہمیں میسر ہو بلکہ ہمارے خاندان کو ہمارے ہمسایوں کو، ہمارے دوستوں کو، ہمارے عزیزوں کو اور رشتہ داروں کو اور ہماری تمام جماعت کو، یہ نعمت میسر آجائے۔ خدایا ہم تیرے عاجز و خطاکار اور گنہگار بندے ہیں۔ ہم سخت کمزور اور ناتواں ہیں۔ جالوں اور پھندوں میں ہم نے اپنے آپ کو پھنسا رکھا ہے۔ ان میں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں اور ہماری نجات کی کوئی صورت نہیں سوائے اسکے کہ تیرا عفو تام ہم پر چھا جائے۔ اور آئندہ کے لئے وُہ توبۂ نصوح ہمیں حاصل ہو جائے جس کے بعد کوئی ذلت اور کوئی تنزل نہیں ہے۔"[1]

دُوسری دُعا۔ "اے خدا تُو کامل ہے۔ ہر تعریف سے مستغنی ہے۔ ہر عزت سے مستغنی ہے۔ ہر شہرت سے مستغنی ہے۔ تجھے اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ تیرے بندے تجھ پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔ اُن کے مان لینے سے تیری شان میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔ اور اُن کے نہ ماننے سے تیری شان میں کوئی کمی نہیں آسکتی لیکن اے ہمارے ربّ! گو تُو محتاج نہیں لیکن دُنیا تیرے نُور کی محتاج ہے۔ اور ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ تیری صفات دُنیا پر جلوہ گر ہوں۔ اور تیرا نُور عالم پر پھیلے اور تمام بنی نوع انسان تجھ پر ایمان لائیں اور تیری بادشاہت دنیا میں قائم ہو۔ اے خدا اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے غریب بندوں کی خاطر دُنیا پر رحم فرما۔ اپنی خالقیت کے اظہار کیلئے نہیں بلکہ مخلوق پر ترحّم اور شفقت کرنے کیلئے انہیں وُہ راستہ دکھا۔ جو اُنہیں تیرے قُرب تک پہنچانے والا ہو۔ اور جس کے نتیجہ میں تیری بادشاہت دُنیا پر قائم ہو جائے۔ تا بنی نوع انسان تیرے نُور سے مُنوّر ہو جائیں۔ اُن کے دل روشن ہو جائیں،

---

[1] الفضل ۱۳ر دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱ و ۲

اُن کی آنکھیں چمک اُٹھیں اور اُن کے ذہن تیز ہو جائیں۔" ؎۱

حضور نے مندرجہ بالا دُعاؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے احباب جماعت کو یہ بھی تلقین فرمائی کہ:-

"سال میں سے کم از کم ایک دن تم خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں پر روؤ اور خوشی کی چیز اُس سے کوئی نہ مانگو۔ اُس سے روپیہ نہ مانگو۔ اُس سے پیسہ نہ مانگو۔ اُس سے دولت نہ مانگو۔ اُس سے صحت نہ مانگو۔ اُس سے قرضوں کا دُور ہونا نہ مانگو۔ اُس سے اعزاز نہ مانگو۔ اُس سے اکرام نہ مانگو۔ پھر یہی مانگو کہ خدایا تیرا عفو تام ہمیں حاصل ہو۔ اور توبۂ نصوح ہمارے لئے میسر ہو جائے۔ اِس دُعا کو مختلف رنگوں میں مانگو۔ مختلف طریقوں سے مانگو۔ مختلف الفاظ میں مانگو۔ اپنے لئے مانگو۔ اپنی بیویوں کے لئے مانگو۔ اپنے بچوں کیلئے مانگو۔ اپنے دوستوں کیلئے مانگو۔ اپنے ہمسائیوں کیلئے مانگو۔ اپنے شہروالوں کے لئے مانگو۔ اور پھر ساری جماعت کے لئے مانگو۔ مگر چیز ایک ہو۔ بات ایک ہو۔ رنگ ایک ہو۔ سُر ایک ہو۔ تال ایک ہو۔ اور جو کہو اُس کا خلاصہ یہ ہو۔ ہم تیرا عفو تجھ سے ہی چاہتے ہیں۔ پس اُس عفو سے مانگو۔ اُس غفار سے مانگو۔ اُس ستار سے مانگو۔ اُس توّاب سے مانگو۔ اور اگر تم اُس سے رحمانیت مانگو۔ تو اسی لئے کہ وہ تمہیں اپنا عفو تام اور توبۂ نصوح دے۔ اور اگر رحیمیت مانگو تو بھی اسی لئے کہ وہ تمہیں اپنا عفو تام اور توبۂ نصوح دے۔" ؎۲

ایڈورڈ ہشتم کی تخت شاہی سے دستبرداری پر حضرت امیرالمومنین رضؓ کے تأثرات۔

شاہ ایڈورڈ ہشتم نے رسم تاجپوشی کی تقریب پر مذہبی رسوم کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا۔ جسپر آرچ بشپ آف کنٹربری اور مذہب سے دلچسپی رکھنے والے برطانیہ کے بعض دُوسرے مذہبی خیال کے وزراء بھی اِس تقریب میں شمولیت سے دستکش ہو گئے۔ بشپ بریڈ فورڈ نے کہا کہ بادشاہ کو مذہب کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ یہ اندرونی کشمکش ابھی اندر ہی اندر جاری تھی کہ بادشاہ معظم نے ایک مطلقہ خاتون مسز سمپسن سے شادی کرنا چاہی تو برطانوی نظام کلیسا میں سخت زلزلہ برپا ہو گیا۔ اور پادریوں نے شور مچا دیا کہ بادشاہ کا یہ فعل ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جس عورت کا پہلا خاوند زندہ ہو وہ ہماری ملکہ کیونکر ہو سکتی ہے۔ بعض نادانوں نے تو یہاں تک کہا کہ بادشاہ چاہیں تو پرائیویٹ تعلقات اس عورت سے رکھ سکتے ہیں۔ لیکن شادی کر کے مطلقہ عورت کو عزت بخشنا اُن کے لئے جائز نہیں۔

دراصل بادشاہ کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ اگر تخت پر رہتے ہوئے میں نے شادی کی تو ملک میں فساد ضرور ہو گا۔

؎۱ الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۷ کالم ۳-۴ ؎۲ الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۶ کالم ۲ و ۳ و ۴

گو اکثریت میرے ساتھ ہوگی۔ لیکن پھر بھی ایک زبردست اقلیت مقابلہ پر کھڑی ہو جائے گی۔ اور اِسی طرح بعض نوآبادیاں بھی شورش پر آمادہ ہو جائیں گی۔ بادشاہ نے آخری جدوجہد یہ کی کہ وزراء سے کہہ دیا کہ آپ لوگوں کو ایک مطلقہ عورت کے ملکہ ہونے پر ہی اعتراض ہوسکتا ہے۔ سو میں اس کیلئے بھی تیار ہوں کہ ایک خاص قانون بنادیا جائے کہ میری بیوی ملکہ نہ ہوگی۔ لیکن وزارت نے اِس سے بھی انکار کیا۔ پس صورتِ حالات یہ پیدا ہوگئی کہ ایک طرف تو اِس مشکل کا واحد حل کہ بادشاہ کی بیوی ملکہ نہ ہو۔ وزارت نے مہیّا کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف بادشاہ دیکھ رہے تھے کہ میرے سامنے دو چیزیں ہیں۔ ایک طرف ملک نہیں بلکہ ملک کی ایک اقلیت کی خواہش کہ ایک مطلقہ عورت سے شادی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور دوسری طرف یہ سوال کہ ایک عورت جو مجھ سے شادی کیلئے تیار ہوئی اور جس سے شادی کا میں وعدہ بھی کر چکا ہوں۔ اُس کو اِس وجہ سے چھوڑ دوں کہ چونکہ تو مطلقہ ہے اِس لئے میرے ساتھ شادی کے قابل نہیں۔ ایک طرف ایک اقلیت ہے جسے قانون کوئی حق نہیں دیتا۔ اور دوسری طرف ایک ایسے وجود کو زیرِ الزام لا کر چھوڑنا ہے جسے قانون شادی کا حق بخشتا ہے۔ یقیناً ایسی صورت میں بادشاہ کے لئے ایک ہی راستہ کھلا تھا کہ وُہ اُس کا ساتھ دیتے جس کے ساتھ قانون تھا۔ لیکن چونکہ ایسا کرنے میں ملک میں فساد کا اندیشہ تھا۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اُس عورت کی بے عزّتی نہیں ہونے دُوں گا جس سے میں نے وعدہ کیا ہے۔ اور میں مُلک میں فساد بھی نہیں ہونے دُوں گا۔ پس ان دونوں صورتوں کے پیدا کرنے کے لئے میں وُہ قدم اُٹھاؤں گا جس کے اُٹھانے کے لئے غالباً بہت سے لوگ تیار نہ ہونگے۔ یعنی میں بادشاہت سے الگ ہو کر مُلک کو فساد سے اور اپنی ہونے والی بیوی کو ذلّت سے بچا لُوں گا۔ اور اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔

برطانوی بادشاہ ملکی قانون و آئین کے اعتبار سے محافظِ عیسائیت (DEFENDER OF FAITH) تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا تاجدارِ برطانیہ کی دستبرداری کے اس واقعہ سے (جو ۱۰؍ دسمبر ۱۹۳۶ء کو ہوا) نہ صرف انگلستان میں بلکہ دُنیا بھر کی برطانوی مقبوضات میں ایک تہلکہ مچ گیا اور آرچ بشپ آف کنٹربری[1] نے اصل

---

[1] چنانچہ آرچ بشپ آف کنٹربری نے ایڈورڈ ہشتم کی دستبرداری کو اصول کی بجائے محض "ذاتی خوشی" کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے کہا۔ "ایڈورڈ ہشتم کو خدا کی طرف سے ایک اعلیٰ اور مقدس امانت ملی تھی۔ مگر انہوں نے یہ امانت دوسروں کے حوالہ کر دینے کے لئے اپنی مخصوص صاف بیانی سے کام لیا۔ وہ ہر اقدام ذاتی خوشی کے حصول کے لئے کر رہے تھے۔ یہ امر افسوسناک اور حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے اس قسم کے مقصد کے پیشِ نظر اتنی بڑی امانت کو چھوڑ دیا۔۔۔ آہ کس قدر افسوس ہے۔ آہ کس قدر افسوس ہے!"

حقائق پر پردہ ڈالنے کیلئے اسے محض عورت سے محبت ہی کا ردِّ عمل بتایا جس سے متاثر ہوکر اخبار الفضل نے ۹ار دسمبر ۱۹۳۶ء میں ایک افتتاحیہ بھی شائع کر دیا۔ مگر چونکہ اصل حقائق یہ نہیں تھے۔ اسلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حکومت برطانیہ کے اس تازہ انقلاب کا حقیقی پس منظر بتانے کیلئے ایک مفصل مضمون ۲۰ر دسمبر ۱۹۳۶ء کو لکھا جو الفضل ۲۲ر دسمبر ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ مضمون کے آخر میں حضور نے تحریر فرمایا کہ:۔

"اس واقعہ سے ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور آپ پر لگائے جانے والے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض دُور ہوا ہے۔ پیشگوئی تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں عیسائیت آپ ہی آپ پگھلنی شروع ہو جائے گی۔ اِس پیشگوئی کے پورا ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ مسیحیت کی نمائندہ حکومت میں یعنی دُنیا کی اس واحد حکومت میں جس کے بادشاہ کو محافظِ عیسائیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایسے تغیّرات پیدا ہو رہے ہیں کہ اُس کے ایک نہایت مقبول بادشاہ نے مسیحیت کی بعض رسُوم ادا کرنے سے اِس وجہ سے انکار کر دیا کہ وُہ ان میں یقین نہیں رکھتا۔ اور اعتراض جس کا ازالہ ہوا ہے یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے طلاق کو جائز قرار دیا۔ اور مطلّقہ عورتوں سے شادی کی۔ کیونکہ دُنیا نے دیکھ لیا کہ طلاق کی ضرورت اب اس شدّت سے تسلیم کی جاتی ہے اور مطلّقہ عورت کی عزّت کو جبکہ وُہ اخلاقی الزام سے مُتّہم نہ ہو۔ اس صفائی سے تسلیم کیا جاتا ہے کہ بادشاہ اس سوال کو حل کرنے کے لئے اپنی بادشاہت تک کو ترک کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔

ایک برطانوی مسلمان کا دل اسوقت کس طرح خوشی سے اُچھل رہا تھا جبکہ وُہ گذشتہ واقعات کو پڑھتے ہوئے یہ دیکھتا تھا کہ عیسائیت کے خلاف وُہی نہیں بلکہ اُس کا بادشاہ بھی لڑ رہا ہے۔ اور اسلام کے کمینہ دُشمن کے اعتراض کو وُہی دُور نہیں کر رہا بلکہ اُس کا مسیحی کہلانے والا بادشاہ بھی اس اعتراض کی لغویّت ثابت کرنے کے لئے اپنے تخت کو چھوڑنے کو تیار ہے۔

پادری سمجھتے ہیں کہ وُہ اس جنگ میں کامیاب رہے ہیں لیکن ایڈورڈ کی قربانی ضائع نہیں جائیگی کیونکہ وُہ پیشگوئیوں کے ماتحت ہوئی۔ یہ بیج بڑھے گا۔ اور ایک دن آئے گا کہ انگلستان نہ صرف اسلامی تعلیم کے مطابق طلاق کو جائز قرار دے گا بلکہ دُوسرے مسائل کے متعلق بھی وُہ اِسلامی تعلیم کے مطابق قانون

جاری کرنے پر مجبور ہوگا۔ بادشاہ آخر کیا ہوتا ہے؟ ملک اور قوم کا خادم۔ اور خادم اپنے آقا کیلئے جان دیا ہی کرتے ہیں۔ ایڈورڈ نے اپنی قربانی دیکر آیندہ عمارت کی پہلی اینٹ مہیا کی ہے۔ اسکے بعد دُوسری اینٹیں آئیں گی۔ اور ایک نئی عمارت تیار ہوگی جس پر انگلستان بجا طور پر فخر کر سکیگا۔

خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ شاہ ایڈورڈ کے آخری ایام حکومت میں اُن کے خیالات کی رَو کس طرف کو جا رہی تھی لیکن جو کچھ واقعات سے سمجھا جا سکتا ہے۔ وُہ یہی ہے کہ وُہ خیال کرتے تھے کہ مجھے اپنے ملک کے مذہب سے پُوری طرح یا جُزوی طور پر اختلاف ہے۔ بعض بڑے پادریوں کو مجھ سے شدید اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔ جب وُہ ایک ایسے امر سے مجھے روک رہے ہیں جس کی قانون اجازت دیتا ہے تو کل وُہ مجھ سے اور کیا کچھ مطالبہ نہ کریں گے۔ اِس وقت ملک میرے ساتھ ہے۔ ممکن ہے کل کوئی ایسا سوال پیدا ہو کہ ملک بھی میرے خلاف ہو۔ پھر ان حالات میں کیوں ملک کی ایک اقلیت کی خاطر مَیں اپنے وعدہ کو ترک کروں اور ایک عورت کو دُنیا بھر میں اس الزام سے مطعون کروں کہ دیکھو یہ وُہ عورت ہے جس سے ایڈورڈ نے اِس وجہ سے شادی نہ کی۔ کہ وُہ مطلقہ تھی۔ پس کیوں نہ مَیں اِس جھگڑے کا آج ہی خاتمہ کر دُوں اور مُلک کو آئندہ فسادات سے بچالُوں۔

اس کے برخلاف وہ پادری جو سابق بادشاہ کی مخالفت کر رہے تھے اُن کے خیالات کی رَو یہ معلوم ہوتی ہے کہ بادشاہ مذہب علیسوئیت سے متنفر معلوم ہوتا ہے۔ آج موقعہ ہے۔ آئرلینڈ اور کینیڈا کیتھولک مذہب کے زور کی وجہ سے مسئلہ طلاق میں تعصب رکھتے ہیں۔ اگر اس وجہ سے ہم بادشاہ کا مقابلہ کریں تو جن دو نتائج کے نکلنے کا امکان ہے۔ دونوں ہمارے حق میں مفید ہونگے۔ اگر بادشاہ دب گئے تو آئندہ کو ہمارا رُعب قائم ہو جائیگا۔ اور اگر بادشاہ تخت سے الگ ہو گئے۔ تو ہمارے راستہ سے ایک روک دُور ہو جائے گی۔

خیالات کی اِن دونوں رَوؤں کا مقابلہ کرلو۔ اور پھر سوچ لو کہ کیا یہ کہنا درست ہے کہ "آہ (ایڈورڈ ہشتم پر) کس قدر افسوس ہے۔ آہ کس قدر افسوس ہے۔" یا یہ کہنا درست ہے کہ ان پادریوں پر جنہوں نے ایسے حالات پیدا کر دئے کہ ایک خادم قوم اور مخلص بادشاہ کو باوجود اسکے کہ قانون اُس کے حق میں تھا، تخت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ افسوس ہے۔ آہ کس قدر افسوس ہے۔

خلاصہ یہ کہ بادشاہ کے ساتھ بعض لوگوں کا (انگلستان کا نہیں) جھگڑا وُہ نہیں تھا جو بعض ناواقف لوگ سمجھتے ہیں بلکہ مذہب اور قانون کے احترام کا جھگڑا تھا۔ بادشاہ اپنے منفرد مذہب پر

اصرار کرتے تھے۔ اور پادری قومی مذہب پر۔ (حالانکہ قومی مذہب مذہب نہیں۔ سیاست ہے جبکہ اس کا اثر اصولی مسائل پر بھی پڑتا ہو) اور بادشاہ قانون کا احترام کرتے ہوئے قانون پر عمل کرنے کو تیار تھے لیکن اُن کے مخالفوں کا یہ اصرار تھا کہ یہ قانون دکھاوے کیلئے ہے۔ عمل کرنے کے لئے نہیں۔ قانون طلاق کی اجازت دیتا ہے مگر مذہب نہیں۔ بادشاہ چونکہ مسیحیت کے کُلّی طور پر یا جُزوی طور پر قائل نہ رہے تھے۔ اُنہوں نے قانون پر زور دیا۔ جو اُن کی ضمیر کی آواز کی تصدیق کرتا تھا۔ اور آخر مُلک کو فساد سے بچانے کے لئے تخت سے دست برداری دے دی۔

بعض احباب جو ایک حد تک واقعات کی تہہ کو پہنچے ہیں۔ اِن حالات کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں۔ زندہ باد ایڈورڈ۔ یہ بھی درست ہوگا مگر مَیں تو اِن حالات کے محرکات کو دیکھتے ہوئے یہی کہتا ہوں:۔

محمدؐ زندہ باد! زندہ باد محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)"۔ [1]

مولوی محمد علی صاحب کو مباحثہ کی واضح دعوت اور اُن کا گریز،

جناب مولوی محمدؐ علی صاحب (امیر انجمن احمدیہ اشاعتِ اسلام لاہور) نے اخبار "پیغام صلح" (۱۹ر نومبر ۱۹۳۶ء) میں اس خواہش کا اظہار کیا کہ "وہ (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ ناقل) خود اپنی ذمہ داری کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ایک فیصلہ کُن بحث کے لئے قدم اُٹھائیں"۔

اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے مولانا ابوالعطاء صاحب کو ارشاد فرمایا کہ:۔

"میری طرف سے اعلان کردیں کہ مَیں خود مولوی محمد علی صاحب سے نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بحث کروں گا۔ انہیں چاہیئے کہ اس کے لئے فریقین کے حق میں مساوی شروط کا تصفیہ کرلیں۔ بحث مَیں خود کروں گا۔ انشاء اللہ"۔

مولانا ابوالعطاء صاحب نے ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۶ء کو حضور کا یہ اعلان ایک مفصّل نوٹ اور جلی قلم کے ساتھ الفضل میں شائع کرا دیا۔

اس کے چند روز بعد حضرت امیرالمومنین رضؓ نے اپنے قلم سے مزید وضاحتی تحریر لکھدی کہ:۔

"مَیں تصدیق کرتا ہوں کہ مَیں نے مولوی ابوالعطاء صاحب سے کہا تھا کہ مَیں مسئلہ نبوت میں مولوی محمد علی صاحب سے خود مباحثہ کرنے کو تیار ہوں۔ آپ ان سے شرطیں طے کریں۔ سو معقول شرائط جن میں کوئی لغویت یا

---

[1] الفضل ۲۲ر دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۳ و ۵۔ اِس عنوان کے تحت مندرج سب حالات الفضل دسمبر ۱۹۳۶ء سے ماخوذ ہیں ؀

کھیل کا پہلو نہ ہو۔ جب بھی طے ہو جائیں تو مجھے مولوی صاحب سے مباحثہ کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہ۔ مباحثہ کی غرض اگر ایک جماعت تک حق کی آواز کا پہنچانا ہو۔ تو اس میں مجھے عذر ہی کیا ہو سکتا ہے عذر تو اُسی صورت میں ہوتا ہے جب مباحثہ کو کھیل یا فساد کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد" [1]

مولوی محمد علی صاحب جنہوں نے خود ہی فیصلہ کن بحث کی خواہش ظاہر فرمائی تھی مسئلہ نبوت پر گفتگو کرنے سے یہ کہکر گریز اختیار کیا کہ "اوّل بحث مسئلہ تکفیر المسلمین پر ہونی چاہیئے۔ کیونکہ دونوں جماعتوں کا اختلاف اسی مسئلہ پر شروع ہوا تھا۔ تکفیر اختلاف کی اصل ہے۔ اور مسئلہ نبوّت اس کی فرع" [2]

"مسئلہ تکفیر کو اوّل لیا جائے۔ اور مسئلہ نبوّت کو اس کے بعد" ۔ [3]

نیز کہا کہ " دونوں جماعتوں میں جو یہ اختلاف ہوا۔ تو جڑ مسئلہ کفر و اسلام ہے"

یاد رہے کہ یہ وہی مولوی محمد علی صاحب تھے جو ۱۹۱۵ء سے متواتر یہ کہتے آرہے تھے کہ:۔

" ہمارے درمیان جو اختلافِ مسائل ہے۔ اس کی اصل جڑ مسئلہ نبوّت ہے۔ اگر ہمارے احباب محض اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی اور سلسلہ کی خیر خواہی کو مدِّنظر رکھ کر اس کا فیصلہ کرنا چاہیں تو اسکی راہ نہایت آسان ہے" [4]

یہی نہیں۔ انہوں نے حلفیہ اعلان بھی کیا کہ:۔

" میں تم کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آؤ سب سے پہلے ایک بات کا فیصلہ کرلو اور جب تک وہ فیصلہ نہ ہو جائے۔ دوسرے معاملات کو ملتوی رکھو۔ اصل جڑ سارے اختلاف کی صرف حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی قسمِ نبوّت کا مسئلہ ہے" [5]

مولوی محمد علی صاحب کے اس جدید مؤقف پر کہ "جڑ مسئلہ کفر و اسلام ہے" مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ایسے معاند احمدیت کو اپنے اخبار اہلحدیث (۱۵ر جنوری ۱۹۳۷ء) میں لکھنا پڑا کہ:۔

" اتنا ضرور کہتے ہیں کہ ان دونوں مضمونوں میں سے مسئلہ نبوّت اصل ہے اور تکفیر اسکی فرع ہے ۔۔۔ خلیفہ قادیان اصولی بات کرتا ہے۔ اور لاہوری امیر صاحب کسی مخفی غرض سے اس کو ٹال رہے ہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ کفر مترتب ہے انکارِ نبوّت پر۔ پس بحث کا اصل مدار نبوّت پر ہونا چاہیئے۔ اس لئے ہم مناظرانہ حیثیت سے

---

[1] الفضل ۲۰ر دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۳ ؛ [2] "پیغام صلح" ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۶ کالم ۲ ؛ [3] "پیغام صلح" ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۶ کالم ۳ ؛ [4] پیغام صلح ۲۳ر دسمبر ۱۹۳۶ء ؛ [5] ٹریکٹ "مسئلہ نبوت" کاملہ تامہ اور جزئی نبوت میں فرق صفحہ ۱ ؛

مولوی محمد علی صاحب کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور نبوت مرزا پر بحث کو ٹال نہ دیں"۔[۱] مگر جناب مولوی محمد علی صاحب آخر دم تک اپنے انکار پر اصرار کرتے رہے!!

فصل نہم

۱۹۳۶ء کے متفرق مگر اہم واقعات

خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں خوشی کی تقریب

۸ رمئی ۱۹۳۶ء کو بعد نماز عصر حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے فرزند ارجمند میاں محمد احمد خان صاحب کا عقد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی دختر نیک اختر امۃ الحمید بیگم صاحبہ کے ساتھ پندرہ ہزار روپیہ مہر پر ہوا۔ خطبہ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارشاد فرمایا۔[۲]

میجر ممتاز یاور الدولہ بہادر قادیان میں

حیدر آباد دکن کے ایک معزز نواب میجر ممتاز یاور الدولہ ۲۸ رفروری ۱۹۳۶ء کو مولوی سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن کے ساتھ قادیان تشریف لائے۔ حضرت امیر المومنینؓ کی ملاقات اور قادیان کے مرکزی اداروں سے بہت متاثر ہوئے۔ اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ "یہاں کے جملہ کاروبار میں اخلاص و ایثار و للہیت کارفرما ہے"۔[۳]

مذہبی کانفرنس میں احمدی مبلغ کی تقریر

۶ رمارچ ۱۹۳۶ء کو آریہ سماج جموں کے زیر انتظام ایک مذہبی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں مہاشہ محمد عمر صاحب نو مسلم مولوی فاضل نے بھی تقریر کی جو بہت پسند کی گئی۔ موضوع یہ تھا "مجھے میرا دھرم کیوں پیارا ہے"۔[۴]

نئے تحقیقاتی کمیشن کا تقرر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء میں مرکزی دفاتر کے نقائص دور کرنے کیلئے مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر فرمایا:۔

(۱) حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ صدر (سول سرجن گوجرانوالہ (۲) راجہ علی محمد صاحب (افسر مال لاہور)۔

---

[۱] ہفت روزہ "اہلحدیث" امرتسر ۱۵ رجنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۵ کالم ۲ و ۳ ؛ [۲] الفضل ۱۰ رمئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۳۔ خطبہ نکاح الفضل ۱۴ رمئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۴ تا ۶ پر شائع ہو چکا ہے ؛ [۳] الفضل ۴ رمارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ و ۷ ؛ [۴] الفضل ۱۳ رمارچ ۱۹۳۶ء و صفحہ ۶

(۳) پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے (گورنمنٹ کالج لاہور) (۴) شیخ عبد الحمید صاحب آڈیٹر لاہور۔
(۵) ملک غلام محمد صاحب رئیس لاہور۔ (۶) چودھری عطا محمد صاحب نائب تحصیلدار ہوشیارپور۔
(۷) میاں غلام محمد صاحب اختر سیکرٹری (سٹاف وارڈن لاہور) [۱]

اِس کمیشن نے سالہا سال تک بڑی محنت و کاوش سے کام کیا اور بہت مفید خدمات انجام دیں۔

آل اڑلیسہ ریلیجس کانفرنس

سری رام کرشنا جی کی صد سالہ سالگرہ کے موقعہ پر اڑلیسہ کے ہندوؤں نے ۱۱-۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو ایک مذہبی کانفرنس منعقد کی۔ جس میں مولانا ظہور حسین صاحب نے اسلام کی کامیاب نمائندگی کی اور "اسلام عالمگیر مذہب ہے" کے عنوان پر نہایت عمدہ لیکچر دیا [۲]

پارلیمنٹ آف ریلیجنز بمبئی

شری رام کرشنا مشن بمبئی نے ۷، ۸، ۹ مئی ۱۹۳۶ء کو بمبئی میں ایک پارلیمنٹ آف ریلیجنز کا انعقاد کیا۔ جس میں مسلمانوں کی طرف سے مولوی محمد یار صاحب عارف نے حصہ لیا۔ اور اسلام کو احمدیہ نقطہ نگاہ سے پیش کیا۔ تقریر کے خاتمہ پر صدر جلسہ جیا کار نے کہا "آج ہمیں کئی ایسی باتوں کا علم ہوا ہے جو اس سے پہلے ہمیں معلوم نہیں تھیں۔ تحریک احمدیت کے فاضل لیکچرار نے اسلام کی جو تعلیم پیش کی ہے۔ اس کی اسوقت تمام دُنیا کو ضرورت ہے۔ یعنی باہمی رواداری اور مذہبی اختلافات کو برداشت کرنا۔ کیا ہی اچھا ہو اگر ایک ایسی پارلیمنٹ کی مستقل طور پر تشکیل کی جاسکے۔ اور پبلک نہایت شریفانہ طور پر ایک دوسرے کے مذہبی خیالات سُنے اور اس سے فائدہ اُٹھائے۔ [۳]

ہانسی مذہبی کانفرنس

جون ۱۹۳۶ء میں تبلیغ کمیٹی کے زیر اہتمام ہانسی میں ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم۔ گیانی واحد حسین صاحب اور دو دیوبندی علماء نے تقریریں کیں۔ محترم ملک صاحب کی تقریر خاص طور پر پسند کی گئی [۴]

رسالہ "تعلیم الدین" کا اجرا

حکیم محمد عبد اللطیف صاحب گجراتی نے (مولانا ابو العطاء صاحب کی نگرانی میں) جولائی ۱۹۳۶ء سے ایک ماہوار رسالہ "تعلیم الدین" کے نام سے جاری کیا جس کا مقصد احمدی بچوں، خواتین، نئے احمدیوں اور نو مسلموں کو علوم دین سے آگاہ کرنا تھا۔ یہ رسالہ جو نہایت محنت سے مرتب ہوتا تھا۔ نومبر ۱۹۳۷ء تک جاری رہا۔

---

[۱] الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱ ؛ [۲] الفضل ۲۲ اپریل ۱۹۳۶ء ص ۸ کالم ۱ ؛ [۳] الفضل ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰ کالم ۱ و ۲ ؛ [۴] الفضل ۱۶ جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۲ ؛

قادیان میں دو خاص درسوں کا اجرا

نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے قادیان میں ۱۵ اگست سے لیکر ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء تک درس قرآن اور درس عربی صرف و نحو کا خاص انتظام کیا گیا۔ یہ سب درس مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مسجد اقصیٰ میں دیتے تھے[1] باقاعدہ شامل ہونے والوں کی تعداد ۲۳ تھی۔ درس کے اختتام پر امتحان بھی لیا گیا۔ اور قرآن مجید کے امتحان میں مولوی محمد اعظم صاحب بوتالوی اور چودھری فقیر محمد صاحب قادیان اور صرف و نحو میں ملک سعید احمد صاحب بی اے (ابن حضرت ملک مولا بخش صاحب) اوّل آئے[2]

مسجد احمدیہ برہمن بڑیہ بنگال کا سنگِ بنیاد

خان بہادر ابو الہاشم خان صاحب امیر پراونشل انجمن احمدیہ بنگال نے ۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو برہمن بڑیہ میں مسجد احمدیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ مسجد کے لئے حضرت مولانا سید عبد الواحد صاحب کے ورثاء نے مفت جگہ پیش کی۔[3]

کوچہ چابک سواراں لاہور کی متنازع مسجد کی نسبت ہائیکورٹ کا فیصلہ

عرصہ تین چار سال سے مسجد کوچہ چابک سواراں لاہور کا مقدمہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان ماتحت عدالتوں میں چل رہا تھا۔ سشن کورٹ نے فیصلہ کیا کہ احمدی اس مسجد میں با جماعت نماز ادا نہیں کر سکتے۔ اس کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل کی گئی۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ ہائیکورٹ نے آدھ گھنٹہ تک نہایت قابلیت سے ثبوت دعویٰ میں اپنے دلائل پیش کئے آخر ۱۲ نومبر ۱۹۳۶ء کو ہائیکورٹ نے احمدیوں کے حق میں ڈگری دے دی۔ اور یہ متنازع مسجد بالآخر احمدیوں کو مل گئی۔ اور اس کے امام سید دلاور شاہ صاحب بخاری مقرر کئے گئے[4]

قادیان میں ٹیلیفون کا افتتاح

قادیان میں ٹیلیفون لگانے کا کام ۴ دسمبر ۱۹۳۶ء کو مکمل ہو گیا۔ اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنریبل چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے گفتگو کے ساتھ اس کا افتتاح فرمایا۔[5]

---

[1] الفضل ۷ اگست ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ - و الفضل ۱۸ اگست ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱ و الفضل ۱۸ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؁ [2] الفضل ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰ ؁ [3] الفضل ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۲ ؁
[4] الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱ ؁ [5] الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ ؁

مبلّغین سلسلہ کی بیرونی ممالک کو روانگی

اس سال (۱۹۳۶ء میں) پندرہ مبلّغین بیرونی ممالک میں پیغامِ حق پہنچانے کے لئے بھجوائے گئے جن مجاہدین کے اسماء یہ ہیں:۔

(۱) مولوی محمد سلیم صاحب فلسطین۔ (تاریخ روانگی ۴ر جنوری ۱۹۳۶ء)[1]۔ (۲) مولوی عبد الواحد صاحب سماٹرا (تاریخ روانگی ۱۶ر جنوری ۱۹۳۶ء) (۳) مولوی شیخ عبد الواحد صاحب چین ۱۶ر جنوری ۱۹۳۶ء[2]۔ (۴) حاجی احمد خاں صاحب ایاز ہنگری ۱۶ر جنوری ۱۹۳۶ء۔ (۵) مولوی محمد رمضان صاحب ارجنٹائن ۲۵ر جنوری ۱۹۳۶ء[3]۔ (۶) مولانا جلال الدین صاحب شمس لنڈن روانگی یکم فروری ۱۹۳۶ء (۷) مولوی نذیر احمد صاحب (مغربی افریقہ۔ تاریخ روانگی یکم فروری ۱۹۳۶ء۔ (۸) مولوی نذیر احمد صاحب مبشر (مغربی افریقہ۔ تاریخ روانگی یکم فروری ۱۹۳۶ء[4]۔ (۹) ملک محمد شریف صاحب سپین یکم فروری ۱۹۳۶ء (۱۰) ملک عزیز احمد صاحب[5] جاوا۔ یکم فروری ۱۹۳۶ء۔ (۱۱) مولوی محمد الدین صاحب البانیہ۔ تاریخ روانگی ۱۸ر اپریل ۱۹۳۶ء۔ (۱۲) مولوی عنایت اللہ صاحب جالندھری (سنگاپور تاریخ روانگی ۱۸ر اپریل ۱۹۳۶ء) (۱۳) مولوی سید شاہ محمد صاحب (سنگاپور۔ جاوا۔ سماٹرا۔ تاریخ روانگی ۱۸ر اپریل ۱۹۳۶ء)[6] (۱۴) صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی (امریکہ۔ تاریخ روانگی ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۶ء)۔ (۱۵) مولوی محمد ابراہیم صاحب ناصر (امریکہ۔ ہنگری۔ " " " ")[7]

بیرونی مبلغین کی واپسی

مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مبشر بلاد عربیہ ۲۴ر فروری ۱۹۳۶ء کو[8] اور مولانا رحمت علی صاحب مبلغ جاوا ۳۱ر دسمبر ۱۹۳۶ء کو قادیان میں واپس تشریف لائے[9]

بیرونی مشنوں کے بعض اہم واقعات

فلسطین مشن۔ وسط ۱۹۳۶ء میں فلسطین کے حالات نہایت مخدوش ہو گئے۔ اور عربوں اور یہودیوں۔ اور سول اور فوجی پولیس کے درمیان بار بار تصادم ہوا۔ اور لمبی ہڑتال جاری رہی جس کے نتیجہ میں فسادات

---

[1] الفضل ۷ر جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ ؛ [2] الفضل ۱۸ر جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ [3] الفضل ۲۸ر جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؛ [4] آپ کے سفر مغربی افریقہ کے حالات "ریویو آف ریلیجنز" اردو مارچ ۱۹۴۷ء میں شائع شدہ ہیں ؛
[5] الفضل ۴ر فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؛ [6] الفضل ۲۰ر اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؛ [7] الفضل ۲۳ر اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۲۔ آپ کو حکومت امریکہ کی طرف سے ملک میں داخلہ کی اجازت نہ ملی۔ اس لئے حضرت امیر المومنین ؓ کی طرف سے بذریعہ تار لندن میں حکم ملا کہ بوڈاپسٹ چلے جائیں (الفضل ۱۶ر جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ و الفضل ۲۴ر جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۹) ؛ [8] الفضل ۵ر دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۲ ؛ [9] الفضل ۲۶ر فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۲ ؛

بڑھ گئے۔ اور کئی لوگ قتل یا مجروح ہوئے۔ اس موقعہ پر جماعتہائے احمدیہ فلسطین نے ہنگامی چندہ جمع کر کے مستحقین کی حتی الوسع مالی امداد کی۔[۱]

انگلستان مشن۔ ورلڈ فیلوشپ آف فیتھس کے زیر اہتمام قبل ازیں شکاگو اور نیویارک میں پہلی مذہبی کانفرنس ۱۹۳۳ء میں۔ دوسری ۱۹۳۴ء میں اور تیسری کانفرنس جولائی ۱۹۳۶ء میں بمقام لنڈن منعقد ہوئی جس میں مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ امام مسجد لنڈن نے دعا کرانے کے علاوہ عیسائی مذہب کے نمائندہ کے **مضمون** سے متعلق بحث کا افتتاح بھی فرمایا۔[۲]

مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ نے بھی اسکی متعدد نشستوں میں شرکت کی اور مہاراجہ بڑودہ، سر ہربرٹ سیمیوئل، سر آرنلڈ سٹیور اور حافظ وہبہ قنصل حکومت سعودیہ سے ملاقات کی۔ اس موقعہ پر احمدیوں نے دو سو کے قریب اشتہارات اور ٹریکٹ تقسیم کئے۔[۳]

مغربی افریقہ مشن۔ حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ مغربی افریقہ نے اپریل ۱۹۳۶ء میں ایک لمبا تبلیغی دورہ کیا جو کم و بیش سات سو میل پر مشتمل تھا۔[۴]

۱۹۳۶ء کی نئی مطبوعات

اس سال شائع ہونے والے اہم لٹریچر کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ "محامد خاتم النبیین" (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس اور اثر انگیز تحریرات کا رُوح پرور مجموعہ مرتبہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؓ ہلال پوری)

۲۔ نِبْرَاسُ الْمُؤْمِنِیْنَ: بانرجمہ سو احادیث النبیؐ (ترجمہ از مولانا ابو العطاء صاحب فاضل)

۳۔ "ہندی ترجمہ قرآن مجید" (از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان۔ اس ترجمہ کے پورے اخراجات سلطان دکن اعلیحضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع نے ریاست حیدر آباد کی طرف سے عطاء کئے۔[۵]

۴۔ "پوتر جیون" (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گورمکھی زبان میں سیرت طیبہ۔ مؤلفہ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان)[۶]

---

[۱] الفضل ۲۶ جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۵ کالم ۴ ؛ [۲] الفضل ۹ اگست ۱۹۳۶ء صفحہ ۹ ؛ [۳] الفضل ۹ اگست ۱۹۳۶ء صفحہ ۹ ؛ [۴] الفضل ۲ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۷ کالم ۱ ؛ [۵] "حیات عثمانی" صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹ (از حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی، ایڈیٹر "سالار" بمبئی و سیاح بلادِ عربیہ و غربیہ۔ مطبوعہ حیدر آباد ؛ [۶] گیانی ہیرا سنگھ صاحب دردؔ ایڈیٹر "پھلواڑی" نے اپنے رسالہ (شمارہ اگست ۱۹۳۷ء) میں اس پر ریویو کرتے ہوئے لکھا: "ایڈیٹر صاحب "نور" کی تیار کردہ شری حضرت محمد صاحب جی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت عالیہ کو میں نے پڑھا ہے اور اس کی اکثر باتوں نے میرے دل پر بہت گہرا اثر کیا ہے۔ اور میرے

۵۔ مناظرہ مہت پور۔ (تحریری مناظرہ جو مولانا ابو العطاء صاحب فاضل اور مرزا یوسف حسین صاحب کے درمیان ہوا)۔

۶۔ عاقبۃ المکذبین حصہ اوّل (افغانستان میں مظلوم احمدیوں پر مظالم کی درد انگیز داستان، اور اس کے عبرتناک نتائج۔ تالیف حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ ہوتی مردان)۔

۷۔ "ذکرِ حبیبؑ"۔ (حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے قلم سے زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افروز حالات پر مشتمل ایک نہایت اہم تالیف)۔

۸۔ "بائیبل کی بشارات بحق سرورِ کائنات"۔ (مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ)۔

۹۔ "جماعت احمدیہ و احرار"۔ (تالیف ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب آف موگا)۔

اندرون ملک کے مشہور مناظرے

مباحثہ بھبو وال چھینیاں مکیریاں ضلع ہوشیار پور۔ یہاں ۳۰ و ۳۱ جنوری ۱۹۳۶ء کو تینوں مسائل پر جماعت احمدیہ کا اہلسنت والجماعت سے مناظرہ ہوا۔ احمدیوں کی طرف سے مولوی عبد الرحمن صاحب مبشر اور غیر احمدیوں کی طرف سے حافظ عبد العزیز صاحب مناظر تھے۔ شرفاء نے جماعت احمدیہ کے دلائل کی برتری تسلیم کی[1]

مباحثہ تاروآ (بنگال) اس مقام پر قریشی محمد حنیف صاحب قمر میرپوری (سائیکل سیاح) کا مولوی تاج الاسلام صاحب سے مناظرہ ہوا۔ جو بہت کامیاب رہا[2]

مباحثہ کوٹلی ضلع میرپور (کشمیر) کوٹلی میں احمدی مبلغ مولوی محمد حسین صاحب نے ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۳۶ء کو ہر سہ متنازعہ مسائل پر ایک عالم اہلحدیث سے مناظرہ کیا۔ جس کے بعد ہندو اصحاب نے کہا کہ صداقت احمدیوں کے پاس ہے۔ دوسرے لوگ محض ہٹ دھرمی سے کام لے رہے ہیں[3]

بقیہ حاشیہ:۔ کئی ایک شکوک دور ہو گئے ہیں۔ اس کتاب میں مصنف نے جو حضرت محمد صاحب جی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ازواج مطہرات اور آپ کے اخلاق حسنہ کے متعلق لکھا ہے۔ وہ حصہ بہت ہی دلچسپ اور بنی نوع انسان کے لئے قیمتی ہدایات سے لبریز ہے۔ میری رائے میں اس قابل قدر کتاب کو جو بھی غور سے اور خالی الذہن ہو کر پڑھے گا۔ اس کے دل میں یقیناً شری حضرت محمد صاحب جی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ادب، احترام اور محبت کا جذبہ پیدا ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ اور وہ نہ صرف حضرت محمد صاحب جی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسوۂ حسنہ اور مقدس تعلیم ہی کی تعریف کرے گا۔ بلکہ بنی نوع انسان کی خیرخواہی اور ہمدردی کے متعلق اسلامی اصولوں سے واقف ہو کر مسلمانوں سے محبت، رفاقت اور دوستی پیدا کرنے کا آرزومند رہے گا۔ (گورمکھی سے ترجمہ) (بحوالہ اخبار نور ۲۰ اگست ۱۹۳۶ء صفحہ اوّل)

[1] الفضل ۷ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱ و ۲۔ [2] الفضل ۶ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰ کالم ۳ و ۴۔ [3] الفضل ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱ و ۲

مباحثہ موضع پدینداد (علاقہ کیمبلپور) ۳؍اپریل ۱۹۳۶ء کو مولوی ظہور حسین صاحب فاضل نے کئی غیر احمدی علماء سے مناظرہ کیا۔ متعدد غیر احمدی اصحاب نے واضح لفظوں میں اقرار کیا کہ احمدیوں کے پیش کردہ دلائل کا جواب ہمارے مولوی نہیں دے سکے[1]

مباحثہ ہیرو شرقی (ضلع ڈیرہ غازیخان) ۲۶؍اپریل ۱۹۳۶ء کو ہیرو شرقی میں آٹھ گھنٹہ کے قریب نہایت کامیاب مناظرہ ہوا۔ احمدیوں کی طرف سے مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مناظر تھے۔ اور غیر احمدیوں کی طرف سے سائیں لال حسین صاحب اختر[2] دوسرے دن مباہلہ بھی کیا گیا۔[3]

مباحثہ گوجرانوالہ۔ مولانا ابو العطاء صاحب نے ۲۰؍جون ۱۹۳۶ء کو عبداللہ معمار صاحب سے "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" کے موضوع پر شاندار مناظرہ کیا۔ مخالفین احمدیت نے بھی احمدی مناظر کی شرافت و نجابت، علمیت، سنجیدگی اور وسیع حوصلگی کا اقرار اور آپ کے طرز کلام پر خوشی کا اظہار کیا۔[4]

مباحثہ بھرت (ضلع لائل پور)۔ موضع بھرت چک ۴۲۸ میں مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل نے مولوی محمد شفیع صاحب سنکھتروی سے حیات و وفات مسیح اور مسئلہ صدق مسیح موعود پر دو مناظرے کئے۔ تیسرا مناظرہ ختم نبوت پر مقرر تھا۔ مگر مولوی محمد شفیع صاحب کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔[5]

مناظرہ مہت پور (ضلع ہوشیارپور) ۱۹۳۵ء کا مشہور (تحریری) مناظرہ مہت پور میں احمدیوں اور شیعوں کے مابین ہوا۔ جو یکم اکتوبر سے لیکر ۴؍اکتوبر برابر چار روز تک جاری رہا۔ احمدی مناظر مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری تھے اور مناظر انجمن اثنا عشریہ جناب مرزا یوسف حسین صاحب۔ موضوع بحث حسب ذیل تھے۔

(۱) صداقت دعوی حضرت مرزا غلام احمد صاحب مہدی موعود۔ (۲) مُتعة النّساء۔ (۳) ختم نبوت۔ (۴) تعزیہ داری۔ یہ یادگار مناظرہ دسمبر ۱۹۳۶ء میں جماعت احمدیہ اور شیعہ اثنا عشریہ مہت پور کے مشترکہ خرچ پر شائع کر دیا گیا[6] اس مناظرہ میں نمائندگان فرقہ اثنا عشریہ حسب ذیل تھے:۔

سید احمد علی شاہ صاحب۔ فدا حسین صاحب۔ عطا محمد صاحب پریذیڈنٹ اثنا عشری۔

نمائندگان جماعت احمدیہ کے نام یہ ہیں:۔ مولوی عبدالرحمن صاحب انور انچارج تحریک جدید ربوہ۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب ذبیح۔ چوہدری کمال الدین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ مہت پور۔

---

[1] الفضل ۲۹؍اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۴ ÷ [2] الفضل یکم مئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۴ ÷ [3] تفصیل الفضل ۱۹؍مئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۵، ۷ پر مندرج ہے ÷ [4] الفضل ۲۷؍جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۹ ÷ [5] الفضل ۲۹؍جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱ ÷ [6] پرچے صاف نہ پڑھے جاسکتے تھے لیکن چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر بی اے سیالکوٹی، حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی اور قریشی محمد نذیر صاحب ملتانی کی محنت و کاوش کے نتیجہ میں سب پرچے نقل مطابق اصل شائع ہوگئے ÷

اِس مناظرہ کے بعد موافق و مخالف سب کی زبان پر یہی چرچا تھا کہ احمدی مناظر غالب آگئے۔ اور یہ کہ شیعہ مناظر صاحب اپنے مذہب ہی سے ناواقف ہیں۔ [1]

مباحثہ بمبئی۔ بمبئی میں ۱۶ر ستمبر سے ۳ر اکتوبر تک جماعت احمدیہ کا آریہ سماج سے تحریری مناظرہ ہُوا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے مولوی محمدؐ یار صاحب عارف نے۔ اور آریہ سماج کی طرف سے پنڈت ایدھیا پرشاد صاحب نے پرچے لکھے۔ مناظرہ کے دو موضوع تھے۔ اوّل حدوثِ رُوح و مادّہ۔ دوّم عالمگیر مذہب اسلام ہی یا ویدک دھرم؟ [2] بعض (سناتن دھرمی) ہندوؤں نے کھُلم کھُلا کہا کہ پنڈت صاحب کے مقابل احمدی مناظر نے اپنی الہامی کتاب کی زیادہ خوبیاں بیان کی ہیں۔ اِس لئے وُہ غالب رہا ہے۔ اِنہیں خیالات کا اظہار بعض آریہ صاحبان نے بھی کیا۔ [3]

مباحثہ گوکھووال (ضلع لائل پور)۔ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو گوکھووال میں تینوں اختلافی مسائل پر احمدیوں اور سُنّیوں کے مابین ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہُوا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے قریشی محمدؐ نذیر صاحب ملتانی، مولوی دِل محمدؐ صاحب اور ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مناظر تھے۔ اہلسنّت والجماعت کی طرف سے مولوی محمد شفیع صاحب سنکھتروی اور سائیں لال حسین صاحب اختر نے بحث کی۔

مناظرہ میں ناکام رہنے کے بعد غیر احمدی اصحاب نے عیسائیوں کو انگیخت کی کہ وُہ احمدیوں کو مناظرہ کا چیلنج دیں۔ چنانچہ اُنہوں نے مناظرہ کا چیلنج دیا۔ جو فوراً منظور کر لیا گیا۔ اور اگلے روز ۱۲ر اکتوبر کو صداقت مسیح موعودؑ اور الوہیت مسیح ناصریؑ پر مناظرہ ہُوا۔ پہلے موضوع میں مولوی غلام احمدؐ صاحب بدوملہی، اور دوسرے میں مولانا قاضی محمدؐ نذیر صاحب امیر جماعت احمدیہ لائل پور مناظر تھے۔ عیسائیوں کی طرف سے پادری میلا رام پیش ہُوئے۔ اِس مناظرہ کے بعد ایک صاحب (منشی محمدؐ دین صاحب) جو غیر احمدیوں کے بانی مناظرہ کے چچا اور اُن کے سرگرم ممبر تھے جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ [4]

مباحثہ سنگرور (ریاست جیند) ۵ر نومبر ۱۹۳۶ء کو سنگرور میں جماعت احمدیہ کا غیر مبائعین کے ساتھ ایک نہایت کامیاب مناظرہ ہُوا۔ زیر بحث موضوع یہ تھے (۱) کیا قرآن مجید اور احادیث نبویّہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوّت کا سلسلہ جاری ہے؟ (۲) کیا حضرت مرزا غلام احمدؐ قادیانی مسیح موعود علیہ السّلام نے نبوّت کا دعویٰ کیا؟۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک

---

[1] الفضل، ۷ر اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۲ ؛ [2] الفضل ۲۹ر ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱ و ۲ ؛ [3] الفضل ۱۵ر اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱ ؛ [4] الفضل یکم نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۸ ؛

عبدالرحمٰن صاحبؓ خادمؔ نے اور غیر مبائعین کی طرف سے مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے نمائندگی کی۔

اِس مناظرہ میں مولوی عمرالدین صاحب شملوی کی بدحواسی کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ دوران مناظرہ میں ایک معزز غیر احمدی مولوی ظفر احسن صاحب نے کہا کہ مولوی عمرالدین صاحب شملوی معقول آدمی تھا آج معلوم نہیں کیا ہوگیا ہے کہ اُلٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے۔ مناظرہ میں بعض دُوسرے غیر مبائع مبلّغ بھی مولوی صاحب موصوف کے دائیں بائیں بیٹھے تھے۔ جو بعض اوقات اُنکی بے علمی پر بے اختیار ہنس پڑتے تھے۔[1]

ملک سیف الرحمٰن صاحب کی بیعت

۱۹۳۶ء میں جن خوش قسمت افراد کو قبول حق کی توفیق ملی۔ اُن میں (سلسلہ احمدیہ کے موجودہ مفتی) مولانا ملک سیف الرحمٰن صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ذیل میں ہم ملک صاحب موصوف کے ایک مکتوب[2] کا ایک اقتباس درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جس سے آپکے حلقہ بگوش احمدیت ہونے کے واقعات پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔ آپنے لکھا:۔

"خاکسار اپنے علاقہ کے ایک معزز نقشبندی خاندان کا رُکن ہے۔ . . . خاکسار پچھلے سالوں میں بغرض تعلیم لاہور میں مقیم رہا۔ اثنائے قیام میں احمدیّت کی مخالفت کا اتّفاق ہُوا۔ اِس غرض کے لئے حلقہ نیلہ گنبد لاہور میں ایک انجمن سیف الاسلام نامی بنائی گئی جس کی سیکرٹری شپ کی خدمات خاکسار کے سُپرد کی گئیں۔ چونکہ اُس وقت احرار نے احمدیت کے خلاف بہت کچھ شور مچا رکھا تھا۔ اور اس شور و غوغا کے آغاز کی وجہ سے لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول تھی۔ اِس لئے اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے انجمن کے ماتحت جلسے اور ٹریکٹ وغیرہ شائع کرکے احمدیّت کے خلاف لوگوں کو مشتعل کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ نیلہ گنبد کے بعض احمدیوں کو حلقہ کے لوگوں نے تنگ کرنا شروع کیا۔ اگر احمدی مسجد کے سامنے والے گراؤنڈ میں کوئی تبلیغی جلسہ کرنا چاہتے تو انجمن کی طرف سے اُسے درہم برہم کرنے کی ہر جائز و ناجائز کوشش کی جاتی۔ اِس اثناء میں بعض احمدی دوستوں نے خاکسار کو احمدیّت کے اصول میں غور و فکر کرنے کی ترغیب دی۔ چونکہ خاکسار کے لئے اس صُورت میں احمدیّت کی مخالفت کا یہ پہلا موقع تھا۔ اِس لئے اس ترغیب پر خاکسار نے کسی قدر گہری نظر سے عقائد احمدیت اور اسکی ترقی اور احراری کوشش کے مفید یا غیر مفید نتائج کے متعلق غور و خوض شروع

---

[1] الفضل ۲۰ رنومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۹ و ۱۰ و الفضل ۱۲ رنومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۱ و ۱۲۔ [2] ملک صاحب نے یہ خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ۱۵ راپریل ۱۹۳۶ء کو لکھا تھا۔ [3] ملاحظہ ہو اخبار فیضان (ربوہ) ۴ راگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۲۔

کر دیا۔ احرار کانفرنس منعقدہ قادیان میں شمولیت کی تیاری کی گئی! اور اس طرح قادیان اور اُس کی ترقی کو پہلی دفعہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا اتفاق ہُوا۔ بہشتی مقبرہ اور لوگوں کے پھیلائے ہُوئے اتہامات کو دیکھا اور کسی قدر تعجب آیا۔ مگر پھر "حالاتِ مملکتِ خویش خُسرواں دانند" کے پیش نظر اپنے دل کو جہالت کا طعنہ دیکر حامیانِ دین و مُفتیانِ شرعِ متین" کی صداقت کا مُعتقد رہنے پر مجبور کیا مگر تابکے! دل مُتأثر ہُوئے بغیر نہ رہا۔ اِس حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر جاکر عجز و انکسار کے ساتھ دربارِ خداوندی میں دیدۂ پُرنم سے اِس طرح دُعا شروع کی: خُدا! تُو جو علیم و خبیر ہے اور دِلوں کے ہر سربستہ راز کو جانتا ہے اور اپنے بندوں کی دُعاؤں کو سُنتا ہے۔ ہدایت کا بلا شرکتِ غیرے مالک ہے۔ آج تیرا ایک گنہگار بندہ بھی تجھ سے ایک خواست کرنے کی جُرأت کرتا ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ اے خدائے قدوس! یہ شخص جس کے قائم کردہ سلسلہ کو مٹانے کے لئے آج ہم قادیان کی سرزمین میں آئے ہیں۔ اس کے متعلق دو ہی باتیں متصور ہو سکتی ہیں۔ اگر یہ سچا ہے تو اِس زمانہ میں تیرا سب سے پیارا اور سب سے زیادہ محبوب ہے۔ پس میرے گناہوں کی پاداش میں اِس کے فیوض سے مجھے محروم نہ رکھیو۔ اور اگر یہ جھوٹا ہے۔ تو وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ کی وعیدِ خداوندی کی رُو سے اِس زمانہ کا (خاکم بدہن) بدترین شخص اور سب سے بڑا ظالم ہے۔ سو اس کے شرور سے ہمدوں و محفوظ رکھیو۔ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ آنکھیں پُر اشک ہو گئیں۔ دوستوں سے نظر بچاکر آنسو پُونچھ دئے اور بات کو اِدھر اُدھر ٹلا دیا۔ دُعاء کے بعد جلسہ گاہ میں واپس آیا اور "علماء کرامؒ کی پُر معارف تقریریں" سُنیں۔ رات گذاری۔ اور دُوسرے دن لوگوں کے ساتھ فتح کے شادیانے بجاتے ہُوئے واپس لاہور چلا آیا۔ دن، دِنوں کے بعد ہفتے، ہفتوں کے بعد مہینے گذرتے گئے۔ "امیرِ شریعت" صدر احرار کانفرنس پر سرکار کی طرف سے مُقدمہ چلائے جانے کی افواہیں اِدھر اُدھر مشہور ہونے لگیں۔ آخر ایک صبح اخبار میں بدیں عنوان "مولٰنا" کی گرفتاری کی خبر پڑھی: "امیرِ شریعت" حضرت مولٰنا ...الخ منصوری سے گرفتار کرلئے گئے۔ سرکار کی "قادیانیت نواز پالیسی" پر اظہارِ غیظ و غضب کے لئے بعد نماز عشاء بیرون دہلی دروازہ ایک "عظیم الشان" جلسے کے انعقاد کا اعلان کیا گیا۔ جلسے کی

کارروائی دیکھنے کے لئے لوگ جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ خاکسار بھی "اسلام کی فتح" کی دعائیں کرتا ہوا شامل جلسہ ہوا۔ "علماء اسلام و رہنمایانِ احرار" نے لوگوں کو تسلیاں دیں۔ اسلام کی فتح اور کفر کی شکست کی پیشگوئیاں کی گئیں۔ مقدمہ لڑنے کا ریزولیوشن پاس کیا۔ مقدمہ کے اخراجات کے پیشِ نظر چندہ کی اپیل کی گئی۔ انجمن سیف الاسلام کی طرف سے بھی ہر جمعہ مسجد نیلہ گنبد میں اس اپیل کی یاد دہانی کرائی جاتی اور چندہ اکٹھا کر کے جو کبھی بیس روپیہ اور کبھی تیس روپیہ ہوتا دفتر مجلس احرار میں بھیج دیا جاتا۔ "حضرت امیرِ شریعت" ضمانت پر رہا ہو کر لاہور تشریف لائے۔ اہالیانِ شہر نے "مجاہدِ اسلام" کا شاندار استقبال کیا۔ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے "حضرت" نے بڑے زور سے پیشگوئی کی کہ لوگو! اب قادیانیت کے آخری سانس ہیں۔ اس کا جنازہ میرے کندھوں پر اٹھے گا۔ اس کا آسمان پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ عنقریب قادیانیت کا قلعہ پاش پاش ہو جائیگا۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اصولِ جنگ سے واقفیت رکھنے والے "جرنیل اسلام" کے ان بلند بانگ دعاوی سے کسی قدر متعجب ہوئے۔ مگر پھر دل کو سمجھایا اور "امیرِ شریعت کی" زبان مبارک "سے نکلے ہوئے کلمات کے حرف بحرف پورا ہونے کی دعائیں کرتے ہوئے گھر واپس آئے۔ رمضان مبارک کا مہینہ تھا۔ جمعۃ الوداع کو تاریخ مقدمہ تھی۔ جلسوں اور اخبارات کے ذریعہ اپیل کی گئی کہ لوگ کثرت کے ساتھ جمعۃ الوداع کے موقع پر گورداسپور پہنچیں اور اپنے "مجاہد" کی شان و شوکت کے اظہار کے لئے زبردست مظاہرہ کریں۔ بہاولپور سے مقدمہ بہاولپور کے بیانات کی نقلیں لیکر جامعہ عباسیہ کے ایک پروفیسر صاحب بھی آئے۔ چونکہ خاکسار اُن کا شاگرد رہ چکا تھا اس لئے وہ مجھے بھی اپنے ہمراہ گورداسپور لے گئے۔ تاریخ مذکورہ پر مشتری جناب خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر "الفضل" نے بطور گواہ پیش ہونا تھا۔ چونکہ وقت بہت تھوڑا تھا اور ابھی اعتراضات کا مسودہ پوری طرح تیار نہیں ہوا تھا۔ اس لئے کرایہ پر لائے ہوئے "علماء کرام" کو کہا گیا کہ رات کے اندر اندر مسودہ مکمل کر دیا جائے۔ خاکسار نے بھی اعتراضات کے جمع کرانے میں اپنی قدر و طاقت کے مطابق حصہ لیا۔ غرض رات بھر بیدار رہ کر اعتراضات کا مسودہ تیار کر لیا گیا۔ مگر غفلت شعار وکیل نے سُستی کی اور وہ مسودہ کا مطالعہ نہ کر سکا۔ اس لئے دوسرے دن مجسٹریٹ کی عدالت میں گواہ پر وہ اعتراضات نہ ہو سکے اور آئیں بائیں

ہیں وقت ختم ہوگیا۔ جمعۃ الوداع کے عظیم الشان اجتماع پر لوگوں سے امیرِ شریعت تسلیم کرنے کی بیعت لی گئی۔ جس کی ضرورت ان الفاظ میں بیان کی گئی کہ خلیفہ محمود اپنے مُریدوں کے بل بوتے پر سرکار کو مرعوب کئے ہُوئے ہے تم بھی میرے مُرید بن جاؤ۔ تاکہ میں اپنے آپ کو عدالت میں ممتاز صورت میں پیش کرسکوں۔ یہاں صرف دستی بیعت کر جاؤ۔ گھر جاکر خدا کی راہ میں تین پیسے (۳؍) کی قُربانی کرکے بذریعہ کارڈ بیعت کی اطلاع بھیج دینا۔ بڑے زور شور سے بار بار اس کے لئے وعدے لئے گئے۔ وعدہ وفائی کے اجر اور بے وفائی کے زجر کا زبردست وعظ کیا گیا۔ چُونکہ خاکسار کو "امیرِ شریعت" کی ہمراہی کا پہلی دفعہ اتّفاق ہُوا تھا۔ اس لئے اپنے آپکو سعادت مند سمجھتے ہوئے شُنیدہ کے بُود مانندِ دیدہ کے خیال سے اس موقع سے متمتّع ہونے کا ارادہ کیا۔ تاکہ اشغالِ امیر کو حرزِ جان بناکر اُن پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کی جائے۔

آنکھوں نے کچھ دیکھا۔ دِل نے جو عقیدت کے پُرپیچ جال میں اسیر ہوچکا تھا۔ آنکھوں کو دھوکا خوردہ قرار دیا اور وجد کے عالم میں جھوم جھوم کر گانے لگا۔ ؎

بے سجّادہ رنگیں کُن گرت پیرِ مُغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبُوَد زِ راہ و رسمِ منزلہا

بعد فراغت کسی قدر تذبذب کی حالت میں واپس لاہور آیا اور تحریکِ احرار کے نتائج کا بڑی بے صبری کے ساتھ انتظار کرنے لگا۔ "امیرِ شریعت" کے بلند بانگ دعاوی ایک خاص اُمّید کے ساتھ اخبارات کے کالم دیکھنے پر مجبور کرتے۔ نظریں عاشقِ بے تاب کی طرح جو اپنے گُم شدہ محبوب کی تلاش میں نہایت بے صبری کے ساتھ جلدی جلدی نظر جما جما کر اِدھر اُدھر مجنونانہ وار دیکھتا ہے اسلام کی فتح اور کُفر کی شکست کی خبریں تلاش کرتیں۔ مگر یہاں کوئی ہوتی تو نظر آتی۔ بڑے بڑے زبردست "قادیانیت شکن" عنوان مگر اندر طبلِ بلند بانگ کا نظارہ۔ آخر ایک پریشانی اور اضطراب کے عالم میں يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ؁ کی حالت طاری ہوکر آئندہ کی اُمّید میں اخبار کا ورق ہاتھ سے گر پڑتا۔ اور "لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" کی یاد پریشانی کو مُبتدل بہ مُسرّت کردیتی۔

اِسی اثناء میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ دفاتر پنجاب یونیورسٹی کے احاطہ میں ایک مسجد تھی۔ جس میں اِدھر اُدھر سے احمدی جمع ہوکر نمازِ جمعہ ادا کرتے تھے۔ دفاتر کے غیر احمدی ملازمین نے احرار کے شور و غوغا سے متأثر ہوکر انجمن کے دفتر میں ایک آدمی بھیجا کہ جمعہ پڑھانے کے لئے ہمیں ایک آدمی دیا جائے جو احمدیت کے عقائد کی تردید بھی کرسکے۔ اور ساتھ ہی چند آدمی جمعہ کے موقعہ پر ہمراہ لے آئے۔ تاکہ احمدی اگر فساد کرنا چاہیں تو موقعہ پر کام آئیں۔ چنانچہ خاکسار حسبِ تجویز جمعہ پڑھانے کے لئے گیا۔ احمدی جب جمعہ پڑھنے کے لئے آئے تو وہ خاموش ہوکر سامنے کے گراسی پلاٹ میں چلے گئے۔ اور انتظار کرنے لگے کہ جب غیر احمدی جمعہ پڑھ لیں تو پھر ہم بھی مسجد میں پڑھ لیں گے۔ لیکن اختتام جمعہ کے بعد بعض شرارت پسند ملازمین نے کہا کہ مولوی صاحب! ابھی احمدی باہر انتظار میں بیٹھے ہیں اس لئے آپ وعظ شروع کر دیں تاکہ وہ نا اُمید ہوکر چلے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ غرض اِس طرح متواتر خاکسار جمعہ پڑھانے جاتا رہا۔ اور اِس طرح احمدیوں کو وہاں جمعہ پڑھانے سے روک دیا گیا۔ لیکن اِس کا ایک اثر یہ ہوا کہ چونکہ خاکسار کو ہر جمعہ تقریر کرنی پڑتی اور راہِ ہدایت کی بڑے زور شور سے تلقین کی جاتی مگر... آہستہ آہستہ اندر ہی اندر ضمیر نے ملامت کرنی شروع کی۔ آخرکار حالت یہانتک پہنچی کہ تقریر کرتے کرتے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ۝ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ ۝ کا مضمون آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا۔ اور عالمِ اضطراب میں تقریر رُک جاتی اور ایک لفظ تک کہنا محال ہو جاتا۔ اِس حالت کو دُوسرے بھی محسوس کرتے اور کہتے آپ پہلے تو بہت اچھی تقریر کرتے تھے مگر اب یہ کیا رُکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اِس اثر کے پیشِ نظر خاکسار نے عملی حالت کے سُدھار کی جانب توجہ کی۔ مگر اِس دشوار گزار وادی میں داخل ہوتے ہی گھبراہٹ اور اضطراب نے قدم پکڑ لئے اور ایک قدم آگے بڑھانا محال ہوگیا... دہریت کے خیالات مُردار خوار گدھ کی طرح سر پر منڈلانے لگے۔ اپنی طاقت اور رسائی کے مطابق اپنے ہم عقیدہ بدرقہ اور رہنمائی کی تلاش کی۔ مگر ہر طرف سے یہی جواب آیا کہ اِس پُرفتن زمانہ کے شرور سے محفوظ رہنے کیلئے اولیاء اللہ نے کُنجِ گمنامی اختیار کرلیا ہے۔ ایک احمدی دوست[1] نے مشورہ دیا کہ چند شروط

---

[1] ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے مراد ہیں۔ (ناقل)

کے ساتھ حضرت امیر المومنین کی خدمتِ اقدس میں دُعا کے لئے عریضہ تحریر کرو۔ چنانچہ اُسکی تجویز کردہ شرائط کے ساتھ گو وُہ خاکسار کو ناپسند تھیں ایک عریضہ حضور کی خدمت میں تحریر کر دیا۔ جس کا جواب سیکرٹری صاحب کی طرف سے یہ آیا کہ "حضور نے بعد ملاحظہ عریضہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ طریق نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہے اور نہ ہمارا۔ اس کے لئے آپ کسی اور کو تلاش کریں" یہ جواب پاکر ایک زبردست نُکتہ سمجھ میں آیا مگر اس کے ساتھ اپنی بدقسمتی پر رنج بھی ہُوا۔ کیونکہ بعض قسمت والوں کی خطا بھی اُن کی سعادت اور کامیابی کا موجب بن جاتی ہے۔ اگرچہ یہ جواب بعد میں ایک زبردست پیشگوئی ثابت ہُوا۔ کیونکہ آسمان پر ان شرائط کے خلاف فیصلہ ہو چکا تھا جیسا کہ بعد میں ظہور میں آیا۔ اگر دُعا کی جاتی تو اسکے یہ معنے ہوتے کہ خدا کے بندوں کی دُعائیں نعوذ باللہ لغو بھی ہوتی ہیں۔ .... انہی دنوں خاکسار نے تعلیم کو ملتوی کر کے لاہور میں ایک متوسط درجہ کا ہوٹل جاری کیا۔ انتظامی نقص کی وجہ سے قریباً ہزار روپیہ بندہ پر قرض ہوگیا اور خسارہ پاکر مجبوراً اُس کو بند کرنا پڑا۔ اس طرح مزید پریشانی کا ایک اور سبب پیدا ہوگیا۔ اِدھر یہ حالات رُونما تھے اُدھر مسجد شہید گنج کا ناخوشگوار تنازعہ شروع ہوگیا۔ اصحابِ فیل کی طرح احرار کی تمام کوششیں ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہوگئیں۔ اتنی عزت کے بعد یکلخت انتہائی ذلت۔ آنکھیں رکھنے والوں کیلئے سُرمۂ عبرت ثابت ہُوئی۔ کہاں احمدیت کو فنا کرنے کے دعاوی اور کہاں یہ انتہائی ناکامی۔ سمجھنے والے اس راز کو سمجھ گئے۔ احرار نے لاکھ ہاتھ پاؤں مارے مگر ہُوا وُہی جس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ ہر جتن کیا مگر بگڑی بات بنائے نہ بنی۔ صاف سامان نظر آنے لگا۔ ع

قادر کے کاروبار نمودار ہوگئے
کافر جو کہتے تھے وُہ گرفتار ہوگئے

جب جماعتِ احمدیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۳۵ء کی تیاریاں شروع ہوئیں اور اشتہارات کے ذریعے تاریخ انعقاد کا اعلان کیا گیا تو مذکورہ بالا احمدی دوست نے خاکسار کو بھی اس مبارک تقریب سے مستفید ہونے کی ترغیب دی۔ چنانچہ جلسہ میں شامل ہونے کیلئے تاریخ مقررہ پر خاکسار قادیان پہنچ گیا۔ جلسہ کی کارگزاری، دُعاؤں کے رِقت انگیز نظارے، حضور کی پُراثر تقریریں اور عیدالاضحیہ کا پُرمعارف خطبہ ایسے اُمور نہ تھے جو متلاشیٔ حق کیلئے کفایت نہ کرتے۔ دِل میں صداقت کا نُور چمکا اور بعد از نماز ظہر[1] مسجد مبارک میں حضور کے دستِ مبارک پر گذشتہ گناہوں سے توبہ اور آئندہ ذنوب سے بچنے کی کوشش کا اقرار کرتے ہُوئے جماعتِ احمدیہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کی"۔ [2]

[1] یہ یکم جنوری ۱۹۳۶ء کا دن تھا۔
[2] اصل خط محفوظ ہے

چوتھا باب

عالمگیر جنگ کے خوفناک اثرات سے بچنے کیلئے دعاؤں کی خاص تحریک سے لیکر احیائے شریعت و سنت کے پُر جلال اعلان تک

خلافت ثانیہ کا چوبیسواں[24] سال

شوال ۱۳۵۵ھ	تا	شوال ۱۳۵۶ھ
جنوری ۱۹۳۷ء	تا	دسمبر ۱۹۳۷ء

فصل اوّل

حضرت امیر المومنین کا نئے سال کے لئے اہم پیغام

۱۹۳۷ء کا آغاز جمعہ کے مبارک دن سے ہوا۔ اس روز سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے پُر معارف خطبہ جمعہ میں جماعت احمدیہ کے نام ایک اہم پیغام دیا جس میں حضور نے فرمایا:۔

"جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ وہ قرآن کریم کے تمام مطالب اور اس کی تمام تعلیمات کو زندہ کرے خواہ وہ مذہب اور عقیدہ کے متعلق ہوں یا اخلاق کے متعلق ہوں یا اصول تمدن اور سیاسیات کے متعلق ہوں یا اقتصادیات اور معاملات کے متعلق ہوں۔ کیونکہ دنیا ان سارے امور کے لئے پیاسی ہے اور بغیر اس معرفت کے پانی کے وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ خدا نے اسی موت کو دیکھ کر اپنا مامور بھیجا ہے اور وہ امید رکھتا ہے کہ اس مامور کی جماعت زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی تعلیم کو قائم کرے گی اور جس حد تک اسے عمل کرنے کا موقعہ ہے وہ خود عمل کرے گی اور جن امور پر اُسے

ابھی قبضہ اور تصرف حاصل نہیں اُن کو اپنے اختیار میں لانے کی سعی اور کوشش کرے گی۔

یاد رکھو کہ سیاسیات اور اقتصادیات اور تمدنی امور حکومت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس جب تک ہم اپنے نظام کو مضبوط نہ کریں۔ . . . ہم اسلام کی ساری تعلیموں کو جاری نہیں کر سکتے پس اس پر خوش مت ہو کہ تلوار سے جہاد آجکل جائز نہیں یا یہ کہ دینی لڑائیاں بند کر دی گئی ہیں۔ لڑائیاں بند نہیں کی گئیں۔ لڑائی کا طریقہ بدلا گیا ہے۔ اور شاید موجودہ طریقہ پہلے طریق سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ تلوار سے ملک کا فتح کرنا آسان ہے۔ لیکن دلیل سے دل کا فتح کرنا مشکل ہے۔ . . . . . .

پس آرام سے مت بیٹھو کہ تمہاری منزل بہت دُور ہے اور تمہارا کام بہت مشکل ہے اور تمہاری ذمہ داریاں بہت بھاری ہیں . . . . . آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ قرآن کی تلوار لے کر دنیا کی تمام حکومتوں پر ایک ہی وقت میں حملہ کر دیں اور یا اس میدان میں جان دے دیں یا ان ملکوں کو خدا اور اس کے رسُول کے لئے فتح کریں۔ پس چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف مت دیکھو اور اپنے مقصود کو اپنی نظروں کے سامنے رکھو اور ہر احمدی خواہ کسی شعبہ زندگی میں اپنے آپ کو مشغول پاتا ہو۔ اس کو اپنی کوششوں اور سعیوں کا مرجع صرف ایک ہی نقطہ رکھنا چاہیئے کہ اُس نے دُنیا کو اسلام کے لئے فتح کرنا ہے" [۱]

ایک خوفناک عالمگیر جنگ کی خبر اور جماعت احمدیہ کو دُعاؤں کی خاص تحریک

۱۹۳۷ء کا زمانہ سیاسی اعتبار سے پوری دنیا کے لئے سخت سیاسی خلفشار اور تشویش و اضطراب کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ لیگ آف نیشنز کا بین الاقوامی ادارہ اپنے مقصد کی تکمیل میں ناکام ہو چکا تھا۔ جرمنی، اٹلی اور جاپان دنیا بھر میں چھا جانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ ان حالات میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت احمدیہ کو قبل از وقت انتباہ بھی کیا اور دُعاؤں کی خاص تحریک بھی کی۔ چنانچہ حضور نے ۸ جنوری ۱۹۳۷ء کے خطبہ جمعہ میں عالمی سیاسیات کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا:-

"اس زمانہ میں پھر دنیا میں شدید تغیرات پیدا ہو رہے ہیں اور عنقریب شدید لڑائی لڑی جانے والی ہے جو انگریزوں اور جرمنوں کی گذشتہ جنگ سے بھی سخت ہوگی۔ یہ اس وقت تک اس وجہ سے رُکی ہوئی ہے کہ انگریز ابھی تیار نہیں۔ . . . . حالات ایسے ہیں کہ انگریز اس جنگ سے باہر نہیں رہ سکتے۔

---

[۱] "الفضل" ۸ جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۴-۵-۶

چین اور افغانستان وغیرہ ممالک ممکن ہے بچ جائیں مگر انگلستان کا ان اثرات سے محفوظ رہنا محال ہے۔ اس لئے دوستوں کو خصوصیت سے دعائیں کرنی چاہئیں کہ آئندہ جو سامان لڑائی یا فتنہ کے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اور ہمارے ساتھ تعلق رکھنے والی اقوام کے لئے ان سے بچنے کے سامان بھی کر دے۔ بے شک تم مسولینی کی طرح گھونسہ نہیں دکھا سکتے۔ ہٹلر کی طرح تلوار نہیں چمکا سکتے مگر دعائیں تو کر سکتے ہو اور پھر اپنے آپ کو منظم کر سکتے ہو کیونکہ منظم قوم کو ہر ایک اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ انگریزوں کے بعض افراد سے ہمیں شکوہ ہے اور جب تک ازالہ نہ ہو جائے وہ دُور نہیں ہو سکتا۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ انگریز قوم کے ساتھ ہمارے تعلقات ایسے ہیں کہ اس کی تباہی کے بعد ہم نقصان سے نہیں بچ سکتے۔ اس لئے یہ بھی دُعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ انگریزوں کو ایسے رستہ پر چلائے۔ جو انہیں تباہی کی طرف نہ لے جانے والا ہو۔" [۱]

ترکی اور فرانس کا تنازعہ

فرانس نے شام کے بعض علاقے (اسکندرونہ وغیرہ) ترکی سے ہتھیا لئے ہوئے تھے۔ ترکی نے فیصلہ کیا کہ اگر فرانس اس کے علاقے واپس نہیں کرے گا، یا لیگ آف نیشنز کی معرفت کوئی مناسب سمجھوتہ نہ ہوا تو ہم بزور شمشیر علاقے لے لیں گے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس مرحلہ پر ترکی حکومت سے اپنی ہمدردیوں کا اظہار کرتے ہوئے اعلان فرمایا :-

"ترک ایک ایسی قوم ہے جس نے اسلام کے کئی پہلوؤں کو ترک کر دیا ہے مگر باوجود اس کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی صدائیں اب بھی اُن کی مسجدوں سے آتی ہیں۔ اب بھی اُن کی نمازوں میں خدا تعالیٰ کا کلام پڑھا جاتا ہے۔ اب بھی وہ سُبْحَانَ اللہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اِنْشَاءَ اللہ اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ کہتے ہیں۔ اگر بعض باتوں میں وہ غلطی پر ہیں تو اسلام کی بعض باتوں پر وہ قائم بھی ہیں۔ اس لئے اُن کے دُکھوں کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ تمام اختلافات کے باوجود یہ ہو نہیں سکتا کہ ترک دُکھ میں ہوں اور ایک مسلمان کہلانے والا تکلیف محسوس نہ کرے۔ اس لئے ہمیں یہ بھی دُعا کرنی چاہیئے کہ اگر ترک بہر حال لڑائی پر ہی آمادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کرے اور انہیں طاقت دے۔ ان کی مثال یورپین حکومتوں میں ایسی ہی ہے جیسے بتیس دانتوں میں زبان کی اور ایک بالشتیے کی جو پہلوان سے لڑائی پر آمادہ ہو۔ اس لئے ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوّل تو اُن کو لڑائی سے بچائے اور اگر وہ

---

[۱] "الفضل" ۲۳ جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۶-۷

لڑائی پر ہی آمادہ ہوں تو اُن کی مدد کرے۔ ایک فرانسیسی محمد رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے اور تُرک قائل۔ بے شک تُرک کی حکومت سے محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پُوری حکومت قائم نہ ہو لیکن ادھوری حکومت بھی بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے۔ پس ہمیں دعا کرنی چاہیئے کہ اگر لڑائی سے انہیں نقصان پہنچنا ہو تو اللہ تعالےٰ اس سے اُن کو بچالے اور اگر اسی طرح ان کے حقوق حاصل ہو سکتے ہوں تو انہیں ہمت دے۔ اور نہیں تو ہم اُن کی دُعا سے تو مدد کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ضرورت کے موقعہ پر چندے وغیرہ بھی دے سکتے ہیں۔"[1]

"ہمیں ترکوں کے لئے بھی دُعا کرنی چاہیئے۔ آخر وہ اسلام کے نام لیوا ہیں۔ اگر لڑنا ان کے لئے مضر ہو۔ تو اللہ تعالےٰ انہیں لڑائی سے بچالے اور اگر مفید ہو تو اُن کے ہاتھوں میں طاقت و قوت عطا کرے۔ اور اُن کے دشمنوں کے ہاتھوں کو شل کر دے تا یہ بہادر قوم جو سینکڑوں سال سے مسیحی دُنیا کے تعصب کا شکار ہو رہی ہے۔ اسلام کے نام کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا نہ ہو۔"[2]

اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور مخالف حالات کے باوجود اس علاقہ کے متعلق تُرکی اور فرانس میں معاہدہ ہو گیا کہ اسے ایک خود مختار حکومت کی حیثیت سے داخلی امور میں کامل آزادی دی جائے گی۔[3]

مولوی ناصر الدین عبد اللہ صاحب کی واپسی سنسکرت سیکھنے کے بعد

مولوی ناصر الدین عبد اللہ صاحب آف بگول جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل مولوی فاضل تھے۔ ایک بار اُن کے سامنے کسی آریہ نے احمدی مبلّغین سے یہ مطالبہ کیا کہ تم پہلے وید پڑھ کر سُناؤ۔ پھر آریہ دھرم پر اعتراض کرو۔ اس پر انہوں نے مصمّم ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو یا تو وید پڑھنے کی قابلیت حاصل کروں گا یا اسی راہ میں جان دے دوں گا۔[1] مولوی صاحب موصوف یہ عزم کر کے بنارس گئے پہلے ہندی سیکھی۔ پھر ڈیڑھ سال میں پرتھمی اور مدھما دو امتحان دیئے۔ پہلے امتحان میں سب سے اوّل آئے اور دوسرے میں سیکنڈ ڈویژن لے کر پاس ہوئے۔ گویا صرف تین برس میں ہندی بھی سیکھی اور ساتھ ہی سنسکرت کے تینوں امتحان کلکتہ یونیورسٹی سے پاس کر کے "کاویہ تیرتھ" کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد نیشنل یونیورسٹی بنارس میں جس کا نام "ودیا پیٹھ" ہے وید ک

---

[1] "الفضل" ۲۳ جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۷-۸۔ [2] "الفضل" ۳۱ جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۹۔

[3] "الفضل" ۱۹ جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱۔

لٹریچر پڑھنے کے لئے داخل ہوئے اور مزید تین سال پنڈت رُدّر دیو شاستری وید شرومنی سے پڑھ کر "وید بھوشن" کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے طور پر ویدک دھرم کا بہت سا لٹریچر مثلاً براہمن گرنتھ، دھرم سُوتر، شروت سُوتر، اور دھرم شاستر وغیرہ پڑھا۔ اور ستیارتھ پرکاش ۱۴ سمولاس کے جواب میں "آسمانی پرکاش"، "وید مقدس اور قرآن کریم" دو کتابیں لکھیں۔[۱]

مولوی صاحب موصوف ساڑھے سات سال تک محنت شاقہ کرتے رہے[۲] اور آخر سنسکرت کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کر کے مئی ۱۹۳۷ء میں قادیان واپس تشریف لے آئے۔[۳]

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مولوی صاحب کے اس جذبۂ ایمانی اور خدمت دینی کی بہت تعریف کی اور فرمایا:-

"انہوں نے اپنے ہم عمروں اور ہمجولیوں کے لئے ایک نہایت ہی عمدہ مثال قائم کی ہے۔ اگر ہمارے دوسرے نوجوان بھی اس بات کو مدنظر رکھیں کہ آرام طلبی اور باتیں بنانے سے کچھ نہیں بنتا بلکہ کام کرنے سے حقیقی عزت حاصل ہوتی ہے۔ تو مَیں سمجھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں مختلف زبانوں کے ماہر نہایت سہولت کے ساتھ مہیا ہو سکتے ہیں"[۴]

اس ضمن میں مزید فرمایا:-

"مَیں جماعت کے نوجوانوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ جو جوش اور ولولہ مولوی عبداللہ صاحب نے سنسکرت کی تعلیم کے حصول کے لئے دکھایا ہے، اُسے وہ بھی اپنے اندر پیدا کریں۔ پھر مَیں یہ دُعا بھی کرتا ہوں کہ مولوی عبداللہ صاحب نے نہایت کمزور صحت کی حالت میں جو تعلیم حاصل کی ہے وہ دوسروں کے لئے بھی مفید ہو اور صدقہ جاریہ کا کام دے۔"[۵]

مولوی ناصر الدین عبداللہ صاحب سالہا سال تک جامعہ احمدیہ کی سنسکرت کلاس کو پڑھاتے رہے۔ اور آخر ۹ دسمبر ۱۹۴۷ء کو انتقال فرما گئے۔[۶]

شکارپور سندھ میں فساد

۱۲ مئی ۱۹۳۷ء کو شکارپور (سندھ) میں شدید ہندو مسلم فساد رُونما ہو گیا۔ فساد کی وجہ یہ ہوئی کہ بعض ہندوؤں نے ایک مسجد میں گھس کر

---

۱ و ۲ "الفضل"، مئی ۱۹۳۷ء۔ ۳ "الفضل" ۴ مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ کالم ۲۔

۴، ۵ تقریر فرمودہ ۱۷ جون ۱۹۳۷ء مطبوعہ "الفضل" ۲۳ جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۴۔

۶ "الفضل" ۲۴ جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۴۔

قرآن کریم کے اوراق جلا دیئے۔ چونکہ ہندوؤں کا یہ فعل سخت اشتعال انگیز تھا اس لئے فرقہ دار فساد کی آگ بھڑک اُٹھی۔ جس میں ایک ہندو ہلاک اور متعدد مجروح ہوئے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جو ان دنوں تبدیلیٔ آب ہوا کی غرض سے کراچی میں تشریف رکھتے تھے، اس فساد کے متعلق مفصّل بیان دیا جس میں فرمایا کہ

"اس قسم کے حادثات ہر سوسائٹی کے لئے خواہ اس کا معیار تمدّن کچھ بھی ہو، سخت افسوسناک ہیں۔ اگر کسی ہندو نے قرآن کریم کو جلایا ہے تو یہ بہت رنجیدہ امر ہے لیکن اگر کوئی مسلمان فرقہ دار فساد برپا کرنے کی غرض سے ایسی حرکت کا ارتکاب کرتا تو یہ اور بھی زیادہ قابلِ مذمت بات ہوتی۔ اس قسم کے فرقہ دار تصادم کو بنظرِ غور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حالات میں ایک عجیب تطابق پایا جاتا ہے اور یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ ایسے تمام واقعات کی تہہ میں ایک ہی نفسیاتی کیفیت کام کر رہی ہے۔ بنابریں اس مرض کا علاج معلوم کرنا چنداں مشکل نہیں۔"

بیان جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا :-

"ایک مذہبی انسان کی حیثیت سے میرے نزدیک سب سے اہم چیز اس مسئلہ کا اخلاقی پہلو ہے۔ اگر ہندو اور مسلم عوام پر یہ بات پُوری طرح واضح کر دی جائے کہ اس قسم کے جُرم کا ارتکاب افراد ہی کرتے ہیں اور اگر بعض حالات میں سزا کی ضرورت محسوس ہو تو جُرم کا ارتکاب کرنے والا ہی سزا کا مستحق سمجھا جائے نہ کہ اس کی قوم کے سارے افراد، تو مجھے یقین ہے کہ اس قسم کے فسادات میں بہت کچھ کمی واقع ہو جائے گی۔ اس طرح قدرتی طور پر ایک طرف مجرمانہ ذہنیت رکھنے والوں کو جو لوگوں کو برانگیختہ کر کے فسادات برپا کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ اپنی مفسدانہ حرکات کا موقعہ نہ ملے گا اور دوسری طرف عوام زیادہ ہشیار اور بیدار ہو جائیں گے اور بجائے اس کے کہ جُرم کا ارتکاب کرنے والے کے ہم مذہبوں کے خلاف اپنے جوشِ ناراضگی کا اظہار کر کے اپنے آپ کو تسکین دیں، وہ حقیقی مجرم کی تلاش کی طرف زیادہ توجہ دیں گے۔"[۵]

---

[۵] "الفضل" ۲۵ مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۱-۲

فصل دوم

مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل کی اسیری اور رہائی

ایک عرصہ سے قادیان کے پرانے قبرستان کا مقدمہ چل رہا تھا۔ ۱۶؍جون ۱۹۳۷ء کو سشن جج گورداسپور نے اس کا فیصلہ سُنایا۔ جس میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدرّس مدرسہ احمدیہ کو چار ماہ قید سخت یا ایک سو روپیہ جُرمانہ کی سزا دی۔ مولانا صاحب نے جرمانہ ادا کرنے کی بجائے جیل خانہ میں جانے کو ترجیح دی اور آپ قید کر دیئے گئے۔[1] مگر ۹؍جولائی ۱۹۳۷ء کو جب جُرمانہ بذریعہ قرقی وصول کر لیا گیا تو آپ اسی روز جیل سے رہا ہو کر ساڑھے پانچ بجے شام کی ٹرین سے قادیان گئے جہاں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور دوسرے احباب جماعت نے آپ کا استقبال کیا۔[2]

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مولانا صاحب کی اس قربانی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:-

"میرے نزدیک ہماری جماعت میں ہی نہیں بلکہ ہندوستان میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اس حالت کے خلاف پروٹسٹ کرتے ہوئے جو بد قسمتی سے نظامِ حکومت میں پیدا ہو گئی ہے، ہماری جماعت کا ایک فرد جیلخانہ گیا۔ . . . مَیں نے اس بات کو مدنظر رکھ کر قبرستان کے مقدمہ میں جو ملزم تھے ان کو مشورہ دیا تھا کہ اگر بطور سزا جرمانہ ہو تو ادا نہ کریں اور قید قبول کریں۔ ہاں اگر حکام خود جرمانہ لے لیں تو اور بات ہے۔ خدا تعالیٰ کے منشا کے ماتحت باقی سارے ملزمین تو رہا ہو گئے اور صرف مولوی عبدالرحمٰن صاحب باقی رہ گئے جن کو موقعہ مل گیا کہ جیل میں چلے جائیں۔ . . . . رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی خواہشات سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے ہم یہ تو نہیں کہیں گے کہ احمدی جیل خانہ میں جائیں۔ لیکن یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر موقعہ ملے تو ڈرنا نہیں چاہیئے۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ نقشِ ثانی بہتر ہوگا نقشِ اوّل سے۔ جُوں جُوں اُس کے موقعے پیش آتے رہیں بلا اپنی کسی خواہش اور تمنا کے جو کوئی مصیبت میں گھر جائے اُسے بجائے بُزدلی دکھانے کے ایسی بہادری دکھانی چاہیئے کہ لوگ سمجھ لیں احمدی بُزدل نہیں ہوتے۔ ایسے ہی موقعے جُرأت اور بہادری دکھانے کے ہوتے ہیں۔"[3]

---

[1] "الفضل" ۱۸؍جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۲۔ [2] "الفضل" ۱۱؍جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۲۔
[3] "الفضل" ۱۳؍جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۳-۴۔

حضرت امیر المومنین کا کھلا چیلنج اخبار "احسان" کو

اخبار "احسان" (لاہور) نے اپنے ایک مفتریانہ نوٹ میں یہ ادعا کیا تھا۔ کہ قادیانی دعویٰ حُبِّ رسُول میں جھوٹے ہیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے اخبار "احسان" کو کھلا چیلنج دیا کہ

"اگر وہ سچے دل سے یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے دلوں میں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم سے زیادہ عزت ہے تو مَیں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنے علماء کو تیار کریں اور تراضی فریقین سے ایک تاریخ مقرر کرکے وہ بھی رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت پر مضامین لکھیں اور ایک مضمون رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت پر مَیں بھی لکھوں گا۔ پھر دُنیا خود بخود دیکھ لے گی کہ اُن کے دس بیس لکھے ہوئے مضامین میرے ایک مضمون کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتے ہیں اور رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور آپ کے محاسن مَیں بیان کرتا ہوں یا وہ مولوی بیان کرتے ہیں۔"[1]

اخبار "احسان" اور اُن کے ہم مشرب علماء کو یہ چیلنج قبول کرکے مردِ میدان بننے کی جرأت نہ ہو سکی۔

گیسٹ ہاؤس کی تعمیر

قادیان دارالامان میں پچھلے کئی سالوں سے نامور مسلمانوں اور حکومت کے افسروں کی آمد و رفت کا سلسلہ خاص طور پر جاری ہو گیا تھا۔ اس لئے حضرت امیر المومنین رضؓ نے ۲۷ مئی ۱۹۳۴ء کو ہدایت فرمائی ، کہ آنے والے مہمانوں کے لئے ایک گیسٹ ہاؤس کا انتظام ہونا چاہیئے نیز فرمایا۔ فی الحال کسی سرمایہ دار سے انجمن کی اراضی (واقعہ دارالانوار) میں عمارت تیار کرا کے اس کا کرایہ ادا کیا جائے اور جب انجمن کو ضرورت ہو تو یہ عمارت فک کرالی جائے۔[2]

عمارت کے ابتدائی انتظام مکمل ہو گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے گیسٹ ہاؤس کا سنگ بنیاد ۲۷ ستمبر ۱۹۳۷ء کو رکھا۔[3]

گیسٹ ہاؤس ۱۹۳۸ء کے شروع میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اُس کی نگرانی کے فرائض بابو ساجدین صاحب معاون ناظر ضیافت اور سید سردار حسین شاہ صاحب افسر تعمیر صدر انجمن احمدیہ نے انجام دیئے[4] اور تعمیر عمارت کے لئے مندرجہ ذیل مخلصین نے قرض دیا۔ ۱۔ میاں اللہ رکھا صاحب ریٹائرڈ ریلوے ڈرائیور وزیر آباد۔ ۲۔ چودھری بشارت علی صاحب پوسٹماسٹر جالندھر۔ ۳۔ ماسٹر خیر الدین صاحب ہیڈ ماسٹر امراؤتی ملک برار۔[5]

---

[1] "الفضل" ۲۷ اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۴ کالم ۱ ٭ [2] ریکارڈ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۳۴ء صفحہ ۴۷ ٭ [3] "الفضل" ۲۹ ستمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ ٭ [4] ریکارڈ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۹۳۸ء صفحہ ۴۸ ٭ [5] ریکارڈ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۹۳۸ء ٭

فصل سوم

ایک اندرونی فتنہ کا خروج

مخالفِ احمدیت تحریکیں جو احراری شورش کے زمانہ میں بُری طرح ناکام و نامراد اور پسپا ہو چکی تھیں۔ ۱۹۳۷ء میں دوبارہ پوری قوت و طاقت کے ساتھ جمع ہو گئیں اور انہوں نے قادیان میں ایک اندرونی فتنہ کھڑا کر کے براہ راست سلسلہ احمدیہ کے نظام خلافت پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایک بہت بڑا دَورِ ابتلاء تھا۔ جس میں ۱۹۱۴ء، ۱۹۲۷ء اور ۳۵-۱۹۳۴ء میں اُٹھنے والے سب فتنے متحد ہو کر ایک نئی شکل میں جماعت احمدیہ کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئے تھے۔

فتنہ کا بانی اور اس کے ابتدائی حالات

اس اندرونی فتنہ کی بنیاد شیخ عبدالرحمٰن صاحب (سابق لالہ شنکر داس) کے ذریعہ سے رکھی گئی۔ یہ صاحب ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے داخلِ احمدیت ہوئے اور جیسا کہ انہوں نے ۴؍ اگست ۱۹۳۵ء کو حلفیہ شہادت دی۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقاریر و تحریرات اور جماعت احمدیہ کے متفقہ عقیدہ کے مطابق حضور کو دوسرے تمام نبیوں کی طرح نبی یقین کرتے تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سے متعلق شیخ صاحب موصوف کی حلفیہ شہادت مندرجہ ذیل ہے:۔

"مَیں حضرت صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا احمدی ہوں یعنی ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تھی۔

مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسی طرح کا نبی یقین کرتا تھا اور کرتا ہوں جس طرح خدا کے دیگر نبیوں اور رسولوں کو یقین کرتا ہوں۔ نفسِ نبوّت میں میں نہ اس وقت کوئی فرق کرتا تھا اور نہ اب کرتا ہوں۔ لفظ استعارہ اور مجاز اس وقت میرے کانوں میں کبھی نہیں پڑے تھے۔ بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں یہ الفاظ جن معنوں میں استعمال ہوتے ہوئے دیکھے ہیں وہ میرے عقیدہ کے منافی نہیں۔ ان معنوں میں مَیں اب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علیٰ سبیل المجاز ہی نبی سمجھتا ہوں یعنی بغیر شریعت جدیدہ کے نبی اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت اور حضور کی اطاعت میں فنا ہو کر حضور کا کامل بروز ہو کر مقام نبوّت کو حاصل کرنے والا نبی۔ میرے اِس عقیدہ کی بُنیاد حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقاریر و تحریرات اور جماعت احمدیہ کا متفقہ عقیدہ تھا۔

عبدالرحمٰن مصری

ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ

۲۴ اگست ۱۹۳۵ء"

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی حلفیہ شہادت کا عکس

میں حضرت صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا آخری زمانہ
یعنی ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تھی
میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی طرح کا نبی یقین کرتا تھا اور کرتا ہوں
جس طرح کہ حضرات دیگر نبیوں اور رسولوں کو یقین کرتا ہوں۔ نفس نبوت میں
میں نہ اس وقت کوئی فرق کرتا تھا اور نہ اب کرتا ہوں۔ لفظ استعارہ
اور مجاز اس وقت کے کانوں میں کبھی بھی نہ پڑے تھے۔ بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی کتب میں یہ الفاظ جن معنوں میں کہ استعمال ہوئے ہیں وہ دیکھ کر
بھی وہ میرے عقیدہ کے منافی نہیں۔ ان معنوں میں میں اب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو علی سبیل المجاز نبی سمجھتا ہوں یعنی بغیر شریعت جدیدہ کے نبی
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت اور حضور کی اطاعت
میں فنا ہو کر حضور کا کامل بروز ہو کر مقام نبوت کو حاصل کر لینے والا نبی
میرا اس عقیدہ کی بنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقاریر و تحریرات
اور جماعت احمدیہ کا متفق عقیدہ تھا۔

عبدالرحمٰن مصری

ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ

۲۴ اگست ۱۹۳۵ء

۲۶ جولائی ۱۹۱۳ء کو شیخ صاحب حضرت سیدنا محمودؓ کی ذاتی جدوجہد اور آپ کی تحریک "انصار اللہ" کے خرچ پر حصول تعلیم کے لئے مصر بھیجے گئے۔ مصر میں قیام کے عرصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے شیخ صاحب کو ایک مکتوب میں یہ تحریر فرمایا کہ

"تمہیں وہاں سے کسی شخص سے قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں جب تم واپس قادیان آؤ گے تو ہمارا علم قرآن پہلے سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ بڑھا ہوا ہوگا۔ اور اگر ہم نہ ہوئے **تو میاں محمود سے قرآن پڑھ لینا**" [۱]

علاوہ ازیں خود شیخ صاحب بھی اس یقین پر قائم تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے بعد پوری جماعت میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی کی مقدس شخصیت ہر اعتبار سے ممتاز و منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے قیام مصر کے دوران حضرت سیدنا محمودؓ کے حضور ایک مکتوب میں لکھا کہ:۔

"جس طرف حضرت خلیفۃ المسیح یا آپ مجھے لگائیں گے مَیں تو وہی کام کروں گا۔ مَیں نے اپنا معاملہ اپنی مرضی پر نہیں رکھا ہوا۔ دینِ اسلام کی خدمت کرنا میری غرض ہے۔ اس غرض کے مناسب کام کو تجویز کرنا مَیں نے اپنی عقل اور فکر پر نہیں چھوڑا ہوا بلکہ آپ کے سپرد ہے۔ کیونکہ مَیں کامل یقین پر پہنچا ہوا ہوں۔ جس کام پر آپ لگائیں گے وہ دینی خدمت ہے۔ دین کا جوش اور غم جو آپ کو ہے اور کسی کو نہیں اور نہ ہی مَیں آپ کے سوا کسی کو اس کا اہل پاتا ہوں۔ اس لئے مَیں نے آپ کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے اور جہانتک میری مقدرت میں ہے انشاء اللہ تعالےٰ آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا . . . . . .

مَیں نے مدرسہ احمدیہ میں اس واسطے کام نہیں شروع کیا تھا کہ روپیہ کماؤں بلکہ ایک دینی خدمت تھی اور یہ دینی خدمت بھی تب تک ہی دینی خدمت ہے جب تک کہ آپ کا وجود باوجود اس مدرسہ میں ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر آپ کا تعلق اس مدرسہ سے نہو تو کیا انجمن اس مدرسہ کی طرف توجہ کرلے گی جیسی کہ اب کرتی ہے۔ انجمن کو تو اس مدرسہ کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی۔ یہ تو آپ کی وجہ سے قائم ہے اور اگر آپ کسی وجہ سے اپنا تعلق اس سے ہٹالیں اور اسی غرض کو کسی اور ذریعہ سے پُورا کرنا چاہیں تو پھر کیا میں اس حالت میں جبکہ پانچ سال کے لئے اپنے آپ کو قید میں ڈال چکا ہوں گا، اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں پیش کرسکتا ہوں اور آپ کے ساتھ مل کر کام کرسکتا

---

[۱] یہ خط "الفضل" یکم اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۲۱ کالم ۱ میں شائع شدہ ہے۔

ہوں۔ باقی رہا یہ کہ انجمن اس صورت میں مدد دینے سے انکار کر دے گی۔ تو پھر میں تو انجمن کے حکم سے یہاں آیا نہیں اور نہ انجمن کے لئے یہ سفر میں نے اختیار کیا ہے اور نہ انجمن کے لئے علم پڑھ رہا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ الخ"

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے مکتوب کا چربہ

بلکہ جو طرف حضرت خلیفۃ المسیح یا آپ مجھے
لگا دینگے میں تو وہی کام کرونگا میں نے اپنا معاملہ اپنی مرضی پر نہیں رکھا ہوا
دین اسلام کی خدمت کرنا میری غرض ہے اس غرض کیلئے مناسب کام کو
تجویز کرنا میں نے اپنی عقل اور فکر پر نہیں چھوڑا ہوا بلکہ آپ کے سپرد ہے
کیونکہ میں کامل یقین پر پہنچا ہوا ہوں جس کام پر آپ لگا دینگے وہ دینی
خدمت ہے دین کا جوش اور غم جو آپکو ہے اور کسی کو نہیں اور نہ ہی میں آپ کے
سوا کسی کو اسکا اہل پاتا ہوں اسلئے میں نے تو آپ کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے
اور جہاں تک میری مقدرت میں ہے انشاء اللہ تعالیٰ آپکا ہاتھ بٹاؤنگا

. . . .

جیسے مدرسہ احمدیہ میں اس واسطے علم پڑھنا شروع کیا تھا کہ روپیہ کماؤں بلکہ
ایک دینی خدمت تھی اور یہ دینی خدمت بھی تب تک ہی دینی خدمت
ہے جب تک کہ آپ کا وجود باوجود اس مدرسہ میں ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ
اگر آپکا تعلق اس مدرسہ سے نہ ہو تو کیا انجمن اس مدرسہ کی طرف اسی طرح توجہ
کریگی جیسی کہ اب کرتی ہے انجمن کو تو اس مدرسہ کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی
یہ جو ہے آپ کی وجہ سے قائم ہے اور اگر آپ کسی وجہ سے اپنا تعلق اس سے
ہٹا لیں اور اسی غرض کو کسی اور ذریعہ سے پورا کرنا چاہیں تو پھر
کیا میں اس حالت میں جبکہ پانچ سال کے لئے آپ نے آپکو [illegible]
ڈال چکا ہونگا جو آپ نے آپ کو آپکی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں

اور اسکے ساتھ ملکر کام کر سکتا ہوں
باقی رہا یہ کہ انجمن اس صورت میں مدد دینے سے انکار کر دیگی تو مصر
میں تو انجمن کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور نہ انجمن کے لئے یہ سفر میں نے اختیار
کیا ہے اور نہ انجمن کے لئے علم پڑھ رہا ہوں

شیخ مصری صاحب کی بیعت خلافت ثانیہ

شیخ صاحب موصوف مصر میں ہی تھے کہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے اور ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو خلافت ثانیہ کا قیام عمل میں آیا جس پر شیخ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں مندرجہ ذیل بیعت نامہ لکھا:-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہٗ و نصلّی علٰے رسولہ الکریم و آلہٖ مع التسلیم

سیّدی و مرشدی !　　　السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

ہمارے پیارے محسن خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفاۃ کا صدمہ جو احمدی قوم کے دلوں پر ہوا وہ تو واقعی بیان سے باہر ہے خصوصاً ہم دُور افتادوں کے لئے تو ہمیشہ افسوس ہی رہے گا کہ پھر زندگی میں زیارت بھی نصیب نہ ہوئی۔ سوائے اِنّا للہ و انّا الیہ راجعُون کے کیا کہہ سکتے ہیں۔ اللّٰھم اعلٰی مقامہ و اکرم مثواہ و الحقہ بالرفیق الاَعلٰی۔ اٰمین۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو فتنہ سے محفوظ رکھے اور قوم کو اپنے محض فضل و کرم سے اپنی پناہ میں لے کر اس ابتلا سے پار اُتار دے جو کہ بعض نادانوں نے قوم کے راستے میں لا ڈالا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کے عہد کو مبارک عہد ثابت کرے اور الٰہی نصرتوں اور رحمتوں اور برکتوں کا عہد ہو۔ آمین۔ آپ کے دشمنوں کو ذلیل اور خوار کرے اور آپ کو کامیابی کے اعلیٰ اوج پر پہنچائے

مَیں اس امر کے اظہار سے رک نہیں سکتا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور اپنی خاص عنایت سے یہ خلعت خلافت آپ کو پہنائی ہے ورنہ دشمنوں نے تو ناخنوں تک زور لگایا تھا کہ کسی طرح یہ ٹل جاوے۔ ان کی مدت مدید کی کوششوں کو خدا نے ملیامیٹ کر دیا۔ اور آخر خدائی ارادہ ہی غالب آیا۔ بھلا خالق کے آگے خلق کی کیا پیش جاتی ہے۔ اللہ کریم ہمیشہ فتح اور نصرۃ

اور کامیابی کو آپ کا حلیف بنا دیوے، آمین۔

مَیں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے آنے سے پہلے ہی میرے دل میں آپ کے ساتھ ایسی ہی ارادتمندی ڈال دی تھی جس کا آج مَیں کھُلے طور پر اظہار کرتا ہوں۔ مَیں نے آپ کی فرمانبرداری کو پہلے سے ہی اپنا شعار بنایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر تا موت قائم رکھے۔ اور جس بیعت کا اقرار آپ کے ہاتھ پر آج کرنے لگا ہوں، اللہ تعالیٰ اس پر استقامت عطا فرمائے اور وفاداری کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دے۔ امید ہے کہ عاجز کی بیعت کو قبولیت کا شرف بخشیں گے۔

بیعت کے الفاظ کو یہاں دوہرا دیتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ الخ"

عکس بیعت نامہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و آلہٖ مع التسلیم

سیدی و مرشدی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ہمارے پیارے محسن خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کا صدمہ جو احمدی قوم کے دلوں پر ہوا وہ تو ورطۂ بیان سے باہر ہے خصوصاً ہم دور افتادوں کے لیے تو بہت افسوس ہی افسوس کا (مقام) ہے کہ حضور کی زندگی میں زیارت بھی نصیب نہ ہوئی سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے کیا کہہ سکتے ہیں۔ اللھم اعلِ مقامہ واکرم مثواہ والحقہ بالرفیق الاعلیٰ آمین۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فتنوں سے محفوظ رکھے اور قوم کو اپنے محض فضل و کرم سے اپنی پناہ میں لیکر اس ابتلاء سے پار اتار دے جو کہ بعض نادانوں نے قوم کے راستے میں لا ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے عہد کو مبارک عہد ثابت کرے اور الٰہی نصرتوں اور رحمتوں اور برکتوں کا عہد ہو۔ آمین۔ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے اور آپ کو کامیابی کے اعلیٰ اوج پر پہنچا دے۔

میں اس امر کے اظہار سے رک نہیں سکتا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے اپنے
فضل و کرم سے اور اپنی خاص عنایت سے یہ خلعت خلافت آپکو
پہنائی ہے ورنہ دشمنوں نے تو ناخنوں تک زور لگایا تھا کہ
کسی طرح یہ محل جا دے ۔ انکی مدت مدید کی کوششوں کو خدا
نے ملیا میٹ کر دیا اور آخر خدائی ارادہ ہی غالب آیا
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

اللہ کریم ہمت فتح اور نصرت اور کامیابی کو آپکا حلیف بنا دیوے آمین

میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسوقت کے
آنے سے پہلے ہی میرے دل میں آپکے ساتھ ایسی ہی ارادتمندی
ڈال دی تھی جسکا آج میں کھلے طور سے اظہار کرتا ہوں ۔

مجھے آپکی فرمانبرداری کو پہلے سے ہی اپنا شعار بنایا ہوا تھا اللہ تعالیٰ
مجھے اس پر تا موت قائم رکھے اور جس بیعت کا اقرار آپکے ہاتھ پر
آج کرنے لگا ہوں اللہ تعالیٰ اس پر استقامت عطا فرماوے اور وفاداری
کے اعلےٰ مقام پر پہنچاوے ۔ امید ہے کہ عاجز کی بیعت کو قبولیت کا خلعت
عطا بخشینگے ۔ بیعت کے الفاظ کو یہاں دوہرا دیتا ہوں

اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ

آج میں سلسلہ احمدیہ میں محمود کے ہاتھ پر تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور خدا کی توفیق سے آئندہ بھی ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرونگا شرک نہیں کرونگا دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا اسلام کے تمام احکام بجا لانے کی کوشش کرونگا جو تم نیک کام بتلاؤ گے انمیں تمہاری اطاعت کرونگا

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانونگا۔

(۲) مسیح موعود کے تمام دعاوی پر دل وجان سے ایمان رکھونگا

(۳) تبلیغ اسلام میں حتی الوسع کوشاں رہونگا

استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ رب انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی انہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور بہت ظلم کیا میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا تو میرے گناہوں کو بخشدے آمین۔

یہ الفاظ میں نے الفضل سے نقل کئے ہیں اگر ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہو تو اسمیں شامل ہے اور میں اسکا اقرار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان سب کو پورا کرنیکی توفیق دے۔ وما توفیقی الا باللہ۔ [redacted]

میرے پیارے آقا [redacted] بیشک اسوقت آپکے مشاغل

مصائب بہت بڑھ گئے ہیں مگر ہم عاجزوں کو مت بھلائیے اپنی دعاؤں

اور نتائج سے ضرور مطلع فرماتے رہا کیجئے۔

تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے ایک آدمی بہت کچھ مان چکا ہے

حضرت اقدس کی کتابیں پڑھ رہا ہے کہ میں قادیان میں خود جا کر دیکھ کر بیعت

میں داخل ہوں گا۔

ٹریکٹ کے متعلق پہلے گذشتہ بھی کسی خط میں عرض کیا تھا۔ اخبار

والوں نے شائع ہی نہیں کیا اگر اجازت فرماویں تو عام طور پر تقسیم کر دیا

جاوے خرچ اس وقت تک قریب ۱/۴ پونڈ کے ہو چکا ہے

حضرت ام المومنین اور دیگر اہل بیت کو السلام علیکم اور تمام سے

عرض ہے والسلام

خاکسار شیخ عبدالرحمن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر آسمانی انکشاف

۱۹۱۵ء میں جب شیخ عبدالرحمن صاحب "مصری" بن کر واپس آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بذریعہ رویاء[1] خبر دی گئی کہ شیخ صاحب کا خیال رکھنا یہ مُرتد ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی بناء پر حضور نے صدر انجمن احمدیہ کو توجہ دلائی کہ ان کا خاص خیال رکھا جائے۔[2]

---

[1] اس خواب کے گواہ حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب کے علاوہ اڑلیسہ کے ایک احمدی نیز ماسٹر چراغ الدین صاحب مدرس فارسی گورنمنٹ ہائی سکول قلعہ شیخوپورہ بھی تھے جنہوں نے ۱۹۱۵ء میں خود حضور سے یہ خواب سُنی ("الفضل" ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۶ کالم ۱ نیز "الفضل" یکم دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۳ کالم ۳)۔

[2] تقریر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۷ء مطبوعہ "الفضل" ۱۴ اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۴ کالم ۲۔

مگر اس آسمانی انکشاف کے باوجود جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میر عباس علی صاحب سے متعلق الہام " اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُھَا فِی السَّمَاءِ " کے ساتھ ان کے ارتداد کی بھی مدتوں قبل اطلاع دی گئی[1]۔ مگر حضورؑ نے اُن سے اُس وقت تک اپنا مخلصانہ تعلق قائم رکھا جبتک کہ وہ خود کھُلم کھُلا معاندین سلسلہ کی صف میں نہیں چلے گئے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی شیخ صاحب کو سلسلہ سے وابستہ رکھنے کے لئے سلسلہ کی خدمات کے مواقع بہم پہنچاتے رہے حتّٰی کہ دوسرے فرائض کے علاوہ ایک لمبے عرصہ تک مدرسہ احمدیہ کی ہیڈ ماسٹری بھی اُن کے سپرد رہی۔

مصری صاحب اور غیر مبائعین

اس دوران میں انہوں نے بار بار اپنی تقریروں اور تحریروں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خلیفہ برحق ہونے اور حضور کی برکت سے قادیان کے پاکیزہ اور رُوحانیت سے لبریز ماحول کی شہادت دی مثلاً ۱۹۲۲ء میں مولوی محمد علی صاحب ایم ، اے امیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :-

(الف) " قربان جاؤں اس مولیٰ کریم کے جس نے باوجود کسی اہم ضرورت کے پیش نہ آنے کے محض اپنے ایک پیارے کی جسے اُس نے اپنے ہاتھ سے خلیفہ بنایا عزت رکھنے اور اس کے مقابلہ میں اس کے دشمن (مولوی محمد علی صاحب) کو اس کے اس خلافِ اصول حملہ میں بھی ناکامی و نامرادی کا مُنہ دکھانے کے لئے احمدی لٹریچر میں پہلے سے ہی سامان رکھ دیا ہوا ہے " [2]

(ب) " آپ حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر کا غور سے مطالعہ کریں ؎

غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

اور سمجھیں کہ جس کو خدا عزت دیتا ہے اس کو بندے ہرگز نہیں گرا سکتے۔ پس آپ جو حضرت خلیفہ مسیح ثانی کی عزّت کو گھٹانے میں ہمیشہ ناکامی کا مُنہ دیکھتے رہے ہیں اس سے آپ سمجھ لیں کہ یہ عزّت خدا کی طرف سے ملی ہے اور مقابلہ سے توبہ کر کے حضور کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔ تاکہ آپ

---

[1] ترجمہ " اس کی جڑ زمین میں محکم ہے اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہیں " (مکتوبات احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۴ ۔

[2] مکتوبات احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۱۵ ، ۲۷ ، ۲۳ ، تذکرہ طبع دوم صفحہ ۶۰ ، ۱۲۴ ۔

[3] " الفضل " ۲۷ فروری و ۲ مارچ ۱۹۲۲ء صفحہ ۳ ۔

بھی ان برکات سے حصہ لے سکیں جو حضور کے شاملِ حال ہیں۔" ؎۱

اسی طرح انہوں نے ۱۹۳۵ء میں قادیان کے ایک پبلک جلسہ میں لیکچر دیا کہ

"یاد رکھو دنیا میں ہر وہ قریہ جس میں کوئی نبی بھیجا جاتا ہے اُمُّ القریٰ ہوتا ہے۔ کیونکہ اور تمام بستیوں نے اس کی چھاتیوں سے علم و عرفان کا دودھ پینا ہوتا ہے۔ پس قادیان میں بچوں کو بھیجنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ قادیان سلسلہ کا مرکز ہے اور اُسے خدا نے دنیا کے لئے اُمُّ القریٰ قرار دیا ہے چونکہ ان بچوں نے قادیان رہ کر احمدیت کی چھاتیوں سے دودھ پیا ہوگا۔ اس لئے اِلّا ماشاء اللہ ہر طالب علم بیرونی طالب علموں کے مقابلہ میں خدمتِ دین کے لئے زیادہ جوش و خروش رکھے گا۔ یہاں ماحول نہایت پاکیزہ ہے اور فضا دینی رنگ میں رنگین ہے۔ پھر یہاں جو طالب علم آتے ہیں وہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحبت سے فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ حضور کے خطبات سُن سکتے ہیں۔ درسوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔ دیگر ممالک میں جانے والے مبلغین کی روانگی اور آمد کی تقریبوں میں شریک ہوتے ہیں اور اس طرح اُن کے دلوں میں یہ جوش پیدا ہوتا ہے کہ وہ بھی خدمتِ سلسلہ کریں۔ یہ سب چیزیں باہر مفقود ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی ایک کثیر جماعت یہاں موجود ہے۔ بیرونی جماعتوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ ہیں مگر وہ پھیلے ہوئے ہیں اور اُن سے رُوحانی فوائد حاصل کرنا مشکل ہے۔ مگر قادیان میں مجموعی طور پر ایک ایسی جماعت موجود ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور آپ سے براہِ راست فیضان حاصل کیا۔ پس جو طالب علم یہاں آئیں گے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ سے بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں" ؎۲

مصری صاحب کے بنیادی عقیدہ میں تبدیلی

یہ طویل اقتباسات نقل کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک ایسے شخص کی نسبت جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۵ء تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے منجانب اللہ خلعت خلافت عطا کئے جانے اور قادیان کے پاکیزہ اور مقدس ماحول کا چرچا کرتا آرہا ہو کسی کے واہمہ میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ وہ خلیفۂ وقت اور مرکز سلسلہ سے برگشتہ ہو سکتا ہے۔ مگر خدائی نوشتے پورے ہو کر رہتے ہیں۔ آخر وہی ہوا جس کی خبر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ۱۹۱۵ء میں

؎۱ "الفضل" ۲۱ دسمبر ۱۹۲۲ء

؎۲ "الفضل" ۲ جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۵ کالم ۲-۳

دی گئی تھی یعنی مصری صاحب پر یکایک یہ راز کھلا کہ " انبیاء اور مشائخ کی وفات کے بعد صرف پہلا خلیفہ ہی خدائی انتخاب ہوتا ہے۔ باقی منتخب شدہ خلفاء آیۃ استخلاف کے ماتحت نہیں آتے اور متنازعہ فیہ خلافت پہلی خلافت نہیں ہے بلکہ دوسری خلافت ہے اور اس لئے یہ آیتہ استخلاف کے ماتحت نہیں آسکتی اور جب یہ خلافت آیت استخلاف کے ماتحت نہیں ہوتی تو اس کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا" [1]

مصری صاحب کے سبّ و شتم سے لبریز تین خطوط

اس نظریہ پر بنیاد رکھ کر انہوں نے ۱۰، ۱۴ اور ۲۳ جون ۱۹۳۷ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو سبّ و شتم سے بھرے ہوئے پے در پے تین خطوط لکھے جن میں دیگر ناشائستہ اور ناملائم باتوں کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ

" میں آپ سے الگ ہو سکتا ہوں لیکن جماعت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جماعت سے علیحدگی ہلاکت کا موجب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اور چونکہ دُنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے صحیح عقائد و تعلیم پر قائم ہو بجز اس جماعت کے جس نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا ہوا ہے اس لئے میں دو راہوں میں سے ایک کو ہی اختیار کر سکتا ہوں۔ یا تو میں جماعت کو آپ کی صحیح حالت سے آگاہ کر کے آپ کو خلافت سے معزول کرا کر نئے خلیفہ کا انتخاب کراؤں۔ اور یہ راہ پُر از خطرات ہے اور یا جماعت میں آپ کے ساتھ مل کر اس طرح رہوں جس طرح میں نے اُوپر بیان کیا ہے"

" پس اگر آپ توبہ کرنے کے لئے تیار نہیں تو مجھے آپ اپنی بیعت سے علیحدہ سمجھ لیں کیونکہ میں ایسے آدمی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دے سکتا . . . . . ہاں . . . . میں جماعت کا باقاعدہ فرد ہوں۔ جماعت سے میں الگ نہیں ہو سکتا۔ آپ کی بیعت کا جوا اپنی گردن سے اُتارنے کی یہ بھی وجہ ہے کہ میں آزاد ہو کر جماعت کو دوسرے خلیفہ کے انتخاب کی طرف جلد توجہ دلا سکوں"

" اگر آپ اس توبہ پر راضی ہوں تو میں آپ کا خادم ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ رہوں گا۔ ورنہ جیسا کہ میں نے اُوپر ذکر کیا ہے۔ میں آپ کے ساتھ قطعاً نہیں رہ سکتا۔" [2]

---

[1] پمفلٹ " کیا تمام خلیفے خدا ہی بناتا ہے " صفحہ ۲ (از شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری)

[2] پمفلٹ " جماعت کو خطاب " صفحہ ۲ (از شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ایمان افروز جواب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصری صاحب کی چٹھیوں کا مندرجہ ذیل جواب ارسال فرمایا :-

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ • نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

مکرم شیخ صاحب ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ

آپ کے تین خط ملے۔ پہلے خط[1] کا مضمون اس قدر گندہ اور گالیوں سے پُر تھا کہ اُس کے بعد آپ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ آپ بیعت میں شامل ہیں اور جماعت احمدیہ میں داخل ہیں بالکل خلاف عقل تھا۔ پس میں اس فکر میں تھا کہ آپ کو توجہ دلاؤں کہ آپ خدا تعالیٰ سے استخارہ کریں کہ اس عرصہ میں آپ کا دوسرا خط ملا جس میں فخرالدین ملتانی صاحب کی طرف سے معافی نامہ بھجوانے کا ذکر تھا۔ میں اس معافی نامہ[2] کی انتظار میں رہا مگر وہ ایک غلطی کی وجہ سے میری نظر سے نہیں گذرا۔ اور کل دس گیارہ بجے

---

[1] اس خط کا پہلا ہی فقرہ یہ تھا کہ "اَلْفِتْنَۃُ نَائِمَۃٌ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَیْقَظَھَا" یعنی فتنہ سو رہا ہے خدا کی لعنت ہو اس پر جو جگاتا ہے۔ اس فقرہ میں فتنہ کو جگانے والے کے الفاظ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف اشارہ تھا۔ پس جو شخص خط کو شروع ہی لعنت سے کرتا ہے اس کے پورے خط میں کیا مضمون ہوگا اس کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں ہے۔

[2] ان صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے غیر مبائعین کے خلاف بدزبانی کرنے سے بار بار روکا مگر نہ صرف وہ باز نہ آئے بلکہ نظام خلافت اور نظام سلسلہ کے خلاف اندر ہی اندر منافرت پھیلانا شروع کر دی تحقیقات پر جرم ثابت ہوا۔ اور شروع جون ۱۹۳۷ء میں جماعت سے خارج کر دیئے گئے (الفضل ۹ جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۱)۔ لیکن اعلان اخراج کے بعد انہوں نے حضور کی خدمت میں اپنا معافی نامہ لکھا جو "الفضل" ۲۶ جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۳-۴ میں بھی شائع کر دیا گیا۔ اس معافی نامہ میں انہوں نے اپنی سرکشانہ لغزشوں اور بے جا اتہاموں کا اقرار اور اپنے متمردانہ افعال پر ندامت و خجالت کا اظہار کرتے ہوئے غیروں سے تعلق رکھنے کو بے غیرتی اور دیوثی قرار دیا اور لکھا کہ اُسے ایک رؤیا ہوا ہے جس میں اُسے بتایا گیا کہ وہ غلطی پر ہے اور اسے اپنے افعال شنیعہ سے توبہ کرنی چاہئیے۔ یہ رؤیا اتنا واضح تھا کہ خود ان کے اقرار کے مطابق ان کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور کبر و غرور توڑ دیا۔ اور ثلج قلب اور انشراح صدر حاصل ہو گیا مگر اس رؤیا کے باوجود اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے متنبہ کئے جانے کے باوجود اور یہ سمجھنے کے باوجود کہ اس پاک سلسلہ کے علمبرداد کے مقابلہ میں ناپاک مخالفین کی امداد کرنے والے کے ایمان اور دین پر زُد ہے۔ پھر بھی اُنہوں نے مصری صاحب سے گٹھ جوڑ کی وجہ سے ناپاک اور اشتعال انگیز اشتہاروں اور پمفلٹوں کا ایک طویل سلسلہ جاری کر دیا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور نظام سلسلہ کے خلاف

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کا علم ہوا۔ اور اسی وقت ان کو اس کی اطلاع کر دی گئی۔ اس کے چند گھنٹہ بعد آپ کا تیسرا خط ملا کہ اگر چوبیس گھنٹہ تک آپ کی تسلی نہ کی گئی تو آپ جماعت سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ سو مَیں اس کا جواب بعد استخارہ لکھ رہا ہوں کہ آپ کا جماعت سے علیحدہ ہونا بے معنٰی ہے جب سے آپ کے دل میں وہ گند پیدا ہوا ہے جو آپ نے اپنے خطوں میں لکھا ہے۔ آپ خدا تعالےٰ کی نگاہ میں جماعت سے خارج ہیں۔ خدا تعالیٰ اب بھی آپ کو توبہ کی توفیق دے۔ پھر جب سے آپ نے میرے خط میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اسی وقت سے آپ جماعت سے میری نگاہ میں بھی الگ ہیں۔ لیکن اگر آپ کو میری تحریر کی ہی ضرورت ہے۔ تو میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ کے نزدیک تو ان خیالات کے پیدا ہونے کے دن سے ہی جماعت احمدیہ سے خارج ہیں اور ان خطوط کے بعد جو حال میں آپ نے مجھے لکھے ہیں۔ مَیں بھی آپ کو جماعت سے خارج سمجھتا ہوں اور اس کا اعلان کرتا ہوں۔ آپ نے مجھے بہت سی دھمکیاں دی ہیں۔ مَیں ان کا جواب کچھ نہیں دیتا۔ میرا معاملہ خدا کے سپرد ہے اگر میں اُس کا بنایا ہوا خلیفہ ہوں۔ اگر وہ الہامات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میرے بارہ میں ہوئے ہیں اور وہ بیسیوں خوابیں جو اس بارہ میں مجھے آئی ہیں اور وہ سینکڑوں خوابیں[1] جو دوسروں کو آئی ہیں درست ہیں تو خدا تعالےٰ باوجود آپ کے ادّعاء رسُوخ و اثر کے آپ کو ناکام کرے گا۔ وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ۔

خاکسار مرزا محمود احمد

(۲۴؍ جون ۱۹۳۷ء)"[2]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ مفروضہ مظالم کی داستانیں پھیلا کر قادیان اور اس کے ماحول میں خاص طور پر ایک خطرناک کشیدگی کی فضا پیدا کر دی۔ ملتانی صاحب نے انہیں دنوں ایک قلمی اشتہار "فحش کا مرکز" بورڈ پر چسپاں کیا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو شرمناک گالیاں دی گئی تھیں۔ اس اشتہار سے مشتعل ہو کر قادیان کے ایک قلعی گر میاں عزیز احمد نے ۷؍ اگست ۱۹۳۷ء کو ملتانی صاحب کو چاقو سے زخمی کر دیا اور جیسا کہ انہوں نے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب گورداسپور کی عدالت میں بیان دیا۔ اُن کی نیت قاتلانہ حملہ کی نہ تھی۔ بلکہ اس سے غرض یہ تھی کہ وہ ایسے گندے اشتہار شائع کرنے سے باز رہے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا:۔ [1] "الفضل" ۱۹۳۷ء میں اکثر خوابیں چھپ گئی تھیں۔ جن کے پڑھنے سے خدا تعالیٰ کا حیرت انگیز تصرّف نظر آتا ہے کہ ان دنوں جبکہ مصری صاحب اپنے اخلاص و فدائیت کا بظاہر نمونہ سمجھے جاتے تھے اور جماعت میں ان کو ہر جگہ عزت و احترام سے دیکھا جاتا تھا، خدا تعالےٰ کی طرف سے قبل از وقت بکثرت رؤیا دکھائی گئیں کہ مصری صاحب خلافت سے الگ ہونے والے ہیں۔

[2] "الفضل" ۲۶؍ جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۔

جماعت احمدیہ کے خلاف مصری صاحب کی خفیہ تنظیم

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کا یہ مکتوب "الفضل" ۲۶ جون ۱۹۳۷ء کے صفحہ ۱ پر شائع ہوا جس کے بعد مصری صاحب نے ۲۷ جولائی ۱۹۳۷ء کو یہی جعلی خود ساختہ اور نام نہاد امارت کا ڈھونگ رچا کر فری میسنوں کی طرح ایک خفیہ تنظیم جماعت کے خلاف قائم کر لی جس کا ذکر حضرت مسیح موعود کے ایک الہام میں ملتا ہے کہ "فری میسن مسلط نہیں کئے جائیں گے تا اس کو ہلاک کریں"[۱] مصری صاحب نے خفیہ تنظیم کی تشکیل کے بعد مخالف اشتہاروں اور پوسٹروں کی وسیع پیمانہ پر اشاعت شروع کر دی۔ اس موقعہ سے دشمنان احمدیت[۲] نے خوب فائدہ اٹھایا اور ہر رنگ میں اس فتنہ کی پشت پناہی کی۔ خصوصاً غیر مبائع اصحاب نے مصری صاحب کے عائد کردہ فحش اور ناپاک الزامات

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ لیکن بدقسمتی سے چاقو کا زخم کاری ثابت ہوا۔ اور ملتانی صاحب ۱۳ اگست ۱۹۳۷ء کو دار فانی سے کوچ کر گئے۔ ("پیغام صلح" ۱۸ اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۶-۷) اور میاں عزیز احمد قلعی گر بھی ۸ جون ۱۹۳۸ء کو پھانسی دے دیا گیا۔ میاں عزیز احمد کی نعش قادیان میں آئی تو اگرچہ حضورؓ نے دوسروں کو اس کا جنازہ پڑھنے کی اجازت دے دی مگر ساتھ ہی فرمایا:۔

"اگر قانون اجازت دے تو شریعت اس میں ہرگز روک نہیں۔ کیونکہ گناہ کے بعد اول توبہ دوم سزا شرعی یا قانونی اگر مل جائے تو ایسے شخص کا جنازہ پڑھنا منع نہیں ہے۔ ہاں چونکہ میاں عزیز احمد صاحب کا فعل بہرحال گناہ ہے، جنازہ کی کوئی ایسی صورت پیدا نہیں ہونی چاہیئے کہ اُسے قومی رنگ دیا جائے"

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا:۔ ۱ "الحکم" ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۳ "تذکرہ" طبع دوم صفحہ ۴۲۴۔

۲ مصری صاحب اور ان کے ساتھی ادعا تو یہ کرتے تھے کہ وہ احمدی ہیں۔ مگر ان لوگوں کی احمدیت دشمنی یہانتک پہنچ چکی تھی کہ فخر الدین صاحب ملتانی کی طرف سے احمدیت کے مخالف اخبار "زمیندار" میں "قادیان میں نیا امیر المومنین منتخب کر لیا گیا۔ خلیفہ بشیر کو تخت سلطنت سے علیحدہ ہو جانے کا حکم" کے پورے صفحہ کے عنوان سے ایک لمبا تار شائع کرایا کہ "قادیان ۲۸ جولائی مجلس احمدیہ مرزائیوں کی اس جماعت کا نام ہے جنہوں نے قادیان کے موجودہ خلیفہ (موسیو بشیر) کے ساتھ رشتہ وفا توڑ دیا ہے۔ اس جماعت نے ۲۷ جولائی کو ایک غیر معمولی اجلاس منعقد کر کے فیصلہ کیا کہ شیخ عبدالرحمٰن مصری امیر جماعت کی امارت کو جملہ ارکان نے قبول کر لیا ہے اس لئے اُن کے امیر ہونے کا اعلان کر دیا جائے۔ مجلس امیر جماعت کے اس مطالبہ کی تائید کرتی ہے کہ حضرت امیر نے مرزا بشیر کے خلاف جو الزامات عائد کئے ہیں۔ . . . ان کی جانچ پڑتال اور تفتیش کی غرض کے پیش نظر ایک آزاد کمیشن کا تقرر فی الفور عمل میں لے آیا جائے۔ اگر یہ الزامات صحیح ہوں تو . . . . نیا خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ اور جب جدید خلیفہ کا انتخاب عمل میں آ جائے تو مجلس احمدیہ کو توڑ دیا جائے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ جو حضرات خفیہ طور پر مجلس احمدیہ کے دائرہ رکنیت میں شامل ہوں ان کے اسماء گرامی صیغہ راز میں رکھے جائیں" ("زمیندار" مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۳۷ء بحوالہ "الفضل" ۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۲)۔ اس تار کا خلاصہ بڑے طمطراق سے اخبار "پیغام صلح" لاہور نے ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء کے الشروع میں بھی شائع کیا۔

کی تشہیر میں خاص طور پر حصہ لیا بلکہ "پیغام صلح" مصری صاحب کے فتنہ کو ہوا دینے کے لئے تو وقف ہی ہو گیا۔[1]

مولوی محمد علی صاحب کی پشت پناہی

اگرچہ مشہور غیر مبائعین میں سے قریباً سب نے مصری صاحب کی تائید میں مضامین لکھے مگر بالخصوص امیر غیر مبائعین مولوی محمد علی صاحب نے اخبار "پیغام صلح" میں لمبے لمبے مکتوب شائع کئے جن میں ایک طرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شان میں دلآزار طریق پر دل کھول کر حملے کئے اور دوسری طرف مصری صاحب کے تقدس اور شرافت و بزرگی کا ڈھنڈورہ پیٹتے ہوئے ان کے اس تازہ "کارنامے" کی یہ داد دی تھی کہ "خلیفہ قادیان کی افسوسناک جسارتوں کا عبرت انگیز انجام" "میاں صاحب حسن بن صباح کے نقش قدم پر" کے دوہرے عنوان سے لکھا۔

"شیخ صاحب اس بارے میں واقعی مستحق مبارکباد ہیں"[2]

پھر لکھا :-

"پیر پرستی کے بُت کو توڑنے والے ہماری ہمدردی کے مستحق ہیں"[3]

اخبار "پیغام صلح" نے جہاں مصری صاحب کی نسبت یہ سرٹیفکیٹ دیا کہ "اُن کا زہد و اتقار مسلّمہ ہے"[4] وہاں مولوی محمد علی صاحب نے یہانتک لکھ ڈالا کہ

"شیخ عبدالرحمن صاحب مصری مجھ سے ملے ہیں۔ بار بار ملتے رہتے ہیں۔ بہت قریب رہے ہیں اور رہتے ہیں۔ میں نے اُن میں اس قدر شرافت دیکھی ہے جس کے نمونے دُنیا میں کم نظر آتے ہیں"[5][6]

---

[1] بطور نمونہ "پیغام صلح" کے صرف چند عنوانات ملاحظہ ہوں :- "قادیانی خلیفہ محمد رسول اللہ صلعم کا بدترین دشمن ہے" "قادیانی خلافت کے بازار تقدس میں کھوٹے سکے"، "ظالم مظلوم نما"، "قادیانی جذبہ خون آشامی کا نیا رُخ"، "خلیفہ قادیان کی تعلیاں اور اُن کے مریدوں کی اشتعال انگیزیاں" ("پیغام صلح" مورخہ ۳ر اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۳، ۹ر اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۳، ۱۸ر اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۳، ۳۰ر اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۳، ۸ر اکتوبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۳)۔

[2] "پیغام صلح" ۹ر اگست ۱۹۳۷ء ف ۵ کالم ۱۔ [3] "پیغام صلح" ۱۸ر اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۵۔

[4] "پیغام صلح" ۳۱ر جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۳ کالم ۲۔ [5] "پیغام صلح" ۷ر اگست ۱۹۴۲ء صفحہ ۶ کالم ۱۔

[6] یہاں یہ لکھنا ضروری ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے ایک بار خطبہ جمعہ میں یہ کہا کہ "قادیان میں جو کچھ خلیفہ صاحب کے متعلق کہا جاتا ہے جو اندرونی الزامات خود مریدوں کی طرف سے شائع ہوئے ہیں، ہم نے کبھی ان کو شائع نہیں کیا" ("پیغام صلح" ۲۸ر اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۰ کالم ۱) یہ خطبہ سُن کر خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ایس۔ پی سابق آنریری جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مولوی صاحب موصوف کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا :-

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جناب مصری صاحب کی تعلّیاں اور بلند بانگ دعاوی

اس تفصیل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ مصری صاحب تنہا نہیں تھے بلکہ سب مخالفین احمدیت خصوصاً غیر مبائعین ان کی پُشت پر تھے۔ اسی لئے مصری صاحب کو بھی اپنے ہمدردوں اور مددگاروں کے بَل بوتے پر یقین کامل تھا کہ جماعت احمدیہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا وہ کام جو احرار سے نہ ہو سکا ان کے ہاتھوں ضرور سرانجام پا جائے گا۔ اور انہوں نے جماعت سے الگ ہوتے ہی بڑی بڑی تعلّیاں اور دعوے کرنا شروع کر دیئے چنانچہ کہا:-

"مستریوں کے متعلق تو اس قسم کے عذر گھڑ لئے گئے تھے کہ اُن کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا یا اُن کی لڑکی پر سَوت کے لانے کا مشورہ دیا تھا۔ مگر یہاں اس قسم کا کوئی عذر بھی نہیں چل سکتا۔ اس کے اخلاص میں کوئی دھبہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس کی بات کو جماعت مستریوں کی طرح ردّ نہیں کرے گی۔ بلکہ اس پر اُسے کان دھرنا پڑے گا اور وہ ضرور دھرے گی"[۱]

اسی طرح لکھا:-

"مجھے اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کے احسانوں سے کامل یقین ہے کہ وہ آپ کے مقابلہ میں میری ضرور مدد فرمائے گا اور وہ دن ضرور لائے گا جس میں اس تمام جھوٹے پراپیگنڈے کے پردے چاک کر دے گا۔ جو میرے خلاف کیا جا رہا ہے اور جماعت پر روشن کر دے گا کہ مَیں جو آپ کے خلاف اُٹھا ہوں محض نیک نیتی اور محض خدا تعالیٰ کے لئے اُٹھا ہوں . . . . یاد رکھیں اَلْحَقُّ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی۔ وہ دن آئے گا اور انشاء اللہ ضرور آئے گا جب جماعت جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ کہتی ہوئی اس حقیقت پر قائم ہو جائے گی جو شریعت اسلامی نے خلفاء کے مقام اور ان کے اور اُمّت کے اختیارات اور حقوق کے متعلق بتائی ہے اور یہ کہ آپ خلافت کے اہل نہیں اور جس حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے کھڑا ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے"[۲]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- "آپ نے خلیفہ صاحب قادیان کے خلاف الزامات کی تشہیر میں ہمیشہ اخلاقی اور مالی مدد کی ہے۔ رقم بلا تفصیل ہے جو برادر حکیم عبدالعزیز کو آپ کی طرف سے اس کام کے لئے دی جاتی رہی اس سے آپ حلفاً کبھی انکار نہیں کر سکتے۔ اس کے مقابل اعلانات میں آپ جھوٹ بولتے ہیں کہ آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا چنانچہ اسی پیغام صلح (۲۸ اپریل) میں بھی آپ نے پھر وہی جھوٹ بولا ہے۔ کیا کسی متقی اور شریف آدمی کے لئے مناسب ہے (رسالہ "فرقان" قادیان مئی ۱۹۴۲ء صفحہ ۳۳)

[۱] اشتہار "جماعت کو خطاب" صفحہ ۲ (از شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری)۔ [۲] پمفلٹ "بڑا بول" صفحہ ۱ (از شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری)۔

پھر لکھا:۔

"مَیں نے جو قدم اُٹھایا ہے محض خدا کے لئے اُٹھایا ہے اور جماعت کے اندر ایک بہت بڑا بگاڑ مشاہدہ کرکے جو بہت سے لوگوں کو دہریت کی طرف لے جاچکا ہے اور بہتوں کو لے جانے والا ہے۔ اس کی اصلاح کی ضرورت محسوس کرکے بلکہ اس کو ضروری جان کر اُٹھایا ہے . . . . میری آواز آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں سُنی جاوے گی۔ اور ضرور سُنی جاوے گی انشاء اللہ تعالیٰ کیونکہ وہ آواز اپنے اندر حق رکھتی ہے اور حق کبھی دبایا نہیں جاسکتا . . . . اس سے قبل بھی لوگ اُٹھے اور ناکام رہے . . . . لیکن مجھے اپنی کامیابی پر خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت اور تائید کے ساتھ پورا یقین ہے کیونکہ مَیں اس کی ذات پر بھروسہ کرکے اسی کے پیارے مسیح موعود کی لائی ہوئی تعلیم اور اس کی بنائی ہوئی مقدس جماعت میں جو بگاڑ پیدا ہو کر اسے تباہی کے گڑھے کی طرف لے جانے والا ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوا ہوں" [۱]

عجیب و غریب اور نام نہاد "مصلح"

بیسویں صدی کا یہ عجیب و غریب "مصلح" تھا جو کل تک غیر مبائعین کو "خوارج" کے نام سے موسوم کرتا آرہا تھا،[۲] اب خلافتِ ثانیہ سے وابستہ احمدیوں کو (ان کے عقائد و تعلیم کو صحیح سمجھنے کے باوجود) بھی خوارج قرار دینے اور اس کے کثیر حصہ کو دہریہ بھی ثابت کرنے لگا۔ بایں ہمہ مصری صاحب ایک طرف غیر مبائعین سے ملے ہوئے

۱؎ پمفلٹ "جماعت احمدیہ کی خدمت میں ایک دردمندانہ اپیل" صفحہ ۲ (از شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری)

۲؎ شیخ مصری صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کو خطاب کرتے ہوئے لکھا "حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بعد ایک گروہ خوارج کا نکلا۔ جس نے خلفاء کی بیعت کا یہ کہتے ہوئے کہ اَلطَّاعَۃُ لِلّٰہِ وَالْاَمْرُ شُوْرٰی بَیْنَنَا انکار کر دیا اسی طرح آنجناب صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بروز کے بعد آپ نے اس کے خلیفہ کی بیعت سے یہی کہہ کر انکار کر دیا"۔ (الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۲۲ء صفحہ ۹)۔

اس عقیدہ کے برعکس مصری صاحب نے نظام خلافت سے بغاوت کے بعد "ینگ اسلام" (یکم فروری ۱۹۴۰ء صفحہ ۷) میں لکھا۔ "میں اس بات کو دیکھ کر ہمیشہ دریائے حیرت میں غرق رہتا ہوں کہ کس طرح وہ جماعت جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے بعد اس لئے چھوڑ گئے تھے کہ وہ اسلام کو ازسرِنو زندہ کرے . . . کس طرح بجائے حقیقی مسلمانوں کی اقتداء کرنے کے خوارج کے نقشِ قدم پر چل رہی ہے" (اس تعلق میں مولانا سید احمد علی صاحب کا مضمون شائع شدہ "فاروق" ۷ اپریل ۱۹۴۰ء صفحہ ۷۔ ۸ قابلِ مطالعہ ہے اور جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا "بہت ہی لطیف ہے" اور "جماعت کے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ حوالوں کو یاد رکھیں" ("فاروق" ۲۸ اپریل ۱۹۴۰ء صفحہ ۸ کالم ۳)۔

تھے اور دوسری طرف "خوارج" اور "دہریہ" لوگوں سے نہ صرف خلیفۂ وقت کے خلاف تحقیقاتی کمیشن بٹھانے کا مطالبہ کر رہے تھے بلکہ اُن کو انصاف کے ساتھ فیصلہ صادر کرنے کی بھی تلقین کر رہے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے پمفلٹ "جماعت کو خطاب" کے صفحہ ۴ پر لکھا :-

"دوستو اُٹھو ۔ اور خوف کی چادر اُتار کر مومنانہ دلیری سے کام لیتے ہوئے تحقیق شروع کر دو خلیفہ کی اجازت کی اس میں قطعاً ضرورت نہیں خلیفہ اور خاکسار کا مقدمہ جماعت کے سامنے پیش ہے ۔ جماعت کا فرض ہے کہ وہ فریقین کے بیانات سُنکر انصاف کے ساتھ اپنا فیصلہ دے"

مصری صاحب کی طرف سے مقدمات

مصری صاحب نے اپنے ناپاک مقاصد کی تکمیل کے لئے الزام تراشی اور اشتعال انگیزی کے کسی موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا حتی کہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خلاف اعانت قتل تک کے مقدمات اور استغاثے تک دائر کئے۔[2] پہلے ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا جو خارج کر دیا گیا ۔ پھر اس کی اپیل عدالت سشن میں کی۔ جسے عدالت سشن نے بھی خارج کر دیا اور لکھا کہ مستغیث کو چونکہ مرزا صاحب سے دشمنی ہے اتنے عرصہ میں وہ جھوٹے گواہ تیار کر سکتا ہے ۔ اس کے بعد انہوں نے استغاثہ مجسٹریٹ علاقہ کی عدالت میں دائر کیا جو وہ بھی خارج کر دیا گیا۔[3]

مصری صاحب کے مقدمات میں احراری اور غیر مُبائع وکلاء کی اعانت

مصری صاحب کی اشتعال انگیزیوں کے نتیجہ میں فریقین کی ضمانتیں ہوئیں ۔ مصری صاحب کے مقدمات میں احراری اور غیر مبائع وکلاء نے ان کی پوری پوری اعانت کی جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین کے مندرجہ ذیل مکتوب سے ثابت ہے جو مولوی صاحب موصوف نے ڈلہوزی سے ۲۶ / اگست ۱۹۳۷ء کو حافظ محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات کے نام تحریر کیا :-

(مکتوب اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

---

[1] اس مطالبہ کی شرعی حیثیت کے تعلق میں "الفضل" ۱۰/ اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۰-۱۱ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک اہم مضمون قابل دید ہے ۔

[2] مقدمات کی روداد کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو اخبار "الفضل" نومبر ۱۹۳۷ء تا فروری ۱۹۳۸ء ۔

[3] "الفضل" ۱۸/ مارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ کالم ۱ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Dar-us-Salam

DALHOUSIE 26.8.1937

اخویم مکرم حافظ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کو قادیان کے حالات کا کم وبیش علم تو ہوگا۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری پر ضمانت کا مقدمہ ہے۔ یعنی دونوں طرف کے چار چار[1] آدمیوں سے ضمانت طلب کی گئی ہے۔ اور دو پیشیاں ہوچکی ہیں۔ اب ۲ - ۳ ستمبر کو پیشی ہے۔ اُن کا کام اس وقت احراری وکیل شریف حسین کر رہا ہے۔ ہماری جماعت کی طرف سے اگر ان کی امداد اس موقعہ پر ہو جائے تو نہایت موزوں ہے اگر ۳ تاریخ کو بحث کی کارروائی کی امید ہوئی تو وہ آپ کے پاس اپنا کیس سمجھانے کے لئے یکم ستمبر کو پہنچ جائیں گے اور پھر آپ ۳ ستمبر کو ان کی پیشی کرائیں۔

یہ لوگ سخت بیکسی کی حالت میں ایک زبردست طاقت کا مقابلہ کر رہے ہیں اور ان پر جو ظلم ہو رہا ہے اور جس طرح ان پر عرصہ حیات تنگ کیا جارہا ہے۔ وہ خود آپ سے ملیں گے تو بیان کریں گے ان حالات میں ان مظلومین کی امداد کار ثواب ہے۔ جواب سے بواپسی اطلاع دیں۔

والسلام

محمد علی

(مولوی محمد علی صاحب کے اصل مکتوب کا چربہ اگلے صفحات پر دیا گیا ہے)

---

[1] اسماء مبائعین جن کی ضمانتیں طلب کی گئیں:۔ حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب، حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب، مولانا ابوالعطاء صاحب،

مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین کے مکتوب کا چربہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Dar-us-Salam

DALHOUSIE, 26. 8. 1937

مکرمی محترمی حافظ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

[illegible]

(بقیہ چربہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

(بقیه جواب صفحه گذشته)

[illegible]

[illegible] ۲ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] امداد [illegible]

است جواب [illegible]

والسلام

[illegible]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے پُرشوکت حلفیہ بیان

اگرچہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مصری نے خدا تعالیٰ سے بالکل بے خوف ہو کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خلاف عداوت اور دشمنی کی حد کردی مگر حضورؓ نے اُن کی تسلی[1] کے لئے قسموں کا اعلان کر کے ان پر ہر رنگ میں حجت تمام کردی۔

چنانچہ حضور نے ۱۲ر نومبر ۱۹۳۷ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا :۔

"وہ مجھے کہتے ہیں کہ اگر وہ الزامات جو وہ مجھ پر لگاتے ہیں، جھوٹے ہیں تو مَیں مؤکّد بعذاب قسم کھاؤں حالانکہ مستریوں کے مقابلہ میں بھی مَیں نے کہا تھا اور اب بھی مَیں کہتا ہوں کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اس قسم کے امور کے لئے جن کے متعلق حدود مقرر ہیں اور گواہی کے خاص طریق بتائے گئے ہیں، قسموں وغیرہ کا مطالبہ جائز نہیں۔ بلکہ ایسے مطالبہ پر قسم کھانا بھی اس حکمت کو باطل کر دیتا ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے ہاں جس پر الزام لگایا گیا ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اختیار ہے کہ جب وہ مناسب سمجھے الزام لگانے والے کو مباہلہ کا چیلنج دے۔ لیکن چونکہ وساوس و شبہات میں مبتلا رہنے والا انسان خیال کر سکتا ہے کہ شاید مَیں نے قسم سے بچنے کے لئے اس قسم کا عقیدہ تراش لیا ہے اس لئے کم سے کم اس شخص کی تسلی کے لئے جو جانتا ہے کہ جھوٹی قسم کھا کر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ مَیں کہتا ہوں کہ مَیں اس خدائے قادر و توانا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس کی جھوٹی قسم کھا کر شدید لعنتوں کا انسان مورد بن جاتا ہے کہ میرا یہ یقین ہے کہ قرآن کریم کی اس بارہ میں وہی تعلیم ہے جو مَیں نے بیان کی ہے۔ اور اگر مَیں اس بات میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔

---

[1] یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک رؤیا لکھنا مناسب ہوگا۔ حضور نے فرمایا:۔ "مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مصری کا ذکر آیا ہے اور میرے دل میں ان کے لئے دُعا کی تحریک بڑے زور سے ہوئی۔ مَیں اس وقت چارپائی پر قبلہ رُخ بیٹھا تھا فوراً سجدہ میں گر گیا اور نہایت عاجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ وہ انہیں ہدایت دے۔ اس دُعا کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ دُعا قبول ہو گئی ہے۔ اس پر مَیں نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور میرے دل میں یقین تھا کہ اب شیخ صاحب کھڑے ہوئے وہاں پہنچ گئے ہوں گے مَیں نے دائیں اور بائیں دیکھا لیکن وہ نظر نہیں آئے . . . . مَیں ٹہل رہا ہوں کہ اتنے میں شیخ صاحب وہاں آگئے اور عقیدت کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ تائب ہو گئے ہیں" (الفضل ۹ مارچ ۱۹۴۶ء صفحہ ۲ کالم ۱-۲)

قطع نظر اس کے کہ اس خواب کی اصل تعبیر کیا ہے، یہ حقیقت بالکل نمایاں ہے کہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قلب صافی میں مصری صاحب کیلئے ذاتی طور پر ہمیشہ محبت کے جذبات موجزن رہے۔ ولعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امراً۔

* * * * *

پھر ایک اور سوال ہے جو شیخ عبدالرحمٰن مصری کی طرف سے کیا گیا تھا اور آج بھی کیا جا رہا ہے کہ خلیفہ معزول ہو سکتا ہے اور وہ اس بناء پر مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مجھے خلافت سے الگ ہو جانا چاہیئے یا یہ کہ جماعت کو چاہیئے کہ مجھے اس عہدہ سے الگ کر دے۔ مَیں اس دعویٰ کے جواب میں بھی اسی قادر و توانا خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھُوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ باوجود ایک سخت کمزور انسان ہونے کے مجھے خدا تعالیٰ نے ہی خلیفہ بنایا ہے اور مَیں اُسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اُس نے آج سے ۲۲۔۲۳ سال پہلے مجھے رؤیا کے ذریعہ یہ بتا دیا تھا کہ تیرے سامنے ایسی مشکلات پیش آئیں گی کہ بعض دفعہ تیرے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوگا کہ اگر یہ بوجھ علیحدہ ہو سکتا ہو تو اسے علیحدہ کر دیا جائے مگر تُو اس بوجھ کو ہٹا نہیں سکیگا اور یہ کام تجھے بہرحال نباہنا پڑے گا۔ اگر مَیں اس بیان میں جھُوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔

. . . . مَیں ابھی خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ چکا ہوں کہ مَیں اس کا قائم کردہ خلیفہ ہوں۔ وہ بھی ایسی ہی قسم لکھ کر شائع کر دیں۔ پھر خود بخود فیصلہ ہو جائے گا کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ مَیں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں اور اب پھر اللہ تعالیٰ کے وعید لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ کے ماتحت کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے، مَیں اُس کا قائم کردہ خلیفہ ہوں اور میرے لئے عزل ہرگز جائز نہیں۔ اگر حوادث میرے سامنے آئیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں سے پتہ چلتا ہے کہ میرے لئے بعض اندھیرے مقدر ہیں۔ اور اگر وُہ ساری کی ساری جماعت کو بھی مجھ سے برگشتہ کر لیں۔ تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے موت نہیں دے گا جب تک وہ پھر ایک زبردست جماعت میرے ساتھ پیدا نہ کر دے۔ دُنیا میں فریب کاریاں بھی ہوتی ہیں۔ دُنیا میں دھوکے بھی ہوتے ہیں۔ دُنیا میں وسوسہ اندازیاں بھی ہوتی ہیں۔ دُنیا میں ابتلاء بھی آتے ہیں۔ اور ان تمام چیزوں کے ذریعہ لوگ ٹھوکریں کھاتے اور حق سے منحرف ہوتے ہیں۔ مگر مجھے بندوں پر یقین نہیں۔ مجھے اپنے خدا پر یقین ہے۔ اس خدا نے اس وقت جبکہ مجھے خلافت کا خیال تک بھی نہ تھا، مجھے خبر دی تھی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کہ وہ لوگ جو تیرے متبع ہیں وہ تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ پس یہ صرف آج کی بات نہیں بلکہ جو شخص میری بیعت کا اقرار کرے گا وُہ قیامت تک میرے منکروں پر غالب رہے گا۔ یہ خدا کی پیشگوئی ہے جو پُوری ہوئی اور پُوری ہوتی رہے گی۔

اگر اس الہام کے سُنانے میں مَیں جھُوٹ بولتا ہوں تو خدا کی مجھ پر لعنت۔ میری خلافت کے بارہ میں ایک بار نہیں۔ دو بار نہیں۔ اتنی بار خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اب بھی جب یہ فتنہ اُٹھا تو مَیں نے جلدی نہیں

کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ "میں تیری مشکلات کو دُور کروں گا اور تھوڑے ہی دنوں میں تیرے دشمنوں کو تباہ کر دوں گا"[2]

اسی تعلق میں یہ بھی بتایا کہ:-

"اُن کے بعض دوستوں نے مجھے چٹھیاں لکھی ہیں جن میں سے ایک نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ جو سلوک آپ ہم سے کر رہے ہیں کیا یہ نبیوں والا سلوک ہے یا غیر نبیوں والا۔ ان کی مُراد اس سلوک سے جہانتک مَیں سمجھتا ہوں، وہ مقاطعہ ہے جو اُن کا کیا گیا ہے۔ مَیں اس سوال کے جواب میں پُوری دیانت داری کے ساتھ اس علم کی بناء پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے حاصل ہے، یہ کہتا ہوں کہ جو سلوک مَیں نے اُن سے کیا ہے وہ نبیوں والا سلوک ہے، غیر نبیوں والا نہیں۔ مَیں نے اُن کا کوئی بائیکاٹ نہیں کیا بلکہ اُن کی ضرورتوں کے پُورا کئے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ چنانچہ میری یہ ہدایت تھی کہ جو ضروریات زندگی سکھوں، ہندوؤں اور غیر احمدی دُکانداروں سے میسر نہ آسکتی ہوں وہ احمدی دکانداروں کی طرف سے دے دی جائیں۔ لیکن چونکہ بعد میں انہوں نے بغیر ثبوت کے جماعت احمدیہ کی طرف مظالم منسوب کرنے شروع کر دیئے۔ اور اس سے یہ خدشہ پیدا ہونے لگا کہ اگر کسی احمدی دکاندار سے وہ مثلاً دودھ لے جائیں اور اس سے اتفاقاً اُن کے کسی بچہ کو قراقر ہو جائے یا مٹھائی سے پیٹ درد ہو جائے تو وہ یہ شور مچانا شروع کر دیں کہ ہمیں زہر ملا کر دیا گیا ہے اور اس طرح جماعت کے افراد کو بعض الزامات کے نیچے لائیں اس لئے مَیں نے امور عامہ کو حکم دیا ہے کہ ایسے دکاندار مقرر کر دیئے جائیں جن سے وہ سودا لے سکیں۔ لیکن خود انہوں نے اس حکم سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اور مَیں آج بھی اس امر کے لئے تیار ہوں کہ اُن کی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے دکاندار مقرر کر دوں . . . . اس احتیاط کی اس لئے بھی ضرورت تھی کہ انہوں نے شروع سے ہی یہ طریقہ رکھا ہوا تھا کہ مخفی طور پر لوگوں پر اثر ڈالنے کی کوشش کرتے تھے اور آخر میں تو انہوں نے اخبارات میں بھی یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ مخفی طور پر لوگوں کو اپنے ساتھ ملائیں گے اور اُن کے نام صیغہ راز میں رکھے جائیں گے۔ پھر صرف اعلان پر بس نہیں۔ وہ مخفی طور پر لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوششیں اب تک کر رہے ہیں۔ اور اس کے یقینی ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور وہ ایسے واضح ثبوت ہیں کہ جب ان کو ظاہر کیا گیا۔ تو اُن کے لئے ان باتوں کا انکار کرنا بہت مُشکل ہوگا۔ ایسی صورت میں ہمارا فرض تھا کہ ہم ان سے بول چال اور لین دین وغیرہ کے تعلقات رکھنے کے راستہ کو ایک قاعدہ کے ماتحت لاکر اس فتنہ کو دُور کرتے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ احتیاطیں مخفی پروپیگنڈا کے متعلق تھیں۔

[1] "الفضل" ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء [2] "الفضل" ۲ نومبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۷، ۸

ورنہ ظاہر پراپیگنڈا اسے اگر شرافت کی حد کے اندر ہو میں نے کبھی نہیں روکا۔ چنانچہ جو اشتہارات وہ بورڈوں پر چسپاں کرتے رہے ہیں ان کے متعلق کیا میں نے کبھی یہ اعلان کیا ہے کہ لوگ انہیں نہ پڑھیں۔ بلکہ ایک دفعہ انہوں نے بورڈ پر اشتہار لگایا تو غالباً مولوی ابوالعطاء صاحب کی چٹھی مجھے آئی کہ لوگ اُسے پڑھنے کے لئے بہت جمع ہو گئے۔ اور وہ اسے پڑھ کر غیظ و غضب سے بھر گئے جس سے فساد کا خطرہ ہے۔ مناسب ہے کہ ایک اعلان کے ذریعہ لوگوں کو اس قسم کے اشتہارات پڑھنے سے روک دیا جائے۔ مگر میں نے اس کا یہی جواب دیا کہ اس قسم کی ممانعت میں پسند نہیں کرتا کیونکہ اس کے یہ معنی لئے جائیں گے کہ میں لوگوں کو تحقیق سے روکتا ہوں۔ میں دلائل اور صحیح طریق تبلیغ کا مخالف نہیں ہوں۔ میں تو خود ہمیشہ ہی حق کا متلاشی رہا ہوں اور یہی میری رُوح کی غذا ہے۔ اگر وہ دلائل سے مجھ پر غالب آ سکتے ہیں تو شوق سے آجائیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میرا اعتراض یہ ہے کہ وہ ناجائز کارروائیاں کرتے ہیں جو کسی مذہب میں بھی جائز نہیں۔ اور چونکہ وہ تہذیب اور شرافت اور اسلامی احکام سے تجاوز کر کے ایسی حرکات کے مرتکب ہیں۔ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی جماعت کے احباب کو اُن کے ایسے تعلقات سے روکیں جو فساد کا موجب ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک جس قدر احکام سلسلہ کی طرف سے اِس قسم کے نافذ کئے گئے جن میں دوسروں سے بول چال کی ممانعت تھی تو وہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق تھے جن کے افعال میں سازش کا رنگ پایا جاتا تھا۔ ورنہ اگر کسی کے افعال میں سازش نہ ہو اور وہ علی الاعلان ہم سے الگ ہو کر کسی اَور گروہ میں شامل ہو جائے تو ہم اس سے کبھی بولنا منع نہیں کرتے۔ غیر مبائعین میں ہی آجکل کئی ایسے لوگ ہیں جو پہلے ہماری جماعت میں تھے مگر پھر بعد میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے لیکن ہم نے ان کے متعلق یہ اعلان نہیں کیا کہ ان سے کوئی شخص گفتگو نہ کرے۔ ڈاکٹر سید محمد طفیل صاحب، میاں غلام مصطفٰے صاحب، مولوی محمد یعقوب صاحب ایڈیٹر لائٹ، یہ پہلے میری بیعت میں شامل تھے مگر پھر غیر مبائعین کی طرف چلے گئے اور ہم نے ان کے مقاطعہ کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ بلکہ میں خود ان میں سے بعض سے ملتا رہا ہوں۔ اسی طرح اَور بھی کئی آدمی ہیں جو پہلے ہمارے ساتھ تھے پھر اُدھر شامل ہو گئے۔ مگر ہم نے کبھی لوگوں کو اُن سے ملنے سے نہیں روکا۔ ہم صرف اُنہی سے تعلقات رکھنے ممنوع قرار دیتے ہیں جو سلسلہ کے خلاف خفیہ سازشیں کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے اپنے خط میں تسلیم کیا ہے کہ وہ دو سال سے خفیہ تحقیق میرے خلاف کر رہے تھے اور اس بارہ میں لوگوں سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ اگر جس دن انہیں میرے متعلق شُبہ پیدا ہوا تھا اور میرے خلاف انہیں کوئی بات پہنچی تھی اسی دن وہ میرے پاس آتے اور کہتے کہ میرے دل میں آپ کے متعلق یہ شُبہ پیدا ہو گیا ہے تو میں یقیناً اُنہیں جواب دیتا

اور اپنی طرف سے اُن کو اطمینان دلانے اور اُن کے شکوک کو دُور کرنے کی پوری کوشش کرتا۔ چنانچہ ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ بعض لوگ میرے پاس آئے اور انہوں نے دیانت داری سے اپنے شکوک پیش کر کے ان کا ازالہ کرنا چاہا اور مَیں ان پر ناراض نہیں ہوا۔ بلکہ مَیں نے ٹھنڈے دل سے اُن کی بات کو سُنا اور آرام سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ . . . اگر پہلے دن ہی جب انہوں نے میرے متعلق کوئی بات سُنی تھی میرے پاس آتے اور مجھ سے کہتے کہ ہم نے فلاں بات سُنی ہے مجھے اس کے متعلق سمجھایا جائے۔ تو جس رنگ میں بھی ممکن ہوتا میں انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا۔ اور گو تسلّی دینا خدا کا کام ہے میرا نہیں۔ مگر اپنی طرف سے مَیں انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن انہوں نے تقویٰ کے خلاف طریق اختیار کیا اور پھر ہر قدم جو انہوں نے اُٹھایا وُہ تقویٰ کے خلاف اُٹھایا۔ چنانچہ جب انہوں نے یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ مجھ پر جماعت کی طرف سے کئی قسم کے مظالم کئے جا رہے ہیں۔ تو اس کی تحقیق کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا۔ جس کے ممبر مرزا عبدالحق صاحب اور میاں عطاء اللہ صاحب پلیڈر تھے۔ مرزا عبدالحق صاحب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے گہرے دوست تھے۔ مگر انہوں نے مرزا عبدالحق صاحب کے متعلق کہہ دیا کہ یہ خلیفہ کے اپنے آدمی ہیں۔ اور انہیں چونکہ جماعت کی طرف سے مقدمات مِلتے ہیں اس لئے فیصلہ میں وہ خلیفہ کی طرفداری کریں گے۔ اور میاں عطاء اللہ صاحب پلیڈر کہ وہ بھی ان کے دوستوں میں سے تھے، ان کے متعلق انہوں نے یہ کہا کہ مجھے ان کے فیصلہ پر اس لئے تسلّی نہیں کہ ان کی مرزا گُل محمد صاحب نے جو خلیفہ کے چچا کے بیٹے ہیں، ایک ضمانت دی ہوئی ہے۔ اب اگر احمدیوں کے ایمان اتنے کمزور ہیں کہ ان میں سے کوئی اس لئے صحیح فیصلہ نہ کرے کہ مجھے جماعت کی طرف سے مقدمات ملتے ہیں، اگر مَیں نے جماعت کے خلاف فیصلہ کیا تو مقدمات ملنے بند ہو جائیں گے۔ اور کوئی اس لئے صحیح فیصلہ نہ کرے کہ میرے چچا کے بیٹے نے ان کی ایک ضمانت دی ہوئی ہے تو ایسے لوگوں کے اندر شامل رہنے سے فائدہ کیا ہے۔ میں نے تو نہایت دیانتداری سے ان دونوں کو ان کا دوست سمجھ کر اس فیصلہ کے لئے مقرر کیا تھا۔ مگر انہوں نے اس کمیشن کے سامنے اس لئے اپنے مطالبات پیش کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ دونوں ہمارے زیرِ اثر ہیں۔ . . . مصری صاحب کے اسی ساتھی نے جس کے خط کا میں اُوپر ذکر کر آیا ہوں، یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے سازش کر کے مستریوں پر حملہ کروایا تھا۔ پھر آپ نے سازش کر کے محمد امین کو قتل کروایا اور اب فخرالدین کو مروا دیا ہے اور اس کے بعد آپ ہمیں مروانے کی فکر میں ہیں۔ مجھے اس قسم کے اعتراض کا جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ ہر غلط الزام کا جواب دینے کی نہ ضرورت ہوتی ہے اور نہ اس کا فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ خط لکھنے والے نے آئندہ

کا شبہ بھی ظاہر کیا ہے اور مَیں کسی کو قلق اور اضطراب میں رکھنا نہیں چاہتا ہوں اس لئے مَیں ان کے وسوسہ کو دُور کرنے اور اُن کے خدشات کو مٹانے کے لئے وہ بات کہتا ہوں جس کی مجھے عام حالات میں ضرورت نہیں تھی۔ اور مَیں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مَیں نے کسی کو پٹوانا اور قتل کروانا تو الگ رہا آجتک سازش سے کسی کو چپیڑ بھی نہیں لگوائی۔ کسی پر انگلی بھی نہیں اُٹھوائی۔ اور نہ میرے قلب کے کسی گوشہ میں یہ بات آئی ہے کہ مَیں خدانخواستہ آئندہ کسی کو بھی قتل کرواؤں یا قتل تو الگ رہا ناجائز طور پر پٹوا ہی دوں۔ اگر مَیں اس قسم میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالےٰ کی لعنت مجھ پر اور میری اولاد پر ہو۔ ان لوگوں نے میری صحبت میں ایک لمبا عرصہ گذارا ہے۔ اگر یہ لوگ تعصّب سے بالکل ہی عقل نہ کھو چکے ہوتے تو یہ ان باتوں سے شک میں پڑنے کی بجائے خود ہی ان باتوں کو ردّ کر دیتے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ظالم نہیں بنایا۔ اس نے مجھے ایک ہمدرد دل دیا ہے۔ جو ساری عمر دُنیا کے غموں میں گھلتا رہا ہے اور گھُل رہا ہے۔ ایک محبت کرنے والا دل جس میں سب دُنیا کی خیر خواہی ہے۔ ایک ایسا دل جس کی بڑی خواہش ہی یہ ہے کہ وہ اور اس کی اولاد اللہ تعالےٰ کے عشق کے بعد اس کے بندوں کی خدمت میں اپنی زندگی بسر کریں۔ ان امور میں مجبوریوں یا غلطیوں کی وجہ سے کوئی کمی آجائے تو آجائے مگر اس کے ارادہ میں اس بارہ میں کبھی کمی نہیں آتی "

اس خطبہ کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ :۔

"مَیں پھر شیخ صاحب سے اخلاص اور خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ جس جس رنگ میں خدا تعالےٰ کی قسم کھانا میرے لئے ممکن تھا مَیں نے قسمیں کھالی ہیں اور ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں۔ مَیں نے ان کی باتوں کو سُنا اور صبر کیا کہ دوسرے لوگ اس حد تک صبر نہیں کر سکتے مگر وہ یقین رکھیں اور اگر وہ یقین نہیں کریں گے تو زمانہ اُن کو یقین دلا دے گا۔ اور اگر انہیں اس دنیا میں یقین نہ آیا تو مرنے کے بعد انہیں اس بات کا یقین آجائے گا کہ انہوں نے مجھ پر وہ بدترین ظُلم کیا ہے جو زیادہ سے زیادہ انسان دُنیا میں کسی پر کر سکتا ہے۔ انہوں نے ان حربوں کو استعمال کیا ہے جن حربوں کے استعمال کی اسلام اور قرآن اجازت نہیں دیتا۔ مَیں نے آجتک خدا تعالیٰ کے فضل سے کبھی دیدہ دانستہ دوسرے پر ظُلم نہیں کیا اور اگر کسی ایسے شخص کا مقدمہ میرے پاس آجائے جس سے مجھے کوئی ذاتی رنجش ہو تو میرا طریق یہ ہے کہ مَیں ہر وقت یہ دُعا کرتا رہتا ہوں کہ الٰہی یہ میرے امتحان کا وقت ہے تُو اپنا فضل میرے شامل حال رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ مَیں فیل ہو جاؤں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے دل کی کوئی رنجش اس فیصلہ پر اثر انداز ہو جائے اور مَیں انصاف کے خلاف فیصلہ

کردوں۔ پس مَیں ہمیشہ دُعا کرتا رہتا ہوں تا خدا تعالیٰ مجھے انصاف کی توفیق دے۔ اور مَیں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ انصاف کی توفیق دی ہے۔ مَیں نے شدید سے شدید دشمنوں کی بھی کبھی بدخواہی نہیں کی۔ مَیں نے کسی کے خلاف اُس وقت تک قدم نہیں اُٹھایا جب تک شریعت مجھے اُس قدم کے اُٹھانے کی اجازت نہیں دیتی۔ پس وُہ تمام الزامات جو وہ مجھ پہ مار پیٹ اور قتل وغیرہ کے سلسلہ میں عائد کرتے ہیں، سب غلط اور بے بنیاد ہیں۔ بلکہ بیسیوں دفعہ ایسا ہوا ہے کہ جب بعض لوگوں نے مجھے کہا کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے تو مَیں نے اُن کو ڈانٹا اور کہا کہ یہ شریعت کے خلاف فعل ہے۔ ان باتوں کا کبھی دل میں خیال بھی نہ لانا چاہیئے۔

اگر اس قدر یقین دلانے کے باوجود بھی وہ اپنی باتوں پہ قائم رہتے ہیں تو میرے پاس ان کے اعتراضات کا کوئی جواب نہیں اور مَیں خدا تعالیٰ سے ہی اپیل کرتا ہوں کہ اے خدا ! **اگر تُو نے مجھے عُہدۂ خلافت پر قائم کیا ہے اور تو نے ہی میرے ہاتھوں اور میری زبان کو بند کیا ہوا ہے تو پھر تُو آپ اِن مظالم کا جواب دینے کے لئے آسمان سے اُتر، نہ میرے لئے بلکہ اپنی ذات کے لئے، نہ میرے لئے بلکہ اپنے سلسلہ کے لئے** "[1]

مصری صاحب کی ناکامی اور نظامِ خلافت کی کامیابی کی عظیم الشان پیشگوئی

اس خطبہ سے بھی چار ماہ قبل جبکہ مصری فتنہ کا آغاز ہوا تھا اور مصری صاحب اور ان کے ساتھی اور مددگار یہ دعوے کر رہے تھے کہ وہ خلافت ثانیہ کو کچل کر رکھ دیں گے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خدا تعالیٰ کی متواتر بشارتوں کے تحت کھُلے لفظوں میں پیشگوئی فرمائی کہ ہم ہی کامیاب ہوں گے اور ہمارا دشمن ذلیل وخوار ہوگا چنانچہ ۲۵ جون ۱۹۳۷ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا :-

"جو ایمان خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے اور جو خبریں خدا تعالیٰ نے مجھے دیں اور اپنے وقت پہ پُوری ہوئیں، اُن کو دیکھتے ہوئے مَیں ایک لمحہ کے لئے بھی اس امر میں شک نہیں کر سکتا کہ کسی میدان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے شکست نہیں ہو سکتی "

" پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے مَیں مطمئن ہوں اور ہر شخص جو تم میں سے سچا ایمان رکھتا ہے وُہ دیکھے گا بلکہ ابھی تم میں سے اکثر لوگ زندہ ہوں گے کہ تم اِن تمام فتنوں کو خس وخاشاک کی طرح اُڑتے دیکھو گے اور اللہ تعالیٰ کے جلال اور اُس کے جمال کی مدد سے سلسلہ احمدیہ ایک مضبوط چٹان پہ قائم ہو جائے گا "[2]

---

[1] "الفضل" ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۷ تا ۱۲ ۔ [3] "الفضل" ۹ جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ ۔
[2] "الفضل" ۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۶ کالم ۲ و ۳ جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۹، ۱۰ ۔

مولوی محمد علی صاحب کو خصوصی انتباہ

اپنی کامیابی کی خبر دینے کے علاوہ حضور نے فتنہ پردازوں کی نسبت بتایا کہ اُن کے لئے ذلّت و رُسوائی مقدر ہے خصوصاً مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے صریح لفظوں میں پیشگوئی فرمائی کہ [1]

"مولوی صاحب نے اپنے طریق کو نہ بدلا تو میں انہیں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو اپنے اُوپر ناراض کرنے کے سامان پیدا کر رہے ہیں۔ لوگ خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کی تدابیر کرتے ہیں اور وہ اُس کو ناراض کرنے کے حیلے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اور اگر وہ اِس طریق سے باز نہیں آئینگے تو اللہ تعالیٰ اُن کی ذلّت کے سامان کریگا"[2]

مصری صاحب کی نظریاتی اور اخلاقی شکست

خدا تعالیٰ کے خلیفہ برحق نے اپنی زبان مبارک سے تبشیر و انذار پر مشتمل جو خبریں عین شدید مخالفت کے ایام میں دی تھیں۔ وہ لفظاً لفظاً پُوری ہوئیں۔ اور جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پیشگوئی فرمائی تھی اللہ تعالیٰ نے حضور کو واپس نہیں بُلایا جب تک ایک ایسی زبردست جماعت آپ کے ساتھ پیدا نہیں کر دی جو آج خلافت کے زیر سایہ اسلام کا جھنڈا بلند کئے ہوئے دُنیا کے چپے چپے میں تبلیغِ دین کر رہی ہے اور یہ سب برکات اسی خلافت کے طفیل نازل ہو رہی ہیں جس کو صفحۂ ہستی سے معدوم کر دینے کے لئے مصری صاحب اور اُن کے ساتھی ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے اور بالآخر ناکامی کے بعد ۱۹۴۰ء میں کھلم کھلا مُنکرینِ خلافت میں جا ملے۔ ؏ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

غیر مبائعین میں شامل ہونے کے بعد انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ جماعت احمدیہ اور خود وہ اس غلطی میں مبتلا چلے آرہے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی تھے۔ حضور کا اصل مقام نبوّت کا نہیں بلکہ محدّثیت کا ہے[3] بالفاظ دیگر انہوں نے بالواسطہ طور پر تسلیم کر لیا کہ اُن کا پہلے خلیفہ کو معزول کر کے نئے خلیفہ کے انتخاب کا ہنگامہ کھڑا کرنا سراسر باطل تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (اُن کے نئے عقیدہ کے مطابق) نہ نبی تھے اور نہ آپ کے بعد کسی خلافت کی ضرورت تھی۔

---

[1] چنانچہ حضور نے ۲۳ جولائی ۱۹۳۷ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔ "جس قسم کے گندے اعتراض وہ کر رہے ہیں اور جس قسم کے ناپاک حملوں کے کرنے کی اُن کی طرف سے اور اُن کے ساتھیوں کی طرف سے اطلاعیں آرہی ہیں، اگر وہ اُن پر مصر رہے اور اگر انہوں نے اور اُن کے ساتھیوں نے توبہ نہ کی تو میں کہتا ہوں اَحمدیت کیا اگر اُن کے خاندانوں میں حیا بھی باقی رہی تو وہ مجھے کہیں۔ بلکہ میں اس سے بھی واضح الفاظ میں یہ کہتا ہوں کہ جس قسم کے خلافِ اخلاق اور خلافِ حیا وہ حملے کر رہے ہیں اس کے نتیجہ میں اگر اُن کے خاندان فحش کا مرکز بن جائیں تو اُسے بعید از عقل نہ سمجھو" (الفضل ۳ اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۱ کالم ۱) ۔

[2] "الفضل" ۸ دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۵ ۔

[3] ملخصاً از تقریر مولوی شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری مطبوعہ "پیغام صلح" ۸ جنوری ۱۹۴۱ء صفحہ ۵ کالم ۱-۲) ۔

اس نظریاتی شکست کے علاوہ مصری صاحب کی یہ رسوائی کچھ کم باعث عبرت نہیں ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی مبشر اولاد اور آپ کے خاندان کو بدنام کرنے کے لئے اُٹھے تھے مگر خود اُن ہی کی اولاد اُن کے لئے موجب فضیحت بن گئی۔[1] سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا تھا کہ **"محمود مسیح موعود کا بیٹا ہے۔ اس پر جو زبان تیز کرے گا وہ یاد رکھے کہ محمد حسین نے ایسا کیا اور اس کی اولاد گندی ہوگئی"**[2]

مولوی محمد علی صاحب کا عبرتناک انجام

باقی رہے جناب مولوی محمد علی صاحب (جو مصری صاحب کی شرافت و متانت کو بے مثال قرار دیتے ہوئے اُن کی تعریف و توصیف میں زمین آسمان کے قلابے ملایا کرتے تھے اور جن کو مصری صاحب حدیث کے موعود "منصور" قرار دیتے تھے) سو وہ اس دُنیا سے رخصت نہیں ہوئے جب تک خود مصری صاحب نے اُن کے خلاف وہی حربے استعمال نہیں کئے جو وہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خلاف استعمال کیا کرتے تھے۔ چنانچہ خود مولوی محمد علی صاحب نے ۵ جولائی ۱۹۵۱ء کے ایک سرکلر میں لکھا:-

"جب سے میں گذشتہ بیماری کے حملہ سے اُٹھا ہوں اس وقت سے یہ دونوں بزرگ اور شیخ مصری میرے خلاف پراپیگنڈا میں اپنی پوری قوت صرف کر رہے ہیں اور ہر ایک تنکے کو ایک پہاڑ بنا کر جماعت میں ایک فتنہ پیدا کرنا شروع کیا ہوا ہے۔ اور نہ صرف وہ میری بیماری سے پورا فائدہ اُٹھا رہے ہیں بلکہ ان امور کے متعلق مجھے قلم اُٹھانے پر مجبور کر کے میری بیماری کو بڑھا رہے ہیں۔ اور یہ امر واقع ہے کہ میری بیماری پھر ان احباب کی مہربانی سے بڑھ گئی ہے۔"

نیز لکھا:-

"جماعت کے بنیادی نظام پر کلہاڑی چلائی گئی ہے۔ اور امیر جماعت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا گیا ہے۔"

اس سرکلر کے بعد مولوی صاحب موصوف نے ۱۳ اگست ۱۹۵۱ء کو اپنے "دُکھوں کی داستان" لکھی جس میں اپنے خلاف باغیانہ تحریک کی تفصیلات پر بالتفصیل روشنی ڈالنے کے بعد لکھا کہ

"ایک طرف دن رات میرے خلاف مشورے ہوتے رہتے ہیں اور احمدیہ بلڈنگس سے یہ پراپیگنڈا

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مصری صاحب کے ایک رشتہ دار چوہدری عنایت اللہ صاحب مبلغ مشرقی افریقہ کا مضمون مطبوعہ اخبار "بدر" قادیان ۱۶ اگست ۱۹۶۴ء و رسالہ "الفرقان" ربوہ مئی و جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۹۸-۱۰۰۔

[2] "الفضل" قادیان ۱۸ اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۳۔

ہوتا رہتا ہے کہ میں کیا کیا قواعد کی خلاف ورزیاں کر رہا ہوں۔ اور میری وجہ سے یہ جماعت نکمی ہو چکی ہے۔ اور ان کے دلوں میں کوئی دینی جذبہ نہیں رہا۔ دوسری طرف میں کوئی بات کہوں تو اس کے ماننے سے انکار کیا جاتا ہے"[1]

مصری صاحب کی یہ مخالفت مولوی محمد علی صاحب کے لئے بالآخر جان لیوا ثابت ہوئی اور آپ اپنے "دکھوں کی داستان" لکھنے کے ٹھیک دو ماہ بعد ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو اس جہانِ فانی سے چل بسے۔ چنانچہ اُن کی بیگم صاحبہ نے ۹ نومبر ۱۹۵۱ء کو اپنی ایک چٹھی میں لکھا :-

"مفسدوں نے مخالفت کا طوفان برپا کر دیا اور . . . . طرح طرح کے بیہودہ الزام لگائے۔ یہاں تک بکواس کی کہ آپ نے احمدیت سے انکار کر دیا ہے اور انجمن کا مال غصب کر لیا ہے"

"ان تفکرات نے آپ کی جان لے لی۔ سب ڈاکٹر یہی کہتے تھے کہ اس غم کی وجہ سے حضرت مولوی صاحب کی جان گئی"۔

"ایک وصیت لکھ کر شیخ میاں محمد صاحب کو بھیجدی کہ یہ سات آدمی جو اس فتنہ کے بانی ہیں اور جن کے دستخط سے یہ سرکلر نکلے تھے اور جن کا سرغنہ مولوی صدر دین ہے، میرے جنازہ کو ہاتھ نہ لگائیں اور نہ ہی نماز جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ اس پر عمل ہوا"

"حضرت عثمان کی طرح آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے ربّ سے جا ملے"

"اسلام کی تاریخ یہی ہے کہ کلمہ گو مسلمانوں نے ہی اپنے محسنوں اور لیڈروں کو قتل کیا ہے"

"یہ سچ ہے کہ موت کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ مگر جو قتل کرے وُہ تو قاتل کہلاتا ہے جس طرح لیاقت علی کا وقت مقرر تھا مگر مارنے والا قاتل کہلایا"[2]

---

[1] "حضرت امیر مرحوم کے دُکھوں کی داستان" صفحہ ۱۹۔ ناشر مولوی عبدالوہاب احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور۔

[2] بحوالہ رسالہ "میاں محمد صاحب کی کھُلی چِٹھی کے جواب میں" ناشر ناظر اصلاح و ارشاد ربوہ۔

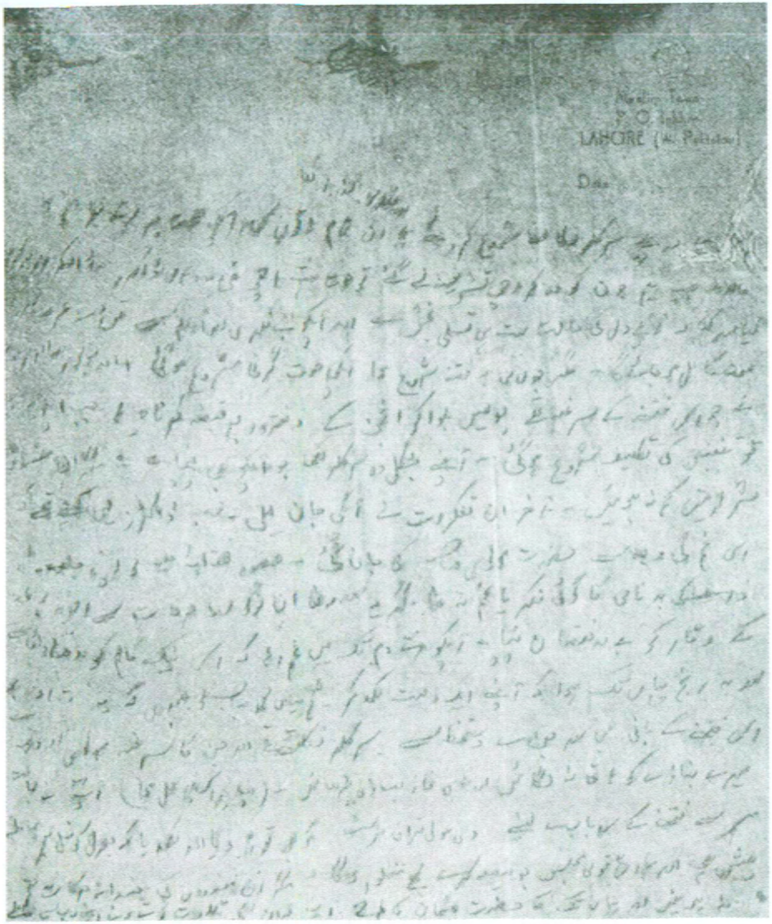

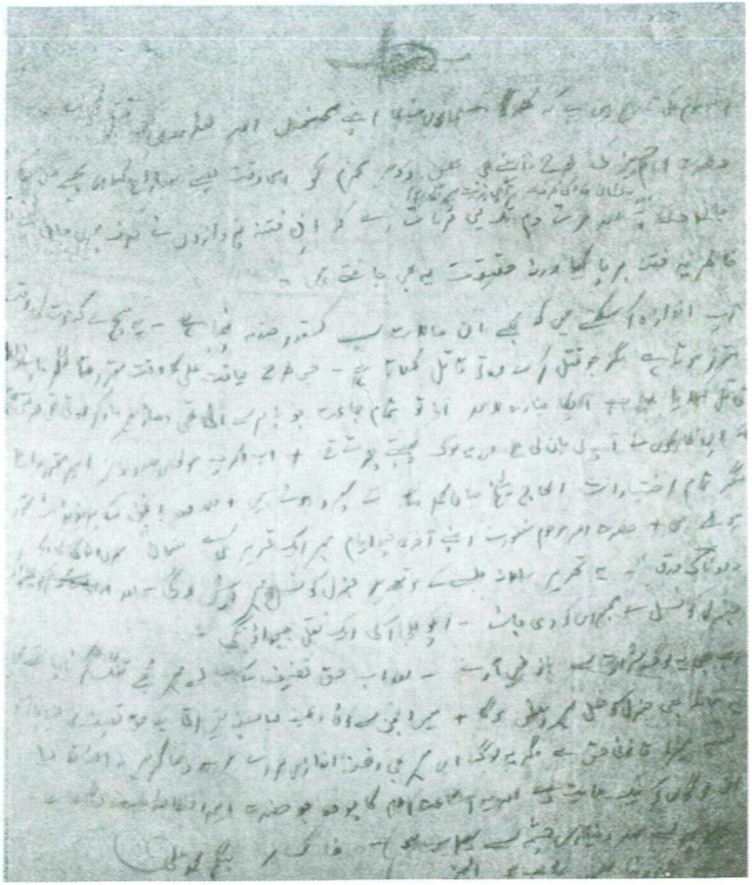

محترمہ بیگم صاحبہ مولوی محمد علی مرحوم کے ایک اہم مکتوب کا عکس

(متعلقہ مولوی صدرالدین صاحب اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری وغیرہ)

سیدنا حضرت حافظ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب طلباء درجہ ثانیہ جامعہ احمدیہ قادیان کے ہمراہ (۴۰-۱۹۳۹ء)

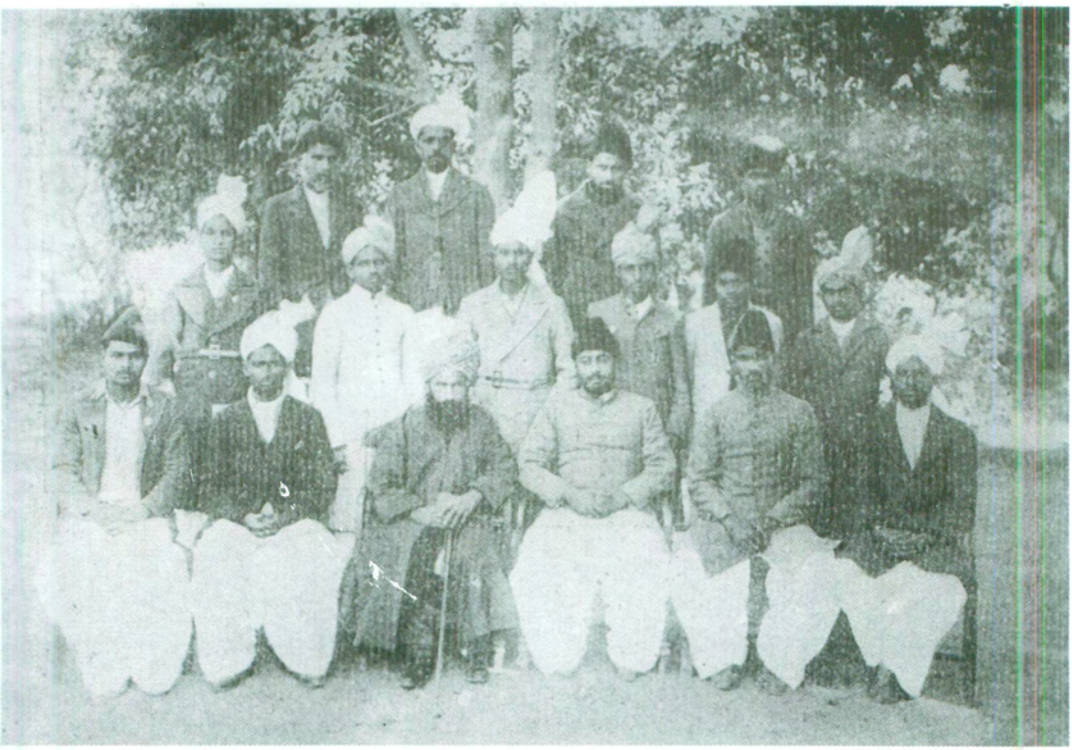

کرسیوں پر دائیں سے بائیں:- مولوی نورالحق صاحب انور۔ ملک محمد حسین صاحب خوشابی۔ حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ائرپوری۔ مولوی عبدالصمد صاحب جالندھری

درمیانی قطار دائیں سے بائیں۔ مولوی شمس الدین صاحب سیال۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب بھٹی۔ مولوی احمد علی صاحب رانجھا۔ مولوی محمد احمد صاحب نعیم۔ مولوی بشیر احمد صاحب سیال۔ مولوی رشید احمد صاحب چغتائی۔

پچھلی قطار دائیں سے بائیں۔ چوہدری صدیق الرحمٰن صاحب بنگالی۔ مولوی بشیر احمد صاحب راجوری۔ مولوی عمر خطاب صاحب ہزاروی۔ حافظ کرم الٰہی صاحب

فصل چہارم

دارالتبلیغ سیرالیون کا قیام

سیرالیون مغربی افریقہ کا ایک اہم ملک ہے۔ جہاں احمدیت کی آواز (بذریعہ لٹریچر) ۱۹۱۵ء میں پہنچی اور سب سے پہلے امام موسیٰ گابر (GABBER) کو قبول حق کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد یہاں فروری ۱۹۲۱ء میں حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کے ہاتھوں دوبارہ احمدیت کا بیج بویا گیا۔ مولوی نذیر احمد (علی) صاحب نے اس بیج کی اپنے خون سے آبیاری کی اور مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری اور اُن کے بعد دوسرے مجاہدین تحریک جدید اُسکی نشوونما کیلئے مصروفِ سعی و جدوجہد رہے۔

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کی آمد

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت پر مولانا عبدالرحیم صاحب نیر ۱۹ رفروری ۱۹۲۱ء کو لندن سے سیرالیون پہنچے۔ اور ۲۱ فروری کو سیرالیون سے گولڈ کوسٹ تشریف لے گئے۔ اپنے مختصر قیام کے دوران آپ نے سیرالیون میں بڑی جرأت سے پیغام احمدیت پہنچایا جس کی تفصیل خود حضرت مولانا صاحب کے قلم سے درج کی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"جہاز ایپی پر (جو الڈرڈ میسٹر لائن کے بہترین جہازوں میں سے ایک ہے) آلہ بے تار پیام رسانی موجود تھا۔ اِس خدمتگار مبلغ اسلام سے کام لیکر جہاں عاجز نے حضرت امام المتقین کے حضور دعا کی درخواست بھیجی وہاں ایک پیغام مسٹر خیرالدین افسر تعلیم مسلمانان سیرالیون کے نام بھی ارسال کر دیا۔ مسٹر موصوف نے اِس پیغام کی حتی الوسع اشاعت کی اور مختلف اقوام کے سردار و امام ایک درجن کی تعداد میں (اپنے زرق برق لباس اور عبائیں عمامے پہنے ایک وزنی نُقرئی ڈھول گلے میں ڈالے ہوئے) سٹیم لانچ میں تختہ جہاز پر اس غریب کے استقبال کے واسطے آگئے۔ علیک سلیک۔ اھلاً۔ سہلاً مرحبًا پہلے گفتگو عربی میں ہوئی اور الحمدللہ کہ تختہ جہاز پر سوڈانی وطرابلس مسافروں کے ساتھ لسانِ فُرقان میں گفتگو کا اتفاق ہونے کے باعث عربی میں کلام کرنے کی مشق ہو گئی تھی۔ اسلئے کوئی دقت پیش نہ آئی اور خدائے مسیح کا ایک نشان یہ بھی ہے۔ کہ وہ مختلف زبانوں میں کلام کریں گے۔ اِسکے مطابق اس نے

مجھے ایسی توفیق دی۔ کہ میں اس پر خود حیران تھا۔ کنارۂ بحر پہ موٹریں موجود تھیں۔ ان میں سوار کرا جلوس نکال مجھے ایک خوبصورت مسجد میں پہنچایا گیا، جہاں پندرہ[۱۵] ہزار مسلمانوں کے قائمقام موجود تھے۔ میں نے اپنے مشن کی اغراض زبانِ انگریزی میں بیان کیں۔ استقبال کا شکریہ ادا کیا۔ اور اخویم خیرالدین نے اس کا مقامی انگریزی میں (جو) کبوترا انگریزی PIGEAN ENGLISH کہلاتی ہے ترجمہ کرکے حاضرین کو میرا مطلب سمجھایا اسکے جواب میں چیف القائینی بوڑھے خاص امام نے میری آمد کو رسُول اللہ کے بعد مصلحین و مجددین کی آمد کے وعدہ سے مطابقت دیکھ میرا شکریہ ادا کیا۔ یہ ۱۹ فروری کی صبح تھی۔ ایک عالیشان انگریزی وضع کی فرودگاہ میں مجھے اتارا گیا۔ اور ہر قسم کے آرام کا سامان بہم پہنچایا گیا۔ ۲۰ فروری کو تقریروں کا انتظام کیا گیا۔ اور اس کے لئے اطلاعات شائع کی گئیں۔ مساجد آراستہ کی گئیں۔ سرکاری اسلامی مدارس میں جھنڈیاں وغیرہ لگا کر ان کو مزیّن کیا گیا۔ اور اپنے رنگ میں مسلمانوں نے اظہار خوشی کیا۔ پہلے ایک مسجد میں ۸ بجے پھر دوسرے مدرسہ میں بارہ بجے اور پھر شام کو تیسرے مدرسہ میں ۶ بجے۔ تین تقریریں کی گئیں پہلے دو[۲] میں اخویم خیرالدین ترجمان رہے۔ اور مرد و عورتوں نے ادب و احترام و محبت سے ان تقاریر کو سُنا۔ تقریر سے اوّل ایک نوجوان نے نہایت سریلی آواز سے نعتیہ اشعار عربی میں پڑھے۔ ہر چار اشعار کے بعد ایک مصرع سب حاضرین ایک آواز سے پڑھتے تھے۔ عجیب سماں تھا۔ ان مجالس میں رکشا کی سواری پر جانا ہوا۔ سُرخ عباء والے امام رکشا کے آگے اور سفید عبا پوش لوگ رکشا کے پیچھے نوجوان طلباء دو[۲] رویہ صف بستہ کھڑے نظر آتے تھے۔ میں نے اپنی تقریروں میں برابر مسیح پاک کی آمد کا ذکر کیا۔ اور آمنّا کے سوا کوئی آواز مخالف نہیں سُنی۔ مالکی امام کو علیحدہ تبلیغ کی۔ اُس نے اقرار ایمان کیا۔ شام کی تقریر مسیحی لوگوں کے لئے تھی۔ اور وہ توجہ سے سُنی گئی۔ چونکہ سیرالیون میں دو[۲] مسیحی کالج ہیں۔ دو[۲] بشپ رہتے ہیں۔ اور ۱۱۸ پادری قیام رکھتے ہیں۔ اسلئے مسیحی مجمع تعلیمیافتہ افریقیوں کا تھا۔ تقریر کے بعد سلسلہ سوالات و جوابات شروع ہوا۔ اور مسلمان خوش اور مسیحی متفکر نظر آئے۔ ۲۱ فروری کو مسیحی حکام سے ملاقات کرکے مسلمانوں کی تعلیمی حالت کی طرف سرکار کو توجہ دلائی۔ اور میں خوشی سے اس امر کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ حکام بالادست نے میری حوصلہ افزائی کی...... مسلمانانِ سیرالیون کی خواہش تھی کہ میں اور ٹھہروں۔ مگر جہاز ۲۱ تاریخ کو تیسرے پہر روانہ ہونا تھا۔ اسلئے ٹھہرنا ممکن نہ تھا جہاز ران کمپنی کے منیجر نے پوری کوشش سے جہاز بروڈو فسٹ کلاس میں انتظام کر دیا۔ اور میرے

میزبان مسلمانانِ سیرالیون کی ایک جماعت مجھے تختۂ جہاز پر چھوڑنے آئی۔ جزاہم اللہ۔ میری روانگی سے قبل اخویم خیرالدین نے جو کئی برس سے سلسلہ کا لٹریچر مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ مگر بیعت نہ کی تھی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور اسطرح سیرالیون کا واحد اعلیٰ تعلیمیافتہ مسلمان احمدی ہوگیا"۔ [1]

حضرت نیر صاحبؓ تو اس سفر کے بعد پھر کبھی سیرالیون تشریف نہیں لے گئے البتہ حکیم فضل الرحمن صاحبؓ تین بار یہاں آئے اور کئی لوگ ان بزرگوں کے ذریعہ سے احمدی ہوئے۔ جن میں سے بعض نائیجیریا چلے گئے۔ بعض فوت ہوگئے اور بعض الگ ہوگئے۔ حتیٰ کہ ۱۹۳۶ء میں سیرالیون میں اُس زمانہ کے صرف دو احمدی رہ گئے اور غیر مبائعین کے پراپیگنڈہ کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کے خلاف سیرالیون کی فضا بہت مکدر ہوگئی۔

سیرالیون دارالتبلیغ قائم کرنیکا فیصلہ

ان حالات میں حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۱۹۳۷ء کے وسط میں دارالتبلیغ گولڈ کوسٹ کو ہدایت فرمائی کہ مغربی افریقہ کے دوسرے ممالک میں بھی تبلیغی مراکز کھولے جائیں اور سالٹ پانڈ (گولڈ کوسٹ) سے اُن کی نگرانی کی جائے۔ اس پر سب سے پہلے سیرالیون کی طرف متوجہ ہونے کا فیصلہ کیا گیا۔

مولوی نذیر احمد صاحب کی روانگی

اس فیصلہ کے مطابق مولوی نذیر احمد صاحب مبلّغ انچارج مغربی افریقہ نے دارالتبلیغ گولڈ کوسٹ کا کام مولوی نذیر احمد صاحب مبشر کو سپرد کرکے ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء [2] کو روانہ ہوئے اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو سیرالیون کے دارالحکومت فری ٹاؤن میں پہنچے اور اس ملک میں دارالتبلیغ کی بُنیاد رکھدی۔

دارالتبلیغ کے ابتدائی حالات

مولوی نذیر احمد صاحب کا بیان ہے کہ:۔

"یہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوُا کہ غیر مبائعین کے پراپیگنڈا کے اثر کے ماتحت فری ٹاؤن کے غیر احمدیوں نے ۶۰ پونڈ جمع کرکے اِس غرض سے لاہور بھیجے ہوئے ہیں کہ وہاں سے ایک مبلّغ ان کی امداد کے لئے بھیجا جائے۔ میں نے یہاں آتے ہی پرائیویٹ ملاقاتوں کے ذریعہ جملہ غلط فہمیوں کو جو ہمارے خلاف پیدا کی گئی تھیں دُور کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں بعض لوگ جماعت میں داخل ہونے شروع ہوگئے۔ مخالفین کے حوصلے اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ

[1] الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۲۱ء صفحہ ۲۔
[2] الفضل ۱۴ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲۔

خود بخود ان کی طرف سے لوکل اخبارات میں ختم نبوت کے متعلق مضامین شائع ہونے شروع ہو گئے۔ ہماری طرف سے نہایت تفصیل سے جواب دیئے گئے۔ .... مخالفین نے جماعت کی ترقی دیکھکر لوگوں کو یہ کہکر بددل کرنا چاہا کہ اگر احمدیت میں صداقت ہے تو اوّل مُسلم کانگرس کے عُلماء کو پہلے قائل کیا جائے مَیں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر کانگرس کے ایک جلسہ میں احمدیت کے متعلق لیکچر کے لئے وقت مانگا۔ اگرچہ علماء نہ چاہتے تھے کہ حق ظاہر ہو۔ مگر اُن کے لئے انکار کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ میرے لئے ایک دن مقرر کر دیا گیا۔ بفضلہ تعالیٰ جملہ مخالفین اُس دن جمع ہو گئے۔ اور مَیں نے نہایت تفصیل سے وفات مسیح اور صداقت مسیح موعودؑ پر ۱½ گھنٹہ تک لیکچر دیا۔ بعد میں یہ لیکچر مرتب کر کے ایک اخبار میں بھی شائع کرا دیا گیا۔ اس میں پیغامی فتنہ کا بھی تفصیل سے ذکر تھا۔ .... اب مخالفت اور بائیکاٹ کا ہتھیار استعمال ہونے لگا۔ لیکن ہم نے ایک احمدی کے مکان پر ہفتہ وار لیکچروں کا سلسلہ جاری کر دیا اور پوسٹروں اور لوکل اخبارات کے ذریعہ لیکچروں کا اعلان کرتے رہے اور انفرادی تبلیغ بھی بدستور ہوتی رہی۔ WILBERFORCE MEMORIAL ہال میں بھی جو فری ٹاؤن کا سب سے بڑا اور مشہور ہال ہے۔ چار لیکچر دیئے گئے۔ اور دو دفعہ لوکل BROADCASTING سٹیشن کے ذریعہ ان لیکچروں کا اعلان کروایا گیا۔ اسی طرح ایک عیسائی دوست کے مکان پر بھی ہفتہ وار لیکچروں کا سلسلہ جاری رہا۔ علاوہ ازیں لوگوں کے شامی لوگ بھی بعض لیکچروں میں کثرت سے آتے۔ اور سوالات کا جواب حاصل کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب استفتاء شامی اصحاب کو پڑھنے کے لئے دی گئی۔ اور سات کاپیاں فروخت بھی ہوئیں۔ اسیطرح "احمدیت حقیقی اسلام" اور "تحفہ شہزادہ ویلز" نہایت کثرت سے فروخت کی گئیں۔ اور پڑھنے کے لئے عاریتاً دی گئیں۔ حکومت کے اعلیٰ حُکام کو شہزادہ ویلز کی چند کاپیاں تحفۃً دی گئیں) یہاں سے بعض لوگوں نے ہمارے مضامین جواب کے لئے لاہور بھیجے وہاں سے دو مضمون آئے۔ اور لوکل اخبارات میں شائع ہوئے۔ جن کا جواب ہماری طرف سے فوراً شائع کر دیا گیا) غیر مبائع مولوی غلام نبی مُسلم صاحب بی۔اے۔ منشی فاضل ۱۹ فروری ۱۹۳۵ء کو یہاں پہنچے تھے۔ مگر فضاء اپنے خلاف دیکھکر اس قدر پریشان ہوئے کہ ۲۶ مارچ ۱۹۳۵ء کو لاہور کی اجازت لئے بغیر ہی یہاں سے قرضہ لیکر ہندوستان واپس چلے گئے۔ ہمارے پاس ۱۹۰۱ء سے لیکر ۱۹۱۴ء تک کے انگریزی ریویو موجود تھے۔ جن کے ذریعہ پیغامی منافقت طشت ازبام ہو گئی۔ حضرت

مسیح موعودؑ کی اکثر کتب موجود تھیں۔ ان کو کہاں چھپا سکتے تھے۔ مجھے کہنے لگے کہ اخباری مناظرہ بند کرد ...... ایک تقریب ان کی فوری واپسی کی یہ بھی ہوئی۔ کہ لوکل غیر احمدیوں سے وہ عربی میں بالکل گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ گویا جنہیں اسلام سکھلانے کیلئے آئے تھے۔ علوم دینیہ میں اُن سے کمتر ثابت ہوئے۔ آخر بی۔ اے تک عربی لی ہوئی تھی۔ ایک دو فقرے تو بولتے مگر اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ اور وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے اٹل قانون نہ ٹوٹ سکتے تھے نہ ٹوٹے"۔[1]

مولوی صاحب کی ان تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجہ میں پہلے ہی سال احمدیوں کی تعداد دو سے بڑھ کر تیس تک پہنچ گئی۔[2] یہ غیر معمولی تائید و نصرت دیکھ کر آپ نے شمالی صوبہ کے دورے شروع کر دیئے اور لیکچروں، ملاقاتوں اور لٹریچر کی تقسیم سے جہاں میدان تبلیغ میں وسعت پیدا ہو گئی وہاں جماعت میں معتدبہ اضافہ ہونے لگا۔[3] جون ۱۹۳۹ء سے آپ نے سیرالیون کے جنوبی صوبہ میں بھی تبلیغ احمدیت کا آغاز کر دیا۔ اس سلسلہ میں آپ پہلے صوبہ کے ایک دارالحکومت "بو" میں تشریف لے گئے اور چھ لیکچر دیئے۔ دو لیکچر مساجد میں، ایک عربک سکول میں اور تین مقامی چیف کی عدالت میں۔ ان لیکچروں میں آپ نے اسلام و احمدیت کی صداقت اور عیسائیت کا بطلان واضح کیا۔ ہر لیکچر کے بعد پبلک کو سوالات کا موقعہ دیا گیا۔ پبلک جلسوں کے علاوہ مسلم زعماء کو پرائیویٹ ملاقاتوں میں اور عوام کو مساجد میں قبول احمدیت کی دعوت دی۔ نیز انگریز ڈسٹرکٹ کمشنر اور پراونشل کمشنر سے ملاقات کر کے انکو جماعت احمدیہ سے متعارف کرایا۔ بو سے چالیس میل کے فاصلہ پر باڈو ماہوں نامی ایک قصبہ ہے جو سونے کی کانوں کیلئے بہت مشہور ہے اور دُور دراز علاقوں کے ہزاروں لوگ یہاں کانوں میں کام کرتے ہیں۔ آپ نے اس قصبہ میں دو ماہ تک تبلیغ کی۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے سَو کے قریب احمدیوں پر مشتمل ایک جماعت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بو اور باڈو ماہوں کے علاوہ آپ نے گورآما، وانڈو، سمبارو اور بلاما نامی ریاستوں کا بھی تبلیغی دورہ کیا۔ اور کئی رؤساء اور چیف حلقہ بگوش احمدیت ہوئے اور اشاعت اسلام کے کام میں مولوی صاحب کی مدد کرنے لگے۔ ان رؤساء میں سے پیراماونٹ چیف صلاح الدین۔ پیراماونٹ چیف بائیو۔ پیراماونٹ چیف سارسار انڈوئے پا۔ رئیس پیراماونٹ چیف خلیل گامانگا۔ پیراماونٹ چیف لحاسے باانیاں لاہاسے بایاں۔ خاص طور پر قابل ذکر تھے"۔[4]

---

[1] رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ۔ یکم مئی ۱۹۳۶ء لغایت ۳۰ اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۵۳ تا ۵۵۔ [2] ایضاً صفحہ ۵۵۔
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۰ء صفحہ ۹۶-۹۷۔ [4] الفضل ۴ مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۶۔

چونکہ دوسرے افریقی ممالک کی طرح یہاں بھی عیسائی سکول مسلمانوں میں کفر و ارتداد پھیلانے کا مؤثر ذریعہ بنے ہوئے تھے اور مسلمانوں کا مستقبل اپنے مدارس نہ ہونے کی وجہ سے سراسر تاریک ہو رہا تھا اس لئے مولوی نذیر احمد صاحب نے ۱۹۳۹ء میں روکوپر میں پہلا احمدیہ مسلم سکول قائم کیا جو بہت جلد ترقی کر گیا۔

اس شاندار کامیابی سے عیسائی لوگ بوکھلا اٹھے اور انہوں نے اس کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ نہ صرف اس سکول کی عمارت بھی بن گئی۔ بلکہ عمائد مملکت نے اس کی گرانٹ کی بھی منظوری دے دی۔[1]

دوسرا اہم کام جماعت کے استحکام کے لئے یہ انجام پذیر ہوا کہ ابتداء میں احمدی مبلغین پر یہ پابندی تھی کہ وہ جہاز سے اترنے سے پہلے ۶۰ پونڈ بطور ضمانت پولیس کے پاس جمع کرائیں۔ مولوی صاحب کی کوشش سے سیرالیون کے گورنر صاحب نے بہت جلد یہ پابندی اٹھا دی۔ اس طرح حکومت سیرالیون نے جماعت احمدیہ کی مستقل حیثیت تسلیم کر لی۔[2]

مقامی مبلغین

سیرالیون کے مقامی باشندوں میں اشاعت احمدیت کے لئے مقامی مبلغین تیار کئے جانے ضروری تھے۔ اس اہم ضرورت کی طرف بھی مولوی نذیر احمد صاحب نے ابتداء ہی سے توجہ شروع کر دی تھی۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۳۸ء میں شیخ عمر جاہ[3] کو مارچ ۱۹۴۰ء میں الفا ابراہیم زکی[4] کو اپریل ۱۹۴۰ء میں مسٹر عقیل تیجان[5] کو۔ ستمبر ۱۹۴۱ء میں مسٹر محمد کمانڈا بونگے[6] کو۔ فروری ۱۹۴۲ء میں الفا سوری باہ[7] بنگورا کو اور ۱۹۴۳ء میں الفا فوڈے صالحو[8] کو لوکل مبلغ مقرر کیا۔[9]

۱؎ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۳۹ء لغایت ۳۰ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۹۷ و الفضل ۶ر اگست ۱۹۴۰ء ص ۱ کالم ۱۔

۲؎ " " " " ۱۹۳۸ء " ۱۹۳۹ء ص ۱۰۱۔

۳؎ اب فوت ہو چکے ہیں۔ ۴؎ تبلیغ کے سلسلہ میں آپ نے بہت سی مشکلات اور مصائب برداشت کیں۔ حتیٰ کہ ایک بار قید بھی ہوئے۔ مگر نہایت اخلاص کا نمونہ دکھایا۔ آج کل اپنا کاروبار کرتے ہیں۔

۵؎ اب شینگے احمدیہ سکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ ۶؎ الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحب کے ساتھ بطور ترجمان کام کرتے رہے۔ ان دنوں فری ٹاؤن پرائمری سکول کے ہیڈ ماسٹر اور جماعت احمدیہ سیرالیون کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ ۷؎، ۸؎ اب تک تبلیغ سلسلہ میں نہایت اخلاص سے مصروف ہیں۔

۹؎ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ایک مطبوعہ رپورٹ (بابت یکم مئی ۱۹۴۱ء لغایت ۳۰ اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۲۶)۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں شیخ علی انسری اور مسٹر عبد الباری نامی احمدی افریقن بھی تبلیغ پر مقرر تھے۔ موخر الذکر روکوپر سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے ہیں۔

ان ابتدائی مخلص مبلغوں کے بعد مندرجہ ذیل لوکل مبلغ وقتاً فوقتاً خدمتِ دین کیلئے میدانِ عمل میں آئے ۔ الفا عُوسی سووا (۱۹۴۸ء) ۔ الفا عباس کمارا (۱۹۶۲ء) ۔ الفا دادا کمارا (۱۹۶۲ء) الفا ابراہیم باہ (۱۹۶۳ء) ۔ الفا فوداے کورومہ (۱۹۶۲ء)

مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کا ورود

سیرالیون کی وسیع تبلیغی ضروریات کے پیشِ نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کے ماتحت مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری لنڈن[1] سے ۸ رمارچ ۱۹۴۰ء کو یہاں پہنچے ۔ اور آتے ہی مولوی نذیر احمد علی صاحب کے دوش بدوش تبلیغ احمدیت کرنے لگے ۔

مرکزی مبلغین کا پہلا اجتماعی دورہ

تبلیغ احمدیت کے اس سلسلہ میں یہ دونوں مجاہد پہلی بار ۱۴ رمارچ ۱۹۴۰ء کو فری ٹاؤن سے تبلیغی دَورہ پر روانہ ہوئے اور روکوپُر ۔ روباتھ کامبا ، روسینو ، لُونٹی ، میں پیغامِ احمدیت پہنچانے کے بعد ۳ راپریل ۱۹۴۰ء کو روکوپُر سے واپس فری ٹاؤن پہنچے ۔ جہاں اپنے چند روزہ قیام میں بعض اہم تعلیمی فرائض انجام دینے کے بعد ۲۳ راپریل ۱۹۴۰ء کو جنوبی مینڈے (MENDE)[2] پراونس کی طرف روانہ ہوئے ۔ سب سے پہلے صوبہ کے مرکز "بو" میں انفرادی تبلیغ کی ۔ پھر ایک گاؤں ڈانبارا میں گئے جہاں صرف چار روزہ تبلیغ سے چودہ نفوس پر مشتمل نئی جماعت قائم ہوگئی ۔ ڈانبارا سے مویابو آئے یہاں اور بیٹے فو کے باشندوں تک پیغامِ حق پہنچایا[3]۔

ریاست کورامہ کے مرکزی قصبہ ٹونگے میں جب جماعت کا قیام ہوا تو وہاں کے مسلمان علماء اور عیسائی پادریوں نے مل کر جون ۱۹۴۰ء کو احمدیوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا جس پر یہ دونوں مبلغ بیماری کی حالت میں ۱۶ میل پیدل پہاڑی سفر کر کے وہاں پہنچے ۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے ایک امریکن عیسائی پادری مسٹر لیڈر (MR LEADER) سے ایسا زبردست مناظرہ کیا کہ وہ میدانِ مباحثہ سے بھاگ نکلے ۔

باؤ ماہوں کے ذیلی مرکز کی مضبوطی اور عیسائیوں کی پسپائی

سیرالیون میں اب تک جو جماعتیں قائم ہو چکی تھیں ان سب میں باؤ ماہوں کی جماعت باقی سب جماعتوں کی نسبت زیادہ مضبوط اور مخلص تھی ۔ لیکن باہر سے جاکر آباد ہونے کی وجہ سے انہیں قانوناً وہ حقوق حاصل نہیں تھے جو اس ریاست کے اصل باشندوں کو حاصل تھے ۔ ریاست کا قائمقام پیرامونٹ

---

۱ ۔ آپ ۲۴ رفروری ۱۹۴۰ء کو لنڈن سے عازم سیرالیون ہوئے ۔ رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۳۹ء لغایت ۳۰ راپریل ۱۹۴۰ء صفحہ ۹۷ ۔ ۲ ۔ قبیلہ اور زبان کا نام ۔ ۳ ۔ الفضل ۱۸ راگست ۱۹۴۰ء صفحہ ۶ ۔

چیف عبدالرحمن احمدیت کا شدید مخالف تھا۔ جو احمدیوں کو مختلف طریق سے پریشان کرتا رہتا تھا۔ کبھی بلاوجہ کسی احمدی کو جرمانہ کر دیتا اور کبھی احمدی مبلغ کے اخراج کے۔لئے حکومت سے ساز باز کرتا جس کے پیچھے دراصل عیسائیوں اور غیر احمدیوں کی منظم سازش کارفرما تھی۔ مگر اسکے باوجود چیف کو گورنمنٹ کے فیصلہ کے سامنے جھکنا پڑا۔ اور اسنے بالآخر احمدیہ دارالتبلیغ اور احمدیہ سکول کے لئے ۲۰۰ × ۴۰۰ فٹ زمین ایک پونڈ سالانہ کرایہ پر دے دی اور ۱۹۴۱ء میں روکوپر اس ریاست کے قصبہ باڈماہوں میں دوسرا احمدیہ سکول کھول دیا گیا۔ اور مسٹر عمر جاہ جماعتی تبلیغ و تربیت کے علاوہ سکول میں کام کرنے پر مقرر کر دیئے گئے۔[1] اگرچہ سکول قائم ہو چکا تھا مگر ریاست لونیاں (LUNYA) کے پیراماؤنٹ چیف کی مخالفت بدستور قائم رہی۔ اور مسٹر گامبینار (ڈسٹرکٹ کمشنر) نے احمدی مبلغین سے صاف طور پر کہدیا کہ اگر ریاست کے مقامی حکام احمدیت کو پسند نہیں کرتے تو احمدیوں کو باڈماہوں سے اپنا مرکز اٹھانا پڑیگا۔ مگر مبلغین احمدیت نے اس دھمکی کی ذرہ بھر پروا نہ کی اور اپنا کام جاری رکھا۔ چنانچہ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کئی ماہ تک یہاں مقیم رہے اور آپ نے احمدیہ مسجد اور احمدیہ سکول کی پہلی عمارتوں کو گرا کر نئی اور زیادہ وسیع عمارتیں تیار کرائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی مشن سکول جو وہاں دس سال سے چل رہا تھا مقابلہ کی تاب نہ لا کر بند ہو گیا۔ اور یونائیٹڈ بریدرن مشن (UNITED BRETHREN-MISSION) ناکام ہو گیا۔[2]

سیرالیون کا ملک گیر تبلیغی سروے

مولوی نذیر احمد صاحب کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ایک چٹھی ملی جس میں حضور نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ سیرالیون میں جماعت کی ترقی کی رفتار بہت دھیمی ہے۔ اگر صحیح طریق سے کوشش کی جائے تو بہت جلد سارے سیرالیون میں احمدیت پھیل سکتی ہے۔ مولوی صاحب کو حضور کا یہ ارشاد پڑھ کر بہت ہی فکر اور قلق ہوا۔ مولوی محمد صدیق صاحب اس وقت ضلع کینما کے قصبہ بلاما "BLAMA" میں متعین تھے۔ آپ فوراً "بو" سے بلاما مشورہ کے لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ حضور ہمارے کام سے مطمئن معلوم نہیں ہوتے اور مجھے بھی محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے کام کی موجودہ رفتار ملک میں کوئی مذہبی ہل چل پیدا نہیں کر رہی حالانکہ سچائی کا بیج بونے کیلئے ایک تہلکہ اور ہنگامہ برپا کر دینے کی

---

[1] ۔ رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ۔ یکم مئی ۱۹۴۰ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۱ء صفحہ ۴۲-۴۳ ۔

[2] ۔ الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۴۳ء صفحہ ۶ کالم ۱ ۔

ضرورت ہے۔ مگر ہم چند ایک جگہ جماعتیں قائم کرکے سمجھ بیٹھے ہیں کہ بہت کام ہو چکا ہے۔ اور اس طرح ہم کوتاہی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ مولوی محمد صدیق صاحب نے عرض کیا جو آپ فرمائیں میں حاضر ہوں۔ چنانچہ اسی ہفتہ جماعت کے دس پندرہ مخلصین کو بلا کر ایک میٹنگ کی گئی اور جملہ حالات کا جائزہ لیا گیا۔ بالآخر علاوہ دیگر تجاویز کے ایک تجویز یہ قرار پائی کہ سر دست دونوں مبلغین میں سے کوئی بھی ایک مقام پر لمبا عرصہ قیام نہ کرے اور کسی جگہ کو اپنا مرکز نہ بنائے۔ بلکہ کچھ عرصہ کے لئے سارے سیرالیون کو ٹور دے اور EXPLORE کرکے ایسے علاقے ڈھونڈے جائیں جو احمدیت کے لئے زرخیز ثابت ہوں۔

چنانچہ اس کے بعد حضور کو مفصل رپورٹ اور دعا کے لئے لکھ کر یہ پروگرام بنایا گیا کہ مولوی نذیر احمد صاحب سیرالیون کے شمالی سرے سے جنوبی سرے تک اور مولوی محمد صدیق صاحب مشرقی سرے سے مغربی سرے تک سارے ملک کا ایسے طور پر دورہ کریں کہ ہر قصبہ اور ہر بڑے گاؤں میں ٹھہر کر تبلیغ کی جائے۔ چنانچہ اگلے چھ سات ماہ ان مجاہدین نے دو دو افریقن طالبعلموں کے ساتھ متواتر لمبے دوروں میں گزارے جس کے نتیجہ میں محض خدا کے فضل و کرم سے ملک کے مختلف حصوں میں آٹھ دس نئی جماعتیں قائم ہو گئیں جو ترقی پذیر ہیں۔ چنانچہ علاقہ ٹونگیا TONGIA اور اس کے اردگرد کی مخلص جماعتیں انہیں مبارک ایام کی یادگار ہیں[1]۔

ماگبورکا اور بو میں مخالفت کے باوجود ذیلی مراکز کا قیام

بادُماہوں سے مشن کے اٹھائے جانے کے عظیم خطرہ کے پیش نظر مبلغین سیرالیون نے اس دوران ماگبورکا اور بو میں علی الترتیب ٹمنی اور مینڈے قوموں کیلئے مراکز قائم کرنے کی بھی جدوجہد کی تھی۔ مگر چونکہ بادُماہوں میں احمدیت کے مقابلہ میں عیسائیت کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی تھی اور عیسائیوں کے یو بی مشن کو اپنا مشن اور سکول بند کر دینا پڑا تھا اسلئے عیسائی مشنریوں نے انتہائی کوشش کرکے مالک زمین اور پیرامونٹ چیف کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ ماگبورکا میں احمدیوں کے قدم نہ جمنے پائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری حکمت عملی سے نہ صرف زمین حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بلکہ خود کوشش کرکے احمدی اور غیر احمدی دوستوں سے دو سو تیس ۲۳۰ پونڈ کے قریب جمع کرکے احمدیہ مسجد اور احمدیہ دارالتبلیغ

---

[1] مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کے خود نوشت حالات سے ماخوذ۔

کی عمارتیں مکمل کر دیں۔[۱]

جنوبی صوبہ کے دارالخلافہ "بو" میں مرکز قائم کرنے میں بھی سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں بھی سب عیسائی فرقے احمدیوں کی مخالفت میں متحد ہو گئے اور بو کے پیراماؤنٹ چیف اور ریاستی حکام جو احمدیہ مرکز کے لئے ایک وسیع قطعہ کی پیشکش کر چکے تھے زمین دینے سے بالکل مکر گئے۔[۲]

مولوی نذیر احمد صاحب نے ایک قطعہ زمین حاصل کرنے کیلئے ڈسٹرکٹ کمشنر کی طرف رجوع کیا۔ کمشنر صاحب کے سامنے بھی چیف اور اُس کے ساتھیوں نے اجارہ نامہ لکھنے سے انکار کر دیا۔ اور (عیسائی) چیف نے تو یہ بھی تسلیم کیا کہ پادریوں نے اسے خفیہ طور پر کہا ہے کہ احمدیت۔ عیسائیت کا رد کرتی ہے اس لئے احمدیوں کو زمین نہ دو۔ ڈسٹرکٹ کمشنر کے سمجھانے پر یہ لوگ اجارہ نامہ لکھنے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن ایک مخالف نے شرارت سے کہدیا کہ نقشہ میں احمدی مبلغ نے اصل زمین سے زائد زمین شامل کر لی ہے۔ ڈسٹرکٹ کمشنر نے حکم دیا کہ طرفین موقعہ پر جا کر پڑتال کریں۔ آخر ایک عرصہ کے بعد یکم مئی ۱۹۴۳ء کو چیف کے نمائندے اور زمین کے مالکوں نے زمین اجارہ پر دینا منظور کر لی مگر جب ڈسٹرکٹ کمشنر کے پیش ہوئے تو چیف نے کہدیا کہ ہم آدھی زمین دیں گے۔ اور ساتھ ہی مالکان زمین نے بھی یہ جھوٹ بول دیا کہ ہم نے تو صرف آدھی زمین دینا منظور کیا تھا۔ ڈسٹرکٹ کمشنر نے چیف کو دو دن کی مہلت دی۔ جس پر چیف نے اسی روز سارے قطعہ کی منظوری دیدی۔[۳] اور ۱۹۴۴ء میں احمدیہ سکول اور دارالتبلیغ تعمیر کر دیئے گئے۔

یہ دونوں عمارتیں اور زمین شہر سے دُور ہونے کی وجہ سے مسجد کے لئے موزوں نہیں تھیں اسلئے مسجد کے لئے شہر کے اندر کوئی مناسب قطعہ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن پیراماؤنٹ چیف کو اصرار تھا کہ مسجد شہر سے دُور بنائی جائے تا شہر میں احمدیت نہ پھیل سکے۔ آخر آنریبل چیف الحاج امامی سوری کی کوشش سے یہ عقدہ حل ہوا۔ اور "بو" کے پیراماؤنٹ چیف نے شہر کے اندر زمین دے دی۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے مسجد کا نقشہ تیار کر کے محکمہ صحت سے تعمیر مسجد کی منظوری حاصل کر لی مسجد

۱۔ الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۴۳ء صفحہ ۴-۵۔ دارالتبلیغ کی تعمیر کے دنوں میں ماگبورکا میں مخالفت کا زور بڑھ گیا۔ حتیٰ کہ ایک روز ایک بدبخت نے مولوی محمد صدیق صاحب پر حملہ کر کے ان کی آنکھیں ضائع کرنا چاہیں۔ لیکن ناکام رہا۔
(الفضل ۱۸ مئی ۱۹۴۴ء صفحہ ۲)

۲۔ الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۴۳ء صفحہ ۴-۵ ÷ ۳۔ الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۴۳ء صفحہ ۲ کالم ۱-۲ ÷

کے ساتھ ہی ایک غیر احمدی عالم کا مکان تھا جس نے مسجد کی مخالفت کی تاہم چیف نے مسجد کی اجازت دیدی۔ لیکن اجازت ملنے کے بعد مسجد کی بنیاد رکھنے پر از سر نو جھگڑا کھڑا کر دیا گیا۔ چنانچہ مولوی محمد صدیق صاحب کا بیان ہے کہ:۔

"مسجد احمدیہ بُو کی بُنیاد رکھی گئی۔ جس پر بُو کے پیرامونٹ چیف نے بہت جھگڑا کیا۔ اور محض اس بہانے پر کہ مسجد کی تعمیر شروع کرتے وقت ہم نے اس سے اجازت نہیں لی۔ اور کہ احمدی اس کی اور اس کے غیر احمدی علماء کی عزت نہیں کرتے۔ اور کہ باوجود اس کے حکم کے احمدیوں نے گزشتہ عید کی نماز غیر احمدیوں سے علیحدہ پڑھی۔ وہ اس قصبہ میں کسی احمدیہ عمارت کی اجازت نہیں دے سکتا اور اس طرح اپنی پولیس کے چند آدمی بھجوا کر عین اُس وقت جبکہ ہم بنیادیں کھود کر لکڑی کی دیواریں کھڑی کر رہے تھے ہم کو حکماً وہاں مسجد تعمیر کرنے سے منع کر دیا۔ اس پر میں چند احمدیوں سمیت اس سے گفتگو کرنے کیلئے گیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے چیف کو اور ہمارے دیگر دشمنوں کو ناکامی کا مونہہ دکھانا تھا۔ اسلئے مسجد کا وہ نقشہ جو ہیلتھ آفیسر اور ڈی۔ سی اور خود چیف کا پاس کردہ تھا اور سب کے اس پر دستخط تھے ہمارے پاس موجود تھا۔ اور جب کافی بحث وغیرہ کے بعد چیف نے مسجد کی اجازت نہ دی تو میں نے بھری مجلس میں نقشہ نکال کر سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ کہ آپ اپنے ہاتھ سے ہم کو تحریری طور پر اس نقشے پر دستخط کر کے اجازت دے چکے ہیں۔ اور دوسرے افسروں کے بھی قانونی طور پر دستخط موجود ہیں۔ اب کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ پہلے تو وہ کہنے لگا کہ مجھے اس نقشہ کا علم ہی نہیں اور کہ ہم نے جھوٹے طور پر بنالیا ہے۔ پھر کہا اچھا صبح وہ اپنے کلرک سے پوچھے گا۔ اور اگر یہ نقشہ واقعی اصلی ہوا تو ہم مسجد بنانے کی اجازت دیدیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن صبح آٹھ بجے ہی اس نے اجازت دیدی۔ اور ہم نے اُسی دن مسجد تعمیر کرنا شروع کر دی۔ جملہ احمدی مرد، عورتیں اور بچے ہر جمعہ اور بعض دفعہ دوسرے دنوں میں بھی کام کرتے رہے۔ مکرم چوہدری محمد احسان الٰہی صاحب نے اللہ تعالیٰ کی اس عبادت گاہ کی تیاری میں خاص جانفشانی اور غیر معمولی محنت سے کام لیا۔ محراب کے اندرونی حصے کو ہندوستانی طرز کا بنانے میں اور پھر مسجد کے باہر کی چھوٹی چار دیواری کھڑی کرنے میں انہوں نے خاص مہارت سے کام کیا۔ مسٹر علی مصطفٰے اور دیگر احباب نے بھی متواتر خوب اور مشقت سے کام کیا۔" [۱]

---

[۱] الفضل ۲۹ر جون ۱۹۴۵ء صفحہ ۳ کالم ۱-۲ ؎

اس طرح خدا کے فضل سے مگبورکا اور بو میں شاندار احمدیہ مراکز کی تکمیل سے احمدیت کے قدم سیرالیون میں مضبوطی سے قائم ہوگئے اور ملک میں احمدیت کے وسیع اثر و نفوذ کی راہیں کھل گئیں۔

بو احمدیہ سکول کیلئے کیسے مناسب موقع پر عمدہ زمین میسر آگئی؟ یہ بھی ایک ایمان افروز واقعہ ہے جسکی تفصیل مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کے قلم سے لکھی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں :-

"جب الحاج مولوی نذیر احمد علی صاحب رضی اللہ عنہ ۱۹۳۷ء میں سیرالیون میں تشریف لائے۔ اس زمانہ میں یہ حال تھا۔ کہ اسی بو شہر میں جس کمرے میں ہم رہتے تھے اس کی لمبائی چوڑائی ۸ × ۱۰ فٹ سے زیادہ نہیں تھی اور سارا شہر کیا عیسائی اور کیا مسلمان۔ کیا چھوٹے اور کیا بڑے۔ سب ہمارے مخالف تھے۔ عیسائی اور مالکی مسلمان اس شہر کے چیف کو اکثر اکساتے رہتے تھے۔ کہ ہمیں وہ اپنے شہر یعنی بو میں جگہ نہ دے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے احمدیت کے قدموں کو سیرالیون میں جمانا تھا۔ اُس نے خود ہی ایسے سامان پیدا کر دیئے۔ کہ ان مخالفین نے شہر کے چیف سے مل کر ایک دن مقرر کیا۔ جس میں احمدیوں کا غیر احمدیوں اور عیسائیوں کے ساتھ فیصلہ کن مباحثہ ہو۔ اور اگر احمدی ہار جائیں تو انہیں اس شہر سے نکال دیا جائے۔ اور کوئی جگہ نہ دی جائے۔ دراصل یہ ایک سکیم تھی جو احمدیت کے خلاف بنائی گئی۔ لیکن مَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ کے مطابق یہ سکیم مخالفینِ احمدیت ہی کے خلاف پڑ گئی۔ جب مباحثہ کا دن آیا۔ لوکل چیف نے محترم الحاج نذیر احمد صاحب علی کو جتلا دیا تھا کہ اگر تم جیت گئے تو تمہیں جگہ دوں گا ورنہ تمہیں کوئی جگہ نہیں مل سکے گی۔ اور تم اس شہر سے نکال دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ ہم نے دُعائیں اور تیاری کرنی شروع کی۔ جس جگہ مباحثہ ہونا تھا وہ یہاں کی نیٹو (NATIVE) عدالت تھی۔ وقت مقررہ پر ہم نے اپنی عربی۔ انگریزی کتب اور بڑی بڑی حدیثیں اور تفسیریں لے جاکر عدالت کے ایک طرف اپنی میزیں لگا کر رکھدیں۔ جب سب لوگ جمع ہوئے تو ہمارے مخالف جو یہ سمجھ رہے تھے۔ کہ ہم بھی شاید دوسرے علماء کی طرح صرف روپیہ کمانے اور اکٹھا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اور روپیہ اکٹھا کر کے چلے جائیں گے۔ گھبرا گئے۔ اور از حد خوفزدہ اور مرعوب ہوگئے۔ اتنے خائف ہوئے کہ چیف نے بھری کورٹ میں اُن سے ایک ایک کر کے پوچھنا شروع کیا کہ تمہیں احمدیوں کے خلاف کیا شکایات ہیں۔ تو یکے بعد دیگرے اُنہوں نے اُٹھ اُٹھ کر کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہمیں احمدیت کے خلاف کوئی شکایت نہیں۔ وہ ہمارے بھائی اور دوست ہیں۔ سب سے پہلے یہاں کے ایک پادری ولسن نے اُٹھکر کہا کہ مجھے حاجی نذیر احمد کے خلاف کوئی شکایت نہیں۔ بلکہ درحقیقت حاجی صاحب

میرے گہرے اور ذاتی دوست ہیں۔ حالانکہ درحقیقت وہ ہمارا سخت مخالف تھا۔ اور ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا کہ کسی طرح ہمارے قدم یہاں نہ جمیں۔ اس کے بعد ایک مسلمان عالم جس کا نام سیدی ابراہیم تھا۔ اس نے اُٹھ کر کہا کہ ہم تو مسلمان ہیں اور یہ بھی مسلمان۔ بلکہ یہ تو اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ہمیں ان کے خلاف کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ مَیں نے ہی تو ان کو ٹھہرنے کی جگہ دی ہوئی ہے اور میرے ہی ہاں یہ رہتے ہیں۔ اگر مجھے کوئی شکایت ہوتی تو ایسا کیوں کرتا۔ اس پر چیف کو بہت غصّہ آیا۔ اور اس نے بر سرِ عام اُٹھ کر کہا کہ "تم لوگوں نے مجھے احمدیوں کے خلاف اُکسایا اور تم روزانہ میرے کان بھرتے رہے کہ یہ ایسے ہیں ویسے ہیں۔ اُنہیں یہاں اس شہر میں جگہ نہ دی جائے۔ اور ان کے قدم نہ جمنے پائیں۔ اور تمہارے ہی کہنے پر مَیں نے آج مباحثہ کی صورت پیدا کی تاکہ مجھ پر حقیقت حال کھُل جائے اور احمدیوں کو جب تم شکست دیدو گے تو انہیں جگہ نہ دینے کیلئے میرے پاس ایک عُذر ہو جائیگا۔ لیکن جب وقت آیا تو تم سب چُپ ہو گئے ہو۔ تم نے مجھے آج اس قدر شرمندہ کیا ہے کہ مَیں مُنہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہا۔ اسلئے آج ہی اس مقام پر کھڑے کھڑے یہ اعلان کرتا ہوں کہ مَیں احمدیوں کو خود اپنی زمین میں سے اپنے شہر میں بہترین جگہ دوں گا۔ اور اب کوئی چیز بھی مجھے اس سے نہیں روک سکتی۔ چنانچہ اس نے ہمیں موجودہ احمدیہ سنٹرل سکول کی زمین دی۔ جو اب واقعہ میں شہر کا سنٹر بنتا جا رہا ہے۔ اور بہت بڑی زمین ہے۔ اس وقت سے خدا تعالیٰ نے اس شہر کے لوگوں کو ایسا زیر کیا ہے۔ کہ اب تک کسی مخالف کو بالمقابل سر اٹھانے کا موقعہ نہیں مل سکا۔ اور خدا تعالیٰ نے ہماری پوزیشن مضبوط ترین بنا دی ہے۔ اور اب موجودہ وقت میں ہمارے پاس اس شہر میں ایک زمین کی بجائے دو زمینیں ہیں۔ جن میں ہمارا سکول مشن ہاؤس احمدیہ مسجد۔ لائبریری اور پرنٹنگ پریس کی عمارات کھڑی ہیں۔"[1]

---

[1] الفضل ۶ مارچ ۱۹۵۸ء صفحہ ۳-۴ ÷

مگبو کا میں بھی مخالفت کے دوران خدائی نصرت کا ایک عجیب نظارہ دیکھنے میں آیا۔ ۱۹۴۴ء کی بات ہے۔ کہ:۔
"ایک شامی عرب نے اس بات پر بگڑ کر کہ اس کے لڑکے کے ساتھ جو احمدیہ سکول میں پڑھتا ہے۔ افریقن کالے لڑکوں کے مقابلہ میں امتیازی سلوک کیوں نہیں کیا جاتا۔ مخالفت شروع کر دی۔ ہمارے مبلغ نے اُسے بتایا کہ یہ ہم سے نہیں ہو سکتا کہ سفید اور کالے میں فرق کیا جائے۔ مگر اُس نے اپنے لڑکے سکول سے نکال لئے اور بعض دوسرے شامیوں سے بھی ایسا ہی کرایا اور مخالفت شروع کر دی۔ ایک دفعہ اُس نے ہمارے مبلّغین کو سر بازار گالیاں دیں۔ اور حملہ کرنے کی دھمکی بھی دی۔ مگر انہوں نے صبر سے کام لیا اور خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے رہے۔ ایک دن اُس نے شامیوں کی ایک مجلس میں کہا کہ اب ہم ایک قلیل عرصہ میں احمدیت کو یہاں سے نکال دیں گے اور اس سکول کو برباد کر دیں گے۔ مگر احمدی احباب اُن

سیرالیون کے احمدیوں پر مظالم کا پہلا دور

ابھی مگبورکا اور بو کے مراکز زیر تعمیر ہی تھے۔ کہ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں جماعت ہائے ہانگا، پوئے ہوں۔ مانوکوٹوہوں، ٹونگیا اور کویا کو انکے چیفوں اور لوکل نمبرداروں کی طرف سے سخت اذیت پہنچانی شروع کر دی گئی۔ تقریباً آٹھ احمدیوں کو ٹونگیا میں صرف احمدیت کی وجہ سے آٹھ پونڈ جرمانہ کیا گیا اور دو۲ دن قید میں رکھا گیا۔ ایک دن ان احمدی روزہ داروں کو روزہ کی حالت میں صبح سے شام تک سورج کی تپش میں رکھکر سزا دی گئی اور آئندہ کے لئے قانون بنا دیا گیا کہ کوئی احمدی مسجد یا گھر میں نماز ادا نہ کرے۔ اسی طرح ایک افریقن احمدی مبلغ کو تین پونڈ جرمانہ کرنے کے علاوہ ان کو بالکل برہنہ کر دیا گیا اور ہاتھ پاؤں باندھ کر ساری رات قید رکھا گیا۔ ہانگا اور پوئے ہوں میں بھی نماز کی ممانعت کے علاوہ ۶ پونڈ جرمانہ کیا گیا۔

ٹونگیا کے امام اور دیگر مخلصین کی آنکھوں میں پسی ہوئی مرچیں ڈالی گئیں۔ بعض کو رمضان میں بحالت روزہ کئی کئی گھنٹے تپتی ہوئی دھوپ میں کھڑا رکھا گیا۔ پانگوما "PANGUMA" کے بعض احمدیوں کو گھٹنوں تک زمین میں گاڑ کر اُن سے احمدیت سے توبہ کرانے کی کوشش کی جاتی رہی۔ بعض سے بیگار کے کام اور شدید محنت کے ادنیٰ درجہ کے کام کئی روز تک لئے جاتے رہے۔ بعض احباب کو ناقابل ادا جرمانے کئے گئے۔ بعض کی بیویاں ان سے چھین لی گئیں۔ بعض کو اُن کے آبائی گاؤں سے نکال کر اُنکی جائداد پر قبضہ کیا گیا۔ بعض کو لوکل عہدوں سے ہٹا کر ذلت آمیز سلوک کیا جاتا رہا۔

بقیہ حاشیہ:- لوگوں کے مقابل میں کمزور تھے۔ اور مخالفین کا بڑا جتھا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اپنے بندوں کیلئے ظاہر ہوئی اُس کی غیرت نے جوش مارا اور وہ شخص جو مدت سے بڑے دعوے کرتا تھا خدا تعالیٰ کی گرفت کا شکار ہو گیا۔ اس کا وہی لڑکا جو اُس نے احمدیہ سکول سے اُٹھا لیا تھا تپ محرقہ کا شکار ہو کر مر گیا۔ اور اُس کا بڑا لڑکا سرکاری مال کی چوری کے الزام میں پکڑا گیا۔ اور اُسے بچانے کی تگ و دو کے سلسلہ میں اُسے قریباً ایک ہزار پونڈ صرف کرنا پڑا۔ مگر پھر بھی اُسے تیرہ ماہ قید سخت اور رہا ہونے کے بعد اخراج از ملک کی سزا ہوئی۔ ایک موقع پر ایک شامی نے سفارش کی کہ اس کے سب سے چھوٹے لڑکے کو پھر سکول میں داخل کر لیا جائے۔ مگر احمدی مبلغین نے یہ شرط پیش کی کہ وہ خود اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔ اس بات سے بگڑ کر اُس نے ریلوے سٹیشن مگبورکا پر پھر احمدیوں کو بُرا بھلا کہا اور بدزبانی کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے غریب بندوں کے لئے اس قدر غیرت دکھائی کہ وہ فری ٹاؤن پہنچتے ہی جہاں وہ جا رہا تھا بغیر لائسنس کے سونا فروخت کرنے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ اور اٹھارہ تولہ سونا بھی جو اس کے قبضہ میں تھا ضبط کر لیا گیا۔ عدالت میں مقدمہ چلا جہاں سے سونے کی ضبطی کے علاوہ اُسے جرمانہ کی سزا ہوئی۔ اس کے بعد اس پر ناجائز ذخیرہ اندوزی کے جرم میں بھی مقدمہ چلایا گیا اور اب اُس کا سٹور بھی ضبط کر لیا گیا۔" [1]

---

[1] الفضل ۲۰ دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۱-۲

مولوی نذیر احمد صاحب نے ایک طرف حضور کی خدمت میں ۱۲ر اکتوبر ۱۹۴۳ء کو بذریعہ تار دُعا کی درخواست کی اور دوسری طرف مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کو کینما ڈی سی اور چیفوں کے پاس ان ظالمانہ کارروائیوں کے انسداد وغیرہ کیلئے روانہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ مہم کامیاب رہی۔ اور دسمبر ۱۹۴۳ء کے آخر میں تمام احمدی قیدی نہ صرف آزاد ہوئے اور آزادانہ طور پر احمدیت پر عمل کرنے لگے۔ بلکہ تمام جرمانے بھی حکومت نے واپس دلا دیئے[1]

سیرالیون کے احمدیوں پر مظالم کا دُوسرا دَور

اگرچہ ان تکالیف کا تو ازالہ ہوگیا مگر اگلے سال (۱۹۴۵ء) میں مظالم کا دُوسرا دَور شروع ہُوا۔ چنانچہ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے سیرالیون سے رپورٹ بھجواتے ہوئے لکھا:۔

"سیرالیون کی بعض احمدی جماعتوں کو ان علاقوں کے پیرامونٹ چیف بہت تنگ کر رہے ہیں اور ہر ممکن کوشش سے اپنے علاقے کے جملہ احمدیوں کو احمدیت چھوڑنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ ایک علاقہ کے احمدیوں کو طرح طرح کے جھوٹے الزامات اور جھوٹی گواہیوں کے ذریعہ نہ صرف ضلع کے حکام کے سامنے بدنام کیا جارہا ہے۔ بلکہ قید بھی کیا جارہا ہے۔ میرے وہاں مقرر کردہ امام الفاہم سنوسی پر یہ جھوٹا الزام لگاکر کہ اس چیف اور اس کے علاقہ کے ایک بُت کی جس کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ اور ہر طرح سے اس سے ڈرتے بھی ہیں۔ احمدیہ مسجد میں وعظ کے دَوران میں ہتک کی ہے۔ اِن کو دو[2] ہفتہ تک ننگا کرکے اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قید میں رکھا گیا۔ جب مَیں نے ڈی۔ سی۔ صاحب کے ہاں شکایت کی تو جھوٹ اور دیگر بہانوں سے اور ادنیٰ ملازموں کو رشوت دیکر مقدمے کی نوعیّت بدل دی۔ اور ڈی۔ سی کو وہاں کی جماعت اور ان کے امام سے بدظن کر دیا۔ تاکہ ڈی۔ سی۔ اُنہیں زیادہ سختی کرنے کا اختیار دے۔ مَیں نے ڈی۔ سی کے ہاں اپیل کی ہے۔ اور تمام حالات سے اُنہیں دوبارہ آگاہ کیا ہے۔ لیکن چیف بھی اپنے طور پر کوشش کر رہا ہے کہ احمدیت کو اپنی چیفڈم سے نکال دے۔ اور اس نے ڈی۔ سی کو درخواست دی ہے۔ کہ وہ ہرگز احمدیت اپنے علاقہ میں نہیں چاہتا۔ اور کہ اس کے آدمی یا تو احمدیّت سے انکار کردیں یا وہ ان کو وہاں سے نکال دیگا۔ اور احمدیوں کا مشن ہاؤس اپنے قبضہ میں کر لے گا۔ ڈی۔ سی نے یہ جواب دیا کہ وہ باقاعدہ ایک درخواست بناکر اور تمام وُجوہ اِس امر کی لکھ بھیجے۔ پھر وہ اپنی رائے لکھنے کے بعد ڈویژنل کمشنر کی منظوری کیلئے

[1] الفضل ۲۸ر ستمبر ۱۹۴۴ء صد ۳ +

بھیج دیگا۔ چیف اور اسکے لوگوں نے اپنے بُت جس کو وُہ "شیطان (DAHIL)" کہتے ہیں کے سامنے شراب پی کر وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ احمدیت کو وہاں سے نکال دیگا۔ اور یہ قانون بنا دیا جائے کہ آئندہ اس کی چیفڈم کا جو شخص بھی یہ کہے گا۔ کہ لوکل شراب حرام ہے۔ یا کہ مَیں اب شراب نہیں پیؤنگا۔ اسے پانچ شلنگ جرمانہ کیا جائیگا۔ ان معاملات کو میں ایک دفعہ ڈوِیژنل کمشنر کے سامنے بھی تفصیل سے پیش کر چکا ہوں۔ مگر انہوں نے کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ اب دوبارہ پیش کر رہا ہوں۔ اسی طرح ایک اور چیفڈم میں وہاں کا چیف وہاں کے نئے احمدیوں کو نہایت سخت اذیت پہنچا رہا ہے۔ باوجود اس کے کہ اس علاقہ کے ڈی۔ سی صاحب نے احمدیوں اور چیف کے درمیان ایک مقدمے کا فیصلہ احمدیوں کے حق میں دیا۔ اور آئندہ چیف کو ہدایت کی کہ ان کے مذہب میں مداخلت نہ کرے۔ پھر بھی اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اور اب دوسرے حیلوں سے تنگ کر رہا ہے۔ اگر احمدی ایک دفعہ گاؤں میں اپنے طریق پر با جماعت نماز پڑھیں تو چھ شلنگ جرمانہ کرنے کے علاوہ سزا بھی دیتا ہے۔ اور چیف کے خلاف کوئی گواہی دینا ناپسند کرتا ہے اور نہ جرأت کرتا ہے۔ اسلئے جب بھی ان تکالیف کی رپورٹ احمدی میرے ذریعے یا بذاتِ خود وہاں کے ڈی سی سے کرتے ہیں۔ تو وہ فوراً کہہ دیتا ہے یہ سب جھوٹ ہے۔ اور کہ وہ ان سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ اور چونکہ ڈی۔ سی کو چیفوں کی عزت قائم رکھنے کا ہمیشہ خیال رہتا ہے۔ اسلئے چیف کی بات کا بغیر تحقیق کے اعتبار کر لیا جاتا ہے۔ اب یہ چیف ایسی تکلیفیں دے رہا ہے۔ چونکہ وہاں کے احمدی نئے تھے۔ ان میں سے سات۔ آٹھ نے بظاہر تکالیف اور مشکلات سے ڈر کر احمدیت سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن بعض اب تک صبر و تحمل سے برداشت کر رہے ہیں۔ اس بارے میں مَیں تین بار خود اس علاقہ میں جا چکا ہوں۔ حالانکہ میرے ہیڈکوارٹر سے بہت دُور ہے۔ اور ڈوِیژنل کمشنر صاحب کو بہ تفصیل توجہ دلا چکا ہوں۔ مگر اب تک ہمارے یہ بھائی تکالیف میں چلے آتے ہیں۔ مَیں نے ڈوِیژنل کمشنر صاحب کو کہا تھا کہ احمدیوں کو مذہبی آزادی دلانے کے علاوہ انہیں اپنی مسجد بنانے کے لئے چھوٹی سی جگہ دلوائی جائے۔ کیونکہ ان کی تعداد پہلے بیس کے قریب تھی۔ اور وہ کسی کمرے میں اکٹھے نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ انہوں نے چیف کو لکھ دیا کہ احمدیوں کو گاؤں سے ایک میل دُور مشن یا مسجد بنانے کیلئے جگہ دی جائے تاکہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں جھگڑا نہ ہو سکے۔ چیف نے ایسا ہی کیا۔ لیکن چونکہ جگہ دُور اور جنگل میں تھی۔ اور مسجد کیلئے نامناسب

اس لئے ہمارے آدمی بیچارے بے بس ہو کر رہ گئے۔ چیف کی طرف سے تکالیف اسی طرح جاری ہیں۔ اب یہ معاملہ بھی ایک دفعہ پھر ڈویژنل کمشنر صاحب کے ہاں اپیل کے رنگ میں پیش کر رہا ہوں۔ اور انہوں نے اگر کوئی مناسب کارروائی نہ کی۔ تو آگے اپیل کروں گا۔ ہمیں آجکل یہاں جملہ عمارتیں جو شروع کر رکھی ہیں کی وجہ سے سخت مالی مشکلات ہیں اور مشن تقریباً ۱۲۰ پونڈ کا مقروض ہے۔ اس کے علاوہ سکولوں کے بارے میں مخلص کارکن، مخلص ٹیچروں اور مخلص لوکل مبلغوں کی کمی ہمارے کام میں آج کل سخت رخنہ انداز ہے"۔ ۱؎

اسی ضمن میں مولوی صاحب کی ایک دوسری رپورٹ ملاحظہ ہو۔ آپ نے لکھا کہ:۔

"عرصہ زیر رپورٹ میں تین پیراماؤنٹ چیفوں کی طرف سے جماعتوں کو احمدیت کی وجہ سے تکالیف پہنچائی گئیں۔ باڈو کی جماعت کو عید الفطر کے موقعہ پر اُن کے چیف نے غیر احمدی امام کے پیچھے نماز ادا کرنیکا حکم دیا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ جس پر چیف نے بعض کو قید کی سزا دی اور بعض کو جرمانہ کر دیا۔ اسی طرح بو کے چیف نے بھی ایسی ہی حرکت کرنی چاہی اور عید الفطر کے موقعہ پر غیر احمدی امام کے پیچھے نماز ادا نہ کرنے پر احمدیوں کو قید کرنا چاہا۔ مگر احمدیوں نے فوراً ڈی۔ سی کو اطلاع کر دی اور ڈی۔ سی صاحب نے چیف کو پیغام بھیجا کہ وہ مذہبی امور میں جماعت کو کسی امر پر مجبور نہ کرے۔ اسی طرح باڈو کا معاملہ بھی خاکسار نے اُس ضلع کے ڈی۔ سی کے ہاں پیش کیا۔ اُس نے گو فیصلہ احمدیوں کے حق میں دیا۔ مگر ایسے رنگ میں کہ احمدی چیف سے دبے رہیں۔ اور چیف کی ظاہری پوزیشن پر کوئی حرف نہ آئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند دن بعد پھر اُسی چیف نے احمدی امام کو پکڑ کر چھ دن جیل میں ڈالے رکھا۔ میں نے پھر ڈی سی کے ہاں رپورٹ کی مگر ڈی سی صاحب نے عمداً کوئی توجہ نہ کی۔ میں نے پھر لکھا اور یاددہانی کرائی مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب سہ بارہ یہ معاملہ ڈویژنل کمشنر کے ہاں پیش کیا گیا ہے۔ جس کا فیصلہ ابھی نہیں ہوا۔ اسی طرح ماتوآ کی احمدی جماعت کو بھی ابھی تک سخت تکالیف دی جارہی ہیں۔ بذریعہ قید اور جرمانوں اور دوسری کئی طریقوں سے احمدیوں کو احمدیت چھوڑنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ مگر سوائے چند ایک کے باقی بفضلہٖ تعالیٰ اب تک احمدیت پر قائم ہیں اور صبر سے سب کچھ برداشت کر رہے ہیں"۔ ۲؎

احباب جماعت کو وقف عارضی کی تحریک

لوکل مبلغین کی کمی اور تبلیغی و تربیتی کام کو وسیع کرنے کے لئے ۱۹۴۵ء میں مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے سیرالیون کے مخلص احمدیوں کو تبلیغ کیلئے ایک ایک ماہ وقف کرنے کی تحریک شروع کی جس پر پہلے سال تیس احمدیوں نے لبیک کہا۔ ۳؎ اس کے بعد یہ تعداد ہر سال بڑھتی رہی۔ چنانچہ ۱۹۵۱ء میں سیرالیون کے چھتیس احمدیوں نے

۱؎ الفضل ۱۲ مئی ۱۹۴۵ء صفحہ ۵ کالم ۱ تا ۳ ۔ ۲؎ روزنامہ الفضل قادیان دارالامان ۲ اگست ۱۹۴۵ء

نہایت جوش و اخلاص سے حصہ لیا۔ اور ان کے ذریعہ اس سال اکتیس افراد بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہوئے جس پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اظہار خوشنودی فرمایا۔ اگلے سال ۱۹۵۲ء میں قریباً اسی احمدیوں نے ایک ایک ماہ وقف کیا۔[1]

یہ تبلیغی خصوصیت سارے مغربی افریقہ میں تنہا سیرالیون کے احمدیوں کو حاصل ہے کہ وہاں ۱۹۴۵ء سے اب تک وقفِ عارضی کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے اور بہت مفید نتائج پیدا کر رہا ہے۔

مولوی نذیر احمد علی صاحب کی المناک وفات

مولوی نذیر احمد صاحب سیرالیون مشن کا چارج مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کو دے کر واپس قادیان کو روانہ ہو گئے۔ آپ کے بعد ایک عرصہ تک مولوی محمد صدیق صاحب انچارج مبلغ کے فرائض بجا لاتے رہے۔[2] مولوی نذیر احمد صاحب ۱۲ فروری ۱۹۴۵ء کو قادیان پہنچے۔[3] جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو پورے مغربی افریقہ کا رئیس التبلیغ نامزد کر کے اعلان فرمایا کہ آئندہ ان کا نام مولوی نذیر احمد علی ہو گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت پر مولوی صاحب موصوف ۲۶ نومبر ۱۹۴۵ء کو قادیان سے پھر عازم مغربی افریقہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ قریشی محمد افضل صاحب، صوفی محمد اسحٰق صاحب اور مولوی عبدالحق صاحب ننگلی بھی تھے۔[4] مبلغین کا یہ وفد ۲۶ فروری ۱۹۴۶ء کو فری ٹاؤن پہنچ گیا۔[5] مولوی نذیر احمد علی صاحب دوسرے مبلغین کو سیرالیون میں متعین کر کے خود پورے مغربی افریقہ کی تبلیغی مہمات پر کنٹرول کرنے کے لئے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۶ء کو گولڈ کوسٹ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ ربوہ سے ۱۹۵۴ء میں آخری بار سیرالیون آئے اور ایک لمبی بیماری کے بعد سیرالیون کے شہر بو میں ۱۹ مئی ۱۹۵۵ء کو رحلت[6] فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ مغربی افریقہ کی سرزمین کے پہلے جاں نثار مبلغ تھے جو میدان تبلیغ میں شہید ہوئے۔ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مولوی صاحب (رضی اللہ عنہ) کی سیرالیون میں شہادت کے ضمن میں یہ امر خصوصی طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ نے ۲۶ نومبر ۱۹۴۵ء کو قادیان سے مغربی افریقہ روانہ ہوتے ہوئے ایک ایڈریس کے جواب میں فرمایا تھا:-

---

[1] الفضل ۲ فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۱ کالم ۲ تا ۳ ٭ [2] آپ پاکستان میں پہلی بار ۱۶ ستمبر ۱۹۵۲ء کو تشریف لائے ٭
[3] الفضل ۱۳ فروری ۱۹۴۵ء صفحہ ۲ ٭ [4] الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۲ کالم ۱ ٭ [5] الفضل ۶ جون ۱۹۴۶ء صفحہ ۵ کالم ۱ ٭ [6] مرض الموت کے کوائف اور سیرالیون مشن کے دیگر حالات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ "تابعین اصحاب احمد" جلد چہارم (مؤلفہ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے) ٭

"آج ہم خدا تعالیٰ کیلئے جہاد کرنے اور اسلام کو مغربی افریقہ میں پھیلانے کے لئے جا رہے ہیں ...
... ہم میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو آپ لوگ یہ سمجھیں کہ دُنیا کا کوئی دُور دراز حصّہ ہے جہاں تھوڑی سی زمین احمدیت کی ملکیت ہے۔ احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ اُس تک پہنچیں اور اُس مقصد کو پورا کریں جسکی خاطر اس زمین پر ہم نے قبروں کی شکل میں قبضہ کیا ہوگا۔ پس ہماری قبروں کی طرف سے یہی مطالبہ ہوگا کہ اپنے بچوں کو ایسے رنگ میں ٹریننگ دیں کہ جس مقصد کے لئے ہماری جانیں صرف ہوئیں اُسے وہ پُورا کریں"۔ [1]

دارالتبلیغ سیرالیون مولوی محمد صدیق صاحب کے عہد امارت میں

مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کی دوبارہ روانگی کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حکم دیا کہ مبلّغ سال میں ایک دو دفعہ ضرور کسی ملک میں جمع ہو کر مجلس شوریٰ منعقد کیا کریں۔ اس ارشاد کی تعمیل میں پہلی مجلس شوریٰ ۳ رمئی ۱۹۴۶ء کو بو میں مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری امیر وانچارج مشن سیرالیون کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں جماعت احمدیہ کی تعلیمی و تربیتی ترقی کے ذرائع، مشن کی آمد بڑھانے اور اخراجات سے متعلق ایک معیّن طریق کار طے کیا گیا۔ اس پہلی شوریٰ میں یہ بھی قرار پایا کہ مبلغوں کو اہم مقامات پر متعیّن کیا جائے۔ اور ہر چھ ماہ کے بعد اُن کی تبدیلی کی جائے۔ چنانچہ چوہدری احسان الٰہی صاحب[2] جنجوعہ کے سپرد جماعتوں کا دَورہ کیا گیا اور صوفی محمد اسحٰق صاحب[3]۔ مولوی عبدالحق صاحب[4] ننگلی اور چوہدری نذیر احمد صاحب[5] رائے ونڈی بالترتیب علاقہ فری ٹاؤن، روکوپر، بوسے بیلا ہوبی اور بوٹیدو، مگبورکا، مٹوٹوکا، مشنیہ۔ اور اضلاع مکینی اور ٹونکولیلی کے حلقوں میں متعیّن کئے گئے۔[6] عیسائیت کے خلاف مجاہدین احمدیت کی سرگرمیاں یکایک اتنی تیز ہو گئیں کہ امریکن مشن کے پادری مسٹر ڈیوڈ کار نے انہیں دنوں

---

[1] - الفضل ۲۷ رنومبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۲۔ مولوی نذیر احمد علی صاحب کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے نسیم سیفی صاحب کو مغربی افریقہ کا رئیس التبلیغ مقرر فرمایا۔ آپ ۱۹۶۲ء تک اس منصب پر فائز رہے اور ۱۹۶۲ء میں پاکستان واپس تشریف لائے۔

[2] - چوہدری صاحب ۱۶ رجون ۱۹۴۴ء کو قادیان سے روانہ ہو کر دسمبر ۱۹۴۴ء میں سیرالیون پہنچے پھر جون ۱۹۴۶ء میں نائیجیریا منتقل کر دیئے گئے۔ وسط ۱۹۴۸ء میں آپکا تبادلہ گولڈ کوسٹ میں کر دیا گیا۔ ۱۹۴۹ء میں آپ دوبارہ سیرالیون بھیج دیئے گئے۔ جہاں کچھ عرصہ تبلیغی خدمات بجا لانے کے بعد نیروبی اور یوگنڈا (مشرقی افریقہ) سے ہوتے ہوئے نومبر ۱۹۵۱ء میں ربوہ آگئے۔

[3] - ۲۸ رفروری ۱۹۴۶ء کو سیرالیون تشریف لائے۔ یہاں آپ فری ٹاؤن مشن کے انچارج بنائے گئے اور اہم دینی خدمات ادا کرنے کے بعد ۱۱ رفروری ۱۹۵۲ء کو روانہ ہو کر ۱۶ راپریل ۱۹۵۲ء کو واپس ربوہ میں پہنچے۔

[4] - سیرالیون میں آمد ۲۸ رفروری ۱۹۴۶ء۔

[5] - ۲۱ راکتوبر ۱۹۴۵ء کو سیرالیون میں پہنچے۔ اور ۱۹۵۳ء میں واپس پاکستان میں آئے۔

[6] - الفضل ۲۸ رجون ۱۹۴۶ء صفحہ ۱۔

اخبار ریسیینٹ افریقن (بابت فروری ۱۹۴۷ء) میں لکھا:۔

"موجودہ حالات میں یہ بہتر ہوگا کہ ان لوگوں (یعنی سیرالیون کے باشندوں کو) اسلام کی طرف جھکاؤ کے باعث اب چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ یہ پہلے سے اسلام کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ اسلام نے ایک اعلیٰ ضابطہ پیش کیا ہے۔ اور اخلاقی اعتبار سے کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کہ عیسائیت اسلام کی مضبوط بنیادوں کے خلاف کیوں دائمی لیکن نتیجۃً ناکام جنگ جاری رکھے۔ اس نوعیت کی جنگ اب تک جاری ہے اور دونوں طرف سے تعلیماتی جدوجہد کا دباؤ انتہائی درجہ پر ہے۔ کیونکہ کچھ عرصہ سے جماعت احمدیہ کے ذریعہ جو اسلامی ملک یہاں پہنچی ہے۔ روکوپر کے نواحی علاقہ میں اس جماعت کی مضبوط مورچہ بندی ہو گئی ہے۔ اور اب عیسائیت کے مقابلہ پر تمام تر کامیابی اسلام کو نصیب ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر اس مقابلہ کی صف آرائی کے نتیجہ میں تھوڑا عرصہ ہوا کہ کامبیا میں امریکن (عیسائی) مشن کو بند کرنا پڑا ہے۔" [1]

عیسائی مشنوں کو کھلا چیلنج

۱۹۴۸ء کے لگ بھگ سیرالیون کے ایک امریکن مشن [2] (جسے اُن دنوں E.U.B. MISSION کہا جاتا تھا اور آجکل U.B.C. MISSION کہلاتا ہے) ایک کتابچہ CHRISTIAN CATECHISM کا دوسرا ایڈیشن بکثرت شائع کیا۔ اس کتابچہ میں اسلام کے متعلق شدید زہر افشانی اور غلط بیانیاں کی گئی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہایت نازیبا اور دل آزار الفاظ استعمال کئے گئے تھے۔ احمدی مجاہدین نے سیرالیون کے تمام مسلمان فرقوں کو اس دل آزار کتابچہ کے نقصانات سے بروقت آگاہ کیا۔ مگر انہوں نے تو صرف حکومت کے سامنے اس کتابچہ کی ضبطی کا سوال اُٹھایا۔ لیکن سیرالیون مشن کے مبلغ انچارج مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے فوری طور پر مرکز سے مشورہ کے بعد ایک مدلّل جواب بعنوان "A CHALLENGE — TO U.B.C. MISSION" تیار کیا۔ جو چھپوا کر ملک کے طول و عرض میں کئی ہزار کی تعداد میں ہر طبقہ میں شائع کیا گیا۔

اس رسالہ میں نہ صرف یو بی سی مشن کو بلکہ سیرالیون میں اس وقت موجودہ تمام عیسائی مشنوں کے سربراہوں کو چیلنج کیا گیا کہ وہ یا تو ایسی دل آزار کتب کی اشاعت سے باز رہیں اور یا پھر جماعت احمدیہ کے نمائندگان سے ایک فیصلہ کُن پبلک مناظرہ اسلام اور عیسائیت کے موازنہ پر کر لیں تا کہ پبلک پھر خود فیصلہ کر سکے کہ در حقیقت کونسا مذہب عالمگیر اور سچا ہے۔ لیکن کسی عیسائی مشن کے سربراہ یا نمائندہ کو نہ صرف یہ چیلنج

---

[1] الفضل ۸ اکتوبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۷ و تابعین اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۱۹۹

قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بلکہ یو۔ بی۔ سی مشن نے اپنے کتابچہ کی آئندہ اشاعت بھی خود ہی بالکل بند کر دی۔

آرچ بشپ آف کینٹربری کو دعوتِ مقابلہ

فروری ۱۹۵۱ء میں چرچ آف انگلینڈ کے سربراہِ اعلیٰ ڈاکٹر فشر (DR. FISHER) آرچ بشپ آف کینٹربری چرچ آف انگلینڈ کے بلاد مشنوں اور چرچوں کے معائنہ کے لئے سیرالیون آئے تو دار التبلیغ سیرالیون کی طرف سے انہیں بھی قرآن کریم انگریزی اور دیگر اسلامی کتب تحفۃً دینے کے علاوہ ایک کھلے خط کے ذریعہ تفصیلی طور پر اسلام کی تبلیغ کی گئی۔ اور سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک چیلنج بنام سربراہانِ مذاہبِ عالم مطبوعہ در دیباچہ قرآن کریم پیش کر کے انہیں اور اُن کے گیارہ ہمراہی یورپین پادریوں کو اس چیلنج کو قبول کرنے اور مقابلہ کے لئے نکلنے کی دعوت و ترغیب دی گئی۔

آرچ بشپ صاحب کے نام یہ کھلا خط بعد میں چھپوا کر بھی سارے مغربی افریقہ میں کئی سال تک تقسیم کیا جاتا رہا۔ مگر کسی عیسائی پادری کو اسلام کے مقابل پر آکر اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سیرالیون میں تبلیغی جہاد کرنیوالے دُوسرے مبلغین

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے سیرالیون میں اسلام اور عیسائیت کی تبلیغی جنگ کو فیصلہ کُن مراحل تک پہنچانے کیلئے یہاں پے در پے مبلغین بھجوائے جن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) مولوی بشارت احمد صاحب بشیر سندھی[1]۔ (۲) مولوی محمد صادق صاحب لاہوری[2]۔ (۳) مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیل[3]۔ (۴) مولوی محمد عثمان صاحب[4]۔ (۵) مولوی عبدالکریم صاحب[5]۔ (۶) مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری[6]

---

[1] ۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو سیرالیون پہنچے۔ فروری ۱۹۴۹ء میں گولڈ کوسٹ منتقل کئے گئے۔ دوبارہ جون ۱۹۶۲ء میں مرکز سے سیرالیون بھیجے گئے اور جماعتِ احمدیہ سیرالیون کے امیر اور انچارج مبلغ کے فرائض انجام دینے کے بعد ۱۹۶۶ء کو واپس ہو آگئے۔

[2] ۔ جون ۱۹۳۶ء میں سیرالیون پہنچے اور ۱۹۵۶ء تک جماعتی نظام کے تحت مشن کے تعلیمی شعبہ کے انچارج رہے۔

[3] ۔ ۳ مارچ ۱۹۴۸ء کو فری ٹاؤن پہنچے اور یکم مارچ ۱۹۵۰ء کو مرکز میں آئے۔ دوبارہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو روانہ کئے گئے اور ۲۲ دسمبر ۱۹۵۶ء کو ربوہ میں پہنچے۔ (الفضل ۸ فروری ۱۹۴۹ء صفحہ ۵۔ الفضل ۲۵ مئی ۱۹۴۹ء صفحہ ۵ کالم ۱۔ الفضل ۵ اگست ۱۹۴۸ء صفحہ ۲ کالم ۱)

[4] ۔ ۸ جنوری ۱۹۴۹ء کو سیرالیون میں وارد ہوئے۔ (الفضل ۱۸ فروری ۱۹۴۹ء صفحہ ۵) واپسی ۶ ستمبر ۱۹۵۲ء کو ہوئی۔

[5] ۔ روانگی ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۰ء (الفضل ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۰ء) واپسی یکم فروری ۱۹۵۵ء۔

[6] ۔ پہلی بار روانگی ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۲ء۔ واپسی ۲۲ دسمبر ۱۹۵۶ء۔ دوبارہ روانگی ۹ دسمبر ۱۹۵۹ء۔ واپسی ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء۔ آپ سیرالیون مشن کے امیر اور انچارج مبلغ کے عہدہ پر بھی ممتاز رہے۔

(۷) مولوی محمود احمد صاحب[۱] چیمہ۔ (۸) ملک خلیل احمد صاحب[۲] اختر۔ (۹) قاضی مبارک احمد صاحب[۳]۔ (۱۰) ملک غلام نبی صاحب[۴]۔ (۱۱) مولوی محمد بشیر صاحب[۵] شاد۔ (۱۲) مولوی محمد اسحاق صاحب خلیل[۶]۔ (۱۳) قریشی محمد افضل صاحب[۷]۔ (۱۴) سید احمد شاہ صاحب[۸]۔ (۱۵) مولوی مبارک احمد صاحب ساقی[۹]۔ (۱۶) شیخ نصیر الدین احمد صاحب[۱۰]۔ (۱۷) میر غلام احمد صاحب نسیم[۱۱]۔ (۱۸) مولوی عبد القدیر صاحب[۱۲]۔ ۱۹؎۔ مولوی اقبال احمد صاحب[۱۳]۔

سیرالیون کی سالانہ احمدیہ کانفرنسوں کے لئے حضرت امیر المومنین کے خصوصی پیغامات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سیرالیون کی احمدیہ کانفرنسوں کے لئے اپنی زندگی میں تین اہم پیغام بھجوائے جن سے اس ملک کے مبلّغین اور دوسرے احمدیوں کی رُوحِ عمل میں بہت اضافہ ہوا۔ اور ان کی تبلیغی سرگرمیاں پہلے سے بھی بڑھ گئیں۔

پہلا پیغام

جماعت احمدیہ سیرالیون کی تیسری سالانہ کانفرنس ۱۳ تا ۱۶؍دسمبر ۱۹۵۱ء کو منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے لئے حضور نے مندرجہ ذیل پیغام بذریعہ تار ارسال فرمایا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادران جماعت احمدیہ ملک سیرالیون

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ پیغام مَیں آپ کے ۱۳۳۰ہش / ۱۹۵۱ء کے جلسہ سالانہ کے لئے بھجوا رہا ہوں۔ آپ کے ملک میں مغربی افریقہ کے ممالک میں سب سے آخر میں تبلیغ شروع ہوئی ہے۔ لیکن آپ کا ملک چاروں طرف سے ایسے علاقوں سے گھرا

۱؎ روانگی ۲۷؍جنوری ۱۹۵۵ء (الفضل ۲۹؍جنوری ۱۹۵۵ء صفحہ ۱) واپسی ۱۸؍دسمبر ۱۹۵۸ء۔ ۲؎ روانگی ۲۷؍جنوری ۱۹۵۵ء (الفضل ۲۹؍جنوری ۱۹۵۵ء صفحہ ۱) واپسی ۱۰؍اکتوبر ۱۹۵۹ء۔ ۳؎ روانگی ۲۷؍جنوری ۱۹۵۵ء (الفضل ۲۹؍جنوری ۱۹۵۵ء صفحہ ۱) واپسی ۲۲؍جولائی ۱۹۵۸ء۔ ۴؎ پہلی بار روانگی ۲۳؍دسمبر ۱۹۵۶ء واپسی ۹؍فروری ۱۹۶۱ء۔ دوسری بار روانگی ۲۰؍مارچ ۱۹۶۲ء۔ واپسی ۱۹۶۴ء۔ ۵؎ روانگی ۲۱؍فروری ۱۹۵۸ء واپسی ۹؍جون ۱۹۶۱ء۔ ۶؎ روانگی ۲۱؍فروری ۱۹۵۸ء۔

۷؎ روانگی ۵؍اپریل ۱۹۵۸ء واپسی ۹؍فروری ۱۹۶۱ء۔ ۸؎ روانگی ۱۲؍اپریل ۱۹۵۸ء واپسی ۲۷؍فروری ۱۹۶۰ء۔ ۹؎ روانگی ۲؍ستمبر ۱۹۵۸ء واپسی ۹؍مارچ ۱۹۶۰ء۔ ۱۰؎ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں نائیجیریا سے سیرالیون پہنچے ۱۹۶۳ء تک سیرالیون میں مصروف تبلیغ رہے۔ ۱۱؎ روانگی ۱۹؍نومبر ۱۹۶۰ء واپسی ۲۱؍دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ۱۲؎ روانگی ۱۸؍جون ۱۹۶۱ء واپسی ۲؍دسمبر ۱۹۶۲ء۔ ۱۳؎ پہلی بار روانگی ۲۰؍جولائی ۱۹۶۱ء واپسی ۱۲؍ستمبر ۱۹۶۲ء۔ دوبارہ روانگی ۱۱؍اکتوبر ۱۹۶۶ء۔

ہوا ہے۔ جو کہ احمدیت سے ناآشنا ہیں۔ پس آپ کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور آپ کے لئے کام کے مواقع بھی بہت پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس آپ لوگ اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اپنی محنت اور اپنی کوشش کو بڑھائیں اور نہ صرف اپنے علاقہ میں احمدیت کو پھیلانے کی کوشش کریں۔ بلکہ لائبیریا اور فرنچ افریقن علاقوں میں بھی تبلیغ کا کام اپنے ذمہ لیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ لوگ اپنے فرائض کو ادا کریں گے تو آپ کیلئے آخرت میں بہت ثواب جمع ہو جائے گا۔ اور اس دُنیا میں آپ شمالی افریقہ کے رہنما بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اسلام کی تعلیم پر سچے طور پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور اخلاص اور قربانی اور اتحاد اور نظام کے احترام کا مادہ آپ میں پیدا کرے۔"

خاکسار (دستخط) مرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی ۱۲/۳/۵۱ "[1]

دُوسرا پیغام ۵-۶-۷ دسمبر ۱۹۵۳ء کو پانچویں سالانہ کانفرنس کا انعقاد ہوا جس کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہ مختصر مگر جامع پیغام بھیجا کہ:۔

"UNITE AND WORK GOD WITH YOU" یعنی متحد ہو کر کام کرو۔ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو۔[2]

تیسرا پیغام دسمبر ۱۹۵۸ء میں حضور نے تیسرا رُوح پرور پیغام بھیجا جس کا متن حسب ذیل ہے:۔

" برادران جماعت احمدیہ سیرالیون

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مَیں نے سُنا ہے کہ آپ کی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ احباب تو چاروں طرف سے آئیں گے ہی مگر خالی احباب کا جمع ہونا مفید نہیں ہوتا۔ جبتک ان کے اندر للّٰہیت اور اخلاص پیدا نہ ہو۔ پس آپ لوگ اس کا انتظام کریں کہ مبلغین اخلاص اور للّٰہیت کے پیدا کرنے کی تلقین کریں۔ اور جماعت جس جوش کے ساتھ آئے اُس سے سینکڑوں گنا زیادہ جوش کے ساتھ واپس جائے تاکہ ملک کے چپہ چپہ میں احمدیت پھیل جائے۔

آپ کا ملک بہت وسیع ہے۔ ابھی اُس میں اشاعت حق کی بہت ضرورت ہے۔ جلدی اس طرف توجہ کریں اور ملک کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کریں تاکہ آپ لوگ اسلامی دُنیا میں ایک مفید عنصر ثابت ہو سکیں۔ خالی سیرالیون اسلامی دُنیا میں کوئی نقش نہیں چھوڑ سکتا جبکہ پہلے وہ ایک عقیدہ پر قائم نہ ہو۔ اور پھر باقی مسلمانوں

---

[1] الفضل ۴ر اپریل ۱۹۵۲ء صفحہ ۲ کالم ۲ ÷ [2] المصلح ۱۱ر فروری ۱۹۵۴ء صفحہ ۳ کالم ۳ ÷

کو اپنے ساتھ ملا کر اسلام کی خدمت کرے۔

پس اس مقصد کو آپ کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔ اور اُس کیلئے جدّ و جہد کرتے رہنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین۔ والسلام

خاکسار۔ مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی۔ یکم دسمبر ۱۹۵۸ء [1]

جیسا کہ ان پیغامات سے بھی واضح ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی توجہ سیرالیون کی طرف ہمیشہ خاص طور پر رہی اور آپ اُس دن کو دیکھنے کے متمنی تھے جبکہ سیرالیون کے باشندوں کی اکثریت احمدیت کی آغوش میں آجائیگی چنانچہ حضور نے مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری کی ایک چٹھی (مرقومہ ۲۹ مارچ ۱۹۵۳ء) پر ارشاد فرمایا۔

"تبلیغ کو وسیع کریں بہت سست رفتار ہے۔ اب تک پانچ سات لاکھ آدمی وہاں ہو جانا چاہیئے تھا۔ ان ملکوں کی حالت عرب کی طرح ہے پاکستان کی طرح نہیں۔" اسی طرح مولوی محمد صدیق صاحب کی ایک اور رپورٹ پر ارشاد فرمایا۔ "ہم تو خواہش کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ جلد از جلد سارا سیرالیون احمدی ہو جائے۔" (خط ۱۹ مئی ۱۹۵۵ء بنام مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری۔)

اِس ارشاد کے چند ماہ بعد مولوی صاحب موصوف کی ایک تبلیغی رپورٹ حضور نے ملاحظہ فرمائی اور حضور نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو تحریر فرمایا۔ "تقریروں کی اطلاع تو آجاتی ہے۔ یہ کب اطلاع آئے گی کہ سیرالیون کے اکثر آدمی احمدی ہو گئے ہیں۔"

ماہنامہ افریقن کریسنٹ کا اجرا اور رنذیر مسلم پریس کا قیام

مئی اور جولائی ۱۹۵۵ء کے دو مہینے دارالتبلیغ سیرالیون کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ مئی ۱۹۵۵ء میں مشن کی طرف سے مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کی ادارت میں ماہنامہ "دی افریقن کریسنٹ" (THE AFRICAN CRESCET) جاری کیا گیا[2] جو اب تک

۱۔ الفضل ۲۰ فروری ۱۹۵۹ء ص ۳ کالم ۱، ۲۔

۲۔ اخبار کے اجراء پر سیرالیون گورنمنٹ کے وزیر مواصلات و رسل و رسائل آنریبل ایم۔ ایس مصطفیٰ سنوسی نے اس کے ایڈیٹر کے نام حسبِ ذیل پیغام بھیجا۔ "میں آپ کو اور آپ کے احمدیہ مشن کو اس شاندار اور عظیم القدر کام پر جس کا بیڑا آپ نے سارے مغربی افریقہ میں عموماً اور سیرالیون میں خصوصاً اٹھایا ہے۔ ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہوئے دلی خوشی محسوس کرتا ہوں۔ "افریقن کریسنٹ" کا اجراء آپ کے کام میں جو آپ تعلیمی اور مذہبی میدان میں سرانجام دے رہے ہیں ایک گرانقدر اضافہ کا موجب ہوا ہے۔ اور سیرالیون کے ایک گروہ عظیم کی دیرینہ خواہش اور ضرورت کی تکمیل کا پیش خیمہ ہے۔ اس اخبار کا مقصد چونکہ محض اشاعت اسلام اور اس کی صحیح اور اصلی تعلیم سے لوگوں کو آشنا کرنا اور ملک کی عام خدمت ہے لہذا مجھے

جاری ہے اور مغربی افریقہ کے مسلمانوں میں بیداری کا مؤثر ذریعہ ثابت ہو رہا ہے۔ جولائی ۱۹۵۵ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مبارک خواہش کی تعمیل اور مولوی نذیر احمد علی صاحب رضی اللہ عنہ کی یادگار میں بو کے مقام پر "نذیر مسلم پریس" خرید کیا گیا۔[2] اور سیرالیون کے ایک مخلص اور مخیر دوست الحاج سید علی روجرز صاحب نے اپنا ایک عالیشان مکان جو اُس وقت ایک ہزار پونڈ سے بھی زیادہ مالیت کا تھا۔ پریس کیلئے وقف کر دیا۔[3] روجرز صاحب قبل ازیں پریس کیلئے گیارہ سو پونڈ کا گرانقدر عطیہ بھی پیش کر چکے تھے۔[4]

پریس کا قیام ایک غیر معمولی نشان کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زبان مبارک سے تحریر کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"سیرالیون میں ہمارا ایک اخبار چھپتا ہے۔ اس کے متعلق ہمارے مبلغ[5] نے لکھا۔ کہ چونکہ ہمارے پاس کوئی پریس نہیں تھا اسلئے عیسائیوں کے پریس میں وہ اخبار چھپنا شروع ہوا۔ دو چار پرچوں تک تو وہ برداشت کرتے چلے گئے لیکن جب یہ سلسلہ آگے بڑھا تو پادریوں کا ایک وفد اس پریس کے مالک کے پاس گیا اور انہوں نے کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم اپنے پریس میں ایک احمدی اخبار شائع کر رہے ہو جس نے عیسائیوں کی جڑوں پر تبر رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اسے غیرت آئی اور اُس نے کہدیا کہ آئندہ میں تمہارا اخبار اپنے پریس میں نہیں چھاپوں گا۔ کیونکہ پادری بُرا مناتے ہیں۔ چنانچہ اخبار چھپنا بند ہو گیا تو عیسائیوں کو اس کی بڑی خوشی ہوئی اور انہوں نے ہمیں جواب دینے کے علاوہ اپنے اخبار میں بھی ایک نوٹ لکھا کہ ہم نے تو احمدیوں کا اخبار چھاپنا بند کر دیا ہے اب ہم دیکھیں گے کہ اسلام کا خدا ان کے لئے کیا سامان پیدا کرتا ہے۔ یعنی پہلے ان کا اخبار ہمارے پریس میں چھپ جایا کرتا تھا۔ اب چونکہ ہم نے انکار کر دیا ہے اور ان کے پاس اپنا کوئی پریس نہیں اس لئے اب ہم دیکھیں گے کہ یہ جو مسیحؑ کے مقابلہ میں اپنا خدا پیش کیا کرتے ہیں اس کی کیا طاقت ہے۔ اگر اس میں کوئی قدرت ہے

بقیہ حاشیہ:۔ اُمید واثق ہے کہ یہ اخباری دُنیا میں اور عوام کی نظروں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

خدا تعالیٰ آپ کے اس نئے فریضہ میں جس کی ذمہ داری آپ نے اٹھائی ہے۔ برکت ڈالے اور متلاشی حق والوں کے دل آپ کی اخلاقی اور مالی امداد کیلئے کھول دے۔ خدا تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ آپ اسے استقلال اور مداومت سے جاری رکھ سکیں۔ (دستخط ایم۔ ایس مصطفیٰ)۔ (ترجمہ منقول از اخبار الفضل ربوہ ۱۶ر نومبر ۱۹۵۵ء)

[2] الفضل ۱۵ر نومبر ۱۹۵۵ء ص۳ ۔ [3] الفضل ۲ر دسمبر ۱۹۵۶ء ص۳ کالم ۳۔ ان کی قربانی اور اخلاص کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب انہوں نے یہ مکان وقف کیا تو اس وقت اُن کی اپنی رہائش کے لئے کوئی دوسری رہائش گاہ موجود نہیں تھی۔ مگر اس کے بعد خدا تعالیٰ نے انہیں ایک نیا مکان بنانے کی توفیق عطا فرما دی۔

[4] الفضل ۳ر ستمبر ۱۹۵۶ء ص۳ کالم ۳ ۔ [5] مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ انچارج مراد ہیں۔

تو وہ ان کے لئے خود سامان پیدا کرے۔ وہ مبلغ لکھتے ہیں کہ جب مَیں نے یہ پڑھا تو میرے دل کو سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ مَیں نے اپنی جماعت کو تحریک کی کہ وہ چندہ کرکے اتنی رقم جمع کر دیں کہ ہم اپنا پریس خرید سکیں۔ اس سلسلہ میں مَیں نے لاری کا ٹکٹ لیا اور پونے تین سو میل پر ایک احمدی کے پاس گیا تاکہ اسے تحریک کروں کہ وہ اس کام میں حصہ لے۔ مَیں اس کی طرف جا رہا تھا کہ خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ ابھی اس کا گاؤں آٹھ میل پرے تھا کہ وہ مجھے ایک دوسری لاری میں بیٹھا ہوا نظر آ گیا اور اس نے بھی مجھے دیکھ لیا وہ مجھے دیکھتے ہی لاری سے اتر پڑا اور کہنے لگا۔ آپ کس طرح تشریف لائے ہیں۔ مَیں نے کہا اس اس طرح ایک عیسائی اخبار نے لکھا ہے کہ ہم نے توان کا اخبار چھاپنا بند کر دیا ہے۔ اگر مسیحؑ کے مقابلہ میں ان کے خدا میں بھی کوئی طاقت ہے۔ تو وہ کوئی معجزہ دکھا دے۔ وہ کہنے لگا آپ یہیں بیٹھیں مَیں ابھی گاؤں سے ہو کر آتا ہوں۔ چنانچہ وہ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی اُس نے پانچ سو پونڈ لاکر مجھے دیدیئے۔ پانچ سو پونڈ وہ اس سے پہلے دے چکا تھا۔ گویا تیرہ ہزار روپیہ کے قریب اس نے رقم دیدی اور کہا میری خواہش ہے کہ آپ پریس کا جلدی انتظام کریں تاکہ ہم عیسائیوں کو جواب دے سکیں کہ اگر تم نے ہمارا اخبار چھاپنے سے انکار کر دیا تھا تو اب ہمارے خدا نے بھی ہمیں اپنا پریس دیدیا ہے۔ جماعت کے دوسرے دوستوں نے بھی اس تحریک میں حصہ لیا ہے اور اس وقت تک اٹھارہ سو پونڈ سے زیادہ رقم جمع ہو چکی ہے اور انگلینڈ میں ایک احمدی دوست کے ذریعہ پریس کیلئے آرڈر دیدیا گیا ہے۔ یہ شخص جس کے پاس ہمارا مبلغ گیا کسی زمانہ میں احمدیت کا شدید مخالف ہوا کرتا تھا اتنا سخت مخالف کہ ایک دفعہ کوئی احمدی اس کے ساتھ دریا کے کنارے جا رہا تھا کہ اس احمدی نے اُسے تبلیغ شروع کر دی وہ دریا کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا کہ دیکھو یہ دریا اِدھر سے اُدھر بہہ رہا ہے۔ اگر یہ دریا یکدم اپنا رُخ بدل لے اور نیچے سے اُوپر کی طرف اُلٹا بہنا شروع کر دے تو یہ ممکن ہے۔ لیکن میرا احمدی ہونا ناممکن ہے۔ مگر کچھ دنوں کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ کوئی بڑا عالم فاضل نہیں بلکہ ایک لوکل افریقن احمدی اس سے ملا اور چند دن اس سے باتیں کیں تو وہ احمدی ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی مدد کی اور اُس کی مالی حالت پہلے سے بہت اچھی ہو گئی۔" [1]

عیسائی پادریوں کو ایک اور چیلنج

فروری ۱۹۵۹ء کے شروع میں انگلینڈ سے عیسائی پادریوں کا ایک وفد سیرالیون آیا۔ وفد نے فری ٹاؤن میں دعویٰ کیا کہ وہ لنگڑے لولے اور اندھے لوگوں کو یسوع مسیح کے طفیل تندرست کر سکتے ہیں۔ بعض لوگوں نے جو اندرونی طور پر اُن سے ملے ہوئے

---

[1] حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کا انصار اللہ سے خطاب مورخہ ۲۷ راکتوبر ۱۹۵۶ء بروزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۲۶ رمارچ ۱۹۵۷ء۔

تھے اعلان بھی کر دیا کہ انہیں اُن پادریوں کی دعاؤں کی وجہ سے معجزانہ طور پر شفا ملی ہے۔ احمدیہ مشن سیرالیون کی طرف سے ایک پمفلٹ میں وفد کے لیڈر پادری سکاڈرن کو چیلنج کیا گیا کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ہم اُن کے سامنے بیس لنگڑے لُولے اور اندھے پیش کرتے ہیں۔ وہ اُن کو تندرست کر کے دکھائیں مگر پادری صاحب جواب دینے کی بجائے پمفلٹ شائع ہونے کے اگلے روز ہی سیرالیون کو خیرباد کہہ گئے۔[1]

سیرالیون کے جشن آزادی میں شیخ بشیر احمد صاحب (سابق جج ہائیکورٹ لاہور) کی شمولیت

سیرالیون کا ملک قریباً ۱۶۰ سال تک برطانوی تاج کے ماتحت رہنے کے بعد ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ء کو آزاد ہوا۔ اس تقریب پر حکومت سیرالیون نے جہاں دوسری مذہبی جماعتوں اور مشنوں کے نمائندوں کو مدعو کیا۔ وہاں جماعت احمدیہ کے مرکز ربوہ میں بھی ایک خاص نمائندہ بھجوانے کا دعوت نامہ ارسال کیا جس پر مرکز احمدیت کی طرف سے مکرم جناب شیخ بشیر احمد صاحب بی۔اے۔ ایل ایل۔بی (سابق جج ہائیکورٹ لاہور) بطور نمائندہ سیرالیون تشریف لے گئے اور تقریبات آزادی میں شامل ہوئے۔[2]

شیخ صاحب موصوف ۲۲ اپریل ۱۹۶۱ء کو فری ٹاؤن پہنچے۔ اور ۲۳ اپریل ۱۹۶۱ء کو آپکی ملاقات سیرالیون مسلم کانگرس کے جنرل سیکرٹری الحاج جبرئیل سیسے سے ہوئی اور اسلام و احمدیت کے موضوع پر تبادلہ خیالات کیا۔ وہ آپ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوئے۔ اسی روز آپ نے سیرالیون کے نائب وزیر اعظم اور وزیر خزانہ آنریبل مصطفےٰ سنوسی سے ملے۔ ۲۴ اپریل ۱۹۶۱ء کو میئر آف فری ٹاؤن (MR A.F. RAHMAN) وزیر اعظم سیرالیون اور آنریبل کانڈبورے منسٹر آف ورکس اور آنریبل مسٹر دائی ڈی سیسے اور آنریبل پیرامونٹ چیف بُو اور پارلیمنٹ کے دوسرے ممبروں سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ ہر ایک نے احمدیہ جماعت اور احمدی مجاہدین کی انتھک کوششوں کی تعریف کی اور شیخ صاحب کی گفتگو سے بہت متاثر ہوئے۔ ۲۵ اپریل ۱۹۶۱ء کو سیرالیون کے چیف جسٹس (MR JUSTICE S.A. BANKA-COKER) نے آپ کو ایک پارٹی میں مدعو کیا۔ اس پارٹی میں آپ نے سیرالیون کے ججوں اور بیرونی ممالک کے ججوں سے تبادلہ خیالات کیا۔[3] ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ء کو آپ نے حکومت سیرالیون کے تمام وزراء اور بیرونی نمائندوں (جن میں ایک روسی نمائندے بھی شامل تھے) سے ملاقات کی۔ شیخ صاحب نے نصف گھنٹہ

---

[1] الفضل ۳۰ اگست ۱۹۵۹ء صفحہ ۳ کالم ۲-۳۔
[2] الفضل ۱۸ جون ۱۹۶۱ء صفحہ ۳ کالم ۴۔
[3] الفضل ۱۸ جون ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۔

تک اشتراکیت اور اسلامی اصولوں پر گفتگو کی ۔ ۲۸ر اپریل ۱۹۶۱ء کو آپ نے مسلمانوں کے نام ایک پیغام ریکارڈ کرایا جو اسی شام نشر ہوا ۔ اسی روز فری ٹاؤن مشن کی طرف سے آپ کے اعزاز میں ایک پارٹی دی گئی ۔ جس میں مسلم کانگرس کے صدر الحاج بخاری اور بعض دوسرے معززین شریک ہوئے ۔ محترم شیخ صاحب کافی دیر تک اُن سے تبادلہ خیالات کرتے رہے اور سوالوں کے جوابات دیتے رہے ۔

یکم مئی ۱۹۶۱ء کو آپ نے برٹش کونسل ہال میں تبلیغی لیکچر دیا ۔ اس اہم لیکچر کی خبر ریڈیو سیرالیون پر نشر ہوئی اور اخبار "ڈیلی میل" میں بھی اس پر ایک نوٹ شائع ہوا ۔ ۲ر مئی ۱۹۶۱ء کو آپ نے وزیر اعظم سیرالیون سے ملاقات کی اور تعلیمی و مذہبی امور پر بات چیت کی ۔ اس گفتگو کے بعد آپ کی ملاقات گورنر جنرل سیرالیون سے ہوئی ۔ گورنر جنرل آپ کی باتوں سے بہت متاثر ہوئے ۔

غرضیکہ شیخ بشیر احمد صاحب نے اپنے قیام سیرالیون کے دوران حکومت کے اعلیٰ طبقوں تک حق کی آواز پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ۔ شیخ بشیر احمد صاحب دینی و تبلیغی خدمات بجا لانے کے بعد ۴ر مئی ۱۹۶۱ء کو سیرالیون سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئے ۔ اور حج بیت اللہ کے بعد ۱۳ر مئی ۱۹۶۱ء کو لاہور تشریف لے آئے ۔

مشن ہاؤس

دارالتبلیغ سیرالیون کی تاریخ پر روشنی ڈالنے کے بعد ہم اس کے بعض دوسرے اہم کوائف بیان کرتے ہیں ۔ سیرالیون میں دو مقامات پر مشن ہاؤس قائم ہیں ۔

(۱) بو ۔ (۲) فری ٹاؤن (دو مشن ہاؤس ہیں ایک مسجد سے ملحق اور ایک نیا ماڈل ٹاؤن میں جس کا سنگِ بنیاد صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے ۱۹۶۵ء میں رکھا)

سیرالیون کے احمدیوں کی تعداد

تازہ اعداد و شمار کے مطابق سیرالیون میں احمدیوں کی تعداد ۱۰ ہزار کے قریب ہے ۔ منظم جماعتوں کی تعداد اور اُن کے نام یہ ہیں : ۔

فری ٹاؤن ۔ بو ۔ روکوپر ۔ مگبورکا ۔ بولجے بو ۔ باڈو ۔ قالہ ۔ بلاما ۔ سیرالیو ۔ ڈالیہون ۔ لیوما ۔ مماجو ۔ جمی بامبو ۔ باندا جمہ سوّدا ۔ پوٹے ہوں ۔ مانوکوٹوہوں ۔ کیبما ۔ بوآبو ۔ ٹانیبماہوں ۔ بونگو ۔ مونگیرے ۔ بیجاؤں ۔ موبمیاٹونگیا ۔ پانگوما ۔ موینڈو ۔ ماباڈماں ۔ باڈماہوں ۔ جالہ ۔ میننڈے وا ۔ تیاّما ۔ لاوگو ۔ پاینڈرائے بو ۔ کونیا ۔ ہانگا ۔ موئی ۔ بونگور ۔ باڈماں ۔ مسیاؤں ۔ پنگورو فالا ۔ ٹونگو فیلڈ ۔ گیہوں ۔ بائیسما ۔ بگبیماں ۔ ڈارو ۔ بمباؤں ۔ کامبما ۔ کامارو ۔ مانووا ۔ ٹومبوما ۔ مبکہ پیہا ۔ بالاہون ۔ جامہ ۔ لیمی ۔ ڈوڈابو ۔ ٹوباندا ۔ بونی بانا ۔

کمرا بائی - ماٹوٹوکا - مکابو - مکالی - ماسنگبی بیلیبی - شنیگی - روٹی فونک - کبالہ - ماجبوما "

احمدیہ مساجد

سیرالیون کے مندرجہ ذیل مقامات پر احمدیہ مساجد تعمیر ہو چکی ہیں :-
فری ٹاؤن - بو - باڈو - فالا - بالاہون - سیرابو - پوٹے ہون - ماٹوکوٹوہون - بوابو - ٹانیتاؤن - بونگوڈوہون - بلاما - لواجے بو اور لیٹر -

تعلیمی ادارے

آجکل سیرالیون میں مندرجہ ذیل احمدیہ سکول کامیابی سے چل رہے ہیں :-

۱ - بو احمدیہ پرائمری سکول - یہ سکول ۱۹۳۶ء میں مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کے ذریعہ جاری ہوا - STD VI تک اس میں تعلیم دی جاتی ہے -

۲ - مگبورکا سکول - یہ بھی مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کے ذریعہ شروع ہوا - STD VI تک اس میں تعلیم دی جاتی ہے -

۳ - روکوپر احمدیہ پرائمری سکول - یہ الحاج مولوی نذیر احمد علی صاحب مرحوم کے ذریعہ ۱۹۳۸ء میں شروع ہوا - اور STD VI تک اس میں تعلیم دی جاتی ہے -

۴ - فری ٹاؤن پرائمری سکول - مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کے ذریعہ ۱۹۵۸ء میں شروع ہوا - اور اور اس میں STD VI تک بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے -

۵ - مکا عثمانی پرائمری سکول - یہ ملک غلام نبی صاحب کے ذریعہ سے ۱۹۵۹ء سے شروع ہوا - اور STD V تک اس میں تعلیم دی جاتی ہے -

۶ - باڈوماہون پرائمری دوبارہ مولوی مبارک احمد صاحب ساقی کے ذریعہ ۱۹۵۹ء میں شروع ہوا -

۷ - بواجے بو پرائمری سکول - یہ مولوی شیخ نصیر الدین احمد صاحب کے ذریعہ ۱۹۶۰ء میں شروع ہوا -

۸ - لونسر پرائمری سکول ۱۹۶۰ء میں شیخ نصیر الدین احمد صاحب کے وقت شروع ہوا -

۹ - ۲۷ میل[1] ٹاؤن پرائمری سکول - یہ ۱۹۶۰ء میں شیخ نصیر الدین احمد صاحب کے وقت شروع ہوا -

۱۰ - مسلائی سوکو پرائمری سکول ۱۹۶۰ء 〃 〃 〃 〃 -

۱۱ - کبالہ سکول مولوی عبد القدیر صاحب شاہد کے ذریعہ قائم ہوا -

۱۲ - سرہکولیا پرائمری سکول - ملک غلام نبی صاحب کے ذریعہ ۱۹۶۲ء میں شروع ہوا -

۱۳ - رکنی احمدیہ پرائمری سکول ۱۹۶۲ء میں مولوی بشارت احمد صاحب بشیر امیر و انچارج سیرالیون کے ذریعہ شروع ہوا۔

---

[1] اس مقام کا انگریزی میں نام 27 MALIE ہے -

۱۴۔ روسینو احمدیہ پرائمری سکول ۱۹۶۲ء میں مولوی بشارت احمد صاحب بشیر کے ذریعہ شروع ہوا۔

۱۵۔ بلاما۔ احمدیہ پرائمری سکول " " " " ۔

۱۶۔ ٹیناؤں احمدیہ پرائمری سکول " " " " ۔

۱۷۔ فری ٹاؤن احمدیہ سیکنڈری سکول ۱۹۶۲ء میں مولوی بشارت احمد صاحب بشیر امیر و مبلغ انچارج کے ذریعہ قائم ہوا۔

۱۸۔ بو احمدیہ سیکنڈری سکول ۱۹۶۰ء میں شیخ نصیر الدین احمد صاحب کے ذریعہ قائم ہوا۔ اور اس وقت سے لے کر جولائی ۱۹۶۲ء تک آپ خود ہی پرنسپل رہے۔ اس کے بعد جولائی ۱۹۶۲ء سے ستمبر ۱۹۶۳ء تک چوہدری سمیع اللہ سیال صاحب[1] ایم۔اے پرنسپل رہے۔ آپ کے بعد ستمبر ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۷ء تک مرزا حنیف احمد صاحب[2] بی۔اے۔ ایل ایل۔بی کی زیر قیادت چلتا رہا۔ اس سکول میں محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کے علاوہ جناب منور احمد صاحب ایم۔ایس۔سی۔ جناب حمید اللہ ظفر صاحب ایم۔اے۔ جناب مرزا ناصر احمد صاحب بی۔اے۔بی ایڈ۔ جناب رشید احمد صاحب ایم۔اے۔ اور مبارک احمد علی صاحب بی۔ایس۔سی اور سجاد حیدر صاحب بھی کام کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں۔

سیرالیون کے بعض مخلصین

جماعت سیرالیون کے مخلص ترین احمدیوں کے نام درج ذیل ہیں:۔
۱۔ پاہ سانتگی بکرے آف روکوپر ضلع کامبیا۔ ۲۔ السید حسن محمد ابراہیم ۱۹۳۹ء میں باڈو موہوں میں احمدیت قبول کی۔ ۳۔ الحاج علی روجرز آف بو۔ ۴۔ پاہ سعید ڈبنگورا آف بو۔ ۵۔ السید امین خلیل سکیکی بیلی۔ سیرالیون مشن کی ابتدائی مشکلات اور تنگی کے وقت انہوں نے سلسلہ کی ہزاروں روپیہ کے ساتھ مدد کی۔ ہر وقت ان کو اسلام کی مدد کے لئے تیار پایا۔ خدا تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔ آمین۔ ۶۔ السید مصطفےٰ مدرج آف بیلی۔ ۷۔ پاہ کالی سانکو آف مگبورکا۔ ۸۔ مصطفےٰ آدم آف مگبورکا۔ ۹۔ پیرامونٹ چیف الحاج الماحی مسوری آف مکالی۔ ۱۰۔ پاہ سنفا آدم آف مگبورکا۔ ۱۱۔ پیرامونٹ چیف ناصر الدین گامانگا آف بولجے بو۔ ۱۲۔ پاہ[3]۔ ٹی۔ بی کو لہکا آف باڈو۔ ۱۳۔ چیف۔ وی۔ دی کالون یہ وہ چیف ہیں جنہوں نے قرآن مجید کا مینڈے زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ ۱۴۔ پاہ علی مانسر آف فری ٹاؤن۔ ۱۵۔ پاہ عمارا کانو فری ٹاؤن۔ ۱۶۔ بائی ٹورے فری ٹاؤن۔ ۱۷۔ امام عبداللہ کول۔ ۱۸۔ مسٹر محمد بشیر آف فری ٹاؤن۔ ۱۹۔ مسٹر ایم۔ ایس دین آف فری ٹاؤن۔ ۲۰۔ الفا عمارا ادریس آف جاجو۔ ۲۱۔ مسٹر

۱؎۔ روانگی از ربوہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۰ء واپسی یکم جولائی ۱۹۶۳ء ۔ ۲؎۔ پہلی بار روانگی از ربوہ
۳؎۔ پاہ کا لفظ احتراماً سیرالیون میں جناب کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

عبدل گامانگا آف بلراجے ہو - ۲۲ - الفا الحسینی فیکا امام آف سیرا ہو - ۲۳ - محمد عبداللہ امام باڈو - ۲۴ - حاجی سبیسے آف پون بانا - ۲۵ - الفایحیٰ کمارا آف روکوپر - ۲۶ - پا ہ وانڈی کرما پا ہ صالحو کونے پاہ سنسی کمارا - پیڈم ٹونگیار -

لٹریچر دار التبلیغ سیرالیون کی طرف سے مینڈے زبان میں مندرجہ ذیل لٹریچر طبع ہو چکا ہے :-
(۱) لائف آف محمدؐ - تالیف حکیم فضل الرحمٰن صاحب مرحوم - (۲) "میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں" (ترجمہ مینڈے مضمون سیدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ) - (۳) - نماز - ترجمہ پارہ اوّل قرآن مجید - اسکے علاوہ انگریزی زبان میں مندرجہ ذیل پمفلٹ بھی شائع ہوئے :-

(۱) "A CHALLENGE TO U.B.C. MISSION" (مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری)

(۲) "A COMPLIMENTARY LETTER TO THE ARCHBISHOP OF CANTERBUAY" (مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری)

(۳) "DO YOU WANT TO KNOW" (" " " ")

(۴) "WHAT IS ISLAM" (مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیل)

(۵) "MUSLIM CATECHISM" (" " " ")

اسلامک بُکڈپو مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے ۱۹۶۳ء میں ایک بُک شاپ "اسلامک بکڈپو" کے نام سے جاری کی جس میں سٹیشنری - سکول کی کتابوں کے علاوہ سلسلہ کی ضروری کتب موجود رہتی ہیں -

فروغ احمدیت کے اسباب میں خدائی نشانات کا نمایاں حصہ ملک سیرالیون میں احمدیت کی اشاعت و فروغ کے اسباب و محرکات میں مبلغین احمدیت کی مجاہدانہ جدوجہد احمدیان سیرالیون کی قربانیاں اور مصائب[1] و مشکلات کا مردانہ وار اور مومنانہ روح سے مقابلہ، اُن کا ذاتی کردار اور نمونہ اور جماعت کی تعلیمی درسگاہوں کو خدا کے فضل سے بہت عمل دخل ہے -

---

[1] - جن جماعتوں نے احمدیت کی خاطر بہت مصائب اور مشکلات برداشت کیں اُن کے نام درج ذیل ہیں :-
۱ - جماعت مانو وا ضلع کیلاہون ÷ ۲ - جماعت پوٹے ہون ضلع کینما ÷ ۳ - جماعت مانوکوٹوہون ضلع کینما ÷
۴ - " جوئی " کینما ÷ ۵ - " باڈو " ÷ ۶ - " بوابوا تا بینالاڈوں " ÷
۷ - " بوادربادُ باہو ضلع بُو ÷

مگر اس مُلک میں احمدیت کی ترقی میں شروع ہی سے قبولیت دُعا ۔ رویاء وکشوف کا نمایاں حصہ رہا ہے ۔ ان آسمانی نشانات کا سلسلہ حیرت انگیز طور پر وسیع ہے ۔ اور اب تک جاری ہے ۔ بطور نمونہ چند ایمان افروز واقعات کا بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا ۔

پہلا واقعہ مولوی نذیر احمد علی صاحب ۱۹۳۹ء کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

" باؤماہوں سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر پہاڑی علاقہ میں ایک ریاست واقع ہے ۔ جسے گورا ما کہتے ہیں ۔ ریاست کے رئیس اعلیٰ یعنی PARAMOUNT CHIEF ٹونگے نامی گاؤں میں رہتے ہیں ۔ اور اس لحاظ سے ٹونگے کو ریاست کا صدر مقام کہا جاتا ہے ۔ ستمبر کے مہینہ میں خاکسار باؤماہوں سے چار مزدوروں کے ہمراہ جنہوں نے میرا سامان اٹھایا ہوا تھا ۔ پیدل ٹونگے پہنچا ۔ باؤماہوں کے چند مخلصین بھی میرے ہمراہ تھے ۔ چیف کا نام بائیو (BAYO) ہے ۔ جو پہلے مُشرک اور نیم عیسائی تھا اور دس سال کے عرصہ سے عیسائی مبلغین اس کے ہاں کام کر رہے تھے ۔ یہ چیف ایک نہایت پرانی اور خطرناک بیماری میں مُبتلا تھا جس کے علاج پر وہ ہزاروں روپیہ برباد کر چکا تھا ۔ مَیں نے یہاں آکر بہت سے لیکچر دیئے ۔ لیکن چیف ہمیشہ اپنی بیماری کا قصہ چھیڑ دیتا اور اس ملک کے علماء کے طریق کے مطابق مجھ سے کسی مؤثر تعویذ کا مطالبہ کرتا اور کہتا کہ جس قدر بھی خرچ ہو وہ ادا کرنے کیلئے تیار ہے ۔ مَیں نے اسے احمدیت کی دعوت دی اور حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو دُعا کیلئے لکھنے کا وعدہ کیا چنانچہ اس نے نہایت اخلاص سے احمدیت قبول کی اور ابھی ہمارا خط حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچا بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر معمولی فضل سے نہایت معمولی سی دوا کے ذریعہ جو میرے پاس موجود تھی اسے شفاء عطاء کر دی ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک[1] ۔

دوسرا واقعہ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری تحریر فرماتے ہیں :۔

" ۱۹۴۰ء میں سیرالیون مغربی افریقہ کے ایک عیسائی نوجوان K. GAMANGA جو کہ اپنی ریاست کے شاہی خاندان کے فرد تھے ۔ اسلام قبول کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ۔ ۱۹۴۲ء میں ان کی ریاست کے نواب یعنی اُس نوجوان کے چچا کے فوت ہونے پر وہ خود اس عہدہ کے حصول کیلئے بطور امیدوار کھڑے ہوئے اور مجھ سے اپنی کامیابی کیلئے دُعا کرنے کی درخواست کی ۔ مَیں نے انہیں کہا کہ ہم اس شرط پر سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمتِ عالیہ میں دُعا کیلئے عرض کریں گے اور خود بھی

---

[1] ۔ اخبار الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۲ ؂

دعا کریں گے کہ آپ پختہ عہد کریں کہ آپ گذشتہ نوابوں کے تتبع میں چار سے زیادہ ایک وقت میں بیویاں نہیں رکھیں گے۔ اور اپنے علاقہ کے عیسائیوں کا مقابلہ کر کے اسلام پھیلانے اور مضبوط کرنے میں ہماری مدد کریں گے۔ اور اپنے قصبہ میں مسجد اور اسلامیہ سکول ریاست کے خرچ پر تعمیر کریں گے۔ چنانچہ اُن کے یہ شرطیں قبول کر لینے پر خاکسار نے حضور پُر نور کی خدمت میں مفصل طور پر عرض کیا کہ حضور ان کی کامیابی کیلئے دُعا فرمائیں۔ نیز لوکل احباب میں بھی دُعا کی تحریک کی۔ حضور کی طرف سے الیکشن کے ایک ہفتہ قبل جواب ملا کہ "ہم نے دُعا کی ہے اللہ تعالیٰ اُنہیں کامیاب کریگا انشاء اللہ تعالیٰ۔" میں نے گامانگا صاحب کو قبل از وقت اطلاع دیدی اور اُنکی تسلی کیلئے حضور کی طرف سے آمدہ چٹھی بھی دکھا دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے باوجود سخت مخالف حالات کے وہ سات امیدواروں کو شکست دیکر اپنی ریاست کے نواب یا چیف منتخب ہو گئے۔"[1]

تیسرا واقعہ

روکوپر کے ایک احمدی دوست الفا احمد کمارا کا بیان ہے کہ

"۱۹۳۶ء میں جبکہ میں روکوپر سے منتقل ہو کر روفونو نامی گاؤں میں رہائش رکھتا تھا۔ ایک رات نماز تہجد کے بعد کچھ دیر کیلئے لیٹ گیا اس حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو شخص سفید ریش لمبے لمبے چوغوں میں ملبوس جنکے سروں پر عمامے ہیں۔ میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مشرق سے آئے ہیں اور تمہیں یہ بشارت دیتے ہیں کہ جس مہدی کا دیر سے انتظار تھا وہ ظاہر ہو چکا ہے۔ سو اٹھو اور اپنے اصل گاؤں میں جا کر لوگوں کو یہ خوشخبری سُنا اور انہیں نماز کی پابندی کی تلقین کر۔ اگر لوگوں نے اس بات پر کان نہ دھرا تو وہ خدائی سزا کے مستوجب ہو نگے اس پر میری آنکھ کھل گئی...... اس واقعہ کے چار سال بعد الحاج مولوی نذیر احمد علی صاحب مرحوم تشریف لائے جنہیں دیکھتے ہی الفا شیخنا امام مسجد نے کہا کہ مسٹر احمد آپکی خواب پوری ہو گئی۔ کیونکہ الحاج مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم کا لباس و پیغام بعینہٖ وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا۔ اس موقعہ پر نہ صرف خاکسار کو بلکہ ایک کثیر تعداد کو ہدایت نصیب ہوئی اور خدا تعالیٰ نے قبل از وقت اس عاجز کو مہدی علیہ السلام کے ظہور کی خبر سے نواز کر ایک گرانقدر احسان کیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔"[2]

چوتھا واقعہ

مگبورکا کے ایک احمدی دوست پا سانفا تولا پر عجیب رنگ میں رؤیا کے ذریعہ احمدیت کی صداقت کا انکشاف ہوا۔ چنانچہ اُن کا بیان ہے۔ کہ

"ایک موقعہ پر جبکہ میں بادماں نامی گاؤں میں رہائش رکھتا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں وہاں کی مالکیہ مسجد کے

---

[1] ۔ آجکل مذکورہ بالا چیف آنریبل ناصر الدین سی گامانگا جے پی ایم بی ای سیرالیون پارلیمنٹ کے ممبر اور سیرالیون کی PRO-DUCE AND MARKETTING BOARD کے ڈائریکٹر ہیں اور جماعت احمدیہ سیرالیون کے پریذیڈنٹ بھی آپ خدا کے فضل سے نہایت مخلص نوجوان ہیں۔ ناصر الدین ان کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ہی رکھا تھا۔

[2] ۔ الفضل ۱۱ جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ کالم ۱ تا ۳

اردگرد سے گھاس اکھاڑ رہا ہوں اور کچھ دیر کے بعد کچھ تھکان محسوس کرنے پر میں مسجد کے قریب ہی ایک پام کے درخت تلے کچھ سستانے کے لئے کھڑا ہوگیا - اسی اثنا میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے کی جانب سے ایک سفید رنگ کے اجنبی دوست ہاتھ میں قرآن کریم اور بائیبل پکڑے میری طرف آرہے ہیں - میرے قریب پہنچ کر سب سے پہلے ہدیہ السلام علیکم پیش کیا - اور پھر مجھ سے دریافت کیا کہ جس مسجد کے اردگرد سے میں گھاس صاف کر رہا تھا اُس کا امام کون ہے - میں اُسے ملنا چاہتا ہوں - اس پر میں نے آپ سے چند منٹ کی رخصت لی اور امام کو بلانے کے لئے چلا گیا - جس کا نام الفا تھا - ہماری دونوں کی واپسی پر ہم یہ دیکھکر سخت متعجب ہوئے کہ مسجد کے باہر ایک سایہ دار کھڑکی تیار ہو چکی ہے اور وہ اجنبی شخص خود امام کی جگہ پر محراب میں کھڑا ہے - ہمیں دیکھتے ہی اُس نے حکم دیا کہ ہم اُس سایہ دار جگہ میں بیٹھ کر اُسے قرآن کریم سنائیں - اس کے بعد ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ وہ اجنبی دوست مسجد سے نکل کر ہمارے پاس آئے اور امام سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں تمہیں صحیح طریق نماز سے آگاہ کرنے آیا ہوں - اس پر میری آنکھ کھُل گئی اور صبح ہوتے ہی میں نے اس کا ذکر اپنے مسلمان دوستوں سے کر دیا - (یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ سیرالیون میں تمام مالکی مسلمان ہاتھ چھوڑ کر نماز ادا کرتے ہیں - جیسے ہمارے ملک میں شیعہ صاحبان پڑھتے ہیں) اس خواب کے قریباً ایک ہفتہ بعد صبح کے وقت میں نے اپنا کدال لیا اور اپنی مالکیہ مسجد کا گردونواح صاف کرنے لگا - قریباً نصف گھنٹہ کے کام کے بعد میں نے کچھ تھکان محسوس کی اور قریب ہی ایک پام کے درخت کے نیچے آرام کرنے کیلئے کھڑا ہوگیا - ابھی چند ہی منٹ گذرے تھے کہ کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے سے الحاج مولوی نذیر احمد صاحب علی مرحوم تشریف لا رہے ہیں - آپ نے قریب آنے پر مجھے السلام علیکم کہی اور رہائش کیلئے جگہ وغیرہ دریافت کی - میرے لئے یہ ایک نہایت ہی تعجب انگیز بات تھی کہ جو خواب میں ابھی چند یوم پہلے دیکھ چکا تھا بعینہٖ آج پوری ہو رہی تھی - یعنی الحاج مولوی نذیر احمد علی صاحب مرحوم رضی ہی وہ دوست تھے جو مجھے خواب میں دکھائے گئے تھے - سو میرے لئے ایسے مہمان کی خدمت ایک خوش قسمتی تھی - لہذا میں نے آپ کو کسی اور کے پاس جانے کی اجازت نہ دی - بلکہ اپنا گھر خالی کر کے رہائش کیلئے پیش کر دیا - اسکے بعد میں اپنے مسلمان دوستوں کے پاس گیا اور انہیں بتایا - کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ پورا ہوگیا ہے - یعنی وہ دوست تشریف لے آئے ہیں - اور میرے گھر میں تشریف رکھتے ہیں - اسکے بعد میری اور الحاج مولوی نذیر احمد علی صاحب مرحوم کی تبلیغ پر

اِس گاؤں کے اکثر مسلمانوں کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی - اور اُس وقت سے بفضلِ تعالیٰ احمدی ہوں " ؎۱

پانچواں واقعہ

موضع بلاما (BLAMA) کے ایک احمدی الفافوڈے موسیٰ کرو ما تحریر کرتے ہیں:-

"جبکہ مَیں ابھی عین جوانی کی حالت میں تھا اور پنڈمبو (PENDEMBU) نامی گاؤں میں رہائش رکھتا تھا۔ ایک روز دوپہر کے وقت جبکہ میں قیلولہ کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت وجیہہ شکل فرشتہ صورت انسان میرے پاس آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میں ہی وہ مہدی ہوں جس کی فی زمانہ مسلمانوں کو انتظار ہے۔ اس پر مَیں نے سوال کیا کہ کیا آپ فی الواقعہ صحیح کہہ رہے ہیں کہ آپ ہی موعود مہدی ہیں۔ جس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہاں مَیں سچ کہتا ہوں کہ میں ہی مہدی موعود ہوں - پھر مَیں نے کہا کہ ہم نے اپنے علماء سے سُنا ہوا ہے کہ مہدی علیہ السلام کے وقت مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگ ہو گی سو آج سے مَیں آپ کے سپاہیوں میں شامل ہوتا ہوں - اور اس راستہ میں اگر میرا باپ بھی حائل ہوا تو اسکی بھی کوئی پرواہ نہیں کروں گا - میرے اس اقرار پر حضرت مہدی علیہ السلام نے سوال کیا کہ کیا تم نے صدقِ دل سے یہ اقرار مجھ سے کیا ہے ؟ جس کا جواب مَیں نے اثبات میں دیا اور اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی - اس رؤیاء پر ایک کافی لمبا عرصہ گذر گیا - مگر مہدی کے ظہور کی کوئی خبر موصول نہ ہوئی - حتیٰ کہ آہستہ آہستہ یہ خواب بھی میرے ذہن سے محو ہو گئی - کچھ مدت کے بعد میں پنڈمبو سے منتقل ہو کر بلاما چلا آیا اور وہاں کے پیراماؤنٹ چیف کے کمپاؤنڈ میں رہائش اختیار کر لی - اس گاؤں میں میری رہائش پر ابھی چند ہی سال گذرے تھے کہ الحاج مولوی نذیر احمد صاحب علی اور مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری بلاما تشریف لائے اور لوگوں کو ظہور مہدی علیہ السلام کی بشارت دی - مَیں اُس وقت وہاں موجود نہیں تھا - بلکہ چند یوم کے لئے کسی ذاتی کام کے ضمن میں بو کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں میں مقیم تھا - جب یہ مبشرین بلاما پہنچے وہاں سے الفاموسیٰ کمارا نے فوراً میری ایک بیوی میرے پاس بھیجی تاکہ مجھے تمام حالات سے آگاہ کر سکے - چنانچہ میری بیوی نے مکمل واقعات سے مجھے مطلع کیا اور حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کی خبر سُنتے ہی مَیں نے بجائے بلاما جانے کے وہاں ہی خدا تعالیٰ کے حضور دُعا شروع کر دی کہ اسے خداوند تعالیٰ تیری ذات عالم الغیب ہے - سو اگر ان لوگوں کا پیغام واقعی صداقت پر مبنی ہے - اور مہدی علیہ السلام فی الواقع ظہور فرما چکے ہیں - جیسا کہ ان کا کہنا ہے تو تُو خود ہی میری راہنمائی فرما - تاکہ ایسا نہ ہو کہ

؎۱ - الفضل ۱۱ر جولائی ۱۹۵۶ء صہ ۳ و صہ ۴ کالم ۴ - ۱ +

میں اِس سعادت سے محروم رہ کر منکرین میں داخل ہو جاؤں - چند یوم متواتر مَیں نے یہ دُعا کی - اس پر ایک رات کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص جس کے ہاتھ لمبے لمبے ہیں اور براؤن رنگ کا چوغہ پہنے ہوئے - میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہنے لگے - مَیں مہدی ہوں اور تم اپنی پہلی خواب کو یاد کرو جبکہ تم نے صدق دل سے میرے ساتھ عہد کیا تھا کہ آج سے تم میرے سپاہیوں میں داخل ہو رہے ہو - سو اس وعدے کو مت بھولو - اس کے بعد اس شخص کے ہاتھ لمبے ہوتے چلے گئے اور مَیں اُن سے دُور ہوتا چلا گیا - اور آخر اُن میں اور مجھ میں کافی فاصلہ ہو گیا مگر اُن کا ہاتھ ابھی تک میرے ہاتھ میں تھا - اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی - اس کے بعد مجھے کامل انشراح صدر حاصل ہو گیا - اور مزید تحقیق کی ضرورت پیش نہ آئی - اور صبح ہوتے ہی سید صاحب بلا آ گیا اور الحاج مولوی نذیر احمد صاحب علیؓ اور مولوی محمد صدیق صاحب سے مل کر احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل کی" [۱]

دار التبلیغ سیرالیون کی اسلامی خدمات دوسروں کی نظر میں

دار التبلیغ سیرالیون کے قیام کی تاریخ نامکمل رہے گی اگر ہم بالآخر یہ نہ بتائیں کہ احمدیہ دار التبلیغ سیرالیون کی شاندار دینی و ملّی خدمات اور اس کے عظیم الشان مذہبی اور علمی انقلاب کی نسبت دوسروں کے تاثرات کیا ہیں؟ - اس ضمن میں ضروری آراء بطور نمونہ درج کی جاتی ہیں -

۱ - آنریبل ایم - ایس مصطفےٰ وزیر زراعت و معدنیات نے بیان دیا کہ :-

"گو مَیں مالکی سکول آف تھاٹ کا مسلمان ہوں اور احمدی نہیں ہوں - مگر ان احمدی مبلغین کی مساعی کو دیکھ کر اور ان کی بے لوث قربانیوں کی وجہ سے ہمیشہ ان کا مداح رہا ہوں - اور جس رنگ میں بھی مَیں ان کے اس مقدس کام میں ان کا ہاتھ بٹا سکتا ہوں بٹاتا رہا ہوں - افسوس ہے مسلمان سیرالیون کے اس سیکشن کے .... راستہ میں مخالفانہ روڑے اٹکاتے ہیں"

"یہ وہ نوجوان ہیں جنہوں نے اِس خطہ سیرالیون میں اسلامی نُور کی شعاعوں کو تیز تر کر کے ہمیں جگا دیا ہے - یہ لوگ تقریباً عرصہ ۲۰ سال سے مصائب و مشکلات برداشت کرتے ہوئے اس ملک کی دینی اور تعلیمی حالت کو بہتر بنانے میں مشغول ہیں - آپ نے فرمایا پھر یہ امر بھی قابل قدر و ستائش ہے کہ ان نوجوان مشنریوں کی انتھک خدمات صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں اور انہیں تک محدود نہیں بلکہ یہ لوگ ہر ایک کا بھلا چاہتے اور خدمتِ خلق کا جذبہ ان کے ہر کام اور سکیم میں نمایاں نظر آتا ہے -

---

[۱] - الفضل یکم نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ و صفحہ ۸ -

تعلیمی لحاظ سے اس ملک کے سینکڑوں بچے ان کے سکول میں پڑھکر اور ان کے زیرِ تربیت رہ کر بہترین شہری بن چکے ہیں۔ اور ملک کے ہر شعبہ اور محکمہ میں پائے جاتے ہیں۔"[1]

۲۔ پیراماؤنٹ چیف آف بونے[2] سیرالیون کی احمدیہ کانفرنس (منعقدہ ۱۳ تا ۱۵ دسمبر ۱۹۵۷ء) کو خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

"آپ سب لوگ اِس امر کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ مَیں ایک کیتھولک چرچ کا عیسائی ممبر ہوں۔ مگر اسکے باوجود وہ کونسی چیز ہے جو مجھے اکثر اوقات جماعت احمدیہ کے مختلف اجتماعوں میں رواں دواں کھینچ لئے آتی ہے۔ یہ چیز سوائے اسکے اور کوئی نہیں کہ آپ لوگ ایک فعّال جماعت ہیں اور جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ اور مَیں ایک ایسا انسان ہوں جو قول سے زیادہ عمل کو حیثیت اور وقعت دیتا ہوں۔ ...... میں خوش ہوں کہ یہ جماعت یعنی جماعت احمدیہ میرے شہر اور میری چیفڈم میں ترقی کر رہی ہے۔ احمدیہ مبلّغین کا میں اس وجہ سے بہت احترام کرتا ہوں کہ وہ عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں بہترین استاد ثابت ہوئے ہیں اور ان کے ذریعہ یہ دونوں زبانیں ہمارے ملک میں روبہ ترقی ہیں"۔[3]

۳۔ سیرالیون گورنمنٹ کے وزیر آبادکاری اور پبلک ورکس آنریبل چیف کانڈے بوئے۔

"ہر وہ انسان جو کسی دُور دراز کے ملک سے کسی دُور دراز ملک میں جاتا ہے اسکی مدّنظر کچھ وجوہ اور مقاصد ضرور ہوتے ہیں۔ بلکہ ہر اجنبی جو کسی دوسرے مقام سے آتا ہے۔ اس کی آمد کے لئے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔ یہ احمدیہ مشنری جنہیں آج ہم اپنے درمیان دیکھ رہے ہیں۔ یہ بھی ایک خاص غرض اور خاص مقصد کے پیش نظر یہاں آئے۔ وہ غرض اور مقصد کیا تھی؟ وہ اسلام کی اِس ملک میں ڈگمگاتی ہوئی کشتی کی ناخدائی تھی۔ دیکھنے اور سُننے والوں نے دیکھا اور سُنا۔ بعض نے ان پر ہنسنا شروع کر دیا۔ اور شدید مخالفت کی۔ بعض نے ایک حد تک توجہ بھی دی۔ لیکن محض سُننے کی حد تک اور بعض نے سنجیدگی سے سوچنا شروع کر دیا۔ کیونکہ اِس وقت کہ جب اِن کے پہلے احمدیہ مشنری الحاج نذیر احمد علی صاحبؓ مرحوم نے سرزمین سیرالیون پر قدم رکھا۔ یہ زمین عیسائیت سے انتہائی طور پر متاثر تھی اور لوگ سمجھتے تھے کہ اسلام کو عیسائیت کے مقابل پر دیکھنا یا کھڑا کرنا اب ناممکن اور محال ہے۔ لیکن چند اسلام کے محبوں نے اس مبلّغ کی دعوت پر توجہ دی۔ اور لبیک کی صدا بلند کی۔ آج کچھ بہت عرصہ نہیں گزرا کہ مذہبی احمدیت یا حقیقی اسلام جس کے متعلق اس وقت یعنی آج سے تقریباً بیس سال

[1] بحوالہ الفضل ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۳-۴۔

[2] تمام: چیف بوما نگوا۔

[3] الفضل ۱۲ مارچ ۱۹۵۸ء صفحہ ۳-۴۔

قبل یہ سمجھا جاتا تھا۔ کہ ایک چھوٹا سا پودا ہے۔ جو چند یوم کے بعد اپنی موت خود مر جائے گا۔ وہی پودا آج پنپ رہا ہے۔ اور اپنی جڑوں کو اس مضبوطی سے سرزمین سیرالیون میں پیوست کر چکا ہے۔ کہ اب خطرناک سے خطرناک آندھی بھی اس کو اکھاڑنے کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ آپ نے فرمایا۔ احمدیت نے ان چند سالوں میں باوجود مخالفت کی آندھیوں اور نا مساعد حالات کے جو غیر معمولی اور حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ یہ اس امر کا پیش خیمہ ہے۔ کہ ایک بڑا انقلاب جلد ہی احمدیت کے ذریعہ اس ملک کی کایا پلٹ دینے والا ہے۔ اور وہ وقت کوئی بہت دُور نہیں جب سیرالیون کا ہر فرد لوائے احمدیت کے نیچے کھڑا ہو کر اسلام اور توحید کا نعرہ بلند کر رہا ہوگا۔ گو آج اس دعویٰ کو مجنون کی بڑ ہی سمجھا جائیگا۔ اور اس پر طاقتور عیسائی مشن ہنسی اُڑائیں گے"۔ [1]

"مَیں عام احمدیوں کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر میرے ذریعہ میرے خاندان اور قبیلے کے کئی آدمی احمدی ہوئے ہیں۔ میرے قبیلے کے ان لوگوں میں احمدیت نے جو اخلاقی تبدیلی اور مذہبی دلچسپی پیدا کی ہے وہ یقیناً حیرت انگیز ہے۔ مَیں نے کئی بار عام مجالس میں اس امر کا ذکر کیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض عام جلسوں میں جہاں کہ بعض نے احمدیت کے خلاف بھی تقریریں کیں۔ مَیں نے اس بات کو احمدیت کی صداقت میں پیش کرتے ہوئے لوگوں سے اپیل کی ہے کہ احمدی کوئی بُرا کام تو نہیں کر رہے ہیں۔ آخر تم میں سے جو چند لوگ نکل کر ان سے مل گئے ہیں نہ چور۔ ڈاکو۔ جھوٹے تو نہیں بن گئے۔ ان کی اخلاقی حالت تو پہلے سے اچھی نظر آ رہی ہے۔ جو لوگ ان سے معاملہ کرتے ہیں وہ گواہی دے سکتے ہیں کہ ان کا معاملہ منصفانہ اور نیکیوں والا ہے۔ اگر احمدی حضرت مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں۔ تو ہمارا کیا بگاڑتے ہیں۔ آخر ہمارے لوگوں کی حالت کو سدھارتے ہی ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ فریٹون کے احمدیوں کی اکثریت ٹمنی لوگوں کی ہے (یعنی ان کے اپنے قبیلہ کے لوگ) اور یہ عجیب بات ہے۔ کہ میری کورٹ میں ہر قسم کے لوگوں کے خلاف مقدمات پیش ہوتے ہیں۔ مگر اب تک کہ مجھے آپ لوگوں کا چیف بنے تیرہ سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ میرے پاس کبھی کسی ٹمنی احمدی کے خلاف کوئی مقدمہ آج تک نہیں آیا۔ حالانکہ بطور ٹمنی میری چیف کورٹ ہی میرے اور میرے درزاء کے پاس سینکڑوں مقدمات پیش ہوئے ہیں کیا اس کا صاف یہ مطلب نہیں۔ کہ احمدی چونکہ قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اور نہ کسی پر زیادتی کرتے ہیں۔ اسلئے انہیں کورٹ میں نہیں لایا جاتا۔ آخر اگر دوسرے ٹمنی لوگوں میں سے کئی چوریاں کرتے۔ ڈاکے مارتے

[1] الفضل ۱۹ر جنوری ۱۹۵۸ء ص ۳

جھوٹ بولتے ۔حرام مال کھاتے ۔ بیویوں سے بدسلوکی کرتے اور دوسروں کے حقوق غصب کرتے ہیں تو احمدیہ جماعت کے افراد کیوں ان باتوں میں ملوث نہیں ہوتے ۔ یہ امر واضح کر کے ہمیشہ احمدیت کی مخالفت کرنیوالوں سے کہتا ہوں کہ اگر تم احمدی نہیں ہونا چاہتے تو نہ ہو مگر تمہیں چاہیئے کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں کیونکہ تمہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے ۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ عملاً تمہاری مدد ہے ۔ اور وہ ہمارے لوگوں کی عملی اصلاح کر رہے ہیں۔ انسان کا انجام بخیر اسکے اعمال نے کرنا ہے ۔ مسلمان کے اس اسلام کا کیا فائدہ جو دن رات احمدیوں کی مخالفت کرتا ہے ۔ لیکن اعمال اسکے کافروں سے بھی بدتر ہوں ۔ ہمارا مخالفت کرنا تب ہی ہمیں فائدہ دے سکتا ہے جبکہ ہم اپنے آپ کو اپنے مال اور اخلاق کے لحاظ سے بھی احمدیوں سے بالاتر ثابت کر سکیں مگر معاملہ بالکل اسکے برعکس ہے ۔ اور اخلاقی لحاظ سے ہم میں اور ان میں بہت فرق ہے ۔" [۱]

۴۔ وزیر خزانہ آنریبل مصطفیٰ اسنوسی جبریل سیسے صدر مسلم ریفارمیشن سوسائٹی :۔

"جماعت احمدیہ دُنیا میں اسلام کی ترقی اور اسکے غلبہ کی علمبردار ہے ۔ اور خاص طور پر سیرالیون میں جماعت احمدیہ نے جو خدمات مسلمانوں میں دینی رُوح اور تعلیم کو فروغ دینے کے سلسلہ میں سرانجام دی ہیں ان کی وجہ سے میں عوام سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ احمدیہ جماعت کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں ۔" [۲]

"سیرالیون کے لوگوں پر جماعت احمدیہ کے لٹریچر کے ذریعہ ہی اسلام کی حقیقت روشن ہوئی ہے اس لئے یہاں کے لوگ احمدیہ مشن کے بیحد شکر گزار ہیں ۔" [۳]

۵۔ آنریبل مصطفےٰ اسنوسی ۔ سابق ڈپٹی پرائم منسٹر سیرالیون نے دوبارہ اپنے ایک بیان میں کہا :۔

"احمدیت کے ذریعہ ہی درحقیقت یہاں پر اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوئی ہیں ۔ حضرت مولانا نیر صاحب جیسے اسلام کے نڈر سپاہیوں نے عیسائیت کو شکست فاش دی ۔ میں اس حقیقت کے برملا اظہار سے نہیں رُک سکتا کہ پاکستانی احمدی مبلغین نے باوجود تکالیف اور مصائب کے اسلام کی خاطر عظیم الشان قربانیاں کی ہیں ۔ ہمارے یہ پاکستانی بھائی ہندوستانی تاجروں کی طرح کسی تجارت اور دولت کی غرض سے نہیں آئے ۔ انہوں نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور دیگر دینی لٹریچر مہیا کر کے ہمیں حقیقی اسلام سے روشناس کرایا ہے ۔" [۴]

۶۔ سیسل نارتھ کاٹ (CECIL NORTH COTT) کا ایک مقالہ اخبار "پاکستان ٹائمز" (۱۱ دسمبر ۱۹۶۰ء) میں شائع ہوا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :۔

"مغربی افریقہ کے ممالک کی آزادی نے ساحلی علاقوں میں اسلام کے حق میں ترقی کی ایک نئی رُوح پیدا کر دی

---

[۱] الفضل ۹ جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۳ ۔ [۲-۳] الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۵۸ء صفحہ ۳ ۔ [۴] الفضل ۹ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۳ ۔

ہے۔ اسلام افریقن لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے۔ کیونکہ افریقہ میں یہ اس طرح پیش کیا گیا ہے۔ کہ گویا یہ افریقہ کی کالی اقوام کا ہی مذہب ہے۔ عیسائیت کے برخلاف اسلام انسانی کمزوریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر نئے آنیوالے کو سہولت سے اپنے اندر سمو لیتا ہے۔ کیونکہ اسلام کی سادہ تعلیم کے پیش نظر اس کو رسمی قباحتوں سے دوچار نہیں ہونا پڑتا۔ اس ضمن میں سیرالیون اور مغربی نائیجیریا دو اہم علاقے ہیں۔ سیرالیون بھی اگلے اپریل میں آزاد ملکوں کی برادری میں شامل ہو جائے گا۔ مغربی نائیجیریا وہ علاقہ ہے۔ جہاں عیسائیت کا ماضی نہایت شاندار روایات کا حامل رہا ہے۔ لیکن اَب انہی دو علاقوں میں اسلام کو نمایاں ترقی حاصل ہو رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ سیرالیون تو احمدی مسلمانوں کی منتخب سرزمین ہے۔ جہاں وہ پاکستان سے آئے ہوئے منظم مشنوں کے ماتحت نہایت مضبوط حیثیت میں سرگرم عمل ہیں۔ احمدیہ جماعت اِس مقصد کو لے کر کھڑی ہوئی ہے کہ اسلام کو عیسائیت کے مقابلہ میں موجودہ دُنیا کی راہ نمائی کے لئے پیش کرے! اور یہ عیسائیت کے لئے ایک چیلنج ہے۔ اور اب تو انہوں نے سیرالیون میں باقاعدہ ڈاکٹری مشن کھولنے کا بھی عزم کر لیا ہے۔ اور وہاں احمدیہ سکولوں کی تعداد بھی بتدریج بڑھ رہی ہے۔ باوثوق ذرائع سے آمدہ اطلاعات کے مطابق مغربی افریقہ کے ساحلی علاقوں میں اسلام عیسائیت کے مقابلہ میں دس گنا زیادہ ترقی کر رہا ہے۔ نائیجیریا کا وسیع شمالی علاقہ اسلام کا گڑھ بن چکا ہے۔ جو باوجود عیسائی مشنوں کی سالہا سال کی کوششوں کے مذہبی اعتبار سے ناقابل تسخیر اسلامی ملک ثابت ہوا ہے۔ بلکہ خود جنوب کے جنگلاتی علاقہ میں جہاں عیسائی مشنز نہایت مضبوط ہیں۔ وفود بھیج کر اسلامی اثر و رسوخ بڑھ رہا ہے اور اب نائیجیریا کے آزاد ہو جانے پر ان دونوں بڑے مذاہب کے ایسے تصادم کا امکان ہے۔ جو ابتک کہیں اور رونما نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ یہاں اسلام اور عیسائیت نہایت جوش و خروش کے ساتھ ایکدوسرے کے مقابلہ میں کمربستہ ہیں۔ تاکہ اِن قبائل کو اپنے زیر اثر لائیں۔ جو کسی مذہب سے وابستہ نہیں۔ بلکہ توہماتی شرکت میں مبتلا ہیں۔ اس مقابلہ کے نتیجہ پر ہی افریقہ کے مستقبل کا انحصار ہے۔"[1]

۶۔ مسٹر عبداللہ بیٹ سیرالیون نے کہا:۔

"مجھے وہ وقت خوب یاد ہے کہ جب حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر مرحوم کا مبارک قدم سرزمین سیرالیون میں پڑا۔ اس وقت یہ اندازہ لگانا محال امر تھا کہ ایک دن احمدیت یہاں پر اتنی مضبوط ہو جائیگی انہوں نے بتایا کہ مولانا نیّر صاحب مرحوم کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم ہو گئے مگر ان کا قیام بہت

---

[1] ۔ الفضل ۲۳؍ دسمبر ۱۹۶۰ء ص۳ +

عارضی تھا۔ تاہم وہ احمدیت کا بیج لیکر آئے جنکے بعد مکرم فضل الرحمن صاحب حکیم مرحوم نے اِس بیج کی آبیاری کی مگر اس ملک میں مکرم الحاج نذیر احمد صاحب علی مرحوم کی یاد ہمیشہ زندہ رہے گی۔ کیونکہ وہی پہلے مبلغ ہیں جنہوں نے یہاں پر مستقل قیام کیا۔ انہوں نے احمدیت کی خاطر بہت مصائب و مشکلات برداشت کیں۔ حتیٰ کہ اسکی خاطر اپنی جان بھی اس ملک میں قربان کر کے تبلیغ کے میدان میں شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ ان احمدی مبلغین نے یہاں آکر عیسائیت کو للکارا۔ اور انہیں لڑائی کے میدان میں شکستِ فاش دی۔ اس سے قبل ہمارے دل میں کبھی وہم بھی نہ گزر سکتا تھا کہ عیسائیت کے خلاف کوئی مسلمان بھی بولنے کی جرأت رکھتا ہے مسلمانوں میں سے اکثر عیسائیت کی طرف مائل ہوتے جا رہے تھے۔ یہانتک کہ احمدی مبلغین کی آمد سے حالات میں تبدیلی ہوئی اور عیسائیت کو شکست ہونے لگی۔ اور اسلام ہر میدان میں کامیاب ہوتا چلا گیا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو زیادہ سے زیادہ قوت اور طاقت عطا فرمائے۔ تاکہ جلد از جلد اسلام کی برتری دوسرے ادیان پر ثابت ہو۔" ؎۱

۸۔ "ورلڈ کرسچن ڈائجسٹ" (WORLD CHRISTIAN DIGEST) میں ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا "ISLAM PROGRESS IN WEST AFRICA" یعنی مغربی افریقہ میں اسلام کی ترقی"۔ مضمون نگار نے لکھا کہ:۔

"عیسائی مشنریوں نے مغربی افریقہ کے وسیع و عریض ساحلی علاقہ میں اپنی جدوجہد کو جاری رکھا مگر سوال یہ ہے کہ کیا آج چرچ نے اس علاقے میں آگے بڑھنے اور پھلنے پھولنے سے انکار کر دیا ہے؟ ۔ کیا تیز تر مشنری جدوجہد نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتی اور کیا اس علاقے میں عیسائیت کو زندہ رکھنے کیلئے اس جدوجہد سے فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا؟ کیا اسلام کی روز افزوں ترقی اور اس سارے علاقے کو بہت جلد اپنی لپیٹ میں لے لینے کے اسلامی چیلنج کا ہمارے پاس کوئی مؤثر اور موزوں جواب ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو پورے غور و فکر اور سوچ بچار کے محتاج ہیں۔ اور ضروری ہے کہ حقائق کی روشنی میں ان کا جواب معلوم کیا جائے ...... جس دن مجھے سیرالیون روانہ ہونا تھا۔ عین اُسی روز وہاں اسلام کا پہلا میڈیکل مشنری وارد ہوا۔ اخبارات میں اسکی آمد کی خبروں کو جگہ دیگئی اور اسطرح ملک بھر میں اسکی آمد کا بہت چرچا ہوا۔ اس ملک میں اسلام کے پہلے میڈیکل مشنری کی آمد نتیجہ ہے اُس دُور رس پالیسی کا جو اسلام کو سربلند کرنے اور پھیلانے کے سلسلہ میں جماعتِ احمدیہ نے اختیار کر رکھی ہے۔ جماعتِ احمدیہ ایک تبلیغی جماعت ہے اور اس کی کوششوں کے نتیجے میں وہاں اسلام ترقی کر رہا ہے ...... سیرالیون ایک عجیب و غریب

؎۱ ۔ الفضل ۳ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۳ ۔

ملک ہے ۔ اسمیں اسلام اور عیسائیت کے علاوہ PAGANISM کے پیرو بھی پائے جاتے ہیں ۔ اندرون ملک میں بسنے والے قبائل زیادہ تر مسلمان ہیں ۔ کرسچین کونسل کا اندازہ ہے کہ اس ملک میں عیسائی پانچ فیصد سے بھی کم ہیں ۔ کیا آزاد سیرالیون بھی مغربی افریقہ کے دوسرے آزاد ملکوں کی طرح اسلام کی آغوش میں چلا جائے گا ؟ ۔ ۔ ۔ ۔ اسی طرح گھانا میں بھی جماعت احمدیہ سرگرم عمل ہے ۔ مگر سیرالیون میں اسکی کوشش زیادہ نمایاں ہے ۔ گھانا کے شمالی علاقے کے لوگ مذہبی ہیں اسلئے وہاں تھوڑی سی کوشش بھی اسلام کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کا موجب ہو سکتی ہے ۔ نائیجیریا میں اسلام کی طاقت زیادہ ہے اور وہاں اسلام بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے ۔ یوروبا نسل کے لوگ جنہوں نے ایک صدی قبل عیسائیت کو خوش آمدید کہا تھا ۔ اب بڑی تیزی سے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں ۔ صرف ابادان شہر میں ہی تقریباً چھ صد مساجد پائی جاتی ہیں ۔ شمالی نائیجیریا میں چرچ کی انتہائی کوشش کے باوجود اسلام کی طاقت ناقابل تسخیر دکھائی دیتی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ فرنچ مغربی افریقہ سیرالیون اور مغربی نائیجیریا میں اسلام عیسائیت کے مقابلے میں دس گنا زیادہ ترقی کر رہا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ہمہ گیر اجتماعیت کا حامی ہے ۔ اور افریقن لوگ اس قسم کی اجتماعیت کے شدت سے دلدادہ ہیں ۔ اسلامی تعلیم میں اخوت کو ایک خاص مقام حاصل ہے ۔ رنگ و نسل کی کوئی تمیز نہیں ۔ علاوہ ازیں اسلام تعدد ازدواج کی بھی اجازت دیتا ہے ۔ لہٰذا لوگ اس کو پسند کرتے ہیں ۔ اور بڑی آسانی سے اس کی آغوش میں چلے جاتے ہیں ۔ اسلام کے نزدیک امیر و غریب اور ایک متمدن شہری اور بادیہ نشین میں کوئی فرق نہیں ۔ بحیثیت انسان سب ایک ہیں اور یکساں سلوک کے مستحق ۔ برخلاف اسکے عیسائیت ان چیزوں کو پیش تو کرتی ہے لیکن عمل اُس کا ان کے بالکل برعکس ہے ۔ برطانوی دورِ حکومت میں یہ باور کیا جاتا تھا کہ افریقہ آہستہ آہستہ عیسائیت کی آغوش میں آجائیگا ۔ مگر اب افریقن باشندے اپنے خیالات اندازِ فکر اور اندازِ زیست کے لحاظ سے بالکل آزاد ہیں ۔ اب وہ جو مذہب چاہیں اختیار کر سکتے ہیں ۔ ان حالات میں افریقہ میں عیسائیت کے پنپنے کے امکانات بہت کم ہیں ۔ سوائے اس کے کہ خود افریقہ کے باشندے اپنی ہمت سے چرچ کو سنبھال لیں " ۔ [1]

۹ ۔ نائب وزیر اعظم سیرالیون کی ایک تقریر :-

" جماعت احمدیہ کا وجود اس ملک میں اسلام کے لئے ایک بہت بڑی طاقت کا موجب ہے ۔ اس جماعت نے اسلام کی جس طرح خدمت کی ہے ۔ صدیوں سے کسی نے نہیں کی ۔ جماعت کا لٹریچر اسلام

[1] ۔ بحوالہ رسالہ " انصار اللہ " ربوہ جولائی ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۱-۴۳ ÷

کی صحیح تصویر پیش کرتا ہے۔ اور ایک معمولی لکھا پڑھا آدمی اِس سے بہت فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اس ملک میں اسلام صدیوں سے ہے۔ مگر اسلام کو ایسی شکل میں پیش کیا گیا جو نا قابلِ عمل نہیں تو کم از کم مشکل ضرور نظر آتا ہے۔ مگر جماعت احمدیہ نے اسلام کی صحیح تصویر پیش کر کے ملک و ملّت کی بہت خدمت کی ہے۔ مجھے یاد ہے جب میں فری ٹاؤن کے ایک سکول میں طالب علم تھا۔ تو جماعت احمدیہ کا مبلّغ فری ٹاؤن میں آیا۔ لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ مگر اِس کے علم و فضل کی اس قدر دھاک بیٹھ گئی کہ لوگ اس کے علم و فضل کا اقرار برملا کرنے لگے۔ اس کے ایک ہاتھ میں قرآن تھا تو دوسرے میں بائبل۔ اور وہ دونوں کا مقابلہ کر کے قرآن کی فضیلت اس طرح ثابت کرتا تھا کہ کوئی عیسائی پادری اسکا جواب دے سکتا تھا۔ احمدیہ مشن نے اسلام پر نیا لٹریچر پیدا کرنے کے علاوہ قرآن کریم کے تراجم کر کے دُنیا پر خصوصًا مسلمانوں پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ ہم نوجوان جنہوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے۔ اور وہ بھی عیسائی سکولوں میں۔ ہمارے لئے اسلام کا سمجھنا بہت ہی مشکل تھا۔ اگر ہمیں اسلام کے بارے میں واقفیت حاصل ہوئی ہے تو وہ صرف جماعت احمدیہ کے لٹریچر سے ہوئی ہے۔ اور آج ہم بڑے سے بڑے اسلام دشمن کو اسلام کی صداقت کے بارہ میں چیلنج کر سکتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں طالب علم تھا ایک عیسائی نے اخبار میں ایک مضمون لکھا جس میں اسلام پر ناروا حملے کئے گئے تھے۔ میں نے چیلنج کو قبول کیا۔ اور جواب دینے کی تیاری میں مشغول ہوا۔ عیسائیوں کے اعتراضات کا مکمل جواب احمدیہ مشن کی کتابوں میں موجود تھا۔ میں نے مشن کی کتابیں لیکر اس کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا۔ میں احمدیہ مشن کی اسلامی خدمات کا دل و جان سے معترف ہوں اور جہاں بھی مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے اس کا اعتراف کیا ہے اور جہاں بھی گیا ہوں احمدیہ مشن کو خدمتِ دین کرتے ہوئے پایا ہے۔ امریکہ۔ جرمنی۔ اٹلی۔ انگلینڈ۔ غانا۔ نائجیریا وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ میں مشن کو یقین دلاتا ہوں کہ جو بھی امکانی مدد مجھ سے ہو سکی میں کروں گا۔ کیونکہ یہ مشن اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور حفاظت کیلئے لڑ رہا ہے۔ آپ لوگوں کے سامنے کام کرنیکا وسیع میدان ہے آپ کو چاہیئے کہ اِس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ آپ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ قربانیاں کر کے مشن کی مدد کرنی چاہیئے۔ تا اسلام کا بول بالا ہو۔ حضرت خدیجہ کا نمونہ عورتوں کے سامنے ہے۔ بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت کر کے عورتیں بہت بڑا کام کر سکتی ہیں۔ میں اپنا نمونہ آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔ میرا کرسچین سکولوں میں تعلیم پانے کے باوجود تہہ دل سے مسلمان رہنا صرف

اس وجہ سے ہے کہ میری والدہ نے میری صحیح رنگ میں اور دینی ماحول میں تربیت کی ہے۔ دیکھا گیا ہے۔ کہ مسلمان بچے جب سیکنڈری سکولوں میں پہنچتے ہیں۔ تو وہ اپنا مذہب تبدیل کر لیتے ہیں۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ ان کی بچپن میں صحیح رنگ میں تربیت نہیں ہوتی۔ اس سرزمین میں اسلام گذشتہ صدی میں بڑے نازک دَور سے گزرا۔ ایک گورنر نے مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچائیں۔ اور بعض مسلمان قبیلوں کو فری ٹاؤن سے باہر بھجوانے کا حکم صادر کیا۔ انہوں نے اپیل کی مگر وہ نہ سُنی گئی۔ آخر وہ گورنر چھٹی گیا اور وہیں فوت ہو گیا۔ جب اسکی جگہ پر دوسرا گورنر آیا۔ تو اس نے کہا اسلام ایک اچھا مذہب ہے۔ اور اسطرح کونسل نے اپنا فیصلہ منسوخ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ فری ٹاؤن میں تاحال مسلمان بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اب آپ آسانی سے تبلیغ کر سکتے ہیں۔ مگر مجھے وہ وقت یاد ہے جب کہ تبلیغ کی اجازت نہ تھی اور مسلمان کہلانا بھی مشکل تھا۔ دو ماہ ہوئے لیگوس (نائیجیریا) میں عیسائیوں کی ایک بہت بڑی میٹنگ ہوئی جسمیں یہ سوال بھی زیر بحث آیا۔ کہ مغربی افریقہ میں اسلام کیوں ترقی کر رہا ہے۔ بڑی بحث کے بعد میٹنگ کے ممبر اس نتیجہ پر پہنچے کہ احمدی مبلغین سیاست میں نہیں الجھتے۔ اور اپنی سرگرمیوں کو خالص مذہبی امور تک محدود رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بخوبی اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ غانا کی مثال لیجئے جہاں کی سیاسی حالت مختلف ہے۔ مگر وہاں پر بھی احمدی بڑے آرام سے اپنا کام کرتے جا رہے ہیں۔ مَیں نے تمام غانا کا سفر کیا ہے اور دیکھا ہے کہ احمدی مبلغین اپنے کام میں شب و روز مشغول ہیں سالٹ پانڈ میں احمدیہ مسجد ہے اور اسکے مقابلہ میں چرچ بھی ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ ہمارے درمیان ایک جرمن احمدی بیٹھا ہوا ہے۔ جرمن قوم بڑی ہوشیار ہے۔ انہوں نے سائنس میں بہت ترقی کی ہے۔ ان کا اسلام کی طرف مائل ہونا بھی اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔ احمدیہ مشن مسلمانوں کیلئے لڑ رہا ہے اور انکو جو گمراہ ہو چکے ہیں راہ راست پر لانے کی دن رات کوشش میں ہے۔ مَیں آپ لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس کار خیر میں مشن کا ہاتھ بٹائیں اسلام میں نجات ہے۔ آپ پوری طرح مسلمان بن جائیں۔ اور اپنی اولادوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ وہ مسلمان رہیں۔ تعلیم کے میدان میں احمدیہ مشن نہایت ہی اچھا کام کر رہا ہے۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ انکی امداد کریں۔ تا وہ آپ کے بچوں کو اسلامی تعلیم سے مزین کر سکیں۔ احمدیوں کی دیکھا دیکھی اب بعض دوسرے لوگ بھی مجالس منعقد کر رہے ہیں۔ اور سکول بھی کھولنے کی کوشش میں ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ احمدیہ مشن ان سب کا پیشرو ہے۔"[1]

---

[1] الفضل (ربوہ) ۲ر فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۴-۵

فصل پنجم

حضرت امیر المومنین رضؓ کا سفر سندھ و بمبئی

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے گلے میں لگاتار لمبی تقاریر کرنے اور خطبات دینے کی وجہ سے مزمن تکلیف ہو گئی تھی اور سالہا سال سے کاسٹک استعمال کرایا جا رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ کاسٹک لگانا چھوڑ دیا جائے۔ ورنہ گلے کا گوشت بالکل جل جائیگا۔ ڈاکٹری رائے میں چونکہ اس مرض کے لئے سمندر کا سفر خاص طور پر مفید ہوتا ہے[۱] اس لئے حضور اس سال بمبئی تشریف لے گئے۔ چنانچہ حضور ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کو قادیان سے بذریعہ موٹر لاہور پہنچے[۲] جہاں نیشنل لیگ کے ایک اجتماع سے خطاب فرمایا[۳] اور دوسرے روز ۱۴ر اکتوبر کو صبح ساڑھے نو بجے کراچی میل کے ذریعہ سندھ روانہ ہوئے[۴]

۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ناصر آباد اسٹیٹ سے روانہ ہو کر ۱۵ر اکتوبر کو ۹ بجے صبح کراچی پہنچے اور ۹ بجے شام "ڈارسی لونا" نامی بحری جہاز سے روانہ ہو کر ۱۶ر اکتوبر کی صبح کو بمبئی میں وارد ہوئے[۵]

بمبئی میں حضور ڈیڑھ ہفتہ کے قریب فروکش رہے۔ اور ۲۹ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کو "سناوتی" جہاز پر سوار ہو کر صبح نو بجے کراچی پہنچے۔[۶] اور ۳ر نومبر ۱۹۳۷ء کو سفر سے واپس قادیان تشریف لے آئے۔[۷]

اس سفر میں پہلے تو گلے کی تکلیف بڑھ گئی۔ مگر بعد میں نمایاں فائدہ ہوا۔ اور روزانہ دوائیں لگانے کی جو ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ اس میں بہت کمی آگئی۔[۸]

روایات صحابہ محفوظ کرنے کی اہم تحریک

سلسلہ احمدیہ کے قیام کو ۱۹۳۷ء میں اڑتالیس سال اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک پر انتیس سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ اس لمبے عرصہ کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کثیر التعداد صحابہ رحلت فرما گئے اور اس تشویش انگیز صورت حال کو دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت کو ۹ر نومبر ۱۹۳۷ء کے خطبہ جمعہ میں[۹]

---

[۱] "سیر روحانی" (تقریر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۸ء) صفحہ ۷، ۸ طبع اول اپریل ۱۹۴۱ء طبع دوم صفحہ اول ٭
[۲] الفضل ۵ر اکتوبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ ٭ [۳] ایضاً صفحہ ۱۔ ۵ر اکتوبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ ٭ [۴] الفضل ۶ر اکتوبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ کالم ۱ ٭
[۵] الفضل ۲۰ر اکتوبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ ٭ [۶] الفضل ۳ر نومبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ ٭ [۷] الفضل ۵ر نومبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ ٭
[۸] "سیر روحانی" جلد اول صفحہ ۸ طبع اول اپریل ۱۹۴۱ء ٭ [۹] حضور نے سالانہ جلسہ ۱۹۳۷ء پر دوبارہ یہ تحریک فرمائی (رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان یکم مئی ۱۹۳۸ء تا ۳۰ر اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۰۰) ٭

باقیماندہ صحابہ کی روایات کے محفوظ کرنے کی خاص تحریک فرمائی چنانچہ فرمایا:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ۱۹۰۸ء کی ابتداء میں ہوئی ہے۔ اور اس وقت جن لوگوں کی عمر پندرہ سال کی سمجھی جائے۔ کیونکہ یہی کم سے کم عمر ہے جس میں بچہ سمجھ رکھتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کی عمر بھی اب ۴۴ سال ہوگی۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ ایسے لوگ بھی زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس سال اور جماعت میں رہ سکتے ہیں۔ اور بظاہر آج سے ۲۰ - ۲۵ سال بعد شائد ہی کوئی صحابی جماعت کو مل سکے۔ ایسا صحابی جس نے حضور کی باتوں کو سُنا اور سمجھا ہو۔

میں سمجھتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت کے حالات کی کتابیں اور احادیث اگر جمع کی جائیں تو تین چار سو ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں جن میں سے ہر ایک جلد پانسو صفحات کی ہوگی اگر ایسی تین سو جلدیں بھی ہوں تو یہ ڈیڑھ لاکھ صفحات ہوں گے ۔ ۔ ۔ ۔ غرض صحابہ کرامؓ نے اتنا ذخیرہ چھوڑا ہے کہ آج ہمیں بہت ہی کم یہ خیال آسکتا ہے کہ کاش رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں بات ہمیں معلوم ہوتی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے حالات و اقوال اور واردات کا بہت ہی کم حصہ محفوظ ہوا ہے۔ میں نے بارہا دوستوں کو توجہ دلائی ہے کہ جو بات کسی کو معلوم ہو۔ وہ لکھا دے اور دوسروں کو سُنا دے۔ مگر افسوس کہ اس کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ اور اگر کسی نے توجہ کی بھی ہے تو ایسی طرز پہ کہ اس کا نتیجہ صفر کے برابر ہے۔ پس ۔ ۔ ۔ میں دوستوں بالخصوص نظارت تالیف و تصنیف اور تعلیم کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ اس قسم کا کام ہے کہ اس میں سے بہت سا ہم ضائع کر چکے ہیں۔ اور اسکے لئے ہم خدا کے حضور کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اب جو باقی ہے اسے ہی محفوظ کرنے کا انتظام کیا جائے۔ ہمارا سالانہ بجٹ تین لاکھ کا ہوتا ہے۔ مگر اس میں ایک ایسا آدمی نہیں رکھا گیا۔ جو ان لیکچروں اور تقریروں کو جو صحابہ کریں۔ قلمبند کرتا جائے۔ اب بھی اگر ایسا انتظام کر دیا جائے تو جو کچھ محفوظ ہو سکتا ہے اُسے کیا جا سکتا ہے۔ اور اس میں سے سال دو سال کے بعد جو جمع ہو شائع ہوتا رہے۔ اور باقی لائبریریوں میں لوگوں کے پاس بھی محفوظ رہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اب بھی جو لوگ باقی ہیں۔ وہ اتنے ہیں کہ ان سے چالیس پچاس فیصدی باتیں محفوظ ہو سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام ایک بہت بڑے مصنّف بھی تھے۔ اسلئے آپؑ کی کتابوں میں بھی بہت کچھ آچکا ہے۔ لیکن جو باتیں صحابہ کو معلوم ہیں اگر اُن کو محفوظ کرنے کا کوئی انتظام نہ کیا گیا تو ہم ایک ایسی

۱؎ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نزدیک صحابی کی تعریف "جس شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پہ بیعت کی ہو۔ اور پھر ارتداد نہیں کیا۔ خواہ درمیان میں کس قدر کمزور ہو گیا ہو۔ وہ یقیناً صحابی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔" (الفضل ۲۴ فروری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱)

قیمتی چیز کھو بیٹھیں گے جو پھر کسی صورت میں بھی ہاتھ نہ آسکے گی۔ مَیں کئی سال سے اِس امر کی طرف توجہ دلا رہا ہوں مگر افسوس ہے کہ ابھی تک اس کی اہمیت کو نہیں سمجھا گیا"۔ [1]

حضور کے اس فرمان مبارک پر حضرت مرزا شریف احمدؓ صاحب ناظر تالیف و تصنیف نے حافظ بشیر احمد صاحب مولوی فاضل جالندھری کا انتخاب روایات صحابہ جمع کرنے کے لئے کیا۔ لیکن حافظ صاحب ابھی اس کام کا چارج لینے نہ پائے تھے کہ ۲ رمئی ۱۹۳۸ء کو اچانک انتقال کر گئے اور عارضی طور پر یہ کام ملک محمد عبد اللہ صاحب مولوی فاضل کے سپرد کیا گیا۔ ملک صاحب آخر اگست ۱۹۳۸ء تک یہ کام سرانجام دیتے رہے۔ انہوں نے صحابہ کرامؓ سے روایات حاصل کر کے ان کو "اخبار الفضل" میں شائع بھی کرانے کا اہتمام کیا۔ اور تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فہرست بھی مرتب کی۔ اسی اثناء میں حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی نے قادیان کے تمام محلہ جات کا بار بار دورہ کر کے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسم وار فہرست سن بیعت کے لحاظ سے مرتب کی [2]

ملک محمد عبد اللہ صاحب کے بعد شیخ عبد القادر صاحبؓ (سابق سوداگرمل) مبلغ کراچی نے ستمبر ۱۹۳۸ء سے اس اہم کام کا چارج لیا۔ اور اس کیلئے اپنے سب اوقات وقف کر دئے۔ اور نہ صرف بذریعہ ڈاک ہی روایات منگوائیں بلکہ بٹالہ۔ امرتسر۔ لاہور اور سیالکوٹ وغیرہ علاقوں کے دورے کر کے روایات کا ایک نہایت قیمتی ذخیرہ فراہم کر کے ان کو رجسٹروں کی صورت میں نقل کرانا شروع کر دیا اور اصل کے ساتھ ساتھ مقابلہ بھی جاری رکھا۔ اس کے ساتھ ہی شیخ صاحب موصوف تبرکات مسیح موعودؑ کی فہرستوں کو زیادہ سے زیادہ مکمل کر کے اخبار الفضل میں شائع کرنے لگے۔ [3]

جناب شیخ عبد القادر صاحب ۴ رجون ۱۹۴۰ء تک یہ قومی خدمت بجا لاتے رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے سینکڑوں صحابہؓ کی روایات تیرہ رجسٹروں کی صورت میں محفوظ کر لیں [4]

شیخ صاحبؓ کے بعد ۴ رجون ۱۹۴۰ء کو دوبارہ ملک محمد عبد اللہ صاحب مولوی فاضل نے اس کام کا چارج لیا۔ آپ نے قریباً ڈھائی ماہ کام کیا اور ۵۰۰ صفحات پر مشتمل روایات حاصل کر کے درج رجسٹر کیں ازاں بعد ۵ ا راگست ۱۹۴۰ء کو یہ فریضہ مہاشہ ملک فضل حسین صاحب مہاجر کے سپرد کیا گیا [5]

---

[1] الفضل ۲۶ ر نومبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲:۲ ؛ [2] یہ فہرست جو خلافت لائبریری ربوہ میں محفوظ ہے ضمیمہ کتاب میں شامل کر دی گئی ہے ؛ [3] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۳۸ء لغایت ۳۰ راپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۲۰ - ۲۲۲ ؛ [4] جن صحابہ کی روایات محفوظ کی گئیں ان کی مکمل فہرست ضمیمہ کتاب میں موجود ہے ؛ [5] تا [5] ملاحظہ ہو رجسٹر "روایات صحابہ" جلد ۱۳ - ان رجسٹروں کے مجموعی صفحات ۳۸۱۳ ہیں ؛

مہاشہ صاحب نے پہلے سالوں کی جمع شدہ روایات پر نظر ثانی اور مناسب تحقیق کے بعد اُن میں سے بعض الفضل، الحکم، رسالہ ریویو آف ریلیجنز[۱] اور مصباح میں شائع کرا کے سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں محفوظ کر دیں[۲]۔

حضرت امیر المومنینؓ کیطرف سے احیاءِ شریعت و سُنّت میں سرگرم ہو جانے کا پُرجلال اعلان اور عالمگیر اسلامی انقلاب کی بشارت،

خدا تعالیٰ کے قائم کردہ خلفاء اپنے آسمانی آقا کے وعدوں اور بشارتوں پر غیر متزلزل اور مستحکم ایمان رکھنے اور اپنے مولیٰ پر توکّل کرتے ہوئے تمکینِ دین کا پھریرا لہراتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

اس حقیقت و صداقت کا ایک رُوح پرور نظّارہ سالانہ جلسہ ۱۹۳۷ء پر دیکھنے میں آیا۔ ان ایام میں "مصری فتنہ[۳]" پُورے عروج پر تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کے موعود و برحق خلیفہ سیّدنا محمودؓ نے سالانہ جلسہ پر جمع ہونے والے احمدیوں کو احیاءِ سُنّت کے لئے سرگرم عمل ہونے کا حکم دیتے ہوئے یہ خوشخبری سُنائی۔ کہ احمدیت کے ذریعہ سے مستقبل میں عالمگیر اسلامی انقلاب برپا ہونا مقدّر ہے اور دُنیا کی حکومتیں اور بادشاہتیں احمدیوں کو عطا ہونے والی ہیں۔

یہ عظیم الشان بشارت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۷ء کی معرکۃ الآراء اور اپنے اندر "الہامی رنگ رکھنے والی[۴]" پر شوکت تقریر کے آخر میں سُنائی جو "انقلابِ حقیقی" کے اہم موضوع پر تھی اور جس کے ابتداء میں حضور نے دُنیا کی مشہور تمدّنی[۵] اور مذہبی[۶] تحریکات کی خصوصیات پر بالتفصیل روشنی ڈالنے کے بعد اعلان فرمایا:۔

"اب وقت آگیا ہے کہ ہماری جماعت اپنی ذمہ داری کو سمجھے اور احیاءِ سُنّت و شریعت کے لئے سرگرم عمل ہو جائے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۴۲ء ٭ [۲] رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۴۲ء لغایت ۳۰ر اپریل ۱۹۴۳ء صفحہ ۴۴، ۴۵ ٭ [۳] یعنی مصری پارٹی کا فتنہ جس کی تفصیلات پر حضور نے ۲۷ر دسمبر ۱۹۳۷ء کی تقریر میں بڑی شرح و بسط سے روشنی ڈالی اور اسکی نسبت حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد الہامات بیان فرمائے اور بتایا کہ الہام الٰہی میں خوارج کا ایک گروہ پیدا ہونے کی خبر موجود تھی جو پُوری ہو گئی۔ اس وضاحت کے بعد حضور نے خوارج کی فتنہ انگیزیوں کی تفصیل بتائی۔ اور خوارج اور مصری پارٹی میں عقائد کے لحاظ سے تیرہ زبردست مشابہتیں اور تاریخی لحاظ سے پانچ مشابہتیں بیان فرمائیں۔ حضرت امیر المومنینؓ کی اس معرکۃ الآراء تقریر نے اس فتنہ کا تار و پود بکھیر کے رکھ دیا۔ اور جماعت احمدیہ پہلے سے بھی زیادہ عقیدت و الفت کے ساتھ یقین کی اس مستحکم چٹان پر قائم ہو گئی کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اور دُنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اسے معزول نہیں کر سکتی۔ (مفصّل تقریر کے لئے ملاحظہ ہو۔ الفضل ۱۴ر اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۳ تا ۲۳ر اگست ۱۹۶۱ء ٭ [۴] حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کتاب "انقلابِ حقیقی" کی نسبت فرمایا کہ "اس کتاب کے بعض حصّے ایسے ہیں جو اپنے اندر الہامی رنگ رکھتے ہیں۔" (الفضل ۳ر جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۶ کالم ۲ ٭ [۵] یعنی آرین تحریک۔ رومن تحریک۔ ایرانی تحریک۔ بابلی تحریک۔ مغربی تحریک ٭ [۶] حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور مذہبی ٭

جب تک مَیں نے اعلان نہ کیا تھا۔ لوگوں کے لئے کوئی گناہ نہیں تھا۔ مگر اب جبکہ امام اعلان کرتا ہے کہ احیاءِ سُنّت و شریعت کا وقت آگیا ہے کسی کو پیچھے رہنا جائز نہیں ہوگا۔ اور اب اگر سُستی ہوئی تو کبھی بھی کچھ نہ ہوگا۔ آج گو صحابہ کی تعداد ہم میں قلیل رہ گئی ہے۔ مگر پھر بھی یہ کام صحابہ کی زندگی میں ہی ہو سکتا ہے۔ اور اگر صحابہ نہ رہے۔ تو پھر یاد رکھو۔ کہ یہ کام کبھی نہیں ہوگا۔" ؎۱

اِس اعلان کے بعد حضور نے اسلامی تمدّن کے متعلق بطور نمونہ دس احکام بیان فرمائے اور احمدیوں سے عہد لیا کہ وُہ "اپنی جائیداد سے اپنی لڑکیوں اور دُوسری رشتہ دار عورتوں کو وُہ حصّہ دے گا۔ جو خُدا اور اُس کے رسول نے مقرر کیا ہے"۔ ؎۲

اِسکے علاوہ حضور نے احیاءِ شریعت و سُنّت کے پہلے مرحلہ کے طور پر عورتوں کے حقوق، امانت، خدمتِ خلق اور احمدی دارالقضاء کی طرف رجوع کرنے کے متعلق تاکیدی ہدایات دیں اور فرمایا:۔

"بے شک آج ہم وُہ کام نہیں کر سکتے جو حکومت اور بادشاہت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مگر وُہ باتیں جو ہمارے اختیار میں ہیں۔ اُن پر آج سے ہی عمل شروع ہو جانا چاہیئے"۔ ؎۳

حضور نے تقریر کے آخر میں یہ بشارت دی کہ:۔

"دنیا میں انسان جب ایک سبق یاد کر لیا کرتا ہے تو اُستاد اُسے دُوسرا سبق دیتا ہے۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ جب تم اِس سبق کو یاد کر لوگے۔ تو اللہ تعالیٰ دُنیا کی حکومتیں اور بادشاہتیں تمہارے قدموں میں ڈال دے گا۔ اور کہے گا جب تم نے ان تمام احکام اسلام کو جاری کر دیا۔ جن کے لئے حکومت کی ضرورت نہیں تھی۔ تو آؤ اَب میں حکومتیں بھی تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ تا جو چند احکام شریعت کے باقی ہیں اُن کا بھی عالم میں نفاذ ہو۔ اور اسلامی تمدن کی چاروں دیواریں پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں۔ پس اگر تم میری ان باتوں پر عمل شروع کر دو۔ تو اللہ تعالیٰ حکومتوں کو بھی تمہارے سپرد کر دے گا۔ اور جو حکومتیں اسکے لئے تیار نہیں ہونگی اللہ تعالیٰ اُنہیں تباہ کر دے گا اور اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ جاؤ اور اُن کا تختہ اُلٹ کر حکومت کی باگ ڈور اُن کے ہاتھ میں دو۔ جو میرے اسلام کو دُنیا میں رائج کر رہے ہیں"۔ ؎۴

؎۱ "انقلاب حقیقی" طبع اوّل صفحہ ۱۱۳ ؎۲ ایضاً صفحہ ۱۲۵۔ حضرت امیر المومنین نے ۱۹۳۹ء کے سالانہ جلسہ پر اس عہد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "بعض زمینداروں نے شاندار نمونہ دکھایا ہے مگر لکھوں کی جماعت میں یہ مثالیں بہت کم ہیں"۔ (الفضل ۳ر جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۲ کالم ۱) ایضاً الفضل ۴ر فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۴۔۲ ؎۳ "انقلاب حقیقی" صفحہ ۱۲۹۔

؎۴ "انقلاب حقیقی" طبع اول صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲۔ حضرت امیر المومنین کا یہ لیکچر دوبارہ کتابی شکل میں شائع کیا جا چکا ہے (الفضل ۳ر جنوری ۱۹۴۳ء صفحہ ۴)

بعض جلیل القدر صحابہ کا انتقال

۱۹۳۷ء میں جو بزرگ صحابہ انتقال فرما گئے۔ اُن کے نام نامی یہ ہیں:- (۱) شیخ نواب الدین صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ چانگڑیاں ضلع سیالکوٹ (تاریخ وفات ۱۱ رجنوری ۱۹۳۷ء بعمر ۷۵ سال) [1]

(۲) حضرت منشی عبدالرحمن صاحب کپورتھلوی (تاریخ وفات ۲۶ رجنوری ۱۹۳۷ء بعمر ۹۰ سال قریباً) [2] قدیم ترین صحابہ میں سے تھے بیعت اُولیٰ کے موقعہ پر پہلے ہی دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ [3]

(۳) حضرت ماسٹر نواب الدین صاحب بی اے بی ٹی (تاریخ وفات ۲۰ رفروری ۱۹۳۷ء) [4] نہایت مخلص اور پُر جوش بزرگ تھے۔

(۴) حکیم مرزا خدا بخش صاحب غیر مبائع مؤلف "عسل مصفّٰی" (تاریخ وفات ۵ راپریل ۱۹۳۷ء) [5]

(۵) حضرت بابا میر اسلام صاحب افغان (تاریخ وفات ۱۹/۲۰ مئی ۱۹۳۷ء بعمر ۱۰۶ سال) [6]

(۶) حضرت ڈاکٹر سیّد عبدالستار شاہ صاحب (تاریخ وفات ۲۳ رجون ۱۹۳۷ء) - آپ کا شمار جماعت احمدیہ کے ممتاز اہلِ کشوف و الہام میں ہوتا ہے ۱۹۰۱ء میں بیعتِ مسیح موعودؑ سے مشرف ہوئے۔ ۲۵ برس تک رعیہ ضلع سیالکوٹ میں سینئر سب اسسٹنٹ سرجن کے عہدہ پر ملازم رہے۔ ۱۹۲۰ء میں پنشن لینے کے بعد قادیان آگئے اور مستقل طور پر رہائش اختیار کر لی۔ [7] حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے آپکی وفات پر آپکے بیٹے حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کو ایک تعزیت نامہ لکھا۔ جس میں تحریر فرمایا کہ "وہ ایک نہایت ہی پاک نفس انسان تھے جن کا وجود سراسر برکت تھا۔ ایسے وجود دُنیا میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ ..... وُہ ہر ایک کے محسن اور سب کے خیر خواہ تھے۔ اُن کی برکت سے اور اُنکی دُعاؤں سے ایک دُنیا فیض حاصل کر رہی تھی"[8] ....

(۷) حضرت مولوی نور احمد صاحب لودی ننگل (تاریخ وفات ۲۴ رجون ۱۹۳۷ء)۔ بیعت کرنے کا عجیب

---

[1] الفضل ۵ رجنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ ؛ [2] الفضل ۲۸ رجنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؛ [3] ملاحظہ ہو بیان حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی مطبوعہ "تاریخ احمدیت" جلد دوم طبع دوم صفحہ ۱۷۲) مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۷ رجولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ ؛ [4] الفضل ۲۳ رفروری ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؛ الفضل ۱۶ رمارچ ۱۹۳۷ء میں اُن کے ایک مباحثہ کے کوائف درج ہیں جو انہوں نے ۲۴-۱۹۲۳ء میں غیر مبائعین سے کیا۔ اور جس سے اُن کے گہرے مطالعہ، حاضر جوابی اور حکمت عملی کا پتہ چلتا ہے ؛ [5] اخبار "پیغام صلح" ۷ راپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۴ کالم ۱ ؛

[6] الفضل ۲۲ رمئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؛ [7] الفضل ۲۵ رجون ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۲ ؛ [8] الفضل ۲۰ رجولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ و ۹ ؛

واقعہ سُنایا کرتے تھے فرماتے ہیں نے دیکھا کہ ایک آدمی عطر فروخت کر رہا ہے۔ مَیں نے بھی ایک پیکٹ لیا۔ جب کھولا۔ تو اُس میں ایک اور پیکٹ تھا۔ حتّٰی کہ کئی ایک پیکٹ کھولنے کے بعد ایک شیشی نکلی جس کے کھولنے سے سارا جہان معطر ہوگیا۔ جب پڑھا تو شیشی پر مرقوم تھا "براہین احمدیہ" اس لطیف خواب پر آپ مسیح موعودؑ کی غلامی میں آ گئے۔ بہت متبحر عالم تھے۔ کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایکدفعہ کسی حدیث کی ضرورت پڑی۔ اسپر حضورؑ نے ایک سانڈنی سوار گورداسپور سے لودی ننگل بھیجا کہ اُن کو لے آؤ۔ قاصد جونہی اُن کے پاس پہنچا اور آپ اُسی وقت چل دئے۔ عصر کی نماز گاؤں سے باہر ادا کی اور آدھی رات کے بعد آپ گورداسپور پہنچے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مطلوبہ حدیث پیش کر دی۔

حضرت مولوی صاحب کے ذریعہ لودی ننگل، تیجہ کلاں، کھوکھر اور جھجھہ بالہ میں احمدی جماعتیں قائم ہوئیں۔ آپ تینتالیس برس تک تبلیغ احمدیت میں منہمک رہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں پر آپ کو بہت عبور حاصل تھا۔ سطروں کی سطریں زبانی سُنا دیتے تھے۔ کوئی کام دُعا کے بغیر شروع نہ کرتے۔ بہت مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔[1]

(۸) حضرت میاں شادیخاں صاحب ساکن ننگل باغباناں متصل قادیان (تاریخ وفات ۲۶ر جون ۱۹۳۷ء بعمر ۹۸ سال)[2]

(۹) حضرت بابا محمد کریم صاحب متوطن علاقہ خوست (تاریخ وفات ۲۶ر جولائی ۱۹۳۷ء بعمر ۷۰ سال)[3]

(۱۰) کپتان اللہ داد خاں صاحب آف کھاریاں (تاریخ وفات ۱۲ر اگست ۱۹۳۷ء) ۸۶-۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعا کے طفیل معمولی سپاہی سے ترقی کرتے کرتے کپتان کے عہدہ تک پہنچے۔[4]

(۱۱) میاں محمد اسماعیل صاحب مالیر کوٹلوی (تاریخ وفات ۲۹ر اگست ۱۹۳۷ء بعمر ۸۰ سال)[5]

مندرجہ بالا صحابہ کے علاوہ مندرجہ ذیل مخلصین سلسلہ کا بھی وصال ہوا:۔

۱۔ سیٹھ غلام محمد ابراہیم صاحب (تاریخ وفات ۱۷ر اپریل ۱۹۳۷ء)[6]

۲۔ میر مہدی حسین صاحب مالک احمدیہ فرنیچر سٹور دہلی۔ (تاریخ وفات ۲۹ر اپریل ۱۹۳۷ء)[7]

---

[1] الفضل ۲ر ستمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ و ۹ ؛ [2] الفضل ۲۹ر جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ ؛ [3] الفضل ۲۸ر جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؛ [4] الفضل ۲۱ر اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۹ کالم ۳ ؛ [5] الفضل ۲۹ر اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؛ [6] حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحبؓ کے ماموں ۱۹۲۰ء کے قریب داخل احمدیت ہوئے بہت ہی مخلص تھے، تہجد گزار اور سلسلہ کے فدائیوں میں سے تھے ۷۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (الفضل ۳۰ر اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۲) ؛ [7] الفضل ۲ر مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ا کالم ۱۔ جماعت دہلی کے مخلص اور جوشیلے احمدی تھے۔ انکے والد میر احمد حسن صاحب (صحابی حضرت مسیح موعودؑ) نے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے مریدوں کے ہاتھوں بہت تکالیف اُٹھائیں۔ کئی بار ماریں کھائیں (الفضل ۲ر مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۹)

(۴۳) حکیم محمد احمد ابوطاہر صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ (تاریخ وفات ۴ ستمبر ۱۹۳۶ء) [۱]

فصل ششم

بعض متفرق مگر اہم واقعات

خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں خوشی اور مسرت کی تقاریب

۱۔ ۱۳ مارچ ۱۹۳۶ء کو حُجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ آف مالیر کوٹلہ کے فرزند صاحبزادہ میاں محمد احمد خاں صاحب کے مشکوئے معلّٰی میں میاں حامد احمد خاں کی ولادت ہوئی۔ [۲]

۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے ہاں ۱۷ اپریل بروز ہفتہ دو بجے دوپہر مرزا انس احمد صاحب کی ولادت باسعادت ہوئی۔ [۳] اس تقریب پر حضرت خان ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر نے ایک قصیدہ لکھا۔ جس کے چند اشعار یہ تھے:۔

اک شگوفہ ہے نیا باغِ مسیحا میں کھلا ۔۔۔ جس کی خوشبو سے معطّر ہے دماغِ گردوں
ابنِ ناصر کی ولادت ہے عجب مژدہ خبر ۔۔۔ برکات اُس کی زمیں کے لئے ہیں گونا گوں
حق نے اب حضرتِ محمودؓ کو پوتا بخشا ۔۔۔ مَیں بھی یہ ہدیہ تبریک نہ کیوں پیش کروں
ہو یہ فرزند سعید اور خدا کا محبوب ۔۔۔ اس سے لے عقل و خرد آکے ہر اک افلاطون
نورِ اسلام کو پھیلائے یہ دُنیا بھر میں ۔۔۔ عاشقِ احمدؐ کا ہو محمودؓ کا ہو یہ مجنوں
علم توحید کا گنجینہ ہو اُس کا سینہ ۔۔۔ دل ہو عرفانِ الٰہی سے لبالب سیحوں [۴]

۳۔ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب (خلف الرشید حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ) کے ہاں ۱۲ مارچ ۱۹۳۶ء کو میاں ادریس احمد صاحب پیدا ہوئے۔ [۵]

---

[۱] الفضل ۹ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ مرحوم اواخر ۱۹۱۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ سلسلہ کے ساتھ محبت اور خدمات کے اعتبار سے آپ مخلصین کی صفِ اوّل میں تھے۔ کئی بار قادیان تشریف لاکر کافی عرصہ قیام کرتے رہے۔ ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے حد اخلاص و عقیدت رکھتے تھے۔ (الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۳) ؛ [۲] الفضل ۲ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ ؛ [۳] الفضل ۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ الفضل ۲۵ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؛ [۴] الفضل ۲۷ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ ؛ [۵] الفضل ۱۴ مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ کالم ۱ ؛

۴۔ ۱۳،۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کی درمیانی شب کو مرزا رشید احمد صاحب (خلف الصدق حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ عنہ) کے ہاں فرزند تولد ہوا۔[۵۱]

۵۔ اسی طرح صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آئی سی ایس کے امتحان میں ساتویں نمبر پر پاس ہوئے۔ نامزدگی کے موقعہ پر جو سات مسلمان اُمیدوار منتخب کئے گئے اُن میں آپ کا تیسرا درجہ تھا۔ کل نمبر ۱۰۰۹ حاصل کئے۔[۵۲]

۶۔ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لاء (ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ) چار سال انگلستان رہ کر بار ایٹ لاء (BAR AT LAW) کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ۶ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو ساڑھے نو بجے صبح کی گاڑی سے واپس تشریف لائے۔ اس موقعہ پر استقبال کیلئے خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور مقامی جماعت کے علاوہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ بھی اسٹیشن پر رونق افروز تھے۔[۵۳]

نمائندہ سلطان مسقط قادیان میں

مسٹر عبدالمنعم نمائندہ سلطان مسقط ۵ر جنوری ۱۹۳۷ء کو قادیان تشریف لائے۔[۵۴]

اڑیسہ پراونشل انجمن احمدیہ کا پہلا جلسہ

۱۲ر مارچ ۱۹۳۷ء کو اڑیسہ پراونشل انجمن احمدیہ کا پہلا تنظیمی جلسہ کٹک میں منعقد ہوا۔ جس میں مرکز سے مولوی ظہور حسین صاحب نے بطور نمائندہ شرکت فرمائی۔ اڑیسہ کے مختلف مقامات مثلاً سونگڑہ، کیرنگ، کندراپاڑا، پوری نگریا، بالیسر، سری پار، سیرلو خوردہ سے عہدیداران پراونشل اور دیگر مہمان ۵۲ کی تعداد میں شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں ایک سکیم بھی مرتب کی گئی اور عہدیداران کے فرائض واضح کئے گئے۔[۵۵]

پروفیسر جان کلارک آرچر قادیان میں

پروفیسر کلارک آرچر جو ییل (YALE) یونیورسٹی امریکہ میں شعبہ مذاہب کے پروفیسر تھے اور اُن دنوں پنجاب میں آئے ہوئے تھے، ۱۷ر جون ۱۹۳۷ء کو قادیان آئے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شرف ملاقات بخشا اور اُن سے مختلف اسلامی مسائل پر گفتگو فرمائی۔ پروفیسر صاحب دفاتر دیکھنے کے بعد شام کی گاڑی سے واپس چلے گئے۔[۵۶]

---

۵۱ الفضل ۱۵ر اکتوبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۲ ٭ ۵۲ الفضل ۱۴ر جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ ٭ ۵۳ الفضل ۸ر دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ ٭ ۵۴ الفضل ۷ر جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ ٭ ۵۵ الفضل ۶ر اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۹ کالم ۱ ٭ ۵۶ الفضل ۱۹ر جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ پروفیسر مذکور نے ۱۳ر جولائی ۱۹۳۷ء کو ناظر اعلیٰ صاحب کے نام شکریہ کا ایک مکتوب لکھا جو الفضل ۲۲ر جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۶ پر شائع ہو چکا ہے۔

سنگِ بنیاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے یکم اکتوبر ۱۹۳۷ء کو سید بشیر احمد صاحب کارکن نظارت دعوت و تبلیغ کے مکان کی محلہ دار الانوار میں بنیاد رکھی۔ [۱]

مذاہب عالم کانفرنسوں میں احمدی مبلغوں کی تقریریں بمبئی:۔ آل فیتھس لیگ (ALL FAITHS LEAGUE) بمبئی کا پہلا اجلاس ناسک میں ۱۹۳۲ء میں۔ اور دوسرا اس سال ۲۴، ۲۵، ۲۶ اپریل ۱۹۳۷ء بمبئی میں منعقد ہوا۔ جس میں

مبلغ اسلام حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب نیرؓ نے انگریزی میں "اسلام ایک احمدی کے نقطہ نگاہ سے" کے موضوع پر تقریر فرمائی جو بہت پسند کی گئی اور تعلیم یافتہ طبقہ نے یہاں تک کہا کہ ہم نے پہلی مرتبہ اسلام سے متعلق ایسی تقریر سنی ہے۔ حضرت مولوی عبد الرحیم صاحبؓ نیر لیگ کی سب جیکٹ کمیٹی کے ممبر بھی منتخب کئے گئے۔ اور آپ کے دو ریزولیوشن بھی کانفرنس میں بالاتفاق رائے پاس ہوئے۔ پہلے ریزولیوشن کا مفہوم یہ تھا کہ تمام مذاہب کے نمائندے اپنے وعظوں کو صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے تک محدود کر دیں اور دوسرے مذاہب پر ہرگز حملہ نہ کریں۔ حضرت نیر صاحبؓ نے دوسرا ریزولیوشن یہ پیش کیا کہ ہندو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کے جلسوں میں اور مسلمان دوسرے بانیانِ مذاہب کے جلسوں میں شرکت کرکے صلح و محبت کا ماحول پیدا کریں۔ [۲]

سرگودھا:۔ ۲۵ اپریل ۱۹۳۷ء کو "سناتن دھرم سبھا" سرگودھا کے زیر انتظام بھی ایک مذہبی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں جماعت احمدیہ کی طرف سے (ابو البشارت) مولوی عبد الغفور صاحبؓ فاضل نے مقررہ موضوع "انسانی زندگی کا مدعا کیا ہے" پر اپنا مضمون پڑھا۔ [۳]

سہارنپور:۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو آریہ سماج سول لائن سہارنپور کی طرف سے ایک مذاہب کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں جماعت احمدیہ کی طرف سے ماسٹر محمد حسن صاحب آسان [۴] دہلوی اور مہاشہ محمد عمر صاحب فاضل نے اسلام کی خوبیاں بیان کیں جن سے پبلک بہت متاثر ہوئی۔

وچھو والی لاہور:۔ سناتن دھرم سبھا وچھو والی لاہور نے ۲۶ نومبر ۱۹۳۷ء کو ایک مذاہب کانفرنس کا انتظام کیا جس میں نمائندہ جماعت احمدیہ مولوی ابو العطاء صاحب فاضل نے تقریر فرمائی۔ [۵]

---

[۱] الفضل ۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ ۔ [۲] الفضل یکم مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ ۔ [۳] الفضل ۴ مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۲ ۔ [۴] الفضل ۹ نومبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۶ کالم ۳ ۔ اخبار الفضل میں آسان کی بجائے احسان چھپ گیا ہے۔ جو سہو ہے ۔ [۵] الفضل ۸ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۹ ۔

دو مخلصین کی عیادت جماعت احمدیہ کے دو مخلص کارکن حضرت مولوی غلام رسول صاحبؓ وزیرآبادی اور ملک فضل حسین صاحب مینیجر احمدیہ بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان بعارضہ فالج بیمار تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ۱۵؍جون ۱۹۳۷ء کو حضرت مولوی صاحبؓ کی عیادت کے لئے نور ہسپتال[1] میں اور ۲۱؍جون ۱۹۳۷ء کو ملک صاحب کے مکان (واقع محلہ دارالفضل) پر تشریف لے گئے۔[2]

مبلغین احمدیت کی بیرونی ممالک کو روانگی اس سال مندرجہ ذیل مبلغین بیرونی ممالک میں روانہ کئے گئے:۔

۱۔ مولوی عبدالغفور صاحب (تاریخ روانگی ۹؍جنوری ۱۹۳۷ء برائے جاپان)[3]
۲۔ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری (تاریخ روانگی ۵؍مئی ۱۹۳۷ء برائے حیفا)[4][5]
۳۔ مولانا رحمت علی صاحبؓ (تاریخ روانگی ۲۷؍ستمبر ۱۹۳۷ء برائے جاوا)[6]
۴۔ چوہدری محمد اسحاق صاحب (تاریخ روانگی ۲۷؍ستمبر ۱۹۳۷ء برائے چین)[7]

بیرونی مشنوں کے بعض اہم واقعات **بلاد عربیہ مشن۔** مولوی محمد سلیم صاحب مبشر بلاد اسلامیہ نے اوائل ماہ فروری ۱۹۳۷ء میں ڈاکٹر نذیر احمد صاحب، اور دو اور احمدی دوستوں کی رفاقت میں شرق اردن کا تبلیغی سفر کیا۔ سفر کے دوران امیر عبداللہ والئے شرق اردن سے "شونہ"[8] کے مقام پر ملاقات کی۔ نیز عمان میں احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ اور واپسی پر بیت المقدس میں مسلمانوں اور عیسائیوں سے دلچسپ بحث کی۔[9]

مغربی افریقہ مشن:۔ سالٹ پانڈ (مغربی افریقہ) میں پندرہ ہزار روپیہ سے احمدیہ دارالتبلیغ کی تعمیر ہوئی جس کا افتتاح مولوی نذیر احمد صاحب مبشر نے ۱۸؍فروری ۱۹۳۷ء کو فرمایا۔ دارالتبلیغ کی شاندار عمارت زیادہ تر حکیم فضل الرحمن صاحبؓ کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔[10]

جاوا مشن:۔ جماعت احمدیہ برانچ بٹاویہ نے ۱۲۰۰ گلڈر خرچ کر کے اپنے سرمایہ سے ایک مسجد اور

---

[1] الفضل ۱۷؍جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ [2] الفضل ۲۳؍جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ [3] الفضل ۱۲؍جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۲۔ آپ ۵؍مارچ ۱۹۳۷ء کو کوبے (جاپان) میں پہنچ گئے (الفضل ۷؍مارچ ۱۹۳۷ء صفحہ ۲)۔ [4] الفضل ۶؍مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ [5] آپ نے قادیان سے حیفا تک کے حالات الفضل ۲۶؍جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۷ پر شائع کرا دئے تھے۔ [6] الفضل ۲۹؍ستمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ [7] الفضل ۲۹؍ستمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱۔
[8] بیت المقدس سے عمان کی راہ میں واقع ہے۔ [9] الفضل یکم اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۵ تا ۸۔ [10] الفضل ۱۷؍اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۷ کالم ۱۔

کلب ہاؤس تعمیر کیا جس سے تبلیغی جلسوں میں بہت آسانیاں ہوگئیں۔ حضرت امیرالمومنین نے مسجد کا نام "مسجد الہدایت" تجویز فرمایا [۱]

مولوی عبدالواحد صاحب سماٹری نے ۱۲ر جولائی ۱۹۳۷ء کو جماعت گاوت (جاوا) کی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔[۲] اگست ۱۹۳۷ء میں اسلامی اصول کی فلاسفی کا ملایا زبان کا ترجمہ اشاعت پذیر ہوا [۳]

جماعت احمدیہ پاڈانگ کے ایک مخلص رکن ڈمنگ صاحب ڈاٹو مواجہ ۱۳ر نومبر ۱۹۳۰ء کو ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ مرحوم مولوی رحمت علی صاحب کے ہاتھ پر داخلِ احمدیت ہوئے تھے اور سماٹرا میں سابقون میں شمار کئے گئے۔ اخلاص کی وجہ سے جماعت سماٹرا میں نہایت عزت اور وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ سے غایت درجہ عقیدت و محبت تھی۔ ۱۹۲۹ء میں اپنے اہل و عیال سمیت مولانا رحمت علی صاحب کے ہمراہ قادیان تشریف لائے۔ اور جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی اجازت سے مکہ تشریف گئے اور حکومت مکہ نے ان کو جیل میں ڈال دیا۔ تو اس وقت آپ نے ایمان کی مضبوطی اور پختگی کا شاندار نمونہ پیش کیا۔ جماعت پاڈانگ کئی سال سے متفقہ طور پر آپکو پریذیڈنٹ بنانے کی کوشش کرتی مگر آپ یہی چاہتے کہ کوئی دوسرا پریذیڈنٹ ہو لیکن ۱۹۳۷ء میں جب حضرت امیرالمومنینؓ کی طرف سے آپ کا تقرر ہوا تو سرِ تسلیم خم کر لیا۔ مگر اس انتخاب پر ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ آپ انتقال کر گئے۔[۴]

جاوا میں ایک شہر جاپارا ہے جس سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ "بچت" نامی ہے۔ جہاں کے لوگ اپنے آپ کو محققین کہتے تھے اور اُن کے لیڈر کا نام پیر ابوبکر تھا۔ ملک عزیز احمد صاحب مبلغ جاوا کو شروع ۱۹۳۷ء میں ابوبکر کے ایک معتمد مرید مسٹر ویرانا سے ملاقات کا موقعہ ملا جنہوں نے دوران گفتگو میں کہا کہ جو کچھ آپ بتاتے ہیں بالکل درست ہے اور میرے پیر صاحب نے ۱۹۲۸ء میں ایک رات ۲ بجے کے قریب مجھے خاص طور پر یاد فرمایا اور کہا کہ سنو۔ یہ علم جو ہم پکڑے ہوئے ہیں اصل نہیں ہے۔ اصل علم جو تمام اُمتِ اسلام کیلئے ہے وہ امام مہدی لائے گا۔ اور امام مہدی ہندوستان میں لاہور کے قریب آچکا ہے اُس کا نام "احمد" ہے۔ لوگ اُن کے مریدوں کی بہت مخالفت کر رہے ہیں۔ اُن کی جماعت ہم سے یہاں ملے گی اور وہ سچی جماعت ہوگی۔[۵]

۱۹۳۷ء کی نئی مطبوعات

اس سال مندرجہ ذیل لٹریچر شائع کیا گیا:۔

(۱) "بشارت احمد" (پروفیسر محمد الیاس صاحب برنی ناظم دارالترجمہ عثمانیہ کی

---

[۱] الفضل ۲۴ر مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۸۔ [۲] الفضل ۲۹ر جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ کالم ۲۔ [۳] الفضل ۲۵ر ستمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ کالم ۲۔
[۴] الفضل ۱۶ر دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ کالم ۱۔ [۵] الفضل ۲۴ر اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۲۔

کتاب "قادیانی مذہب" کا مدلّل و مفصّل جواب جو سیّد بشارت احمدؒ صاحبؓ امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن نے شائع کیا)

(۲) "مباحثہ راولپنڈی" (مابین جماعت احمدیہ و غیر مبائعین)

(۳) "اہلِ پیغام کے بعض خاص کارنامے" (تالیف منیف حضرت مولوی محمدؐ اسماعیل صاحبؓ ہلالپوری پروفیسر جامعہ احمدیہ)

(۴) "وید مقدس اور قرآن کریم" (تالیف مولوی ناصرالدین عبداللہ صاحبؓ فاضل سنسکرت)

(۵) "آسمانی پرکاش" بجواب "ستیارتھ پرکاش" (از مولوی ناصرالدین عبداللہ صاحبؓ)

(۶) "تحقیق جدید متعلقہ قبر مسیح" (حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحبؓ کی سفرِ مسیح پر ایک فاضلانہ تصنیف)

(۷) پہلا پارہ جامع صحیح مسند بخاری" (ترجمہ و شرح حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ)

(۸) "احمدیہ البم" (شائع کردہ حضرت مولانا عبدالرحیمؓ صاحبؓ دردؔ ایم اے۔ امام مسجد لنڈن۔ اکتیس نہایت عمدہ اور جاذب نظر تصویروں پر مشتمل پہلا مطبوعہ احمدیہ البم)

اندرونِ ملک کے بعض مشہور مناظرے

۱۔ مباحثہ خانقاہ ڈوگراں۔ شروع ۱۹۳۶ء میں یہاں جماعت احمدیہ کا شیعہ اصحاب سے مناظرہ ہوا۔ پہلا مناظرہ اصحابِ ثلاثہ کے مومن ہونے اور اُن کی خلافت پر تھا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ماسٹر غلام احمد صاحب آلہو کی اور شیعوں کی طرف سے سیّد عبدالغنی صاحب مناظر تھے۔ ماسٹر صاحب نے تیئیس ثبوت قرآن مجید سے پیش کئے۔ شیعہ مناظر نے چند اعتراض کئے جن کا جواب دیا گیا۔ شیعہ مناظر صاحب نے اپنے مؤقف کی تائید میں صرف دو ثبوت پیش کئے جنہیں احمدی مناظر نے قرآن مجید ہی سے غلط ثابت کر دکھایا۔ شیعہ مناظر صاحب چونکہ صرف پانچ منٹ بول کر بیٹھ جاتے تھے اسلئے پبلک کے اصرار پر اُن کا بقیہ وقت ماسٹر صاحب کو دے دیا جاتا۔ دو۲ گھنٹے کے اِس مناظرہ کے بعد صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر تین گھنٹہ مناظرہ مقرر تھا لیکن شیعہ مناظر پندرہ منٹ کی پہلی اور دس منٹ کی دُوسری تقریر کے دلائل کی تاب نہ لاکر اپنے ہمجولیوں سمیت میدانِ مناظرہ سے بھاگ نکلے۔

مناظرہ کے بعد بہت سے لوگوں نے احمدیوں کو مبارکباد دی اور ایک گریجویٹ نے تو یہ بھی کہا کہ مَیں نے ایسے واضح دلائل آجتک نہیں سُنے۔ پہلے مَیں کچھ مذبذب تھا مگر آج تو یقین ہوگیا کہ خلفاء ثلاثہ واقعی خدا کے مقرر کردہ اور اسکے برگزیدہ خلیفہ تھے۔[۱]

۲۔ مباحثہ دہلی۔ ۶ر مارچ ۱۹۳۶ء کو مولوی ابوالعطاء صاحب کا "ختم نبوّت" کے موضوع پر انجمن سیف الاسلام دہلی کے ایک عالم کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ مولوی صاحب موصوف کی فصاحت و بلاغت سے لبریز مدلل تقاریر کا پبلک پر بہت عمدہ اثر تھا۔ مولوی ابوالوفا شاہجہانپوری نے مناظرہ میں ناکامی دیکھ کر مولوی ابوالعطاء صاحب اور دوسرے

---

[۱] الفضل ۱۸ر فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۶

احباب جماعت پر لاٹھیوں سے حملہ کرا دیا۔ کئی احمدیوں کو شدید ضربیں آئیں اور لاٹھیاں تو اکثر دوستوں اور علماء سلسلہ کے بھی لگیں۔ بشرفائے دہلی نے احمدیوں کے صبر و تحمل کی بہت تعریف کی۔ اور انجمن سیف الاسلام والوں کو لعنت ملامت۔ رات کے وقت سناتن دھرمیوں کا انجمن والوں سے مناظرہ تھا۔ مگر انہوں نے کہہ دیا کہ جہاں ایسے اخلاق کا مظاہرہ ہو وہاں ہم جانا نہیں چاہتے۔[۵۱]

۳۔ مباحثہ کراچی۔ کراچی میں مولوی ابوالعطاء صاحب نے ۲۸-۲۹ مارچ ۱۹۳۶ء کو پنڈت رامچندر صاحب آریہ مناظر سے مسئلہ تناسخ اور حدوث روح و مادہ پر مناظرہ کیا۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں، آریوں اور سکھوں نے بھی احمدی مناظر کے زوردار دلائل کی ازحد تعریف کی اور کھلم کھلا اقرار کیا کہ پنڈت صاحب موصوف مولوی صاحب موصوف کے اعتراضات کا جواب نہیں دے سکے اور نہ دے سکتے تھے کیونکہ وہ ایسے مسائل کی حمایت میں کھڑے تھے جو غیر فطرتی تھے اور سلیم الفطرت انسان کا کانشنس یہ خلاف عقل عقائد قبول کرنے کیلئے کبھی تیار نہیں ہو سکتا۔[۵۲]

۴۔ ضلع ڈیرہ غازیخاں۔ مارچ ۱۹۳۶ء میں احمدی مناظرین (چوہدری محمد شریف صاحب، مولوی ظفر محمد صاحب، مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر اور ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب موگا) نے سائیں لال حسین صاحب اختر سے ڈیرہ غازیخاں، بستی بزدار اور جام پور میں کامیاب مناظرے کئے۔[۵۳]

۵۔ مباحثہ ملتان۔ ملتان شہر میں ۴ اپریل ۱۹۳۶ء کو صبح سے لیکر ظہر تک جماعت احمدیہ اور جمعیۃ احناف ملتان کے درمیان جمعیۃ کی جلسہ گاہ میں صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر مناظرہ ہوا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے مولوی ابوالعطاء صاحب مناظر تھے۔ اور جمعیۃ احناف کی طرف سے سائیں لال حسین صاحب اختر! حسب قاعدہ مدعی ہونے کے باعث احمدی مناظر کی پہلی اور آخری تقریر تھی۔ اسی طرح دوسرے شرائط مناظرہ میں ایک شرط تہذیب و متانت کی تھی۔ مولوی ابوالعطاء صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں قرآن مجید، احادیث اور دیگر معقول اور ٹھوس دلائل سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت واضح کی اور آخر وقت تک نہایت ہی سنجیدگی، متانت اور فاضلانہ پیرایہ میں اپنا مضمون نبھاتے رہے۔ مگر فریق ثانی قرآنی معیاروں کی طرف آنے کی بجائے دروغ بیانی، تحریف و تلبیس، بدزبانی اور اشتعال انگیزی پر اتر آیا اور گالیاں دینے میں حد کر دی۔ اور جب احمدی مناظر کی آخری تقریر کا وقت آیا۔ تو فریق مخالف کے پریذیڈنٹ صاحب اور ان کے ساتھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور محفل مناظرہ درہم برہم ہو گئی۔ احمدیوں نے اس خلاف ورزی کی جانب توجہ دلائی مگر کوئی

---

[۵۱] الفضل ۱۰ مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۲ ٭ [۵۲] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۸ کالم ۲-۳ ٭
[۵۳] الفضل یکم اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۹ ٭

شنوائی نہ ہوئی۔ آخر بعض پولیس افسروں کے کہنے پر احمدی اصحاب جلسہ گاہ سے باہر آ گئے۔ اس مناظرہ میں حاضرین کی تعداد قریباً دو تین ہزار ہوگی۔ ؎۱

۶۔ مباحثہ لائل پور۔ قاضی محمد نذیر صاحب فاضل نے لائل پور میں ۱۱-۱۲ اپریل ۱۹۳۷ء کو پادری میلارام صاحب سے "صداقت مسیح موعود" اور "الوہیت مسیح ناصری" پر مناظرے کئے۔ غیر احمدی اصحاب نے احمدی مناظر کو مبارک باد پیش کی اور ان کے گلے میں ہار ڈالے۔ ؎۲

۷۔ مباحثہ جھنگ مگھیانہ۔ ۱۹/۲۰ اپریل ۱۹۳۷ء کی درمیانی شب کو آریہ سماج مگھیانہ کے چیلنج پر میونسپل کمیٹی جھنگ مگھیانہ کے باغ میں آریہ سماج اور جماعت احمدیہ کے درمیان ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہوا۔ زیر بحث موضوع مسئلہ تناسخ تھا۔ احمدیوں کی طرف سے قاضی محمد نذیر صاحب فاضل مناظر تھے اور آریہ سماج کیطرف سے پنڈت چرنجی لال صاحب پریم۔ مناظرہ سوا نو بجے شب سے سوا بارہ بجے شب تک نہایت پُرسکون ماحول میں جاری رہا۔ مناظرہ کے خاتمہ پر مسلمانوں نے احمدی مناظر کو مبارک باد دی۔ ؎۳

۸۔ مباحثہ جہلم۔ جہلم میں جماعت احمدیہ اور آریہ سماج کے درمیان ۲۵/۲۶ اپریل ۱۹۳۷ء کو تین مناظرے ہوئے۔ پہلے مناظرہ میں جماعت احمدیہ کی نمائندگی مہاشہ محمد عمر صاحب فاضل نے اور آریوں کی نمائندگی پنڈت ست دیو صاحب نے کی۔ موضوع یہ تھا کہ "کیا وید الہامی کتاب ہے"۔ مہاشہ صاحب کی طرز گفتگو اور سنسکرت کی علمی قابلیت نے سامعین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ دوسرا مناظرہ "کیا قرآن مجید کامل الہامی کتاب ہے" کے مضمون پر تھا۔ جو مولوی ابوالعطاء صاحب نے کیا۔ آپ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ۱۱ دلائل قرآن مجید سے پیش کئے۔ آریہ مناظر صاحب کو ان میں سے ایک دلیل بھی توڑنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ مناظرہ کے اختتام پر مسلمان، ہندو، اور سکھ سب کی زبان پر احمدی مناظر کی کامیابی اور آریہ مناظر کی کھلی شکست کے چرچے تھے۔ حتیٰ کہ خود آریہ صاحبان نے اپنے مناظر کی کمزوری اور احمدی مناظر کی کامیابی کا اقرار کیا۔

پنڈت ست دیو صاحب آریہ مناظر چونکہ دونوں مناظروں میں زک اٹھا چکے تھے اسلئے آریوں نے اپنا خاص قاصد لاہور بھیجا جو پنڈت چرنجی لال صاحب کو بلا لائے جنہوں نے "مسئلہ تناسخ" پر مناظرہ کیا۔ جماعت احمدیہ کیطرف سے مولوی ابوالعطاء صاحب نے نظریہ تناسخ کے رد میں قریباً چالیس عقلی اور علمی دلائل پیش کئے۔ ان مناظروں میں سامعین کی تعداد قریباً ۲ ہزار تک رہی۔ مناظروں کے خاتمہ پر اسلام کی فتح اور آریوں کی شکست پر مسلمانوں کیطرف سے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا گیا۔ بعض مسلمان معززین نے یہاں تک اقرار کیا کہ انکے دل میں حضرت مرزا صاحبؑ کی عزت گھر کر گئی ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ انکا زبردست معجزہ ہے کہ انکے پیرو مخالفین اسلام کی کچلیاں توڑنے میں مصروف ہیں اور

؎۱ الفضل ۹ اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۲ ؎۲ الفضل ۱۴ اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ ؎۳ الفضل ۲۷ اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۷

ہر میدان میں فتح حاصل کر رہے ہیں۔ [1]

۹۔ مباحثہ راولپنڈی [1]:۔ راولپنڈی کے غیر مبائعین کا ایک جلسہ ۱-۲ رمئی ۱۹۳۷ء کو منعقد ہوا۔ ۲ رمئی کو میر مدثر شاہ صاحب پشاوری نے تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی ۱۹۰۱ء سے قبل کی تحریرات پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت اقدسؑ نے اپنے تئیں مجازی نبی اور اُمتی نبی قرار دیا ہے جس سے مُراد یہ ہے کہ آپ محدّث ہیں۔ تقریر کے بعد ایک گھنٹہ سوال و جواب کے لئے تھا۔ جماعتِ احمدیہ راولپنڈی کی طرف سے اس موقعہ پر قاضی محمد نذیر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی واضح تحریرات کی روشنی میں مدثر شاہ صاحب کی تقریر پر متعدد اعتراضات کئے جنہیں سُنکر میر مدثر شاہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور تمسخر پر اُتر آئے اور احراریوں کو اپنے ساتھ ملانے اور اُن کی ہمدردی حاصل کرنے کیلئے عجیب قسم کی حرکات کرنے لگے اور پبلک نے پُورے طور پر محسوس کر لیا کہ میر صاحب جماعتِ احمدیہ کے مطالبات کا جواب دینے سے سراسر قاصر رہے ہیں۔ [2]

۱۰۔ مباحثہ راولپنڈی [2]:۔ راولپنڈی میں پہلے زبانی مباحثہ کے بعد غیر مبائعین سے ۲۰ رجون سے لیکر ۲۶ رجون ۱۹۳۷ء تک ایک فیصلہ کن تحریری مناظرہ بھی ہوا۔ یہ مناظرہ ماسٹر دیوان چند صاحب سیکرٹری برہمو سماج کے ہال میں منعقد ہوا اور اسمیں مولوی ابو العطاء صاحب فاضل نے جماعت احمدیہ کیطرف سے۔ اور مولوی اختر حسین صاحب گیلانی اور مولوی عمر الدین صاحب [3] شملوی نے غیر مبائعین کی جانب سے بطور مناظر شرکت کی۔ مناظرہ کے دوران قاضی محمد نذیر صاحب فاضل نے جماعت احمدیہ راولپنڈی کیطرف سے پریذیڈنٹ کے فرائض انجام دیئے۔ آپکے علاوہ حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ، مولوی محمد صادق صاحب مبلغ سماٹرا اور چودھری خلیل احمد صاحب ناصر بھی بطور معاون موجود رہے مضامین زیر بحث یہ تھے (۱) پیشگوئی مصلح موعود (۲) مسئلہ خلافت و انجمن (۳) مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (۴) مسئلہ کفر و اسلام روزانہ تمام دن پرچے لکھے جاتے اور رات کے وقت نو بجے سُنائے جاتے تھے۔ [4]

یہ عظیم الشان مناظرہ بعد کو مشترکہ اخراجات پر "مباحثہ راولپنڈی" کے نام سے شائع کر دیا گیا۔

۱۱۔ مباحثہ سنگرور:۔ سنگرور میں ۱۷، ۱۸، ۱۹ رجولائی کو تینوں اختلافی مسائل پر مناظرے ہوئے جسمیں جماعت احمدیہ کیطرف سے مولوی محمد یار صاحب عارف سابق مبلغ انگلستان نے اور اہلسنت الجماعت کیطرف سے سائیں لال حسین صاحب اختر نے بحث کی۔ بہت سے غیر احمدی معززین اور غیر مسلم شرفاء نے جماعت احمدیہ کے فاضل مناظر کی فاضلانہ تقریروں کی داد دی۔ اور فریق ثانی کی بد اخلاقی اور بدزبانی کا کھلا اعتراف کیا۔ [5]

---

[1] الفضل ۶ رمئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۰ ؛ [2] قاضی محمد نذیر صاحب کے اعتراضات کی تفصیل اخبار الفضل ۱۲ رمئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۸ پر چھپی ہوئی موجود ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے ؛ [3] مسئلہ نبوت پر مناظرہ آپنے کیا تھا۔ [4] اس مناظرہ کی ستائیس شرائط تھیں جن پر عنایت اللہ صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ اور مرزا غلام ربانی صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی نے دستخط کئے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "مباحثہ راولپنڈی" صفحہ ا-ج) ؛ [5] الفضل ۲۵ رجولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۰ ؛

پانچواں باب

مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد سے
"سیرِ روحانی" کے پُر معارف لیکچروں کے آغاز تک

خلافتِ ثانیہ کا پچیسواں (۲۵) سال

شوال ۱۳۵۶ھ — تا — ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ
جنوری ۱۹۳۸ء — دسمبر ۱۹۳۸ء

فصل اوّل

مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام اور اُسکی ابتدائی دس سالہ مختصر تاریخ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے اللہ تعالیٰ کی مشیّتِ خاص کے ماتحت عالمگیر غلبۂ اسلام کے لئے جن عظیم الشان تحریکات کی بنیاد رکھی اُن میں سے ایک نہایت شاندار نہایت اہم اور مستقبل کے اعتبار سے نہایت دُور رس نتائج کی حامل تحریک مجلس خدام الاحمدیہ ہے جس کا قیام ۱۹۳۸ء کے آغاز میں ہوا۔ حضور کو اپنے عہدِ خلافت کی ابتداء ہی سے احمدی نوجوانوں کی تنظیم و تربیت کی طرف ہمیشہ توجہ رہی کیونکہ قیامت تک اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبۂ اسلام کے لئے ضروری تھا کہ ہر نسل پہلی نسل کی پوری قائم مقام ہو اور جانی اور مالی قربانیوں میں پہلوں کے نقشِ قدم پر چلنے والی ہو اور ہر زمانے میں جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کی تربیت اس طور پر ہوتی رہے کہ وہ اسلام کا جھنڈا بلند رکھیں۔

حضرت امیر المومنین نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف انجمنیں قائم فرمائیں مگر ان سب تحریکوں کی جامع خصوصیات مکمل طور پر مجلس خدام الاحمدیہ کی صورت میں جلوہ گر ہوئیں اور حضرت امیر المومنین کی براہِ راست قیادت غیر معمولی توجہ اور حیرت انگیز قوتِ قدسی کی بدولت مجلس خدام الاحمدیہ میں تربیت پانے کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کو

ایسے مخلص اور ایثار پیشہ اور دردمند دل رکھنے والے اور انتظامی قابلیتیں اور صلاحیتیں رکھنے والے مدبّر دماغ میسّر آ گئے جنہوں نے آگے چل کر سلسلہ احمدیہ کی عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ نہایت خوش اسلوبی اور کامیابی سے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور آئندہ بھی ہم خدا تعالیٰ سے یہی امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر نسل میں ایسے لوگ پیدا کرتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس مجلس کی بنیاد رکھتے ہوئے پیشگوئی فرمائی تھی کہ

"میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری طرف سے (دشمن کے) ان حملوں کا کیا جواب دیا جائیگا۔ ایک ایک چیز کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود ہے اور اسی کا ایک حصہ خدام الاحمدیہ ہیں اور درحقیقت یہ روحانی ٹریننگ اور روحانی تعلیم و تربیت ہے ...... بے شک وہ لوگ جو ان باتوں سے واقف نہیں وہ میری ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ ہر شخص قبل از وقت ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جو وہ اپنے کسی بندے (کو) دیتا ہے ......

...... آج نوجوانوں کی ٹریننگ کا زمانہ ہے اور اُن کی تربیت کا زمانہ ہے اور ٹریننگ کا زمانہ خاموشی کا زمانہ ہوتا ہے۔ لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ کچھ نہیں ہو رہا۔ مگر جب قوم تربیت پا کر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے تو دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے۔ درحقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اُٹھنے پر اُٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے دنیا میں عظیم الشان تغیّر پیدا کر دیا کرتی ہے۔"[۵۲]

خدام الاحمدیہ کے قیام کی بنیادی غرض

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس خدام الاحمدیہ کی تاسیس کے زمانہ میں واضح لفظوں میں اس کی غرض و غایت یہ بیان فرمادی تھی :-

"میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اُسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولادوں کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں اُن کی اولادوں کے دلوں میں۔ یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے۔ ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ اگر ایک یا دو نسلوں تک

---

۵۲ ناقل ۵۲ الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۷ کالم ۳

یہ تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دیگی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔"[5]

مجلس خدام الاحمدیہ کی داغ بیل

مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ ۳۱ جنوری ۱۹۳۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خصوصی اجازت اور شیخ محبوب عالم صاحب ایم۔اے کی دعوت پر قادیان کے مندرجہ ذیل دس نوجوان ان کے مکان (متصل بورڈنگ مدرسہ احمدیہ) پر جمع ہوئے۔

(۱) مولوی قمرالدین صاحب (۲) حافظ بشیر احمد صاحب (۳) مولانا ظہور حسین صاحب۔
(۴) مولوی غلام احمد صاحب فرخ (۵) مولوی محمد صدیق صاحب (۶) سید احمد علی صاحب (۷) حافظ قدرت اللہ صاحب (۸) مولوی محمد یوسف صاحب (۹) مولوی محمد احمد صاحب جلیل (۱۰) چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر

ان احباب نے صدارت کے لئے مولوی قمرالدین صاحب کا اور سیکرٹری کے لئے شیخ محبوب عالم صاحب خالد کا انتخاب کیا۔ان نوجوانوں نے خدا تعالیٰ کے فضل و نصرت پر بھروسہ رکھتے ہوئے تائید خلافت میں کوشاں رہنے اور اس کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کے خلاف سینہ سپر ہونے کا عزم کیا۔

اس مجلس کی بنیاد چونکہ حضرت امیرالمومنین کی اجازت سے رکھی جارہی تھی اس لئے حضور ہی سے اس کا نام رکھنے کی درخواست کی گئی۔حضور نے ۴؍فروری ۱۹۳۸ء کو اس تنظیم کو "مجلس خدام الاحمدیہ" کے نام سے موسوم فرمایا اور فروری اور مارچ میں قادیان کے مختلف حلقوں میں اس کی شاخیں قائم کردی گئیں۔ان دوران میں مجلس کا کام یہ تھا کہ اس کے ارکان قرآن و حدیث۔تاریخ۔فقہ اور احمدیت و اسلام کے متعلق کتب دینیہ کا مطالعہ کرتے اور مخالفِ احمدیت و خلافت فتنوں کے جواب میں تحقیق و تدقیق کرتے۔ان دنوں شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا فتنہ برپا تھا۔چنانچہ مجلس نے یکے بعد دیگرے دو ٹریکٹ شیخ مصری صاحب کے اشتہارات کے رد میں لکھے جو بہت مقبول ہوئے۔پہلا ٹریکٹ "شیخ مصری صاحب کا صحیح طریق فیصلہ سے فرار" کے عنوان سے شائع ہوا۔دوسرے کا عنوان "روحانی خلفاء کبھی معزول نہیں ہو سکتے" تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارکانِ مجلس کی ان ابتدائی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

---

[5] الفضل ۱۷؍فروری ۱۹۳۹ء صفحہ ۳ کالم ۱-۲

"اگر دوست چاہتے ہیں کہ وہ تحریک جدید کو کامیاب بنائیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح ہر جگہ لجنات اماء اللہ قائم ہیں اسی طرح ہر جگہ نوجوانوں کی انجمنیں قائم کریں۔ قادیان میں بعض نوجوانوں کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے مجھ سے اجازت حاصل کرتے ہوئے ایک مجلس خدام الاحمدیہ کے نام سے قائم کردی ہے ...... مَیں نے خاص طور پر انہیں یہ ہدایت دی ہے کہ جن لوگوں کی شخصیتیں نمایاں ہو چکی ہیں ان کو اپنے اندر شامل نہ کیا جائے تا انہیں خود کام کرنے کا موقعہ ملے ہاں دوسرے درجہ یا تیسرے درجہ کے لوگوں کو شامل کیا جا سکتا ہے تا انہیں خود کام کرنے کی مشق ہو اور قومی کاموں کو سمجھ سکیں اور انہیں سنبھال سکیں۔ چنانچہ مَیں نے دیکھا ہے کہ اس وقت تک انہوں نے جو کام کیا ہے اچھا کیا ہے اور محنت سے کیا ہے ...... شروع میں وہ بہت گھبرائے انہوں نے ادھر اُدھر سے کتابیں لیں اور پڑھیں اور لوگوں سے دریافت کیا کہ فلاں بات کا کیا جواب دیں۔ مضمون لکھے اور بار بار کاٹے مگر جب مضمون تیار ہو گئے اور انہوں نے شائع کئے تو وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے۔[۵]"

اپریل ۱۹۳۸ء میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسلسل خطبات کے ذریعہ قادیان اور باہر کی جماعتوں میں اس مجلس کے قیام کا ارشاد فرمایا۔ قبل ازیں مجلس کا کام صرف علمی حد تک تھا۔ مگر اب اس کا پروگرام مندرجہ ذیل تجویز ہوا :۔

۱۔ اپنے ہاتھ سے روزانہ اجتماعی صورت میں آدھ گھنٹہ کام کرنا۔
۲۔ درس و تدریس۔
۳۔ تلقین پابندئ نماز۔
۴۔ بیوگان معذوروں اور مریضوں کی خبرگیری۔
۵۔ تکفین و تدفین اور تقاریب میں امداد وغیرہ

اس بنیادی پروگرام کے ساتھ ساتھ حضرت امیرالمومنینؓ نے جماعت کے نوجوانوں کو انسداد آوارہ گردی اور فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کی طرف بھی متوجہ فرمایا۔

۵؎ الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۵۔

ان ابتدائی مراحل سے گذرنے کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ کا مستقل لائحہ عمل حسب ذیل قرار پایا اور اسی کے مطابق مجلس کا کام بھی مختلف شعبوں میں تقسیم کیا گیا:—

۱۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کی تنظیم۔

۲۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں میں قومی روح اور ایثار پیدا کرنا۔

۳۔ اسلامی تعلیم کی ترویج و اشاعت۔

۴۔ نوجوانوں میں ہاتھ سے کام کرنے اور صاف ماحول میں رہنے کی عادت پیدا کرنا۔

۵۔ نوجوانوں میں مستقل مزاجی پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

۶۔ نوجوانوں کی ذہانت کو تیز کرنا۔

۷۔ نوجوانوں کو قومی بوجھ اٹھانے کے قابل بنانے کیلئے ان کی ورزش جسمانی کا اہتمام۔

۸۔ نوجوانوں کو اسلامی اخلاق میں رنگین کرنا (مثلاً سچ۔ دیانت اور پابندی نماز وغیرہ)

۹۔ قوم کے بچوں کی اس رنگ میں تربیت اور نگرانی کہ ان کی آئندہ زندگیاں قوم کے لئے مفید ثابت ہو سکیں۔

۱۰۔ نوجوانوں کو سلسلہ کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینے کی ترغیب و تحریص۔

۱۱۔ نوجوانوں میں خدمت خلق کا جذبہ

۱۲۔ نوجوانان سلسلہ کی بہتری کے لئے حتی الوسع ہر مفید بات کو جامۂ عمل پہنانا۔

عہدہ داران مرکزیہ

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے پہلے سال کی صدارت کے لئے مولانا قمر الدین صاحب اور سیکرٹری شپ کے لئے شیخ محبوب عالم صاحب خالد کا انتخاب ہوا اور چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر نائب سیکرٹری مقرر ہوئے۔ نومبر ۱۹۳۸ء میں سیکرٹری شپ کے فرائض چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر کے سپرد ہوئے اور اسسٹنٹ سیکرٹری سید مختار احمد صاحب ہاشمی منتخب ہوئے اور رضاکارانہ طور پر دفتری فرائض بجا لانے لگے۔

دوسرے سال انتخاب میں حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کے نام صدارت کا قرعہ پڑا۔ اور چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر سکرٹری تجویز کئے گئے۔

قادیان میں مجلس خدام الاحمدیہ کا پہلا مرکزی دفتر چوہدری علی محمد صاحب کے مکان میں (متصل ریتی چھلہ)

قائم کیا گیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ کے لئے بڑے بازار میں سید محمد اسمٰعیل صاحبؓ (برادر حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحبؓ) کی دکانوں کے چوبارہ میں اور پھر قصرِ خلافت کی طرف جانے والی گلی کے کونہ میں واقع منور بلڈنگ[۵۱] کے چوبارہ میں بھی رہا۔ اور ازاں بعد اسے گیسٹ ہاؤس (دارالانوار) میں منتقل کر دیا گیا۔

سید مختار احمد صاحب ہاشمی کا بیان ہے کہ خدام الاحمدیہ کے ابتدائی ایام میں حضور نے ہدایت دے رکھی تھی کہ جب بھی ہمیں کسی معاملہ میں کوئی دِقت پیش آئے تو ہم حضور سے مِل سکتے ہیں اور راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حضور کی اس اجازت سے کئی مرتبہ استفادہ کرکے ہدایات حاصل کی جاتی رہیں۔ ایک مرتبہ حضور نے نصیحت فرمائی کہ نوجوانوں کو غلط قیاس آرائی سے بچایا جائے۔ مثلاً اگر حکم دیا جائے کہ خدام فلاں جگہ جمع ہو جائیں مگر وقت مقررہ پر آندھی آ جائے یا بارش ہونے لگے تو کوئی خادم یہ قیاس نہ کرے کہ اس آندھی یا بارش میں کون آئیگا؟ بہرحال خواہ کچھ ہو خادم کو وقت مقررہ پر ضرور پہنچ جانا چاہیئے اور اگر وہاں اس کے سوا کوئی نہیں آئے تب بھی خادم مقررہ وقت تک وہاں ٹھہرا رہے اس طرح نوجوان غلط اجتہاد سے بچ جائیں گے۔

شروع شروع میں دفتری ذمہ داریاں اکثر و بیشتر سید مختار احمد صاحب ہاشمی کے سپرد تھیں اور آپ انہیں نہایت محنت و عرقریزی سے نبھاتے آ رہے تھے مگر ایک سال کے بعد کام اسقدر وسیع ہو گیا کہ مرکزی دفتر کے لئے ۱۰ر مارچ ۱۹۳۹ء کو ایک با تنخواہ محرر کی اسامی کے لئے قرارداد پاس کی گئی۔ جس پر سید عبدالباسط[۵۲] صاحب ۱۸ر مارچ ۱۹۳۹ء کو دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے وابستہ ہوئے جو اپنی محنت، خلوص، استقلال کی بدولت یکم فروری ۱۹۴۸ء کو معتمد تجویز ہوئے اور ۱۵ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو نائب معتمد مقرر کئے گئے اور اڑھائی برس تک مجلس کی اہم خدمات بجالاتے رہے۔ آپ کے علاوہ ۱۳ر جولائی ۱۹۴۳ء کو ایک نئے کارکن ملک فضل دین صاحب کا اضافہ ہوا جو آج تک دفتری کام کر رہے ہیں۔

۵۱

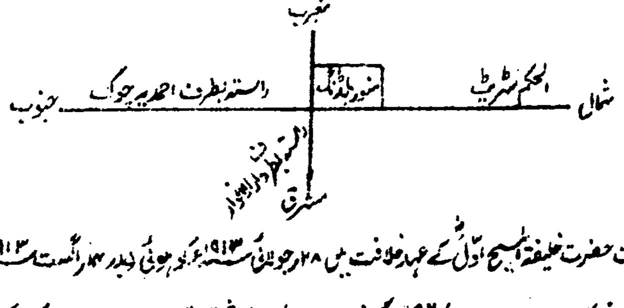

۵۲ آپ کی ولادت حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے عہدِ خلافت میں ۲۸ر جولائی ۱۹۱۳ء کو ہوئی (بدر ۱۴ر اگست ۱۹۱۳ء صفحہ ۵) اور لمبا عرصہ سلسلہ کی خدمت کرنے کے بعد ۲۳ر اپریل ۱۹۶۷ء کو فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں سپردِ خاک کئے گئے

دستور اساسی و قواعد و ضوابط

اس دوران میں مجلس عاملہ مرکزیہ نے دو مہینہ کی محنت سے اپنا دستور اساسی[1] تیار کیا جسے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے شرف منظوری عطا فرمایا اور مجلس کا نظم و ضبط انہیں قواعد و ضوابط کی بنیادوں پر استوار کیا گیا۔ ان قواعد کے لحاظ سے ہر سال دسمبر کے پہلے ہفتہ میں مجالس عاملہ حلقہ ہائے قادیان اور مجلس عاملہ مرکزیہ کے اراکین صدر و جنرل سیکرٹری کے لئے دو دو ناموں کی تعیین کی جانے لگی۔ اور ان اسماء کو مجلس کے سالانہ اجتماع میں تمام اراکین کے سامنے پیش کیا جاتا جو کثرت رائے سے صدر و جنرل سیکرٹری کا انتخاب کرتے مجلس کا انتخاب حضرت امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔ حضور کی منظوری کے بعد صدر مجلس مختلف شعبہ جات کے لئے مہتمم خود نامزد کرتے جس سے مجلس عاملہ مرکزیہ کی تشکیل ہوتی۔ چنانچہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی راہنمائی سے خدام الاحمدیہ کے کام کو مندرجہ ذیل شعبوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر شعبہ کے چلانے کے لئے ایک مہتمم مقرر ہوتا رہا :-

شعبہ وقار عمل ۔ شعبہ خدمت خلق ۔ شعبہ تبلیغ ۔ شعبہ تربیت و اصلاح ۔
شعبہ تعلیم ۔ شعبہ اطفال ۔ شعبہ صحت جسمانی ۔ شعبہ تجنید ۔ شعبہ مال ۔
شعبہ اشاعت ۔ شعبہ اعتماد[2] ۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے ابتدائی عہد صدارت میں کام کرنے والے مہتممین

حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب فروری ۱۹۳۹ء سے لے کر اکتوبر ۱۹۴۹ء تک صدر مجلس اور بعد ازاں نومبر ۱۹۵۴ء تک نائب صدر[3] منتخب کئے گئے۔

آپ نے اپنے زمانہ صدارت کے ابتدائی دس سالوں میں ۱۹۴۷ء تک وقتاً فوقتاً جن خدام کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا عہدیدار مقرر فرمایا ان کی فہرست یہ ہے :-

---

[1] مجلس کے اوّلین دستور اساسی کا ایک حصہ الفضل ۵ نومبر ۱۹۳۹ء میں شائع شدہ ہے۔

[2] رپورٹ مجلس خدام الاحمدیہ سال اوّل و دوم سے ملخصاً۔

[3] حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے سالانہ اجتماع ۱۹۴۹ء پر اعلان فرمایا کہ "آئندہ مجلس کا صدر میں خود ہوں گا۔"

نمبر شمار	نام عہدہ	۳۸-۳۹ء	۳۹-۴۰ء	۴۰-۴۱ء	۴۱-۴۲ء	۴۲-۴۳ء	۴۳-۴۴ء	۴۴-۴۵ء	۴۵-۴۶ء	۴۶-۴۷ء	۴۷-۴۸ء
۱	نائب صدر	مولوی ظہور حسین صاحب	مولانا قمر الدین صاحب فاضل	مرزا منصور احمد صاحب	مرزا منصور احمد صاحب	مرزا منصور احمد صاحب	مرزا منصور احمد صاحب	چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر	چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ	چوہدری غلام یٰسین صاحب	صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب
۲	معتمد و مہتمم اشاعت	محبوب عالم صاحب خالد خلیل احمد صاحب ناصر	خلیل احمد صاحب ناصر	خلیل احمد صاحب ناصر	خلیل احمد صاحب ناصر	خلیل احمد صاحب ناصر	خلیل احمد صاحب ناصر	ملک عطاء الرحمٰن صاحب	ملک عطاء الرحمٰن صاحب	عباس احمد خان صاحب مرزا رفیع احمد صاحب	چوہدری ظہور احمد صاحب
۳	نائب معتمد	نذیر احمد صاحب ملتانی غلام احمد صاحب فرخ	سید مختار احمد صاحب ہاشمی	مرزا منیر احمد صاحب حافظ قدرت اللہ صاحب	حافظ قدرت اللہ صاحب	سعید احمد صاحب فاروقی	مولوی محمد صدیق صاحب	شیخ ناصر احمد صاحب	مرزا رفیع احمد صاحب	مرزا رفیع احمد صاحب چوہدری عزیز احمد صاحب	مرزا بشیر احمد بیگ صاحب
۴	مہتمم تربیت و اصلاح	—	—	ملک عمر علی صاحب	چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ	مولوی نور الحق صاحب انور	محبوب عالم صاحب خالد مولوی ناصر الدین صاحب	چوہدری غلام یٰسین صاحب	چوہدری غلام یٰسین صاحب	شیخ مبارک احمد صاحب	مرزا منور احمد صاحب
۵	مہتمم مال	—	مولوی ظہور حسین صاحب	مرزا منیر احمد صاحب	ملک عطاء الرحمٰن صاحب	ملک عطاء الرحمٰن صاحب	ابو المنیر نور الحق صاحب مرزا منور احمد صاحب	مرزا منور احمد صاحب	مرزا منور احمد صاحب	چوہدری عبد الباری صاحب	چوہدری عزیز احمد صاحب
۶	مہتمم ایثار و استقلال	—	—	مولوی قمر الدین صاحب	ماسٹر محمد ابراہیم صاحب	مرزا مبارک احمد صاحب	چوہدری ولی محمد صاحب	مولوی ناصر الدین محمود صاحب	صوفی بشارت الرحمٰن صاحب	چوہدری محمد علی صاحب	مشتاق احمد صاحب ظہیر
۷	مہتمم ذہانت و صحت جسمانی	—	—	مرزا منصور احمد صاحب	چوہدری غلام یٰسین صاحب	چوہدری غلام یٰسین صاحب	چوہدری غلام یٰسین صاحب	مرزا منصور احمد صاحب	سید فضل احمد صاحب	مرزا مبارک احمد صاحب	〃 〃 〃
۸	〃 خدمت خلق	—	—	مرزا سیف الرحمٰن صاحب	شیخ ناصر احمد صاحب	ملک سیف الرحمٰن صاحب	میاں عباس احمد خان صاحب کرم الٰہی صاحب ظفر	مولوی محمد صدیق صاحب	چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر	ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب	ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب
۹	〃 وقار عمل	—	چوہدری مشتاق احمد باجوہ	شیخ ناصر احمد صاحب	مرزا منور احمد صاحب	شیخ ناصر احمد صاحب	چوہدری غلام حسین صاحب	چوہدری ظہور احمد صاحب	شیخ ناصر احمد صاحب	چوہدری ظہور احمد صاحب	محبوب عالم صاحب خالد
۱۰	〃 اطفال	—	—	محبوب عالم صاحب خالد	محبوب عالم صاحب خالد	محبوب عالم صاحب خالد	مشتاق احمد صاحب باجوہ مولوی محمد حفیظ [illegible]	مشتاق احمد صاحب باجوہ	چوہدری محمد علی صاحب	محبوب عالم صاحب خالد	〃 〃 〃
۱۱	〃 تجنید	—	—	ملک عطاء الرحمٰن صاحب	مرزا مبارک احمد صاحب	چوہدری عبد اللطیف صاحب	چوہدری عبد اللطیف صاحب	حافظ قدرت اللہ صاحب	چوہدری ظہور احمد صاحب	مرزا بشیر احمد بیگ صاحب	مرزا مبارک احمد صاحب
۱۲	〃 تبلیغ و اصلاح و ارشاد	—	—	—	—	—	—	—	میاں عباس محمود خان صاحب	مرزا منور احمد صاحب	مرزا رفیع احمد صاحب
۱۳	مہتمم عمومی	—	—	ملک عطاء الرحمٰن صاحب	—	مرزا منصور احمد صاحب	—	محبوب عالم صاحب خالد	ملک عطاء الرحمٰن صاحب	چوہدری غلام یٰسین صاحب	چوہدری عبد الباری صاحب
۱۴	〃 تنفیذ	—	—	—	—	مرزا منور احمد صاحب	حافظ قدرت اللہ صاحب	چوہدری غلام یٰسین صاحب	غلام احمد صاحب بشیر	ملک عزیز الرحمٰن صاحب	〃 〃 〃
۱۵	〃 تحریک جدید	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۱۶	〃 تعلیم	—	—	مشتاق احمد صاحب باجوہ	چوہدری عبد اللطیف صاحب	مشتاق احمد صاحب باجوہ	ملک عطاء الرحمٰن صاحب	خلیل احمد صاحب ناصر	مشتاق احمد صاحب باجوہ	صوفی بشارت الرحمٰن صاحب	چوہدری محفوظ الرحمٰن صاحب
۱۷	〃 محاسب	—	مشتاق احمد صاحب باجوہ	ملک عطاء الرحمٰن صاحب	—	ماسٹر محمد ابراہیم صاحب	مرزا مبارک احمد صاحب	چوہدری بشیر احمد صاحب	عبد الرحمٰن صاحب ناصر	چوہدری عزیز احمد صاحب	〃 〃 〃
۱۸	نگران - امین مجالس خدام الاحمدیہ قادیان	—	راجہ محمد اسلم صاحب بی-اے چوہدری محمد شریف صاحب باجوہ								

ارکان مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان (۱۹۴۵-۱۹۴۶ء)

کرسیوں پردائیں سے بائیں:۔ا۔مرزا منوراحمد صاحب فاضل ۲۔ پروفیسر محبوب عالم صاحب خالد ۳۔صاحبزادہ عباس احمد خان صاحب ۴۔سیدنا حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصراحمد صاحب۔۵۔ملک عطاء الرحمٰن صاحب۔۶۔ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر۔۷۔صاحبزادہ مرزا منصوراحمد صاحب۔

کرسیوں سے پیچھے پہلی قطار میں۔صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منوراحمد صاحب۔۲ مولوی غلام احمد صاحب شیر۔۳۔صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب۔

۴۔ حافظ قدرت اللہ صاحب۔۵۔چوہدری ظہوراحمد صاحب۔۶۔سیٹھ معین الدین صاحب حیدرآبادی۔

دوسری قطار۔ا۔چوہدری عبداللطیف صاحب۔۲۔چوہدری ظہوراحمد صاحب بی اے۔۳۔صوفی بشارت الرحمٰن صاحب

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ قادیان کا ایک منظر ۱۹۴۴ء ''اندازاً''

خدمتِ خلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات کے ماتحت شعبۂ خدمتِ خلق کو شروع ہی سے مجلس خدام الاحمدیہ کے لائحہ عمل میں کلیدی اور بنیادی حیثیت دی جاتی تھی۔ کیونکہ جماعتِ احمدیہ کے قیام کی ایک اہم غرض بنی نوع انسان کی خدمت تھی۔

قادیان اور بیرونِ قادیان کے خدام کی انفرادی اور اجتماعی مساعی مختلف الاقسام تھیں جن کی تفصیل بہت زیادہ طویل ہو جائیگی۔ مختصر یہ کہ مقامی اور بیرونی مجالس اس زمانہ میں جو کام کرتی تھیں ان کو حسب ذیل موٹی موٹی شقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :-

۱ ۔ بلاتفریق مذہب و ملّت ناداروں معذوروں ۔ بیواؤں اور غرباء کی نقدی ۔ سامان خورد و نوش اور ملبوسات وغیرہ سے امداد ۔

۲ ۔ بیواؤں ۔ بیماروں اور ان احباب کی جو چلنے پھرنے سے عاری ہوں خبر گیری ۔ اُن کو سودا سلف لا کر دینا اور حتّی المقدور خدمت کرنا ۔

۳ ۔ مسافروں کی راہنمائی ۔ انکے لئے ریزگاری مہیّا کرنا ۔ اُنکا سامان اٹھا کر منزل مقصود تک لے جانا ۔

۴ ۔ انسداد امراض کے لئے تدابیر کرنا ۔ مثلاً عام گذرگاہوں اور نالیوں کی صفائی ۔ مکھی مچھر تلف کرنے کی کوشش ۔

۵ ۔ غرباء کے لئے محلّوں سے آٹا اکٹھا کر کے اُن کی امداد کرنا ۔

۶ ۔ جلسہ سالانہ اور مجلس مشاورت پر مہمانوں کی خدمت ۔ کھانا کھلانا اور حتّی المقدور دوسری ضروریات بہم پہنچانا ۔

۷ ۔ شادی بیاہ کی تقاریب کے انتظامات ۔

۸ ۔ آتش زدگیوں کے مواقع پر اپنی خدمات پیش کرنا ۔

۹ ۔ بچّوں کی گمشدگی پر ان کی ممکن ذرائع سے تلاش ۔

۱۰ ۔ تجہیز و تکفین کے انتظامات میں امداد ۔ ناداروں کیلئے کفن وغیرہ مہیّا کرنا اور پسماندگان کی امداد ۔

۱۱ ۔ غیر مذاہب کی سوسائٹیوں اور جلسوں میں رضا کارانہ اپنی خدمات پیش کرنا ۔

۱۲ ۔ اپنی جماعت کے جلسوں وغیرہ میں انتظامات کرنا اور دوسرے کاموں میں امداد دینا ۔

مجلس کا بیج آغاز کار ہی میں اراکینِ مجلس خدام الاحمدیہ کے لئے ایک امتیازی بیج بنوایا گیا جسکی

زمین سیاہ تھی اور اس کے نقوش میں منارۃ المسیح تھا۔ جس کے اوپر ایک جھنڈا لہرا رہا تھا جس پر کلمہ طیبہ مندرج تھا۔ ساتھ ہی ہلال نے ستارے کے نشان ثبت تھے۔ ہلال کے ساتھ واستبقوا الخیرات کے الفاظ نقش تھے نیچے "رکن مجلس خدام الاحمدیہ" بھی لکھا ہوا تھا۔

مجلس کا پہلا شہید حافظ بشیر احمد صاحب جالندھری

حافظ بشیر احمد صاحب جالندھری مجلس خدام الاحمدیہ کے بالکل ابتدائی ارکان میں سے تھے اور نہایت جوش اور اخلاص کے ساتھ مجلس کے پروگرام کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ حلقہ وار مجالس کے قیام کے بعد آپ مجلس خدام الاحمدیہ دارالرحمت کے زعیم مقرر ہوئے۔ آپ نے نہایت ہی جوش اور اخلاص کے ساتھ مجلس کے لئے انتھک محنت کی اور اس سرگرمی کے دوران ۲ مئی ۱۹۳۸ء کو خدام الاحمدیہ کا اجتماعی کام کرتے ہوئے دماغ کی رگ پھٹ جانے سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حافظ صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کے پہلے شہید تھے جنہوں نے اپنے خون سے نوجوانانِ احمدیت کی اس تنظیم کی آبیاری کی۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس سانحہ کا مندرجہ ذیل الفاظ میں تذکرہ فرمایا:-

"حافظ بشیر احمد[5] حافظِ قرآن۔ جامعہ کے فارغ التحصیل۔ وقف کنندہ۔ خدام الاحمدیہ کے مخلص کارکن اور اُن نوجوانوں میں سے تھے جن کے مستقبل کی طرف سے نہایت اچھی خوشبو

---

[5] حافظ صاحب مرحوم ۸ اپریل ۱۹۱۲ء کو صوفی علی محمد صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ لاہور چھاؤنی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خان صاحب مولوی فرزند علی صاحبؓ ناظر بیت المال کی چھوٹی ہمشیرہ تھیں۔ آپ نے بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کیا۔ ۱۹۲۴ء میں مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۳۴ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے مبلغین کلاس میں شامل ہو گئے اور یکم اگست ۱۹۳۶ء کو مبلغ کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ وفات سے صرف دو روز قبل آپ ایک تبلیغی دورے سے واپس آئے۔ ۲ مئی ۱۹۳۸ء کی صبح کو قریباً چار بجے بیدار ہوئے۔ نماز فجر ادا کی۔ بعد ازاں خدام الاحمدیہ کے دیگر ممبروں کے ساتھ نالیوں کی درستی کا کام شروع کر دیا۔ اسی اثنا میں دردِ سر کی شکایت ہوئی جو لحظہ ملحظہ شدت اختیار کرتی گئی حتیٰ کہ بیہوشی طاری ہو گئی۔ اسپر آپ کو فوراً ہسپتال لے جایا گیا۔ جہاں ہر ممکن تدابیر کے باوجود پونے نو بجے آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ (شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل کے مضمون مطبوعہ الفضل ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۶ سے ملخصاً)

آ رہی تھی مگر اللہ تعالیٰ کی مشیئت کچھ اور تھی۔ اُس نے انہیں خدام الاحمدیہ کے لئے ایک مثال اور نمونہ بنانا تھا۔ جس جماعت کے بنتے ہی اس کے کارکنوں کو شہادت کا موقعہ مل جائے۔ اُس کے مستقبل کے شاندار ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا اور اس کے عزت مند افراد اپنی روایات قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ جد و جہد کرتے رہتے ہیں۔ پس یہ موت تکلیف دِہ تو ہے لیکن اس کے پیچھے خدا تعالیٰ کی ایک حکمت کام کرتی نظر آ رہی ہے۔[۵۱]"

خدام الاحمدیہ کا عہد نامہ

مجلس کے ابتدائی دَور میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی نوجوانوں کے لئے ایک عہد تجویز فرمایا تھا جس کے الفاظ یہ تھے:۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (ایک مرتبہ)
مَیں اقرار کرتا ہوں کہ قومی اور ملّی مفاد کی خاطر اپنی جان مال اور عزت کی قربانی کی پروا نہیں کروں گا۔ (تین بار)"

جون ۱۹۴۲ء میں حضور نے عہد نامہ کے اردو الفاظ میں حسب ذیل ترمیم فرمائی:۔

"مَیں اقرار کرتا ہوں کہ قومی اور ملّی مفاد کی خاطر مَیں اپنی جان مال اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہوں گا۔[۵۲]"

اس کے بعد حضور نے ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء[۵۳] کو عہد نامہ میں کچھ ترمیم کی اور اُس کی آخری صورت یہ تھی:۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ دینی، قومی اور ملّی مفاد کی خاطر مَیں اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔

اسی طرح خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہونگا۔

اور خلیفۂ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھونگا۔[۵۴]"

---

۵۱ رپورٹ خدام الاحمدیہ سال اوّل صفحہ ۳۸ ۵۲ الفضل ۷ جون ۱۹۴۲ء صفحہ ۲ کالم ۲

۵۳ الفضل ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ کالم ۲

۵۴ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ۱۲ جون ۱۹۶۱ء کا منظور شدہ دستور اساسی مجلس خدام الاحمدیہ۔

پہلا سالانہ اجتماع اور حضرت امیر المومنین کی نصائح

مجلس خدام الاحمدیہ کا پہلا سالانہ اجتماع ۲۵ ردسمبر ۱۹۳۸ء[1] کو ۳ بجے بعد دوپہر مسجد نور میں منعقد ہوا جس میں صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہی نے خطاب فرمایا۔ اور خدام کو نہایت بیش قیمت پند و نصائح فرمائیں۔ جن کا ملخص یہ تھا کہ:۔

"قومی ترقی کا تمام تر انحصار نوجوانوں پر ہوتا ہے اگر کسی قوم کے نوجوان ان روایات کے صحیح طور پر حامل ہوں جو اس قوم میں چلی آتی ہوں تو وہ قوم ایک لمبے عرصہ تک زندہ رہ سکتی ہے۔ لیکن اگر آئندہ پود نکمی ہو تو قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی بلکہ جو ترقی حاصل ہو چکی ہو وہ بھی تنزّل سے بدل جاتی ہے۔ اس ضمن میں حضور نے نظام سلسلہ کی کامل پابندی کی طرف اور ان امور مشفقیہ کی طرف نوجوانوں کو توجہ دلائی جن کا خدام الاحمدیہ کے لائحہ عمل میں ذکر ہے۔ اور نوجوانوں کو نصیحت فرمائی کہ (۱) احمدیت کے متعلق اپنے دلوں میں جذبۂ احترام پیدا کریں (۲) استقلال کا مادہ پیدا کریں (۳) محنت کی عادت ڈالیں (۴) اجتہادات اور قیاسات سے کام لینے سے اجتناب کریں۔ (۵) وسعتِ نظر پیدا کریں اور حالاتِ حاضرہ سے گہری واقفیت حاصل کریں (۶) دیانت کی روح پیدا کی جائے (۷) خدمتِ خلق کے کاموں میں حصّہ لیا جائے (۸) سچائی کو اختیار کیا جائے (۹) اپنے مقصود کو ہر وقت اپنے سامنے رکھا جائے۔ (۱۰) اپنے آپ کو کام کے نتائج کا ذمہ دار قرار دیا جائے۔ (۱۱) اگر کوئی قصور ہو جائے تو سزا برداشت کرنے کے لئے تیار رہیں (۱۲) اس امر کو سمجھا جائے کہ جو شخص قوم کے لئے فنا ہوتا ہے وہ فنا نہیں ہوتا اور یہ کہ جب تک قوم زندہ ہے اس وقت تک ہی حقیقی زندگی باقی ہے۔ پس قومی زندگی کے قیام کے مقابلہ میں انفرادی قربانی کوئی حقیقت نہیں رکھتی (۱۳) صرف اپنی اصلاح نہ کی جائے بلکہ اپنے ماحول کی بھی اصلاح کی جائے۔ (۱۴) عقل سے کام لیا جائے (۱۵) اطاعت کا مادہ اپنے اندر پیدا کیا جائے (۱۶) ہمیشہ یہ خیال رکھا جائے کہ جماعت کا قدم ترقی کی طرف ہی بڑھے"[2]

---

[1] یاد رہے کہ پہلے یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ یہ اجتماع ۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو کیا جائے مگر چونکہ اس کے دو ایک دن بعد ماہ رمضان شروع ہونے والا تھا اس لئے یہ اجتماع سالانہ جلسہ پر کرنا پڑا۔ (الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۳)

[2] روزنامہ الفضل قادیان ۲۷ ردسمبر ۱۹۳۸ء۔

خدام الاحمدیہ سے متعلق حضرت امیرالمومنینؓ کا اہم سلسلۂ خطبات

۱۹۳۹ء کے نصف اوّل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خدام الاحمدیہ کی اہمیت و ضرورت اور خدام کے فرائض کے متعلق خطباتِ جمعہ کا ایک نہایت اہم اور خصوصی سلسلہ جاری فرمایا اور مندرجہ ذیل تاریخوں کو خطباتِ جمعہ ارشاد فرمائے :-

۳ر فروری ۱۹۳۹ء[۱] - ۱۰ر فروری ۱۹۳۹ء[۲] - ۱۷ر فروری ۱۹۳۹ء[۳] - ۲۴ر فروری ۱۹۳۹ء[۴]
۳ر مارچ ۱۹۳۹ء[۵] - ۱۰ر مارچ ۱۹۳۹ء[۶] - ۱۷ر مارچ ۱۹۳۹ء[۷]

یہ سب خطبات مجلس خدام الاحمدیہ کی اہمیت و ضرورت کو واضح کرتے ہیں اور جماعت کیلئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ذیل میں بطور نمونہ ۳ر فروری ۱۹۳۹ء کے خطبہ جمعہ کا صرف ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے :-

"قوموں کی کامیابی کے لئے کسی ایک نسل کی درستی کافی نہیں ہوتی جو پروگرام بہت لمبے ہوتے ہیں وہ اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جبکہ متواتر کئی نسلیں ان کو پورا کرنے میں لگی رہیں۔ جتنا وقت اُن کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہو اگر اتنا وقت اُن کو پورا کرنے کیلئے نہ دیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ کسی صورت میں مکمل نہیں ہو سکتے اور اگر وہ مکمل نہ ہوں تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ پہلوں نے اِس پروگرام کی تکمیل کے لئے جو محنتیں کوششیں اور قربانیاں کی ہیں وہ بھی سب رائگاں گئیں ...... اِس لئے مَیں نے جماعت میں مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھی ہے"[۸]

وقارِ عمل

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپریل ۱۹۳۸ء میں مجلس کیلئے جو پروگرام تجویز فرمایا اس میں ایک اہم امر یہ تھا کہ ہر احمدی اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالے اور کسی کام کو حقیر نہ سمجھے۔ اِس بات کے پیشِ نظر حضور نے ۳ر فروری ۱۹۳۹ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کہ

---

[۱] مطبوعہ الفضل ۷ر فروری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲
[۲] مطبوعہ الفضل ۱۱ر مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۱
[۳] مطبوعہ الفضل ۱۵ر مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۵
[۴] مطبوعہ الفضل ۷ر مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۳
[۵] ؍ الفضل ۱۲ر مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۱
[۶] مطبوعہ الفضل ۲۸ر مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۱
[۷] ؍ الفضل ۷ر اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۳
[۸] الفضل ۷ر فروری ۱۹۳۹ء صفحہ ۱ و ۳

مجلس خدام الاحمدیہ کو چاہیئے کہ وہ مہینہ دو مہینہ میں ایک دن ایسا مقرر کر دیں جس میں ساری جماعت مل کر اپنے ہاتھ سے اجتماعی کام کرے[1]۔ خدام الاحمدیہ نے اس اجتماعی کام کی شکل کو وقارِ عمل کے نام سے موسوم کیا۔

اگرچہ وقارِ عمل کا مبارک سلسلہ جس میں حضور انور بھی بہ نفسِ نفیس شمولیت فرماتے تھے پہلے سے جاری تھا مگر حضور کے ارشاد کی تعمیل میں وقارِ عمل کو عروج تک پہنچانے کا سہرا خدام الاحمدیہ کے سر ہے۔ اس سلسلہ میں مجلس خدام الاحمدیہ کے تحت ۳۰ر مارچ ۱۹۳۹ء کو قادیان میں پہلا اجتماعی وقارِ عمل ہوا جو دار الرحمت اور دار العلوم کی سڑک کے درمیان منایا گیا۔ جس کے بعد ہر دو ماہ کے بعد اس کا باقاعدہ انتظام جاری کر دیا گیا۔[2]

شروع شروع میں مجلس کو کام کرنے کے لئے مختلف محلوں سے کدالیں اور ٹوکریاں جمع کرنی پڑتیں جیسا کہ مجلس کے دوسرے صدر حضرت حافظ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ) نے فرمایا کہ ”ابتداء میں خدام الاحمدیہ کے پاس سامان نہیں ہوتا تھا۔ ہم محلّے میں مختلف دوستوں سے کدالیں۔ ٹوکریاں وغیرہ جمع کرتے اور اُن پر نشانی لگا لیتے اور وقارِ عمل کے بعد پھر انہیں واپس پہنچا دیتے تھے اس لئے وقارِ عمل کے بعد کئی گھنٹے تک مجھے وہاں ٹھہرنا پڑتا تھا تاکہ کوئی چیز ضائع نہ ہو۔ اس سے عزت اور اعتماد قائم رہتا ہے اگر کوئی چیز ضائع ہو جاتی یا ٹوٹ جاتی تو ہم اُس کی قیمت ادا کر دیتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ خدا تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی کہ کئی سو کدالیں اور کئی سو ٹوکریاں جو وقارِ عمل کے لئے ضروری تھیں خدام الاحمدیہ نے خود خریدلیں[3]۔“

اُن دنوں مجلس خدام الاحمدیہ کے ارکان میں وقارِ عمل منانے کا جو بے پناہ جذبہ موجزن تھا وہ اپنی مثال آپ تھا جس کا نقشہ قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی مشہور تالیف ”سلسلہ احمدیہ“ میں بایں الفاظ کھینچا:—

> ”حضرت خلیفۃ المسیح کی ہدایت یہ ہے کہ ”خدام الاحمدیہ“ ہر دوسرے مہینہ ایک دن ایسا منایا کرے جس میں قادیان کے سارے احمدی مرد (یعنی بچے۔ جوان اور بوڑھے) بلا امتیاز حیثیت اکٹھے ہو کر کسی قسم کے رفاہِ عام کے کام میں اپنے ہاتھ سے مزدوروں کی طرح کام کیا کریں۔ اور اس وقت

---

[1] الفضل ۷ر فروری ۱۹۳۹ء صفحہ ۸ کالم ۳

[2] مطبوعہ رپورٹ خدام الاحمدیہ سال اوّل و دوم صفحہ ۷

[3] الفضل ۵ر مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۴ کالم ۱

ہر غریب و امیر، افسر و ماتحت اور نوکر و آقا اور خورد و کلاں اپنے سارے امتیازات کو ایک طرف رکھ کر مزدور کے لباس میں حاضر ہو جایا کرے۔ چنانچہ یہ دن باقاعدہ منایا جاتا ہے اور اس دن کا نظارہ بہت ہی رُوح پرور ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس دن سب لوگ بلا امتیاز اور بلا تفریق ایک ہی کام میں ہاتھ ڈال کر اسلامی مساوات کی رُوح کو زندہ کرتے ہیں۔ اگر آقا کے ہاتھ میں ٹوکری ہوتی ہے تو نوکر کسّی سے مٹی کھودتا ہے۔ اور اگر آقا مٹی کھودتا ہے تو نوکر ٹوکری اُٹھائے پھرتا ہے اور غریب اور امیر اور افسر و ماتحت سب مٹی کے اندر لت پت نظر آتے ہیں۔ یہ سلسلہ کئی گھنٹہ تک جاری رہتا ہے اور پھر اس عمل محبت کو روحانیت کا خمیر دینے کے لئے ایک گھنٹی بجتی ہے اور سب لوگ کام سے ہاتھ کھینچ کر خدا کے دربار میں دُعا کے لئے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں پھر وہی محتاج و غنی کی مساوات اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ یہ سلسلہ کئی لحاظ سے بہت مفید ثابت ہو رہا ہے۔

اوّل۔ اِس طرح ہر شخص کو ہاتھ سے کام کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ اور مغرور انسان اس مکروہ جذبہ سے رہائی پاتا ہے کہ بعض کام میری شان سے نیچے ہیں۔

دوم۔ آپس میں اخوت و مساوات اور اختلاط کی رُوح ترقی کرتی ہے اور سوسائٹی کے مختلف طبقات میں کسی قسم کی ناگوار خلیج حائل ہونے نہیں پاتی۔

سوم۔ بعض مفید قومی یا شہری کام آنریری طریق پر بغیر کسی خرچ کے سرانجام پا جاتے ہیں اور پھر جب کبھی خود حضرت خلیفۃ المسیح اس مبارک تقریب میں شریک ہو جاتے ہیں اور گرد و غبار سے ڈھکے ہوئے اِدھر اُدھر ٹوکری اُٹھائے پھرتے نظر آتے ہیں تو پھر تو یہ وقارِ عمل کا سبق دنیا کے سارے سبقوں میں سے زیادہ گہرا اور زیادہ دیرپا نقش پیدا کر دیتا ہے[1]۔"

ابتداء میں وقارِ عمل کا طریق اگرچہ قادیان میں جاری ہوا مگر جلد ہی ملک کی دوسری مجالس نے بھی اس کی طرف جوش و خروش سے توجہ دینا شروع کر دی۔

وقارِ عمل اور خواجہ حسن نظامی دہلوی

خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے مجلس خدام الاحمدیہ دہلی کے ایک اجتماعی وقارِ عمل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:۔

---

[1] "سلسلہ احمدیہ" مصنّفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ ۴۲۵-۴۲۶

"آج دہلی کی قادیانی جماعت کے چالیس[۱] افراد خدمتِ خلق کے لئے آئے تھے۔ مجھ سے پوچھا۔ کہیں کا راستہ صاف کرنا ہو تو بتا دیجئے۔ مَیں نے اپنے مسافر خانہ کا راستہ خود جاکر بتایا۔ اور اِن لوگوں نے مزدوروں کی طرح جھاڑو لے کر راستہ صاف کیا۔ ان میں وکیل بھی تھے اور بڑے بڑے عہدوں کے سرکاری نوکر بھی تھے۔ اور مرزا صاحب کے قرابت دار بھی تھے۔ ان کے اِس مظاہرے کا درگاہ کے زائرین اور حاضرین پر بہت اثر ہوا۔ ایک صاحب نے کہا کہ پراپگنڈا کے لئے یہ کام کر رہے ہیں۔ مَیں نے کہا حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ جو شخص ظاہر داری کے لئے خدمت کرتا ہے اس کو ایک اجر ملتا ہے اور جو محض خدا کی رضاء کے لئے خدمتِ خلق کرتا ہے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔ بزرگاہوں سے اعتقاد رکھنے والے اپنی ذات کے لئے مجاہدے کرتے ہیں۔ اس قسم کے مجاہدے جن کا تعلق عوام کی آسائش سے ہو بہت کم دیکھے جاتے ہیں۔"[۱] (منادی ۱۶ ستمبر ۱۹۴۱ء)

تعلیم ناخواندگان کا انتظام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۱۹۳۹ء کے شروع میں مجلس خدام الاحمدیہ کو ناخواندگان کا شمار کرنے اور ان کی تعلیم کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔[۲]

چنانچہ مجلس نے دو دو تین تین افراد کی جماعتیں بناکر حسب لیاقت مختلف اوقات میں کلاسز ترتیب دیں۔ مجلس کو شروع شروع میں معلّمین کے حصول میں بہت دقتیں پیش آئیں۔ اور جب معلّمین مل جاتے تو اکثر متعلّمین عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے سے احتراز کرتے اور پڑھانے والوں کو متعلّمین کے کھیتوں اور ان کے کام کی جگہوں میں پہنچکر پڑھانا ہوتا۔ ناداروں کے لئے قاعدے تختیاں قلمیں اور دواتیں تک مہیّا کی گئیں۔ محلّہ دارالصحت[۳] قادیان کے اَن پڑھوں کے لئے اعزازی اور رضاکار استادوں کے علاوہ باتنخواہ معلّم کا تقرر بھی کیا گیا۔ بعض ایسے متعلمین بھی تھے جو نہایت ذوق و شوق اور محنت کے ساتھ خود اساتذہ کے پاس پہنچکر اسباق لیتے مگر پیرانہ سالی کے باعث وہ جلدی بھول جاتے اور دوسرے دن پھر وہی سبق پڑھانا پڑتا۔

قادیان کی مقامی مجالس کے علاوہ انبالہ کیرنگ۔ ۔ برہمن بڑیہ۔ نواب شاہ سندھ۔ دہلی۔ لودھراں

---

[۱] بحوالہ رپورٹ خدام الاحمدیہ سال چہارم صفحہ ۱۲ تا ۱۳ [۲] الفضل ۲۹ اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۱

[۳] قادیان کے نومسلم خاکروبوں کے محلہ کا نام۔

جمشید پور۔ عارف والا۔ ملتان۔ کریام اور جہلم میں بھی تعلیم ناخواندگان کا سلسلہ جاری کیا گیا[1] جو دوسری مجالس تک آہستہ آہستہ ممتد ہوتا چلا گیا

حضرت صدر مجلس کے بیرونی دورے

مجلس خدام الاحمدیہ کا نظام چونکہ روز بروز وسعت پکڑتا جا رہا تھا اس لئے ملک بھر کی مجالس کو منظم اور انکی نگرانی کرنے کے لئے ضرورت تھی کہ صدر محترم بیرونی مقامات پر تشریف لے جائیں۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ۸/ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو بنفس نفیس کاٹھ گڑھ تشریف لے گئے[2]۔ پھر ۱۹۴۱-۴۲ء میں بعض مجالس کا دورہ فرمایا جس سے ان مجالس میں خاطر خواہ بیداری پیدا ہو گئی[3]۔

دوسرا سالانہ اجتماع

مجلس کا دوسرا سالانہ اجتماع بھی ۲۵/ دسمبر ۱۹۳۹ء کو مسجد نور سے متصل میدان[4] میں منعقد ہوا جس کے پہلے اجلاس میں چوہدری حاجی احمد خان صاحب ایاز۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ بی۔اے۔ ایل ایل بی۔ پیر صلاح الدین صاحب بی۔اے۔ ایل ایل بی۔ اور مولوی قمر الدین صاحب نے تقاریر کیں اور حضرت صدر محترم نے بھی تقریریں فرمائیں۔ دوسرے اجلاس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک بصیرت افروز خطاب[5] فرمایا جس کا ملخص یہ تھا کہ

"اگر کوئی کام کرنا چاہتے ہو تو واقعات کی دنیا میں قیاسات سے کام لینا چھوڑ دو۔ جسے کوئی کام سپرد کیا جائے وہ جب تک خود نہ دیکھ لے کہ ہو گیا ہے۔ یا جس نے خود کیا ہے وہ نہ بتا دے کہ وہ خود کر آیا ہے۔ تسلّی پا لینا اوّل درجہ کی نالائقی اور حماقت ہے۔ کام کی نگرانی ایسے رنگ میں کرنی چاہیئے کہ اس کے ساتھ دینی تعلق اور محبت ظاہر ہو۔

دیکھو! بچہ جب ماں کی آنکھوں سے اوجھل ہو تو اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ اس کی انتہائی محبت کا تقاضا ہوتا ہے۔ اسی طرح تمہارے ذمہ

---

[1] مطبوعہ رپورٹ خدام الاحمدیہ سال اوّل و دوم صفحہ ۱۵-۱۶۔ شائع کردہ جنرل سیکرٹری مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ تعلیم ناخواندگان سے متعلق کے ریکارڈ کا ایک حصہ دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ میں محفوظ ہے۔

[2] الفضل ۱۱/ اکتوبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۹۔

[3] رپورٹ خدام الاحمدیہ سال چہارم صفحہ ۴۴-۴۵

[4] الفضل ۱۹/ دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲

[5] مطبوعہ رپورٹ سال اوّل و دوم صفحہ ۲۸-۲۹

جو کام کیا جائے اس کے متعلق تمہیں اس وقت تک اطمینان نہیں ہونا چاہیئے جب تک اس کو تکمیل تک نہ پہنچا لو۔ پھر کسی بات کے متعلق یہ خیال نہ کرو کہ ہو نہیں سکتی۔ کام تجویز کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ یہ ناممکن تو نہیں۔ اور طاقت سے زیادہ بوجھ تو نہیں ڈال رہے۔ اور جب ایک دفعہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لو کہ فلاں کام مفید ہے اور اسے کرنا ضروری ہے تو پھر یہ خیال مت کرو کہ کوئی اور کریگا یا نہیں۔ کوئی تمہارے ساتھ چلے گا یا نہیں۔ تم یہ تہیّہ کر لو کہ اسے ضرور کرنا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ لوگ فلاں بات مانتے نہیں یہ اوّل درجہ کی بُزدلی ہے۔ تمہیں لوگوں سے کیا واسطہ۔ اگر وہ کام اچھا ہے تو تم اکیلے ہی اس کو شروع کر دو۔ یہ صحیح توکّل ہے اور اس کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس ہمارے نوجوان اس توکّل سے کام لیں کہ جب کام اچھا ہے تو ہم نے اسے ضرور کرنا ہے۔ خواہ کوئی ہمارے ساتھ ملے یا نہ ملے۔ پس کام سے پہلے پوری احتیاط سے سوچ لو اور وہ کام اپنے یا کسی دوسرے کے ذمہ نہ لگاؤ جو جانتے ہو کہ نہیں ہو سکتا لیکن جب اطمینان کر لو کہ کام اچھا ہے اور ہو سکتا ہے تو پھر دوسروں پر نگاہ نہ رکھو۔ اسی طرح جب دیکھو کہ کوئی کام ضروری ہے اور اچھا ہے لیکن نفس کہتا ہے کہ تم اسے نہیں کر سکتے تو اُسے کہو کہ تُو جھوٹا ہے اور اس کام میں لگ جاؤ۔ خدا تمہاری مدد کے لئے دوسروں کے دلوں میں الہام کرے گا۔ اور تم ضرور کامیاب ہو کر رہو گے[1]۔"

لوائے خدام الاحمدیہ کی تیاری اور پرچم کشائی

جیسا کہ چھٹے باب میں تفصیلی ذکر آرہا ہے سلسلہ احمدیہ کے پچاس[۵۰] سالہ قیام اور خلافتِ ثانیہ پر پچیس[۲۵] سال مکمل ہونے پر جلسہ ۱۹۳۹ء پر خلافت جوبلی منائی گئی۔ اس تقریب سعید پر جہاں لوائے احمدیت بنانے اور اس کے بلند کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا وہاں مجلس خدام الاحمدیہ نے بھی فیصلہ کیا کہ لوائے احمدیت کے ساتھ ساتھ خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے نشان کے طور پر لوائے خدام الاحمدیہ بھی تیار کیا جائے اور اسے بلند کیا جائے۔ جس کے متعلق جملہ مساعی مجلس کے مخلص اور محنتی کارکن ملک عطاء الرحمٰن صاحب مجاہد تحریک جدید کی مرہون منت تھیں۔ یہ ایک لمبا مرحلہ تھا جس کی ہر منزل وقت طلب تھی

---

[1] الفضل ۲۷ دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۱ و ۲

لوائے خدام الاحمدیہ کا ڈیزائن مجلس عاملہ مرکزیہ نے پاس کیا جس کی ڈرائنگ ملک صاحب موصوف نے کی۔ سب سے مشکل معاملہ کپڑے پر ہر دو طرف یکساں نقوش چھپوانے کا تھا۔ ہندوستان کے مختلف کپڑا بنانے والے کارخانوں کو لکھا گیا۔ مگر کوئی بھی اس کام کے لئے تیار نہ ہوا۔ آخر ملک صاحب نے لاہور کی ایک فیکٹری میں اپنی نگرانی میں یہ کام کرایا۔

لوائے خدام الاحمدیہ ۱۸ فٹ لمبا اور ۹ فٹ چوڑا تھا۔ جس کے ایک تہائی حصہ میں لوائے احمدیت کے نقوش تھے بقیہ حصہ تیرہ سیاہ و سفید دھاریوں پر مشتمل تھا۔ لہرانے کی تقریب کے لئے ۵۶ فٹ لمبا چیل کے تین درختوں کا ڈنڈا تیار کروایا گیا۔ اور اس کو بھی سیاہ و سفید دھاریوں میں روغن کیا گیا۔ لوائے خدام الاحمدیہ کے نئے جلسہ سالانہ کی سٹیج کے بائیں طرف لوائے احمدیت سے ذرا پیچھے ہٹ کر پلیٹ فارم تیار کرایا گیا۔

نوجوانانِ احمدیت کے محبوب مقدس رہنما حضرت سیدنا فضل عمر نے لوائے احمدیت کے بعد لوائے خدام الاحمدیہ کے بلند کرنے اور لہرانے کی رسم ادا فرمائی کہ خدام الاحمدیہ بھی ایک ایسی تنظیم ہے جو امٹ ہے جو احمدیت کے ساتھ ساتھ انشاء اللہ قائم رہے گی۔ اور نوجوانوں کو ہمیشہ ہی نظام و اطاعت۔ ایثار و استقلال۔ مکارم اخلاق اور ادائیگی حقوق اللہ و حقوق العباد کا سبق دیتی رہے گی۔ اس موقعہ پر خدام الاحمدیہ نے بھی ایک عہد دہرایا جسکا مسودہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے تیار فرمایا۔ اس عہدنامہ کے الفاظ دہرانے کا شرف چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر مجاہد تحریک جدید کو حاصل ہوا۔ جس کے ساتھ ساتھ تمام اراکین بھی اس کے الفاظ دہراتے گئے۔ عہد کی عبارت حسب ذیل ہے:۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ط

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ قومی اور ملّی مفاد کی خاطر اپنی جان مال اور عزت کی پروا نہیں کروں گا۔
مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اپنی جان مال اور عزت کو قربان کردونگا اور اس صداقت کی عزت کو قائم رکھونگا جس کے ظاہری نشان کے طور پر یہ جھنڈا اس وقت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نصب کر رہے ہیں۔ اور جو علامت ہے ان تمام خوبیوں کی جو حضور خدام الاحمدیہ کے ذریعہ خدام میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور مَیں ہر ممکن کوشش کرونگا کہ یہ جھنڈا سب دنیا کے جھنڈوں کے اوپر لہراتا رہے اور کبھی اسے شکست نہ دیکھنی پڑے۔"

حفاظتِ لوائے احمدیت حضرت امیرالمومنین رضؓ نے لوائے احمدیت اور لوائے خدام الاحمدیہ کے لہرانے کے بعد یہ اعلان فرمایا کہ آج سے کل نماز جمعہ تک خدام الاحمدیہ اس کی حفاظت کریں اور ہر وقت کم از کم بارہ ۱۲ خدام اس کے پہرہ پر رہیں۔ حضور نے چوہدری خلیل احمد صاحب ناصرؔ کو خدام کے پہلے گروہ کے انتخاب کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حسب ذیل اراکین کا تقرر لوائے احمدیت کے پہلے محافظین کے طور پر ہوا:۔

۱۔ میرزا منصور احمد صاحب ۲۔ میرزا داؤد احمد صاحب ۳۔ میرزا منور احمد صاحب
۴۔ میاں عباس احمد خانصاحب۔ ۵۔ سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدر آبادی۔ ۶۔ سیٹھ محمد معین الدین صاحب حیدر آبادی
۷۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ۔ ۸۔ سعید احمد صاحب فاروقی ۹۔ مولوی دل محمد صاحب مبلغ
۱۰۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب اعجاز ۱۱۔ شیخ ناصر احمد صاحب ۱۲۔ ملک عمر علی صاحب
۱۳۔ چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر ۱۴۔ مولوی عبدالکریم صاحب شرما ۱۵۔ مولوی محبوب عالم صاحب خالدؔ
۱۶۔ حافظ قدرت اللہ صاحب ۱۷۔ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصرؔ [۵]

صدر محترم حضرت حافظ میرزا ناصر احمد صاحب اور چوہدری خلیل احمد صاحب ناصرؔ نے پہرہ کی نگرانی کی۔ اسکے بعد اراکین کا انتخاب کرکے ہر چار گھنٹہ کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ گروپ بنا دیئے گئے۔ اس پہرہ کے دوران میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب لوائے احمدیت کے ارد گرد پہرہ دینے والے محافظین سب کے سب خاندانِ مسیح موعودؑ کے درخشندہ و تابندہ گوہر تھے جن کی فہرست حسب ذیل ہے:۔

۱۔ میرزا مبارک احمد صاحب ۲۔ میرزا منور احمد صاحب ۳۔ میرزا مظفر احمد صاحب
۴۔ میرزا حمید احمد صاحب ۵۔ میرزا منیر احمد صاحب ۶۔ میرزا بشیر احمد صاحب
۷۔ میرزا مجید احمد صاحب ۸۔ میرزا ظفر احمد صاحب ۹۔ میرزا منصور احمد صاحب
۱۰۔ میاں مسعود احمد خان صاحب۔ ۱۱۔ میاں عباس احمد خان صاحب۔ ۱۲۔ میرزا مبارک احمد صاحب ابن میرزا عزیز احمد صاحب

نگران:۔ حضرت صاحبزادہ میرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ صدر مجلس خدام الاحمدیہ

صاحبزادگان خاندانِ حضرت مسیح موعود کی اس فہرست میں میرزا داؤد احمد صاحب اور میاں محمد احمد خان صاحب کا نام نہیں ہے کیونکہ بارہ کی تعداد پوری ہوگئی تھی مگر وہ اور دوسرے صاحبزادگان دوسرے اوقات میں بھی پہرہ دیتے رہے۔ بلکہ پہرہ کے شروع سے لیکر آخر تک خاندانِ مسیح موعود کا کوئی نہ کوئی فرد محافظین کی قیادت کے فرائض

---

[۵] جناب سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدر آبادی کے بیان کے مطابق۔

ادا کرتا رہا۔ یہ گویا اس امر سے عبارت تھا کہ وہ مقدس بارِ امانت جو ابنائے فارس کے سپرد کیا گیا ہے انشاءاللہ وہ اس کے پوری طرح حامل رہیں گے۔ ہاں وہی خزینۂ ایمان و عرفان جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ثریا سے لائے تھے۔ یہ اس کے محافظین ہیں اور قیامت تک اس نعمتِ ایمان کو صفحۂ ارض پر بتوفیق ایزدی قائم و راسخ رکھیں گے۔ انشاءاللہ

دوسرے دن نمازِ جمعہ کے بعد لوائے احمدیت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زیرِ ہدایت صدر انجمن احمدیہ کے دو ناظروں (خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر بیت المال اور سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ) کے سپرد کر کے رسید لے لی گئی۔ جو حضور کی خدمت میں چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر نے اسی دن پیش کی۔ حضور نے فرمایا: "میں نے دیکھ لی ہے اب دفتر خدام الاحمدیہ میں بطور سند رکھ لی جائے۔" رسید حسب ذیل تھی:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آج بروز جمعہ بتاریخ ۲۹ر دسمبر ۱۹۳۹ء۔ ۲۹ر ماہ صلح ۱۳۱۸ ہجری شمسی ہم نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت صدر انجمن احمدیہ کے ریزولیوشن کے مطابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ سے لوائے احمدیت تین بجکر پینتیس منٹ پر وصول پایا۔

دستخط:۔ (سید) زین العابدین (ولی اللہ شاہ) ناظر امور عامہ ھ ش ۱۳۱۸/۱۲/۲۹

دستخط:۔ (خان صاحب) فرزند علی عفی عنہ ناظر بیت المال ھ ش ۱۳۱۸/۱۲/۲۹

کاتب محمد اعظم حیدر آباد دکن[۵۱]

انعامی علَم خدام الاحمدیہ کی تیاری

خلافت جوبلی کی مبارک تقریب پر مجلس خدام الاحمدیہ نے ایک انعامی علَم بھی تیار کروایا۔ یہ علَم ہر سال اس مجلس کو دیا جاتا ہے جس کا کام سب مجالس سے ممتاز ہوتا ہے۔ ۱۹۴۶ء تک جن مجالس کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے دست مبارک سے یہ یادگار جھنڈا مرحمت فرمایا ان کے نام یہ ہیں:۔

[۵۲] مجلس کیرنگ اڑیسہ (۱۹۳۹ء) مجلس گوجرانوالہ (۱۹۴۰ء) مجلس چک ۹۹ شمالی سرگودہا (۱۹۴۱ء) مجلس دار الرحمت قادیان (۱۹۴۲ء)

---

۵۱ رپورٹ مجلس خدام الاحمدیہ سال اول و دوم ۴ر فروری ۱۹۳۸ء تا فروری ۱۹۴۰ء صفحہ ۲۱ تا ۲۲

۵۲ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۲ء کو اپنی تقریر سے قبل مجلس دار الرحمت کے زعیم بابو غلام حسین صاحب کو علَم انعامی عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں اس محلہ کی مجلس خدام الاحمدیہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ کام میں اول رہی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس مجلس کے ممبر اس جھنڈے کے احترام کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش کریں گے اور اپنی زندگیوں کو احمدیت کے مطابق بنا کر یہ ثابت کر دیں گے کہ وہ واقعی اس انعامی جھنڈے کے مستحق تھے اور انتخاب غلط نہ تھا۔" (الفضل ۲۸ر فروری ۱۹۴۳ء صفحہ ۲ کالم ۴)

مجلس لاہور (۱۹۴۳ء) مجلس دار البرکات قادیان (۱۹۴۴ء) مجلس حلقہ مسجد مبارک قادیان (۱۹۴۵ء) مجلس کراچی (۱۹۴۹ء تا ۱۹۵۱ء)

اس جھنڈے کی نسبت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور ملک عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم لوائے خدام الاحمدیہ نے اپنے دستخط سے مندرجہ ذیل ہدایات جاری کیں :۔

۱۔ یہ جھنڈا (خلافت جوبلی علم انعامی) ہر سال سب سے پیش پیش رہنے والی مجلس حاصل کر سکے گی۔

۲۔ جو مجلس یہ جھنڈا انعام کے طور پر حاصل کریگی اس کے لئے لازمی ہوگا کہ ۲۵ دسمبر تک اس کو مرکز میں پہنچا دے۔

۳۔ جھنڈے کی حفاظت کی تمامتر ذمہ داری اس عرصہ کے لئے جب تک یہ جھنڈا اس کے پاس رہے گا اس مجلس پر ہوگی جو اس کو انعام کے طور پر حاصل کرے گی۔

۴۔ جو مجلس انعام کے طور پر اس جھنڈے کو حاصل کریگی اس جھنڈے کو لے جانے اور واپس مرکز میں پہنچانے کے تمام اخراجات کی متحمل ہوگی۔

۵۔ علم انعامی پر اس کو حاصل کرنے والی مجلس کا نام چاندی کی ایک تختی پر لکھوا کر لگایا جائیگا جس کے اخراجات اس مجلس کے ذمہ ہونگے۔

۶۔ جھنڈے کو کسی عمارت پر نہ لگایا جائے۔ اس طرح اس کے خراب ہونے کا احتمال ہے۔

۷۔ جب کبھی جھنڈے کو بلند کیا جائے سب خدام کا اس موقعہ پر کھڑے ہو کر عہد دہرانا ضروری ہے۔

۸۔ جھنڈے کو ہر تین ماہ کے بعد نہایت احتیاط کے ساتھ کسی خادم سے دھلوا کر دھوپ میں سکھایا جائے[1]

مرزا ناصر احمد صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ
۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء ہش ۱۳۱۸/۱۲/۲۸

ملک عطاء الرحمٰن مہتمم لوائے خدام الاحمدیہ
ہش ۱۳۱۸/۱۲/۲۸

کتب حضرت مسیح موعودؑ کا امتحان

خدام الاحمدیہ کے تیسرے سال میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پُر معارف کتب کے امتحان کا سلسلہ بھی جاری کر دیا گیا۔ ابتداء میں مندرجہ ذیل کتب کے امتحانات لئے گئے :۔

کشتیٔ نوح۔ ضرورۃ الامام۔ لیکچر سیالکوٹ[2] فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ لیکچر لاہور[3]
تجلیاتِ الٰہیہ۔ برکات الدعا۔ شہادت القرآن۔ سراجِ منیر۔ ضیاء الحق[4]

---

[1] بحوالہ "خدام کی ذمہ داریاں" مطبوعہ دسمبر ۱۹۵۰ء
[2] رپورٹ خدام الاحمدیہ سال سوم صفحہ ۱۸
[3] رپورٹ خدام الاحمدیہ سال چہارم صفحہ ۱۰
[4] رپورٹ خدام الاحمدیہ سال پنجم صفحہ ۹

خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کی لازمی تجنید

۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ارشاد فرمایا کہ آج سے قادیان میں خدام الاحمدیہ کا کام طوعی نہیں بلکہ جبری ہو گا۔ ہر وہ احمدی جس کی پندرہ سے چالیس سال تک عمر ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پندرہ دن کے اندر اندر خدام الاحمدیہ میں اپنا نام لکھا دے۔[۱] نیز اعلان فرمایا کہ "ایک مہینہ کے اندر اندر خدام الاحمدیہ آٹھ سے پندرہ برس کی عمر تک کے بچوں کو منظم کریں اور اطفال الاحمدیہ کے نام سے اُن کی جماعت بنائی جائے[۲]"۔ حضور کی ہدایت تھی کہ خدام کی تجنید کے لئے احباب سے زبردستی فارم پُر نہ کروائے جائیں بلکہ صرف اطلاع پہنچانے تک ہی اکتفاء کیا جائے۔ اس ارشاد کی تعمیل میں مجلس مرکزیہ کے نمائندے ہر محلّہ کی مسجد میں ایک معین وقت میں (جس کا اعلان نمازوں کے وقت میں کر دیا جاتا) حاضر رہتے اور اگرچہ حضور کی طرف سے ایک فوری بھرتی کے لئے پندرہ دن کی میعاد مقرر تھی لیکن ایک قلیل تعداد کے سوا بقیہ سب نوجوان ابتدائی دو تین روز ہی میں مجلس کے رکن بن گئے۔[۳]

علاوہ ازیں مجلس نے اطفال الاحمدیہ کی تنظیم کے لئے قادیان کے ۸۰۴ بچوں کے ۵۷ گروپ بنائے۔ اُن پر مانیٹر مقرر کئے اور انہیں مربیوں کے سپرد کیا۔ مجلس نے اطفال کے متعلق ذیلی قواعد کا تفصیلی ڈھانچہ بھی تیار کیا اور بچوں کے لئے تربیتی نصاب بھی۔ نیز خدام کی طرح اطفال الاحمدیہ کا بیج یعنی امتیازی نشان بھی تیار کرایا۔ جس پر نقوش تو وہی تھے جو خدام الاحمدیہ کے بیج کے تھے مگر یہ ذرا چھوٹا اور بیضوی شکل کا بنایا گیا تھا۔ اور اس پر "امیدوار رکن مجلس خدام الاحمدیہ" کے الفاظ کندہ تھے۔ پہلے سال قادیان سے باہر مندرجہ ذیل مقامات پر بھی مجالس اطفال قائم ہو گئیں:— بھیرہ۔ سیالکوٹ چھاؤنی و شہر۔ جہلم۔ سیدوالا۔ لائل پور۔ ملتان۔ لودھراں۔ کریام۔ کاٹھ گڑھ۔ شملہ۔ کیرنگ۔ یادگیر دکن۔ محمود آباد ضلع جہلم۔ کنری سندھ۔ لاہور۔ شکار ماچھیاں۔ دہلی۔ منٹگمری۔ برہمن بڑیہ۔ شاہ پور۔ امرگڑھ۔ ننگل۔ امرتسر۔ گوجرانوالہ۔ نیروبی (مشرقی افریقہ)۔[۴]

---

[۱] الفضل یکم اگست ۱۹۴۰ء صفحہ ۶ کالم ۳ [۲] الفضل یکم اگست ۱۹۴۰ء صفحہ ۷ کالم ۲۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۸ء کے مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء سے مجلس خدام الاحمدیہ میں احمدی بچوں کی شاخ کھل چکی تھی۔ اور ۱۹۳۸ء کے ابتداء میں مندرجہ ذیل مجالس اطفال قائم ہوئیں۔ "دارالرحمت۔ دارالفضل۔ مسجد مبارک اور محلہ دارالبرکات قادیان۔ وزیر آباد۔ فیروز پور۔ کریام۔ سرگودھا۔ نیروبی (شعبہ اطفال کے پہلے قواعد الفضل ۱۱ جون ۱۹۴۰ء صفحہ ۶ پر شائع شدہ)

[۳] رپورٹ سال سوم (مطبوعہ) صفحہ ۷، ۸ [۴] رپورٹ خدام الاحمدیہ سال سوم صفحہ ۲۰ و ۲۱۔

مجلس خدام الاحمدیہ کی قانونی و دستوری حیثیت نظامِ جماعت میں

شملہ کے ایک دوست کی طرف سے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں استفسار کیا گیا کہ کیا امیر جماعت خدام الاحمدیہ سے کوئی کام نہیں لے سکتا؟ حضرت امیر المومنینؓ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

"ہاں یہ درست ہے مجلس خدام الاحمدیہ کا نظام مَیں نے الگ بنا دیا ہے اور ان کا الگ مرکز قائم ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ نوجوان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔ اُن میں خود کام کرنے کی اور اپنی ذمہ داری محسوس کرنے کی عادت پیدا ہو جائے۔ امیر جماعت مجلس کے نظام میں دخل نہیں دے سکتا۔ اگر وہ کوئی خامی دیکھے تو مجلس کے مرکز میں رپورٹ کر سکتا ہے۔ اگر اسے کوئی کام لینا ہو تو مجلس کو حکم نہیں دے سکتا۔ البتہ جماعتی کاموں (مثلاً جلسے وغیرہ) کے متعلق مجلس کو Request (یعنی گذارش) کر سکتا ہے۔ اور مجلس خدام الاحمدیہ کو ایسے کاموں میں تعاون کرنا چاہیئے کیونکہ وہ بنائی ہی اس غرض کے لئے ہے۔ اگر وہ تعاون نہ کرے گی تو اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گی نیز امیر کسی فرد جماعت سے بحیثیت فرد ہونے کے کام لے سکتا ہے نہ بحیثیت رُکن ہونے کے۔ ایک شخص جماعت کا سیکرٹری ہے اور مجلس خدام الاحمدیہ کا رکن بھی ہے۔ جب جماعتی کام ہوگا اسے بہرحال مجلس کے کام پر جماعتی کام کو مقدم رکھنا ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص گورنمنٹ کا ملازم ہو تو اسے بہرحال پہلے گورنمنٹ کا کام کرنا ہوگا[1]"

ایک اور موقعہ پر فرمایا:— "ہر احمدی جو چالیس سال سے کم عمر کا ہے وہ خدام الاحمدیہ کا ممبر ہے۔ ہر احمدی جو چالیس سال سے اوپر ہے وہ انصار اللہ کا ممبر ہے۔ اور ہر احمدی جو چالیس سال سے نیچے یا چالیس سال سے اوپر ہے وہ مقامی انجمن کا بھی ممبر ہے اس سے کوئی علیحدہ چیز نہیں۔ پس خدام الاحمدیہ کے یہ معنے نہیں کہ وہ جماعت احمدیہ کے مقامی ممبر نہیں ہیں بلکہ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے مجموعے کا نام مقامی انجمن ہے[2]"

جہاں تک خدام الاحمدیہ کے پروگرام کا تعلق ہے سیدنا حضرت امیر المومنینؓ نے مجلس کے ابتدائی ایام میں ہی یہ ہدایت فرمائی تھی کہ "کوئی نیا پروگرام بنانا تمہارے لئے جائز نہیں۔ پروگرام تحریک جدید کا ہی ہوگا اور تم تحریک جدید کے والنٹیئر ہوگے۔ تمہارا فرض ہوگا کہ تم اپنے ہاتھ سے کام کرو۔ تم سادہ زندگی بسر کرو۔ تم دین کی تعلیم دو۔ تم نمازوں کی پابندی کی نوجوانوں میں عادت پیدا کرو۔ تم تبلیغ کے لئے اوقات وقف کرو[3]"

---

[1] روزنامہ الفضل قادیان ۲۵ ستمبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۲
[2] الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۴۵ء صفحہ ۳ کالم ۱، ۲
[3] الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۰ کالم ۳

سالانہ جلسہ پر ذیلی دفتر جلسہ سالانہ ۱۹۴۰ء سے جلسہ گاہ کے سامنے مجلس مرکزیہ کا ایک ذیلی دفتر بھی کھولا جانے لگا۔ اس دفتر سے جلسہ پر آنے والے احباب سے براہ راست رابطہ ممکن ہو گیا۔[۵]

تیسرا سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ کا تیسرا سالانہ اجتماع ۶-۷ فروری ۱۹۴۱ء کو مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بعض دقتوں کے باعث یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے لئے جلسہ سالانہ کے علاوہ کوئی اور دن مقرر کئے جائیں۔ اس اجتماع میں مندرجہ ذیل مقامات کے خدام نے شرکت کی:۔

سیالکوٹ شہر۔ گوجرانوالہ۔ فیروزپور شہر۔ صوبہ سرحد۔ شملہ۔ ملتان۔ امرتسر۔ دہلی۔ جموں۔ جالندھر۔ بہاولپور۔ گجرات۔ جہلم۔ شاہ پور۔ ہوشیار پور۔ سیالکوٹ چھاؤنی۔ دانہ زید کا۔ نوشہرہ چھاؤنی۔ کاٹھ گڑھ۔ بٹالہ۔ بنگہ۔ تہال (ضلع گجرات) دوالمیال ضلع جہلم۔ فیروزپور چھاؤنی۔ پشاور شہر۔ کیمبل پور۔ نرائن گڑھ۔ شاہدرہ۔ نیروبی۔

۶ فروری ۱۹۴۰ء کو صبح ساڑھے نو بجے سالانہ اجتماع کا پہلا اجلاس ہوا جس میں تین مقامی مقررین (شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر۔ مولوی دل محمد صاحب مولوی فاضل۔ اور خلیل احمد صاحب ناصر) کے علاوہ بیرونی مجالس کے تین قائدین کرام (میر صلاح الدین صاحب قائد مجلس فیروزپور۔ میاں محمود احمد صاحب قائد مجلس لاہور۔ سید بہاول شاہ صاحب قائد مجلس امرتسر) نے تقاریر کیں۔ ان تقاریر میں مجلس کے لائحہ عمل کے مختلف حصص پر روشنی ڈالی گئی۔ سالانہ کارگذاری کے جستہ جستہ واقعات کی رپورٹ بھی پیش کی گئی۔ صدر اجلاس حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے آخر میں ایک بصیرت افروز اور ولولہ انگیز تقریر فرمائی جس میں خدام کو انکی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا۔

نماز ظہر کے بعد دوسرا اجلاس منعقد ہوا جس میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قریباً سوا دو گھنٹے تک نہایت ہی ایمان افروز اور پُر معارف تقریر فرمائی۔ اور خدام کو مفید اور قیمتی ہدایات سے مستفید فرمایا۔

تیسرا اجلاس رات کو بعد نماز عشاء منعقد ہوا جس میں اراکین مجلس سے خدام الاحمدیہ کے کاموں میں پیش آنیوالی دقتوں کے متعلق مشورے کئے گئے۔ یہ اپنی طرز کا پہلا اجتماع تھا۔ اراکین نے بے تکلفی کے ساتھ اپنی آراء کا اظہار کیا اور خدام الاحمدیہ کے لائحہ عمل کو کامیاب تر بنانے کے لئے مفید مشورے دیئے۔

دوسرے دن صبح نو بجے سے بارہ بجے تک خدام الاحمدیہ کے ورزشی مقابلے ہوئے۔ یہ خدام الاحمدیہ کی تاریخ میں پہلا موقعہ تھا جب کہ باہر کے نمائندگان ورزشی اجتماع میں شریک ہوئے۔ حضرت سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ

۵ے رپورٹ مجلس خدام الاحمدیہ سال سوم صفحہ ۳۲

بھی از راہ حوصلہ افزائی شرکت فرمائی۔ حضور انور نے مختلف کھیلوں میں اوّل۔ دوم۔ سوم رہنے والے کھلاڑیوں کو انعامات تقسیم فرمائے۔[۱]

دکانوں کی نگرانی کا فرض

۵ رجون ۱۹۴۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ قادیان میں اس امر کی نگرانی رکھیں کہ نماز کے اوقات میں کوئی دوکان کھلی نہ رہے۔[۲]

چوتھا سالانہ اجتماع اور مجلس لاہور کے ایک خادم کا قابل تعریف فعل

مجلس خدام الاحمدیہ کا چوتھا سالانہ اجتماع ۱۷-۱۸ ؍اکتوبر ۱۹۴۲ء کو منعقد ہوا۔ اس اجتماع کے لئے حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی کوٹھی کے شمالی جانب واقع دارالشکر کے غربی میدان کا انتخاب کیا گیا۔ مقام اجتماع میں تمام رہائشی خیمے اور دفاتر نصب کئے گئے۔ عین وسط میں چھتیس چھتیس فٹ کی دو سڑکیں ایک دوسری کو قطع کرتی ہوئی بنائی گئیں جن کے مرکز میں لوائے خدام الاحمدیہ لہرا رکھا تھا۔ چوک کے قریبی بلاکوں پر ہسپتال۔ دفتر سپلائی سٹور۔ دفتر خوراک اور مرکزی کارکنوں کے خیمے تھے۔ مقام اجتماع میں داخلہ کے لئے مشرق کی طرف دروازہ بنایا گیا جس کے دونوں طرف خدام الاحمدیہ کے لائحہ عمل سے متعلق حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کپڑے کے موزون بورڈوں پر لکھے ہوئے آویزاں کئے گئے۔ اس دروازہ کے قریب ہی مرکزی دفتر خدام الاحمدیہ اور انکوائری آفس کے خیمے نصب تھے۔ مقام اجتماع کے اردگرد خدام کے پہرہ کا چوبیس گھنٹے باقاعدہ انتظام رہا۔ دفتر مرکزیہ کے ساتھ خدام کو وقت سے مطلع کرنے کے لئے گھنٹہ بھی نصب کیا گیا۔ جس پر ہر نصف گھنٹہ کے بعد وقت کا اعلان ہوتا رہا۔

اس دفعہ کھانے کا انتظام خدام الاحمدیہ نے اس صورت میں کیا کہ قادیان کے ہر خادم کے گھر سے وقت مقررہ پر مجلس اطفال الاحمدیہ کے اراکین خادم اور اس کے ایک مہمان کا کھانا لاتے۔ قادیان کی تمام مجالس میں باہر سے آنے والی مجالس کو ان کی میزبانی کے لئے باقاعدہ تقسیم کر دیا گیا تھا۔ انتظام کو سہولت سے چلانے کیلئے اطفال الاحمدیہ کے خیمے بھی مقام اجتماع میں ہی نصب تھے۔

اس اجتماع میں مندرجہ ذیل مقامات سے خدام شریک ہوئے:— بگول۔ سیکھواں۔ ونجواں۔ پھیروچیچی۔ دھرم کوٹ بگہ۔ ملونڈی جھنگلاں۔ ہرسیاں۔ لودھی ننگل۔ پیرو شاہ۔ خان فتح۔ سایجپور۔ اٹھوال

---

[۱] خدام الاحمدیہ کی رپورٹ سال سوم صفحہ ۲۸-۲۹ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۸ رفروری ۱۹۴۱ء صفحہ ۳۔
[۲] الفضل ۷ رجون ۱۹۴۲ء صفحہ ۲ کالم ۱

تیجہ کلاں ۔شکار ماچھیاں ۔سیالکوٹ شہر ۔ داتہ زید کا ۔گھٹیالیاں ۔ امرتسر ۔ لاہور ۔جالندھر ۔کریام ۔ ہوشیارپور ۔ کھیریاں ۔ گوجرانوالہ ۔گجرات ۔ لائل پور ۔ دُنیا پور ضلع ملتان ۔حیدر آباد دکن ۔کراچی ۔ دہلی ۔خیرپور سندھ ۔شملہ ۔سیدوالا ۔بہلول پور ضلع لائلپور ۔ ڈلہوزی ۔ بمبئی ۔ پشاور ۔ بریلی ۔ [1]

اس اجتماع کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں شامل ہونے والے خدام میں سے مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے ایک رکن مرزا محمد سعید بیگ صاحب ولد مرزا محمد شریف بیگ صاحب نے لاہور سے قادیان آتے ہوئے مجلس کے جھنڈا کی حفاظت کے لیے شجاعت و بہادری کا شاندار نمونہ دکھایا ۔ اور ، دوسرے خدام بھائیوں کے سامنے شعائر اللہ کے تحفظ کی قابل تقلید مثال قائم کی ۔ اس اجمال کی تفصیل خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے الفاظ میں درج کی جاتی ہے ۔ حضور نے ۲۳ر اکتوبر ۱۹۴۲ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا :۔

" واقعہ یہ ہے کہ لاہور کے خدام جب جلسہ میں شمولیت کے لئے آرہے تھے تو اس وقت جبکہ ریل سٹیشن سے نکل چکی تھی اور کافی تیز ہوگئی تھی ایک لڑکے سے جس کے پاس جھنڈا تھا ایک دوسرے خادم نے جھنڈا مانگا ۔ وہ لڑکا جس نے اس وقت جھنڈا پکڑا ہوا تھا ایک چھوٹا بچہ تھا ۔ اس نے دوسرے کو جھنڈا دے دیا اور یہ سمجھ لیا کہ اس نے جھنڈا پکڑ لیا ہے ۔ مگر واقعہ یہ تھا کہ اس نے ابھی جھنڈے کو نہیں پکڑا تھا ۔ اس قسم کے واقعات ہوجاتے ہیں ۔ گھروں میں بعض دفعہ دوسرے کو کہا جاتا ہے کہ پیالی یا گلاس پکڑا دو اور دوسرا برتن اٹھا کر دے دیتا ہے اور یہ خیال کر لیتا ہے کہ اس نے پیالی یا گلاس کو پکڑ لیا ہوگا ۔ مگر اس نے ابھی ہاتھ نہیں ڈالا ہوتا ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ برتن گر جاتا ہے ۔ اسی طرح جب اس سے جھنڈا مانگا گیا اور اس نے جھنڈا دوسرے کو دینے کے لئے آگے بڑھا دیا تو اس نے خیال کیا کہ دوسرے نے جھنڈا پکڑ لیا ہوگا ۔ مگر اس نے ابھی پکڑا نہیں تھا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جھنڈا ریل سے باہر جا پڑا ۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ چھوٹا لڑکا جس کے ہاتھ سے جھنڈا گرا تھا فوراً نیچے کودنے لگا ۔ مگر وہ دوسرا لڑکا جس نے جھنڈا مانگا تھا اس نے اسے فوراً روک لیا اور خود نیچے چھلانگ لگا دی ۔ لاہور کے خدام کہتے ہیں ہم نے اسے اوندھے گرے ہوئے دیکھ کر سمجھا کہ وہ مرگیا ہے ۔ مگر فوراً ہی اٹھا اور جھنڈے کو پکڑ لیا ۔ اور پھر ریل کے پیچھے دوڑ پڑا ۔ ریل تو وہ کیا پکڑ سکتا تھا ۔ بعد میں کسی دوسری سواری میں بیٹھ کر اپنے قافلہ سے آملا ۔ میں سمجھتا ہوں اس کا یہ فعل نہایت ہی اچھا ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی تعریف کی جائے ۔ خدام الاحمدیہ نے اس کیلئے انعام مقرر کیا تھا اور تجویز کیا تھا کہ اسے ایک تمغہ دیا جائے ۔ مگر اس وقت یہ روایت میرے پاس غلط طور پر پہنچی

---

[1] الفضل ۱۷ر اکتوبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۵ ۔

تھی اس نے میں نے وہ انعام اسے نہ دیا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ صحیح بات یہ ہے کہ جھنڈا اس کے ہاتھ سے نہیں گرا تھا۔ بلکہ دوسرے کے ہاتھ سے گرا تھا۔ پہلے مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ اسی کے ہاتھ سے جھنڈا گرا تھا۔

بہر حال یہ ایک نہایت ہی قابل تعریف فعل ہے۔ خدام الاحمدیہ سے ہمیشہ اس بات کا اقرار لیا جاتا ہے کہ وہ شعائر اللہ کا ادب و احترام کریں گے۔ اسی طرح قومی شعار کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اس اقرار کو پورا کرنے میں لاہور کے اس نوجوان نے نمایاں حصہ لیا ہے۔ اور میں اس کے اس فعل کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا اس نوجوان کا نام مرزا سعید احمد ہے اور اس کے والد کا نام مرزا شریف احمد ہے۔ بظاہر یہ سمجھا جائیگا کہ اس نوجوان نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا مگر جہاں قومی شعار کی حفاظت کا سوال ہو وہاں اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اور درحقیقت وہی لوگ عزت کے مستحق سمجھے جاتے ہیں جو اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنی جان کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں انہی کی جانیں دنیا میں سب سے زیادہ سستی اور بے حقیقت سمجھی جاتی ہیں۔ آخر غلام قومیں کون ہوتی ہیں؟ وہی لوگ غلام بنتے ہیں جو اپنی جانوں کو قربان کرنے سے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم مر نہ جائیں۔ وہ ایک وقت کی موت قبول نہیں کرتے تو خدا تعالیٰ انہیں بعض دفعہ صدیوں کی موت دے دیتا ہے۔[1]"

اختلافی مسائل کے لئے ہفتۂ تعلیم و تلقین

وسط ۱۹۴۱ء سے مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ کی مشترکہ مساعی سے احباب جماعت کو اختلافی مسائل سے آگاہ کرنے کے لئے تعلیم و تلقین کے خاص ہفتے منانے کا انتظام شروع ہوا۔ اس سلسلہ میں پہلا ہفتہ مسئلہ نبوت کے لئے ۲۴ مئی سے ۳۰ مئی ۱۹۴۱ء میں اور دوسرا ہفتہ ۲۲ تا ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء میں منایا گیا جو مسئلہ خلافت کی تعلیم و تلقین کے لئے مخصوص تھا۔[2] اس کے بعد ۹ نومبر ۱۹۴۲ء کو تیسرا ہفتہ منایا گیا جس کا موضوع تلقین پیشگوئی مصلح موعود تھا۔[3] ۱۹۴۳ء کے ہفتہ تعلیم و تلقین کے حسب ذیل موضوع تھے (۱) اقتداء نماز غیر احمدیاں (۲) رشتہ ناطہ غیر احمدیان (۳) جنازہ غیر احمدیاں۔[4]

دفتر مجلس مرکزیہ کی بنیاد

۱۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بعد نماز عصر دار الانوار میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے دفتر کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔[5]

[1] الفضل ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۴ و ۵ [2] رپورٹ خدام الاحمدیہ سال چہارم صفحہ ۴۴ [3] رپورٹ خدام الاحمدیہ سال پنجم صفحہ ۹
[4] روزنامہ الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۷ کالم ۱ [5] رپورٹ خدام الاحمدیہ سال پنجم صفحہ ۱۵ و الفضل ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۱

عمارت کے لئے حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ نے آٹھ کنال کا قطعہ زمین بطور عطیہ دیا۔ جس کی قیمت ان دنوں ڈھائی ہزار کے لگ بھگ ہوگی[51] نقشہ کی تیاری کے سلسلہ میں قاضی عبدالمجید صاحب اور قاضی محمد رفیق صاحب نے گہری دلچسپی لی[52] یہ عمارت مکمل ہوگئی تو مجلس کا دفتر جو گیسٹ ہاؤس میں کھلا ہوا تھا اس میں منتقل کر دیا گیا جو قادیان سے ہجرت (۱۹۴۷ء) تک قائم رہا۔

مہتممین کے دوروں کا آغاز

۱۹۴۲-۴۳ء میں ملک عطاء الرحمٰن صاحب بنگال بھجوائے گئے۔ آپ نے ڈیڑھ ماہ تک تمام بڑی بڑی جماعتوں کا دورہ کرکے مجالس خدام الاحمدیہ کا قیام اور سابقہ مجالس کا احیاء کیا۔ اسی سال چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ اور چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر نے سندھ کی مجالس کا معائنہ اور احیاء کیا[53]

بزم حسن بیان کا قیام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "حسن بیان"[54] سے تفاؤل کے ساتھ سالانہ جلسہ ۱۹۴۳ء پر بزم حسن بیان کا افتتاح کیا گیا۔ یہ بزم تقریری مشق کے لئے قائم کی گئی تھی[55]

"الطارق" کا اجراء

جنوری ۱۹۴۵ء سے مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے "الطارق" کے نام سے ٹریکٹوں کا ایک سلسلہ جاری کیا گیا جس کی حیثیت مجلس کے گزٹ کی سی تھی جس میں صدر مجلس اور مہتممین مرکزیہ کی طرف سے ضروری ہدایات و اطلاعات شائع ہوتی تھیں۔ یہ سلسلہ پانچ نمبروں کی اشاعت کے بعد بند کر دیا گیا[56]

مخالفین احمدیت کی طرف سے مجلس خدام الاحمدیہ کو خراج تحسین

مجلس احرار کے اخبار "زمزم" نے ۲۳ جنوری ۱۹۴۵ء نے مجلس خدام الاحمدیہ کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے

---

[51] رپورٹ خدام الاحمدیہ سال چہارم صفحہ ۲۷۔ تعمیر دفتر میں نمایاں حصہ لینے والوں کے نام :- سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب۔ شیخ محمود الحسن صاحب آئی۔سی۔ایس۔ سیٹھ محمد اعظم صاحب و سیٹھ معین الدین صاحب۔ خانصاحب نعمت اللہ صاحب۔ ملک عبدالرحمٰن صاحب قصور۔ محمد الدین صاحب پال سیالکوٹ۔

[52] رپورٹ خدام الاحمدیہ سال پنجم صفحہ ۱۵ [53] الفضل یکم فروری ۱۹۴۵ء صفحہ ۶ کالم ۳

[54] تذکرہ طبع دوم صفحہ ۵۱۶ و الحکم جلد ۸ نمبر ۱۷ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ [55] الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۴۵ء صفحہ ۷ کالم ۱ و ۲

[56] یہ قیاساً لکھا گیا ہے کیونکہ دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ریکارڈ میں "الطارق" کا پانچواں ٹریکٹ ہی موجود ہے۔

لکھا کہ:-

"ایک ہم ہیں کہ ہماری کوئی بھی تنظیم نہیں اور ایک وہ ہیں کہ جن کی تنظیم در تنظیم کی تنظیمیں ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ آوارہ منتشر اور پریشان ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ حلقہ در حلقہ محدود و محصور اور مضبوط اور منظم ہیں۔ ایک حلقہ احمدیت ہے، اس میں چھوٹا بڑا، زن و مرد، بچہ بوڑھا ہر احمدی مرکز "نبوت" پر مرکوز و مجتمع ہے مگر تنظیم کی ضرورت اور برکات کا علم و احساس ملاحظہ ہو کہ اس جامع و مانع تنظیم پر بس نہیں۔ اس وسیع حلقہ کے اندر متعدد چھوٹے چھوٹے حلقے اور بنا کر ہر فرد کو اس طرح جکڑ دیا گیا ہے کہ ہل نہ سکے۔ عورتوں کی مستقل جماعت لجنہ اماء اللہ ہے۔ اس کا مستقل نظام ہے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اس کا جداگانہ سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خدام الاحمدیہ نوجوانوں کا جدا نظام ہے۔ پندرہ تا چالیس سال کے ہر فرد جماعت کا خدام الاحمدیہ میں شامل ہونا ضروری ہے۔ الفضل ۱۲/۴۴ ۲۱۔ چالیس سال سے اوپر والوں کا مستقل ایک اور حلقہ ہے۔ انصار اللہ جس میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان تک شامل ہیں۔ میں ان واقعات اور حالات میں مسلمانوں سے صرف اسقدر دریافت کرتا ہوں کہ کیا ابھی تمہارے جاگنے اور اٹھنے کا وقت نہیں آیا؟ تم نے ان متعدد مورچوں کے مقابلہ میں کوئی ایک بھی مورچہ لگایا؟ حریف نے عورتوں تک کو میدانِ جہاد میں لا کھڑا کیا ..... میرے نزدیک ہماری ذلت و رسوائی اور میدانِ کشاکش میں شکست و پسپائی کا ایک بہت بڑا سبب یہی غلط معیارِ شرافت ہے۔[1]"

پہلی دینیات کلاس ۱۹۴۵ء کے اوائل میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے شعبۂ تعلیم کے زیر اہتمام میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء کے لئے قادیان میں دینیات کلاس کھولی گئی جو ۲۰ر اپریل ۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۰ر مئی ۱۹۴۵ء تک جاری رہی۔ کلاس کے منتظم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔ اے تھے اور نائب مولوی صدر الدین صاحب مولوی فاضل۔ پڑھائی آٹھ۸ بجے سے لیکر بارہ۱۲ بجے تک تعلیم الاسلام کالج میں ہوتی تھی اور عام لیکچر بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں ہوتے تھے۔ مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری۔ مولوی نور الحق صاحب انور۔ سلور مولوی بشارت احمد صاحب سندھی نے قرآن مجید۔ صرف و نحو اور حدیث پڑھائی۔ دینیات کلاس کے طلباء کو بعض دوسرے فاضل اصحاب کے علاوہ مندرجہ ذیل بزرگوں نے بھی خطاب فرمایا:- حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔ حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری حضرت مولوی خیر الدین صاحب سیکھوانی۔ حضرت سردار عبد الرحمٰن صاحبؓ سابق مہر سنگھ۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔

---

[1] بحوالہ روزنامہ الفضل قادیان ۱۸ر اپریل ۱۹۴۵ء صفحہ ۴ کالم ۳-۴۔

طلباء ظہر سے عصر تک کا وقت مسجد مبارک میں گذارتے اور مرکزی لائبریری سے کتابیں لے کر پڑھتے۔ شریک کلاس ہونے والے طلباء کی تعداد پچیس ۲۵ تھی اور ان کی رہائش کا انتظام مہمان خانہ میں کیا گیا تھا۔ آخری روز (۸ رہش ۱۹۴۵ھش) حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے طلباء کو بعد نماز عصر مسجد مبارک میں شرف ملاقات بخشا اور قیمتی نصائح کیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ ان طلباء کے لئے ۲۴ گھنٹوں کا پروگرام ہونا چاہیئے تھا جس میں ہر کام کے اوقات مقرر ہوتے۔ ان ایام میں ان طلباء کو سخت اور مسلسل محنت کرنے کی مشق کرائی جانی چاہیئے تھی۔

اس سلسلہ میں حضور نے تفصیلی ہدایات دیں۔ اسی طرح فرمایا کہ باہر سے آنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ کم از کم سو طالب علم باہر سے آنا چاہیئے تھا۔ آئندہ سال بہت پہلے تحریک شروع ہونی چاہیئے یہ سب طلباء ایک جگہ رہیں۔ تین چار نگران ہر وقت ان کے ساتھ رہیں اور اپنے عمل سے ان پر نیک اثر ڈالیں۔[۱]

اس پہلی کلاس کے بعد خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مستقل طور پر تعلیم و تربیت کا یہ اہم طریق رائج کر دیا جو اب تک بدستور جاری ہے۔

پہلی تعلیم القرآن کلاس حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر دینیات کلاس کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور نظارت تعلیم و تربیت کے اشتراک سے ۱۹۴۵ء میں پہلی تعلیم القرآن کلاس بھی شروع کی گئی جو ۲۵ راگست سے ۲۵ رستمبر تک جاری رہی۔ نمائندگان کی تعداد ۷۳ تھی جو حسب استعداد دو جماعتوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ہر ایک جماعت تعداد کے لحاظ سے دو دو فریقوں میں منقسم تھی اور قرار پایا کہ جماعت اوّل کو پانچ سپارے تک ترجمہ پڑھایا جائے اور جماعت دوم کو دس پارے تک۔ کلاس کے طلباء کو مولوی تاج الدین صاحب فاضل لائلپوری۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری اور منشی محمد نذیر صاحب ملتانی نے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھایا اور صرف و نحو کی تعلیم مولوی ظل الرحمٰن صاحب بنگالی، مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی اور مولوی شریف احمد صاحب امینی نے دی۔ طبی خدمات کے لئے خانصاحب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب میڈیکل انچارج تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی خدمات حاصل کی گئیں۔ تعلیم القرآن کمیٹی کے سیکرٹری چوہدری عبد السلام صاحب اختر تھے۔ اور نمائندگان کی رہائش اور دیگر متعلقہ امور کی نگرانی کے فرائض مولوی شریف احمد صاحب امینی نے انجام دیئے۔

---

[۱] الفضل ۲۶ رمئی ۱۹۴۵ء صفحہ ۵۔

حضور کی خدمت میں جب تعلیم القرآن کلاس کے انتظامات اور روزانہ اسباق کی رپورٹ پیش ہوئی تو حضور نے اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمایا کہ

"جزاکم اللہ تعالیٰ یہ انتظام بہت مناسب ہے اور ہر سال ہونا چاہیئے اور بڑھاتے جانا چاہیئے۔[1]"

حضرت امیرالمومنین کی طرف سے نئے ہفت سالہ دَور کا پروگرام

۱۹۴۵ء میں چونکہ مجلس خدام الاحمدیہ اپنی زندگی کے سات سال مکمل کر چکی تھی اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس سال کے سالانہ اجتماع پر اس کے گذشتہ ہفت سالہ دَور کا جائزہ لینے کے بعد آئندہ کے سات سالوں کے لئے ایک جامع مانع اور تفصیلی پروگرام پیش فرمایا جس کا خلاصہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

وقارِ عمل:۔ ۱۔ قادیان کی عدم صفائی اور محلّوں کے گند کو دُور کرنے کی طرف توجہ دے کر ہمیں اس بات کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیئے کہ قادیان ایک نہایت صاف ستھرا مقام بن جائے۔ اس کی سڑکیں ہموار ہوں اور گھروں کا کوڑا کرکٹ سڑکوں پر پھینکا ہوُا نظر نہ آئے (جس سے مکھی اور مچھر کثرت سے پیدا ہوتے ہیں جن سے وبائی امراض پھیلتے ہیں۔)

۲۔ یہ ضروری ہے کہ روزانہ کام کرنے کی عادت پیدا کی جائے یہ کام "عمل اجتماعی" کے رنگ میں ہو۔ خواہ دو دو تین تین خدام مل کر کام کریں۔ مگر کریں روزانہ۔ اس عمل اجتماعی کا بیشتر حصّہ وقارِ عمل کی نوعیت کا ہو۔ محلہ کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ خدّام محلّہ محلّہ کی صفائی کے ذمہ دار ہوں اور جو مجالس اس کام میں سبقت لے جائیں انہیں انعام دیا جائے۔ اور مقابلہ کی رُوح پیدا کی جائے۔

۳۔ قادیان میں برسات کے پانی کے نکاس کی طرف توجہ دی جائے۔ اوورسیروں سے مشورہ کرکے ایک تفصیلی پروگرام بنایا جائے جس کے مطابق کام ہو۔

۴۔ ایسے کام اس غرض کے مدّنظر کئے جائیں کہ کسی خادم میں تکبّر کا شائبہ باقی نہ رہے اور اس کا نفس مر جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر ایک کام کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

---

[1] الفضل ۸ ستمبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۶۔

۵۔ **خدمتِ خلق**:۔ یتامیٰ۔ بیوگان۔ اور مساکین کی خبر گیری خدام و اطفال اپنا اوّلین فرض قرار دیں۔ اور بیماروں کو دوا وغیرہ لاکر دینا۔ ضرورت مند احباب کے مکانوں کی لپائی وغیرہ کرنا اور ایسے گھرانوں میں جس کے مرد کام کاج کے لئے باہر گئے ہوئے ہوں سودا سلف لاکر دینا خدام و اطفال کی ذمہ داریوں میں سے ہے اور خدام کو چاہیئے کہ قومی کاموں کے علاوہ جہاں تک ہو سکے انفرادی کام بھی کریں اور غریبوں یتیموں اور بیواؤں کے کام کرنے میں عار محسوس نہ کریں۔

۶۔ **تربیت و اصلاح**:۔ نماز باجماعت کی سختی سے نگرانی کی جائے۔

۷۔ جو خدام نماز باجماعت کے عادی نہ ہوں انہیں پہلے خدام کے عہدہ دار سمجھائیں۔ پھر محلہ کے پریذیڈنٹ اور دوسرے دوست انہیں سمجھائیں اور پھر مرکز کی وساطت سے حضور کے سامنے ان کے نام پیش کئے جائیں۔

۸۔ خدام و اطفال کے سامنے وقتاً فوقتاً اخلاق کے متعلق بحث آتی رہنی چاہیئے اور انہیں بتانا چاہیئے کہ کون کون سے اعمال ہیں جو آجکل عام ہیں۔ اور درحقیقت اسلامی نقطۂ نگاہ سے بُرے ہیں اور کونسے اعمال ہیں جو بُرے سمجھے جاتے ہیں اور وہ درحقیقت اسلامی نقطۂ نگاہ کے مطابق ہیں۔

۹۔ اسلامی اخلاق پر چھوٹی چھوٹی کتابیں اور رسالے تصنیف کئے جائیں جن میں اصول اخلاق پر بحث ہو۔

۱۰۔ خدام و اطفال کو یہ کتابیں اور رسالے بار بار پڑھائے جائیں تا یہ باتیں انکے ذہن نشین ہو جائیں۔

۱۱۔ ایسی اخلاقی کمزوری جس سے دوسروں کو بھی نقصان پہنچتا ہو اور اسکے نقصان کا دائرہ وسیع ہو تو اس کے انسداد کے متعلق شریعت کا حکم ہے کہ اُسے فوراً روکا جائے۔ اور اس کے کرنے والے کو سزا دی جائے۔

۱۲۔ مجالس خدام الاحمدیہ اپنے حلقوں میں اخلاقی نگرانی کا کام کسی مقامی عہدہ دار کے سپرد کریں۔

۱۳۔ **تبلیغ**:۔ مجالس میں تبلیغی سیکرٹری مقرر کئے جائیں جو خدام کو تبلیغ کی طرف متوجہ رکھیں اور انہیں تحریک کریں کہ وہ تبلیغ کے لئے کچھ نہ کچھ وقت دیا کریں۔

۱۴۔ تبلیغ کرنے والوں سے دریافت کیا جائے کہ وہ رشتہ داروں میں تبلیغ کرنا چاہتے ہیں یا دوسرے لوگوں میں اس دوسری صورت میں اُن سے معلوم کیا جائے کہ اُنہیں ہندوؤں میں تبلیغ کرنے کا شوق ہے یا سکھوں میں یا یہودیوں میں یا عیسائیوں میں اور ہر گروہ کو اُن کے مناسب حال معلومات بہم پہنچائی جائیں اور دلائل وغیرہ نوٹ کروا دیئے جائیں۔

۱۵۔ جو نوجوان تبلیغ کے لئے جائیں اُن پر جس قسم کے اعتراضات ہوں خواہ وہ معقول ہوں یا غیر معقول۔ منطقی ہوں یا جاہلانہ اُن کو تبلیغی رجسٹروں میں درج کیا جائے۔

۱۶۔ قیادتیں ان اعتراضات کو ہر تین ماہ کے بعد مرکز میں بھجوا دیں۔

۱۷۔ مرکز ان اعتراضات کے جوابات شائع کرنے کا انتظام کرے۔

۱۸۔ یہ کام اس طریق پر کیا جائے کہ ہر مضمون کے متعلق پاکٹ ٹیکس بن جائیں اور لوگوں کے معتدبہ حصّہ کے مرضوں کی تشخیص ہو جائے اور اس بات کا علم ہوتا رہے کہ آجکل دشمن کس پہلو سے حملہ کرنا چاہتا ہے۔

۱۹ تعلیم - خدام و اطفال تعلیم کی طرف خاص توجہ دیں۔

۲۰ - مجالس اپنے حلقوں میں ایک ایک سیکرٹری مقرر کریں جو دس سال سے بیس سال کے خدام و اطفال کی فہرست تیار کرے اور نوٹ کرے کہ اُن میں سے کتنے تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور کتنے تعلیم حاصل نہیں کر رہے۔ اس عمر کے جو خدام و اطفال تعلیم حاصل نہ کر رہے ہوں اُن کے والدین کو توجہ دلائی جائے کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں۔ بوقت ضرورت مرکز سے بھی ایسے والدین پر دباؤ ڈلوایا جائے۔

۲۱ - طلبہ خدام و اطفال کی نگرانی کی جائے کہ سٹڈی کے وقت گلیوں میں نہ پھریں۔

۲۲ - اس نگرانی کے لئے کچھ خادم ہر روز مقرر کئے جائیں جو سٹڈی کے وقت گلیوں میں پھرنے والے طلبہ خدام و اطفال سے پوچھیں کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ (اس سے طلبہ میں آوارگی کی عادت نہ رہے گی۔ اور وہ پڑھائی میں بھی زیادہ دلچسپی لیں گے۔)

۲۳ - سٹڈی کے وقت آوارگی کرنے والوں سے باز پُرس کی جائے۔

۲۴ - گو مدرسے جاری کرنا خدام الاحمدیہ کا کام نہیں مگر تعلیم کو عام کرنے کی کوشش کرنا اُن کا فرض ہے پس مجالس نوجوانوں اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھیں۔ عام تعلیم کے ساتھ دلچسپی پیدا کرنے اور عام طور پر نوجوانوں کے اندر دینی تعلیم کا شوق پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کریں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سمجھتے ہیں کہ اگر خدام الاحمدیہ پوری محنت اور کوشش سے کام کریں تو دو تین سال میں تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد پہلے کی نسبت دُگنی تگنی ہو سکتی ہے۔

۲۵ - مجالس ایسے طریق سوچتی رہیں جن کی وجہ سے خدام میں تعلیم کا شوق ہمیشہ رُو بہ ترقی رہے۔

۲۶ - یہ سائنس کی ترقی کا زمانہ ہے اس لئے خدام الاحمدیہ کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد سائنس کے ابتدائی اصولوں سے واقف ہو جائے۔ اور ابتدائی اصول اس کثرت کے ساتھ جماعت کے سامنے دُہرائے جائیں کہ ہمارے نائی اور دھوبی بھی یہ بات جانتے ہوں کہ پانی دو گیسوں آکسیجن اور ہائیڈروجن سے بنا ہوا ہے۔ یا یہ کہ آگ آکسیجن لیتی اور کاربن چھوڑتی ہے۔ اور اگر اسے آکسیجن نہ ملے تو بجھ جاتی ہے۔ پس یہ ضروری ہے کہ جہاں ہمارے دوست دینی علوم سے واقف ہوں وہاں انہیں کچھ نہ کچھ سائنس کے ابتدائی اصول سے بھی واقفیت ہو۔

۲۷ - **ذہانت و صحت جسمانی** :- نوجوانوں کی صحتوں کو درست کرنے کی انتہائی کوشش کی جانی چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ جوانی آنے سے پہلے ہی اُن پر بڑھاپے کا زمانہ آ جائے۔ بڑھاپے کے زمانہ میں بھی وہ نوجوانوں والی صحت رکھتے ہوں۔ صحت کی درستی کے لئے عام ورزشوں کے علاوہ ایسے کام تجویز کئے جائیں جو محنت کشی کے ہوں۔ جن سے ان کی ورزش ہو اور اُن کے جسم میں طاقت پیدا ہو۔ مثلاً سائیکل چلانا اور اس کی مرمت وغیرہ کرنا۔ موٹر چلانا جاننا اور موٹر کی مرمت وغیرہ گھوڑے کی سواری وغیرہ وغیرہ۔

۲۸ - خدام کو یہ ذہنیت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے کہ یہ مشینوں کا زمانہ ہے اور آجکل مشینوں میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت دی ہے۔ پس انہیں مشینری کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

۲۹ - اسی طرح خدام الاحمدیہ کو لوہارا۔ ترکھانا اور بھٹی وغیرہ کا کام بھی بطور ایک شغل (Hobby) سیکھنا چاہیئے۔

۳۰ - بچوں کو انجنیئرنگ کی طرف مائل کرنے والی کھیلیں کھلائی جائیں۔ مثلاً لوہے کے چھوٹے چھوٹے پرزوں سے چھوٹی چھوٹی مشینیں بنانا اور پل وغیرہ بنانا۔

عام ہدایات

۳۱ - کوشش کرنی چاہیئے کہ ہر کام کے نتائج کسی معین صورت میں ہمارے سامنے آسکیں۔ اس کے لئے گذشتہ ریکارڈ کا محفوظ رکھنا ضروری ہے جس سے یہ اندازہ ہوسکے کہ پچھلے سال سے اس سال نمازوں میں کتنے فی صدی ترقی ہوئی تعلیم میں کتنے فیصدی ترقی ہوئی۔ اخلاق میں کتنے فی صدی ترقی ہوئی۔ کتنے خدام پچھلے سال باہر کی مجالس سے سالانہ اجتماع میں شمولیت کے لئے آئے اور کتنے اس سال آئے۔

۳۲ - قیادتوں میں بھی ایسا ریکارڈ رکھا جائے جس کی رپورٹ اجتماع کے موقعہ پر سنی جائے۔

۳۳ - تمام مجالس کا آپس میں مقابلہ کیا جائے کہ تبلیغی طور پر کونسی مجلس اوّل ہے تعلیم میں کونسی۔ وقارِ عمل میں کونسی وغیرہ وغیرہ۔ جو مجالس رُو بہ ترقی نہ ہوں اُن کی مرض کی تشخیص کرکے اُس کا کوئی علاج سوچا جائے۔

۳۴ - حضور ایدہ اللہ تعالیٰ آئندہ ایسے نتائج دیکھا کریں گے۔

۳۵ - بے کاروں کو کام پر لگانے کی کوشش کی جائے اور بہترین کام وہ ہے جو وقف کے ماتحت ہو۔ وقفِ تجارت وقف ہی کی ایک قسم ہے جو ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے۔

۳۶ - اپنے ہاتھ سے کام کرنا ہمارا طرۂ امتیاز ہونا چاہیئے۔"[۱]

مجلس کا شائع کردہ دس سالہ لٹریچر

مجلس خدام الاحمدیہ نے ۱۹۳۸ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک حسب ذیل لٹریچر شائع کیا:[۲]

تحریک قیام خدام الاحمدیہ - دستور اساسی و قواعد و ضوابط۔ مشعل راہ۔

---

[۱] "خدام الاحمدیہ کے نئے سات سالہ دور کا پروگرام" صفحہ ۳۸ تا ۴۲ ناشر نشر و اشاعت قادیان۔

[۲] پوسٹر۔ رپورٹ فارم۔ پرچہ جات اور سندات وغیرہ اس کے علاوہ تھیں۔

رپورٹ ہائے خدام الاحمدیہ سال اوّل تا پنجم - ہدایات تعلیم - قوانین صحت - "اخلاق احمدؑ"[۱] - "شمائلِ احمدؑ"[۲] - "ہمارے نغمے" (کلام محمد صدیق صاحب ثاقب زیروی) - ہمارا نظام - ہمارا کام - ذرائع اصلاح - دورِ خسروی (کلام محمد صدیق صاحب ثاقب زیروی) - "خدام الاحمدیہ کے نئے سات سالہ دور کا پروگرام" (تقریر سیدنا المصلح الموعود فرمودہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۴۵ء)

یہ ہے ایک مختصر سا خاکہ مجلس خدام الاحمدیہ کی اُن دس سالہ سنہری خدمات کا جو احمدی نوجوانوں کی اس عالمی تنظیم نے تقسیم ہند سے قبل انجام دیں - اور جو آزادیٔ ملک کے بعد مجلس کی نشأۃ ثانیہ، تنظیم اور موجودہ عروج و ارتقاء کے منازل تک پہنچانے کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں -

قیام پاکستان کے بعد یہ مجلس کن مراحل میں سے گذری اور آج اسے دنیا کے موجودہ دینی اور اخلاقی نقشہ میں کتنی اہمیّت و وسعت حاصل ہو چکی ہے؟ اس کی تفصیلات دورِ پاکستان کی تاریخ میں آرہی ہیں +

---

[۱] و [۲] یہ دونوں کتابچے جو حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے ایمان افروز حالات پر مشتمل تھے شعبۂ اطفال کی طرف سے شائع کئے گئے۔

[۳] اس مرکزی لٹریچر کے علاوہ مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور کے سیکرٹری ملک حسن محمد صاحب نے "اسلام کی پیاری اور دلربا تعلیم" کے نام سے ایک دو ورقہ ٹریکٹ بھی شائع کیا تھا۔

فصل دوم

قادیان سے ہجرت کی نسبت ایک اہم خط و کتابت

۲۶ اپریل ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ "تذکرہ" کا مطالعہ کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچے کہ جماعت احمدیہ کو کبھی قادیان چھوڑنا پڑے گا۔ اس انکشاف پر آپ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں مندرجہ ذیل خط لکھا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج کل مَیں تذکرہ کا کسی قدر بغور مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے بعض الہامات وغیرہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید جماعت احمدیہ پر یہ وقت آنے والا ہے کہ اُسے عارضی طور پر مرکزِ سلسلہ سے نکلنا پڑے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال غالباً گورنمنٹ کی طرف سے پیدا کی جائے گی۔ اگر میرا یہ خیال درست ہو تو اس وقت کے پیش نظر ہمیں کچھ تیاری کرنی چاہیئے مثلاً مذہبی اور قومی یادگاروں اور شعائر اللہ کی حفاظت کا انتظام وغیرہ تاکہ اگر ایسا وقت مقدر ہے تو جماعت کے پیچھے ان کی حفاظت رہے۔ اور نشانات محفوظ رہیں۔ اسی طرح دوسری باتیں سوچ رکھنی چاہئیں۔

فقط۔ والسلام

(دستخط) خاکسار مرزا بشیر احمد ۲۶/۴/۳۸"[1]

اس خط پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے قلم مبارک سے حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا:۔

"عزیزم مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مَیں تو بیس سال سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ حق یہ ہے کہ جماعت اب تک اپنی پوزیشن کو نہیں سمجھی۔ ابھی ایک ماہ ہوا مَیں اس سوال پر غور کر رہا تھا کہ مسجد اقصیٰ وغیرہ کے لئے گہرے زمین دوز نشان لگائے جائیں جن سے دوبارہ مسجد تعمیر ہو سکے۔ اسی طرح چاروں کونوں پر دُور دُور مقامات پر

---

[1] بحوالہ "الفضل" ۲۵ مئی ۱۹۴۸ء صفحہ ۳۔

مستقل زمین دوز نشانات رکھے جائیں جن کا راز مختلف ممالک میں محفوظ کر دیا جائے تاکہ اگر ان مقامات پر دشمن حملہ کرے تو اُن کو از سرِ نو اپنی اصل جگہ پر تعمیر کیا جا سکے۔ پاسپورٹوں کا سوال بھی اسی پر مبنی تھا*

(دستخط) مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح)

* اس میں جو یہ فقرہ ہے کہ پاسپورٹوں کا سوال بھی اسی پر مبنی تھا۔ اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ انہی پیشگوئیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے حکم دیا تھا کہ تمام خاندان کے اور سلسلہ کے بڑے بڑے کارکنوں کے غیر ممالک کے پاسپورٹ ہر وقت تیار رہنے چاہئیں۔ تاکہ جب ہجرت کا وقت آئے پاسپورٹ بنوانے پر دقت نہ لگے۔ اسی طرح اسی وقت سے میں نے یہ حکم دیا ہوا تھا کہ ایک ایک سٹ سلسلہ کی کتب کا سات آٹھ مختلف ملکوں میں بھجوا کر سلسلہ کا لٹریچر محفوظ کر لیا جائے۔

(دستخط) مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح)

۲۲ مئی ۱۹۳۸ء " [1]

حضرت امیر المومنین کا سفرِ سندھ اور صداقتِ احمدیت کا عجیب نشان

حسبِ سابق اس سال بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سفرِ سندھ اختیار کیا۔ حضور ۲۷ اپریل ۱۹۳۸ء[2] کو قادیان سے بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے اور ایک ماہ کے بعد ۳۰ مئی ۱۹۳۸ء[3] کو بوقت ½ ۱۲ بجے شب واپس قادیان میں تشریف لائے۔

سفرِ سندھ سے واپس آتے ہوئے احمدیت کی صداقت کا ایک عجیب آسمانی نشان ظاہر ہوا۔ اور وہ یہ کہ جب حضور کی گاڑی (کراچی میل) لودھراں کے اسٹیشن پر پہنچی تو دوسرے اسٹیشنوں کی طرح یہاں بھی حضور کی زیارت کے لئے بہت سے احمدی موجود تھے جو گاڑی کے پہنچنے پر مصافحہ کرنے لگے۔ اسی دوران گاڑی میں سوار ملتان کے ایک ہندو رئیس لالہ کلیان داس صاحب نے حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب سے (جو اس وقت حضرت امیر المومنین کے کمپارٹمنٹ میں دریچہ کے قریب کھڑے تھے) حضور سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ حضور کی اجازت پر یہ صاحب گاڑی کے اندر تشریف لائے اور گفتگو کرنے کی بجائے دیر تک خاموش رہے۔ ڈاکٹر صاحب کی نگاہ پڑی تو دیکھا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔ کچھ دیر تک تو رقّت کی یہ کیفیت طاری

---

[1] بحوالہ "الفضل" ۲۵ مئی ۱۹۴۸ء صفحہ ۳ کالم ۲۔ [2] "الفضل" ۲۹ اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۲۔
[3] "الفضل" یکم جون ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱۔

رہی۔ مگر آخر انہوں نے تفصیل کے ساتھ اپنا ایک کشفی واقعہ بیان کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں چار سال ہوئے۔ کربلا معلّٰی، نجف اشرف، کوفہ، کاظمین اور بغداد شریف وغیرہ زیارتوں پر گیا تھا۔ بغداد شریف میں حضرت سلمان فارسیؓ کی درگاہ میں پہنچا تو مجھے بہت شانتی نصیب ہوئی اور میں نے کھڑے ہو کر اور آنکھیں بند کر کے دعا کی تو مجھے حضرت سلمان فارسی کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد میں نے ایران، بلوچستان اور ہندوستان کا چپہ چپہ دیکھا مگر مجھے اُس جیسی یا اس سے ملتی جلتی کوئی شکل نظر نہیں آئی۔ مگر آج جو میں نے حضور کو خانپور اسٹیشن میں دیکھا تو مجھے حضرت سلمان فارسیؓ کی زیارت کا واقعہ یاد آ گیا۔ حضور کی شکل بالکل ویسی ہے جیسی مجھے سلمان فارسی کے مزار پر نظر آئی تھی۔ اس بیان کے بعد لالہ کلیان داس صاحب نے اگلے سٹیشن پر حضور سے رخصت چاہی۔ حضور نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مگر وہ ہاتھ کی بجائے پاؤں کی طرف جھکے اور حضور کے منع کرتے کرتے پاؤں چُوم لئے اور کہا کہ ہاتھ تو اَوروں کے لئے ہے، میرے لئے تو پاؤں ہے اور یہ کہہ کر گاڑی سے اُتر گئے۔[1]

لالہ صاحب اس واقعہ کے قریباً ایک ماہ بعد ۲۷ جولائی ۱۹۳۸ء کو قادیان بھی گئے اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کے ہاں قیام کیا اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ملاقات سے بھی مشرف ہوئے۔ قادیان کی رُوحانی فضا نے اُن پر گہرا اثر ڈالا۔ چنانچہ انہوں نے خود تسلیم کیا کہ

"قادیان میں مَیں نے جو کچھ دیکھا اس کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک پاک بستی ہے۔ لوگ محبت کرنے والے اور خلیق ہیں۔ ہر طرف نیکی کا ہی چرچا ہے"[2]

عُلماءِ سلسلہ کے فرائض

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۱۰ جون ۱۹۳۸ء کے خطبہ جمعہ میں علماءِ سلسلہ احمدیہ کو اُن کے فرائض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:-

"ایک طرف یہ علماء کا فرض ہے کہ اسلام نے دُنیوی معاملات کے متعلق جو وسطی تعلیم پیش کی ہوئی ہے اُسے جماعت کے دوستوں پر اچھی طرح واضح کریں۔ صرف وفاتِ مسیح یا ختم نبوت یا صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسائل پر تقریریں کر دینا ان کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ ان کا یہ بھی کام ہے کہ وہ اسلام کے تمدنی اور اقتصادی احکام کا مطالعہ کریں۔ ان پر غور کریں اور جماعت کے دوستوں تک انہیں پہنچائیں اور جماعت کا یہ کام ہے کہ وہ ان مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ مثلاً مجلس خدام الاحمدیہ کے جو ممبر

---

[1] "الفضل" ۷ جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۴-۵

[2] "الفضل" ۳۰ جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ لالہ صاحب نے اپنے سفرِ قادیان کے تاثرات و مشاہدات قلمبند کر کے قادیان بھجوا دیئے تھے جو "الفضل" ۲۲ اگست ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ پر شائع شدہ ہیں۔

ہیں وہ اگر چاہیں تو اس سلسلہ میں بہت مفید کام کر سکتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ تحریک جدید کے مطالبات کو اور ان تمام مسائل کو جو ان مطالبات کی بنیاد ہیں اچھی طرح سمجھ لیں اور پھر انہیں لوگوں کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیں۔ اسی طرح اسلام کے جو مسائل تفقّہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا مطالعہ کریں اور انہیں پھیلائیں۔ خالی یہ مسائل نہیں کہ وضو میں اتنی بار ہاتھ دھونا چاہیئے یا اتنی بار کُلّی کرنی چاہیئے۔ بلکہ وہ مسائل جن کا تعلق تفقّہ سے ہے انہیں نکالیں اور لوگوں کے سامنے بیان کریں۔ اسی طرح اسلام کے جو اقتصادی احکام ہیں ان کا پہلے خود مطالعہ کریں۔ پھر یہ سوچیں کہ دیگر مذاہب کے احکام پر اسلام کے ان حکموں کو کیا کیا فضیلتیں حاصل ہیں۔ اور جب وہ اپنے معلومات کو مکمّل کر لیں تو لوگوں کو ان مسائل سے آگاہ کریں اور مختلف جگہوں میں لیکچر دے کر ہر احمدی کو اس سے واقف کریں اور اسے بتائیں کہ اسلام میں کیسی اعلیٰ تعلیم موجود ہے۔ اگر وہ اس رنگ میں جدوجہد کر کے تمام جماعت کو اسلامی مسائل سے آگاہ کر دیں تو یقیناً جماعت کا ایک کثیر حصہ ان پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ کیونکہ میرا تجربہ جماعت کے متعلق یہ ہے کہ اس میں ایمان کی رُوح کی کمی نہیں۔ جس چیز کی کمی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ بہت سے لوگ عربی نہیں جانتے اور اسلامی تعلیم کا بیشتر حصہ عربی میں ہے اس لئے وہ اسلام کی تعلیم سے ناواقف رہتے ہیں۔ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ اسلام کی ان امُور کے متعلق کیا تعلیم ہے تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ سَو میں سے پچانوے نقصان اُٹھا کر بھی اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔ کیونکہ ایمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے موجود ہے۔ جس چیز کی کمی ہے وہ علم ہے۔"[1]

صاحبزادہ مرزا مُبارک احمد صاحب کا سفرِ مصر

اس سال کا ایک مشہور واقعہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے ۲۹؍ جون ۱۹۳۸ء کو اپنے لختِ جگر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کو عربی اور زرعی تعلیم میں ترقی کے لئے مصر روانہ فرمایا۔[2]

حضور کے الفاظ میں اس اہم سفر کی غرض و غایت یہ تھی کہ

"عربی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ چونکہ انگریزی تعلیم میں لگ گئے۔ اس لئے مَیں چاہتا ہوں کہ اب پھر عربی کا مَیلان تازہ ہو جائے۔ میاں ناصر احمد بھی جو اپنی عربی کی تعلیم کے بعد انگریزی تعلیم کی تکمیل کے لئے انگلستان گئے تھے واپس آ رہے ہیں اور وہ بھی عربی کے ساتھ دوبارہ مَس پیدا کرنے کے لئے مصر میں ٹھہریں گے

---

[1] "الفضل" ۷؍ جون ۱۹۳۸ء صفحہ ۸-۹۔ [2] "الفضل" یکم جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱۔

اور میاں مبارک احمد صاحب بھی وہاں جا رہے ہیں۔ دونوں بھائی وہاں آپس میں بھی عربی میں بات چیت کریں گے وہاں کے علمی مذاق کے لوگوں سے بھی ملیں گے۔ لائبریریوں کو دیکھنے کا موقعہ بھی ان کو ملے گا۔ اور اس طرح زبانِ عربی کے ساتھ مَس اور ذوق پھر تازہ ہو جائے گا۔ : اس کے علاوہ مصر میں کاٹن انڈسٹری کے ماہرین موجود ہیں اور وہاں کپاس خاص طور پر کاشت کی جاتی ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ یہ اس کا بھی مطالعہ کریں" ۱؎

حضرت امیر المومنینؓ کی زرّیں نصائح

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے صاحبزادہ صاحب کو اپنے قلم مبارک سے جو زرّیں نصائح لکھ کر دیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں حضور نے تحریر فرمایا کہ

"عزیزم مبارک احمد سلمک اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ خیریت سے لے جائے اور خیریت سے لائے اور اپنی رضامندی کی راہ پر چلنے کی توفیق دے تمہارا سفر تو عربی اور زراعت کی تعلیم اور ترقی کے لئے ہے۔ لیکن چھوٹے سفر میں اس بڑے سفر کو نہیں بھولنا چاہیئے جو ہر انسان کو درپیش ہے۔ جرنیل جرنیلوں کے، مدبّر مدبّروں کے، بادشاہ بادشاہوں کے حالات پڑھتے رہتے ہیں تاکہ اپنے پیشروؤں کے حالات سے فائدہ اُٹھائیں۔ اگر تم لوگ اہلبیت نبوی کے حالات کا مطالعہ رکھو تو بہت سی ٹھوکروں سے محفوظ ہو جاؤ۔ انسان کا بدلہ اس کی قربانیوں کے مطابق ہوتا ہے۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، یہ نہ ہوگا کہ لوگ تو قیامت کے دن اپنے عمل لے کر آئیں اور تم وہ غنیمت کا مال جو تم نے دُنیا کا، حاصل کیا ہے۔ اے میرے صحابہ تم کو بھی اپنے اعمال ہی لاکر خدا کے سامنے پیش کرنے ہوں گے اہلبیت نبوی کو جو عزّت آج حاصل ہے وہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کے سبب سے نہیں بلکہ اپنی ذمہ داری کو سمجھ کر جو قربانیاں کی ہیں، ان کی وجہ سے ہے۔

۱۔ تم اب بالغ جوان مرد ہو۔ میرا یہ کہنا کہ نماز میں باقاعدگی چاہیئے ایک فضول سی بات ہوگی۔ جو خدا تعالیٰ کی نہیں مانتا وہ بندہ کی کب سُنتا ہے۔ پس اگر تم میں پہلے سے باقاعدگی ہے تو میری نصیحت صرف ایک زائد ثواب کا رنگ رکھے گی اور اگر نہیں تو وہ ایک صدا بصحرا ہے۔ مگر پھر بھی مَیں کہنے سے نہیں رُک سکتا۔ کہ نماز دین کا ستون ہے۔ جو ایک وقت بھی نماز کو قضا کرتا ہے دین کو کھو دیتا ہے۔ اور نماز پڑھنے کے

۱؎ "الفضل" ۱۵؍جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۴

یہ معنے ہیں کہ باجماعت ادا کی جائے۔ اچھی طرح وضو کرکے ادا کی جائے، ٹھہر کر سوچ کر اور معنوں پر غور کرتے ہوئے ادا کی جائے۔ اور اس طرح ادا کی جائے کہ توجہ کلّی طور پر نماز میں ہو اور یوں معلوم ہو کہ بندہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا کم سے کم یہ کہ خدا اُسے دیکھ رہا ہے۔ جہاں دو مسلمان بھی ہوں اُن کا فرض ہے کہ باجماعت نماز ادا کریں بلکہ جمعہ بھی ادا کریں۔ اور نماز سے قبل اور بعد ذکر کرنا نماز کا حصّہ ہے۔ جو اس کا تارک ہو وہ نماز کو اچھی طرح پکڑ نہیں سکتا اور اس کا دل نماز میں نہیں لگ سکتا۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازوں کے بعد تینتیس تینتیس ۳۳ دفعہ سُبحان اللہ اور الحمد للہ پڑھا جائے اور چونتیس ۳۴ دفعہ اللہ اکبر۔ یہ سَو دفعہ ہوا۔ اگر تم کو بعض دفعہ اپنے بڑے نماز کے بعد اُٹھ کر جاتے نظر آئیں تو اس کے یہ معنی نہیں بلکہ وہ ضرورتاً اُٹھتے ہیں اور ذکر دل میں کرتے جاتے ہیں الّا ماشاء اللہ۔

تہجد غیر ضروری نماز نہیں۔ نہایت ضروری نماز ہے۔ جب میری صحت اچھی تھی اور جس عُمر کے تم اب ہو اس سے کئی سال پہلے سے خدا تعالیٰ کے فضل سے گھنٹوں تہجد ادا کرتا تھا۔ تین تین چار چار گھنٹہ تک اور رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سُنّت کو اکثر مدنظر رکھتا تھا کہ آپ کے پاؤں کھڑے کھڑے سُوج جاتے تھے۔

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسجد میں نماز کا انتظار کرتا اور ذکرِ الٰہی میں وقت گذارتا ہے وُہ ایسا ہے جیسے جہاد کی تیاری کرنے والا۔

۲۔ اللہ تعالےٰ کسی کا رشتہ دار نہیں۔ وُہ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ ہے۔ اس کا تعلق ہر ایک سے اُس احساس کے مطابق ہوتا ہے جو اس کے بندے کو اس کے متعلق ہو۔ جو اس سے سچی محبت رکھتا ہے وہ اُس کے لئے اپنے نشانات دکھاتا ہے اور اپنی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ دُنیا کا کوئی قلعہ کوئی فوج انسان کو ایسا محفوظ نہیں کر سکتا جس قدر کہ اللہ تعالےٰ کی حفاظت اور اس کی امداد۔ کوئی سامان ہر وقت میسّر نہیں آسکتا لیکن اللہ تعالےٰ کی حفاظت ہر وقت میسّر آتی ہے۔ پس اسی کی جستجو انسان کو ہونی چاہیئے جسے وہ مل گئی اُسے سب کچھ مل گیا۔ جسے وہ نہ ملی اُسے کچھ بھی نہ ملا۔

۳۔ زیادہ گفتگو دل پر زنگ لگا دیتی ہے۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب مجلس میں بیٹھتے ستّر دفعہ استغفار پڑھتے۔ اسی وجہ سے کہ مجلس میں لغو باتیں بھی ہو جاتی ہیں اور یہ آپ کا فعل اُمّت کی ہدایت کے لئے تھا نہ کہ اپنی ضرورت کے لئے۔ جب آپ اس قدر احتیاط اس مجلس کے متعلق کرتے

تھے جو اکثر ذکرِ الٰہی پر مشتمل ہوتی تھی تو اس مجلس کا کیا حال ہوگا جس میں اکثر فضول باتیں ہوتی ہوں۔ یہ امورِ عادت سے تعلق رکھتے ہیں۔ مَیں دیکھتا ہوں ہمارے بچے جب بیٹھتے ہیں لغو اور فضول باتیں کرتے ہیں۔ ہم لوگ اکثر سلسلہ کے مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے اس وجہ سے بغیر پڑھے ہمیں سب کچھ آتا تھا۔ انسان کی مجلس ایسی ہونی چاہیئے کہ اس میں شامل ہونے والا جب وہاں سے اُٹھے تو اس کا علم پہلے سے زیادہ ہو نہ یہ کہ جو علم وہ لے کر آیا ہو اُسے بھی کھو کر چلا جائے۔

۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ یا اسلام کی تبلیغ کرنا دوسروں کا ہی کام نہیں ہمارا بھی کام ہے اور دوسروں سے بڑھ کر کام ہے۔ پس سفر میں، حضر میں تبلیغ سے غافل نہ ہوں۔ رسُول کریمؐ فداہ نفسی و رُوحی فرماتے ہیں۔ تیرے ذریعہ سے ایک آدمی کو ہدایت کا ملنا اس سے بڑھ کر ہے کہ ایک وادی کے برابر تجھ کو مال مل جائے۔

۵۔ بنیادی نیکیوں میں سے سچائی ہے۔ جس کو سچ مل گیا اُسے سب کچھ مل گیا۔ جسے سچ نہ ملا اُس کے ہاتھوں سے سب نیکیاں کھوئی جاتی ہیں۔ انسان کی عزت اس کے واقفوں میں اس کے سچ کی عادت کے برابر ہوتی ہے۔ ورنہ جو لوگ سامنے تعریف کرتے ہیں پس پشت گالیاں دیتے ہیں اور جس وقت وہ بات کر رہا ہوتا ہے لوگوں کے مُنہ اس کی تصدیق کرتے ہیں لیکن دل تکذیب کر رہے ہوتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ بُرا حال کس کا ہوگا کہ اُس کا دُشمن تو اُس کی بات کو ردّ کرتا ہی ہے مگر اس کا دوست بھی اس کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس سے زیادہ قابلِ رحم حالت کس کی ہوگی۔ اس کے برخلاف سچے آدمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کے دوست اس کی بات مانتے ہیں اور اس کے دشمن خواہ مُنہ سے تکذیب کریں لیکن اُن کے دل تصدیق کر رہے ہوتے ہیں۔

۶۔ انسانی شرافت کا معیار اس کے استغناء کا معیار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ کبھی دوسرے کی دولت پر نگہ نہ رکھے اور کبھی کسی کا حسد نہ کرے۔ جو ایک دفعہ اپنے درجہ سے اُوپر نگہ اُٹھاتا ہے اس کا قدم کہیں نہیں ٹکتا۔ اگلے جہان میں تو اُسے جہنم ملے گی ہی وہ اس جہان میں بھی جہنم میں رہتا ہے۔ یعنی حسد کی آگ میں جلتا ہے یا سوال کی غلاظت میں لوٹتا ہے۔ کیسا ذلیل وجود ہے وہ کہ اکیلا ہوتا ہے تو حسد اس کے دل کو جلاتا ہے اور لوگوں میں جاتا ہے تو سوال اس کا مُنہ کالا کرتا ہے۔ انسان اپنے نچلوں کو دیکھے کہ وہ کس طرح

اس سے تھوڑا رکھ کر قناعت سے گذارہ کر رہے ہیں اور اس پر شکر کرے جو خدا تعالیٰ نے اُسے دیا ہے اور اس کی خواہش نہ کرے جو اُسے نہیں ملا۔ اس کے شکر کرنے سے اس کا مال ضائع تو نہیں ہوتا۔ ہاں اُسے دل کا سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اور طمع کرنے سے دوسرے کا مال اُسے نہیں مل جاتا۔ صرف اس کا دل جلتا اور عذاب پاتا ہے۔ جس طرح بچہ بڑوں کی طرح چلے تو گرتا اور زخمی ہوتا ہے اسی طرح جو شخص اپنے سے زیادہ سامان رکھنے والوں کی نقل کرتا اور گرتا اور زخمی ہوتا ہے اور چند دن کی جھوٹے دوستوں کی واہ واہ کے بعد ساری عمر کی ملامت اس کے حصہ میں آتی ہے۔ اور انسان کو ہمیشہ اپنے ذرائع سے کم خرچ کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے کیونکہ اس کے ذمّہ دوسرے بنی نوعِ انسان کی ہمدردی اور امداد بھی ہے۔ ان کا حصّہ خرچ کرنے کا اسے کوئی اختیار نہیں اور پھر کون کہہ سکتا ہے کہ کل کو اس کا حال کیا ہوگا؟

۷۔ جفاکشی اور محنت ایسے جوہر ہیں کہ اُن کے بغیر انسان کی اندرونی خوبیاں ظاہر نہیں ہوتیں۔ اور جو شخص اس دُنیا میں آئے اور اپنا خزانہ مدفون کا مدفون چھوڑ کر چلا جائے اس سے زیادہ بدقسمت کون ہوگا؟

۸۔ ہر شخص جو باہر جاتا ہے اس کے مُلک اور اس کے مذہب کی عزت اس کے پاس امانت ہوتی ہے۔ اگر وہ اچھی طرح معاملہ نہ کرے تو اس کی عزت نہیں بلکہ اس کے مُلک اور مذہب کی عزت برباد ہوتی ہے۔ لوگ اُسے بھُول جاتے ہیں لیکن عرصہ دراز تک وہ یہ کہتے رہتے ہیں کہ ہم نے ہندوستانی دیکھے ہوئے ہیں۔ وہ ایسے خراب ہوتے ہیں۔ ہم نے احمدی دیکھے ہوئے ہیں وہ ایسے خراب ہوتے ہیں۔

۹۔ مسافر کو جھگڑے سے بہت بچنا چاہیئے۔ اس سے زیادہ حماقت کیا ہوگی کہ دوسرا شخص تو جھگڑا کرکے اپنے گھر چلا جاتا ہے اور یہ ہوٹلوں میں جھگڑے کے تصفیہ کا انتظار کرتا ہے۔ مسافر تو اگر جیتا تب بھی ہارا۔ اور اگر ہارا تب بھی ہارا۔

۱۰۔ غیر ملکوں کے احمدی ہزاروں بار دل میں خواہش کرتے ہیں کہ کاش ہمیں بھی قادیان جانے کی توفیق ملے کہ وہاں کے بزرگوں کے تقویٰ اور اچھے نمونہ سے فائدہ اُٹھائیں اور خصوصاً اہلبیت کے ساتھ ان کی بہت سی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ وہ اپنے گھروں کو ایمان کے حصول کے لئے چھوڑنا چاہتے ہیں اور ہمارے پاس آنا چاہتے ہیں۔ سخت ظُلم ہوگا اگر ہم اُن کے پاس جا کر اُن کے ایمانوں کو ضائع کریں۔

اور اُن کی امیدوں کو سراب ثابت کریں۔ ہمارا عمل ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ سمجھیں کہ ہماری امید سے بڑھ کر ہمیں ملا نہ یہ کہ ہماری امید ضائع ہوگئی۔

۱۱۔ ہر جماعت میں کچھ کمزور لوگ ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی چغلیاں کرتے ہیں۔ مومن کو چغلی سُننے سے پرہیز چاہیئے اور سُن کر یقین کرنے سے تو کُلّی اجتناب واجب ہے جو دوسرے کی نسبت عیب بغیر ثبوت کے تسلیم کرلیتا ہے، خدا تعالےٰ اس پر ایسے لوگ مسلّط کرتا ہے جو اس کی خوبیوں کو بھی عیب بتاتے ہیں۔ مگر چاہیئے کہ چغلی کرنے والے کو بھی ڈانٹے نہیں بلکہ محبت سے نصیحت کرے کہ اگر آپ کا خیال غلط ہے تو بدظنّی کے گناہ سے آپ کو بچنا چاہیئے۔ اور اگر درست ہے تو اپنے دوست کے لئے دُعا کریں تا اُسے بھی فائدہ ہو اور آپ کو بھی۔ اور عفو سے کام لو کہ خدا تمہارے گناہ بھی معاف کرے۔

۱۲۔ تم کو مصر فلسطین اور شام کے احمدیوں سے ملنا ہوگا۔ ان علاقوں میں احمدیت ابھی کمزور ہے۔ کوشش کرو کہ جب تم لوگ ان ممالک کو چھوڑو تو احمدی بلحاظ تعداد کے زیادہ اور بلحاظ نظام کے پہلے سے بہتر ہوں اور تم لوگوں کا نام ہمیشہ دُعا کے ساتھ لیں اور کہیں کہ ہم کمزور تھے اور کم تھے۔ فلاں لوگ آئے اور ہم طاقتور بھی ہوگئے اور زیادہ بھی ہوگئے اور ان پر رحم کرے اور انہیں جزائے خیر دے۔ مومن کی مخلصانہ دُعا ہزاروں خزانوں سے قیمتی ہوتی ہے۔

۱۳۔ جمعہ کی پابندی جماعت کے ساتھ خواہ کس قدر ہی تکلیف کیوں نہ ہو ادا کرنے کی اور دن میں کم سے کم ایک نماز اجتماعی جگہ پر پڑھنے کی اگر وہ دُور ہو ورنہ جس قدر زیادہ توفیق مل سکے کوشش کرنی چاہیئے اور جماعتوں میں جُمعہ کی اور ہفتہ واری اجلاسوں اور نماز باجماعت کی خاص تلقین کرنی چاہیئے۔

۱۴۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر اجتماع کے موقعہ پر دعا فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَافِیْھَا وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَافِیْھَا۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا وَارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَآ اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَآ اِلَیْنَا۔ یعنی اے ساتوں آسمانوں کے ربّ اور جن چیزوں پر آسمانوں نے سایہ کیا ہوا ہے اور اے ساتوں زمینوں کے ربّ اور جن کو انہوں نے اُٹھایا ہوا ہے اور اے

شیطانوں کے ربّ اور جن کو وہ گمراہ کرتے ہیں اور ہواؤں کے ربّ اور جن چیزوں کو وہ کہیں سے کہیں اُڑا کر لے جاتی ہیں۔ ہم تجھ سے اس بستی کی اچھی چیزوں اور اس کے بسنے والوں کے حُسنِ سلوک اور جو چیز بھی اُس میں ہے اُس کے فوائد طلب کرتے ہیں اور اس بستی کی بدیوں اور اس کے رہنے والوں کی بدسلوکیوں اور اس میں جو کچھ بھی ہے اس کے نقصانات سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ اے اللہ ہمارے لئے اس بستی کی رہائش کو بابرکت کر دے اور اس کی خوشحالی سے ہمیں حصّہ دے اور اس کے باشندوں کے دل میں ہماری محبت پیدا کر اور ہمارے دل میں اس کے نیک بندوں کی محبت پیدا کر۔ آمین۔

یہ دُعا نہایت جامع اور ضروری ہے۔ ریل میں داخل ہوتے وقت، کسی شہر میں داخل ہوتے وقت، جہاز میں بیٹھتے اور اس سے اُترتے وقت خلوصِ دل سے یہ دُعا کر لینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر شرارت سے حفاظت کا موجب ہوتی ہے۔

۱۵۔ مصر میں انگریزی اور فرانسیسی کا عام رواج ہے۔ مگر تم عربی سیکھنے جا رہے ہو، پورا عہد کرو کہ عرب سے سوائے عربی کے اور کچھ نہیں بولنا خواہ کچھ ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔ ورنہ سفر بیکار جائیگا۔ ہاں وہاں کی خراب عربی سیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر غیر تعلیمیافتہ طبقہ سے زراعت کی اغراض یا اَور کسی غرض سے گفتگو کی ضرورت ہو تو خود بولنے کی ضرورت نہیں۔ ساتھ ترجمان رکھ لیا۔ عربی پڑھ تو چکے ہی ہو۔ تھوڑی سی محنت سے زبان تازہ ہو جائے گی۔

۱۶۔ اپنے ساتھ قرآنِ کریم، اس کے نوٹ، جو درس تم نے لکھے ہیں اور میری شائع شدہ تفسیر رکھ لو۔ کام آئے گی۔ یہ عُلوم دُنیا میں اَور کہیں نہیں ملتے۔ بڑے سے بڑا عالم ان کی برتری کو تسلیم کرے گا اور انشاءاللہ احمدیّت کے عُلوم کا مُصدّق ہوگا۔

۱۷۔ ایک مُنجد، کتاب الصرف اور کتاب النحو ساتھ رکھو اور جہاز میں مطالعہ کرتے جاؤ۔ کیونکہ لمبے عرصہ تک مطالعہ نہ رکھنے کی وجہ سے زبان میں بہت نقص آجاتا ہے۔

۱۸۔ شریعت کا حکم ہے جہاں بھی ایک سے زیادہ آدمی رہیں اپنے میں سے ایک کو امیر مقرر کریں تا فتنہ کا سدّباب ہو۔

اَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ وَكَانَ اللّٰهُ مَعَكَ اَيْنَمَا كُنْتَ۔ والسّلام

خاکسار مرزا محمود احمد ”

فصل سوم

حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کی انگلستان سے روانگی اور بلادِ غیر میں قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یورپ کے حالات اور مدبرین یورپ کے افکار و خیالات کا قریبی مطالعہ کرنے کے لئے اپنے فرزند اکبر حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کو انگلستان بھجوایا تھا جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے آپ پہلی بار ۶ ستمبر ۱۹۳۴ء کو لنڈن تشریف لے گئے اور ۴ جولائی ۱۹۳۶ء کو موسمی رخصتوں پر قادیان آئے اور دوبارہ ۷ ستمبر ۱۹۳۶ء کو عازمِ ولایت ہوئے اور اپنے دینی مقاصد میں ہر طرح کامیاب و کامران ہونے کے علاوہ آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی۔ اے آنرز کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۲۱ جولائی ۱۹۳۸ء[1] کو لنڈن سے روانہ ہوئے۔

جماعت احمدیہ انگلستان نے آپ کی روانگی سے دو روز قبل آپ کے اعزاز میں الوداعی ڈنر پارٹی دی۔ جس میں مسٹر محمد حارث نے حسب ذیل ایڈریس پڑھا:-

"مخلصانہ ایڈریس

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

رنج و اندوہ اور مسرت و انبساط کے مشترکہ جذبات کے ساتھ ہم ممبرانِ جماعت احمدیہ برطانیہ آپ کی ہندوستان کو روانگی کے موقعہ پر آپ کی خدمت میں الوداعی ایڈریس پیش کرتے ہیں۔ یہ موقعہ ہمارے لئے اس وجہ سے موجب خوشی ہے کہ آپ جس مقصد کے حصول کے لئے یہاں آئے تھے اُسے حاصل کرنے کے بعد کامیاب و کامران اپنے وطن جا رہے ہیں۔ آپ یہاں اس لئے آئے تھے کہ مغرب کے بہترین دماغوں کے خیالات و افکار کا براہِ راست علم حاصل کریں اور برطانیہ کی اوّل درجہ کی یونیورسٹیوں میں سے ایک میں چار سال تک مطالعہ کر کے اس مقصد کے حصول کے لئے آپ نے اس موقعہ سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھایا ہے۔ جہاں آپ کو مغرب کے فضلاء کے ساتھ براہِ راست میل جول کے مواقع اکثر ملتے رہے ہیں۔

---

[1] "الفضل" ۷ اگست ۱۹۳۸ء صفحہ ۳ کالم ۱۔ قیام انگلستان کے دوران آپ جرمنی اور ناروے بھی تشریف لے گئے۔

تعلیمی ترقی لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ نے اپنے مطالعہ کو یونیورسٹی تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ دوسرے ممالک اور مغرب کے دوسرے تعلیمی مراکز کی سیاحت کا جو بھی آپ کو موقعہ ملا اُس سے پورا پورا فائدہ اُٹھا کر اپنے دامنِ علم کو مالا مال کرنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح آپ نے مغرب کے سوشل، پولیٹیکل، اقتصادی اور مذہبی سوالات کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ مغربی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق آپ نے جو وسیع معلومات حاصل کی ہیں اور مغربی اقوام کے مخصوص کیریکٹر کے متعلق جو وسعت نظر آپ نے پیدا کی ہے اور ان کی مجالس وغیرہ کے متعلق جو واقفیت بہم پہنچائی ہے وہ ہمیں یقین ہے کہ ان عظیم الشان فرائض کی بجا آوری میں آپ کے لئے بہت ممد و معاون ہوگی جو مستقبل قریب میں آپ کے سپرد ہونے والے ہیں۔

جرمن زبان کا مطالعہ علاوہ ازیں اس موقعہ سے آپ نے ایک اَور فائدہ بھی اُٹھایا ہے یعنی انگریزی میں پرافیشنسی حاصل کرنے کے علاوہ آپ نے یورپ میں ایک اور اہم زبان یعنی جرمن کا بھی خاص طور پر مطالعہ کیا ہے جو نہ صرف یہ کہ آپ کے معلومات میں مغرب کے بڑے بڑے لیڈروں کے آراء و افکار کے اضافہ کا موجب ہوگی بلکہ آپ کو ان لوگوں سے ان کی اپنی زبان میں اپیل کرنے کے قابل بنا دیگی۔

وقت کا صحیح استعمال ہمیں یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے یہاں پر قیام کے دوران میں اپنے وقت کا صحیح استعمال کیا ہے اور دورِ حاضرہ کی تمام دُنیا کے رہنما حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک قابلِ قدر فرزند کی حیثیت سے آپ کے سامنے جو عظیم الشان کام ہے اس کے لئے بخوبی تیار ہو کر واپس جارہے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ آپ یہاں کسی نئی صداقت کی تلاش میں نہیں آئے تھے بلکہ اس غرض سے مغرب کا مطالعہ کرنے آئے تھے تاکہ ان لوگوں کو صداقت کے سرچشمہ کی طرف لانے کے طریق اور ذرائع معلوم کر سکیں۔ ہم یورپ میں آپ کی آمد کو یہاں کے لوگوں کے لئے ایک نیک فال سمجھتے ہیں۔ ان ممالک میں آپ کی آمد بتاتی ہے کہ مغربی اقوام کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے خیر مقدّر ہے۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کی بھلائی چاہتا ہے۔ اور اس لئے اس نے اپنے مقدس پیغمبر کے موعود فرزندوں میں سے ایک کو ان لوگوں کی برائیوں اور ان کے عوارض کے مطالعہ کے لئے بھیجا تا جب موقعہ آئے تو وہ اُن کے لئے صحیح علاج تجویز کر سکے۔

سچے احمدی کا نمونہ آپ کی یہاں آمد سے ایک اَور بڑا فائدہ یہ ہوا ہے کہ آپ نے ہمارے سامنے ایک سچے احمدی کا نمونہ پیش کیا ہے۔ ہم میں سے جن کو حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضور کے بلند مرتبت

بیٹے یعنی جماعت کے موجودہ امام کو دیکھنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی۔ آپ نے ان کے سامنے ایک ایسا نمونہ رکھ دیا ہے کہ جس سے وہ اصل کا صحیح تصور کر سکتے ہیں۔

جُدائی کا صدمہ اب کہ آپ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں ہمیں آپ کی جُدائی کا سخت صدمہ ہوگا کیونکہ اب ہم اس وجود کو جو ہمارے لئے اللہ تعالےٰ کی ایک رحمت تھی اپنے درمیان نہ پائیں گے۔ آپ کی محبت آمیز یاد ہمارے دلوں میں تازہ رہے گی۔ اور اگر ہم آپ کے کیریکٹر کے نہایت نمایاں خوبصورت خدوخال کی نقل کرنے میں کامیاب ہو سکیں تو اُسے اپنی خوش بختی سمجھیں گے۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ آپ کچھ عرصہ ہم میں رہے اور یقین رکھتے ہیں کہ اس سے آپ کو جماعت احمدیہ کے برطانوی حلقہ کے ساتھ خاص دلچسپی پیدا ہو گئی ہو گی اور اس وجہ سے ہمیشہ اس کی خیر خواہی کا آپ کو خیال رہے گا اور اس کی رُوحانی ترقی کے لئے آپ ہمیشہ دعا فرماتے رہیں گے۔ اگر مغرب اس وجہ سے خوش قسمت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوتا ایک لمبے عرصے تک وہاں رہا تو گریٹ بریٹن کو اس سے بیّن خصوصیت حاصل ہے۔

دُعا اب جبکہ آپ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں ہم غمگین مگر پُر خلوص قلوب کے ساتھ آپ کو الوداع کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کرتے ہیں کہ آپ کو اسلام کی تاریخ میں زرّیں اور نمایاں خدمات کی توفیق دے۔

ہم ہیں آپ کے مخلص

ممبران جماعت احمدیہ گریٹ برٹین "[۱]

ایڈریس کے جواب میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے موزوں الفاظ میں شکریہ ادا کرتے ہوئے نہایت اختصار کے ساتھ اپنے جذبات و تاثرات کا اظہار فرمایا۔ آپ کے بعد چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور مولانا عبدالرحیم صاحب درد نے بھی مختصر تقریریں کیں۔[۲]

حضرت صاحبزادہ صاحب کو ۲۱ جولائی ۱۹۳۸ء کو گیارہ بجے وکٹوریہ اسٹیشن (لندن) پر اپنی دُعاؤں سے الوداع کیا[۳] اور آپ ۲۸ جولائی ۱۹۳۸ء کو قاہرہ تشریف لائے۔[۴]

جماعت احمدیہ مصر کی طرف سے آپ کا اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا قاہرہ اسٹیشن پر شاندار استقبال کیا گیا۔ بلکہ السید احمد حلمی اور السید محی الدین الحصنی اور بعض دوسرے مخلصین تو پورٹ سعید میں جہاز پر بھی تشریف

---

۱ "الفضل" ۷ اگست ۱۹۳۸ء صفحہ ۳-۴ ؎ ۲ ایضاً ؎

۳ "الفضل" ۷ اگست ۱۹۳۸ء صفحہ ۳ ؎ ۴ "الفضل" ۳۰ جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱ ؎

لے گئے۔

صاحبزادگان والاتبار نے اقامت مصر کے دوران جماعت احمدیہ کی تربیت اور زیر تبلیغ دوستوں تک پیغام حق پہنچانے کے علاوہ مشہور مصری زعماء سے بھی ملاقاتیں کیں۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے شیخ الازہر مصطفےٰ المراغی سے ملاقات کی اور ان کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا ذکر کر کے ایمان لانے کی ترغیب دی اور حضور کے صدق پر قرآن مجید سے واضح دلائل و براہین دیئے لیکن افسوس شیخ صاحب نے بجائے علمی رنگ میں جواب دینے کے یہ کہہ کر پیچھا چھڑا یا کہ آپ عجمی ہیں اور ہم "صَوَاحِبُ لُغَۃِ الْقُرْاٰنْ" ہیں۔ قرآن ہماری زبان میں اُترا ہے۔ اس لئے ہم اس کے معنے بہتر سمجھتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی ملاقات میں جماعت احمدیہ کی عالمگیر تبلیغی مساعی اور اُن کے شاندار نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ

"آج اسلام اگر ترقی کر سکتا ہے تو اس کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ دُنیا کو اسلام کا پیغام پہنچایا جائے اور ہر مسلمان والہانہ طور پر ہر غیر مُسلم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے تلے لانے کی کوشش کرے۔ اس کے بعد اُن سے پوچھا کہ آپ نے غیر مسلموں میں تبلیغ کا کیا پروگرام بنایا ہے وہ جواباً کہنے لگے کہ سید جمال الدین افغانی مرحوم (مصر کے ایک مشہور عالم) سے کسی نے سوال کیا کہ تم چین و جاپان کے لوگوں کو جن کی تعداد دُنیا کے اکثر حصوں سے زیادہ ہے، کیوں جا کر تبلیغ نہیں کرتے اور کیوں انہیں مسلمان نہیں بنا لیتے۔ تو سید جمال الدین صاحب نے جواب دیا کہ مَیں ان میں جا کر انہیں کیا کہوں کس چیز کی طمع دلاؤں جو اُن کے پاس نہیں ہے اور اسلام قبول کرنے سے انہیں کیا مل جائے گا۔ اگر انہیں یہ کہوں کہ اسلام قبول کرو تم تعداد میں ترقی کرو گے، مال میں ترقی کرو گے یا سیاست میں ترقی کرو گے یا تم ایک آزاد مستقل اُمت ہونے کا انعام پاؤ گے یا تمہارا علم زیادہ ہوگا اور عقل تیز ہوگی تو چونکہ یہ سب چیزیں اُن کو اب بھی حاصل ہیں۔ اس لئے وہ مجھے جواب دے سکتے ہیں کہ جن چیزوں کی خاطر تم ہمیں اسلام کی دعوت دیتے ہو وہ ہمارے پاس پہلے سے ہی موجود ہیں۔ ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا اگر میں جاپان و چین میں جا کر تبلیغ کروں تو کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا بلکہ وہ بالعکس کہہ سکتے ہیں۔ اگر اسلام اُمتوں کو آزاد کراتا ہے اور ترقی و علم و برتری عطا کرتا ہے تو کیوں تم مسلمان اس طرح ذلیل حالت میں ہوتے۔ اس کے بعد کہنے لگے یہی جواب ہمارا آج ہے۔ اگر ہم یورپ میں جا کر تبلیغ کریں تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں سب کچھ بحمد اللہ بغیر اسلام حاصل ہے ہمیں اسلام کی ضرورت نہیں ہے۔"

سیدی حضرت صاحبزادہ صاحب نے جواباً فرمایا اسلام کا مقصد صرف یہ عارضی ترقی نہیں بلکہ اسلام تو ابدی زندگی پیش کرتا ہے۔ جو دُنیا میں بھی ابدی ہے اور عالم ثانی میں بھی ابدی۔ جن ترقیاتِ رُوحانی کو اسلام پیش کرتا ہے۔ یہ دنیاوی معمولی ترقیات اُن کے عشرِ عشیر بھی نہیں ہیں۔ پھر نہایت واضح صورت میں اسلامی انعامات بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ اگر آپ کا یہ نظریہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو اسلامی تاریخ اس سے موافقت نہیں کرتی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے زمانے میں بھی مثلاً رُوم اور عجم کی قومیں بہت ترقی یافتہ اور مستقل آزاد حکومتیں تھیں پھر اُن کو کیوں صحابہ کرامؓ نے اسلام کا پیغام پہنچایا؟

اس ملاقات کا ذکر مصر کے تقریباً تمام بڑے بڑے روزناموں نے کیا[1]

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی آمد اور قاہرہ میں اقامت کے دوران مصری احمدیوں نے انتہائی اخلاص، محبت اور خوشی کا ایمان افروز مظاہرہ کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتوں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے ہر ممکن جدوجہد کی۔

صاحبزادگان قریباً تین ماہ تک مصر میں قیام فرما رہے اور جماعت قاہرہ کو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی ذریتِ مقدسہ اور سیدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے جلیل القدر فرزندوں کو براہ راست قریب سے دیکھنے کی سعادت میسر آئی جس سے اُن کے اندر نہایت اعلیٰ تبدیلی پیدا ہوئی اور سلسلہ سے اخلاص و محبت میں اور بھی ترقی کر گئے۔

اگرچہ اہلِ فلسطین کی بھی دلی خواہش تھی کہ وہ ان بزرگ وجودوں کی زیارت کر سکیں مگر نامساعد حالات کے باعث وہ محروم رہے۔[2]

ہندوستان کو روانگی

مصر میں تین ماہ تک مقیم رہنے اور بلاد اسلامیہ کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب اور مرزا مبارک احمد صاحب پورٹ سعید سے بذریعہ بحری جہاز عازم بمبئی ہوئے۔ اسی جہاز میں حضرت مولوی شیر علی صاحب، مولوی عبدالرحیم صاحب درد اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بھی انگلستان سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ پانچ بزرگوں پر مشتمل یہ مقدس قافلہ، نومبر ۱۹۳۸ء[3] کو ساحل بمبئی پر وارد ہوا۔ اور بمبئی سے بذریعہ ریل ۹ نومبر ۱۹۳۸ء کو بٹالہ اسٹیشن پر پہنچا۔ جہاں اس کا شاندار استقبال کیا گیا۔ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ بہ نفسِ نفیس بذریعہ کار ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ریلوے اسٹیشن بٹالہ پر

---

[1] "الفضل" ۷ راکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۵-۶۔ [2] رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۳۸ء لغایت ۳۰ راپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۷۶۔ [3] "الفضل ۹ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲۔

تشریف لے گئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے حضرت مولوی عبدالمغنی خاں صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ اور بہت سے دیگر اصحاب قادیان سے پہنچ گئے تھے۔ نیز بٹالہ اور اس کے قرب و جوار کے دیہات سانچور، اٹھوال، لودی ننگل، دھرمکوٹ بگہ، ونجواں، یاروول، لنگروال، تیجہ کلاں، کھوکھر، قادیان راجپوتاں، دیال گڑھ۔ تتہ غلام نبی، بہبل چک، فیض اللہ چک، پھیچھریالہ، وڈالہ بانگر، خاں فتاح، شاہ پور کے احمدی احباب صبح ہی صبح اپنے معزز مہمانوں کے استقبال کے لئے آ گئے تھے۔ ان میں سے بعض جماعتیں بارہ بارہ، چودہ چودہ میل کے فاصلہ پر سے آئیں اور اس طرح ایک بہت بڑا اجتماع ہو گیا۔ گاڑی ٹھیک وقت پر پہنچی۔ جس کے پہنچتے پر نعرہ ہائے تکبیر، حضرت امیرالمومنین، حضرت مولوی شیر علی صاحب، مولانا درد صاحب اور صاحبزادگان "زندہ باد" کے نعرے بلند کئے گئے۔

گاڑی میں سے سب سے پہلے حضرت مولوی شیر علی صاحب اور آپ کے بعد بالترتیب حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد، صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اُترے۔ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے سب کے ساتھ معانقہ فرمایا اور ہر ایک کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ حضور کے بعد جناب مولوی عبدالمغنی صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ نے سب کے ساتھ معانقہ فرمایا۔ اور حضرت امیرالمومنین رضی اللہ تعالیٰ اور قافلہ کے جملہ ممبران کو ہار پہنائے۔ اس کے بعد اہل قافلہ نے تمام اصحاب کے ساتھ مصافحہ کیا اور پھر حضرت امیرالمومنین رضی اللہ تعالیٰ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ گاڑی میں سوار ہو گئے۔ گاڑی جب قادیان اسٹیشن پر پہنچی تو نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے گئے۔ حضرت امیرالمومنین کے گاڑی سے اُترنے کے بعد ارکان قافلہ اسی ترتیب سے اُترے جس سے بٹالہ اسٹیشن پر اُترے تھے۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اعلیٰ، حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ اور حضرت نواب عبداللہ خاں صاحب نے اُن کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور پلیٹ فارم پر موجود بہت سے اصحاب سے مصافحہ کرنے کے بعد باہر تشریف لائے۔ جہاں سب اصحاب نے مصافحہ کیا۔ مصافحہ کے ختم ہونے تک حضرت امیرالمومنین پلیٹ فارم پر ہی رونق افروز رہے۔ پھر حضور کے ہمراہ ارکان قافلہ قصبہ میں آ گئے اور مسجد مبارک میں نفل ادا کرنے کے بعد بہشتی مقبرہ میں تشریف لے گئے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر دُعا کی۔ پھر اپنے گھروں کو تشریف لے گئے۔[1]

---

[1] "الفضل" ۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱ تا ۳ ۔

ولایت سے آنے والے قافلہ کے اعزاز میں دعوت اور حضرت امیر المومنین رض کا خطاب

۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء کو جامعہ احمدیہ، مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اساتذہ اور طلبہ نے ولایت سے آنے والے قافلہ کو چائے کی دعوت دی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض نے ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ اور احباب جماعت کو مبلغین سلسلہ سے متعلق فرائض کی طرف توجہ دلانے کے علاوہ اپنی پیاری اولاد کو نہایت قیمتی نصائح فرمائیں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا :-

"مولوی شیر علی صاحب دو اڑھائی سال کام کرنے کے بعد واپس آئے ہیں۔ مولوی صاحب ایسے کام کے لئے باہر بھیجے گئے تھے جو اس وقت جماعت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس کام کا مشکل حصہ یعنی ترجمہ کا کام پورا ہو چکا ہے۔ اب دوسرا کام نوٹوں کا ہے جو لکھے جا رہے ہیں۔ گذشتہ دنوں یورپ میں جنگ کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ مولوی صاحب کو واپس بلا لیا جائے تا کہ وہ یہاں آکر کام کریں۔ ایسا نہ ہو کہ جنگ کی صورت میں رستے بند ہو جائیں۔ پس دوستوں کی بہترین دعوت تو یہ ہے کہ مولوی صاحب جلد سے جلد اس کام کو ختم کریں تا کہ یہ ایک ہی اعتراض جو مخالفین کی طرف سے جماعت پر کیا جاتا ہے کہ اس جماعت نے ابھی تک ایک بھی قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ شائع نہیں کیا دُور ہو جائے اور ہماری انگریزی تفسیر شائع ہو جائے۔

درد صاحب ایک لمبے عرصہ کے بعد واپس آئے ہیں۔ ۱۹۳۳ء کے شروع میں وہ گئے تھے اور اب ۱۹۳۸ء کے آخر میں واپس آئے ہیں۔ ان دونوں سالوں کا درمیانی فاصلہ پونے چھ سال کا بنتا ہے اور پونے چھ سال کا عرصہ انسانی زندگی میں بہت بڑے تغیرات پیدا کر دیتا ہے۔ بعض دفعہ باپ کی عدم موجودگی میں اولاد کی تربیت میں نقص پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اُن کے اخلاق پر بُرا اثر پڑ جاتا ہے۔ بعض دفعہ گھر سے ایسی تشویشناک خبریں موصول ہوتی ہیں جو انسان کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہیں۔ عام لوگ ان مشکلات کو نہیں سمجھتے جو ایک مبلغ کو پیش آتی ہیں۔ بسا اوقات مبلغ کو ایسی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں جو عام لوگ نہیں کر سکتے۔ بلکہ اکثر اوقات اُسے ایسی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں جو دوسروں کے لئے ناممکن ہوتی ہیں۔ جماعت کے کئی آدمی ان قربانیوں کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ اور وہ گھر میں بیٹھے بیٹھے اعتراض کر دیتے ہیں۔ اگر وہ ان قربانیوں کی حقیقت کا اندازہ لگائیں تو وہ مبلغوں کے ممنون ہوں، . . . .

. . . . غرض ہمارے مبلّغ جو خدمتِ دین کے لئے باہر جاتے ہیں، اُن کا جماعت پر بہت بڑا حق ہے۔ نادان ہے جماعت کا وہ حصّہ جو اُن کے حقوق کو نہیں سمجھتا۔ یورپ کے لوگ ایسے لوگوں کو بیش بہا تنخواہیں دیتے اور اُن کیلئے ہر قسم کے آرام و آسائش کے سامان مہیّا کرتے ہیں۔ جب ان کے ڈپلومیٹ یعنی سیاسی حکّام اپنے ملکوں میں واپس آتے ہیں تو مُلک ان کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے۔ فرانس کے AMBASSADOR کی تنخواہ وزیرِاعظم کی تنخواہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ مگر جب وہ اپنے مُلک میں آتا ہے تو اہلِ مُلک اُس کی قربانیوں کی اس قدر تعریف کرتے ہیں اور اس کے اس قدر ممنون ہوتے ہیں کہ گویا وہ فاقے کرتا رہا ہے اور بڑی مشکلات برداشت کرنے کے بعد واپس آیا ہے۔ اور دُور جانے کی کیا ضرورت ہے، ہندوستان کے وائسرائے کو دیکھو کہ اس کے کھانے اور آرام و آسائش کے اخراجات خود گورنمنٹ برداشت کرتی ہے اور بیس ہزار روپیہ ماہوار جیب خرچ کے طور پر اُسے ملتے ہیں۔ وہ پانچ سال کا عرصہ ہندوستان میں گذارتا ہے۔ اور اس عرصہ میں بارہ لاکھ روپیہ لے کر چلا جاتا ہے۔ صرف لباس پر اس کو اپنا خرچ کرنا پڑتا ہے یا اگر کسی جگہ کوئی چندہ وغیرہ دینا ہو تو دے دیتا ہے ورنہ باقی تمام اخراجات گورنمنٹ برداشت کرتی ہے لیکن باوجود اس کے جب وہ اپنے ملک کو واپس جاتا ہے تو اس کی قربانیوں کی تعریف میں ملک گونج اُٹھتا ہے اور ہر دل جذبہ تشکّر و امتنان سے معمور ہوتا ہے۔ اور یہ جذبہ ان میں اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ گویا اُن کے جذبات کا پیالہ چھلکا کہ چھلکا۔ یہی گُر ہے قومی ترقی کا جب کسی قوم میں کوئی فرد ایک عزم لیکر کھڑا ہوتا ہے تو اس کو یقین ہوتا ہے کہ میری قوم میری قدر کریگی۔ بیشک دینی خدمتگذاروں کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی لیکن اگر اس کی قوم اس کی قربانیوں کی پرواہ نہیں کرتی تو یہ اس قوم کی غلطی ہے۔ بیشک ایک مومن کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہونا چاہیئے اور پھر ایک ایسی قوم کا نمائندہ جو اپنے آپ کو نیک کہتی ہے وہ تو ان خیالات سے بالکل الگ ہوتا ہے۔ اس کو صرف اپنی ہی ذمہ واریوں کا احساس ہوتا ہے مگر اسلام نے جہاں فرد پر ذمہ واریاں رکھی ہیں، وہاں قوم پر بھی ذمہ واریاں رکھی ہیں۔ جس طرح کسی فرد کا حق نہیں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کی پروا نہ کرے اسی طرح قوم کا بھی حق نہیں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کی پروا نہ کرے۔ قوم کے فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ قوم نے میری قربانیوں کی پروا نہیں کی۔ اور اگر وہ یہ خیال اپنے دل میں لایا ہے تو دوسرے الفاظ میں وہ یہ کہتا ہے کہ مَیں نے تمہارے لئے یہ کام کیا ہے خدا تعالیٰ کے لئے نہیں کیا۔ پس فرد کے

دل کے کسی گوشے میں بھی یہ خیال نہیں ہونا چاہیئے اور نہ فکر کے کسی حصہ میں کہ قوم نے میری قربانیوں کی پرواہ نہیں کی یا جیسا کہ میری خدمت کرنے کا حق تھا وہ اس نے ادا نہیں کیا۔ ایسا آدمی اپنے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتا ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرد پر ذمہ داریاں عائد کی ہیں اسی طرح قوم پر بھی ذمہ داریاں رکھی ہیں اور وہ یہ کہ قوم اس فرد کی خدمات اور قربانیوں کی قدر کرے۔ کیونکہ قوم بھی ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہے جیسے فرد" [1]

جماعت کو اُن کے فرائض منصبی کی طرف توجہ دلانے کے بعد صاحبزادگان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

" . . . . ہماری سب عزتیں احمدی ہونے کی وجہ سے ہیں اور کوئی امتیاز ہم میں نہیں۔ بعض کاموں کی مجبوریوں کے لحاظ سے ایک افسر بنا دیا جاتا ہے اور دوسرا ماتحت ورنہ حقیقی امتیاز ہم میں کوئی نہیں۔ حقیقی بڑائی خدمت کرنے سے حاصل ہوتی ہے . . . . حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں سے ہونا یا میرا بیٹا ہونا یہ تو مانگا ہوا چوغہ ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ تم خود اپنے لئے لباس مہیا کرو۔ وہ لباس جسے قرآن مجید نے پیش کیا ہے یعنی لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ تقویٰ کا لباس سب لباسوں سے بہتر ہے۔

. . . اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھر سے وہ آواز اُٹھائی جس کے سُننے کے لئے تیرہ سو سال سے مسلمانوں کے کان ترس رہے تھے اور وہ فرشتے نازل ہوئے جن کے نزول کے لئے جیلانیؒ، غزالیؒ، اور ابن العربیؒ کے دل للچاتے رہے مگر اُن پر نازل نہ ہوئے۔ گو بیشک یہ بہت بڑی عزت ہے مگر اس کو اپنی طرف منسوب کرنا صرف ایک طفیلی چیز ہے۔ دُنیا کے بادشاہوں کی اولاد اپنے باپ دادوں کی عزتوں کو اپنی عزت کہتے ہیں۔ حالانکہ دراصل وہ اُن کے لئے عزت نہیں ہوتی بلکہ لعنت ہوتی ہے۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ کون لوگ زیادہ اشرف ہیں۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تمہارے اندر اشرف ہیں بشرطیکہ ان میں تقویٰ ہو۔ تو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلی قسم کی عزت کو تسلیم فرمایا ہے مگر حقیقی عزت وہی تسلیم فرمائی ہے جس میں ذاتی جوہر بھی مل جائے۔

پس تم اپنے اندر ذاتی جوہر پیدا کرو۔ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کا خیال رکھو۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرد ہونے کی وجہ سے تمہیں کوئی امتیاز نہیں۔ امتیاز خدمت کرنے میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر فضل نازل فرمایا۔ تم بھی اگر

---

[1] "الفضل" ۷ اپریل ۱۹۶۱ء صفحہ ۴ کالم ۱-۲-۳

خدمت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر بھی اپنا فضل نازل کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

ع منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

یعنی میرے لئے کرسی مت رکھو کہ میں دنیا میں خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اسی طرح تم بھی کرسیوں پر بیٹھنے کے متمنی نہ ہو بلکہ ہر مسکین اور غریب سے ملو اور اگر تمہیں کسی غریب آدمی کے پاؤں سے زمین پر بیٹھ کر کانٹا بھی نکالنا پڑے تو تم اسے اپنے لئے فخر سمجھو۔ خود تقویٰ حاصل کرو اور جماعت کے دوستوں سے مل کر اُن کو فائدہ پہنچاؤ۔ اور جو علم تم نے سیکھا ہے وہ ان کو بھی سکھاؤ۔

. . . . پس میں تم کو مل کر تربیت کرنے کے لئے کہتا ہوں۔ جماعت میں بعض کمزور دوست بھی ہوتے ہیں۔ اُن میں اسلام کی حقیقی رُوح کا پیدا کرنا بہت ہی ضروری کام ہے۔ جماعت کو علوم دینیہ سے واقف کرنا، عرفانِ الٰہی کی منازل سے آگاہ کرنا، خدمتِ خلق، محبتِ الٰہی اور اسلام کی حکمتوں کا بیان کرنا بہت بڑا کام ہے۔ اسی طرح جماعت میں ایثار اور قربانی کی رُوح پیدا کرنا بھی ایک ضروری کام ہے۔ یہ ایسے کام ہیں جن سے تم لوگوں کی نظروں میں معزز ہو جاؤ گے۔ جماعت میں کئی آدمی اخلاق کے لحاظ سے کمزور ہیں ان کو اخلاق کی درستی کی تعلیم دو۔ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق جو تحریک جماعت میں ہوتی ہے اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کرو۔

. . . . . اگر تم اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کی خدمت کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم دوہرے اجر کے مستحق ہو گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر تم اس دین کو قبول کر لو تو تم کو دوہرا اجر ملے گا اور اگر اعراض کرو گے تو پھر عذاب بھی دوہرا ہے۔ پس تمہارا تعلیم کے بعد واپس آنا تم پر بہت بڑی ذمہ واریاں عائد کرتا ہے۔ تم لوگوں کو احمدیت کی تعلیم سے رُوشناس کرانے کی کوشش کرو اور لوگوں کو سچائی کی تلقین کرو اور جماعت سے جہالت دُور کرو اور اپنے فرائض کی طرف جلد سے جلد توجہ کرو۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔ صرف خدا کا رحم ہی ہے جو میرے کام بھی آ سکتا ہے اور تمہارے کام بھی آ سکتا ہے" [۱]

حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب جامعہ احمدیہ کے سٹاف میں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کی انگلستان سے واپسی کے بعد ان کو جامعہ احمدیہ کے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے اہم کام پر مقرر فرمایا اور آپ ۲۷ نومبر ۱۹۳۸ء سے

---

[۱] "الفضل" ۱۰ اپریل ۱۹۶۱ء صفحہ ۱ کالم ۴-۵

جامعہ احمدیہ کے سٹاف میں شامل ہو گئے[۱] اور قریباً پانچ ماہ بعد حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کی ریٹائرمنٹ پر یکم مئی ۱۹۳۹ء کو اس مرکزی درسگاہ کے پرنسپل مقرر کئے گئے[۲] جہاں آپ اپریل ۱۹۴۴ء تک اس عہدہ پر فائز رہے[۳]۔ آپ کے زمانہ میں جامعہ احمدیہ نے ہر لحاظ سے نمایاں ترقی کی۔ آپ کے تربیت یافتہ بہت سے "جامعی" شاگرد اس وقت سلسلہ احمدیہ کی اہم خدمات دینیہ بجا لا رہے ہیں۔

احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکل جانے کا حیرت انگیز اعتراف

جماعت احمدیہ کے خلاف ۱۹۳۴ء کی احراری شورش اور اس کے عبرتناک انجام کی تفصیل جلد ہفتم میں آچکی ہے[۴]۔ اس مقام پر اس کا اعادہ کئے بغیر صرف یہ بتانا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء کو یہ پُرجلال پیشگوئی فرمائی تھی کہ "زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں سے نکل رہی ہے" اس اہم آسمانی خبر کا پہلا ظہور ۱۹۳۵ء کے حادثہ شہید گنج میں اور دوسرا ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں ہوا جس کے بعد بھی متعدد ایسے حالات پیش آئے کہ ۱۹۳۸ء میں احرار کے موافق اور مخالف حلقے برملا پکار اٹھے کہ احرار کے پاؤں تلے سے واقعی زمین نکل چکی ہے چنانچہ اخبار "احسان" (لاہور) نے اپنے ۸ اکتوبر ۱۹۳۸ء کے شمارہ میں لکھا:۔

"پنجاب والوں نے کانگرس کی تجاویز کا نہایت کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ شہید گنج کی تحریک جسے احرار نے جو کانگرس کے اشاروں پر ناچتے ہیں، چلایا تھا۔ کچھ عرصہ تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سکندری وزارت کی جڑیں کھوکھلی کر دے گی۔ لیکن سر سکندر نے انہیں انہی کے داؤں پر مارا۔ وہ ایک دلیرانہ بیان لے کر قوم کے سامنے آئے جس سے احراریوں کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور یہ ایسی تدبیر تھی کہ جس پر کانگرسی لیڈروں نے بھی انہیں مبارکباد کے تار بھیجے"[۵]

اگلے سال ۱۹۳۹ء میں ایک غیر مسلم صحافی ارجن سنگھ عاجز نے اشتہار دیا کہ

"تھوڑا عرصہ ہوا کہ مرزا بشیر الدین محمود امام جماعت مرزائیہ نے پیشینگوئی کی تھی کہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ "احراریوں کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی جا رہی ہے" یہ پیشینگوئی آج بالکل پوری ہو رہی ہے۔ مخالفین

---

[۱] "الفضل" ۲۹ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ [۲] "الفضل" ۳ مئی ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۔

[۳] اس عرصہ میں آپ حضرت مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے کے ریٹائر ہونے کے بعد (۲۰ اکتوبر ۱۹۴۰ء تک تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے (الفضل ۲ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۵)۔ [۴] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ احمدیت" جلد ہفتم صفحہ ۵۲۷۔ [۵] اخبار "احسان" لاہور ۸ اکتوبر ۱۹۳۸ء بحوالہ "الفضل" ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۲-۳۔

غور سے توجہ فرماویں۔

بھرتی کے سلسلہ میں سارے ہندوستان کے خلاف احرار نے مخالفت کا جو بیڑا اُٹھایا تھا۔ اس پر جب حکومت نے ایکشن لیا اور چند احراری لیڈروں کو گرفتار کر کے ان کے خلاف مقدمہ چلایا تو احراریوں کی یہ حالت ہوئی کہ "سچ مچ اُن کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی" سُرخ قمیضیں اتار کر پھاڑ کر نالیوں میں پھینک دی گئیں اور آگ میں بھی جلا دی گئیں۔ چنانچہ آج امرتسر میں ایک بھی سُرخ قمیص نظر نہیں آتی۔ کئی گرفتار شدہ احراریوں نے تحریری معافی مانگ کر رہائی حاصل کی۔ اور کئی جن کی پولیس تلاش کر رہی ہے، مفرور ہیں۔ چوہدری افضل حق صاحب کی گرفتاری پر ہڑتال کا اعلان کیا گیا لیکن ایک دوکان بھی بند نہ ہوئی۔ یہ ہے احرار کی کامیابی کا ایک نمونہ۔ اب یوں نظر آتا ہے کہ شہر امرت سر میں کبھی کوئی احراری تھا ہی نہیں اور نہ کوئی لال قمیص"

(المشتہر ارجن سنگھ عاجز ایڈیٹر اخبار رنگین امرتسر)[1]

فصل چہارم

قادیان کے ماحول میں زبردست تبلیغی مہم

۱۹۳۸ء کو یہ بھاری خصوصیت حاصل ہے کہ اس سال سے قادیان اور اُس کے مضافات میں تبلیغ پر خاص توجہ دی جانے لگی اور اس کے لئے چوہدری فتح محمد صاحب سیال (ناظر اعلیٰ) کی زیر نگرانی ضلع گورداسپور میں وسیع پیمانہ پر سرگرمیاں شروع کر دی گئیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا تبلیغی مرکز سٹھیالی اور دوسرا کلانور اور تیسرا چودھریوالہ میں قائم کیا گیا۔[2] اس کے بعد جگہ جگہ مراکز قائم کر دیئے گئے اور نگران اعلیٰ چودھری فتح محمد صاحب سیال کے ساتھ مولانا احمد خاں صاحب نسیم تحصیل بٹالہ کے اور مولوی دل محمد صاحب تحصیل گورداسپور کے انچارج بنائے گئے۔ اور دیہاتی مبلغین[3] کے علاوہ جامعہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اساتذہ اور طلبہ

---

[1] بحوالہ "الفضل" ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۸۔ [2] "الفضل" ۲۰ مئی ۱۹۳۸ء صفحہ ۶۔

[3] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۴۳-۱۹۴۲ء صفحہ ۶۔

اور قادیان کے دوسرے مخلص اور سرگرم احمدی بڑی کثرت سے تشریف لے جانے اور گاؤں گاؤں میں پیغام احمدیت پہنچانے لگے۔[۱] اس مہم میں آنریری خدمت دین کرنے والوں میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب، حضرت میر محمد اسحٰق صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب[۲]، میاں نواب عباس احمد خاں صاحب[۳] مہتمم تبلیغ خدام الاحمدیہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور چودھری نذیر احمد صاحب بھنگواں[۴] خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب جو اُن دنوں صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ تھے، نہ صرف ضلع گورداسپور کے اکثر دیہات کے جلسوں میں شرکت فرماتے تھے[۵] بلکہ دوسرے احمدیوں کو بھی باہر جانے کی خصوصی تحریک کرتے تھے چنانچہ تبلیغ مقامی کی رپورٹ ۴۳-۱۹۴۲ء کے مطابق اس سال آپ کی تحریک پر ۳۲ مجاہدین تبلیغ کے لئے روانہ ہوئے۔

تبلیغ مقامی کی توسیع کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب، چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب، نواب محمد الدین صاحب، سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد دکن، میرزا مظفر احمد صاحب، پیر اکبر علی صاحب، شیخ اعجاز احمد صاحب سب جج، سیٹھ محمد اعظم صاحب، نواب اکبر یار جنگ

۱؎ ۴۳-۱۹۴۲ء میں قادیان کی تبلیغ مقامی میں تیس مبلغین مصروف عمل تھے۔ بعض مقامی مبلغین کے نام:- مولوی احمد خاں صاحب نسیم، مولوی سید احمد علی صاحب، مولوی عبدالرحیم صاحب عارف، مولوی غلام احمد صاحب ارشد، مولوی محمد منشی خاں صاحب، مولوی میر ولی صاحب ہزاروی، حکیم اللہ بخش صاحب، مولوی عبدالعزیز صاحب، ماسٹر محمد رمضان صاحب، سید احمد شاہ صاحب۔ (بحوالہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ ۴۳-۱۹۴۲ء صفحہ ۵)۔

۲؎ رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۴۱ء لغایت ۳۰ اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۴-۵۔

۳؎ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے اپنی کتاب سیرت ام المومنین حصہ دوم میں لکھا ہے کہ "صاحبزادہ عباس احمد خاں سلمہ اللہ تعالیٰ علاقہ سری گوبند پور میں تبلیغ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ان کا ہیڈ کوارٹر ماڑی بچیاں نامی گاؤں میں تھا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ یہ امیر ابن امیر کا نونہال جو ناز و نعمت کے گہوارے میں پرورش پائے ہوئے تھا۔ دھوپ کی بھی پروا نہ کرتا ہوا گاؤں گاؤں شوق تبلیغ میں پھرتا رہتا تھا۔ اور کبھی اگر کھانا نہ ملا تو صرف چنے چبا کر گذارہ کر لیا کرتا تھا۔ یہ بات ایک ایسے گھرانے کے نونہال میں جو ہمیشہ متنعمانہ زندگی بسر کرنے کا عادی ہو نہیں پیدا ہو سکتی جب تک وہ خاندان اور خصوصاً والدین ایک پاکیزہ زندگی گذارنے کے عادی نہ ہوں۔ میاں عباس احمد کا یہ جذبہ اور یہ شوق خان محمد عبداللہ خاں صاحب اور صاحبزادی امۃ الحفیظ صاحبہ کی اپنی ذاتی پاکیزگی اور دینداری کا نتیجہ ہے"۔

(سیرت ام المومنین حصہ دوم صفحہ ۴۹)

۴؎ "الفضل" ۴ جولائی ۱۹۴۵ء صفحہ ۵۔

۵؎ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۴۰ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۱ء صفحہ ۴۔

بہادر، چودھری فقیر محمد صاحب، ڈاکٹر میجر غلام احمد صاحب، مرزا منصور احمد صاحب، خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب، خانصاحب منشی برکت علی صاحب، چودھری نعمت اللہ خاں صاحب بیگم پور، اخوند محمد اکبر صاحب اور دوسرے مخلصین باقاعدگی سے مالی امداد فرماتے رہے۔

ان سب مخلصانہ کوششوں کے بہت شاندار نتائج برآمد ہوئے۔ کئی مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوگئیں۔ اور جہاں احمدیوں کی تعداد کم تھی وہاں بکثرت احمدی ہونے لگے۔ اور یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کی ایک ابتدائی جھلک نظر آنے لگی جیسا کہ پانچ برسوں کی درج ذیل مختصر کارگذاری سے عیاں ہو سکتا ہے۔

سال	خلاصہ مساعی
مئی ۱۹۳۸ء تا ۳۰؍ اپریل ۱۹۳۹ء	۱۲۱ دیہات میں دورہ کیا گیا۔ چار اشتہارات اور پانچ ٹریکٹوں کی اشاعت کی گئی۔ ۵۵ جلسے منعقد کئے گئے۔ ۵۰۰ کے قریب احباب نے قبول احمدیت کی اور ۲۵ نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔
یکم مئی ۱۹۳۹ء تا ۳۰؍ اپریل ۱۹۴۰ء	قادیان کے ۱۰۸ احباب نے تبلیغ کے لئے پندرہ پندرہ روز وقف کئے۔ چار ابتدائی مدارس جاری کئے گئے۔ چار ٹریکٹ بارہ ہزار کی تعداد میں شائع کئے گئے۔ چالیس نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور ساڑھے پانچ سو افراد نے بیعت کی۔
یکم مئی ۱۹۴۰ء تا ۳۰؍ اپریل ۱۹۴۱ء	اس سال ایک ہزار پانچ سو پچاس افراد احمدیت میں شامل ہوئے۔ پچیس نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ اور نو (۹) جماعتوں کی تعداد پہلے سے دوچند ہوگئی۔
یکم مئی ۱۹۴۱ء تا ۳۰؍ اپریل ۱۹۴۲ء	اس سال پندرہ سو چوالیس (۱۵۴۴) دوست حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔
یکم مئی ۱۹۴۲ء تا ۳۰؍ اپریل ۱۹۴۳ء	اس سال کے نومبائعین کی تعداد ۸۴۰ تھی۔ صیغہ مقامی تبلیغ نے اب اپنی سرگرمیاں قریبی اضلاع مثلاً امرتسر، سیالکوٹ، جالندھر، ہوشیارپور اور اور کپورتھلہ میں بھی شروع کر دیں

۱۹۴۶ء کے قریب مقامی تبلیغ کے انچارج مولانا احمد خاں صاحب نسیم بنائے گئے۔ مگر آپ کو اپنے فرائض کی بجاآوری میں تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ پورا مشرقی پنجاب فسادات کے شعلوں کی لپیٹ میں آگیا اور آپ

۲۹ستمبر ۱۹۴۷ءؔ[1] کو زیر دفعہ ۳۹۶ - ۳۹۷ آئی پی سی گرفتار کر لئے گئے اور نظر بندی کی مسلسل ناقابل بیان اور دردناک تکالیف برداشت کرنے کے بعد بالآخر ۱۱؍اپریل ۱۹۴۸ءؔ کو رہا کئے گئے۔[2]

نوجوان علماء کو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی قیمتی نصائح

جماعت احمدیہ کے ایک مشہور و معروف اور ممتاز عالم دین نے "الفضل" ۲۱؍جون و ۲۷؍اگست ۱۹۳۸ءؔ میں مسئلہ قتل انبیاءؑ کے متعلق مضمون لکھے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید نہیں کئے گئے۔ یہ مسلک چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ و مسلک کے بالکل خلاف تھا۔ اس لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۲۶؍اگست[3]، ۲؍ستمبر اور ۹؍ستمبر ۱۹۳۸ءؔ کو تین مفصل خطبات جمعہ دئے جن میں تاریخ، انجیل، اقوام عالم اور احادیث کی متفقہ شہادت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظریہ کی تائید میں پیش کی اور نوجوان علماء کو نصیحت فرمائی کہ

"صحابہؓ کی موجودگی میں نئے علماء کو یہ ہرگز کوئی حق نہیں کہ وہ اپنی طرف سے استنباط اور اجتہاد کریں۔ اگر دُنیا نے اپنے استنباط اور اجتہاد سے یہ کام لینا تھا تو کسی نبی کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ ہمارا حق ہے کہ اگر کوئی اختلاف ہو تو ہم اس کو نپٹائیں اور صحیح طریق جماعت کے سامنے پیش کریں۔ اور نئے علماء کا بھی یہ فرض ہے کہ جب کوئی اختلافی مسئلہ سامنے آجائے تو وہ اُسے مجلس صحابہ کے سامنے پیش کریں۔ بیشک وہ خود اس امر کا اختیار نہیں رکھتے کہ صحابہ کی ایک مجلس قائم کریں مگر وہ سلسلہ کی وساطت سے ایسا کر سکتے ہیں۔ اُن کا فرض ہے کہ وہ اختلافی مسئلہ میرے سامنے رکھیں۔ اگر مَیں اس کے متعلق ضرورت سمجھوں گا تو خود بخود صحابہ کو جمع کر لُوں گا۔ اور اس طرح جو بات طے ہوگی وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کے عین مطابق ہوگی۔ اگر ہم یہ طریق اختیار کریں تو آئندہ کے لئے بالکل امن ہو جائے گا۔ اور کوئی ایسا اختلاف پیدا نہیں ہوگا۔ جو جماعت کی گمراہی کا موجب ہو۔ لیکن اگر ہر شخص اپنے طور پر ایسے مسائل پر رائے زنی کرنا شروع کر دے۔ جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کھلے حوالے موجود ہوں اور ایسا استدلال پیش کرے۔ جو اُن کو ردّ کرتا ہو تو آئندہ نسلوں کے لئے بڑی مشکل پیش آئیگی اور وہ حیران ہوں گی کہ ہم کونسا مسلک اختیار کریں۔ لیکن اگر نئے مسائل یا اختلافی مسائل ہمارے

---

[1] "QADIAN DIARY" مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب؛ [2] "الفضل" ۱۳؍اپریل ۱۹۴۸ءؔ صفحہ ۲ کالم ۲؛ [3] مفصل خطبات کے لئے ملاحظہ ہو "الفضل" ۳؍ستمبر ۱۹۳۸ءؔ، ۱۰؍ستمبر ۱۹۳۸ءؔ، ۱۷؍ستمبر ۱۹۳۸ءؔ؛

سامنے پیش کئے جائیں اور ہم اس بارہ میں اپنا فیصلہ نافذ کریں۔ تو اگلے لوگ بہت سی گمراہیوں سے بچ جائیں گے۔ کیونکہ ان کے سامنے وہ فیصلے ہوں گے جو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متفقہ ہوں گے یا ایسے فیصلے ہوں گے۔ جن پر صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثریت کا اتفاق ہوگا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے کوئی مسئلہ صاف ہو جائے تو پھر صحابہ کے فیصلوں کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر کتابوں میں کوئی بات وضاحت سے نہ ملے۔ یا اختلاف ہو جائے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی روایات اور ان کے ان تاثرات کو دیکھنا پڑے گا۔ جو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے رکھتے چلے آرہے ہیں اور جو سُنّت کے قائم مقام ہیں۔" [1]

پھر فرمایا :-

"حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی عادت تھی کہ آپ دن کو جو کچھ لکھتے، دن اور شام کی مجلس میں آکر بیان کر دیتے۔ اس لئے آپ کی تمام کتابیں ہم کو حفظ ہیں۔ اور ہم ان مطالب کو خوب سمجھتے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء اور آپ کی تعلیم کے مطابق ہوں۔ بیشک بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو صرف اشارہ کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ تفصیلات کا اُن میں ذکر نہیں۔ اور اُن باتوں کے متعلق ہمیں ان دوسرے لوگوں سے پوچھنا پڑتا ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت اُٹھائی ہے۔ اور اگر اُن سے بھی کسی بات کا علم حاصل نہیں ہوتا تو پھر ہم قیاس کرتے اور اس علم سے کام لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخشا ہے۔ مگر باوجود اس کے میرا اپنا طریق یہی ہے کہ اگر مجھے کسی بات کے متعلق یہ معلوم ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی تحریر اس کے خلاف ہے تو مَیں فوراً اپنی بات کو رَدّ کر دیتا ہوں۔ اسی مسجد میں ۲۲ء یا ۲۸ء کے درس القرآن کے موقع پر مَیں نے عرش کے متعلق ایک نوٹ دوستوں کو لکھوایا۔ جو اچھا خاصہ لمبا تھا۔ مگر جب میں وہ تمام نوٹ لکھوا چکا تو شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی یا حافظ روشن علی صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ایک حوالہ نکال کر میرے سامنے پیش کیا اور کہا کہ آپ نے تو یُوں لکھوایا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یُوں فرمایا ہے۔ مَیں نے اس حوالہ کو دیکھ کر اسی وقت دوستوں سے کہدیا کہ مَیں نے عرش کے متعلق آپ لوگوں کو جو کچھ لکھوایا ہے وہ غلط ہے اور اُسے اپنی کاپیوں میں سے کاٹ ڈالیں۔ چنانچہ جو لوگ اُس وقت

---

[1] "الفضل" ۴ستمبر ۳۸ء صفحہ ۱۵ کالم ۲-۳ ؛

میرے درس میں شامل تھے وہ گواہی دے سکتے ہیں۔ اور اگر ان کے پاس اس وقت کی کاپیاں موجود ہوں تو وہ دیکھ سکتے ہیں کہ میں نے عرش کے متعلق نوٹ لکھوا کر بعد میں جب مجھے معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ اسے کاپیوں سے کٹوا دیا اور کہا کہ ان اوراق کو پھاڑ ڈالو کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کے مقابلہ میں بھی ہم اپنی رائے پر اڑے رہیں اور کہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی صحیح ہے اور اپنے نفس کی عزت کا خیال رکھیں تو اس طرح تو دین اور ایمان کا کچھ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔

پس یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حَکَم، عدل ہیں۔ اور آپ کے فیصلوں کے خلاف ایک لفظ کہنا بھی کسی صورت میں جائز نہیں۔ ہم آپ کے بتائے ہوئے معارف کو قائم رکھتے ہوئے قرآن کریم کی آیات کے دوسرے معانی کر سکتے ہیں۔ مگر اسی صورت میں کہ ان میں اور ہمارے معانی میں تناقض نہ ہو"[1]

فصل پنجم

حضرت امیر المومنینؓ کا سفر حیدر آباد دکن

۱۹۳۸ء کا ایک نہایت اہم اور ناقابلِ فراموش واقعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا سفر حیدر آباد ہے۔

حضور کا یہ مبارک سفر ایک رؤیا کی بناء پر تھا۔ اور اس کی غرض وغایت یہ تھی کہ ریاست حیدر آباد جو مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے بعد مسلمانان ہند کی تہذیب و تمدن اور علم و فن کا سب سے بڑا مرکز تھی۔ وہاں کے حالات کا جائزہ لیا جائے اور عام مسلمانوں کی بہبود اور جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں میں اضافہ کی عملی تدابیر سوچی جائیں۔

حضرت امیر المومنینؓ کا مکتوب سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب کے نام

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ قادیان سے یکم اکتوبر ۱۹۳۸ء کو روانہ ہوئے[2] اور روانگی سے قبل ۲۷ ستمبر ۱۹۳۸ء کو سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب امیر جماعت احمدیہ سکندر آباد کے نام مندرجہ ذیل مکتوب لکھا:-

---

[1] "الفضل" ۳ ستمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۶ - ۱۷۔

[2] اس سفر میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، حضرت سیدہ ام متین صاحبہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ حضور کے ہمراہ تھیں۔ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے (مؤلف "اصحاب احمد") پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے شامل سفر تھے اور خان میر خان صاحب، میاں عطا محمد صاحب تنگی بہرہ دار کے طور پر بمبئی سے حیدر آباد تک کے سفر اور وہاں کے قیام میں مولانا ابو العطاء صاحب (مبلغ بمبئی) بھی حضور کے ساتھ رہے۔

"قادیان۔ ضلع گورداسپور

پنجاب

۳۸ - ۹ - ۲۷

مکرمی سیٹھ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

. . . . مدت سے میرا ارادہ حیدرآباد آنے کا تھا۔ کیونکہ میرے نزدیک کسی جگہ کو دیکھنے کے بعد وہاں کے کام کی اہمیت کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ لیکن کچھ تو کم فرصتی کی وجہ سے اور کچھ وہاں کے سیاسی حالات کی وجہ سے اور کچھ اس خیال سے کہ وہ علاقہ دُور ہے۔ اخراجات زیادہ ہوں گے۔ مَیں آنے سے رُکا رہا۔

لیکن اب حالات اس طرف کے ایسے ہوگئے ہیں۔ شاید مجھے ان علاقوں کی طرف زیادہ توجہ کرنی پڑے۔ . . . . میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو اِس دفعہ سندھ سے مَیں حیدرآباد ہوتا آؤں۔ مجھے اس کا زیادہ خیال اس لئے بھی ہوا ہے کہ جو رویاء مَیں نے حیدرآباد کے متعلق دیکھی تھی اس میں ایک حصہ یہ تھا کہ مَیں پہلے حیدرآباد کا معائنہ کرنے گیا ہوں اور پھر مَیں نے آکر فوج کو حملہ کا حکم دیا ہے۔ اس سے مَیں سمجھتا ہوں کہ پہلے ایک سرسری معائنہ حیدرآباد کا ضروری ہے۔

اس لئے اگر ہو سکا تو مَیں انشاءاللہ سندھ سے حیدرآباد کی طرف روانہ ہوں گا۔ پروگرام یہ ہے پندرہ بمبئی ورود ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ بمبئی قیام ، ۱۹ر کو ہوائی جہاز کے ذریعہ سے حیدرآباد ، ساڑھے چھ بجے ورود حیدرآباد ۔ ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ر حیدرآباد قیام ، ۲۲ر کی شام کو سات بجے دہلی جانے والی گاڑی سے پنجاب کی طرف رجُوع۔

میرے ساتھ ایک میری بیوی مریم صدیقہ ، لڑکی امۃ القیوم اور ہمشیرہ مبارکہ بیگم ہونگی۔ چھ سات دوسرے ہمراہی ہونگے۔ یہ لوگ ریل سے سفر کر کے بمبئی سے حیدرآباد پہنچیں گے۔

مَیں یہ چاہتا ہوں کہ یہ ہمارا سفر صرف غیر رسمی رہے یعنی کوئی لیکچر وغیرہ یا شور نہ ہو۔ اگر بعض خاص آدمیوں سے ملاقات کی ضرورت سمجھی گئی تو جماعت کے مشورہ سے مَیں ان کو ملنے کا موقعہ دے دوں گا۔ اس سے زیادہ نہیں۔

میرا پروگرام یہ ہوگا جس کے متعلق آپ مذکورہ دوستوں سے مشورہ کر کے تفصیلات طے کرلیں۔ (۱) حیدرآباد کا موٹر میں ایک عام چکر جس سے اس کی عظمت اس کے علاقہ کی وسعت، آبادی کی طرز وغیرہ کا علم ہو جائے (۲) علمی اداروں کا دیکھنا (۳) تاریخی یادگاروں کا دیکھنا (۴) موجودہ ترقی یا جدوجہد کا معائنہ۔

آپ اس مشورہ میں اگر چاہیں تو نواب اکبر یار جنگ صاحب کو بھی شامل کر سکتے ہیں۔ ایک مجلس ایسی رکھی جا سکتی ہے جس میں سب جماعت کے دوست جمع ہوں اور میں انہیں مختصر ہدایات دوں جمعہ کا دن اس دوران میں آئے گا۔ وہ لازماً میں مسجد میں پڑھوں گا اور جماعت سے ملاقات ہو جائے گی۔

. . . . چونکہ مجھے مردوں کے ساتھ پھرنا ہوگا اس لئے عورتوں کی سیر کا الگ انتظام کر دیا جائے۔ یعنی روزانہ پروگرام طے ہو کر پہلے بتا دیا جائے کہ عورتیں اپنا وقت اس طرح خرچ کریں گی۔ اور میرا پروگرام اس اس طرح ہوگا۔

تحریک جدید نے جہاں کھانے کے متعلق سادگی پیدا کر دی ہے وہاں میرے جیسے بیمار کے لئے مشکلات بھی پیدا کر دی ہیں ایک کھانے کی وجہ سے۔ سوائے خاص حالات کے چاول میں نہیں کھا سکتا روٹی کھاتا ہوں کیونکہ چاول کم پچتے ہیں۔ اگر ایک سالن ہماری پنجابی طرز کا پک سکے اور تنور کی یا توے کی چپاتی مل سکے تو مجھے سہولت رہیگی۔ حیدرآباد کی طرف پیاز کی کثرت اور میٹھا اور کھٹا کھانے میں ملا دیتے ہیں جو میرے معدے کے لئے سخت مُضر ہوتا ہے اور مجھے بہت جلد ایسے کھانوں سے بخار ہو جاتا ہے۔ گو مجھے کھانے کے متعلق یہ ہدایت دینے سے شرم محسوس ہوتی ہے مگر چونکہ میری صحت سخت کمزور ہے اور میری زندگی درحقیقت ایسی ہے جیسے ربڑ کی گڑیا میں پھونک مار کر بٹھا دیتے ہیں اس طرح اللہ تعالےٰ کی پھونک ہی کچھ زندہ رکھے جاتی ہے اس وجہ سے مجھے باوجود حیا کے یہ امر لکھنا پڑا۔

مَیں پرسوں سندھ جا رہا ہوں۔ اس بارے میں اگر کوئی اور بات آپ نے پوچھنی ہو تو ناصر آباد (کنجیجی) ضلع میرپور خاص سندھ کے پتہ پر خط لکھیں۔

بمبئی ہم جہاز کے ذریعہ سے آئیں گے، میرے ساتھ پرائیویٹ سکرٹری کے علاوہ صرف چند معاون کار ہونگے شائد کوئی دوست قادیان سے میری ہدایت کے مطابق آجائیں۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد "[1]

---

[1] اصل مکتوب حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحبؓ کے ورثاء کے پاس محفوظ ہے۔

قادیان سے بمبئی تک

حضرت اقدس قادیان سے بذریعہ ٹرین ۳؍اکتوبر ۱۹۳۸ء[1] کو سندھ پہنچے اور اراضیٔ سندھ کا معائنہ فرمانے اور ضروری ہدایات دینے کے بعد ۱۳؍اکتوبر ۱۹۳۸ء[2] کو لاہور میل سے کراچی وارد ہوئے اور اسی روز بحری جہاز سے روانہ ہو کر ۱۶؍اکتوبر ۱۹۳۸ء[3] کو بمبئی پہنچے بندرگاہ پر جماعت احمدیہ بمبئی نے اپنے امیر حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب اور مقامی مبلغ مولانا ابوالعطاء صاحب کی قیادت میں حضور کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ بمبئی میں اس وقت امیر جماعت حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب تھے اور انہوں نے ہی ایک محلہ میں رہائش کے لئے ایک بالاخانہ کرایہ پر حاصل کیا تھا۔ حضور پہلے روز بارہ بجے رات تک مجلس میں نماز مغرب و عشاء جمع کرنے کے بعد گفتگو فرماتے رہے۔ اس میں ایک سابق گورنر پنجاب سر ایمرسن کا واقعہ بھی بیان فرمایا تھا جو کہ حضور کے وصال کے بعد اخبار بدر میں ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے کے ایک مضمون میں شائع ہو چکا ہے۔ وہاں حضرت سیٹھ صاحب نے اپنے مکان پر حضور اور حضور کے رفقاء کی دعوت بھی فرمائی تھی۔ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کی بھتیجی بمبئی میں ہی مقیم تھیں۔ ان کے خاندان نے دعوت کی۔ جائے قیام سے غالباً دس بارہ میل دُور ان کی جائے رہائش تھی۔ وہ موٹروں میں سارے قافلہ کو اپنے ہاں لے گئے۔

جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے کا بیان ہے کہ

"بمبئی میں حضور نے ایک بار خود ہی ایک ہوائی جہاز کے پانچ ٹکٹ خرید کئے۔ چار اپنے خاندان کے لئے اور ایک میرے لئے۔ وہاں ایسے ہوائی جہاز کا انتظام غالباً کسی کمپنی کی طرف سے تھا جو مختصر وقت میں بمبئی کی سیر کراتی تھی۔ صرف پانچ ہی سیٹیں اس میں تھیں۔ مَیں ہوا باز کے پاس کی سیٹ پر تھا اور حضور اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ پیچھے تشریف فرما تھے۔ تیرہ صد پچاس فٹ تک جہاز نے اُڑان کی تھی اور نصف گھنٹہ کے قریب صرف ہوا تھا۔ ہوائی اڈہ تک اور واپسی پر مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی اور مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب (جو اس وقت بمبئی کے مبلغ تھے ساتھ تھے"[4]

حیدر آباد دکن میں آمد اور مصروفیات

حضور چند دن تک بمبئی میں فروکش رہنے کے بعد بذریعہ ریل ۱۹؍اکتوبر ۱۹۳۸ء کو بوقت دوپہر روانہ ہو کر ۲۰؍اکتوبر ۱۹۳۸ء بروز پنجشنبہ صبح

---

[1] "الفضل" ۵؍اکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ [2] "الفضل" ۱۶؍اکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱۔

[3] "الفضل" ۱۹؍اکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱۔

[4] مکتوب ملک صلاح الدین صاحب ایم اے بنام مؤلف محررہ ۱۰؍جولائی ۱۹۶۸ء۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا حیدر آباد کے مضافاتی ریلوے اسٹیشن بیگم پیٹھ پر ورود مسعود

(ناموں کی تفصیل ضمیمہ میں ملاحظہ ہو)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خان بہادر احمد الہ دین نواب احمد نواز جنگ بہادر کی کوٹھی میں رونق افروز ہیں۔

(ناموں کی تفصیل ضمیمہ میں درج ہے)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مشہور تاریخی مسجد نواب خان دوران خان دہلی میں

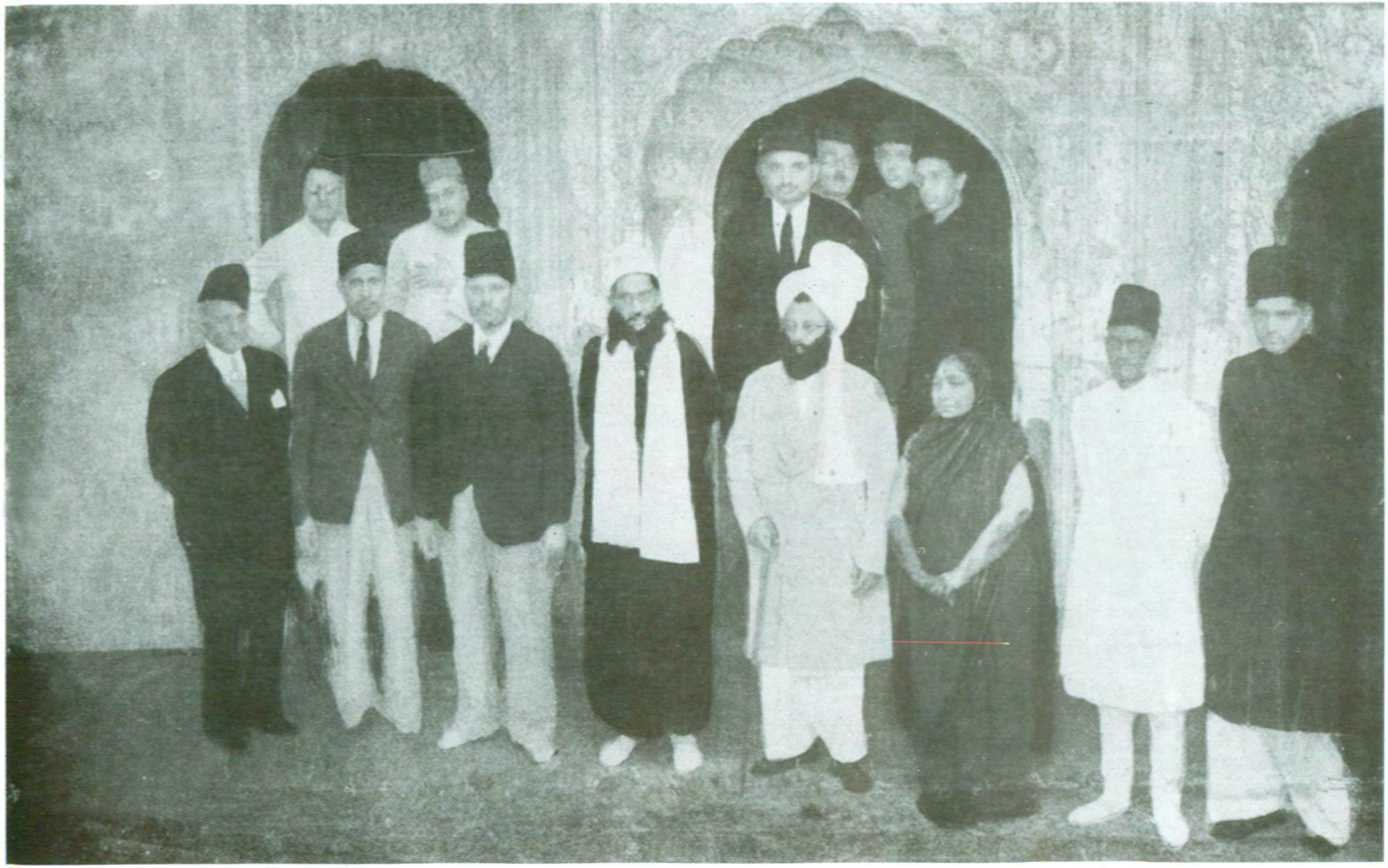

پہلی قطار دائیں سے بائیں۔ ۱۔ چوہدری نصیر احمد پرسنل اسسٹنٹ سر ظفر اللہ خان صاحب۔ ۲۔ سید اشتیاق احمد چشتی عرف چشتی ناتھ۔
۳۔ مسز سروجنی نائیڈو۔ ۴۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ ۵۔ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی۔ ۶۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب۔
۷۔ شیخ اعجاز احمد کمرشل جج۔ ۸۔ ڈاکٹر لطیف صاحب۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک دعوت ولیمہ میں ''۲۲ دسمبر ۱۹۳۸ء

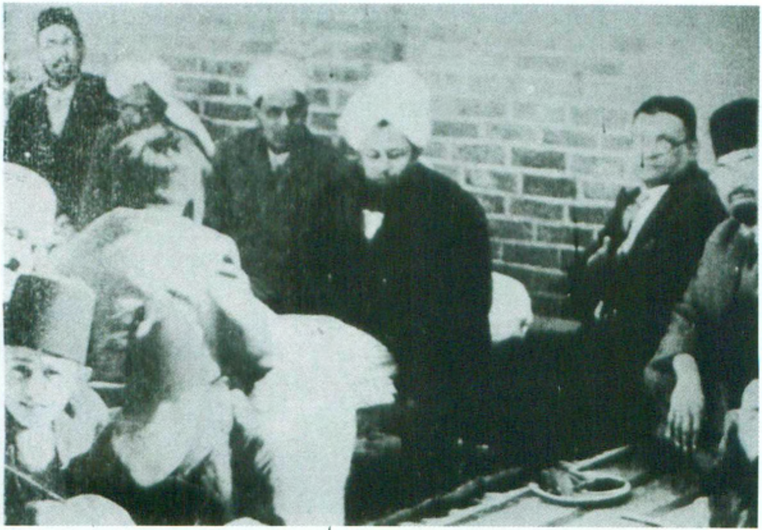

دائیں سے بائیں:۔۱۔۔۔؟ ۲۔ڈاکٹر محمد عمر صاحب لکھنوی۔۳۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ۔۴۔بابو عبدالمجید صاحب۔۵حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر مبلغ انگلستان ونائیجیریا۔۶۔بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر محلّہ دارالرحمت شریف منزل قادیان

بیرونی ممالک کے لئے چھ مبلغین کی روانگی (یکم فروری ۱۹۳۶ء)

۸½ بجے حیدر آباد کے مضافاتی ریلوے اسٹیشن بیگم پیٹھ پر رونق افروز ہوئے۔

جماعت احمدیہ حیدر آباد نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آمد کے سلسلہ میں نہایت وسیع پیمانے پر ریاستی روایات کے تحت شاندار انتظامات حضرت سیٹھ محمد غوث صاحبؓ کے زیر انتظام کئے تھے۔ حضور کے مکتوب موصولہ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کی ہدایات کی روشنی میں اس امر کو پیش نظر رکھا گیا تھا کہ سارے شہر کی سیر ہو جائے جس سے حضور کو حیدر آباد کے تاریخی و اسلامی شہر کی عظمت اور اس کی وسعت کا ایک اندازہ ہو جائے اور اس کے علاوہ حیدر آباد کے علمی اداروں اور تاریخی یادگاروں اور حالیہ صنعتی ترقی کے معاینہ کا بھی موقعہ مل جائے۔ حضور کی اس سیر کا انتظام سیٹھ محمد اعظم صاحب کے سپرد تھا اور حضور کی اس ہدایت پر کہ حضور کے ساتھ جو خواتین تھیں اُن کی سیر کا علیحدہ انتظام کیا جائے اس کے انچارج سیٹھ محمد معین الدین صاحبؓ[1] مقرر کئے گئے تھے۔ حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب کے چھوٹے بھائی خان بہادر احمد الہ دین صاحب المخاطب نواب احمد نواز جنگ بہادر جو اگرچہ سلسلہ بیعت میں شامل نہ تھے لیکن حضور سے بیحد عقیدت رکھتے تھے انہوں نے حضور کے قیام بمبئی کے دوران تحریری طور پر درخواست کی تھی کہ حضور سکندر آباد میں جو حیدر آباد ہی کا ایک حصہ ہے اُن کی کوٹھی پر اُن کے معزز مہمان کے طور پر قیام فرماویں جس کو حضور نے قبول فرما لیا تھا۔

حضور کے ورود مسعود کی اطلاع ریاست حیدر آباد کے اضلاع کے احباب کو دے دی گئی تھی اور وہ کثیر تعداد میں حیدر آباد پہنچ گئے تھے۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو جب حضور حیدر آباد کے مضافاتی ریلوے اسٹیشن بیگم پیٹھ پر رونق افروز ہوئے تو وہاں جماعت ہائے احمدیہ کے صرف نمائندہ اصحاب نیز حیدر آباد و سکندر آباد کے بعض اور مخصوص احباب موجود تھے جن میں سے بعض حضور کے خویش واقارب تھے۔ حضور کے ریل سے اُترتے ہی احمدیہ گروپ نے سلامی دی اور نعرہ تکبیر سے سارا سٹیشن گونج اُٹھا۔ اس کے بعد مولوی سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد نے حضور کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور اسی رنگ میں اظہارِ اخلاص مقامی خواتین نے ان خواتین محترم کے ساتھ کیا جو حضور کی معیت میں تشریف لائی تھیں۔ احبابِ جماعت پلیٹ فارم پر خطِ مستقیم کی صورت میں استادہ تھے۔ حضور بکمال شفقت و مہربانی ہر ایک سے مصافحہ کرتے گئے۔ ساتھ ساتھ مولوی سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد ہر ایک کا مختصر تعارف بھی کراتے گئے۔ اسٹیشن کا بیرونی احاطہ موٹروں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ معہ خدام میں جب حضور سٹیشن سے باہر تشریف لائے تو اس موقعہ کا فوٹو لیا گیا۔ حضور اہلبیت اور کارکنوں کی معیت میں موٹروں میں سوار ہو کر نواب احمد نواز جنگ بہادر کی کوٹھی موسومہ الہ دین بلڈنگ سکندر آباد تشریف لائے جہاں حضور نے چار روز قیام فرمایا۔

---

[1] فرزند حضرت سیٹھ محمد غوث صاحب مرحوم۔

پہلے روز کی مصروفیات پہلے روز حضور کی مصروفیات میں شہر کی وسعت کا معائنہ[۱] اور آپ کی قیامگاہ پر معززین کی ملاقات رہی۔ شام کو حضور نے جناب عبداللہ الٰہ دین صاحب امیر جماعت احمدیہ سکندر آباد کے تعمیر کردہ احمدیہ جوبلی ہال واقع افضل گنج میں جماعت ہائے احمدیہ سلطنت آصفیہ کے دو سو سے زائد احباب جماعت سے ملاقات فرمائی۔ بعد ادائے نماز مغرب و عشاء سید حسین صاحب ذوقی نے نہایت رقت آمیز لہجہ میں ایک سلام (منظوم) حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ اس کے بعد حضور نے جماعت کے ساتھ لمبی دعا فرمائی اور مجلس برخاست ہوئی۔ یہاں سے حضور مع خدام جناب سیٹھ محمد غوث صاحب سکرٹری بیت المال کے شہر والے مکان پر دعوتِ طعام میں تشریف لے گئے جہاں اپنے خدام سے عام ملکی حالات پر تبادلہ خیال فرماتے رہے اور پھر حضور الٰہ دین بلڈنگ سکندر آباد تشریف لے گئے۔

دوسرے روز کی مصروفیات دوسرے روز دوپہر تک عام ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ پھر ایک بجے زبدۃ الحکماء حکیم میر سعادت علی صاحب کے مکان چوک اسپان پر تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مولوی سید بشارت احمد صاحب کے ہاں "بشارت منزل" پر حضور تشریف لے گئے جہاں جماعت کی جانب سے حضور کی دعوت کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور جس میں علاوہ بلدہ کے اضلاع کی جماعتوں کے احباب بھی شریک تھے۔ اثنائے تناولِ طعام میں جناب سید حسین صاحب ذوقی نے نظم[۲] "خوش آمدید" سنائی جناب ہرمز صاحب ایک حیدر آبادی شاعر نے قطعات مدحیہ عرض کئے جس میں حضور کی اس دعوت میں شرکت کی برجستہ تاریخ حیدر آباد کے سرکاری سال (فصلی) کی برآمد کی۔ مصرع تاریخ ہے :۔

"مکانِ بشارت میں محمود مہماں"
۱۳۴۸ فصلی

خطبہ جمعہ و نکاح دعوتِ طعام کے بعد حضور کا فوٹو عہدہ دارانِ جماعت کے ساتھ لیا گیا۔ جس کے بعد حضور نماز جمعہ کے لئے مکان انجمن موسومہ "احمدیہ لیکچر ہال" واقع بی بی بازار تشریف لے گئے۔

---

[۱] ملک صلاح الدین صاحب ایم اے کا بیان ہے کہ الٰہ دین بلڈنگ میں پہنچنے کے بعد حضور نے دو کاروں میں حیدر آباد دکن کے شہر کا چکر لگایا۔ ہمیشہ وہاں حضور والی کار میں حضرت سید بشارت احمد صاحب وکیل، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب اور سیٹھ محمد اعظم صاحب لازماً ساتھ ہوتے تھے۔ شہر کے چکر میں خاکسار اور دیگر بعض احباب دوسری کار میں تھے۔ حضور نے ایک دفعہ رؤیا دیکھی تھی کہ حضور نے اس شہر کا چکر لگایا ہے اور معائنہ کیا ہے اس بناء پر حضور نے یہ چکر لگایا تھا۔

[۲] یہ نظم "الحکم" ۷ اپریل ۱۹۴۱ء صفحہ ۲ پر چھپ گئی تھی۔

جہاں ایک ہزار مردوں اور عورتوں کا مجمع تھا۔ احبابِ جماعت کے علاوہ شہر کے رؤسا، نواب، جاگیردار و دیگر معزّزین بصد شوق و اخلاص تشریف لائے۔ حضور نے ایک دِل ہلا دینے والا حقائق و معارف سے لبریز خطبۂ جُمعہ ارشاد فرمایا جس میں صحابۂ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جاں نثاریوں، قربانیوں کا نقشہ نہایت دلکش و دردانگیز پیرایہ میں کھینچا اور اسی جذبہ کو کامیابی و کامرانی کی کُنجی قرار دیا۔ اس کے بعد اپیل کی کہ اب بھی حُبِّ رسُولؐ کے جذبہ کی ضرورت ہے۔ اپنے اعمال کو ہمیشہ دیکھ لیا کرو کہ آیا وہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی تعلیم کے مطابق ہیں یا نہیں۔ کچھ اس انداز میں یہ خطبہ ارشاد ہوا کہ سامعین بے تاب ہو گئے اور بعض کی چیخیں نکل گئیں۔ اور وہ زار و قطار رونے لگے۔ نمازِ جُمعہ و عصر جمع کرائی گئیں۔ اس کے بعد حضور نے تین اصحاب کے نکاحوں کا ایک مشترکہ خطبہ پڑھا جس میں پھر خطبہ جمعہ کے خیالات کا عکس جلوہ گر ہوا۔ آپ نے تبلیغ کے متعلق اس قدر پُراثر پیرایہ میں سامعین کو مخاطب فرمایا کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں ہو سکتا۔ آپ نے گمراہ مخلوق کو خدا تعالیٰ کے گمشدہ بچے قرار دیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ مجھے سب سے بڑھ کر متاثر کرتا ہے جب مَیں سُنتا ہوں کہ کسی کا بچہ گم ہو گیا۔ اگر کسی کا بچہ فوت ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ اُسے چند دن کے بعد صبر آ جائے۔ لیکن بچّہ گم ہو جانے کا واقعہ اس قدر دردناک ہوتا ہے کہ ہمیشہ تازہ رہتا ہے۔ یہ خیالات سامنے ہوتے ہیں کہ نہ معلوم وہ کس بیدرد کے ہاتھ لگ گیا۔ معلوم نہیں وہ کس درجہ مصیبت و آفت میں مبتلا ہو گا۔ شاید وہ مار کھا رہا ہو یا بیمار ہو۔ اس کی بیکسی پر کسی دم نہ ماں کو چین آتا ہے نہ باپ کو۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے بڑھ کر قلق خدا تعالےٰ کو اپنے بچھڑے ہوئے بندوں کے متعلق ہوتا ہے جب گمشدہ بچّہ ماں باپ کو مل جاتا ہے تو اُن کی خوشی کا کیا کہنا۔ اس سے بہت بڑھ کر خوشی خدا تعالےٰ کو ہوتی ہے جب اُس کا ایک بندہ اُس سے آکر ملتا ہے۔ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم خدا سے ملنے کا ذریعہ ہے۔ جو اس تعلیم سے آگا وہ خدا سے مِلا۔ پس تم اُٹھو، بیدار ہو، کوشش کرو کہ خدا کی بھٹکی ہوئی مخلوق کو اُس کے آستانہ پر لا ڈالو اور خداوند تعالےٰ کی خوشنودی کے وارث ہو۔

اس خطبہ کے آخر میں حضور نے تحریک فرمائی کہ احبابِ جماعت ایک ایک ماہ کے لئے اپنے اوقات وقف کریں اور یہ واقفین ریاست کے مختلف اضلاع میں پہنچیں اور حضور کے خطبہ کی روشنی میں تبلیغ کریں اور سب سے زیادہ زور اتحاد بین المسلمین پر دیں۔

اس اثر انگیز خطبہ کے دوران ہر شخص نے جان لیا کہ یہی نصب العین اس کے لمحاتِ زندگی کا بہترین سرمایہ ہے جن غیر احمدی اکابر نے ان خطبات کو سُنا وُہ بیساختہ کہہ اُٹھے کہ ہمیں بڑا مغالطہ تھا۔ احمدیوں کی زبان سوائے آنحضرتؐ

صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے کسی اَور کا گُن گاتی ہی نہیں۔ ہم باور نہ کریں گے کہ یہ جماعت اسلام سے ہٹی ہوئی ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عین اسلام ہے۔ ان باتوں کا چرچا وہ اپنے اَور دوست احباب سے بھی کرنے لگے۔ اور ایک عام خوشگوار رَدِّ عمل پڑی۔

حضور نے خطبہ نکاح کے بعد درجن سے زائد زیر تبلیغ اصحاب کی بیعت لی۔ ان کے علاوہ اس بیعت میں وہ اصحاب بھی شامل ہوئے جنہیں حضور کے ہاتھ پر بیعت کا شرف اب تک حاصل نہیں ہوا تھا۔ احمدیہ ہال رنگا رنگ کی جھنڈیوں سے مُزیّن تھا اور ایک سُرخ رنگ کے کپڑے پر " اے آمدنت باعث آبادئ ما " و " اَھْلاً وَسَھْلاً وَ مَرْحَبًا " کے الفاظ لکھے تھے۔

نواب اکبر یار جنگ بہادر کی طرف سے عصرانہ

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد نواب اکبر یار جنگ بہادر کی بیرون شہر کوٹھی واقع عنبر پیٹھ پر حضور تشریف لے گئے جہاں حضور کے اعزاز میں نہایت وسیع پیمانہ پر پُر تکلف عصرانہ دیا گیا اور شب میں دعوتِ طعام بھی تھی۔ احمدیہ لیکچر ہال سے حضور کے تشریف لے جانے کے بعد اسی مقام پر ایک اور عصرانہ کا انتظام تھا۔ جس میں جُملہ احمدی مستورات نے حضور کے اہل بیت کا پُر خلوص خیر مقدم کیا۔ جناب حکیم میر سعادت علی صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے ایک مدحیہ نظم سُنائی جسے فریم میں مزیّن کر کے پیش کیا گیا۔

عمائدینِ حیدر آباد کا اجتماع

نواب اکبر یار جنگ بہادر کی طرف سے دی گئی دعوت میں عمائدینِ سلطنت و عہدہ دارانِ ذی شان و امراء جاگیرداران و دیگر معززین و وکلائے ہائیکورٹ وغیرہ کی کثیر تعداد مدعو تھی جن میں قابلِ ذکر یہ ہیں:-

(۱) سر یمین السلطنت مہاراجہ کشن پرشاد بہادر (۲) نواب فخر یار جنگ بہادر صدر المہام فنانس (۳) نواب کاظم یار جنگ بہادر چیف سکرٹری پیشی اعلیحضرت حضور نظام (۴) نواب رحمت یار جنگ بہادر کمشنر پولیس۔ (۵) نواب صمد یار جنگ بہادر معتمد فوج[۱] (۶) نواب عسکر نواز جنگ بہادر معتمد و مشیر قانونی سرکار عالی۔ (۷) رائے بہادر لشبیشر ناتھ صاحب جج ہائیکورٹ (۸) نواب ناظر یار جنگ بہادر جج ہائیکورٹ (۹) دیوان بہادر کشتماچاری سابق مشیر قانونی (۱۰) نواب بہادر یار جنگ بہادر صدر مجلس اتحاد المسلمین (۱۱) نواب دوست محمد خاں صاحب جاگیردار (۱۲) مولوی سید ابو الحسن صاحب قیصر مددگار صدارت العالیہ (۱۳) سیّد معراج الحسن صاحب ترمذی وکیل ہائیکورٹ (۱۴) مولوی ابو الحسن سید علی صاحب معتمد مجلس اتحاد المسلمین (۱۵)

---

[۱] مشہور جنرل اعظم خاں (پاکستان)۔

محمد یامین صاحب زبیری ایڈووکیٹ (۱۶) اکبر علی صاحب اخبار صحیفہ دکن وغیرہم۔

ان اصحاب سے ہندوستان کے سیاسی ومعاشی وزرعی مسائل پر حضور کی گفتگو ہوتی رہی۔ ہر مسئلہ پر حضور کی وسیع معلومات، اصابت رائے، انوکھے طرزِ استدلال و برمحل لطائف وظرائف سے حاضرینِ مجلس ششدر وحیران ہوئے۔ کئی گھنٹوں کی مصروفیت کے بعد مجلس برخاست ہوئی اور حضور اپنی فرودگاہ کو تشریف لے جاتے ہوئے سیٹھ محمد غوث صاحب کی بیرونِ شہر کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور وہاں سے چائے نوشی کے بعد گیارہ بجے شب واپس الٰہ دین بلڈنگ پہنچے۔

تیسرے روز کی مصروفیات تیسرے روز حضور نے اپنے رشتہ داروں میں اپنا کافی وقت صرف فرمایا۔ حیدر آباد و سکندر آباد کے اطراف وجوانب کے مقامات ملاحظہ فرمائے۔ حضور نے حیدر آباد کے صنعتی علاقے اور عثمانیہ یونیورسٹی کی زیرِ تعمیر عمارات بھی دیکھیں۔

اس کے بعد حضور اپنے عزیزان مرزا حسین احمد بیگ صاحب اور نواب مرزا مقصود احمد خاں صاحب کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر حضور سیٹھ مومن حسین صاحب سکرٹری امور خارجہ کے مکان واقع سعید آباد پر چند منٹ ٹھہرے۔ یہاں سے حضور نواب اکبر یار جنگ بہادر کی کوٹھی پر تشریف لائے۔ حضور نے سیٹھ محمد اعظم صاحب کو ارشاد فرمایا تھا کہ وہ نواب رحمت یار جنگ بہادر کمشنر پولیس سے حضور کی ملاقات کا انتظام کریں۔ چنانچہ سیٹھ صاحب موصوف نے اس ملاقات کا انتظام کیا تھا اور نواب رحمت یار جنگ بہادر نواب اکبر یار جنگ بہادر کی کوٹھی پر آکر حضور سے ملے۔ حضور نے اُن سے ریاست کے حالات سے واقفیت حاصل کی اور مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے مسائل پر تخلیہ میں اُن سے گفتگو فرمائی اور مشورے دیئے۔ دوپہر کا کھانا جناب مکرم فدا حسین خاں صاحب شاہجہان پوری کی انور منزل واقع کاچی گوڑہ پر تناول فرمایا۔ جہاں بہت سے معززین اور تمام اقربا حضور مدعو تھے۔ اختتامِ طعام کے بعد مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثارِ قدیمہ وجناب مرزا مقصود احمد خاں صاحب و نواب اکبر یار جنگ بہادر و مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب انسپکٹر جنرل عدالتہائے حکومت نظام سے حضور مصروفِ گفتگو رہے۔

طبقات الارض، خواص زرعی، نسلوں کے ارتقار، شاعری کے حُسن وقبح وغیرہ پر نقادانہ بحث رہی۔ اس کے بعد حضور نے فدا حسین خاں صاحب کے ایک اَور مکان دارالارشاد کو ملاحظہ فرمایا۔ جس کو صاحب موصوف سلسلہ کے لئے وقف کرچکے تھے۔

مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب کی طرف سے دعوت حضور چار بجے چائے نوشی کے لئے ملک کے ممتاز

ادیب جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب انسپکٹر جنرل عدالت ہائے حکومت نظام کے ہاں تشریف لے گئے حضرت امیر المومنینؓ کی طرف سے حضور کے رشتہ میں بعض ماموں حیدر آباد میں معزز عہدوں پر فائز تھے مثلاً مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب مرحوم جو اس وقت انسپکٹر جنرل عدالتہائے حکومت نظام تھے اور بعد میں وہ جج ہائیکورٹ ہو کر پنشن یاب ہوئے۔ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب نثر نگار ہونے کے علاوہ اعلیٰ شاعر بھی تھے۔ ان کے ہاں دعوت کے موقعہ پر انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنی ایک نعت خود خوش الحانی سے سنائی۔ اس کے بعد حضور کے ارشاد پر عطا محمد صاحب (بہریدار) خادم نے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کی مشہور نعت "عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلَامُ" خوش الحانی سے سنائی۔ [1]

چوتھے روز کی مصروفیات

چوتھے روز علی الصبح بعد نماز فجر قبل ناشتہ آپؒ مع متعلقین و خدام تاریخی مقامات کے معائنہ کے لئے روانہ ہوئے۔ قلعہ گولکنڈہ و شاہان قطب شاہی کے مقبرے ملاحظہ فرمائے۔ سلطان قلی قطب شاہ کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد حضور بالا حصار (قلعہ کی انتہائی بلندی) پر چڑھ گئے۔ اور موجود الوقت خدام کے ساتھ لمبی دعا کی۔ قلعہ کے محل وقوع، مضبوطی و برمحل موزون فوجی ضروریات کا اس کی تعمیر میں جو لحاظ رکھا گیا ہے اس کے معائنہ سے حضور بہت متاثر ہوئے۔ اس معائنہ سے فارغ ہو کر حضور عثمان ساگر تشریف لے گئے جو شہر حیدر آباد سے گیارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں حضور کے میزبان جناب خان بہادر احمد الہ دین المخاطب نواب احمد نواز صاحب او۔بی۔ای کی جانب سے ضیافت کا اعلیٰ پیمانہ پر اہتمام تھا۔ بعد معائنہ تالاب آپ اپنی قیامگاہ پر تشریف لائے جہاں احباب بکثرت ملاقات کے منتظر تھے۔ ملاقاتوں سے فارغ ہو کر آپ نے مدرسہ آصفیہ ملک پیٹھ کا معائنہ فرمایا جس کے بانی نواب ممتاز یار الدولہ بہادر ہیں۔ ایک مرتبہ قادیان شریف بھی تشریف لے گئے تھے۔ حضور نے مدرسہ کی عمارات اور اس کے محل وقوع و طالب علموں کی آسائش کے انتظامات ملاحظہ فرما کر انتہائی پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور مدرسہ کی وزیٹرز بک میں تعریفی کلمات بھی تحریر فرمائے۔ دوپہر کے وقت والدہ نواب منظور جنگ بہادر کی دعوتِ طعام سے فراغت حاصل کر کے واپس ہوئے۔

---

[1] مکتوب محررہ ۱۵ر جولائی ۱۹۶۷ء۔

[2] ملک صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "وہاں قلعہ گولکنڈہ وغیرہ کے دیکھنے کے وقت اور ایک تالاب کے پاس تفریح کے وقت بلکہ ایسے تمام مواقع پر ہم ساتھ ہوتے تھے۔ قلعہ گولکنڈہ کی سیر کے موقعہ پر مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل یادگیر جو مدرسہ احمدیہ کے تعلیم یافتہ تھے گلے میں پانی کی چھاگل لئے ہر وقت خدمت کے لئے ساتھ ہوتے تھے"۔

زنانہ میں بعض خواتین کی حضور نے بیعت لی۔ پھر نواب بہادر جناب احمد الہ دین صاحب او۔بی۔ای کا کارخانہ برف سازی اور اس کی مشینری کو ملاحظہ فرمایا۔ اس کے بعد بعض حاضر الوقت خدام کی معیت میں حضور کا فوٹو لیا گیا۔ بعد نماز مغرب حضور عازم اسٹیشن نامپلی (حیدر آباد) ہوئے۔

واپسی

بوقت روانگی اسٹیشن نامپلی (حیدر آباد) پر جماعت حیدر آباد، سکندر آباد و اضلاع کے کثیر احباب موجود تھے۔ بعض دوست ریاست میسور سے بھی حیدر آباد پہنچ گئے تھے۔ ان کے علاوہ غیر از جماعت مسلمانوں کا خاصہ مجمع بھی جوش و خروش کے ساتھ حضور کی ملاقات کے لئے بیتاب تھا مصافحہ کے لئے ایک پر ایک سبقت کر رہا تھا جب مجمع بے قابو ہونے کے درجہ تک پہنچنے لگا تو مولوی سید بشارت احمد صاحب کی درخواست پر حضور نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک مصروفِ دعا رہے۔ اس کے بعد جناب اعظم علی خاں صاحب وکیل و معتمد انجمن اتحاد المسلمین ضلع پربھنی نے جنہوں نے حضور کے اسٹیشن میں داخلہ کے وقت مسلمانانِ حیدر آباد کی جانب سے حضور کو پھولوں کے ہار زیبِ گلو کئے تھے خواہش کی کہ حضور اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے مسلمانانِ حیدر آباد کے نام کوئی پیغام دیں۔

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا پیغام مسلمانانِ حیدر آباد دکن کے نام

اس پر حضور نے نامپلی سٹیشن (حیدر آباد) پر ایک اہم پیغام دیا جو حیدر آباد دکن کے تمام روزناموں میں بھی چھپ گیا تھا۔ اخبار "رہبر" دکن ۲۶ر اکتوبر ۱۹۳۸ء نے اس کا متن درج ذیل الفاظ میں شائع کیا:

حضور نے فرمایا:-

"مَیں آج اس بلدہ سے جا رہا ہوں۔ ایک صاحب نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ مَیں اس موقعہ پر کوئی پیغام مسلمانانِ حیدر آباد کے نام دوں۔ اس مختصر سے وقت میں مَیں ایک ضروری بات کی طرف تمام احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت ایسی ہے۔ جیسے بتّیس دانتوں میں زبان ہوتی ہے۔ اس جگہ کی حالت مَیں نے خود کسی قدر دیکھی ہے اور بہت سے لوگوں کی زبان سے سُنا ہے جس سے مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ کام جو ہمارے آباؤ اجداد نے اشاعتِ اسلام کے بارہ میں کیا تھا، آج مسلمان اس سے غافل ہیں بلکہ اختلافات کا شکار ہو رہے ہیں۔ آج مسلمان قلت میں ہیں۔ اُن کے پاس اسباب نہایت محدود ہیں۔ اور اُن کا مقابلہ اُن لوگوں سے ہے جو بہت بڑی اکثریت رکھتے ہیں اور جن کی تنظیم نہایت اچھی ہے۔ اگر ان حالات میں بھی مسلمان یک جہتی سے کھڑے نہ ہوئے تو قریب زمانہ میں ان کی تباہی کے

آثار نظر آتے ہیں۔ اس لئے اپنی جماعت سے بھی اور دوسرے فرقہ والے دوستوں سے بھی مَیں یہ چاہتا ہوں کہ وہ اِن حالات میں اتحاد و اتفاق کی قیمت کو سمجھیں اور اختلافات کو اپنی تباہی کا ذریعہ نہ بنائیں۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ مسلمان ایسے حالات میں سے گذر رہے ہیں جن میں جانور بھی اکٹھے ہو جاتے ہیں اور لڑائی جھگڑے چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ چڑیاں آپس میں لڑتی ہیں۔ لیکن جب کوئی بچہ انہیں پکڑنا چاہتا ہے تو لڑائی چھوڑ کر الگ الگ اُڑ جاتی ہیں۔ اگر چڑیاں خطرہ کی صورت میں اختلاف کو بھول جاتی ہیں تو کیا انسان اشرف المخلوقات ہو کر خطرات کے وقت اپنے تفرقہ و اختلاف کو نظرانداز نہیں کر سکتا؟ مجھے افسوس ہے کہ مسلمانوں میں موجودہ وقت میں یہ احساس بہت کم پایا جاتا ہے۔

اسلام جس کی عظمت کو اس کے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں اور جس کی تعلیم کے ارفع و اعلیٰ ہونے کو مخالف بھی مانتے ہیں اس کی اشاعت و نصرت سے مُونہہ پھیر کر ذاتی اختلافات میں وقت ضائع کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ موجودہ خطرات اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ مسلمان باہمی اختلاف کو ایسا رنگ دیں جس سے اسلام کے غلبہ اور اس کی ترقی میں روک پیدا ہو۔ سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ پرچمِ اسلام کو بلند رکھنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کریں۔ جنوبی ہند میں ہمارے بزرگوں نے اسلام کی شوکت کو قائم کیا۔ اس زمانہ میں ہمارا فرض ہے کہ اس عظمت کو دوبارہ قائم کریں اور اس کے لئے تمام مسلمانوں کی متحدہ کوشش نہایت ضروری ہے۔

پس اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مَیں تحریک کرتا ہوں کہ **ہندوستان کے جنوب میں مرکزِ اسلام** کی حفاظت کیلئے جُملہ مسلمان مِل کر کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو۔"[1]

حضور انور کا یہ پیغام عام طور پر گہری دلچسپی سے پڑھا گیا۔ حیدر آبادی مسلمانوں کی ایک سیاسی انجمن کے زعیمِ رواں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ مسلمانوں کی آج کی مصیبت میں اگر کوئی کام دے سکتے ہیں تو وہ احمدی ہیں جو امامِ جماعت احمدیہ کے تحت پورے منظم اور حالات سے باخبر ہیں۔ اس پیغام کے بعد ریل نے سیٹی دی۔ حضورؓ "اللہ اکبر" و "امیر المؤمنین زندہ باد" کے فلک بوس نعروں میں براستہ بلہار شاہ آگرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ بعض احباب دُور ایک جنکشن قاضی پیٹھ تک الوداع کہنے کے لئے آئے تھے۔ جہاں حضور نے نماز مغرب و عشاء جمع کروا کر پڑھائیں۔

---

[1] "الفضل" ۱۰ر نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۷۔

خصوصی خدمت بجالانے والے مخلص

دورانِ قیام میں حضور کے ہمراہ مولوی سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد، سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب امیر جماعت احمدیہ سکندر آباد، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی، شیخ محمود احمد صاحب عرفانی، سیٹھ محمد اعظم صاحب، سیٹھ معین الدین صاحب نیز مختلف مواقع پر دیگر خدام میں سے سیٹھ محمد غوث صاحب سکرٹری بیت المال، نواب اکبر یار جنگ بہادر، مولوی فضل حق خاں صاحب ناظم عدالت ضلع، نواب غلام احمد خاں صاحب وکیل ہائیکورٹ، عبد القادر صاحب صدیقی سکرٹری دعوۃ و تبلیغ، مولوی حیدر علی صاحب سکرٹری تالیف و تصنیف، مولوی محمد لقمان صاحب اور جناب حکیم میر سعادت علی صاحب بھی ساتھ رہے۔

خدام الاحمدیہ کے رضاکار

حضور کے استقبال و انتظامات آمد و رفت کے لئے خدام الاحمدیہ کے رضاکاروں کا انتظام زیرِ نگرانی مولوی محمد لقمان صاحب (حال لائل پور) کیا گیا تھا۔ ان خدام کے ذمہ یہ بھی ڈیوٹی تھی کہ شب و روز حضور کی قیامگاہ پر باری باری پہرہ دیں۔ ڈاکٹر میر احمد سعید صاحب سالار احمدیہ کور نے باوردی حضور کے باڈی گارڈ کے فرائض انجام دیئے۔ ابو حامد صاحب ان کے مددگار تھے[1] جیسا کہ پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے۔

ریاست حیدر آباد کی ایک اہم خصوصیت

ریاست حیدر آباد کو ایک یہ خصوصیت حاصل ہے کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے کئی ایک رشتہ دار دہلی اور لوہارو سے ہجرت کر کے وہاں آباد ہو گئے ہیں اور جہاں وہ اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہیں۔ ان میں سے مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب (انسپکٹر جنرل عدالتہائے حکومت حیدر آباد) نواب منظور جنگ بہادر (کلکٹر) **نواب مرزا مقصود احمد خاں صاحب** (گورنمنٹ کنٹریکٹر) مرزا منصور احمد خاں صاحب۔ مرزا حسین احمد بیگ صاحب جج ہائیکورٹ، مرزا سلیم بیگ صاحب، مرزا رفیق بیگ صاحب اور فدا حسین خاں صاحب سے ملاقات کے لئے حضور اُن کے مکانوں پر تشریف لے گئے اور ان سب لوگوں نے حضور کے اعزاز میں پُرتکلف دعوتیں دیں۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ جو بین الاقوامی شہرت رکھتے تھے۔ اور مرزا نصیر احمد بیگ صاحب بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے تھے۔ ان میں سے سوائے فدا حسین خاں صاحب کے دوسرے تمام اصحاب جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔

حضور کا پروگرام حیدر آباد میں تین دن ٹھہرنے کا تھا۔ چنانچہ تیسرے دن شام کی ٹرین سے روانگی کیلئے سیٹھوں

---

[1] "الفضل" ۲۹ر نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۶ تا ۸ اور سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدر آبادی کی یادداشتوں سے ماخوذ۔

کی ریزرویشن ہو چکی تھی اس لئے مرزا سلیم بیگ صاحب کی دعوت کے لئے کوئی وقت نہ تھا۔ اس پر مرزا سلیم بیگ صاحب نے حضور سے عرض کیا کہ بزرگوں سے سُنا تھا کہ آپ ہمارے رشتہ دار ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر آپ کو اپنے ایک عزیز کی دعوت قبول کرنا ہو گی خواہ اس کے لئے ایک دن اور قیام کرنا پڑے۔ اس پر حضور نے نہایت خوشی سے اپنے قیام کی مدت میں ایک دن کا اضافہ کر کے اور ریزرویشن منسوخ کروا کر مرزا سلیم بیگ صاحب کی دعوت کو منظور فرمایا۔ اس طرح حضور نے اپنے ننھیالی رشتہ داروں کے جذبات و احساسات کا خاص خیال رکھا اور دوسروں کے لئے نمونہ قائم فرمایا۔

حضور نے حیدر آباد کے قیام کے دوران میں حیدر آباد کی تہذیب و تمدن، وہاں کے لوگوں کے اخلاق، شائستگی، مہمان نوازی اور رواداری، اُن کے لباس، رہن سہن، نفاست و صفائی اور شہر حیدر آباد کی عمارتوں کی خوبصورتی کی جو اسلامی فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ ہے، بڑی تعریف فرمائی۔ ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو جمعہ کا دن تھا۔ اس دن نماز جمعہ کے وقت حضور شہر کی مرکزی مسجد (مکہ مسجد) کے آگے سے گذرے اور وہاں سینکڑوں موٹر کاروں کو کھڑے دیکھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ یہ ان لوگوں کی کاریں ہیں جو نماز جمعہ ادا کرنے آئے ہیں بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ اُمراء اور صاحبِ حیثیت لوگوں میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا یہ شوق بہت قابلِ تعریف ہے۔

حیدر آباد سے آگرہ تک

حیدر آباد سے رخصت ہو کر حضرت امیر المومنینؓ آگرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے کا بیان ہے کہ آگرہ سے ایک دو سٹیشن قبل حضور نے فرمایا کہ چونکہ تاج محل کو چاندنی میں دیکھنا ہی اصل دیکھنا ہوتا ہے اس لئے بہت جلد ٹیکسی کا انتظام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہاں اُترتے ہی خاکسار نے انتظام کر دیا۔ حضور مع خاندان تاج محل کو تشریف لے گئے اور خاکسار ایک ہوٹل میں سامان لے گیا اور حضور کے ارشاد کے مطابق کھانے کا آرڈر دیا اور پھر تاج محل پہنچ گیا۔ پھر وہاں سے حضور قلعہ دیکھنے تشریف لے گئے۔ وہاں اتفاقاً بشیر احمد صاحب سکھروی (جو وہاں کاروبار کرتے تھے اور قادیان میں تعلیم پائی تھی) اور حضرت بابو اکبر علی صاحب انسپکٹر ورکس (والد کرنل ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب) کو علم ہو گیا اور وہ اور مکرم سیٹھ اللہ جوایا صاحب آگرہ (جو آجکل ملتان میں مہاجر ہیں) قلعہ میں آگئے اور قلعہ کے دیکھنے تک ساتھ رہے۔ پھر ہوٹل سے کھانا لیا اور حضور مع تمام قافلہ فتح پور سیکری ٹیکسیوں پر گئے۔ اور ایک مسلمان بھی ساتھ لیا جو اس دوران میں ان لوگوں کے معمول کے مطابق ہر طرح کے قصے بیان کرتا رہا۔ وہاں دیوانِ خاص وغیرہ کی عمارت کے اُوپر ہی کھانا کھایا گیا۔ حضور نے حضرت سلیم چشتیؒ کے مزار پر دُعا فرمائی اور مزار سے باہر نکل کر حضور کے فرمان پر اُن مجاوروں کو چند روپے خاکسار نے دیئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضور ہوٹل میں تشریف لائے ظہر و عصر

کی نمازیں پڑھائیں جس میں مقامی احباب بھی شامل ہوئے اور ایک یا دو احباب نے بیعتیں بھی کیں۔ مجھے ارشاد فرمایا کہ پہلے جاکر حضور اور حضور کے خاندان کے لئے سیکنڈ کلاس میں سیٹیں دہلی کے لئے ریزرو کرالوں۔ اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر نے جو مسلمان تھا وعدہ کیا اور گاڑی آنے پر حضور کے حسب منشاء انتظام کر دیا۔"[1]

دہلی میں آمد

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ آگرہ سے روانہ ہو کر ۲۵؍اکتوبر ۱۹۳۸ء کو بوقت ۸ ½ بجے شب دہلی تشریف لائے۔ جماعت احمدیہ دہلی و شملہ نے نئی دہلی کے اسٹیشن پر حضور پُرنور کا استقبال کیا۔ حضور نے گاڑی سے اتر کر تمام احباب کو جو ایک لمبی قطار میں کھڑے تھے، شرف مصافحہ بخشا اور پھر آنریبل چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کی معیت میں ڈاکٹر ایس۔ اے لطیف صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے جہاں ڈاکٹر صاحب موصوف نے حضور پُرنور کی دعوت طعام کا انتظام کر رکھا تھا۔ اس دعوت میں پچاس کے قریب غیر احمدی معززین شہر اور اتنی تعداد میں احمدی بھی مدعو تھے۔ یہاں حضور نے نواح دہلی کے سرسیوڑ گاؤں کے پچیس آدمیوں کی (معہ اہل و عیال) بیعت لی[2]۔ حضور نے اس موقعہ پر بیعت کرنے والوں کو نماز سمجھ کر ادا کرنے کی تاکید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جھوٹ کسی حالت میں بھی نہیں بولنا چاہیئے۔ یہ خطرناک بیماری ہے۔ بعد ازاں حضور اپنے قیام کے لئے آنریبل چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔[3]

۲۸؍اکتوبر ۱۹۳۸ء کو حضور نے نماز جمعہ پڑھائی۔ اسی روز شام کو خواجہ حسن نظامی صاحب کے ہاں دعوت

---

[1] مکتوب محررہ ۱۵؍جولائی ۱۹۶۷ء

[2] نذیر احمد صاحب ہومیو گنگا پور چک ۵۹۱ اپنے مکتوب مؤرخہ ۴؍جنوری ۱۹۵۸ء میں لکھتے ہیں:۔ "خاکسار موضع سرسیوڑ صوبہ دہلی کا مہاجر ہے اور میں نے ۱۹۳۴ء میں بیعت کی تھی۔ اسی وقت سے مخالفت شروع ہو گئی اور میرے گھر والوں نے بغیر کسی پیسہ روپیہ دیئے گھر سے الگ کر دیا تھا۔ خاکسار نے مزدوری یا پھیری وغیرہ کر کے اپنا گذارہ کیا اور گھر والوں کو تبلیغ کرتا رہا۔ چار سال کی قربانی اور دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھر والوں کے دلوں میں احمدیت کی سچائی ظاہر کر دی۔ اور جس وقت حضور دہلی آئے ۔ ۱۹۳۸ء . . . . کے موقع پر میرے والد صاحب اور میرے بھائیوں نے اور بھائیوں کی بیویوں اور رشتہ داروں نے حضور کے ہاتھ پر دہلی پہنچ کر ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب کی کوٹھی میں بیعت کرنے کی اللہ تعالیٰ سے توفیق پائی ۔ اس وقت حضور کھانا کھا چکے تھے۔ مگر اس وقت تک کھانے کے برتن اُٹھائے نہیں تھے۔ دہلی کے بڑے بڑے امراء اور عہدیدار دعوت میں شامل تھے اور سب کی موجودگی میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیعت لی تھی"

[3] "الفضل" ۳۰؍اکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۲ ؎

ہوئی اور درگاہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے قریب مسجد نواب خاں دوراں میں حضور کا ایک گروپ فوٹو بھی کھینچا گیا جس میں حضور کے ہمراہ چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب، شمس العلماء خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی، مسز سروجنی نیڈو وغیرہ عمائد معززین موجود تھے۔

خواجہ حسن نظامی صاحب کے بعد خان بہادر اکبر علی صاحب کے ہاں دعوت تھی جس میں بہت سے معززین شہر مدعو تھے۔

حضور کی ان ملاقاتوں کا دہلی کے معززین پر خاص اثر ہوا۔ اور کئی لوگ سلسلہ احمدیہ میں بھی داخل ہوئے۔[1]

دہلی سے روانگی

۲۸ اکتوبر ۱۹۳۸ء کی شب کو حضور فرنٹیر میل سے روانہ ہوئے۔ اسٹیشن پر الوداع کہنے کے لئے چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب، خان بہادر محمد سلیمان صاحب، خان صاحب ایس سی حسنین، شیخ رحمت اللہ صاحب انجنیئر، جناب جوش ملیح آبادی، خان بہادر کے۔ ایم حسن، شیخ اعجاز احمد صاحب سب جج، چودھری بشیر احمد صاحب سب جج، چودھری نصیر احمد صاحب بی اے ایل ایل بی ڈاکٹر ایس۔ اے لطیف صاحب اور احباب جماعت دہلی و شملہ حاضر تھے۔[2]

قادیان میں تشریف آوری

حضرت امیر المومنینؓ دہلی سے روانہ ہو کر اگلے روز ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو مع خدام بخیریت دارالامان تشریف لائے۔[3]

تبلیغی نقطۂ نگاہ سے سفر کے تاثرات

یہ سفر دورِ خلافتِ ثانیہ کے ان تمام مشہور اور کامیاب سفروں میں نمایاں اور منفرد شان رکھتا ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت کے دوران اندرونِ مُلک میں اختیار کئے۔ اور جن کے دائمی نقوش تبلیغی اور علمی دونوں اعتبار سے حضور کے قلب و دماغ پر زندگی بھر قائم رہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تبلیغی نقطۂ نگاہ سے سفر حیدر آباد و دہلی کی نسبت حسب ذیل تاثرات کا اظہار فرمایا:۔

"میرے دل پر ان گالیوں کی وجہ سے ایک ناخوشگوار اثر تھا جو احرار ایجی ٹیشن کی وجہ سے ہمیں ملتی رہی ہیں اور اب بھی مل رہی ہیں۔ کیونکہ گالیاں فتح اور شکست سے تعلق نہیں رکھتیں۔ بلکہ گرا ہوا آدمی زیادہ گالیاں دیا کرتا ہے۔ بہر حال میری طبیعت پر یہ اثر تھا کہ مسلمانوں نے اِس موقعہ پر ہمارے

---

[1] "الفضل" یکم نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱-۲ ۔ [2] ایضاً
[3] ایضاً

ساتھ اچھا معاملہ نہیں کیا اور مجھے اُن کی طرف سے رنج تھا۔ شاید میرا گذشتہ سفر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت اسی غرض کے لئے تھا کہ تا میری طبیعت پر جو اثر ہے وہ دُور ہو جائے۔ مَیں نے اس سفر میں یہ اندازہ لگایا ہے کہ میرا وہ اثر کہ مسلمان شرفاء بھی اس گند میں مبتلاء ہیں اس حد تک صحیح نہیں جس حد تک میرے دل پر اثر تھا۔ مجھے اس سفر میں مُلک کا ایک لمبا دَورہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ پہلے مَیں سندھ گیا۔ وہاں سے بمبئی گیا۔ بمبئی سے حیدرآباد چلا گیا اور پھر حیدرآباد سے واپسی پر دہلی سے ہوتے ہوئے قادیان آگیا۔ اس طرح گویا نصف مُلک کا دَورہ ہو جاتا ہے۔ اس سفر کے دوران میں شرفاء کے طبقہ کے اندر مَیں نے جو بات دیکھی ہے۔ اُس سے جو میرے دل میں مسلمانوں کے متعلق رنج تھا وہ بہت کچھ دُور ہو گیا ہے۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ شریف طبقہ اب بھی وہی شرافت رکھتا ہے جو شرافت وہ پہلے رکھا کرتا تھا اور ان خیالات سے جو احرار نے پیدا کرنے چاہے تھے وہ متاثر نہیں بلکہ اُن کی گالیوں کی وجہ سے وہ ہم سے بہت کچھ ہمدردی رکھتا ہے۔ اگر مجھے یہ سفر پیش نہ آتا تو شاید یہ اثر دیر تک میرے دل پر رہتا۔ اور مَیں سمجھتا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے مجھے اس سفر کا موقع دیا اور وہ اثر جو میرے دل پر تھا کہ اتنے گند میں مسلمانوں کا شریف طبقہ کس طرح شامل ہو گیا وہ اِس سفر کی وجہ سے دُور ہو گیا۔ حیدرآباد میں مَیں نے دیکھا کہ جس قدر بھی بڑے آدمی تھے اِلاّ ماشاء اللہ۔ تھوڑے سے باہر بھی رہے ہوں گے۔ وہ اُن پارٹیوں میں شامل ہوتے رہے جو میرے اعزاز میں وہاں دی گئیں۔ ان لوگوں میں وزراء بھی تھے، امراء بھی تھے اور نواب بھی تھے۔ چنانچہ نواب اکبر یار جنگ صاحب بہادر نے جو پارٹی دی اس میں بہت سے نواب شامل ہوئے اور سارے سو دو سو کے قریب معزّزین ہوں گے جو اُن کی ٹی پارٹی میں شامل ہوئے۔ اسی طرح دوسری جگہوں میں بھی مَیں نے دیکھا کہ شرفاء، آفیسرز، ججز، اور بڑے بڑے اُمراء ان دعوتوں میں شریک ہوتے رہے اور مَیں دیکھتا رہا کہ اُن کے دلوں میں یہ احساس ہے کہ احرار کی طرف سے ہم پر سخت مظالم توڑے گئے ہیں بلکہ بہتوں نے بیان بھی کیا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں جماعت احمدیہ مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے بہت کچھ کر رہی ہے۔ اسی طرح دہلی میں جو ایک دو تقریبات ہوئیں اُن میں مَیں نے دیکھا کہ شہر کے ہر طبقہ کے لوگ اور بڑے بڑے رؤساء شامل ہوتے رہے۔ مسلمانوں میں سے زیادہ اور ہندوؤں اور سکھوں میں سے قلیل۔ اور یہ قدرتی بات ہے کہ جس شخص کے اعزاز میں کوئی تقریب پیدا کی جائے گی اس میں وہی لوگ زیادہ بُلائے

جائیں گے جو اُس کے ہم مذہب ہوں گے۔ پس ان دعوتوں میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوئے اور اُن کی باتوں سے مَیں نے معلوم کیا کہ درحقیقت احرار کا یہ دعویٰ کہ اُن کا مسلمانوں پر بہت بڑا اثر ہے اور یہ کہ وہ گند جسے شرافت برداشت بھی نہیں کرسکتی مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر چکا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ اور اس طرح میرے ان خیالات کا ازالہ ہوا جو شرفاء کے متعلق میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے اور مَیں نے سمجھا کہ اگر ان ایام میں مسلمان خاموش رہے تھے تو محض مخالفت کی ہیبت کی وجہ سے۔ نہ اس وجہ سے کہ احرار کا اُن کے دلوں پر کوئی اثر ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے بدظنّی کے گناہ سے بچا لیا۔ مجھے پرسوں اترسوں ہی حیدر آباد سے ایک معزز آدمی کا خط ملا ہے۔ وہ لکھتا ہے میں خود آپ سے ملنا چاہتا تھا کہ دیکھوں تو جس شخص کی اس قدر تعریف اور اس قدر مذمّت ہوتی ہے وہ ہیں کیسے۔ خیالات ہر شخص کے مختلف ہوتے ہیں۔ اس کے لحاظ سے جو چاہے آپ کے متعلق کہہ لیا جائے۔ مگر اِس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ آپ کے اخلاق اور آپ کی محبّت ناقابلِ اعتراض اور قابلِ تقلید ہے یہی اثر مَیں سمجھتا ہوں عام طور پر دوسرے لوگوں کے دلوں پر بھی تھا اور بجائے اس کے کہ وہ اس گند سے متاثّر ہوتے سوائے چند لوگوں کے باقی تمام شرفاء صورتِ حالات کو حیرت سے دیکھتے تھے۔ اور خواہش رکھتے تھے کہ ہم معلوم کریں یہ کیسی جماعت ہے اور اس کا امام کیسا شخص ہے۔ پس احرار کے گند سے مسلمانوں کے شریف طبقہ میں صرف تجسّس پیدا ہوا۔ ایک رَو تحقیق کی پیدا ہوئی۔ اس سے زیادہ اُنہوں نے کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ اسی طرح میرے یہاں پہنچنے پر دو چار دن کے بعد ایک مشہور مسلمان لیڈر نے جنہیں گورنمنٹ کی طرف سے سَر کا خطاب بھی ملا ہوا ہے مجھے لکھا کہ مَیں آپ کے سفر کے حالات اخبار میں غور سے پڑھتا رہا ہوں اور مَیں اس دَورہ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں حالانکہ اُن کا اس سفر سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ نہ وہ اُن شہروں میں سے کسی ایک میں رہتے تھے جہاں مَیں گیا۔ نہ وہ اُن علاقوں کے باشندے ہیں۔ ایک دُور دراز کے علاقہ میں وہ رہتے ہیں اور مسلمانوں کے مشہور لیڈر ہیں۔ مگر اُنہوں نے بھی اِس دورہ کی کامیابی پر مبارکباد کا خط لکھنا ضروری سمجھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرفاء کے دلوں میں ایک کُرید تھی اور بجائے اس گند سے متاثّر ہونے کے شریف طبقہ ایک تجسّس کی نگاہ سے تمام حالات کو دیکھ رہا تھا اور اندرونی طور پر وہ ہم سے ہمدردی رکھتا تھا۔ مَیں سمجھتا ہوں ان حالات میں مسلمانوں کے متعلق میری بدظنّی گناہ کا موجب تھی اور مَیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا

ہوں کہ اُس نے مجھے اس سفر کا موقع دے دیا تا وہ خیال جو ایک شکوہ کے رنگ میں مسلمان شرفاء کے متعلق میرے دل میں پیدا ہو چکا تھا کہ انہوں نے وہ اُمید پوری نہیں کی جو اُن پر مجھے تھی وہ دُور ہو جائے۔ چنانچہ مجھ پر اس سفر نے یہ ثابت کر دیا کہ میرا پہلا خیال غلط تھا اور درحقیقت اُن کی خاموشی صرف ہیبت کی وجہ سے تھی ورنہ شریف دل میں شریف ہی تھے اور وہ اس گند کو پسند نہیں کرتے تھے جو احرار کی طرف سے اُچھالا گیا۔" [1]

مادی یادگاروں سے عالمِ رُوحانی کا انکشاف

جہاں تک علمی پہلو کا تعلق ہے اس سفر کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ حیدرآباد دکن اور آگرہ کی قدیم تاریخی یادگاروں اور عمارتوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد جب حضور نے دہلی میں غیاث الدین تغلق کا تعمیر کردہ قلعہ ملاحظہ فرمایا تو حضور پر کوہِ تم بدھ کی طرح عالمِ رُوحانی کے انکشاف کی ایسی زبردست تجلّی ہوئی کہ آپ کی زبان پر بیساختہ جاری ہو گیا۔

"مَیں نے پا لیا۔ مَیں نے پا لیا"

اس ایمان افروز واقعہ کی تفصیلات خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے مبارک الفاظ میں درج کرنا ضروری ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"حیدرآباد میں مَیں نے بعض نہایت ہی اہم تاریخی یادگاریں دیکھیں جن میں سے ایک گولکنڈہ کا قلعہ بھی ہے۔ یہ قلعہ ایک پہاڑ کی نہایت اُونچی چوٹی پر بنا ہوا ہے اور اس کے گرد عالمگیر کی لشکر کشی کے آثار اور اہم قابلِ دید اشیاء ہیں۔ یہاں کسی زمانہ میں قطب شاہی حکومت ہوا کرتی تھی اور اس کا دارالخلافہ گولکنڈہ تھا۔ یہ قلعہ حیدرآباد سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ایک نہایت اُونچی چوٹی پر بڑا وسیع قلعہ بنا ہوا ہے۔ یہ قلعہ اتنی بلند چوٹی پر واقعہ ہے کہ جب ہم اس کو دیکھنے کے لئے آگے بڑھتے چلے گئے تو حیدرآباد کے وہ دوست جو ہمیں یہ قلعہ دکھانے کے لئے اپنے ہمراہ لائے تھے اور جو گورنمنٹ کی طرف سے ایسے محکموں کے افسر اور ہمارے ایک احمدی بھائی کے عزیز ہیں انہوں نے کہا کہ اب آپ نے اسے کافی دیکھ لیا ہے آگے نہ جائیے۔ اگر آپ گئے تو آپ کو تکلیف ہوگی۔ چنانچہ خود تو انہوں نے شریف لئے اور وہیں کھانے بیٹھ گئے۔ مگر ہم اس قلعہ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ جب مَیں واپس آیا تو مَیں نے دریافت کیا کہ مستورات کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ بھی اُوپر گئی ہیں۔ خیر تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آگئیں۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ تم کیوں گئی تھیں؟ وہ کہنے لگیں۔ انہوں نے ہمیں روکا تو تھا

---

[1] "الفضل ۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۴-۵"

اور کہا تھا کہ اُوپر مت جاؤ اور حیدرآبادی زبان میں کوئی ایسا لفظ بھی استعمال کیا تھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ اُوپر گئے تو بڑی تکلیف ہوگی مگر ہمیں تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ شاید حیدرآبادی دوستوں کو تکلیف ہوتی ہو تو خیر ہم وہاں سے پھر پھرا کر واپس آگئے۔ یہ قلعہ نہایت اُونچی جگہ پر ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نہایت شاندار اور اسلامی شان وشوکت کا ایک پُرشوکت نشان ہے۔ اس قلعہ کی چوٹی پر مَیں نے ایک عجیب بات دیکھی اور وہ یہ کہ وہاں ہزاروں چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک ایک مسجد اس سٹیج کے چوتھے یا پانچویں حصّہ کے برابر تھی۔ پہلے تو مَیں نے سمجھا کہ یہ مقبرے ہیں۔ مگر جب مَیں نے کسی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ سب مسجدیں ہیں اور اس نے کہا کہ جب عالمگیر نے اس جگہ حملہ کیا ہے تو اُسے ریاست کو فتح کرنے کے لئے کئی سال لگ گئے اور مسلسل کئی سال تک لشکر کو یہاں قیام کرنا پڑا۔ اس وجہ سے اُس نے نمازیوں کے لئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر ہزاروں مسجدیں بنا دیں۔ مجھے جب یہ معلوم ہوا تو میرا دل بہت ہی متأثر ہوا اور مَیں نے سوچا کہ اس وقت کے مسلمان کس قدر باجماعت نماز ادا کرنے کے پابند تھے کہ وہ ایک ریاست پر حملہ کرنے کے لئے آتے ہیں مگر جہاں ٹھہرتے ہیں وہاں ہزاروں مسجدیں بنا دیتے ہیں تاکہ نماز باجماعت کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔

اسی طرح آگرہ اسلامی دُنیا کے عظیم الشان آثار کا مقام ہے۔ وہاں کا تاج محل دُنیا کے سات عجائبات میں سے ایک عجوبہ سمجھا جاتا ہے۔ وہاں کا قلعہ، فتح پور سیکری اور سلیم چشتی صاحب جو خواجہ فریدالدین صاحب گنج شکر پاکپٹن کی اَولاد میں سے تھے، اُن کا مقبرہ عالم ماضی کی کیف انگیز یادگاریں ہیں۔ مَیں نے اُن میں سے ایک ایک چیز دیکھی اور جہاں ہمیں یہ دیکھ کر مسرّت ہوئی کہ اسلامی بادشاہ نہایت شوکت و عظمت کے ساتھ دُنیا پر حکومت کرتے رہے ہیں وہاں یہ دیکھ کر رنج اور افسوس بھی ہوا کہ آج مسلمان ذلیل ہو رہے ہیں اور کوئی اُن کا پُرسان حال نہیں۔

فتح پور سیکری کا قلعہ درحقیقت مغلیہ خاندان کے عُروج کی ایک حیرت انگیز مثال ہے چند سال کے اندر اندر اکبر کا اس قدر زبردست قلعہ اور شہر تیار کر دینا جس کے آثار کو اب تک امتدادِ زمانہ نہیں مٹا سکا، بہت بڑی طاقت اور سامانوں کی فراوانی پر دلالت کرتا ہے۔ یہ اتنا وسیع قلعہ ہے کہ دُوربین سے ہی اس کی حدوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ خالی نظر سے انسان اس کی حدوں کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا اور اب تک اس کے بعض حصّے بڑے محفوظ اور عمدگی سے قائم ہیں۔ یہ باتیں بتاتی ہیں کہ مسلمانوں کو بہت

بڑی طاقت اور سامانوں کی فراوانی حاصل تھی ورنہ چند سالوں کے اندر اندر اکبر اس قدر وسیع شہر اور اتنا وسیع قلعہ ہرگز نہ بنا سکتا۔ مغلیہ خاندان کے جو قلعے مَیں نے دیکھے ہیں اُن میں سے درحقیقت یہی قلعہ کہلانے کا مستحق ہے ورنہ آگرہ کا قلعہ اور دِلّی کا قلعہ صرف محل ہیں۔ قلعہ کا نام انہیں اعزازی طور پر دیا گیا ہے۔ قلعہ کی اغراض کو دکّن کے قلعے زیادہ پُورا کرتے ہیں اور یا پھر فتح پور سیکری کے قلعہ میں جنگی ضرورتوں کو مدِّنظر رکھا گیا ہے۔ دہلی میں مَیں نے جامع مسجد دیکھی۔ دہلی کا قلعہ دیکھا۔ خواجہ نظام الدین صاحب اولیاءؒ کا مزار دیکھا۔ منصور اور ہمایوں کے مقابر دیکھے۔ قطب صاحب کی لاٹ دیکھی۔ حوضِ خاص دیکھا۔ پُرانا قلعہ دیکھا۔ جنتر منتر دیکھا۔ تغلق آباد اور اوکھلا بند دیکھا۔ ہم نے اِن سب چیزوں کو دیکھا اور عبرت حاصل کی۔ اچھے کاموں کی تعریف کی اور لغو کاموں پر افسوس کا اظہار کیا۔ مسلمانوں کی ترقّی کا خیال کر کے دل میں ولولہ پیدا ہوتا تھا اور ان کی تباہی کو دیکھ کر رنج اور افسوس پیدا ہوتا تھا جن لوگوں نے ہمّت سے کام لیا اُن کے لئے دل سے آفرین نکلتی تھی اور جنہوں نے آثارِ قدیمہ کی تحقیق کی۔ بعض گڑی ہوئی عمارتوں کو کھودا، پُرانے سکّوں کو نکالا اور جو آثار ملے انہیں محفوظ کر دیا۔ اُن کے کاموں کی ہم تعریف کرتے تھے۔

ان میں سے بعض مقامات میرے پہلے بھی دیکھے ہوئے تھے جیسے دہلی اور آگرہ کے تاریخی مقامات ہیں۔ مگر بعض اس دفعہ نئے دیکھے اور ہر ایک مقام سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق ہم نے لُطف اُٹھایا۔ مَیں نے اپنے ظرف کے مطابق۔ میرے ساتھیوں نے اپنے ظرف کے مطابق، اور مستورات نے اپنے ظرف کے مطابق۔ یوں تو ہر جگہ میری طبیعت ان نشانات کو دیکھ دیکھ کر ماضی میں گُم ہو جاتی تھی۔ مَیں مسلمانوں کے ماضی کو دیکھتا اور حیران رہ جاتا کہ انہوں نے کتنے بڑے بڑے قلعے بنائے اور وہ کس طرح ان قلعوں پر کھڑے ہو کر دُنیا کو چیلنج کیا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو ہمارا مقابلہ کر سکے۔ مگر آج مسلمانوں کو کوئی پُوچھتا بھی نہیں۔ پھر مَیں اُن کے حال کو دیکھتا اور افسردہ ہو جاتا تھا۔ لیکن تغلق آباد کے قلعے کو دیکھ کر جو کیفیت میرے قلب کی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ یہ قلعہ غیاث الدین تغلق کا بنایا ہوا ہے اور اس کے پاس ہی غیاث الدین تغلق کا مقبرہ بھی ہے۔ یہ قلعہ ایک بلند جگہ پر واقع ہے۔ خاصہ اُوپر چڑھ کر اس میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ جہاں تک ٹُوٹے پھُوٹے آثار سے مَیں سمجھ سکا ہوں اُس کی تین فصیلیں ہیں۔ اور ہر فصیل کے بعد زمین اُور اُونچی ہو جاتی ہے۔ جب ہم اس پر چڑھے تو میرے ساتھ میری بڑی ہمشیرہ بھی تھیں جن کے متعلق حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے کہ "**نواب مبارکہ بیگم**"۔ اسی طرح میری چھوٹی بیوی اور امۃ الحیٰ مرحومہ کے بطن سے جو میری بڑی لڑکی ہے وہ بھی میرے ہمراہ تھیں۔ ہمشیرہ تو تھک کر پیچھے رہ گئیں۔ مگر میں، میری ہمراہی بیوی اور لڑکی ہم تینوں اُوپر چڑھے اور آخر ایک عمارت کی زمین پر پہنچے جو ایک بلند ٹیکرے پر بنی ہوئی تھی۔ یہاں سے ساری دہلی نظر آتی تھی۔ اس کا قطب مینار، اُس کا پُرانا قلعہ، نئی اور پُرانی دہلی اور ہزاروں عمارات اور کھنڈر چاروں طرف سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھ رہے تھے اور قلعہ اُن کی طرف گھور رہا تھا۔ میں اس جگہ پہنچکر کھڑا ہو گیا۔ اور پہلے تو اس عبرتناک نظارہ پر غور کرتا رہا کہ یہ بلند ترین عمارت جو تمام دہلی پر بطور پہرہ دار کھڑی ہے اس کے بنانے والے کہاں چلے گئے۔ وہ کس قدر اولُوالعزم، کس قدر باہمّت اور کس قدر طاقت و قوت رکھنے والے بادشاہ تھے جنہوں نے ایسی عظیم الشّان یادگاریں قائم کیں۔ وہ کس شان کے ساتھ ہندوستان میں آئے اور کس شان کے ساتھ یہاں مرے۔ مگر آج اُن کی اَولادوں کا کیا حال ہے۔ کوئی اُن میں سے بڑھئی ہے، کوئی لوہار ہے، کوئی معمار ہے، کوئی موچی ہے اور کوئی میراثی ہے۔ مَیں انہی خیالات میں تھا کہ میرے خیالات میرے قابُو سے باہر نکل گئے اور مَیں کہیں کا کہیں جا پہنچا۔

سب عجائبات جو سفر میں مَیں نے دیکھے تھے میری آنکھوں کے سامنے سے گذر گئے۔ دہلی کا یہ وسیع نظارہ جو میری آنکھوں کے سامنے تھا، میری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔ اور آگرہ اور حیدر آباد اور سمندر کے نظارے ایک ایک کر کے سامنے سے گذرنے لگے۔ آخر وہ سب ایک اَور نظارہ کی طرف اشارہ کر کے خود غائب ہو گئے۔ مَیں اس محویّت کے عالم میں کھڑا رہا، کھڑا رہا اور کھڑا رہا اور میرے ساتھی حیران تھے کہ اُس کو کیا ہو گیا یہانتک کہ مجھے اپنے پیچھے سے اپنی لڑکی کی آواز آئی کہ ابّاجان دیر ہو گئی ہے۔ مَیں اس آواز کو سُنکر پھر اسی مادّی دُنیا میں آگیا۔ مگر میرا دل اس وقت رِقّت انگیز جذبات سے پُر تھا، نہیں وہ خُون ہو رہا تھا اور خُون کے قطرے اُس سے ٹپک رہے تھے۔ مگر اس زخم میں ایک لذّت بھی تھی اور وہ غم سُرُور سے ملا ہوا تھا۔ مَیں نے **افسوس سے اِس دُنیا کو دیکھا اور کہا کہ مَیں نے پا لیا۔ مَیں نے پا لیا!**

جب مَیں نے کہا "مَیں نے پا لیا۔ مَیں نے پا لیا!" تو اس وقت میری وہی کیفیت تھی۔

جس طرح آج سے دو ہزار سال پہلے گیا کے پاس ایک بانس کے درخت کے نیچے گوتم بدھ کی تھی۔ جبکہ وہ خدا تعالیٰ کا قرب اور اُس کا وصال حاصل کرنے کے لئے بیٹھا اور وہ بیٹھا رہا اور بیٹھا رہا۔ یہانتک کہ بدھ مذہب کی روایات میں لکھا ہے کہ بانس کا درخت اُس کے نیچے سے نکلا اور اُس کے سر کے پار ہو گیا مگر محویت کی وجہ سے اُس کو اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ یہ تو ایک قصّہ ہے جو بعد میں لوگوں نے بنا لیا۔ اصل بات یہ ہے کہ بدھ ایک بانس کے درخت کے نیچے بیٹھا اور وہ دُنیا کے راز کو سوچنے لگا۔ یہانتک کہ خدا نے اُس پر یہ راز کھول دیا۔ تب گوتم بدھ نے یک دم اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا "مَیں نے پالیا۔ مَیں نے پالیا" میری کیفیت بھی اُس وقت یہی تھی جب مَیں اِس مادّی دُنیا کی طرف واپس لوٹا تو بے اختیار مَیں نے کہا "مَیں نے پالیا۔ میں نے پالیا"۔ اُس وقت میرے پیچھے میری لڑکی امۃ القیّوم بیگم چلی آ رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ ابا جان! آپ نے کیا پالیا؟ مَیں نے کہا میں نے بہت کچھ پالیا۔ مگر مَیں اس وقت تم کو نہیں بتا سکتا۔ مَیں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو جلسہ سالانہ پر بتاؤں گا کہ میں نے کیا پایا۔ اُس وقت تم بھی سُن لینا"[1]

فصل ششم

"سیرِ رُوحانی" کے پُر معارف اور علمی لیکچروں کا آغاز

حضور انور رضؓ نے اپنے وعدہ کے مطابق اسی سال "سیرِ رُوحانی" کے عنوان سے سالانہ جلسہ ۱۹۳۸ء پر علمی لیکچروں کے ایک مبارک سلسلہ کا آغاز فرما دیا جو ۱۹۵۸ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا اور بعد ازاں کتابی صورت میں چھپ کر اپنوں اور بیگانوں میں بیحد مقبول ہوا۔[2]

---

[1] "سیرِ رُوحانی" جلد اوّل طبع اوّل صفحہ ۸ تا ۱۲ (نیا اڈیشن صفحہ ۲ تا ۶) تقریر جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۸ء ❖

[2] حضور کے یہ یادگار لیکچر تین جلدوں میں شائع ہوئے۔ پہلی جلد میں ۱۹۳۸ء، ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۱ء کے لیکچر شامل تھے جن میں عالمِ رُوحانی کے آثارِ قدیمہ، جنتر منتر، سمندر، مساجد، قلعے، مقبرے، مینا بازار کا لطیف نقشہ کھینچا گیا تھا۔ دوسری جلد ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۱ء کی تقریروں پر مشتمل تھی اور اس میں دُنیائے رُوحانیت کے مینار، دیوانِ عام اور دیوانِ خاص کی سیر کرائی گئی تھی۔ تیسری جلد میں مندرجہ ذیل مضامین پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ عالمِ رُوحانی کا نوبت خانہ (تقریر ۱۹۵۳ء) عالمِ رُوحانی کے دفاتر (تقریر ۱۹۵۴ء) عالمِ رُوحانی کی نہریں (تقریر ۱۹۵۵ء) قرآنی باغات (تقریر ۱۹۵۶ء) عالمِ رُوحانی کے لنگر خانے (تقریر ۱۹۵۷ء) رُوحانی عالم کے کتب خانے (تقریر ۱۹۵۸ء) ❖

حضور نے اس سلسلہ کے پہلے لیکچر کی ابتداء میں فرمایا :-

"آج مَیں آپ لوگوں کو بتاتا ہوں کہ مَیں نے وہاں کیا پایا اور وہ کیا تھا جسے میری اندرونی آنکھ نے دیکھا۔

"مَیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ مَیں نے اس وقت وہاں دیکھا وہ وہی تھا جو مَیں آج بیان کرونگا۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے سے جو نظارے گذرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو راز مجھ پر کھولا گیا گو وہ تفصیل کے لحاظ سے بہت بڑی چیز ہے اور کئی گھنٹوں میں بھی بیان نہیں ہو سکتی مگر چونکہ فکر میں انسان جلدی سفر طے کر لیتا ہے، اس لئے اس وقت تو اس پر چند منٹ شاید دس یا پندرہ ہی خرچ ہوئے تھے۔ پس جو انکشاف اس وقت ہوا وہ بطور بیج کے تھا اور جو کچھ میں بیان کروں گا وہ اپنے الفاظ میں اس کی ترجمانی ہوگی اور اس کی شاخیں اور اس کے پتّے اور اس کے پھل بھی اپنی اپنی جگہ پر پیش کئے جائیں گے۔ اب مَیں قدم بقدم آپ کو بھی اپنے اس وقت کے خیالات کے ساتھ لے جانے کی کوشش کرتا ہوں" [۱]

اس وضاحت کے بعد حضور نے بتایا کہ مَیں نے اس سفر میں سولہ[۱۶] چیزیں دیکھی ہیں (۱) قلعے ، (۲) مقابر ، (۳) مساجد ، (۴) مینار ، (۵) نوبت خانے ، (۶) باغات ، (۷) دیوان عام ، (۸) دیوانِ خاص ، (۹) نہریں ، (۱۰) لنگرخانے ، (۱۱) دفاتر ، (۱۲) کتب خانے ، (۱۳) مینا بازار ، (۱۴) جنتر منتر ، (۱۵) سمندر ، (۱۶) محکمہ آثار قدیمہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ان مادّی اشیاء میں سے ایک ایک چیز کو لیا اور پھر قرآن مجید کے عالمِ روحانی میں اس کے مشابہ اور متماثل امور کو نہایت وجد آفرین طریق اور اثر انگیز پیرایہ سے بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ حضور پر کھلنے والی نئی دُنیا کے عظیم الشان آثار قدیمہ اس سفر میں دکھائی دینے والے آثار قدیمہ سے بہت زیادہ شاندار ہیں۔ اُس رُوحانی دُنیا کے جنتر منتر انسانی طاقت سے بالا ، اُس کی روحانی نہریں عدیم المثال، اُس کے سمندر بے کنار، اُس کے محلّات عالیشان ، اس کے لنگرخانے جاری، اُس کے دیوان عام، دیوان خاص، بازار ،کتب خانے اور دفاتر عدیم النظیر، اُس کے مینار بے انتہا بلند اور پُر شکوہ ، اُس کی مساجد غیر محدود اور وسیع و عریض، اُس کے مقبرے دلوں کو ہلا دینے والے اور اُس کے قرآنی نوبت خانے دنیوی نوبت خانوں سے زیادہ شاندار ہیں جن سے پانچوں وقت خدائے واحد کی بادشاہت کا پُر ہیبت اور پُر جلال اعلان کیا جاتا ہے۔

---

[۱] "سیر روحانی" طبع اول صفحہ ۱۲-۱۳ (طبع ثانی صفحہ ۷)

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے "سیر روحانی" کی علمی تقریروں میں ایسے ایسے قرآنی حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے، اتنے بے شمار نکاتِ معرفت بیان فرمائے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے اور دل اس یقین سے لبریز ہو جاتا ہے کہ خدا نے علوم ظاہری و باطنی کے پُر کئے جانے کی جو پیشگوئی اپنے مقدس مسیح موعودؑ کو عطا فرمائی تھی، وہ پوری شان و شوکت سے پوری ہوئی۔

"سیر روحانی" کے بیشمار کمالات میں سے یہ تھا کہ سلطان البیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جہاں خدا کی دی ہوئی توفیق سے تفسیر قرآن اور تاریخ اسلام کے امتزاج سے اسلامی حقائق بالکل نئے اور اچھوتے رنگ میں پیش فرمائے وہاں اپنی شانِ خطابت سے اُن حقائق کے ذریعہ جماعتِ احمدیہ کے سامنے ایک بلند نصب العین رکھا اور اُن میں رُوحانی زندگی کی ایک نئی رُوح پھونک دی۔ اس حقیقت کے ثبوت میں "سیر رُوحانی" کا صرف ایک اقتباس درج کرنا کافی ہوگا۔

حضورؓ نے ۲۸؍ دسمبر ۱۹۵۲ء کو عالمِ روحانی کے نوبت خانہ کا بالتفصیل تذکرہ کرنے کے بعد پُرجلال لب و لہجہ میں ارشاد فرمایا:۔

"اس نوبت خانہ سے جو یہ نوبت بجی، یہ کیا شاندار نوبت ہے۔ پھر کیسی معقول نوبت ہے وہاں ایک طرف بینڈ بج رہے ہیں۔ ٹُوں، ٹُوں، ٹُوں۔ ٹیں، ٹیں، ٹیں۔ اور یہ کہتا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ! اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ! حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ!! حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ!! کیا معقول باتیں ہیں۔ کیسی سمجھدار آدمیوں کی باتیں ہیں۔ بچہ بھی سُنے تو وجد کرنے لگ جائے اور اُن کے متعلق کوئی بڑا آدمی سوچے تو شرمانے لگ جائے۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ ٹُوں، ٹُوں، ٹُوں۔ ٹیں، ٹیں، ٹیں۔ مگر افسوس! کہ اس نوبت خانہ کو آخر مسلمانوں نے خاموش کر دیا۔ یہ نوبت خانہ حکومت کی آواز کی جگہ چند مرثیہ خوانوں کی آواز بن کر رہ گیا۔ اور اس نوبت کے بجنے پر جو سپاہی جمع ہوا کرتے تھے وہ کروڑوں سے دسیوں پر آ گئے اور اُن میں سے بھی ننانوے فیصدی صرف رسماً اُٹھک بیٹھک کر کے چلے جاتے ہیں۔ تب اس نوبت خانہ کی آواز کا رُعب جاتا رہا۔ اسلام کا سایہ کھچنے لگ گیا۔ خدا کی حکومت پھر آسمان پر چلی گئی۔ اور دُنیا پھر شیطان کے قبضہ میں آ گئی۔

اب خدا کی نَوبت جوش میں آئی ہے۔ اور تُم کو، ہاں تُم کو، ہاں تُم کو، خدا تعالیٰ نے پھر اس نَوبت خانہ کی ضرب سپُرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!!! ایک دفعہ پھر اس نَوبت کو اِس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دِل کے خُون اِس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دِل کے خُون اِس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تاکہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اِس زمین پر قائم ہو جائے۔ اِسی غرض کے لئے مَیں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اِسی غرض کے لئے مَیں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہُوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہؐ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے۔ تُم نے مسیح سے چھین کر پھر وُہ تخت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِؐ کو دینا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِؐ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دُنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سُنو! اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں۔ مَیں خدا کی آواز تُم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو! خدا تمہارے ساتھ ہو!! خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔" [۵]

---

[۵] "سَیرِ روحانی" جلد سوم صفحہ ۲۸۵ تا ۲۸۷ (تقریر سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر موقع جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۳ء)

فصل ہفتم

جلیل القدر صحابہؓ کا انتقال

۱۹۳۸ء میں مندرجہ ذیل بزرگ داغ مفارقت دے گئے:۔

۱۔ صوفی محمد یوسف صاحبؓ متوطن مالیر کوٹلہ (بیعت نومبر ۱۹۰۵ء وفات ۸ر فروری ۱۹۳۸ء)[1] ۲۔ حضرت حاجی محمد خان صاحبؓ ساکن بستی رریام کملانہ (بیعت دسمبر ۱۹۰۱ء وفات ۳۰ر مارچ ۱۹۳۸ء)[2] مرحوم فارسی کے عالم تھے اور اپنے علاقہ میں امانت و دیانت اور حق گوئی میں مشہور تھے۔ آپ کا نیک نمونہ دیکھ کر آپ کی برادری کے اکثر لوگ داخل احمدیت ہوئے اور جھنگ کے ضلع میں بستی رریام کملانہ احمدیوں کی بستی سمجھی جانے لگی۔[3] ۳۔ حضرت مولوی عبدالحمید صاحبؓ امیر جماعت احمدیہ سکندر آباد دکن (وفات اپریل ۱۹۳۸ء)[4] ۴۔ شیخ جان محمد صاحب وزیر آبادی (وفات ۲۷ر اپریل ۱۹۳۸ء)[5] ۵۔ حضرت حسین بی بی صاحبہؓ والدہ ماجدہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب (بیعت ۱۹۰۴ء وفات ۱۶ر مئی ۱۹۳۸ء)[6] نہایت عابدہ۔ زاہدہ اور ملہمہ خاتون تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان کے مزار کا کتبہ اپنے قلم سے تحریر فرمایا جو یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

حسین بی بی بنت چوہدری الٰہی بخش صاحب مرحوم

زوجہ حاجی چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم

سال پیدائش ۱۸۶۳ء سال بیعت ۱۹۰۴ء

تاریخ وفات ۱۶ر مئی ۱۹۳۸ء بروز شنبہ

"چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم کی زوجہ۔ عزیزم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ، صاحبِ کشف و رؤیا تھیں۔ رؤیا کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت نصیب ہوئی اور اپنے مرحوم شوہر سے پہلے بیعت کی۔ پھر رؤیا کے ذریعہ ہی سے خلافتِ ثانیہ کی شناخت کی اور مرحوم خاوند سے پہلے بیعت خلافت کی۔ دین کی غیرت بدرجہ کمال

---

[1] الفضل ۱۰ر فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ یاد رہے کہ اس مضمون میں صوفی صاحبؓ کی بیعت کا سن ۱۹۰۴ء لکھا ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ آپ نے لیکچر لدھیانہ نومبر ۱۹۰۵ء کے موقعہ پر بیعت کی تھی۔ [2] الفضل ۱۴ر اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ کالم ۱-۲

[3] الفضل ۱۴ر اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ کالم ۱-۲ [4] الفضل ۱۴ر اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ [5] اخبار "پیغام صلح" لاہور ۳۰ر اپریل ۱۹۳۸ء۔

[6] الفضل ۱۸ر مئی ۱۹۳۸ء صفحہ ۱

تھی۔ اور کلامِ حق کے پہنچانے میں نڈر تھیں۔ غربا کی خبر گیری کی صفت سے متصف اور غریبانہ زندگی بسر کرنے کی عادی۔ نیک اور وَدُوْد والدہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے شوہر کو جو نہایت مؤدب مخلص خادمِ سلسلہ تھے اپنے انعامات سے حصّہ دے اور اپنے قرب میں جگہ دے اور ان کی اولاد کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

مرزا بشیر الدین محمود احمد"[51]

۶۔ حضرت صوفی رحمت اللہ صاحبؓ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گنج مغلپورہ لاہور (وفات ۴ جون ۱۹۳۸ء)[52] ۷۔ نور جان صاحبہؓ تائی صاحبہ مرزا اسلام اللہ بیگ صاحب (وفات ۱۴ جون ۱۹۳۸ء)[53] ۸۔ میاں نبی بخش صاحبؓ ساکن بٹالہ (وفات ۲ جولائی ۱۹۳۸ء بعمر ۱۱۱ سال)[54] ۹۔ چوہدری دین محمد صاحبؓ کمپونڈر شفاخانہ وزیرآباد (وفات ۵ جولائی ۱۹۳۸ء بعمر ۶۹ سال)[55] ۱۰۔ حضرت مولوی محمد ابو الحسن صاحبؓ بزدار (تاریخ وفات ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء)[56] ۱۱۔ چراغ بی بی صاحبہؓ اہلیہ محترمہ حضرت ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب امرتسری (وفات ۱۷ نومبر ۱۹۳۸ء) ۱۲۔ حضرت پیر شمس الدین صاحبؓ گولیکی ضلع گجرات (بیعت غالباً ۱۹۰۳ء وفات ۱۰ دسمبر ۱۹۳۸ء بعمر سو سال) گولیکی کے خاندان پیرزادگان میں سب سے معمر بزرگ جن کو قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی[58] ۱۳۔ سید گل حسن صاحبؓ متوطن پنج ڈریاں تحصیل کھاریاں ضلع گجرات (وفات دسمبر ۱۹۳۸ء)[59] ۱۴۔ حضرت حکیم احمد دین صاحبؓ شاہدرہ۔ موجد طب جدید وفات ۲۲ دسمبر ۱۹۳۸ء[60] اسی سال حضرت حکیم مولانا عبید اللہ بسملؔ نے انتقال کیا۔

(تاریخ وفات ۲۹ ستمبر ۱۹۳۸ء) بعمر ۱۰۰ سال[61] ان کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی چچا مرزا غلام محی الدین صاحب کی بیٹی مرزا احمد بیگ صاحب ہوشیارپوری کی اہلیہ اور محمدی بیگم صاحبہ کی والدہ مسماۃ عمر بی بی صاحبہؓ[62] سید عبد المجید صاحبؓ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ منصوری[63] چوہدری شیخ احمد صاحبؓ

---

[51] اصحاب احمد جلد یازدہم مؤلفہ صلاح الدین صاحب ملک ایم۔اے قادیان دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۳-۴ [52] الفضل ۷ جون ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ [53] الفضل ۱۷ جون ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱ [54] الفضل ۵ جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱ [55] الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱۔

[56] حالات زندگی الحکم ۱۴ فروری ۱۹۳۸ء تا ۷ مارچ ۱۹۳۹ء [57] الفضل ۱۹ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱ [58] حضرت قاضی ظہور الدین صاحب اکملؔ نے الفضل ۷ جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۵-۷ میں حضرت پیر صاحبؓ کے سوانح شائع کرا دیئے تھے [59] الفضل ۲۱ دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ میں آپ کے حالات زندگی چھپ چکے ہیں۔ [60] الفضل ۲۷ دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱

[61] الحکم ۷/۱۴ نومبر ۱۹۳۸ء تا ۷ مئی ۱۹۳۹ء (مفصل حالات) تاریخ سن بیعت ۱۹۲۱ء سن وصیت ۱۹۳۱ء تاریخ وفات ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء (الفضل ۲۳ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲) آپ کے حالات کیلئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا مضمون مطبوعہ الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۴-۵ ملاحظہ ہو۔ [62] وفات ۹ اپریل ۱۹۳۸ء (الفضل ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱) حافظ سید عبد المجید صاحب منصوری مرحوم کے چھوٹے بھائی جناب فضل الرحمٰن صاحب فیضی کمرشل آرٹس منصوری نے ان کے حالات زندگی اخبار الفضل ۲۱-۲۳-۲۴-۲۸ جولائی ۱۹۳۸ء میں شائع کرا دیئے تھے۔

سیکرٹری تعلیم و تربیت شملہ[۵۱] - خانصاحب فقیر محمد صاحب ایگزیکٹو انجنیئر آف چارسدہ[۵۲] - خان بہادر محمد علی خان صاحب[۵۳] احمد نگر ضلع کوہاٹ اور ڈاکٹر غلام علی صاحبؓ ساکن چہور ضلع لائل پور[۵۴] نے بھی اِسی سال وفات پائی۔

حضرت امیر المومنینؓ کی طرف سے بعض وفات یافتگان کا ذکرِ خیر

یہ عجیب بات ہے کہ اس سال مئی میں یکے بعد دیگرے کئی اصحاب انتقال کر گئے۔ غموں کے اس اجتماع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک مضمون تحریر فرمایا۔ جس میں لکھا:-

"یوں تو مئی کا مہینہ ہمارے لئے ہمیشہ ہی ایک بڑے رنج و غم کی یاد کو تازہ کر دیتا ہے لیکن اس سال کی مئی میں یہ خصوصیت ہے کہ اس میں غم پر مشتمل تازہ واقعات کا بھی اجتماع ہو گیا ہے ..... جن مرحومین کا میں نے ذکر کیا ہے اُن میں سے ہر ایک خاص رنگ رکھتا تھا۔

چوہدری عبدالقادر صاحب مرحوم ..... چوہدری عبدالقادر صاحب[۵۵] پلیڈر ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کے بڑے افراد سلسلہ کے سخت مخالف تھے اور ہیں۔ نوجوانی میں احمدی ہوئے اور سب مخالفتوں کا خاموشی مقابلہ کرتے ہوئے اپنے پختہ ایمان کا ثبوت دیا۔ باوجود ایک مکروہ پیشہ سے تعلق رکھنے کے ایک نیک اور سعید نوجوان تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی رُوح کو بخشش سے ڈھانپ لے۔

خان فقیر محمد خان صاحب مرحوم ..... خان صاحب فقیر محمد خان صاحب مرحوم وہی ہیں جنہوں نے آج چند سال پہلے مجھے دہلی میں کہا تھا کہ ہماری دو والدہ تھیں اور ہر ایک سے دو دو بیٹے ہیں۔ ہم نے انصاف سے کام لیا ہے اور ہر ایک والدہ کا ایک ایک بیٹا احمدیوں کو دے دیا ہے اور ایک ایک بیٹا سُنّیوں کو۔ گویا روپے میں سے آٹھ آٹھ آنے ہم نے دونوں میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ اور میں نے اس پر انہیں جواب دیا تھا کہ خدائی سلسلے اس تقسیم پر خوش نہیں ہوتے بلکہ وہ تو سارا ہی لیا کرتے ہیں۔ وہ اُس وقت اپنے اہل و عیال سمیت ولایت جا رہے تھے ان کو خدا نے انگلستان میں ہی ہدایت دی اور وہیں سے بیعت کا خط لکھ دیا اور لکھا۔ آپ کی بات کس قدر جلد پوری ہو گئی۔ میں تیسری چوّنی آپ کے پاس بیعت کے لئے آتا ہوں۔ دُعا کریں چوتھی چوّنی یعنی بقیہ بھائی بھی احمدی

---

[۵۱] وفات ۲۷ اپریل ۱۹۳۸ء۔ حالات زندگی کیلئے ملاحظہ ہو الفضل ۲۶ اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۷ [۵۲] وفات ۴ مئی ۱۹۳۸ء الفضل ۷ مئی ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱ [۵۳] وفات ۱۳ جون ۱۹۳۸ء (الفضل ۱۶ جون ۱۹۳۸ء صفحہ ۲) کوہاٹ کے ایک رئیس افغان خاندان بنگش سے تعلق رکھتے تھے۔ ہر حد میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ پر فائز رہے۔ بہت منکسر المزاج تھے اور معمولی سے معمولی احمدی کو دیکھ کر ان کا دل باغ باغ ہو جاتا تھا آپ کی خاص یادگار مسجد احمدیہ کوہاٹ ہے جس کیلئے اپنی زمین دی اور ایک متوفی بیٹی کے زیور فروخت کرکے روپیہ مہیا کیا اور ایک کثیر رقم نقد بھی دی۔ الفضل ۵ جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۶ کالم ۳-۴ [۵۴] وفات ۹ جولائی ۱۹۳۸ء الفضل ۱۴ جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۸ کالم ۲ [۵۵] اسی مضمون میں حضور نے حقانی نمبر پہ حافظ بشیر احمد صاحب جالندھری کا ذکر فرمایا تھا۔ اس ضمن میں حضور نے جو کلمات تحریر فرمائے وہ مجلس خدام الاحمدیہ کے حالات میں درج کئے۔

ہو جائے۔ انہوں نے پہلا چندہ اُسی دن بھجوایا۔ اور پھر نہایت استقلال سے دینی خدمت میں حصہ لیتے رہے۔ گذشتہ سال اُن کے اکلوتے لڑکے عزیز کیپٹن ڈاکٹر نثار احمد کا لڑائی میں گولی لگنے سے انتقال ہو گیا۔ اب ایک سال کے بعد وہ چھت کے گرنے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہمارا لاؤڈ سپیکر عرصہ تک اُنکی رُوح کے لئے ثواب کا ذریعہ بنا رہے گا اور اسکی گونج میں اُن کی آواز ہمیں اُن کی یاد دلاتی رہے گی۔

چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی والدہ صاحبہ کی وفات | آخر میں عزیزم چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب کی والدہ کی وفات کی خبر آئی ہے۔

مرحومہ کا اخلاص | اس میں کوئی شک نہیں کہ مرحومہ کے خاوند چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم ایک نہایت مخلص اور قابل قدر احمدی تھے اور انہوں نے سب سے پہلے میری آواز پر لبیک کہی۔ اور اپنی زندگی وقف کی اور قادیان آکر میرا ہاتھ بٹانے لگے۔ اس لئے اُن کے تعلق کی بناء پر اُن کی اہلیہ کا مجھ پر اور میری وساطت سے جماعت پر ایک حق تھا۔ پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ عزیزم چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب جنہوں نے اپنی عمر کے ابتدائی حصہ سے ہی رُشد و سعادت کے جوہر دکھائے ہیں اور شروع ایام خلافت سے ہی مجھ سے اپنی محبت اور اخلاص کا اظہار کرتے چلے آئے ہیں۔ مرحومہ اُن کی والدہ تھیں اور اس تعلق کی بناء پر بھی ان کا مجھ پر حق تھا لیکن باوجود اس کے کہ اکثر عورتوں کا تعلق طفیلی ہوتا ہے یعنی اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی کے سبب سے ہوتا ہے مرحومہ اُن مستثنیٰ عورتوں میں سے تھیں جن کا تعلق براہِ راست اور بلا کسی واسطہ کے ہوتا ہے۔ وہ اپنے مرحوم خاوند سے پہلے سلسلہ میں داخل ہوئیں۔ اُن سے پہلے انہوں نے بیعتِ خلافت کی اور ہمیشہ غیرت و حمیّت کا ثبوت دیا۔ چندوں میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینا۔ غرباء کی امداد کا خیال رکھنا اُن کا خاص امتیاز تھا۔ دعاؤں کی کثرت اور اس کے نتیجہ میں سچی خوابوں کی کثرت سے خدا تعالیٰ نے ان کو عزت بخشی تھی۔ انہوں نے خوابوں سے ہی احمدیت قبول کی اور خوابوں سے ہی خلافتِ ثانیہ کی بیعت کی۔"[1]

قادیان میں ۱۹۳۸ء کی عید الفطر

۲۴ر نومبر ۱۹۳۸ء کو عید الفطر تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قادیان میں نماز عید حسب معمول عیدگاہ میں پڑھائی۔ چونکہ دس ہزار کے قریب مجمع تھا اس لئے حضور نے اس دفعہ بھی خطبہ ارشاد فرمانے سے قبل حسب ذیل خاکہ کے مطابق بعض احباب کو مقرر فرما دیا جو باری باری مجمع تک آواز پہنچاتے تھے:[2]

---

[1] روزنامہ الفضل قادیان ۲۴ر مئی ۱۹۳۸ء صفحہ ۱-۲
[2] الفضل ۲۷ر نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱-۲

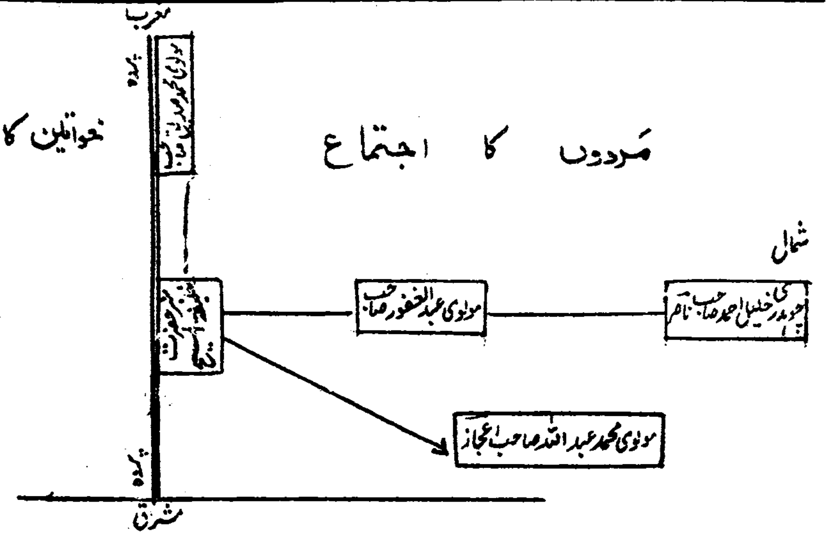

اگلے سال (۱۹۳۹ء) سے عیدگاہ میں بھی لاؤڈ سپیکر نصب کیا جانے لگا اور آئندہ کیلئے عارضی انتظام کی ضرورت نہ رہی

سالانہ جلسہ قادیان ایک سکھ وِدّوان کی نظر میں

ایک سکھ سردار دھرم اننت سنگھ صاحب پرنسپل خالصہ پرچارک وِدّیالہ ترنتارن ۳۶-۱۹۳۷ء کے دو سالانہ جلسوں پر قادیان آئے۔ اور حضرت امیرالمومنین کی تقریر اور زیارت سے بہت محظوظ ہوئے اور اپنے خیالات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا:—

"اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ مختصر الفاظ میں انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے تو میرا جواب یہ ہوگا کہ نیک بننا اور نیکوں کی زیارت کرنا۔ ہز ہولی نس مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب آف قادیان اُن خوش قسمت اور بلند ہستیوں میں سے ہیں جو اپنی زندگی میں اس اصول پر عمل کرتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی زیارت کرنا اور آپ کے ارشادات کو سُننا ایک سعادت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض مخصوص لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ کرسمس کے ایام میں جبکہ لوگ بکثرت دریاؤں پہاڑوں عمارتوں دوسری بے جان چیزوں اور بے معنی نظاروں کو دیکھنے پر اپنا وقت پیسہ اور قوتِ عمل ضائع کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے بعض مخصوص بندے قادیان کو بھاگتے ہیں تا ان بابرکت مسرتوں سے لطف اندوز ہوسکیں جو تمام مذاہب کے نیک اور مخلص لوگوں کے لئے آئندہ زندگی میں مقدر ہیں۔ میں نے جماعت احمدیہ کے[۲] دو سالانہ جلسے یعنی ۱۹۳۷ء و ۱۹۳۸ء کے دیکھے ہیں۔ وہاں میں نے خوبی ہی خوبی دیکھی ہے۔ میں نے کسی کو تمباکو نوشی کرتے۔ فضول بکواس کرتے۔ لڑتے جھگڑتے۔ بھیک مانگتے۔ عورتوں پر آوازے کستے۔ دھوکا بازی کرتے لوٹتے اور لغو طور پر ہنستے نہیں دیکھا۔ شرابی۔ جواری۔ جیب تراش۔ اس قسم کے بدمعاش لوگ قادیان کی احمدی

آبادی میں قطعاً مفقود ہیں۔ یہ کوئی معمولی اور نظر انداز کرنے کے قابل خصوصیت نہیں۔ کیا یہ بات اس وسیع براعظم کے کسی اور مقدس شہر میں نظر آسکتی ہے؟ یقیناً نہیں۔ میں بہت مقامات پر پھرا ہوں اور پورے زور کے ساتھ ہر جگہ یہ بات کہنے کو تیار ہوں کہ بجلی کے زبردست جینریٹر کی طرح قادیان کا مقدس وجود اپنے سچے متبعین کے قلوب کو پاکیزہ علوم سے منور کرتا ہے اور قادیان میں احمدیوں کی قابلِ تقلید زندگی اور کامیابی کا راز یہی ہے۔

حضرت مرزا صاحب ایسی روانی کے ساتھ پانچ سے نو گھنٹوں تک بولتے ہیں کہ ہندوستان یا اس سے باہر اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ دسمبر ۱۹۳۸ء میں میں نے مرزا صاحب کی تقریر سُنی۔ جو آپ نے کھڑے ہو کر پانچ گھنٹہ کی۔ اور سامعین جن میں میں خود بھی شامل تھا بُت بنے سُنتے رہے اور نہایت غور کے ساتھ آپ کے مسکراتے ہوئے چہرہ مبارک کو دیکھتے رہے۔

جلسہ کی تمام تقریریں مذہبی ہوتی ہیں۔ جن کا استدلال قرآن مجید سے کیا جاتا ہے لیکن ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جو بالواسطہ یا بلا واسطہ کسی دوسرے کے لئے دلآزار ہو۔ اسلام کا بول بالا ہوتا ہے مگر دوسرے مذاہب کی تحقیر کر کے نہیں۔ حضرت مرزا صاحب اور آپ کے خدام کی مہمان نوازی۔ باقاعدگی اخلاص اور دوسری خوبیاں یقیناً بے نظیر ہیں۔ جتنا عرصہ میں قادیان میں رہا۔ میرے دل میں وہی جذبات پیدا ہوتے رہے جو ہمارے روحانی پیشوا نے ان الفاظ میں بیان فرمائے ہیں کہ

"وہی واحد لاشریک سب میں موجود ہے۔ نانک اُسے دیکھتا اور خوش ہوتا ہے۔"[1]

فصل ہشتم

۱۹۳۸ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات

السید عبدالحمید خورشید قادیان میں مصر کے پہلے احمدی السید عبدالحمید خورشید ۱۳ جنوری ۱۹۳۸ء کو قادیان دارالامان تشریف لائے[2] اور قریباً ڈیڑھ ماہ تک مرکز احمدیت کی برکات سے مستفید ہو کر ۱۳ فروری ۱۹۳۸ء کو اپنے وطن روانہ ہو گئے۔[3]

---

[1] روزنامہ الفضل ۲۸ جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۴
[2] روزنامہ الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱
[3] روزنامہ الفضل ۱۵ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱

مسجد اقصیٰ میں لاؤڈ سپیکر (آلۂ نشر الصوت) کی تنصیب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نمازیوں کی تعداد میں اضافہ کے پیش نظر ۳۱؍ دسمبر ۱۹۳۷ء کو مسجد اقصیٰ میں لاؤڈ سپیکر لگانے کی تاکید فرمائی۔ جس پر صوبہ سرحد کے خان صاحب فقیر محمد خان صاحب نے اپنے آقا کا منشاء مبارک اپنے خرچ سے پورا کر دیا۔ اور حضور نے پہلی بار ۷؍ جنوری ۱۹۳۸ء کو اس آلہ کے ذریعہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا[1] جس میں ثابت کیا کہ آلہ نشر الصوت نے عقیدہ شرک پر کاری ضرب لگائی ہے[2]

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ نومسلم کی قید اور رہائی

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب نومسلم (سابق مہر سنگھ) نے سکھ لٹریچر کی روشنی میں صداقتِ اسلام پر کئی کتابیں لکھی تھیں اس سلسلہ میں آپ نے ایک تبلیغی ٹریکٹ "بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا دین و دھرم" بھی لکھا جس کی بناء پر آپ کو سکھ مجسٹریٹ علاقہ بھائی جسونت سنگھ نے ۲۲؍ جنوری ۱۹۳۸ء کو زیر دفعہ ۱۸۔ ایکٹ ۲۳ ۱۹۳۱ء چھ ماہ قید بامشقت اور ایک سو روپیہ جرمانہ (عدم ادائیگی کی صورت میں ڈیڑھ ماہ مزید سخت قید) کی سزا دی۔ سزا کا حکم حضرت ماسٹر صاحب نے نہایت بشاشت اور خوشی کے ساتھ سُنا۔ اور جب ہتھکڑی پہنائی گئی تو انہوں نے اسے چُوما اور جیل خانہ جاتے ہوئے نوجوانانِ احمدیت کو پیغام دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کی جو صداقت پیش کی ہے۔ وہ دنیا کے سامنے پیش کرتے رہیں[3] حضرت ماسٹر صاحب اس کے بعد پہلے گورداسپور جیل میں رہے پھر میانوالی جیل کی طرف منتقل کر دیئے گئے۔

اخبار "ریاست" کا نوٹ

مجسٹریٹ علاقہ کا یہ فیصلہ اس درجہ نافہم اور غیر معقول تھا کہ سکھ شرفاء کے حلقوں میں بھی اسے حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھا گیا۔ چنانچہ مشہور سکھ صحافی سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون نے اپنے جریدہ "ریاست" (۱۷؍ جنوری ۱۹۳۸ء) میں "گورو نانک کو مسلمان کہنا جرم ہے؟" کے عنوان سے حسب ذیل لیڈنگ آرٹیکل لکھا:۔

"گورو نانک ایک ایسی مقدس شخصیت اور صلح کی پالیسی کے بزرگ تھے کہ ہندو اُن کو ہندو کہتے ہیں۔ اور مسلمان اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ تاریخی واقعہ ہے کہ گورو نانک صاحب کے انتقال پر

---

[1] الفضل ۹؍ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱ [2] الفضل ۱۳؍ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۔۴

[3] روزنامہ الفضل ۱۴؍ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا ہندو آپ کے جسم کو جلانا چاہتے تھے اور مسلمان اسلامی طریقہ کے ساتھ دفن کرنا۔ آخر آپ کے جسم کی چادر کے کپڑے کو آدھا مسلمانوں نے لیا اور آدھا ہندوؤں نے اور دونوں نے اپنے رسم ورواج کے مطابق دفن کیا۔ اور جلایا۔ گورونانک کی اس ہر دل عزیز پوزیشن میں جبکہ ہندو اور مسلمان دونوں ہی آپ کو اپنا سمجھتے ہیں۔ بٹالہ ضلع گورداسپور کے ایک مجسٹریٹ کا فیصلہ تعجب اور حیرانی کے ساتھ پڑھا جائے گا جس میں اس مجسٹریٹ نے ایک مسلمان ماسٹر عبدالرحمٰن کو چھ ماہ قید کی سزا اس جرم میں دی ہے کہ آپ نے ایک پمفلٹ "بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا دین ودھرم" میں گورونانک کو مسلمان ظاہر کیا تھا۔ اس فیصلہ کی نقل ہمارے پاس موجود نہیں اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سزا کی تائید میں مجسٹریٹ نے کیا دلائل دی ہیں مگر اس صورت میں کہ الزام وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا تو اس مجسٹریٹ کی کوتہ نظری میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آج وہ پادری بھی اس مسلمان ملزم کی طرح ہی مجرم ہیں جو مہاتما گاندھی کو انتہائی نیک اور پارسا ہونے کے باعث عیسائیوں سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ کیونکہ اس مقدمہ کے ملزم ماسٹر عبدالرحمٰن نے بھی اگر گورونانک کو مسلمان کہا تو اس لئے کہ آپ اسلام کو حق وصداقت کا سرچشمہ سمجھتے ہیں اور آپ کے خیال میں گورونانک انتہائی نیک اور مقدس ہونے کے باعث مسلمانوں کی صفات رکھتے ہوئے مسلمان تھے۔

اگر ماسٹر عبدالرحمٰن نے اپنے خیال کے مطابق گورونانک کو مسلمان لکھا تو آپ نے گورونانک کی توہین نہیں کی بلکہ مسلمانوں کے دلوں میں بھی عزت واحترام پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس صورت میں ماسٹر عبدالرحمٰن گورونانک کی توہین کرنے کے کیونکر مجرم ہوئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ماسٹر عبدالرحمٰن اس فیصلہ کی اپیل کریں اور صحیح پوزیشن بتاتے ہوئے اعلیٰ عدالت سے بری ہوں۔ کیونکہ قانوناً اور اصولاً ماسٹر عبدالرحمٰن کو مجرم قرار دینا ایک تمسخر انگیز فیصلہ ہے اور اس فیصلہ کے مطابق ہر وہ شخص جو دوسری اقوام کے بزرگوں کو بزرگ سمجھے مجرم قرار دیا جا سکتا ہے۔"

اخبار "اہلحدیث" کا تبصرہ

اسی طرح جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اخبار "اہلحدیث" میں لکھا:—

"قادیان کے ایک مصنف کو سزائے قید اور جرمانہ:— قادیان میں ایک صاحب ماسٹر عبدالرحمٰن نومسلم ہیں جنہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "بابا نانک کا دین ودھرم" ہے۔ چونکہ مصنف مذکور اس سے پہلے

سکھ قوم میں سے تھا اس لئے اس نے اپنی تحقیق کے ماتحت بابا نانک کو مسلمان لکھ دیا۔ ہم اُن کی تحقیق پر تنقید نہیں کرتے صرف اتنا کہتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ دراصل مرزا صاحب کی تصنیفات پر مبنی ہے۔ عرصہ ہُوا مرزا صاحب قادیانی نے بصورت رسالہ "ست بچن" یہی آواز اٹھائی تھی۔ مرزا صاحب سے جو کچھ بن پڑا انہوں نے اپنے دعویٰ پر اس رسالے میں دلائل دیئے ہیں جن کو آپ گورونانک جی کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں کافی سمجھتے تھے۔ اس وقت حکومت کی طرف سے اُن کو کوئی بازپرس نہیں ہوئی اور نہ وہ کتاب ضبط ہوئی۔ اب جو رسالہ دین دھرم شائع ہُوا تو مصنف مذکور پر مقدمہ چلایا گیا جس کے نتیجہ میں مصنف مذکور کو چھ ماہ قید سخت اور سَو روپیہ جرمانہ ہُوا۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالا تر ہے کہ گورنمنٹ نے مصنف مذکور پر مقدمہ کیوں چلایا۔ ایک تو یہ کہ اس مضمون کے اصل موجد مرزا صاحب قادیانی تھے جن سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصنف مذکور نے بابا نانک جی کی ہتک نہیں کی بلکہ اپنے عندیہ میں اُن کی بڑی عزت کی ہے کیونکہ اُن کے نزدیک اسلام ایک معزز مذہب ہے۔ اس کی تائید میں ہم ایک اقتباس "آریہ مسافر" لاہور سے نقل کر کے گورنمنٹ کے سامنے رکھتے ہیں جو یہ ہے:۔

"حضرت محمد صاحب نے آریہ برہم چاریوں کی طرح چوبیس ۲۴ سال کی عمر میں شادی کی x x حضرت صاحب کا جیون (سوانح عمری) آریہ برہمنوں کی مانند نہایت سادہ اور فقیرانہ تھا۔"

کیا گورنمنٹ ایسا لکھنے والے پر بھی مقدمہ چلائے گی؟ ـــــ جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ "نہیں"۔ تو پھر اس میں اور اُس میں کیا فرق ہے؟ اس لئے ہم اس سزا کو کسی صحیح قانون پر مبنی نہیں سمجھتے۔ امید ہے کہ محکمہ اپیل اس پر غور کر کے ہمیں راہ راست دکھلائیگا۔"[۵۱]

اپیل کا فیصلہ اور رہائی

اس مقدمہ کی اپیل سشن جج صاحب گورداسپور کی عدالت میں دائر کی گئی جس کا فیصلہ ۱۶؍مارچ ۱۹۳۸ء کو سُنا دیا گیا۔ فاضل جج نے قید کی اسی قدر سزا کافی قرار دی جو حضرت ماسٹر صاحب بھگت چکے تھے اور جرمانہ سَو کی بجائے پچاس روپے کر دیا۔[۵۲] چنانچہ جرمانہ کی ادائیگی کے بعد آپ رہا کر دیئے گئے اور ۲۲؍مارچ ۱۹۳۸ء کو قادیان تشریف لے آئے۔[۵۳]

حضرت ماسٹر صاحب نے اسیری کا زمانہ کس قدر صبر، استقلال اور جوش ایمانی کے رنگ میں گذارا اس کا اندازہ اس سے بخوبی لگ سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک بیٹے کو (جو ملاقات کیلئے میانوالی جیل میں گئے تھے) یہ پیغام دیا کہ اگر کسی احمدی کو میری قید و بند کے باعث اشتعال آئے تو وہ گورمکھی سیکھ کر تبلیغ احمدیت کر کے اپنا غصہ ٹھنڈا کر لے۔

---

[۵۱] "اہلحدیث" ص۱۵ کالم ۱ مورخہ ۲۱؍جنوری ۱۹۳۸ء
[۵۲] الفضل ۱۸؍مارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۸ کالم ۳-۴
[۵۳] الفضل ۲۴؍مارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱۔

صاحبزادہ مرزا سعید احمد صاحب کی وفات کا المناک حادثہ

صاحبزادہ مرزا سعید احمد مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے اور حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے بہت سعید الفطرت، شریف مزاج ہوشیار اور ہونہار فرزند تھے۔ آپ ۶ ستمبر ۱۹۳۴ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی رفاقت میں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان گئے۔ جہاں انہوں نے ۱۹۳۶ء میں لنڈن یونیورسٹی سے بی۔ اے کی سند حاصل کرنے کے علاوہ آئی۔ سی۔ ایس کا امتحان بھی دیا اور اچھے نمبروں پر پاس ہوگئے۔ بعدازاں بیرسٹری کے متعدد امتحانات پاس کئے مگر عمر نے وفا نہ کی اور آپ لنڈن میں ہی ۱۲/۱۳ جنوری ۱۹۳۸ء کی درمیانی شب کو انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔[۱]

مرزا سعید احمد صاحب کی تشویشناک علالت کی اطلاع ملنے پر حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب بذریعہ ہوائی جہاز ۱۰ جنوری ۱۹۳۸ء کو لنڈن پہنچے اور ہسپتال میں اپنے لخت جگر کے پاس تشریف لے گئے۔ مرزا سعید احمد صاحب پر غنودگی سی طاری تھی۔ اسی حالت میں انہوں نے اپنے پیارے ابا جان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چوما اور کہا۔ ابا جی فکر نہ کرنا۔ بس یہی آخری الفاظ تھے۔[۲]

مرحوم کا تابوت ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء کو ساڑھے آٹھ بجے شب کی گاڑی سے قادیان پہنچا۔ اگلے روز پونے دس بجے صبح کے قریب حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے وسیع صحن میں نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم بچوں کے قبرستان کے ملحقہ قطعہ میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔[۳] اللّٰھم ادخلہ فی جنّٰت النعیم۔

حضرت امیرالمومنینؓ کا خطاب احمدیہ انٹرکالجیئیٹ ایسوسی ایشن کو

۴ فروری ۱۹۳۸ء کو احمدیہ انٹرکالجیئیٹ ایسوسی ایشن کے چھپن[۵۶] طلباء قادیان آئے۔ اس موقعہ پر ایسوسی ایشن مختلف کالجوں کے غیراحمدی طلبہ کو بھی ساتھ لائی۔ ۵ فروری کو اس تنظیم کی ٹیموں نے کرکٹ اور فٹ بال کے میچ کھیلے۔ ۶ فروری ۱۹۳۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان کو ایک خطاب فرمایا جو تین گھنٹہ تک جاری رہا۔ یہ وفد اسی روز شام کی گاڑی واپس لاہور چلا گیا۔ ان دنوں اس ایسوسی ایشن کے سیکرٹری صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب تھے۔[۴]

---

[۱] مرحوم کے تفصیلی حالات قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور امام مسجد لنڈن حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد نے اپنے قلم سے تحریر فرمائے تھے جو الفضل ۲۵ جنوری ۱۹۳۸ء اور ۱۵ فروری ۱۹۳۸ء میں شائع شدہ ہیں۔ انگریز نومسلم نٹل بال کے تاثرات کیلئے ملاحظہ ہو الفضل ۵ مارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۲۔

[۲] الفضل ۲۵ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ [۳] الفضل ۱۵ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲۔ [۴] الفضل ۸ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱۔

سنگِ بنیاد

اس سال حضور نے دو مکانات کی بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔ (۱) ۱۶؍ مارچ ۱۹۳۸ء کو شیخ یوسف علی صاحب بی۔ اے نائب ناظر امور عامہ کے مکان کی دارالعلوم میں[1] اور (۲) ۷؍ جون ۱۹۳۸ء کو میاں عبدالرحیم صاحب زرگر کے مکان کی بنیاد محلہ دارالرحمت میں[2]۔

احمدیہ دار التبلیغ کلکتہ میں کانگرسی لیڈر مسٹر سرت چندربوس کا لیکچر

کلکتہ میں اشاعت احمدیت کو فروغ دینے کے لئے نواب اکبر یار جنگ صاحب بہادر حیدر آباد دکن نے ۵؍ مارچ ۱۹۳۸ء کو احمدیہ دار التبلیغ کا افتتاح کیا۔ اس تقریب پر شری یت سنت کمار رائے صاحب چودھری میئر آف کلکتہ کی زیر صدارت البرٹ ہال میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں نواب صاحب موصوف کے علاوہ مسٹر آرڈ شیرڈین شا۔ مسز نرا پرابا چکرورتی۔ پروفیسر ادھکاری اور خان بہادر چودھری ابوالہاشم خان صاحب امیر بنگال پراونشل احمدیہ ایسوسی ایشن نے بھی تقریریں کیں اور روزنامہ "امرت بازار پتر کا" (مجریہ ۶؍ مارچ ۱۹۳۸ء) نے افتتاح کی کارروائی شائع کی۔[3] اگلے روز ۶؍ مارچ ۱۹۳۸ء کو بابو سبھاش چندر بوس صدر آل انڈیا کانگرس کے بھائی مسٹر سرت چندر بوس نے انگریزی میں لیکچر دیتے ہوئے کہا:۔

"میرے لئے یہ بات بہت بڑے فخر اور عزت کا موجب ہے کہ آپ نے مجھے اس جلسہ کی صدارت کی دعوت دی اور جہاں میں اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں وہاں بلا تامل یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے بہت بڑی جھجک محسوس کر رہا ہوں۔ جماعت احمدیہ میں بکثرت ایسے اہل علم۔ قربانی کرنے والے اور ایثار پیشہ اصحاب موجود ہیں۔ جن کی متواتر سرگرمیوں کے باعث آپ کی جماعت کے بانی کی تبلیغ زمین کے آخری کناروں تک پہنچ چکی ہے .... آپ کی جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے متواتر مذہبی اتحاد کی تلقین فرمائی۔ میرے نزدیک اس ہمہ گیر وسعتِ خیال اور تلاشِ حق کے لئے اس آمادگی کی سب سے بہترین مثال آپ کی وہ تعلیم ہے جس میں آپ نے اس امر پر زور دیا ہے کہ ہر زمانہ اور دنیا کی ہر قوم کو الہام الٰہی سے نوازا گیا ہے۔ آپ نے اسلامی عقیدہ کی تشریح کرتے ہوئے اس امر کو واضح فرمایا کہ قرآن کریم الہام کے متعلق کسی قسم کی قید کو تسلیم نہیں کرتا۔ نہ وقت کی قید کو اور نہ اس فرد کی قومیت کی قید کو جسے خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ کے لئے منتخب کرے۔ پس آپ کا نظریہ یہ تھا کہ تمام لوگوں پر

---

[1] روزنامہ الفضل ۱۹؍ مارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱ [2] الفضل ۹؍ جون ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱

[3] الفضل ۱۱؍ مارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۲۔

کسی نہ کسی زمانہ میں الہامِ الٰہی کے دروازے کھولے گئے ...... جماعت احمدیہ کے عقائد کی وسعتِ نظر اور ہمہ گیری کی ایک اور مثال اسلامی مسئلہ جہاد کے متعلق آپ کے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم میں ملتی ہے۔ ہم غیر مسلموں کے لئے یہ مسئلہ دارالحرب اور دارالاسلام کی یہ تقسیم مسلموں اور غیر مسلموں کے درمیان مستقل تنازعہ کا یہ تصوّر ہمیشہ سے ناقابلِ فہم اور پریشان کن رہا ہے۔ ہندو مذہب اپنے اندر ایک ہمہ گیر اور وسیع اپیل رکھتا ہے۔ یہ رُوحانی صداقت کو کسی ایک فرقہ یا قوم کے اجارہ میں متصوّر نہیں کرتا۔ ہمارے نزدیک تمام انسان یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن جس رنگ میں ہندوستان کی دوسری سب سے بڑی مذہبی جماعت کے لوگ یعنی مسلمان مسئلہ جہاد کو پیش کرتے ہیں اس سے ہمیں ہمیشہ تعجب ہوتا ہے۔ لیکن آپ کی جماعت کے بانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے جو کہ صلح اور آشتی کی تعلیم پر بہت زیادہ زور دیتے رہے ہیں جہاد کو ایک اعلیٰ اخلاقی سطح پر پہنچا دیا۔ چنانچہ آپ نے اس امر کی اشاعت فرمائی کہ جہاد جسے دوسرے مسلمان غیر مسلموں سے جنگ کرنے کے مترادف سمجھتے ہیں وہ فی الحقیقت اس کوشش کا نام ہے جو حق و انصاف کے لئے کی جائے اور اس سے مراد وہ سعی اور جنگ ہے جو ہر قسم کی بُرائی کے خلاف عمل میں لائی جائے۔

جہاد کی اِس تشریح سے آپ نے دارالحرب یعنی جنگ و جدال کی دنیا کے اندوہناک تصوّر کا خاتمہ کر دیا ہے اور تمام دنیا کو دارالاسلام (صلح و آشتی کی دنیا) میں تبدیل کر دیا ہے۔ فی الحقیقت جماعت احمدیہ کی تعلیم اپنی نوعیت میں دَورِ حاضرہ کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ بانی جماعتِ احمدیہ نے جب یہ دعویٰ کیا کہ وہ گذشتہ پیشگوئیوں کے مطابق مبعوث ہوئے ہیں اور وہی مہدئ معہود اور مسیح موعود نیز عیسیٰؑ زماں ہیں تو میرے خیال میں اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ ہر زمانہ کے لئے ایک نبی ہونا چاہیئے جو صداقتِ ازلی کو اس زمانہ کی ضروریات کی روشنی میں دوبارہ دنیا کے سامنے واضح کرے اور اسے اس فرقہ وارانہ تنگ ظرفی سے پاک کر دے جو مرورِ زمانہ سے تمام مذاہب کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اس نقطۂ نگاہ سے وہ لوگ بھی جو خود آپ کی جماعت کے احکام پر پوری طرح عمل پیرا نہ ہوں جماعت احمدیہ کے بانی کو دل سے ایک سچا اور بہت بڑا نبی تسلیم کر سکتے ہیں۔ بہرحال خالص دُنیوی اور تاریخی زاویۂ نگاہ سے یہ امر تمام دنیا کو مسلّم ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی تحریک دَورِ حاضرہ میں اسلام کی ایک بہت بڑی اصلاحی تحریک ہے جس میں خیر و برکت کی لا انتہاء قوتیں

پنہاں ہیں۔ ہم صدق دل سے اس کی ترقی کے خواہاں ہیں۔"[1]

مسجد اقصیٰ کی توسیع

چونکہ قادیان کی آبادی ہر سال تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ اسلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسجد اقصیٰ کی توسیع کی ہدایت فرمائی اور ۱۲ راپریل ۱۹۳۸ء کو دس بجے صبح جنوبی جانب کے نئے حصّہ کی بنیاد رکھی۔ اس تقریب کی خبر اخبار "الفضل" نے مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع کی:—

"حضور سوا نو بجے ہی تشریف لے آئے اور توسیع مسجد کا نقشہ ملاحظہ فرمانے کے بعد دیر تک حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے گفتگو فرماتے رہے۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب۔ جناب مولوی عبدالمغنی خان صاحب اور جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب بھی ہمراہ تھے۔ مقامی احباب کثیر تعداد میں اس مبارک تقریب پر جمع تھے۔ دس بجے کے قریب حضور نے مغربی کونہ میں خشت بنیاد رکھی۔ بنیاد کے لئے چند چھوٹی اینٹیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک کی تھیں مسجد اقصیٰ کی چھت کی ایک بُرجی سے ..... لائی گئی تھیں بنیاد رکھنے کے وقت حضور کے ارشاد سے حافظ محمد رمضان صاحب نے بآواز بلند قرآن کریم کی وہ دعائیں بار بار دہرائیں جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھتے وقت اللہ تعالیٰ سے کیں۔ اس کے بعد حضور نے مجمع سمیت لمبی دعا فرمائی"۔[2]

طہران کا ایک زرتشتی سیاح قادیان میں

۳ رمئی ۱۹۳۸ء کو ایک زرتشتی ایرانی سیاح منوچہر آرین صاحب (جو ایگریکلچر انجنیئر اور سند یافتہ ہوا باز تھے) مرکز احمدیت دیکھنے کے لئے قادیان آئے[3] اور مرکز احمدیت کے خالص اسلامی ماحول سے متأثر ہو کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔[4]

دو عیسائی مشنری قادیان میں

۲۲ رجولائی ۱۹۳۸ء کو دو پادری مسٹر پرنچا ایم۔ اے اور مسٹر فرانسس جو بالترتیب ہسپانیہ اور بلجیم کے اصل باشندے تھے قادیان کی زیارت کے لئے آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔[5]

---

[1] روزنامہ الفضل قادیان ۲۲ رمارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۳ [2] روزنامہ الفضل قادیان ۱۴ راپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۲

[3] الفضل ۵ رمئی ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۲ [4] اس ضمن میں ان کا فارسی مکتوب الفضل ۷ رمئی ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۳ پر شائع شدہ ہے۔ [5] الفضل ۲۹ رجولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۲۔

مذہبی کانفرنس کراچی

۲۱؍ستمبر ۱۹۳۸ء کو آریہ سماج کراچی کی مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مولینا غلام احمد صاحب فرخ نے محاسن اسلام پر تقریر کی۔ کانفرنس کے صدر رائے بہادر ... کے مشہور ہندو وکیل تھے جنہوں نے دوبار آپ کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا احمدی بھائیوں کی یہ کوشش ایک نہ ایک دن ضرور ہندوستان میں خوشگوار فضاء پیدا کر دیگی۔[۱]

قبرِ مسیح کا اعلان یورپ میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۴؍جون ۱۹۰۲ء کو ارشاد فرمایا کہ "یورپ اور دوسرے ملکوں میں ہم ایک اشتہار شائع کرنا چاہتے ہیں جو بہت ہی مختصر ایک چھوٹے سے صفحے کا ہو تاکہ سب اُسے پڑھ لیں۔ اس کا مضمون اتنا ہی ہو کہ مسیح کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے جو واقعاتِ صحیحہ کی بناء پر ثابت ہو گئی ہے۔ اِس کے متعلق مزید حالات اور واقفیت اگر کوئی معلوم کرنا چاہے تو ہم سے کرے۔ اِس قسم کا اشتہار ہو جو بہت کثرت سے چھپوا کر شائع کیا جائے"۔[۲]

امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل میں مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن نے اِس سال "مسیح کی قبر ہندوستان میں" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا[۳] جس میں مقبرہ مسیح کا فوٹو بھی دیا۔ اس اشتہار کی دارالتبلیغ لنڈن کی طرف سے وسیع پیمانہ پر اشاعت کی گئی۔[۴]

مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب قادیان میں

مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب ۱۸؍دسمبر ۱۹۳۸ء کی شام کو قادیان آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو دعوتِ طعام دی۔ اگلے روز دوپہر کا کھانا حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کے ہاں تناول فرمایا اور نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب نے دعوتِ عصرانہ دی۔ آپ ساڑھے چھ بجے شام کی ٹرین سے واپس روانہ ہوئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور دوسرے کئی احباب الوداع کے لئے اسٹیشن پر تشریف فرما تھے۔[۵]

۱؎ الفضل ۱۸؍ستمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱ ۔ ۲؎ الحکم ۱۰؍جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۳ ۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۹۲۔

۳؎ اشتہار کا متن الفضل یکم جنوری ۱۹۳۹ء میں شائع شدہ ہے۔ ۴؎ اشتہار کی اشاعت کے بعض معاونین خاص:۔ میاں غلام محمد صاحب اختر۔ شیخ مسعود احمد صاحب۔ ایس۔ ڈی ادھیا۔ سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدر آباد دکن حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ سول سرجن قادیان۔ ڈاکٹر محمد الدین صاحب بنوں۔ منشی عبد العزیز صاحب قادیان۔ حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب۔ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب (الفضل ۳؍جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۳ کالم ۲ و ۴؍جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۱ و ۸؍جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۲ ۔ ۵؎ الفضل ۲۲؍دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱ و الفضل ۲۴؍دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۳

خاندان مسیح موعودؑ میں خوشی کی تقاریب

۱۰ر دسمبر ۱۹۳۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے نکاحوں کا اعلان فرمایا۔[۵۱]

دعوت ولیمہ میں شمولیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی بابو عبدالحمید صاحب آڈیٹر نے ۱۲ر دسمبر ۱۹۳۸ء کو اپنے لڑکے جناب عبدالمجید صاحب کی دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی شمولیت فرمائی۔[۵۲]

مباہلہ کمال ڈیرہ سندھ

۱۹ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو کمال ڈیرہ (ضلع نواب شاہ سندھ) میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان مباہلہ ہوا[۵۳] جس کا نتیجہ ایک سال کے اندر اندر یہ نکلا کہ فریق مخالف کے دس مباہلین کسی نہ کسی مصیبت کا شکار ہو گئے۔ ایک شخص جو مخالفت میں بہت سرگرم اور نمایاں حصہ لیتا تھا مر گیا۔ باقیوں کو جانی، مالی اور عزت و آبرو کے لحاظ سے غیر معمولی حوادث پیش آئے۔ اس کے مقابل مباہلہ کرنے والے سب احمدی زندہ و سلامت رہے اور غیر احمدی رئیس نے جو دوران مباہلہ میں فریقین کے صدر تھے احمدیت قبول کر لی۔ اور اس کے علاوہ تین اور احمدی ہو گئے۔ اس طرح سندھ میں احمدیت کی صداقت کا ایک چمکتا ہوا نشان ظاہر ہوا۔[۵۴]

مبلغین احمدیت کی روانگی اور آمد

۱۹۳۸ء میں مندرجہ ذیل مبلغین بیرونی ممالک کو روانہ کئے گئے:۔

۱۔ مولوی محمد صادق صاحب مبلغ سماٹرا (تاریخ روانگی ۲۱ر مارچ ۱۹۳۸ء)[۵۵]

۲۔ مولوی محمد شریف صاحب مبلغ بلاد عربیہ (تاریخ روانگی ۷ر ستمبر ۱۹۳۸ء)[۵۶]

اس سال حسب ذیل مبلغین تبلیغ اسلام کا فریضہ بجا لانے کے بعد مرکز احمدیت میں واپس تشریف لائے:۔

۱۔ مولوی محمد سلیم صاحب مبلغ بلاد عربیہ (تاریخ آمد ۱۰ر مارچ ۱۹۳۸ء)[۵۷] ۲۔ صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز مبلغ جاپان (تاریخ آمد ۱۲ر جولائی ۱۹۳۸ء)[۵۸]

---

۵۱ الفضل ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ ۵۲ الفضل ۲۳ر دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۱ ۵۳ مباہلہ میں شامل ہونے والے احمدیوں کے نام:۔ ماسٹر محمد پریل صاحب۔ محمد شفیع صاحب۔ عمر الدین صاحب۔ شمس الدین صاحب۔ مٹھا خان صاحب۔ بڈھل خان صاحب۔ غلام محمد صاحب۔ حاجی ولی محمد صاحب۔ اللہ ڈنہ صاحب۔ محمد موریل صاحب۔ غیر احمدی مباہلین:۔ ملا دوس محمد صاحب۔ محرم صاحب۔ محمد عثمان صاحب۔ محمد پریل صاحب۔ غلام حسین صاحب۔ غلام محمد صاحب۔ اللہ بخش صاحب۔ نبی بخش صاحب۔ عطا محمد صاحب۔ محمد الیاس صاحب۔ (الفضل ۱۱ر جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ کالم ۳-۴)

۵۴ الفضل ۲۴ر جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۶ کالم ۳-۴ ۵۵ الفضل ۲۳ر مارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۲ ۵۶ الفضل ۹ر ستمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۳

۵۷ الفضل ۱۱ر مارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۲-۳ ۵۸ الفضل ۱۴ر جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۲

۲۔ حاجی احمد خان صاحب ایاز مبلغ ہنگری و یوگوسلاویہ (تاریخ آمد ۲۶ر جولائی ۱۹۳۸ء)[۵۱]

نئی مطبوعات

جماعت احمدیہ کی طرف سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہونے والی مطبوعات کی فہرست یہ ہے :۔

۱۔ قواعد و ضوابط صدر انجمن احمدیہ قادیان (مرتبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ۔ مرزا محمد شفیع صاحب)

۲۔ "امام المتقین" (منظوم پنجابی تالیف ڈاکٹر مولوی منظور احمد صاحب خلف الرشید مولوی حاجی محمد دلپذیر صاحبؓ بھیروی)

۳۔ "میری والدہ" (چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے قلم سے انکی والدہ ماجدہ حسین بی بی صاحبہؓ کے ایمان افروز حالات)

۴۔ "سلسلہ عالیہ احمدیہ" (مؤلفہ مولوی محمد شریف صاحب فاضل مبلغ بلاد عربیہ)

۵۔ دوسرا پارہ جامع مسند صحیح بخاری (ترجمہ و شرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب)

۶۔ "تفہیمات مثنوی معنوی" (مؤلفہ منشی گلاب الدین صاحب پنشنر کالا نوری)

۷۔ "تاثرات قادیان" (مرتبہ ملک مہاشہ فضل حسین صاحب)

اندرون ملک کے مشہور مناظرے

۱۹۳۸ء میں مناظروں کی تعداد گذشتہ سالوں کی نسبت کم رہی۔ اس سال کے چند مشہور و کامیاب مناظرے مندرجہ ذیل مقامات پر ہوئے :۔

مباحثہ دہلی :۔ دہلی میں مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری نے ۱۲ر اپریل ۱۹۳۸ء کی شام کو ایک آریہ سماجی پنڈت سے "ضرورتِ قرآن مجید" پر مناظرہ کیا[۵۲] ایک معزز غیر احمدی نے مناظرہ کی کامیابی پر مولوی صاحب کو تحریری مبارکباد بھیجی۔ اور اپنے مکتوب میں لکھا کہ :۔

"جناب کا مناظرہ آریہ سماج سے بمقام دہلی جلسہ میں ہوا تھا جس میں بندہ بھی شامل تھا۔ یعنی جلسہ گاہ میں بغرض سماع مناظرہ حاضر ہوا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ جناب نے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے اعداء اسلام کو مرعوب کیا اور دنیا پر یہ روشن اور واضح کر دیا کہ قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب منزل من اللہ ہے کہ جو ہر ضرورتِ انسانی کی مکتفی اور ضامن ہے میں جناب کو اس کامیابی پر تہ دل سے ہدیہ مبارکباد پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ افسوس کہ میں حاضر خدمت دہلی میں نہ ہو سکا۔ اگر زندگی نے وفا کیا تو ممکن ہے کہ جناب کی زیارت اور خیالات سے میں مستفید ہو سکوں

---

۵۱ الفضل ۲۸ر جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۳ ۔ ۵۲ الفضل ۱۷ر اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۹ کالم ۱

فی الحال اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ میں فی الحال آپ کے خیالات کا جو بہ نسبت مرزا صاحب ہیں مخالف ہوں جس کے متعلق تبادلہ خیالات کا متمنی اور متقاضی ہوں۔ علاوہ ازیں جو "ضرورت قرآن کریم" پر آپ نے دلائل قائم کئے تھے کیا وہ آپ مجھے ارسال فرما کر ممنون فرمائیں گے؟"[۱]

مباحثہ کراچی :۔

کراچی میں اس سال بھی ۱۷-۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو جماعت احمدیہ کا آریہ سماج سے دو موضوع پر مناظرہ ہوا۔

(۱) "کیا ویدک دھرم عالمگیر ہے" (مابین مہاشہ محمد عمر صاحب فاضل و پنڈت رام چند صاحب)

(۲) "کیا اسلام عالمگیر مذہب ہے۔" (مولوی ابوالعطاء صاحب فاضل و پنڈت رام چند صاحب)

آریہ سماجی مناظر کو ان مناظروں میں شکست فاش ہوئی۔ جس کی خفت پر پردہ ڈالنے کے لئے آریوں نے احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے موضوع پر مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ اس پر مولوی ابوالعطاء صاحب نے اعلان فرمایا کہ ہاں ہم ہر وقت تیار ہیں۔ آپ آج ہی اسی وقت اور اسی پنڈال میں کر لیجیئے۔ اور پنڈت لیکھرام سے متعلق بحث کے لئے بھی تیار رہیئے۔[۲] مگر آریوں کو مرد میدان بننے کی جرأت نہ ہو سکی۔

مباحثہ لکھنؤ :۔

جون ۱۹۳۸ء میں مولوی عبدالمالک خان صاحب اور پنڈت ودیا نند صاحب آف کانپور کا چھاؤنی لکھنؤ میں مناظرہ ہوا۔ موضوع بحث تھا "کیا ویدک دھرم ایشوری دھرم ہے؟" مولوی صاحب نے ثابت کیا کہ آریہ دھرم اب ایک بجھا ہوا چراغ، مرجھایا ہوا پھول اور اجڑا ہوا بوستان ہے جس کی پیروی میں اب خدا سے شرف مکالمہ و مخاطبہ پانا ممکن نہیں۔ آریہ مناظر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر لاتعلق اور بے بنیاد اعتراضات شروع کر دیئے جس پر مسلمانوں نے کہا کہ وہ اس طرح مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کی کوشش صرف اس لئے

---

[۱] روزنامہ الفضل قادیان ۱۴ اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۴ [۲] الفضل ۲۶ اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۹ کالم ۱-۲

کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فاضل احمدی مقرر کے دلائل کا کوئی جواب نہیں ۔ بالآخر مجمع کے پُرزور مطالبہ پر پنڈت جی نے اپنے لاجواب ہونے کا اقرار کیا اور دو گھنٹہ بعد مناظرہ ختم ہوا - اور مسلمان جناب مولوی صاحب کو نہایت عزت و تکریم سے ایک مکان پر لے گئے جہاں آپ کی شربت وغیرہ سے تواضع کی اور آپ کا شکریہ ادا کیا۔[1]

مباحثہ نبی سر روڈ سندھ :-

۲۱-۲۲ر جولائی ۱۹۳۸ء کو بمقام نبی سر روڈ سندھ ضلع تھرپارکر جمعیۃ العلماء تھرپارکر اور جماعت احمدیہ احمد آباد کے درمیان مناظرہ ہوا - ۲۱ر جولائی ۱۹۳۸ء کو مولوی عبد القادر صاحب فاضل نومسلم نے "وفاتِ مسیح" پر اور ۲۲ر جولائی ۱۹۳۸ء کو قریشی محمد نذیر صاحب فاضل نے "صداقتِ مسیح موعودؑ" پر مناظرہ کیا - جمعیۃ العلماء کی طرف سے مولوی عبداللہ صاحب معمار امرتسری پیش ہوئے -

معمار صاحب نے دوران مباحثہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ مبارک میں نہایت گستاخانہ کلمات کہے مگر چیلنج دینے کے باوجود احمدی مناظر کے قرآنی دلائل کا ردّ نہ کر سکے۔[2]

مباحثہ شملہ :-

ستمبر ۱۹۳۸ء میں مولوی ابوالعطاء صاحب نے "قدامت رُوح و مادہ" اور پیشگوئی متعلقہ لیکھرام کی نسبت پنڈت رام چندر دہلوی اور پنڈت چرنجی لال پریم سے بحث کی -

تمام پبلک بلکہ خود آریہ سماجیوں نے مولانا صاحب کی متانت اور شائستگی کا کھلے بندوں اقرار کیا - دوسرا مضمون نازک تھا - کمال حکمت سے انہوں نے ساری بات کہہ دی لیکن ایسے الفاظ میں کہ دلآزاری نہ ہونے پائے۔[3]

مباحثہ لالہ موسیٰ :-

لالہ موسیٰ میں ۲۴ - ۲۵ر ستمبر ۱۹۳۸ء کو تین اختلافی مسائل پر مناظرے ہوئے - ایک مناظرہ

---

[1] الفضل ۲۱ر جون ۱۹۳۸ء صفحہ ۸ کالم ۳ [2] الفضل ۷ر اگست ۱۹۳۸ء صفحہ ۷

[3] الفضل ۱۸ر ستمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۲

میں جماعت احمدیہ کی طرف سے مولوی محمد سلیم صاحب فاضل اور غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی ظہور احمد صاحب پیش ہوئے۔

دوسرا مناظرہ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی نے کیا۔ مدمقابل سے مولوی محمد شفیع صاحب نے بحث کی۔

تیسرا مناظرہ مولوی محمد سلیم صاحب نے کیا۔

ان مناظروں کا غیر احمدی پبلک پر بہت اچھا اثر تھا۔ کئی لوگوں نے تسلیم کیا کہ ہمارے مولویوں کے پاس ٹھٹھے اور مخول کے سوا کچھ نہیں ہے۔

مناظرہ کے آخر میں غیر احمدی مولویوں نے ایک غیر احمدی کو کھڑا کر دیا کہ تم کہو میں احمدیت سے توبہ کرتا ہوں۔ حالانکہ وہ شخص احمدی ہی نہیں تھا۔ نہ اُس نے کبھی بیعت کی تھی۔[۱]

مباحثہ ادیرو وال :-

اکتوبر ۱۹۳۸ء میں ڈیرو وال میں مولوی محمد سلیم صاحب نے مسئلہ "وفات وحیات مسیح علیہ السلام" اور "آخری فیصلہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری" کے موضوع پر اور مولوی دل محمد صاحب نے مسئلہ نبوت اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام" پر مناظرے کئے۔

غیر احمدیوں کے مناظر عبد اللہ صاحب معمار امرتسری تھے۔ غیر احمدیوں اور غیر مسلموں دونوں نے مناظرہ میں فتح پر احمدیوں کو مبارک باد دی۔ بالخصوص شیعہ اصحاب نے نہایت واضح الفاظ میں احمدیوں کی کامیابی کا اقرار کیا۔[۲]

مباحثہ سندھ :-

صوبہ سندھ کے مبلغ قریشی محمد نذیر صاحب ملتانی نے صوبہ بھر میں بکثرت لیکچر دیئے تھے اور اس کے نتیجہ میں سندھ کی احمدیہ جماعتیں بھی تبلیغ میں سرگرم عمل ہو گئی تھیں۔ یہ بیداری دیکھ کر غیر احمدیوں نے جماعت احمدیہ سندھ سے مناظرہ کی طرح ڈالی اور باہر سے متعدد علماء بلائے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے دو مناظرے ہوئے۔

---

[۱] الفضل ۶ اکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۸   [۲] الفضل ۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ کالم ۴

ان مناظروں میں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو نمایاں کامیابی عطا فرمائی جس کا واضح اقرار شیعہ حضرات نے بھی کیا۔ مخالفین احمدیت نے فساد برپا کرنے کی ہر چند کوشش کی مگر کوئی موقعہ میسر نہیں آیا۔ یہ دیکھ کر غیر احمدی علماء صاحبان خود آپس میں الجھ پڑے اور جمعیۃ العلماء کے تیس چالیس علماء راتوں رات واپس تشریف لے گئے۔[1]

غرض اللہ تعالیٰ نے حق کا بول بالا کیا اور اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ کا نظارہ ایک بار پھر آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

---

[1] رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ ۱۹۳۹-۴۰ء صفحہ ۴۸

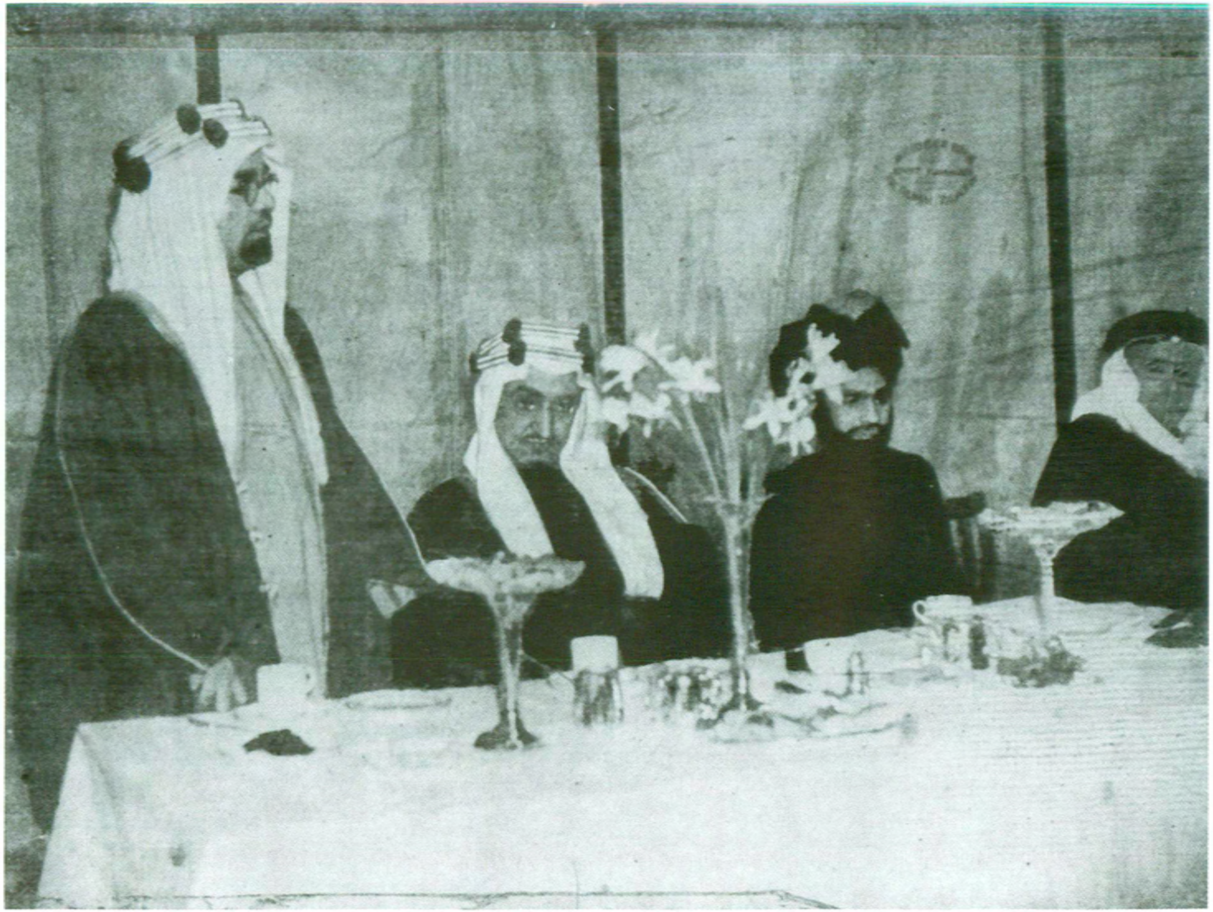

شہزادہ امیر فیصل صاحب (حال شاہ فیصل) اور دیگر عربی نمائندوں کے اعزاز میں دعوت استقبالیہ فروری ۱۹۳۹ء

مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لندن کے دائیں جانب امیر فیصل تشریف فرما ہیں۔

سعودی عرب کے ایک وزیر امیر فیصل کی طرف سے جوابی تقریر کر رہے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جلسہ ۱۹۳۹ء کی تقریب پر اپنے خدام کے ہمراہ۔ پہلی قطار (دائیں سے بائیں) عبدالرشید صاحب،
سردار کرم داد خان صاحب، حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب، چوہدری اسداللہ خان صاحب، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، خان میر صاحب،
مولوی نورالحق انور صاحب، سید ولی اللہ صاحب (مبلغ افریقہ) منیر احمد صاحب وغیرہ،
حضور کے پیچھے (دائیں سے بائیں) صاحبزادہ سید محمد طیب صاحب، ملک صلاح الدین صاحب ایم اے۔

چھٹا باب

قضیۂ فلسطین میں عربوں کی پرزور حمایت سے لیکر خلافت جوبلی کے جلسہ تک
خلافتِ ثانیہ کا چھبیسواں (۲۶) سال

ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ تا ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ
جنوری ۱۹۳۹ء — دسمبر ۱۹۳۹ء

مسئلہ فلسطین کا پس منظر

فلسطین کو یہودیت کا مرکز بنانے کی موجودہ تحریک انیسویں صدی کے آخر (۱۸۹۶ء) میں شروع ہوئی۔ اس سال ہرزل نے عالمی صیہونی انجمن کی بنیاد ڈالی۔ اور بیل کے مقام پر طے پایا کہ فلسطین میں یہودیوں کا ایک وطن بنایا جائے۔ صیہونی تحریک کے لیڈروں نے پہلے تو سلطان ترکی کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ یہودی وطن کے قیام کی اجازت دیجائے۔ مگر ترکی حکومت نے انکار کر دیا۔ ۱۹۰۳ء میں حکومت برطانیہ نے تجویز پیش کی کہ یہودی کینیا (افریقہ) کو اپنا وطن بنالیں۔ لیکن یہودی رضامند نہ ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں جب پہلی عالمگیر جنگ چھڑی تو یہودیوں نے جرمنی اور برطانیہ دونوں سے جوڑ توڑ شروع کر دئے۔ جنگ عظیم کے دوران حالات نے پلٹا کھایا۔ ترک جنگ میں اتحادیوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دے رہے تھے۔ ادھر برطانیہ کو عربوں کی (جو اس وقت ترکی حکومت سے مطمئن نہ تھے) ضرورت محسوس ہوئی۔ انگریزوں نے حسین شریف مکہ کو پیغام بھیجا۔ کہ اگر فلسطین کے عربوں نے جنگ میں ان کا ساتھ دیا۔ تو ترکوں کے عربی مقبوضات آزاد کر دیئے جائیں گے۔ ان مقبوضات میں فلسطین بھی شامل تھا۔ عرب برطانیہ کے داؤ میں آگئے اور انہوں نے اسے منظور کر لیا۔ اور جنگ میں ترکوں کے خلاف برسرپیکار ہوگئے۔ کرنل لارنس کی زیر ہدایت اور عربوں کی مدد سے جنرل ایلن بی نے ۱۹۱۷ء میں ترکوں کو شکست دیکر یروشلم پر قبضہ کر لیا صیہونی تحریک کے لیڈر بھی خاموش نہیں بیٹھے تھے۔ فلسطین کو اپنا قومی گھر بنانے کی پرانی خواہش از سر نو تازہ ہوگئی۔ ادھر جنگ کے مصارف کی وجہ سے انگریزوں کو یہودی سرمایہ کی سخت ضرورت تھی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اسی سال برطانوی وزیر امور خارجہ لارڈ بالفور (LARD BAL FOUR) اور یہودی لیڈر لارڈ روتھ سچائیلڈ (LORD ROTH SCHILD)

کے مابین ایک خفیہ معاہدہ ہوا جس کے ذریعہ طے پایا کہ یہودی جنگ میں برطانیہ کی مدد کریں۔ اس کے عوض برطانیہ اختتام جنگ پر فلسطین کو یہودیوں کا وطن بنا دیگا۔ یہ معاہدہ ۱۹۲۰ء یعنی اختتام جنگ کے ایک سال بعد تک خفیہ رکھا گیا۔ جنگ کے بعد تھوڑے عرصہ تک سکون رہا۔ ۱۹۲۰ء میں فلسطین کی باگ دوڑ مجلس اقوام کی زیر نگرانی برطانیہ کے سپرد ہوئی۔

عربوں کو کامل یقین تھا کہ عنقریب فلسطین ایک آزاد ملک اُن کے سپرد کر دیا جائیگا۔ مگر ۱۹۲۰ء میں انہیں پہلی بار محسوس ہوا۔ کہ برطانیہ کسی صورت میں بھی ان کو فلسطین کا اقتدار سونپنے کیلئے آمادہ نہیں ہے۔ اس عرصہ میں یہودی لوگ کافی تعداد میں فلسطین پہنچ چکے تھے اور اُسوقت سے ہی علاقہ میں گڑبڑ شروع ہو گئی تھی۔ یہودی علانیہ طور پر فلسطین کو اپنا ملک بنانے پر مُصر تھے۔ عرب جو پہلے ہی مضطرب بیٹھے تھے اور بھڑک گئے۔ یہودیوں کی بڑھتی ہوئی درآمد نے انکی آنکھیں کھول دیں۔ اور ملک میں فسادات کا دَور دَورہ شروع ہو گیا۔

۱۹۲۳ء میں حالات انتہائی نازک حالت تک پہنچ گئے۔ بغاوت فرو کرنے کیلئے انگریز فوجیں منگائی گئیں اور وقتی طور پر ہنگاموں پر قابو پالیا گیا مگر ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۶ء میں دوبارہ شدید فسادات اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بہت کچھ مالی وجانی نقصان ہوا۔ برطانوی مدبرین کا خیال تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد عرب اور یہودی شیر وشکر ہو جائیں گے۔ لیکن اختلاف کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی۔ پندرہ سال کے کُشت وخون کے بعد جب حالات قابو سے باہر نظر آنے لگے تو برطانیہ نے نومبر ۱۹۳۶ء میں لارڈ پیل (LARD PEEL) کی صدارت میں ایک شاہی کمیشن مقرر کر دیا۔ جس نے حالات کا مطالعہ کر کے جولائی ۱۹۳۷ء میں اپنی رپورٹ اور اپنی سفارشات پیش کر دیں۔ پیل کمیشن نے اعتراف کیا۔ کہ عرب اور یہودی دونوں سے وعدہ خلافی اور نا انصافی کی گئی ہے۔ جس کا حل اُس نے یہ پیش کیا۔ کہ ملک کے حصے بخرے کر دیئے جائیں۔ ایک علاقہ جو سب سے زرخیز اور تجارتی مرکز تھا اور جس میں وہاں کی صرف ایک ہی کار آمد بندرگاہ حیفا بھی شامل تھی یہودیوں کے حوالے کر دیا جائے اور فلسطین کا بیشتر حصہ جو عموماً ریتلا صحرا اور بنجر ہے عربوں کو دیدیا جائے۔ نیز سفارش کی کہ باقی مقامات مقدسہ یروشلم اور درمیانی علاقہ پر انگریزی حکومت کی عملداری رہے۔ عرب اور یہود دونوں نے اس تجویز کی سخت مذمت کی۔ اور فلسطین میں بیک وقت فریقین کی طرف سے ملک گیر اور منظم فسادات اُٹھ کھڑے ہوئے۔ عربوں کا نشانہ پہلے تو یہودی ہوا کرتے تھے مگر پھر انگریزی فوجوں پر یورش شروع کر دی گئی۔ متعدد برطانوی فوجی بیڑے حیفا اور جافا پہونچ گئے۔ اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ حریت پسند عرب لیڈر گرفتار کئے گئے۔ مجلسیں توڑ دی گئیں۔ اور عرب

دیہات نہ صرف تعزیری چوکیوں سے زیر بار کر دیئے گئے ۔ بلکہ ہوائی جہازوں سے اُن پر گولہ باری کی گئی ۔

ان حالات نے صورت حال بدل دی ۔ ملک کے حصّے بخرے کرنے کی سکیمیں وقتی طور پر معرضِ التواء میں پڑ گئیں ۔ اور پیل کمیشن کی رپورٹ پر غور کرنے کیلئے ایک اور کمیشن (وُوڈہڈ کمیشن) مقرر ہوا ۔ مگر عرب نہ مطمئن ہو سکتے تھے نہ ہوئے ۔ اب برطانوی حکومت نے مفاہمت کے لئے ایک نئی تجویز سوچی اور وہ یہ کہ لنڈن میں عربوں اور یہودیوں کی ایک مشترکہ کانفرنس کا فیصلہ کیا گیا ۔ یہ کانفرنس فروری ۱۹۳۹ء میں بمقام لنڈن منعقد ہوئی جس میں سعودی عرب ، مصر اور عراق کے مندوبین نے شرکت کی ۔ مگر یہ بھی ناکام ہو گئی ۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا ۔ زیر لفظ (ZIONISM) ۔

قضیۂ فلسطین اور جماعتِ احمدیہ

قضیۂ فلسطین کے پس منظر پر روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم بتاتے ہیں ۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضور کی قیادت میں احمدیہ پریس[۱] سلسلہ احمدیہ کے مبلّغین بلاد عربیہ و غربیہ کی تمام ہمدردیاں شروع سے ہی مسئلہ فلسطین کے بارے میں مسلمانانِ عالم کے ساتھ تھیں اور وہ یہودیوں کے ناپاک عزائم کو سخت نفرت و حقارت سے دیکھتے اور ان کی سازشوں کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے سخت خطرہ سمجھتے اور عرب مفادات اور مطالبات کی ترجمانی کا کوئی موقعہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۳۹ء کو عیدالاضحیہ کی تقریب تھی ۔ اس موقعہ پر امام مسجد لنڈن مولوی جلال الدین صاحب شمس رضؓ نے ایک جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے فلسطین میں یہودیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر سخت تشویش کا اظہار کیا[۲]

اس اہم جلسہ کی رپورٹ لنڈن کے ایک بااثر اور مقتدر اخبار ساؤتھ ویسٹرن سٹار نے اپنی ۲ فروری ۱۹۳۹ء کی اشاعت میں یہ لکھی کہ :-

"عیدالاضحیٰ کی تقریب پر جو عید قربان ہے مسجد احمدیہ لنڈن میں ایک جلسہ ہوا ۔ لیفٹننٹ کرنل سر فرانسس ینگ ہسبنڈ کے ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی کے ۔ سی ۔ آئی ۔ ای صدر تھے ۔ امام مسجد مولوی جلال الدین شمس نے قیام امن کی کوشش کے لئے وزیر اعظم برطانیہ کو خراج تحسین ادا کیا ۔ نیز مسئلہ فلسطین پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا ۔ آپ نے کہا ۔ ...... اپنی تعداد کے لحاظ سے یہودیوں کا عربوں سے بڑھ جانے اور

---

۱ ۔ بطور نمونہ الفضل ۲۰ جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۳ اور الفضل ۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۶ ۔ الفضل ۳۰ ستمبر ۱۹۳۷ء کے نوٹ ملاحظہ ہوں ۔

۲ ۔ یاد رہے کہ ۱۹۱۴ء میں فلسطینی یہودی آبادی صرف نوّے ہزار تھی مگر ۱۹۱۸ء سے ۱۹۳۶ء تک کے عرصہ میں جو یہودی بیرونی ممالک سے یہاں آکر آباد ہوئے ان کی تعداد قریباً دو لاکھ اسّی ہزار تھی ۔ (انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا زیر لفظ (ZIONSM)

اس طرح ان پر چھا جانے کا خیال عربوں کے لئے نہایت خوفناک ہے۔ اور وہ اسے کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ جو نمائندے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کو اور حکومت کو چاہیئے کہ اس مسئلہ پر اخلاص اور غیر جانبدارانہ رنگ میں غور کریں۔ اور اس کا کوئی حل تلاش کریں۔ کیونکہ اگر آج اس کا کوئی حل نہ ملا تو پھر کبھی نہیں ملے گا۔

اس موقعہ پر بہت سے معززین جمع تھے۔ مسلمان۔ ہندو۔ عیسائی۔ غرض کہ ہر قوم کے مرد و عورتیں موجود تھیں۔ حاضرین میں سے سر ٹیلفورڈ واڈ اور سر فنڈلیٹر سٹوارٹ۔ میجر جنرل جے۔ ایچ بیمش۔ سر آرتھر واؤکوپ (سابق ہائی کمشنر فلسطین)، کاؤنٹس کارلائل۔ ریورنڈ ایس ہاپکنسن۔ ریورنڈ مسٹر سٹیونسن ڈاکٹر مس ہاتھرپی اور کیپٹن عطاء اللہ آئی۔ ایم۔ ایس شامل تھے۔"[1]

مسجد احمدیہ لنڈن میں شہزادہ امیر فیصل (مملکت کے موجودہ سربراہ) اور دیگر عرب ممالک کے نمائندوں کی تشریف آوری

عید کے چند روز بعد برطانوی حکومت نے ماہ فروری ۱۹۳۹ء میں قضیہ فلسطین کے تعلق میں جب عربی ممالک کی ایک نمائندہ کانفرنس کا انعقاد کیا تو مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن نے اس اجتماع کو غنیمت سمجھتے ہوئے مکہ مکرمہ کے وائسرائے اور فلسطین۔ عراق۔ یمن کے نمائندوں کے اعزاز میں ایک پارٹی دی جس میں شہزادہ امیر فیصل اور شیخ ابراہیم سلیمان رئیس النیابۃ العامہ اور شیخ حافظ وہبہ اور عونی بیک الہادی اور القاضی علی العمری اور القاضی محمد الشامی وغیرہ مندوبین کانفرنس کے علاوہ لنڈن کے اکابر اور ریٹائرڈ افسران۔ مختلف ممالک کے چھ سفراء اور پارلیمنٹ کے ممبر اور نائٹ۔ جرنیل۔ میجر۔ اور بڑے بڑے عہدیدار اور اہل منصب اور معزز ہندوستانیوں میں سے ہائی کمشنر فار انڈیا۔ سردار بہادر موہن سنگھ آف راولپنڈی (ممبر کونسل فار انڈیا) وغیرہ دو سو کے قریب مہمان شامل ہوئے۔ اس تقریب پر حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے امیر فیصل اور دوسرے عرب نمائندگان کے نام بذریعہ تار برقی مندرجہ ذیل پیغام بھیجا۔ (جو مولانا شمس صاحب نے عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں سنایا)۔

"میری طرف سے ہز رائل ہائی نس امیر فیصل اور فلسطین کانفرنس کے ڈیلیگیٹوں کو خوش آمدید کہیں۔ اور ان کو بتا دیں کہ جماعت احمدیہ کامل طور پر ان کے ساتھ ہے۔ اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی عطا کرے۔ اور تمام عرب ممالک کو کامیابی کی راہ پر چلائے۔ اور ان کو مسلم ورلڈ کی لیڈرشپ عطا کرے۔

[1] (ترجمہ) بحوالہ الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۴۔

وہ لیڈرشپ جوان کو اسلام کی پہلی صدیوں میں حاصل تھی۔"

سعودی عرب کے وزیر نے امیر فیصل کی طرف سے جوابی تقریر کی۔ اور پورے عالم اسلام کی یگانگت اور اتحاد پر زور دیا۔[۱]

امیر فیصل اور دوسرے نمائندوں نے اس موقعہ پر نومسلموں سے قرآن مجید سُنا جس سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ امیر فیصل نے فرمایا۔ میرا خیال تھا کہ چھوٹی سی مسجد ہوگی۔ اور یہ بعد میں بڑی کی گئی ہے۔ مولانا شمس صاحب نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ ابتداء ہی سے اتنی بڑی بنائی گئی تھی۔ عرب نمائندے دارالتبلیغ دیکھکر بھی خوش ہوئے۔ مولانا شمس صاحب نے امیر فیصل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تالیفات میں سے منن الرحمٰن، دارالتبلیغ اور بعض اپنی عربی کتب مثلاً "توضیح مرام۔ میزان الاقوام اور دلیل المسلمین خوبصورت جلدیں بنوا کر بطور ہدیہ پیش کیں۔ جو انہوں نے شکریہ اور مسرت کیساتھ قبول کیں۔ اور جاتے ہوئے وزٹنگ بُک میں اپنے قلم کر یہ الفاظ لکھ گئے:۔

"لِاِثْبَاتِ عِنْدِیَّتِیْ وَ شُکْرِیْ لِحَضْرَۃِ الْاِمَامِ وَ اِعْجَابِیْ بِذٰلِکَ۔ فیصل"

اس شاندار تقریب کے فوٹوگرافروں نے متعدد فوٹو لئے جو سنڈے ایکسپریس اور ساؤتھ ویسٹرن سٹار اور ومبلڈن بورونیوز اور وانڈزورتھ بار و نیوز میں بھی شائع ہوئے۔[۲]

قضیہ فلسطین کو آئندہ چل کر کن مراحل میں سے گذرنا پڑا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی۔ اور حضور کی قیادت میں جماعت احمدیہ نے مسلمانان فلسطین کی تائید میں کس طرح آواز بلند کی اس کی تفصیل اگلی جلدوں میں آئے گی۔ مگر یہاں ضمناً یہ بتانا ضروری ہے کہ جہاں جماعت احمدیہ یہودی سرگرمیوں کو عالم اسلام کے لئے ہمیشہ خطرۂ عظیم سمجھتی رہی ہے وہاں مجلس احرار اسلام کے عمائد و اکابر کا ۱۹۳۹ء میں یہ واضح نظریہ تھا۔ کہ

"ہم خطرات کے شمار کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک مسلمانوں کیلئے اور اسلام کے لئے کوئی خطرہ نہیں اسلام خدا کا پسندیدہ دین ہے وہ اس لئے دُنیا میں آیا ہے کہ تمام دُنیا کے مذاہب پر غالب ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد اسلام کا غلبۂ مجموعی تھا۔ یہ غلبہ اپنی قدرتی رفتار کے ساتھ جاری ہے۔ اس رفتار کو نہ کوئی شخص روک سکتا ہے اور نہ وہ رُکنے والی ہے۔ اسلئے اسلام کی زندگی۔ کے سامنے نہ ایک خطرہ ہے نہ خطرے۔ اسی طرح ملّت اسلامیہ بھی زندہ رہنے اور نہ صرف زندہ رہنے بلکہ غالب ہو کر رہنے کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ افراد میں ردّ و بدل ہو۔ ہو سکتا ہے کہ قبائل و اقوام میں تغیّر و انقلاب ہو۔ لیکن ملّت بحیثیت مجموعی "خیر اُمّت" ہے۔ اور وہ باقی۔ برقرار اور قائم رہے گی جسطرح بنی اُمیّہ کے زوال نے بنی عباس کو جگہ دی۔ بنی عباس نے فاطمیین کو جانشین بنایا۔ اور فاطمیین کا عَلَم

۱۔ الفضل ۱۶ مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۔ ۲۔ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۳۸-۳۹ء صفحہ ۵۶-۵۷۔

عثمانیوں نے سنبھال لیا۔ اسی طرح ملت میں بھی مختلف قومیں اٹھتی اور بیٹھتی رہیں گی۔ اس لئے نہ اسلام کو خطرہ ہے نہ مسلمانوں کو۔ لیکن اگر ان حضرات کے طرز استدلال کو قبول کر لیا جائے جو خدا کی دو مغضوب قوموں سے خدا کے پسندیدہ دین اور خدا کی منعم علیہ قوم کے لئے خطروں کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتے تو ہم عرض کریں گے کہ خطرہ نہ یہود سے ہے نہ ہنود سے بلکہ "خطرہ" خود ان نیک دل اور سادہ لوح تیمارداروں سے ہے جو ملت اسلامیہ کے مرد بیمار کے مداوا کیلئے مسلم لیگ اور اس کے رہنماؤں کی جدوجہد اور عملی پروگرام میں آس لگائے بیٹھے ہیں۔[1]

ولیداد خانصاحب کی شہادت

افغانستان کی سنگلاخ زمین ابتداء ہی سے شہدائے احمدیت کے خون سے لالہ زار بنتی آ رہی تھی۔ چنانچہ اس سال بھی ۱۵ر فروری ۱۹۳۹ء کو مجاہد تحریک جدید ولیداد خانصاحب نے اپنے خون سے اس ملک کی آبیاری کی۔

ولیداد خاں صاحب ایک لمبا عرصہ دارالامان میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر وہ تحریک جدید کے سلسلہ میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر اپنے گاؤں (واقع علاقہ خوست) میں (جو اُن دنوں برطانوی اور افغانی گورنمنٹ کے حد فاصل پہاڑ کی چوٹی پر واقع اور بالکل آزاد علاقہ تھا) تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے اپنے چچازاد بھائی خالیداد خاں کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے ایک بچہ بھی دیا۔ لڑکے کی عمر ابھی ڈیڑھ ماہ کی ہوئی تھی۔ کہ ان کے برادران نسبتی نے اس ننھے معصوم بچہ کو جس کا نام فضل داد تھا قتل کر دیا۔ اور پھر اُن کو بھی غالباً چوتھے دن ۱۵ر فروری ۱۹۳۹ء کو نہایت بیدردی اور بے رحمی سے تین گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم تین دن تک بے گور و کفن رہے۔ اس کے بعد ظالموں نے انکی نعش مبارک کہیں پھینک دی۔[2]

مجلس ناصرات الاحمدیہ کا قیام

فروری ۱۹۳۹ء میں احمدی بچیوں کے لئے "مجلس ناصرات الاحمدیہ" کے نام سے ایک انجمن کا قیام عمل میں آیا جس کی صدر محترمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ، سیکرٹری صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ (بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض) اور اسسٹنٹ سیکرٹری طاہرہ بیگم صاحبہ مقرر ہوئیں۔[3]

---

[1] "مجلس احرار اور مسلم لیگ" مؤلفہ شیخ نظام الدین صاحب نائب صدر مجلس احرار حلقہ باغبانپورہ لاہور۔

[2] الفضل ۲۶ر مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۳۔ [3] الفضل ۵ر جولائی ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۳۔

مجلس ناصرات الاحمدیہ کا قیام صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کی تحریک پر ہوا۔ چنانچہ صاحبزادی صاحبہ کا بیان ہے کہ

"جب میں دینیات کلاس میں پڑھتی تھی۔ میرے ذہن میں یہ تجویز آئی کہ جس طرح خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے لجنہ اماء اللہ قائم ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کے لئے بھی کوئی مجلس ہونی چاہیئے۔ چنانچہ مکرم محترم ملک سیف الرحمن صاحب کی بیگم صاحبہ اور مکرم محترم حافظ بشیر الدین صاحب کی بیگم صاحبہ اور اسی طرح اپنی کلاس کی بعض اور بہنوں سے اس خواہش کا اظہار کیا۔ اور ہم سب نے مل کر لڑکیوں کی ایک انجمن بنائی جس کا نام حضرت اقدس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی منظوری سے ناصرات الاحمدیہ رکھا گیا۔

شروع میں تو اسکے اجلاس بھی ہمارے اسکول میں ہی ہوتے رہے۔ اور اسکول کی طالبات ہی اسکی ممبر رہیں۔ لیکن میری شادی کے بعد جب میں سندھ چلی گئی۔ تو اس مجلس کا انتظام لجنہ اماء اللہ نے سنبھال لیا۔ اور اسکے زیر انتظام اس مجلس کے امور سرانجام پاتے رہے ہیں"[1]

حضرت امیر المؤمنینؓ کی طرف سے آل انڈیا مسلم لیگ کی زبردست تائید

حضرت امیر المؤمنین اپنے زمانہ خلافت کے ابتدا ہی سے مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ سیاسی جماعت سمجھتے تھے اور اس کی بجائے کانگرس سے وابستگی مسلم مفادات سے بے اعتنائی کے مترادف قرار دیتے تھے۔ چنانچہ جولائی ۱۹۳۹ء کا واقعہ ہے کہ منڈی بوریوالہ ضلع ملتان کے ایک دوست چوہدری محمد اکبر صاحب نے ۱۴ جولائی ۱۹۳۹ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں تحریر کیا کہ

"ہمارے علاقہ میں یہ یقین کیا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کی قوت دوکانداروں اور لنگڑیالوں کی قوت کے مترادف ہے۔ جبتک اُن کو شکست نہ ہو ہم آباد کار اٹھ نہیں سکتے۔ اگر یہاں ہم نے کانگرس کو تقویت دی اور کانگرس کامیاب ہو گئی تو یقیناً کانگرس ہمارے مفاد کا خیال رکھے گی اور اگر یہاں کانگرس فیل بھی ہو گئی پھر بھی دوکانوں کو ہماری قدر کرنی پڑیگی اور اگر ہم الگ الگ رہے تو ہمیں کوئی بھی نہیں پوچھے گا"[2]

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس خط پر اپنے قلم مبارک سے جو الفاظ رقم فرمائے وہ احمدیت اور مسلم لیگ دونوں کی تاریخ میں آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ حضورؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"مجھے آپکے متعلق ذاتی واقفیت نہیں۔ بہتر ہوتا آپ کسی واقف احمدی سے لکھواتے بہرحال

[1] خط صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ (بیگم میاں عبدالرحیم احمد صاحب) [2] مکتوب محررہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۹ء

مجھے تو مسلمانوں کے فائدہ سے ہمدردی ہے۔ کسی خاص پارٹی سے نہیں۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ کانگرس مسلمانوں کی دشمن ہے۔ اگر چھوٹے فائدوں کیلئے مسلمان کانگرس سے ملیں گے تو قومی طور پر ذلیل ہو جائیں گے ہم نے کانگرس سے خط وکتابت کر کے دیکھا ہے۔ کانگرس کا ارادہ مسلمانوں کے حق میں ہرگز اچھا معلوم نہیں دیتا۔ اس صورت میں اس سے ملنا اچھا نہیں۔ ہاں آپ مقامی مُسلم لیگ بنا لیں اس میں اپنے ممبر زیادہ کر لیں۔ آپ کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس مُسلم لیگ کی طرف سے بیشک مُسلمان کھڑے ہوں مسلمان اکٹھے بھی رہیں گے اور کانگرس کو بھی طاقت حاصل نہ ہوگی اس صورت میں بھی مالدار لوگ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا مکتوب مُبارک آل انڈیا مُسلم لیگ اور نیشنل کانگرس کی نسبت

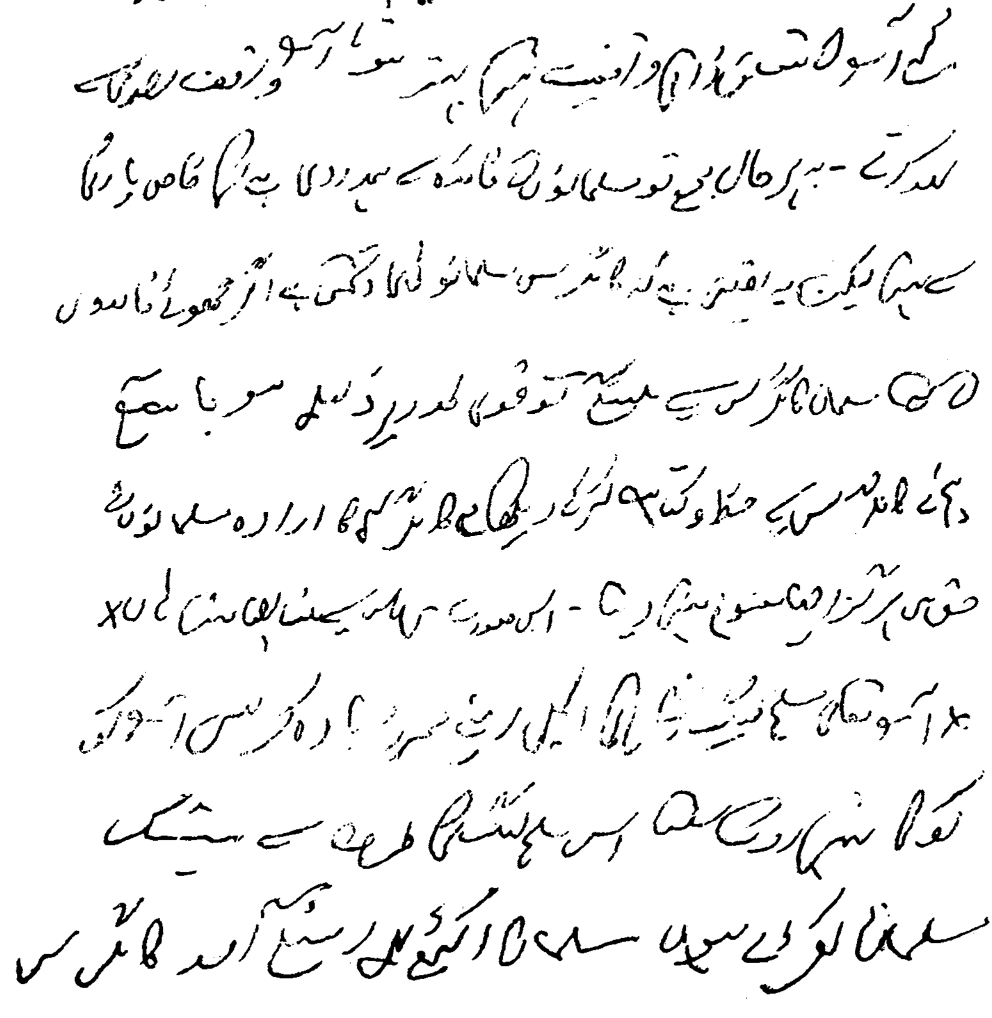

[illegible]

... بہر حال مجھے تو مسلمانوں کے فائدہ سے ہمدردی ہے کسی خاص پارٹی

سے نہیں لیکن یہ یقینی ہے کہ کانگرس مسلمانوں کی دشمن ہے اگر چھوٹے فائدوں

کے لئے مسلمان کانگرس سے ملیں گے تو قومی طور پر ذلیل ہو جائیں گے

ہم نے کانگرس سے خط و کتابت کر کے دیکھا ہے کانگرس کا ارادہ مسلمانوں کے

حق میں ہرگز اچھا معلوم نہیں دیتا - اس صورت میں اس سے ملنا اچھا نہیں ہاں

آپ مقامی مسلم لیگ بنا لیں اس میں اپنے ممبر زیادہ کر لیں آپ کو کوئی

نہیں روک سکتا اس مسلم لیگ کی طرف سے بیشک

مسلمان کھڑے ہوں مسلمان اکٹھے بھی رہیں گے اور کانگرس

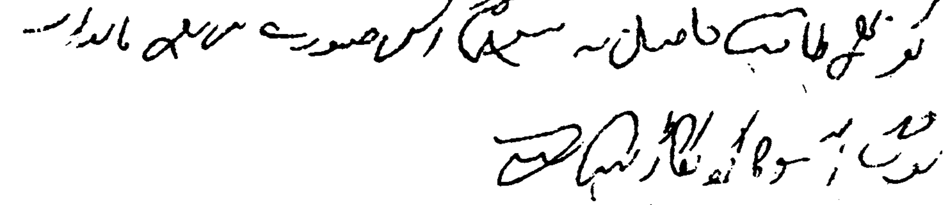

مسلمانانِ چمبہ پر مظالم کے خلاف احتجاج

چمبہ ایک چھوٹی سی پہاڑی ریاست ہے جو ریاست جموں کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اس ریاست میں ہندو لوگ بھاری اکثریت میں آباد تھے۔ اور مسلمانوں کی آبادی سات فیصدی کے قریب تھی جو اہل کشمیر کی طرح ہمیشہ غیر زراعت پیشہ متصور ہوتے تھے اور وہ (خاص اجازت کے سوا) جو عام طور پر نہیں دی جاتی تھی زمین خریدنے کے بھی مجاز نہیں تھے۔ حتیٰ کہ مسلمان کسی مسلمان سے بھی سرکاری اجازت نامہ کے بغیر زمین کی خرید و فروخت نہیں کر سکتے تھے اور ہندو سے زمین کا مل جانا تو قریباً ناممکن تھا۔ اس کے برعکس ہندو لوگ مسلمانوں سے قانوناً خرید سکتے تھے۔ اور اس کیلئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں تھی۔ ایک اور پابندی یہ تھی۔ کہ حدود ریاست میں کوئی شخص قبول اسلام نہیں کر سکتا تھا۔ حد یہ ہے کہ جہاں ہر اچھوت کیلئے ہندو دھرم قبول کرنے یا عیسائی بننے کے دروازے ہر وقت کھلے تھے مگر اسے حدود ریاست میں اسلام لانے کی اجازت نہ تھی۔ غرضیکہ غریب مسلمان ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ اور خصوصاً احمدیان چمبہ کو بہت تکالیف پہنچائی جا رہی تھیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں یہ حالات پہنچے تو حضور نے چوہدری غلام احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی مشیر قانونی اور مولوی ظہور الحسن صاحب فاضل کو چمبہ بھجوایا[۱] اور باشندگان چمبہ کو مشورہ دیا کہ وہ ریذیڈنٹ کو اپنی شکایات و مطالبات بھجوائیں اور خاص طور پر مندرجہ ذیل مطالبات اس میں شامل کریں کہ

۱۔ شہر چمبہ میں میونسپل کمیٹی قائم کی جائے۔

۲۔ زمینداروں کو زمین کا مالک قرار دیا جائے۔

۳۔ زمینداروں کو اُن کی زمین پر پیدا شدہ درخت کاٹنے اور فروخت کرنے کی اجازت دی جائے۔

۴۔ سیاسی قیدی شیخ غلام نبی صاحب کو رہا کیا جائے۔

۵۔ ایک غیر جانبدار تحقیقاتی کمیٹی جس میں غیر سرکاری ممبروں کی اکثریت ہو قائم کی جائے جو رعایا کی شکایات سُنکر اُن کے تدارک کیلئے تجاویز پیش کرے۔

---

[۱] ۔ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۳۹-۴۰ء

مسلمانانِ چمبہ نے حضور کی ان ہدایات کی روشنی میں اپنے مطالبات مرتب کرکے ریذیڈنٹ کو بھجوا دیئے جو ریذیڈنٹ نے مطالعہ کے بعد حکام ریاست کے پاس ارسال کر دیئے۔ حکام ریاست مطالبات پڑھ کر غضبناک ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں پر ناجائز رُعب ڈال کر میموریل کے خلاف اور اپنے حق میں دستخط کروانے کی مہم شروع کر دی۔ جس پر غلام احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی نے ریذیڈنٹ کو تار دینے کے علاوہ حکومتِ ہند کے پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کو اطلاع دی اور اخبارات سے درخواست کی کہ وہ حکام چمبہ کے خلاف آواز اٹھائیں اور چمبہ کے مسلمانوں کو لکھا کہ وہ احتیاطاً اپنی شکایات کے ثبوت مہیا کریں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کا آرگن روزنامہ "الفضل" نے کئی بار اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی اور سخت احتجاج کیا۔

اس مرحلہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے چوہدری غلام احمد صاحب کو ہدایت فرمائی کہ

"میرے نزدیک خاموشی مناسب نہیں۔ ہندوؤں سے ان شکایات کا ذکر ضرور کر دینا چاہیئے۔"[1]

حضرت امیرالمومنینؓ کا سفر دھرمسالہ

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی تبدیلیٔ آب و ہوا کیلئے بذریعہ کار ۵ اگست ۱۹۳۹ء کو دھرم سالہ تشریف لے گئے۔[2] جہاں سے ۱۲ اگست ۱۹۳۹ء کو منالی گئے۔[3] اور پھر ۲۰ اگست کو واپس دھرم سالہ پہنچے[4] اور پھر چند روز قیام فرمانے کے بعد ۲۶ اگست ۱۹۳۹ء کو قادیان دارالامان میں رونق افروز ہوئے۔[5]

اگست ۱۹۳۹ء میں قبولیتِ دعا کا پہلا نشان

سفرِ منالی میں اللہ تعالیٰ کے فضل کا ایک ایمان افروز نشان کا ظہور ہوا۔ جس کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی زبان مبارک سے درج کی جاتی ہے۔ فرمایا:۔

"عزیزم مرزا ناصر احمد صاحب منالی جا رہے تھے۔ ہم بھی دھرمسالہ سے انہیں کے لئے دوسرے موٹر میں گئے۔ جب پالم پور تک انہیں چھوڑ کر واپس آ رہے تھے۔ راستہ میں موٹر خراب ہو گئی۔ اور ڈرائیور نے بتایا کہ پٹرول پہونچانے والی نلکی بیچ میں سے ٹوٹ گئی ہے۔ بارش تیز ہو رہی تھی۔ اور ساتھ مستورات تھیں۔ قریباً شام کا وقت تھا۔ اور منزل سے قریباً ۲۲ میل دُور تھے۔ اور وہ بھی پہاڑی سفر کہ جو مرد بھی دو میل فی گھنٹہ مشکل سے چل سکے۔ اور ادھر اُدھر میل تک کوئی ایسی جگہ نہ تھی۔ جہاں آبادی ہو۔ مَیں نے سامنے

---

[1] غلام احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی کے مکتوبات مرقومہ ۱۷ اگست ۱۹۳۹ء و ۲۲ اگست ۱۹۳۹ء سے ماخوذ

[2] الفضل ۸ اگست ۱۹۳۹ء صفحہ ۱ کالم ۱ [3] الفضل ۱۵ اگست ۱۹۳۹ء صفحہ ۱ کالم ۱

[4] " ۲۲ اگست " صفحہ ۲ " [5] " ۳۱ اگست " " "

دیکھا۔ تو ایک جھونپڑی سی نظر آئی۔ جو بعد میں معلوم ہوا کہ دوکان ہے۔ میں نے دل میں دُعا کی کہ وہاں تک ہی پہنچ جائیں۔ شاید وہاں سے کوئی صورت پیدا ہو سکے۔ میں نے دُعا کی کہ یا الٰہی یہ حالت ہے۔ ہم تو چل بھی سکتے ہیں۔ باہر بھی سو سکتے ہیں۔ مگر ساتھ پردہ دار مستورات ہیں۔ تو کوئی صورت پیدا کر دے۔ اس سامنے کے مکان تک پہونچ جائیں۔ اتنے میں موٹر میں اصلاح ہو گئی اور وہ چل پڑی اور ہم دل میں بہت خوش ہوئے۔ لیکن عین اس دوکان کے سامنے جاکر وہ پھر کھڑی ہو گئی۔ جس تک پہنچنے کیلئے میں نے دُعا کی تھی میں نے ساتھیوں سے کہا۔ کہ دیکھو خدا تعالیٰ نے کس طرح عین اُس جگہ لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ جہاں کے متعلق میں نے دل میں دُعا کی تھی۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ ہماری موٹر جاکر ایسی جگہ رُکی۔ کہ جو اس دوکان کے دروازہ کے دونوں سروں کے عین درمیان تھی۔ نہ ایک فٹ ادہر نہ ایک فٹ اُدھر۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ سامان بھی کر دیا۔ کہ وہاں ہم نے دیکھا۔ کہ ایک لاری بھی کھڑی ہے۔ حالانکہ وہ جنگل تھا۔ ہم نے دریافت کیا۔ تو لاری والے نے بتایا۔ کہ ہم پر مقدمہ ہے اور جوابدہی کیلئے افسر کے پاس جا رہے ہیں۔ مالک گاؤں میں گیا ہوا ہے۔ اور وہ اس کا منتظر ہے۔ ہم نے اسے کچھ اُمید دلائی۔ اور کچھ لالچ دیا۔ کہ اگر ہماری موٹر ٹھیک نہ ہو۔ تو لاری کیساتھ باندھ کر ہمیں گھر پہنچا دے۔ یا کم سے کم کسی قصبہ تک جہاں موٹر ٹھیک ہو سکے۔ اور اگر ٹھیک ہو جائے تو احتیاطاً ساتھ چلے۔ کہ پھر موٹر کے دوبارہ خراب ہونے کی صورت میں ہماری مدد کرے۔ اوّل تو وہ نہ مانا۔ لیکن قریباً ایک گھنٹہ تک مرمت کرنے کے بعد جب موٹر درست ہوا۔ تو وہ ڈرائیور بھی ساتھ چلنے پر رضامند ہو گیا۔ وہ علاقہ کچھ میدانی تھا۔ اور چڑھائی کم تھی۔ لیکن جب ہم اسجگہ پہنچے۔ جہاں سے دھرم سالہ کی چڑھائی شروع ہوتی ہے۔ اور تیرہ میل سفر باقی رہ گیا۔ تو اُس نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ ہم نے اسے بہت اُمید دلائی۔ انعام کا لالچ دیا۔ مالک کی ناراضگی کی صورت میں اسکے پاس سفارش کرنے کو کہا۔ مگر وہ آمادہ نہ ہوا۔ وہ کہنے لگا۔ کہ آپ کی موٹر ٹھیک چل رہی ہے۔ اب کیا حرج ہے۔ آپ اکیلے چلے جائیں۔ میں نے پھر دُعا کی۔ کہ یا الٰہی پھر جنگل کا جنگل ہی رہا۔ رات کا وقت تھا۔ اور اگر موٹر خراب ہو گئی۔ تو دوسری سواری ملنے کی امید بھی نہیں۔ کیونکہ وہاں رات کے وقت موٹروں اور لاریوں کا چلنا منع ہے۔ میں نے دُعا کی۔ اور میرے یہی الفاظ تھے۔ کہ اب انسانی حد تو ختم ہو گئی۔ اب تو ہی اپنے فضل سے انتظام فرما۔ یہ دُعا کرکے میں نے موٹر چلانے کا اشارہ کیا۔ قریب ترین جگہ وہاں سے لوئر دھرم سالہ تھی جو سات میل تھی۔ ہماری موٹر ٹھیک چلتی رہی جب لوئر دھرم سالہ پہونچے تو میں نے عزیزم مرزا مظفر احمد صاحب سے جو میرے ساتھ تھے۔ کہا کہ چلو دیکھیں شاید کوئی دوسری موٹر مل جائے۔ تو

اُسے ساتھ لے چلیں۔ وہاں موٹر وغیرہ نہیں ہوتے۔ مگر جب گئے تو دیکھا۔ کہ اتفاق سے وہاں ایک موٹر موجود ہے۔ اور معلوم ہوا۔ کہ صبح اسکی کوئی سواری لے جانی ہے۔ اسلئے پٹھانکوٹ سے آئی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا تو ڈرائیور نے کہا۔ کہ بہت اچھا میں اِدھر مسالہ تک چھوڑ آتا ہوں۔ اس وقت دوسری موٹر کے لینے کا خیال اسلئے ہوا۔ کہ ہماری موٹر پر سواریاں زیادہ تھیں۔ خیال تھا۔ کہ سواریاں کم ہو جائیں گی۔ تو ہماری موٹر کا خطرہ دُور ہو جائیگا۔ مگر جب سواریاں تقسیم کر کے چلنے لگے۔ تو معلوم ہوا کہ موٹر کا وہ پُرزہ جو تکلیف دے رہا تھا پھر ٹوٹ گیا ہے۔ اور اب ہماری موٹر کے چلنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس پر سب سواریاں کرایہ کی موٹر پر سوار ہوگئیں اور ہم آرام سے گھر پہونچ گئے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل تھا۔ کہ عین اُسوقت اگر موٹر خراب ہوئی۔ جب دوسری سواری میسر آگئی۔ اور ایسی خراب ہوئی کہ وہ تین دن میں جا کر درست ہوئی مگر ہم بخیریت گھر پہنچ گئے۔ تو دیکھو اگر ایک بات ہو تو اسے اتفاق کہہ سکتے ہیں۔ مگر اس کو کس طرح اتفاق کہا جا سکتا ہے۔ کہ پہلے عین اُسجگہ پر پہونچ کر موٹر خراب ہوتی ہے۔ جس کیلئے میں نے دُعا کی تھی۔ اور وہاں جنگل میں ایک لاری بھی کھڑی ہوئی ملجاتی ہے۔ جسے ساتھ لے کر ہم بقیہ سفر پُورا کرنے کیلئے چل کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ لاری والا ہمیں جواب دیتا ہے اور اصل چڑھائی شروع ہوتی ہے۔ میں پھر دُعا کرتا ہوں۔ اور نہایت سخت چڑھائی پر موٹر بالکل آرام سے چڑھ جاتی ہے۔ لیکن جب راستہ میں ایک اور شہر آتا ہے تو وہاں غیر متوقع طور پر پھر ایک موٹر مل جاتی ہے۔ اور اس موٹر کے مل جانے پر پھر ہماری موٹر بُری طرح خراب ہو جاتی ہے۔ لیکن ہم تکلیف سے بچ جاتے ہیں۔ اور دوسری موٹر میں سوار ہو کر گھر پہونچ جاتے ہیں۔ غرض مومن تو دعاؤں کی قبولیت کے نشان ہر روز دیکھتا ہے۔"[۱]

قبولیتِ دُعا کا دوسرا[۲] نشان

اگست ۱۹۳۱ء میں قبولیت دُعا کا ایک اور نشان بھی ظاہر ہوا۔ جس کا ذکر سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے حسب ذیل الفاظ میں فرمایا:-

"نماز استسقاء احمدیوں[۲] نے ادا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اور کچھ بارش ہوگئی۔ اسکے بعد دوسروں نے بھی ضد کی وجہ سے نماز پڑھنا چاہی۔ مگر چونکہ انہوں نے یہ کہا۔ کہ ہم احمدیوں کے مقابلہ کیلئے کرتے ہیں انکی نہ سُنی گئی۔ اگر وہ ایسا نہ کہتے۔ تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کی دُعا بھی سُن لیتا۔ مجھے بعض احمدیوں کی طرف سے بھی ایسے خطوط ملے۔ کہ غیر احمدیوں نے دُعا کی ہے۔ اور ہندؤں نے بھی جگ وغیرہ کیا ہے۔ دُعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی دُعا نہ سُنے۔ مجھے اسکی تکلیف ہوئی۔ اور جب مجھے غیر احمدیوں اور ہندوؤں کی نسبت یہ

۱۔ الفضل ۹ ستمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۵-۶۔

۲۔ قادیان کے احمدیوں کی طرف اشارہ ہے (ناقل)

معلوم ہوا۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ اب احمدی تو دُعا کر چکے۔ اب ہم دُعا کریں گے۔ اور ہماری دعاؤں سے بارش ہوگی۔ تو مجھے اس سے بھی تکلیف ہوئی۔ اور میں نے دل میں کہا۔ کہ افسوس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی دینی نعمت سے تو محروم تھے ہی۔ مگر دُنیوی نعمتوں کا دروازہ کھلا تھا۔ جسے اُنہوں نے اس طرح بند کر لیا۔ جب مجھے اس کی اطلاع ہوئی تو میں نے کہا۔ کہ چونکہ انہوں نے مقابلہ کا رنگ اختیار کیا ہے۔ اس لئے اب انکی دُعا نہیں سُنی جائے گی۔ اور تین روز تک تو بارش نہیں ہوگی۔ جب میں واپس آیا۔ تو رستہ میں مجھے مولوی ابوالعطاء صاحب ملے۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ احرار نے ۲۶ تاریخ کو دُعا کی تھی۔ اب تک بارش تو نہیں ہوئی۔ اُنہوں نے کہا۔ نہیں ہوئی۔ میں نے کہا۔ خیر اب تین دن گزر گئے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ آپ کا انتظار تھا۔ اب ہو جائے گی۔ میں نے اسی وقت آسمان کی طرف نگاہ کر کے دُعا کی۔ کہ الٰہی تیرا بارش کا قانون تو عام ہے۔ وُہ خاص بندوں سے تعلق نہیں رکھتا۔ مگر بعض اوقات دل میں اُمید پیدا ہو جاتی ہے۔ جو اگر پوری نہ ہو۔ تو بعض اوقات اِبتلاء پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر پوری ہو جائے۔ تو تقویتِ ایمان کا موجب ہوتا ہے۔ اور میں نے دُعا کی۔ کہ ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر بارش ہو۔ رات کو میں نے انتظار کیا صبح دس بجے کے قریب میں اندر بیٹھا تھا۔ کہ روشندانوں پر چھینٹے پڑنے کی آواز آئی۔ بالکل معمولی ترشح تھا۔ میں نے دُعا کی۔ خدایا ایسی بارش تو کافی نہیں۔ مخلوق کو تو ایسی بارش کی ضرورت ہے جس سے لوگ سیراب ہوں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد میں باہر نکلا۔ کہ باہر جو دفتر کے آدمی صفائی کر رہے تھے انہیں دیکھوں کہ کام ختم کر چکے ہیں یا نہیں۔ میں نے دُور ایک چھوٹی سی بدلی دیکھی اور دُعا کی۔ کہ خدایا اسے بڑھا دے اور پھیلا دے۔ اور پندرہ منٹ کے بعد میں نے دیکھا۔ کہ بارش شروع ہوگئی۔ اور پانی بہنے لگا۔ تو یہ ایک نشان ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے"۔ [1]

ترکستان کے پہلے احمدی خاندان کی ہجرت

اب تک ترکستان کے علاقہ میں احمدیت کی آواز نہ پہنچی تھی۔ مگر مجاہد تحریک جدید محمد رفیق صاحب کی تبلیغ سے ۱۹۳۶ء میں احمدیت کا بیج بو یا گیا اور سب سے پہلے کاشغر کے ایک نوجوان حاجی جنود اللہ صاحب [2] حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ جو اپنے وطن سے چل کر چینی ترکستان اور کشمیر کے برفانی اور دشوار گذار کوہستانی علاقے طے کرتے ہوئے

---

[1] الفضل ۹ ستمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۵۔

[2] حاجی جنود اللہ صاحب کاشغر کے ایک ایسے مقتدر خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کا شمار وہاں کے چوٹی کے سربرآوردہ اور معزز خاندانوں میں ہوتا تھا۔ مگر کمیونزم کے اثر و اقتدار کی وجہ سے جہاں دُوسرے مسلمان تباہ حال ہوئے۔ وہاں اِس خاندان کی ظاہری شان و شوکت بھی خاک میں مل گئی۔ (الفضل ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۲)

ستمبر ۱۹۳۸ء میں وارد قادیان ہوئے۔ اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ حاجی صاحب موصوف کی اپنے وطن سے روانگی ایسے موسم میں ہوئی۔ جب برف پگھلنی شروع ہو گئی تھی۔ آپ پیدل چلتے ہوئے کئی بار گلے تک برف میں دھنس گئے۔ ان خطرات اور مصائب کے علاوہ کئی ماہ کے اس لمبے سفر کے اخراجات اور راہداری اور پاسپورٹ کے ملنے میں تکالیف کو برداشت کر کے اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے آخر منزلِ مقصود تک پہنچ گئے۔

حاجی صاحب کے ساتھ ان کی معمر والدہ اور ہمشیرہ بھی آنا چاہتی تھیں۔ لیکن پاسپورٹ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے رُک گئیں۔ حاجی صاحب کے وارد قادیان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا۔ اور حضرت امیر المومنینؓ کی دعاؤں کی برکت سے ان کو بھی پاسپورٹ مل گیا۔ اور وہ بھی ۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو ایک دوسرے قافلہ کے ہمراہ قادیان کیلئے روانہ ہو گئیں۔ اور بذریعہ تار اپنی روانگی کی اطلاع حاجی صاحب کو دی۔ اس پر حاجی صاحب قادیان سے براہِ کشمیر گلگت کی طرف روانہ ہو گئے۔

حاجی صاحب قادیان سے گلگت تک چودہ پندرہ روز کا سفر آٹھ نو روز میں طے کر کے پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آپ کی والدہ و ہمشیرہ کرایہ کشوں کی سستی اور غفلت کے باعث ترکستان سے آنیوالے پہلے قافلہ سے رہ گئی ہیں۔ اس بات کے معلوم ہونے پر آپ گلگت سے روانہ ہو گئے۔ تیسری منزل طے کر رہے تھے۔ کہ راستہ میں آپ کو وہ دوسرا قافلہ ملا۔ جس میں آپ کی والدہ اور ہمشیرہ سفر کر رہی تھیں۔ حاجی صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جس وقت اس قافلہ کو میں نے دیکھا تو خیال کیا کہ ممکن ہے۔ یہ وہی قافلہ ہو۔ جس کے ہمراہ میری والدہ اور ہمشیرہ آرہی ہیں۔ اور جب آپ نے قافلہ کے افراد پر نگاہ ڈالی۔ تو پہاڑ کی چوٹی پر دو۲ سیاہ برقعہ پوش سوار نظر آئے۔ جن کے گھوڑوں کی لگامیں دو۲ کرایہ کشوں نے تھامی ہوئی تھیں۔ قافلہ کے نزدیک پہنچنے پر جب انہوں نے دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ واقعی ان کی والدہ اور ہمشیرہ ہی ہیں۔ یہ ۲۲ نومبر ۱۹۳۸ء کی تاریخ اور عید الفطر کا مبارک دن تھا۔ مگر جب آپ گلگت پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ کشمیر کی طرف جانے کا راستہ برف باری کی وجہ سے بند ہو چکا ہے۔ آپ نے گلگت میں دس روز قیام کیا اور اس کے بعد اپنی والدہ و ہمشیرہ کو لے کر گیارہ دن میں چترال پہنچے۔ یہ تمام سفر بھی گھوڑوں پر کیا گیا۔

چترال میں پانچ چھ روز ٹھہرنے کے بعد بذریعہ لاری مالاکنڈ اور درگئی کی طرف چل پڑے۔ اور جب اشرست نام ایک پڑاؤ تک پہنچے۔ تو پشاور کی طرف سے آنیوالے ایک سرکاری افسر سے معلوم

ہُوا۔ کہ برف باری کی وجہ سے دیرا ور دُرگئی کا راستہ سخت خطرناک اور ناقابل عبور ہے۔ نیز اس افسر نے کہا۔ کہ میں ایک سو قلی کے ساتھ بڑی مشکل سے پہنچا ہوں۔ آپ کے قافلہ میں تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں راستہ میں پچیس۲۵ پچیس۲۵ فٹ برف پڑی ہے۔ اور پیدل چلنے کے سوا چارہ نہیں۔ اسلئے آپ واپس دُرُوش چلیں۔ وہاں سے آپ کے جانے کے لئے جلال آباد والے راستہ سے انتظام کر دیا جائیگا۔

آخر پچیس۲۵ میل واپس ہو کر دُرُوش نامی پڑاؤ میں ٹھہرے۔ لیکن پندرہ روز تک انتظار کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کسی دوسرے راستہ سے جانے کا امکان نہیں۔ اور بہرصورت واپسی والے راستہ ہی کو طے کرنا پڑے گا۔

آخر اُسی راستہ پر دوبارہ چل کھڑے ہوئے اور پہلے اسرات۔ اور پھر چھ میل کا سفر پیدل برف پر طے کر کے شام زیارت نامی پڑاؤ پر پہنچے۔ اگلے دن کا سفر نہایت ہی مشکل تھا۔ کیونکہ چھ سات میل کی چڑھائی تھی۔ اور برف نے راستہ کو زیادہ دشوار گزار بنا دیا تھا۔ لیکن سوائے اسکے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ آخر علی الصبح تین قلیوں اور حاجی صاحب کی مدد سے ان کی والدہ اور ہمشیرہ نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا۔ دوسرے افراد قافلہ کے ساتھ بھی بیس بائیس قلی تھے۔ برف بہت گہری تھی۔ بعد مشکل صبح سے لیکر ظہر تک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے۔ راستہ میں حاجی صاحب کی والدہ کئی دفعہ برف سے پھسل کر گر پڑیں۔ انکی ہمشیرہ بھی اور خود حاجی صاحب بھی۔ لیکن اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں موسم زیادہ خراب نہ ہو جائے۔ اور مزید برفباری نہ شروع ہو جائے۔ یہ مسافت طے کی۔

حاجی جنود اللہ صاحب کا بیان ہے کہ اس سے زیادہ سخت دن ہم پر کم آیا ہو گا۔ آخر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر کچھ دیر آرام کیا۔ اور آگ جلا کر گرمی حاصل کی۔ پھر تمام قافلہ نو میل کی اترائی کی طرف روانہ ہوا۔ جسطرح چڑھائی سخت مشکل تھی۔ اسی طرح برف پر جو ڈھلوان تھی یعنی اترنا اس سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ حاجی صاحب کی والدہ صاحبہ اب چلنے سے بالکل عاجز آ گئیں اس لئے قلیوں نے اُن کو اٹھا اٹھا کر اتارنا شروع کیا۔ جوں جوں رات قریب ہوتی جاتی تھی۔ خطرہ بڑھتا جاتا تھا۔ آخر جوں توں کر کے بخیریت و عافیت رات کو اگلی منزل گوجر پڑاؤ پہنچ گئے۔ لیکن رات کو حاجی صاحب کی والدہ کو سفر کی بعید تکلیف کی وجہ سے۔ بخار۔ سردی اور تمام بدن میں دردیں شروع ہو گئیں۔ اور بعد کا سفر مشکل نظر آنے لگا۔ حاجی صاحب رات بھر اپنی والدہ صاحبہ کی تیمارداری میں مصروف رہے۔ صبح تک انکی طبیعت قدرے

بحال ہوگئی ۔ اور وہ تھوڑا بہت سفر کرنے کے قابل ہو گئیں ۔

گوجر پڑاؤ سے چل کر دو تین میل کے فاصلہ پر گھوڑے کی سواری مل گئی ۔ جس پر حاجی صاحب کی والدہ سوار ہو گئیں ۔ اور اس کے بعد تھوڑی دور جانے پر ہمشیرہ کے لئے بھی سواری کا انتظام ہو گیا ۔ سامان وغیرہ قلیوں نے اُٹھایا ہوا تھا ۔ اس روز کا سفر نسبتاً آرام سے ہوا ۔ اور عصر کے وقت یہ قافلہ ریاست دیر میں پہنچا ۔ یہاں رات آرام سے بسر کر کے صبح ۱۲ر جنوری کو لاری پہ درگئی پہنچ گئے ۔ وہاں سے ریل پر سوار ہو کر ۱۳ر جنوری کو امرتسر آ پہنچے [1] ۔ اور ۱۴ر جنوری کی صبح قادیان دارالامان میں وارد ہوئے [1] ۔

اس کے بعد ۲۰ر ستمبر ۱۹۳۹ء کو حاجی صاحب کے بڑے بھائی حکیم سید آل احمد صاحب اور حکیم صاحب کے بیٹے امان اللہ خاں بھی انہی دشوار گزار رستوں سے گزرتے ہوئے قادیان آ پہنچے ۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی ۔ اور پھر یہ خاندان قادیان میں ہی رہائش پذیر ہو گیا ۔ مگر ۱۹۴۷ء کے فسادات میں اسے دوسرے احمدیوں کے ساتھ ہی پاکستان میں پناہ گزین ہونا پڑا ۔ پاکستان آ کر حاجی جنود اللہ صاحب نے سرگودھا میں بود و باش اختیار کر لی ۔ اور حکیم سید آل احمد صاحب مسجد احمدیہ راولپنڈی (واقع مری روڈ) کے ایک کمرہ میں مقیم ہو گئے ۔ جہاں آپ کا ۱۰ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو انتقال ہوا ۔ اور موصی نہ ہونے کے باوجود محض اپنے تقویٰ پرہیزگاری اور دینداری کے سبب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی اجازت سے بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے [2] ۔

قریشی محمد نذیر صاحب فاضل ملتانی پر قاتلانہ حملہ اور معجزانہ شفایابی

احمد آباد (کاٹھیاواڑ) کی احمدیہ جماعت تین نفوس پر مشتمل تھی ۔ جن میں شیخ رحمت اللہ صاحب کا ٹھگڑھی سب سے پرانے اور غریب احمدی تھے ۔ اس کے مقابل قصبہ میں اٹھارہ ہزار سرحدی پٹھان بود و باش رکھتے تھے ۔ جن کے ملاؤں نے احمدیوں کو کافر اور واجب القتل قرار دیکر قصبہ میں سخت اشتعال پیدا کر دیا ۔ ان کافر گروں نے ایک بار حکیم شیخ رحمت اللہ صاحب سے کہا کہ یا توبہ کرو یا ہمارے ساتھ مباحثہ کرو ۔ حکیم صاحب نے قادیان میں اطلاع دی جس پہ مرکز کی طرف سے قریشی محمد نذیر صاحب فاضل ملتانی روانہ کر دیئے گئے ۔ جو ۱۲ر نومبر ۱۹۳۹ء کو احمد آباد پہنچے ۔ اور ۱۵ر نومبر ۱۹۳۹ء کو شوکت میدان میں مناظرہ قرار پایا ۔ مگر

---

[1] ۔ روزنامہ الفضل قادیان ۲۰ جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۵ ۔

[2] ۔ آپ جلد ہی ایک قافلہ کے ہمراہ واپس چلے گئے ۔

[3] ۔ الفضل ۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۴ ۔

قریشی صاحب جب مقررہ وقت پر شوکت میدان کے ہوٹل میں پہنچے تو ایک شخص نے آپ کے پیٹ میں چاقو گھونپ دیا[1]۔ اور ناف کے قریب بائیں جانب چھ انچ گہرا زخم ہو گیا۔ آپ خود ہی بھاگے ہوئے شوکت میدان سے تھانہ میں گئے۔ جہاں سے آپ ہسپتال پہنچا دئے گئے۔ پہلے پٹی باندھی گئی پھر اپریشن کیا گیا۔ تین روز تک حالت سخت تشویشناک رہی۔

قادیان سے ایک تو حکومت بمبئی اور ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ احمد آباد کو توجہ دلائی گئی۔ دوسرے قادیان سے ملک عبدالعزیز صاحب اور حکیم فیروزدین صاحب مولوی صاحب کی تیمارداری کے لئے احمد آباد بھیجے گئے۔ یہ اصحاب ۱۷ر نومبر ۱۹۳۹ء کو احمد آباد پہنچے اور اطلاع دی کہ اگرچہ پہلے تین روز زندگی کی کوئی اُمید نہیں تھی۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور دوسرے بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی حالت خطرہ سے باہر ہے۔[2]

قریشی صاحب موصوف اکیس روز تک سول ہسپتال میں صاحب فراش رہنے کے بعد ۹ر دسمبر ۱۹۳۹ء[3] کو قادیان تشریف لے آئے۔ جہاں آپ کے زخم خدا کے فضل و کرم سے جلد جلد مندمل ہونے لگے۔ اور آپ شفایاب ہو کر بدستور خدمتِ سلسلہ میں مصروف ہو گئے۔

"یوم پیشوایانِ مذاہب" کی بُنیاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُنیا میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً مذہبی نفرت و حقارت اور کشیدگی کم کرنے کیلئے ۱۹۲۸ء میں سیرت النبیؐ کے مبارک جلسوں کی بنیاد رکھی تھی۔ جو عوامی فضا کو

---

[1] اخبار الفضل (۲۲ر نومبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱) پر اس حادثہ کی تفصیلات یوں لکھی ہیں کہ

"معلوم ہوا ہے ایک پٹھان کا اس واردات میں ہاتھ ہے۔ اور اس واردات کا منصوبہ ان لوگوں نے پہلے باندھا ہوا تھا۔ حکیم رحمت اللہ صاحب کو بھی انہوں نے یہ کہہ کر کہ مناظرہ میں ہم حقیقت معلوم کر کے تمہارے ساتھ ہو جائیں گے۔ دھوکہ دیا۔ اس دھوکے میں آکر حکیم صاحب نے مناظرہ کا ارادہ کیا۔ اور شوکت میدان میں مناظرہ قرار پایا۔ پاس کے ایک ہوٹل میں جس کا نام بسم اللہ ہے۔ اس کے متعلق بات چیت ایک ہندوستانی مولوی سے ہو رہی تھی کہ چند پٹھان وہاں پہنچے۔ مولوی محمد نذیر صاحب نے پوچھا۔ مناظرہ کی اجازت لی گئی ہے یا نہیں؟ ۔ اور کیا حفظِ امن کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ہجوم زیادہ ہونے پر سب لوگ ہوٹل سے باہر آ گئے۔ اور باہر آنے پر یہ حادثہ ہو گیا۔ حملہ آور ایک گجراتی نوجوان ہے۔ یہاں حکیم صاحب کے علاوہ صرف دو اور احمدی ہیں۔ جنکو قتل کی دھمکی دی گئی ہے۔"

[2] الفضل ۲۲ر نومبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ ÷

[3] الفضل ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۲ ÷

درست کرنے اور مسلم و غیر مسلم حلقوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں بہت ممد و معاون ثابت ہوئی۔ اس سلسلہ میں حضور نے دوسرا قدم قیام امن و اتحاد عالم کے لئے یہ اُٹھایا کہ اپریل ۱۹۳۹ء کی جماعتی مجلس شوریٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک دیرینہ خواہش کے مدّنظر آئندہ کیلئے پیشوایان مذاہب کی سیرت بیان کرنے کے لئے بھی سال میں ایک دن مقرر فرما دیا۔ اور ہدایت فرمائی کہ اس دن تمام لوگوں کو دعوت دی جائے کہ وہ اپنے مذہب کی خوبیاں یا اپنے بانیٔ مذہب کے حالات اس موقع پر بیان کریں۔ [1]

اس فیصلہ کی تعمیل میں جماعت احمدیہ کی طرف سے دنیا بھر میں پہلا یوم پیشوایان مذاہب نہایت جوش و خروش سے ۳؍ دسمبر ۱۹۳۹ء کو منایا گیا[2] اور بہت سے غیر مسلم معززین نے ان جلسوں میں شمولیت کی۔ اور بعض جگہ تو خود غیر مسلموں نے جلسوں کا انتظام کیا۔ اور اشتہار وغیرہ شائع کرائے۔ اور حضرت امام جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا۔ کہ انہوں نے اس جلسہ کی بناء رکھ کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے[3]

غرض یہ جلسے ہر طرح کامیاب رہے اور آئندہ کے لئے جلسہ "سیرت النبیؐ" کی طرح ہر سال باقاعدگی کے ساتھ ان کا انعقاد ہونے لگا۔ جو اب تک کامیابی سے جاری ہے۔

جلیل القدر صحابہؓ کا انتقال

۱۹۳۹ء میں وفات پانے والے جلیل القدر صحابہ کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت میاں محمد سعید صاحب سعدی خلف الصدق حضرت میاں چراغ الدین صاحب رئیس لاہور۔ (وفات ۳؍ جنوری ۱۹۳۹ء) [4]

۲۔ چوہدری محمد حیات خان صاحب تمیم متوطن حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ۔ (بیعت فروری ۱۸۹۲ء بمقام سیالکوٹ تاریخ وفات ۷؍ جنوری ۱۹۳۹ء بعمر ۷۰ سال)۔ [5]

---

[1] ۔ رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء صفحہ ۹۵-۹۶۔ (منعقدہ ۷-۸-۹؍ اپریل ۱۹۳۹ء) ÷

[2] ۔ اس تقریب پر ماہنامہ "ریویو آف ریلیجنز" اُردو کا ایک خاص نمبر بھی شائع کیا گیا۔ جو بہت بلند پایہ مضامین پر مشتمل تھا ÷ [3] رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ ۱۹۴۰-۱۹۴۱ء صفحہ ۱۶۷ ÷

[4] ۔ الفضل ۲۲؍ جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۴ کالم ۳ ÷ [5] ریکارڈ دفتر بہشتی مقبرہ۔ آپ کے فرزند (۱) چوہدری ہارون رشید صاحب (۲) چوہدری بشارت حیات صاحب۔ (۳) میجر محمد اسلم حیات صاحب۔ (۴) چوہدری خالد رشید صاحب ÷

۳۔ حضرت اخوند محمد افضل خاں صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ ڈیرہ غازی خاں۔ (تاریخ بیعت اکتوبر ۱۹۰۱ء۔ تاریخ وفات ۲ر جنوری ۱۹۳۹ء)۔ ؎۱

۴۔ میاں کریم بخش صاحب ساکن دھرم کوٹ بگہ (تاریخ وفات ۲۵ر جنوری ۱۹۳۹ء بعمر ۸۵ سال)۔ ؎۲

۵۔ حضرت منشی امام الدین صاحب (والد ماجد چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ اور برادر نسبتی حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی)۔ ولادت ۱۸۶۳ء۔ قبول احمدیت ۱۸۹۴ء۔ وفات ۲۶ر جولائی ۱۹۳۹ء ؎۳ اللہ تعالیٰ کے فضل اور آپ کی تبلیغ اور کوشش سے ضلع گورداسپور میں تین نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ (۱) تلونڈی جھنگلاں۔ (۲) لوہ چپ (۳) قلعہ گلانوالی۔ ان جماعتوں میں سے تلونڈی جھنگلاں (ضلع گورداسپور) کی جماعت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں ایک اشاعتی ادارہ "انجمن اشاعت اسلام کے نام سے قائم ہوا تھا جس کی سرپرست حضرت اقدس علیہ السلام۔ پریذیڈنٹ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح الاوّل۔ اور وائس پریذیڈنٹ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ تھے۔ اس ادارہ کے حصص خریدنے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ (الحکم ۱۷ر اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱ کالم ۳ سطر ۹-۱۰)۔

حضرت منشی صاحب ایک عظیم الشان نشان کے گواہ بھی تھے۔ چنانچہ حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۶ پر مندرجہ ذیل روایت درج فرمائی ہے:۔

"منشی امام الدین صاحب سابق پٹواری نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی والے مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ کی پیشی دھاریوال میں مقرر ہوئی تھی۔ اس موقعہ پر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور محمد بخش تھانیدار کہتا ہے۔ کہ آگے تو مرزا مقدمات سے بچ کر نکل جاتا رہا ہے۔ اب میرا ہاتھ دیکھے گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ "میاں امام الدین! اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا" اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی میں سخت درد شروع ہوگئی۔ اور وہ اس درد سے تڑپتا تھا۔ اور آخر اسی نامعلوم بیماری میں وہ دنیا سے گذر گیا۔"

؎۱ حضرت مولوی محمد عثمان صاحبؓ سابق امیر جماعت احمدیہ ڈیرہ غازیخاں نے انکی سوانح الفضل ۱۰ر مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۴ پر شائع کردی تھیں۔

؎۲ الفضل ۱۵ر جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱۔

؎۳ الفضل ۲۸ر جولائی ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱ (چوہدری ظہور احمد صاحب نے آپ کے حالات الفضل ۱۷ر نومبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۴-۵ میں شائع کردئے تھے۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "اصحاب احمد" جلد اوّل (مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)۔

۶۔ راجہ اکبر خاں صاحب (متوطن بلانی ضلع گجرات ۔ تاریخ وفات ۲ ر اگست ۱۹۳۹ء ۔ نہایت متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان مبارک میں بے ادبی کا لفظ قطعاً نہیں سن سکتے تھے ۔ مخالفین میں احمدیت کا ذکر بڑی دلیری سے کرتے تھے ۔ ایک خواب کی بناء پر اپنے ہاتھ سے ماہوار چندہ ادا کیا ۔ اور کہا یہ میرا آخری چندہ ہے اس کے بعد میں اپنے ہاتھ سے چندہ نہیں دے سکوں گا ۔ اپنے اکلوتے بچے (محمد شریف صاحب) کیلئے وصیت کی کہ اسے پڑھنے کے لئے قادیان بھیج دینا [1]

۷۔ میاں مولا بخش صاحب دارالرحمت قادیان (سن بیعت ۱۸۹۱ء ۔ تاریخ وفات ۲۶ ر ستمبر ۱۹۳۹ء بعمر ۸۵ سال) [2] ۔ تبلیغ احمدیت کا بہت جوش رکھتے اور نہایت احسن طرز پر پیغام حق پہنچاتے تھے ۔

۸۔ حکیم حاجی عبدالخالق صاحب متوطن ڈیرہ غازی خاں (تاریخ وفات ۷ ر نومبر ۱۹۳۹ء) مولانا ابوالعطاء صاحب کے الفاظ میں ۔ "جماعت ڈیرہ غازی خاں کے روح رواں، عبادت گزار، ملنسار، تبلیغ کے لئے سرگرم احمدی تھے" [3]

۹۔ بابا شیر (؟) علی صاحب بھاگلپوری (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ڈیوڑھی کے دربان) ۔ تاریخ وفات ۹ ر نومبر ۱۹۳۹ء ۔ بعمر ۹۵ سال [4]

علاوہ ازیں صحابیاتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے والدہ مولانا غلام احمد صاحب فرخ (تاریخ وفات ۱۵ ر جنوری ۱۹۳۹ء) [5] اور ۔ ۔ ۔ ۔

خلافتِ اولیٰ کے مبائعین میں سے مولوی شیخ علی محمد صاحب ساکن شام چوراسی ضلع ہوشیارپور [6] کا بھی اس سال وصال ہوا ۔

---

[1] ۔ الفضل ۱۲ ر ستمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۶ ۔

[2] ۔ الفضل ۲۸ ر ستمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۱ کالم ۱ ۔ تفصیلی حالات زندگی کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۲۰ ر دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۵ ۔

[3] ۔ الفضل ۱۶ ر نومبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۶ کالم ۳ ۔

[4] الفضل ۱۱ ر نومبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱ ۔

[5] ۔ الفضل ۱۴ ر فروری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۳ ۔

[6] ۔ تاریخ وفات ۸ ر جون ۱۹۳۹ء بعمر ۸۰ سال نوٹ بیاں ۔ (الفضل ۱۴ ر اکتوبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۶) ۔

فصل دوم

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی طرف سے خلافت جوبلی منانے کی تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی اجازت سے چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے سالانہ جلسہ ۱۹۲۷ء کے موقعہ پر احباب جماعت کے سامنے یہ تحریک رکھی کہ ۱۹۳۹ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مبارک عہد خلافت پر پچیس سال کا عرصہ ہو جائے گا جو خدا تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔ جس کی شکر گذاری کا عملی ثبوت دینے کے لئے ہمیں اپنے پیارے امام ہمام اور محبوب آقا کے حضور تین لاکھ کی حقیر سی رقم بطور شکرانہ پیش کرنی چاہیئے۔ جسے حضور جہاں پسند فرمائیں خرچ کریں۔[1]

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے خلافت جوبلی سے متعلق یہ اہم تحریک مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش فرمائی:۔

"قریباً دو سال کا عرصہ گزرا۔ میرے دل میں یہ تحریک ہوئی۔ کہ جس طرح دنیاوی نظام رکھنے والے لوگ اپنے نظام پر ایک عرصہ گزر جانے کے بعد خوشی اور مسرت کے اظہار کی کوئی صورت پیدا کرتے ہیں۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم بھی کامیاب دینی نظام پر ایک عرصہ گزرنے پر اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار کریں۔ اُس وقت شہنشاہ جارج پنجم کی جوبلی کا موقع تھا۔ اسکے بعد حضور نظام حیدرآباد اور سر آغا خاں کی جوبلی آئی۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بیشک بادشاہ بھی اور حکومتیں بھی اگر وہ عمدہ طریق پر چلائی جارہی ہوں۔ نعمت ہوتی ہیں اور اعلیٰ لیڈر بھی نعمت ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں سب سے بڑھ کر قیمتی نعمت ملی ہوئی ہے۔ اس کے لئے ہمیں بھی خدا تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ اِس نعمت کو عطا ہوئے پچیس ۲۵ سال ہونے کو آئے ہیں۔ اور وہ نعمت خلافتِ ثانیہ ہے۔ خلافت ثانیہ ۱۹۱۴ء میں خدا تعالیٰ نے قائم کی۔ اور مارچ ۱۹۳۹ء کو اسپر پچیس ۲۵ سال پورے ہو جائیں گے۔ اِس خیال سے میرے دل میں جوش پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور نمونہ کے طور پر اور اس نعمت کے شکریہ کے طور پر ہماری طرف سے بھی نذرانہ پیش ہونا چاہیئے۔ اس وقت مالی رنگ میں میرے ذہن نے ایک تجویز سوچی۔ اور وہ یہ تھی کہ

[1] یہاں یہ ذکر کرنا دلچسپی کا موجب ہوگا۔ کہ غیر مبائع اخبار پیغام صلح نے ابتداء میں تو چوہدری صاحب کی اس تحریک کو "قادیانی پیر پرستی کا نیا کارنامہ" سے تعبیر کیا۔ (پیغام صلح ۱۹ر جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۵) مگر اگلے مہینے خود امیر غیر مبائعین جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء کو اپنی خود ساختہ انجمن کی سلور جوبلی منانے اعلان کر دیا (پیغام صلح ۱۲ مارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۵) اور پھر یہ جوبلی اسی سال دسمبر ۱۹۳۸ء میں بڑی دھوم دھام سے منائی۔

جماعت میں اِس کے متعلق ایک تحریک کی جائے۔ مَیں نے اُس وقت یہ تحریک اپنے بعض دوستوں کی خدمت میں پیش کی۔ تاکہ وُہ اس میں خصوصیت کے ساتھ حصّہ لیں۔ وُہ تحریک یہ ہے کہ ہم ایک ایسی رقم جمع کریں جو کم ازکم پہلے ایک وقت میں جماعت نے جمع نہ کی ہو۔ اور وُہ رقم مارچ ۱۹۳۹ء میں یا اسکے قریب کسی مناسب موقع پر مثلاً اس سال کی مجلس مشاورت پر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کی جائے اور حضور سے درخواست کی جائے کہ یہ جماعت کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کا اظہار ہے۔ حضور اس کو جس طرح پسند فرمائیں خرچ کریں۔

اس رقم کا اندازہ مَیں نے تین لاکھ روپیہ کیا ہے۔ مَیں نے اس رقم کو دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصّہ مَیں نے اپنے دوستوں کے لئے چھوڑا ہے اور اس کی مقدار ایک لاکھ روپیہ ہے۔ دُوسرا حصّہ یہ ہے کہ ایک عام تحریک کرکے جماعت کے دوسرے احباب سے ۲ لاکھ روپیہ جمع کیا جائے۔ پہلا حصّہ تو اُسی وقت شروع کر دیا گیا تھا۔ اور دوستوں نے توقع سے بڑھ کر اس میں حصّہ لیا۔ اور بعض نے مجھے لکھا کہ اُن کے ذہن میں بھی یہ بات موجود تھی کہ کسی رنگ میں خلافت ثانیہ کی نعمت کے متعلق اظہار شکر کیا جائے لیکن اُنکے ذہن میں کوئی تجویز نہیں آئی تھی کہ کس رنگ میں اظہار شکر کیا جائے۔ جب مَیں نے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا۔ کیونکہ مَیں سمجھتا تھا کہ اس قسم کی کوئی تحریک حضور کی اجازت کے بغیر نہیں ہونی چاہیئے جس میں جماعت مخاطب ہو تو حضور نے میری درخواست قبول کرتے ہوئے مجھے اِس امر کی اجازت دی کہ مَیں اسے جماعت کے سامنے پیش کروں۔ اور مَیں اسکے متعلق فخر اور خوشی محسوس کرتا ہوں کہ اِس قسم کی تحریک کو جماعت کی خدمت میں پیش کرنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی۔

تحریک کے پہلے حصّہ کے متعلق شرط یہ ہے کہ جو دوست کم سے کم ایک ہزار روپیہ کی رقم اپنے ذمّہ لیں اور وعدہ کریں کہ وُہ اتنے عرصہ کے اندر ادا کر دیں گے۔ وُہ شریک ہوں۔ اِس کے بعد آہستہ آہستہ مارچ ۱۹۳۹ء تک اس کی ادائیگی ہوتی رہے۔ کیونکہ مَیں جانتا ہوں کہ جماعت کی طرف سے اُن پر اور بھی بہت سی مالی ذمّہ واریاں ہیں۔ اور خصوصاً وُہ تحریک جو خود حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جاری فرمائی ہے۔ اُس کا پُورا کرنا جماعت کا فرضِ اوّلین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں اس تحریک کو قبل از وقت پیش کر رہا ہوں۔ تاکہ سہولت سے رقم فراہم کی جا سکے۔ جن لوگوں نے پہلے سال وعدے کئے تھے۔ وُہ گذشتہ دو سالوں میں ادائیگی کرتے رہے ہیں۔ اور جو احباب اب وعدہ کریں۔ وُہ باقی ماندہ عرصہ میں اُنہیں پُورا کریں گے۔ پہلی

تحریک پر ۸۵ ہزار کے وعدے آچکے ہیں اور کچھ رقم ادا بھی کی گئی ہے۔ یہ رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل ہوتی رہی ہے۔ کیونکہ میں نے تحریک کی تھی کہ روپیہ یہاں ہی بھیجا جائے۔ میرا ارادہ تھا کہ میں تفصیل کے ساتھ اس کے متعلق بیان کرتا۔ لیکن اب میں مختصراً پہلے حصہ کے متعلق تحریک کرتا ہوں کہ جن احباب کو خدا تعالیٰ توفیق دے۔ وہ ایک ہزار کی رقم اپنے ذمہ لیں اور بیت المال میں مارچ ۱۹۳۹ء تک یعنی پندرہ ماہ کے عرصہ میں بھجوا دیں۔ تحریک کا دوسرا حصہ عام ہے اور وہ دو۲ لاکھ روپیہ کی فراہمی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس وقت اس کو بھی میں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ احباب جماعت مارچ ۱۹۳۹ء تک اس رنگ میں جو عشقیہ رنگ ہے اور جس میں وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو عظیم الشان نعمت انہیں دی ہے اسپر ۱۹۳۹ء کے مارچ میں پورے پچیس۲۵ سال ہو جائیں گے۔ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کے طور پر دولاکھ روپیہ کی رقم پیش کریں۔ بے شک باقی تحریکوں کا بوجھ بھی ہے جن کا پورا کرنا ان کے لئے لازمی ہے۔ لیکن احمدی جماعت جسے اس نعمت کا احساس ہے۔ اور اس محبت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اسے خلافت سے ہے۔ اگر اس تحریک پر لبیک کہے۔ تو پندرہ ماہ میں اس رقم کا جمع کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ پس جو احباب وعدہ لکھائیں۔ وہ دفتر محاسب میں اقساط ادا کریں وہیں حساب رکھا جائیگا۔ احباب انفرادی حیثیت میں بھی اور جماعتی طور پر بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ جماعتوں کے جو نمائندے یہاں موجود ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ جماعتوں میں جاکر اس کی تحریک کریں۔" [۱]

اسکے بعد ۲۷ اپریل ۱۹۳۸ء کو چودھری صاحب موصوف نے اس تحریک کی خصوصیت و اہمیت پر تقریر کرتے ہوئے مزید بتایا کہ :- "خلافت جوبلی فنڈ کو چونکہ میرے نام سے ایک گونہ تعلق ہے۔ خصوصاً اسلئے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس تحریک کو جماعت کے سامنے پیش کرنے کی مجھے اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ لہذا اسکے متعلق میں ایک دو باتیں خصوصیت سے بیان کر دیتا ہوں۔

یہ عجیب اتفاق ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آئندہ سال ہمیں وہ تین نوع کی خوشیوں کا موقع عطا فرمانے والا ہے۔ دو تو پہلے بھی میرے ذہن میں تھیں۔ لیکن تیسری نوع کی خوشی کا بعد میں علم ہوا۔ پہلی خوشی تو یہ ہے کہ خلافت ثانیہ کا عہد مبارک آئندہ مارچ یعنی ۱۹۳۹ء میں پچیس۲۵ سال کا ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ۔ دوسری یہ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی عمر کے پچاس سال بھی آئندہ سال پورے ہونگے۔ کیونکہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء آپکی پیدائش کا دن ہے۔ اور پچاس سال بھی جوبلی کا موقع ہوتا ہے۔ اس کے

---

[۱] الفضل ۲۹ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۲۸ و ۲۹۔

علاوہ ایک تیسری بات بھی ہے۔ جس کی طرف مولوی جلال الدین صاحب شمس نے اپنے ایک مضمون میں جو الفضل میں شائع ہو چکا ہے۔ توجہ دلائی ہے اور وہ یہ ہے کہ آئندہ سال خود سلسلہ کے قیام پر بھی پچاس سال پورے ہو جائیں گے۔

ہمارے ذہن میں تو پچیس سالہ جوبلی ہی تھی۔ لیکن یہ حسن اتفاق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے اخلاص کی قبولیت اور اسکے متعلق خوشنودی کا اظہار ہے کہ ہمارے لئے ایک کی بجائے تین جوبلیاں آنیوالی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کے لئے جو پہلا اشتہار دیا۔ اس کی تاریخ ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء ہے۔ اور اسے ایک رنگ میں سلسلہ کی ابتداء سمجھنا چاہیئے۔ اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جس روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کے لئے پہلا اشتہار شائع فرمایا۔ یعنی ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو۔ اسی روز حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پیدائش ہوئی۔ غرض ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ تین مواقع خوشی کے عطا فرمائے ہیں۔ ان کے شکرانہ کے طور پر ہمیں کم از کم تین لاکھ روپیہ جمع کر کے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنا چاہیئے۔" لے

مخلصین کی شاندار قربانی

جوبلی فنڈ کی اس تحریک پر مخلصین جماعت نے خلافت سے عقیدت و محبت اور ایثار و قربانی کا ایسا شاندار نمونہ دکھایا کہ اغیار بھی عش عش کر اٹھے۔ دنیا بھر کی احمدی جماعتوں میں سے قادیان کی مقامی احمدی جماعت نے اور افراد جماعت میں سب سے زیادہ چندہ خود چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے دیا۔ لے

جوبلی منانے کیلئے مشورہ

یہ تو خلافت جوبلی فنڈ کے جمع کئے جانے کا ذکر ہے۔ جہاں تک جوبلی کی تقریب کے انعقاد کا تعلق ہے۔ اس کی تفصیلات طے کرنے میں بڑی حزم و احتیاط اور باریک نظری سے کام لیا گیا۔ تا اس موقعہ پر جذبات تشکر و امتنان کے اظہار کا طریق خالص دینی ہو۔ اس اہم مقصد کے پیش نظر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ۹ر فروری ۱۹۳۹ء کے الفضل میں ایک مفصل مضمون شائع کیا۔ جس میں احباب جماعت سے یہ مشورہ طلب کیا گیا کہ خلافت جوبلی کب اور کس رنگ میں منائی جائے؟۔ اس مضمون پر احمدی دوستوں نے کثرت کے ساتھ اپنے مشورے اور

لے الفضل یکم مئی ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ ٭ لے خلافت جوبلی فنڈ میں حصہ لینے والے مخلصین کی فہرستیں اخبار "الفضل" قادیان کے مندرجہ ذیل شماروں میں شائع شدہ ہیں:- ۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء - ۲۹ر اپریل ۱۹۳۸ء - ۱۵ر جون ۱۹۳۸ء - ۱۹ر جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۸ و ۹ - نیز ۲۵ر مارچ ۱۹۳۹ء ٭

تجاویز مرکز میں بھجوائیں۔

"سب کمیٹی تکمیل پروگرام جوبلی" کی تشکیل

یہ پہلا مرحلہ بخیر و خوبی طے ہو چکا۔ تو ۲۶ر مارچ ۱۹۳۹ء کو جلسہ خلافت جوبلی کے پروگرام کی تشکیل و تکمیل کیلئے ایک سب کمیٹی مقرر کی گئی۔ جس کے صدر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور ممبر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب اور حضرت مولوی عبد المغنی خاں صاحبؓ ناظر دعوۃ و تبلیغ۔ اور سیکرٹری مولانا عبد الرحیم صاحب درد تھے۔ جو تجاویز احباب کی طرف سے موصول ہوئی تھیں۔ وُہ سب کمیٹی کے سپرد کر دی گئیں۔

اس کمیٹی نے ۲۹ر مارچ ۱۹۳۹ء کو اپنا پہلا اجلاس کیا۔ بالآخر ۲۵ تجاویز پاس کیں جو مشاورت ۱۹۳۹ء میں نظارت علیا کی سب کمیٹی کے سامنے رکھی گئیں۔

مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء میں سب کمیٹی نظارت علیا کی رپورٹ

سب کمیٹی نظارت علیاء نے کچھ ترمیم کے ساتھ ان پچیس ۲۵ تجاویز میں سے اکیس تجاویز کی سفارش کرتے ہوئے مجلس مشاورت میں حسب ذیل رپورٹ پیش کی:-

"سب کمیٹی کے سامنے ایک دوسری رپورٹ "رپورٹ سب کمیٹی تکمیل پروگرام جوبلی" کے زیر عنوان پیش ہوئی۔ جو ایک سب کمیٹی کی مرتب کردہ ہے۔ جو ۲۹ر مارچ ۱۹۳۹ء کو منعقد ہوئی اور جس کے صدر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ۔ سیکرٹری مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم اے۔ اور ممبران حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب اور مولوی عبد المغنی خاں صاحبؓ تھے۔

اس سب کمیٹی نے اس امر کے متعلق تجاویز پیش کی ہیں کہ خلافت جوبلی کو کب اور کس طرح منایا جائے۔

اس رپورٹ پر بھی ہماری سب کمیٹی نے شروع سے آخر تک پورا غور کیا۔ اور اس میں مناسب تغیّر و تبدّل کے ساتھ کمیٹی ہذا مندرجہ ذیل تجاویز عرض کرتی ہے:-

(۱) جلسہ سالانہ ۱۹۳۹ء کو جوبلی کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ تا جماعت دو سفروں کی تکلیف اور دوہرے اخراجات کے بوجھ سے بچ جائے۔ اور زمیندار احباب اور ملازمت پیشہ اصحاب ہر دو کو سہولت بھی رہے۔ (۲) جوبلی کا جلسہ قادیان میں نہایت شاندار اور وسیع پیمانے پر ہونا چاہیئے۔ اور اس میں شرکت کے لئے ہندوستان کے مختلف حصوں سے بلکہ ممکن ہو تو بیرونی ممالک سے بھی کثیر تعداد میں غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب اور نمائندگان پریس کو قادیان آنے کی دعوت دی جائے۔ اور یہ بھی کوشش

کی جائے کہ احمدی احباب اس جلسے میں زیادہ سے زیادہ شریک ہوں۔ اس کیلئے یہ بھی مناسب ہوگا کہ ہندوستان میں کسی اور جگہ اس تقریب پر جلسہ وغیرہ نہ کیا جائے۔ (۳) اس تقریب پر "الفضل" کا ایک خاص جوبلی نمبر بھی نکالا جائے جس میں خلافت سے تعلق رکھنے والے مسائل پر بحث ہو۔ اور خلافت ثانیہ کی برکات پر بھی مناسب مضامین ہوں اور کچھ حصہ سلسلے کے متعلق عام تبلیغی اور علمی مضامین کا بھی ہو۔ اور اگر ممکن ہو تو اس "جوبلی نمبر" میں مناسب تصاویر بھی درج کی جائیں۔ (۴) صدر انجمن احمدیہ سے سفارش کی جائے کہ اس جلسہ سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیفات، (جو تصنیفات اسوقت نایاب ہوں) انہیں دوبارہ طبع کرا کر شائع کیا جائے۔ تاکہ اس قیمتی خزانہ میں سے کوئی حصہ نایاب نہ رہے۔ اور سلسلہ کی تبلیغ میں ایک نئی جان پیدا ہو جائے۔ اور تقطیع مقرر کر دی جائے۔ جسکے مطابق آئندہ تمام کتب چھپا کریں۔ (۵) قادیان میں ایک مکمل لائبریری کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ صادق لائبریری میں کچھ قیمتی کتابیں موجود تو ہیں۔ لیکن اُن کو حفاظت سے رکھنے اور انکو استعمال کرنے کی جگہ کا مناسب انتظام نہیں ہے اور سائنس۔ فلسفہ۔ اقتصادیات اور مغربی تحریکات اور اخبارات اور رسائل نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اسلئے اسکی ترقی اور توسیع نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ قادیان ایک بہت بڑا علمی مرکز ہے۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے اس ضمن میں ایک تجویز کی ہے جسے صدر انجمن احمدیہ منظور کر چکی ہے۔ اگر وہ اسی سال اس کام کو شروع کر سکیں تو بہت مناسب ہوگا۔ یعنی لائبریری کی اپنی عمارت کا سنگ بنیاد اس موقعہ پر رکھ دیا جائے۔ (۶) سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پچاس سالہ ترقیات کا ایک چارٹ نظارت دعوۃ و تبلیغ کو تیار کرانا چاہیئے۔ تاکہ ایک طرف تو سلسلہ کا ریکارڈ محفوظ ہو۔ اور دوسری طرف سعید رُوحیں سلسلہ کی ترقیات پر یکجائی نظر ڈال سکیں اور اس طرف کھچی آئیں۔ یہ چارٹ اگر سہ رنگا ہو۔ تو بہت اچھا ہوگا۔ یعنی ایک رنگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ترقیات کو دکھائے، دوسرا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانے کو۔ اور تیسرا خلافت ثانیہ کی برکات کو۔

(۷) جماعت احمدیہ کا کوئی مناسب جھنڈا مقرر کیا جائے۔ جسے باقاعدہ طور پر جلسہ جوبلی کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے نصب کرانے کی درخواست کی جائے۔

(۸) اس تقریب پر ایک پاکیزہ مشاعرہ بھی منعقد کیا جائے۔ جس میں سلسلہ کے چیدہ شعراء سلسلہ احمدیہ، اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلافت کی برکات کے متعلق اپنے اشعار پڑھ کر سنائیں۔

(۹) سب کمیٹی تیار کنندہ خلافت جوبلی پروگرام کی ایک تجویز یہ ہے کہ اس موقع پر قادیان میں ایک عظیم الشان

جلوس بھی نکالا جائے۔ جس میں ہر جماعت کا علیحدہ علیحدہ دستہ ہو۔ اور ہر دستے کا علیحدہ علیحدہ جھنڈا ہو۔ جس پر مناسب عبارت لکھی ہوئی ہو۔ اور اس جلوس میں حمد اور مدح کے گیت گائے جائیں۔ اور مناسب موقعوں پر مختصر تقریریں بھی ہوں۔ اور جلوس کسی مناسب جگہ اور مناسب رنگ میں حضرت اقدس کے سامنے سے گذرے۔

گر کمیٹی ہذا کے خیال میں جلوس والے حصّۂ تجویز میں بعض عملی دقّتیں ہیں۔ اس لئے کمیٹی ہذا یہ تجویز کرتی ہے کہ بیرونی جماعتیں اپنے اپنے مقام سے ہی حتی الامکان جلوس کی صورت میں روانہ ہوں اور قادیان میں ریلوے سٹیشن پر مرکز کی طرف سے استقبال کے لئے کوئی ایسا انتظام کیا جائے کہ ریلوے اسٹیشن سے کسی مخصوص مقام تک احباب جلوس کی صورت میں ہی آئیں۔ علاوہ ازیں کمیٹی ہذا یہ بھی تجویز کرتی ہے کہ اگر ممکن ہو تو دہلی، پشاور اور ملتان، وغیرہ مقامات سے سپیشل گاڑیاں چلوائی جائیں۔ جو کہ براہ راست قادیان تک آئیں۔ اور راستہ میں آنے والی جماعتیں ان سپیشل گاڑیوں پر سوار ہوں۔

(۱۰) اس تقریب پر ایک رات معیّن کر کے قادیان کی تمام مساجد۔ منارۃ المسیح۔ بہشتی مقبرہ۔ قصرِ خلافت اور سلسلے کی دیگر پبلک عمارات پر چراغاں کیا جائے۔ اور پبلک بھی اپنے اپنے گھروں میں چراغاں کرے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی بعض خوشی کے مواقع پر ہُوا ہے۔ یہ چراغاں خوشی کے طبعی اظہار کے علاوہ تصویری زبان میں اس بات کی بھی علامت ہوگا کہ جماعت کی دلی خواہش اور کوشش ہے کہ اللہ تعالیٰ سلسلے کے نور کو بہتر سے بہتر صورت میں اور جلد سے جلد دُنیا کے تمام کناروں تک پہنچائے۔

(۱۱) مرکزی لجنہ اماء اللہ بھی اپنا ایک جلسہ منعقد کرے اور اس کے ساتھ صنعتی نمائش بھی ہو۔

(۱۲) حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی سالانہ دو تقریروں کے علاوہ باقی تقریریں مندرجہ ذیل مضامین پر ہوں۔ اور ہر ایک تقریر کا جُدا جُدا مضمون ہو:۔

شانِ محمود۔ نظامِ خلافت۔ برکاتِ خلافت سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

(۱۳) ہر ایک جماعت کو چاہیئے کہ اپنا اپنا جھنڈا یعنی ماٹو تیار کر کے اپنے ہمراہ لائے۔ تا تمام اطرافِ عالم میں تبلیغ ہو۔ اور سلسلے کا تنظیمی رعب قائم ہو۔

(۱۴) اس تقریب پر جلسے سے پہلے یا بعد وقارِ سلسلہ کو مدِنظر رکھتے ہُوئے اگر کوئی جسمانی کھیلوں کی نمائش یا ورزشی مقابلے بعض ادارے اپنی طرف سے کرنا چاہیں تو انہیں روکا نہ جائے۔

(۱۵) ہو سکے تو جلسہ اور جلوس وغیرہ کی ایک مناسب فلم تیار کروائی جائے جو تبلیغی لحاظ سے مفید ہو سکے۔

لیکن اسپر ہماری طرف سے کچھ خرچ نہ ہو۔ بلکہ کسی بیرونی کمپنی وغیرہ کو دعوت دیکر کوئی انتظام کروایا جائے۔

(۱۶) کوشش کی جائے کہ اس تقریب پر قادیان سے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ایک مختصر تقریر ساری دنیا میں ریڈیو کے ذریعہ براڈ کاسٹ کروائی جائے۔

(۱۷) اِس تقریب پر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں مندرجہ ذیل ایڈریس پیش کئے جائیں:۔

(ا) تمام جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کیطرف سے (ب) لجنہ اماء اللہ کیطرف سے (ج) صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے۔

(د) خدام الاحمدیہ نیشنل لیگ کی طرف سے (ہ) بلاد عربیہ کی طرف سے (و) بلاد عجم کی طرف سے (ز) یورپ و امریکہ کی طرف سے (ح) مشرقی افریقہ کی طرف سے (ط) مغربی افریقہ کیطرف سے (ی) جزائر شرق الہند کیطرف سے۔

(نوٹ) یہ ضروری ہوگا کہ ایڈریس پڑھنے والا اُسی ملک کا احمدی ہو جسکی طرف سے ایڈریس پیش کیا جائے۔

(۱۸) خلافت جوبلی فنڈ کے جمع شدہ روپے کا چیک حضور کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ کہ حضور اِس روپے کو جس مصرف اور جس رنگ میں پسند ہو۔ خرچ فرمائیں۔

(۱۹) اُوپر کے تمام اور دیگر انتظامات متعلقہ جوبلی کے سرانجام دینے کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کی جائے جس کے ممبر حسب ذیل اصحاب ہوں:۔

(۱) مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب صدر (۲) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔

(۳) ناظر دعوۃ و تبلیغ (حضرت مولوی عبدالمغنی خاں صاحبؓ ناقل) (۴) ناظر ضیافت (حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ ناقل)

(۵) مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم اے سیکرٹری۔

(۲۰) اُوپر کی سب کمیٹی کا بجٹ مندرجہ ذیل ہونا چاہیئے:۔

چراغاں ۳۰۰ روپیہ۔ جلوس ۱۰۰ روپیہ۔ کاسٹک ایڈریس ۲۰۰ روپیہ۔ پروگرام وغیرہ ۲۰۰ روپیہ

جھنڈا ۱۰۰ روپیہ۔ متفرق ۲۵۰ روپیہ۔ میزان = ۱۱۵۰ روپے

(۲۱) اِس رقم کی فراہمی کے لئے خاص اپیل کی جائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کیطرف سے ارشاد

مجلس مشاورت میں رپورٹ پیش ہونے پر حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:۔

"جو تجاویز اس وقت سب کمیٹی کی طرف سے پیش ہُوئی ہیں۔ اُن میں سے بعض سفارشات کا رنگ رکھتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جن کا تعلق شوریٰ سے نہیں ہے۔ اُنکے متعلق شوریٰ سے مشورہ لینا فائدہ مند نہیں۔

وہ تو محکموں کو بھجوا دینی چاہئیں۔ مثلاً "الفضل کا خاص نمبر" یا یہ کہ "تصنیفات شائع کی جائیں" یا "قادیان میں ایک اَپ ٹو ڈیٹ لائبریری ہو" اِس تجویز کی صدر انجمن احمدیہ پہلے منظوری دے چکی ہے۔ ہم نے اگر یہاں اِس کو پاس کر دیا۔ تو صدر انجمن کی طرف سے جھٹ اِس کا بجٹ آ جائیگا۔ اسلئے اسکو سفارش تک محدود کیا جائے۔

"پچاس سالہ" ترقیات کے چارٹ کی تجویز۔ یہ بھی صدر انجمن بنوائے۔ لجنہ اماء اللہ کا جلسہ اور صنعتی نمائش کی تجویز پر بحث کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح تجویز ۱۴ - ۱۷ - ۱۹ - ایسی ہیں کہ یہ مشورہ یا سفارش تک تعلق رکھتی ہیں۔ پس یہ کہہ دیا جائے کہ یہ "سفارشات شوریٰ پیش کرتی ہے"۔ مَیں پہلے صرف اُنکو لیتا ہوں جو سفارش کا رنگ رکھتی ہیں۔ شوریٰ کو انکے فیصلہ سے تعلق نہیں۔ میں پھر بتا دیتا ہوں کہ وہ تجاویز یہ ہیں:۔ (۱) الفضل کا خاص نمبر۔ (۲) نایاب کتب کی اشاعت کا انتظام (۳) پچاس سالہ ترقیات کا چارٹ (۴) تمام احباب کی رہائش کا انتظام نظارت کرے (۵) مشاعرہ (۶) لجنہ اماء اللہ کا جلسہ ہو (۷) ہر جماعت کا جھنڈا ہو (اس کو مَیں نے کاٹ دیا ہے)۔ (۸) جسمانی کھیلیں"۔ [1]

لوائے احمدیت سے متعلق تجویز کی منظوری

اِس وضاحت کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیحؓ نے خلافت جوبلی سے متعلق سب کمیٹی کی ہر ضروری تجویز پر خدام سے مشورہ کر کے فیصلے فرمائے۔ چنانچہ احمدیت کے جھنڈے کی نسبت فرمایا:۔

"یہ تو ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا قائم رکھا جاتا تھا۔ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ اب تک ترکوں کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا موجود ہے۔ یہ صحیح ہو یا نہ ہو۔ بہرحال ایک لمبے عرصہ تک مسلمانوں کے پاس جھنڈا قائم رہا۔ اِس لئے اِس زمانہ میں بھی جو ابھی احمدیت کا ابتدائی زمانہ ہے۔ ایسے جھنڈے کا بنایا جانا اور قومی نشان قرار دینا جماعت کے اندر خاص قومی جوش کے پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے۔ . . . . میرا خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ سے پیسہ پیسہ یا دھیلہ دھیلہ کر کے مخصوص صحابہ سے ایک مختصر سی رقم لیکر اُس سے رُوئی خریدی جائے اور صحابیات کو دیا جائے کہ وُہ اُس کو کاتیں اور اُس سُوت سے صحابی درزی کپڑا تیار کریں۔ اسی طرح صحابہ ہی اچھی سی لکڑی تراش کر لائیں۔ پھر اُس کو باندھنے کے بعد جماعت کے نمائندوں کے سپرد کر دیا جائے کہ یہ ہمارا پہلا قومی جھنڈا ہے۔ پھر آئندہ اس کی نقل کروالی جائے۔ اس طرح جماعت کی روایات اُس سے اِس طرح وابستہ ہو جائیں گی۔ کہ آئندہ آنے والے لوگ اس کیلئے ہر قربانی کے لئے تیار ہونگے"۔ [2]

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء صفحہ ۴۹ تا ۵۱ ۔ [2] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء صفحہ ۶۳ ۔

مشاعرہ کی ممانعت

سب کمیٹی نظارت علیاء نے "خلافت جوبلی" پر مشاعرہ کی سفارش کی تھی۔ جس کی اجازت حضور نے نہیں دی۔ چنانچہ فرمایا:۔

"موجودہ حالات میں میری رائے یہی ہے کہ مشاعروں میں تکلّف زیادہ پایا جاتا ہے اور اس لئے بجائے اس کے عام تحریک کردینی چاہیئے کہ دوست شعر کہیں۔ اور اسی رنگ میں اعلان کردینا چاہیئے۔ اور اس طرح جو نظمیں آئیں اُن کو تقریروں کے دوران میں ہی پڑھنے کا موقعہ دے دیا جائے۔ ان نظموں کو پہلے دیکھ بھی لینا چاہیئے۔ . . . کہ بلاوجہ لمبی نہ ہوں۔ خلافِ ادب مضامین اُن میں نہ ہوں۔ خلافِ علم نہ ہوں۔ اور صرف وُہی نظمیں پڑھنے کی اجازت دی جائے جو دینی جوش کے ماتحت کہی گئی ہوں۔"[1]

چراغاں کی مشروط منظوری

حضرت امیر المومنینؓ نے "خلافت جوبلی" پر چراغاں کی اجازت دیتے ہوئے فیصلہ صادر فرمایا:۔

"میری خلافت کی جوبلی جو منائی جارہی ہے۔ یہ کوئی انفرادی تقریب نہیں۔ بلکہ اس لئے ہے۔ کہ میں نظام سلسلہ کی ایک کڑی ہوں۔ اور میرے خلیفہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور یہ مجلس بھی جماعت کی نمائندہ ہے۔ اس لئے روپیہ ایسے طور پر خرچ کرنا چاہیئے کہ ضائع نہ ہو۔ اور اس بات کا خیال رکھا جائے۔ کہ حیوانی جذبات پُورے کرنے کا سامان نہ ہو۔ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے اندر کشش رکھتی ہیں۔ اور چراغاں بھی ایسی ہی چیزوں میں سے ایک ہے۔ شادی بیاہ کے مواقع پر لوگ چراغاں کرتے ہیں اور اُس موقعہ پر اس کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ مہمان آئے ہوتے ہیں۔ سامان بکھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے اس موقعہ پر اس کا فائدہ بھی ہوسکتا ہے۔ مگر اس تقریب پر اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں۔ اس لئے اس تحریک کو یوں بدل دیا جائے کہ منارہ پر روشنی کا انتظام کردیا جائے۔ منارہ پر جو بڑے لیمپ ہیں وُہ روشن کردیئے جائیں۔ اور اُن کے نیچے چھوٹے لیمپ لگا دیئے جائیں۔ تا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نشان بھی پُورا ہو۔ اس طرح فضول خرچی بھی نہیں ہوگی۔ ایک ایسی تقریب جو اپنی نوعیت کی پہلی تقریب ہے۔ ہمیں ایسے رنگ میں منانی چاہیئے کہ اس میں کوئی بات فضول نہ ہو۔

اگرچہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ بعض اوقات عبث کام بھی کرنا پڑتا ہے کیونکہ مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے شاہی جوبلیوں کے مواقع پر چراغاں کیا ہے۔ کیونکہ سارے ملک میں یہ کیا گیا تھا۔ اور اُس وقت اگر آپ ایسا نہ کرتے۔ تو سیاسی رنگ میں یہ قابلِ اعتراض بات ہوتی۔ پس ضرورت کے موقعہ پر بے شک جائز ہے۔ اُس وقت چُونکہ ضرورت تھی۔ آپ نے ایسا کردیا۔

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء صفحہ ۶۷، ۶۸

پس مَیں یہی فیصلہ کرتا ہوں کہ منارۃ المسیح پر روشنی کا انتظام کر دیا جائے۔ تا اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی روشنی کو جو بڑھایا ہے۔ اس کا ظاہری طور پر بھی اظہار ہو جائے۔ باقی اس موقعہ پر صدقہ خیرات کر دیا جائے۔ اور چونکہ قادیان کے غریب احمدی تو لنگرخانہ سے کھانا کھائیں گے ہی۔ اس لئے یہاں جو صدقہ کیا جائے وہ غیر احمدیوں بلکہ ہندوؤں اور سکھّوں کو بھی دیا جائے۔" [1]

جلوس کی نسبت فیصلہ

حضور نے مندرجہ ذیل الفاظ میں جلوس کی اجازت مرحمت فرمائی:۔

"میرا خیال ہے جلوس کا سوال حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے سامنے بھی آیا ہے۔ اور آپؑ نے اسے پسند فرمایا ہے۔ کہ اس سے لوگ یہ سمجھیں گے۔ کہ ہزاروں احمدی ہو چکے ہیں۔ اس طرح کے جلوس صحابہ سے بھی ثابت ہیں کہ ہجوم کرکے بعض موقعہ پر چلتے تھے۔ عید کے متعلق ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک رستہ سے جاؤ اور دوسرے سے آؤ۔ اس سے بھی ایک جلوس کی صورت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جہاں تک ہو سکے۔ اکٹھے آؤ۔ جاؤ۔ اس سے دشمنوں پر رُعب ہوتا ہے۔ اور اُن کو یہ دیکھنے کا موقعہ ملتا ہے کہ سلسلہ کو کتنی ترقی ہو چکی ہے۔ اور ویسے جلوس کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں جلوس کا طریق غلط ہے۔ اسے تماشا بنالیا جاتا ہے۔ بجائے سنجیدہ بنانے کے، مَیں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ہجوم اپنے طور پر چلتا جائے اور ہر شخص اپنی پسند کے مطابق شعر پڑھے یا سُنے۔ بناوٹ اور تصنّع کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"پس مَیں سب کمیٹی کی تجویز کو اس شرط پر منظور کرتا ہوں کہ وقار اسلامی کو مدّنظر رکھا جائے۔ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے احمدیت کی شوکت کا اظہار ہو۔ اور ایسا نہ ہو جس سے اسکے وقار کو صدمہ پہنچے۔" [2]

فلم بنانے کے خلاف فیصلہ

جہاں تک اس سفارش کا تعلّق تھا کہ جلسہ خلافت جوبلی پر کسی فلم کمپنی کو دعوت دی جائے کہ وُہ جلسہ کی فلم لے۔ حضور نے یہ سفارش بالکل مسترد کر دی۔ مگر ساتھ ہی فرمایا:۔ "اس تجویز کو مَیں ردّ کرتا ہوں۔ مگر اسکے باوجود مَیں بعض باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ میرا یہ فیصلہ اس بنیاد پر ہے کہ فلم لئے جانے کی کوئی چیز ہی اس تقریب میں نہ ہوگی۔ پھر اگر ہو بھی۔ تو کسی کمپنی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ آکر اس جماعت کی کسی تقریب کی فلم تیار کرے۔ جس نے جاکر اس کو دیکھنا ہی نہیں۔ فلم کمپنیوں کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ وُہ اصل کھیل سے پہلے کوئی حصّہ علمی یا اخباری رکھ دیتے ہیں۔ اور اُس وقت بعض لوگ سیگریٹ پیتے اور چاکلیٹ کھاتے ہیں۔ اور کچھ اُسے دیکھ بھی لیتے ہیں جن کو اس سے

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء صفحہ ۷۵، ۷۶ ٭ [2] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء صفحہ ۷۰، ۷۱ ٭

کوئی دلچسپی ہو۔ اگر تو احمدیوں نے جاکر دیکھنا ہو۔ تو کوئی کمپنی فلم تیار کر سکتی ہے۔ وُہ سمجھے گی۔ کہ کیا ہوا۔ اگر ہزار روپیہ خرچ ہو گیا۔ تو ہزارہا کی آمد بھی تو ہوگی۔ مگر ہم نے جب دیکھنا ہی نہیں۔ تو کیا ہم کسی سے کہیں گے کہ آپ تشریف لائیں اور فلم تیار کریں مگر ہم دیکھیں گے نہیں۔ بلکہ دُوسروں کو بھی نصیحت کریں گے۔ کہ آپ کے پاس نہ پھٹکیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی انشورینس کمپنی قادیان میں آکر اپنا دفتر کھول دے۔ اِس لئے یہ بات ہی غلط ہے کہ کوئی کمپنی آکر فلم تیار کرے گی۔" [1]

"کمیٹی تکمیل پروگرام جوبلی" کی زبردست جدّوجہد

خلافت جوبلی کمیٹی نے دوران سال میں اپنے متعدد اجلاس کئے۔ اور ہر امر پر پُورے غور و مشورہ کے بعد جملہ امور کا انتظام کیا۔ مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب چونکہ قادیان سے بلکہ ہندوستان سے بھی باہر تشریف لے گئے تھے۔ اِس لئے وُہ تمام اجلاسوں میں شریک نہیں ہو سکے۔ مگر اُن کے منشاء کے ماتحت اُنکی عدم موجودگی میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صدارت کے فرائض نہایت عمدگی سے سرانجام دیتے رہے۔ حضرت امیر المومنین نے بعد میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو بھی اس کمیٹی کا ممبر مقرر فرما دیا تھا۔

لوائے احمدیّت کا اہتمام

کمیٹی کے سامنے جو کام درپیش تھے۔ ان میں سب سے اہم "لوائے احمدیّت" کا تیار کرنا تھا جس کے متعدد پہلو قابل غور تھے۔ اوّل جھنڈے کے 'ڈیزائن' یعنی شکل کا فیصلہ۔ دوم صحابہ اور صحابیات حضرت مسیح موعودؑ سے اسکے اخراجات کیلئے چندہ وصول کرنا۔ سوم اُن سے کپڑا تیار کرانا۔ چہارم جھنڈے کی لمبائی چوڑائی وغیرہ کا فیصلہ کرکے اسکو بنوانا۔ پنجم پول تیار کرانا۔ ششم جھنڈے کا نصب کرنا۔ ہفتم اس کا لہرانا۔ چونکہ یہ کام اپنی نوعیت کے لحاظ سے کمیٹی کیلئے بالکل نئی قسم کا تھا۔ اسلئے ہر مرحلہ پر اور آخر وقت تک کمیٹی کو مختلف قسم کی مشکلات کا سامنا رہا جسکی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

اِس سلسلہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک کمیٹی مقرر فرما دی تھی جسکے ممبران حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحبؓ۔ حضرت میر محمدؓ اسحاق صاحبؓ اور حضرت حافظ صاحبزادہ مرزا ناصر احمدؒ صاحب تھے۔ اِس کمیٹی نے نومبر میں اپنی رپورٹ تیار کرکے بھیجی۔ جو حضور کی خدمت مبارک میں پیش کی گئی۔ اور بالآخر حضور نے جھنڈے کی ایک معیّن شکل منظور فرمالی۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیحؑ کے فیصلہ مشاورت کی تعمیل میں کمیٹی نے صحابہ کرام سے چندہ کی اپیل کی اور اس فنڈ میں دفتر محاسب کے پاس تیئیس [23] روپے آٹھ آنے تین پیسے جمع ہوئے۔ لیکن یہ محسوس کیا گیا کہ اخراجات

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء صفحہ ۸۵

اس سے بہت زیادہ ہو نگے۔ نیز معلوم ہؤا کہ بعض صحابہ کو غلط فہمی ہوگئی ہے کہ ایک پیسہ سے زیادہ چندہ نہیں لیا جائے گا۔ اسلئے مزید روپے کے لئے دوبارہ اپیل شائع کی گئی۔ اور ایک خاص محصّل کے ذریعہ کوشش کی۔ اور قادیان اور اسکے ارد گرد کے علاقہ میں اُن دنوں جو صحابہ موجود تھے۔ اُن سے خاص طور پر چار آنے تک کی رقم فراہم کی۔ اور بعض نے اس سے بھی زیادہ رقم عطا فرمائی۔ اس طرح ایک سو تیس روپے کے قریب جمع ہوگیا۔

رُوئی کی خرید کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو یہ خیال پیدا ہؤا۔ کہ اگر ایسی کپاس مل جائے، جسے صحابیوں نے کاشت کیا ہو۔ تو بہت اچھا ہو۔ چنانچہ حضور کو اطلاع ملی کہ سندھ میں اس قسم کی کپاس موجود ہے۔ گو وہاں سے تو ایسی کپاس نہ مل سکی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضور کی اس مبارک خواہش کو اور طرح پورا فرما دیا۔ اور وُہ اس طرح کہ میاں فقیر محمدؐ صاحب امیر جماعت احمدیہ وِنجواں ضلع گورداسپور جو صحابی ہیں' قادیان تشریف لائے۔ اور کچھ سُوت حضرت اُمّ المومنینؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور عرض کیا کہ میں نے حضرت مرزا بشیر احمدؐ صاحبؓ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے ہاتھ سے بیج بویا اور پانی دیتا رہا۔ اور پھر چُنا اور صحابیوں سے دُھنوایا اور اپنے گھر میں اُسکو کتوایا ہے۔ یہ سُوت پہنچنے پر مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ سیکرٹری خلافت کمیٹی نے امیر جماعت احمدیہ وِنجواں کو پیغام بھیجا کہ اُن کے پاس اگر اُن کی کاشت کی ہوئی رُوئی میں سے کچھ اور ہو تو وہ بھی بھجوا دیں۔ جس پر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی کے ذریعے مزید آٹھ دس سیر رُوئی قادیان پہنچ گئی۔ جو مولانا دردؔ صاحب نے حضرت سیدہ اُمّ طاہر صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ کی خدمت میں اس درخواست کے ساتھ بھیجدی کہ وُہ صحابیات کے ذریعہ حضرت اقدسؓ کے ارشاد کے ماتحت اس رُوئی کا سُوت طیار کروالیں۔ چنانچہ انہوں نے نہایت مستعدی کے ساتھ دارِ مسیح موعودؑ میں صحابیات سے سُوت کتوا دیا۔ جسے صحابی بافندگان[1] کے ذریعے قادیان اور ننگل کی نلوں میں کپڑا بنوایا گیا۔

جھنڈے کا سائز کیا ہو؟ اس امر کی نسبت کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ کپڑا اٹھارہ فٹ لمبا اور ۹ فٹ چوڑا ہو۔ اس فیصلہ کے مطابق تیار شدہ کپڑے کو مطلوبہ سائز میں بدلنے میں صحابی درزیوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔

مگر ابھی اس کپڑے کے اُوپر جھنڈے کی شکل نقش کروانا باقی تھا۔ اس اہم کام کیلئے ملک عطاء الرحمان صاحب مجاہد تحریک جدید نے بہت دوڑ دھوپ کی۔ اور شاہدرہ سے اس کام کو تکمیل تک پہنچایا۔ نیز حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمدؐ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مجلسی اور ذاتی دونوں لحاظ سے بہت دلچسپی لی۔

جھنڈے کے پول کے معاملہ میں ممبران کمیٹی کو بہت غور و خوض کرنا پڑا۔ ایک لمبی بحث کے بعد

---

[1] ان میں سے ایک بزرگ میاں خیر الدین صاحبؓ دری باف تھے۔ جو وفات پا چکے ہیں۔

آخر یہی فیصلہ کرنا پڑا۔ کہ پائپ کرائے پر لیکر کام چلایا جائے۔ کیونکہ لکڑی ۶۲ فٹ لمبی، خوبصورت اور سیدھی ملنا مشکل تھی۔ اور اس کے کھڑے کرنے کا سوال بہت ٹیڑھا تھا۔ گو وقت بہت تھوڑا تھا۔ لیکن بابو اکبر علی صاحبؓ کی کوشش سے کام خیر و خوبی سے انجام پاگیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک[۱]

فصل سوم

خلافت جوبلی سے متعلق ابتدائی تجاویز اور اُن کے عملی جامہ پہنانے کی تفصیلات پر روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ جلسہ خلافت جوبلی کی تقریب کس طرح شاندار طریق سے مگر سادہ۔ پُر وقار اور خالص اسلامی ماحول میں منائی گئی۔

منارۃ المسیح پر چراغاں خلافت جوبلی کی تقریب کی خوشی میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے صرف منارۃ المسیح پر چراغاں کرنے کی اجازت دی تھی۔ اس لئے منارۃ المسیح کو چوٹی سے لیکر پہلی منزل تک بجلی کے قمقموں سے مرصع کیا گیا۔ اور گو دوسرے ایام میں بھی تھوڑے تھوڑے وقت کے لئے یہ قمقمے روشن کئے جاتے رہے۔ لیکن ۲۷ر دسمبر کو رات بھر مینار جگمگاتا رہا۔ جس نے قادیان کی فضاء کو سچ مچ بقعہ نور بنا دیا۔

جماعتوں کا جلسہ گاہ میں جانے کا نظارہ ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۹ء کی صبح سے خلافت جوبلی کی مبارک تقریب کا پروگرام شروع ہوا۔ تمام جماعتیں ساڑھے نو بجے اپنی اپنی فرودگاہ سے جلسہ گاہ کی طرف آنے لگیں۔ ہر جماعت کے ساتھ اُس کا جھنڈا تھا جسے دو آدمی اُٹھائے ہوئے تھے۔ اور جس پر اُس جماعت کا نام اور بعض دُعائیہ فقرات لکھے تھے۔ اِس طرح مختلف علاقوں اور مختلف ممالک کی جماعتیں دُرِّثمین کے اشعار پڑھتی اور خدا تعالیٰ کی حمد کے گیت گاتی ہوئی جلسہ گاہ میں پہنچیں۔ تمام جھنڈے جلسہ گاہ کی گیلریوں کے اُوپر کے حصہ میں کھڑے کر دیئے گئے۔ ایسے جھنڈوں کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب تھی۔

۱۰ بجکر ۵۰ منٹ پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ سٹیج پر (جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت کی جلسہ گاہ کے برابر تھا) تشریف لائے[۲]۔ اُس وقت سٹیج کا سائبان اُتار دیا گیا۔ تاکہ تمام مجمع

---

[۱] "رُوئیداد جلسہ خلافت جوبلی" مرتبہ مولانا عبدالرحیم صاحبؓ درد ایم اے سیکرٹری خلافت جوبلی۔ ناشر مینیجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ۔

[۲] الفضل ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱ ۔

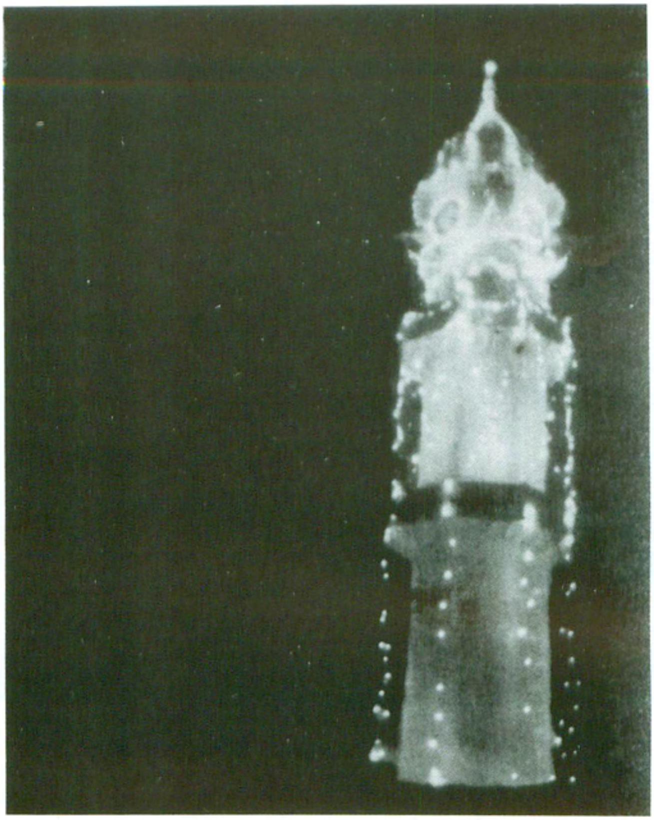

مینارۃ المسیح پر چراغاں (۲۷ دسمبر ۱۹۳۹ء)

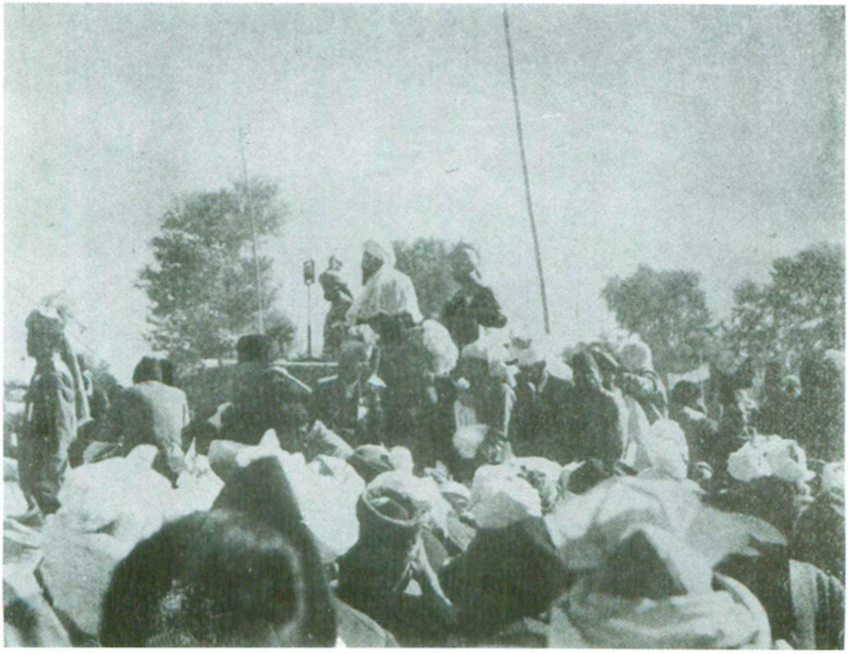

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جلسہ خلافت جوبلی میں تقریر فرما رہے ہیں (۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حضور چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب چیک پیش کر رہے ہیں۔

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب خلافت جوبلی فنڈ میں نمایاں حصہ لینے والوں کے نام سنا رہے ہیں۔

آسانی سے اس موقعہ کا نظارہ کر سکے۔ حضرت صوفی غلام محمدؐ صاحبؓ سابق مبلغ ماریشس نے تلاوت قرآن کریم کی۔ اور حافظ شفیق احمدؐ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور نظم "امین" کا ایک حصہ خوش الحانی سے پڑھ کر سُنایا۔

سپاس نامے اسکے بعد حضور کی خدمت میں ایڈریس پیش کئے گئے۔ جناب چودھری بشیر احمدؐ صاحب سب جج نام لیتے۔ اور ایڈریس پڑھنے والے صاحب حضور کی خدمت میں پیش ہو کر ایڈریس پڑھتے۔ اس موقعہ پر حسب ذیل اصحاب نے اپنے اپنے حلقہ کی طرف سے اپنے پیارے امام کے حضور نہایت ہی مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا۔

(۱) حضرت چودھری فتح محمدؐ صاحب سیال ایم اے ناظر اعلیٰ نے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے اُردو میں ایڈریس پیش کیا۔ (۲) آنریبل چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے جماعتہائے ہندوستان کی طرف سے اُردو میں ایڈریس پیش کیا۔ (۳) جناب پروفیسر عطاء الرحمٰن صاحب ایم اے اسسٹنٹ ڈائریکٹر تعلیم آسام نے جماعتہائے آسام کی طرف سے انگریزی میں ایڈریس پیش کیا۔ (۴) خان بہادر چودھری ابوالہاشم خان صاحب ایم اے نے جماعتہائے احمدیہ بنگال کی طرف سے انگریزی میں ایڈریس پیش کیا۔ (۵) حضرت حکیم خلیل احمدؐ صاحب مونگھیری نے جماعتہائے صوبہ بہار کیطرف سے اُردو میں ایڈریس پیش کیا۔ (۶) حضرت قاضی محمدؐ یوسف صاحبؓ نے جماعتہائے صوبہ سرحد کی طرف سے اُردو میں۔ (۷) جناب مولوی عبد المنان صاحب عمر خلف حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے احمدیوں کیطرف سے انگریزی میں۔ (۸) جناب شیخ محمود احمدؐ صاحبؓ عرفانی سیکرٹری آل انڈیا نیشنل لیگ نے لیگ کیطرف سے اُردو میں۔ (۹) چوہدری خلیل احمدؐ صاحب ناصر بی اے جنرل سیکرٹری مجلس خدام الاحمدیہ نے خدام الاحمدیہ کیطرف سے اُردو میں۔ (۱۰) السید عبد العزیز دمشقی نے بلاد عربیہ کی جماعتوں کی طرف سے عربی میں۔ (۱۱) مسٹر غلام حسین افریقی نے جماعتہائے مشرقی افریقہ کی طرف سے سواحلی میں۔ (۱۲) حاجی جنود اللہ صاحب ترکستانی نے چینی ترکستان کی طرف سے ترکستانی میں۔ (۱۳) مسٹر محمدؐ زہدی صاحب سنگاپوری نے جماعتہائے سنگاپور اور ملایا کی طرف سے ملایا میں۔ (۱۴) مولوی احمد سدوسی صاحب سماٹری نے جزائر شرق الہند کی طرف سے سماٹری میں ایڈریس پیش کیا۔ ؎

؎ الفضل ۳ر جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۸ ؂

صوبہ سرحد کے احمدیوں کا سپاسنامہ

یہ تمام ایڈریس روئیداد جلسہ خلافت جوبلی میں شائع شدہ ہیں۔ جن کا نقل کرنا غیر ضروری بھی ہے اور باعثِ طوالت بھی۔ اِس لئے بطور نمونہ صوبہ سرحد اور ہندوستان کے احمدیوں کے ایڈریس درج کرنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ * نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَالسَّلَامُ عَلٰى اَحْمَدَ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

سیّدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح ایدک اللہ بنصرہ العزیز۔

ہم احمدیان صوبہ سرحد (جو ہندوستان کے شمال مغرب میں رہتے ہیں) آج اِس جگہ حاضر ہو کر حضور کی خلافت جوبلی یا خلافتِ ثانیہ پر پچیس ۲۵ سال کا زمانہ دراز گزرنے پر جو کامیابی اور کامرانی سے گذرا۔ خدا کا شکر بجالاتے ہیں۔ اور حضور کو تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ بے شک وُہ قابلِ ستائش ہے جس نے حضور کو اِس دوران میں نہ صرف سلسلہ کے اندرونی فتنوں اور سازشوں کی سرکوبی کا موقعہ بخشا۔ بلکہ سلسلہ کے باہر دُنیا میں بھی اسکی عزّت اور وقار کو قائم کیا۔ اور حضرت احمدؑ کے نام اور پیغام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے میں بامُراد کیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ"[۱]

جماعت احمدیہ ہندوستان کا سپاسنامہ

اِس تقریب پر ہندوستان کے احمدیوں کی طرف سے خلافت جوبلی کے محرّک حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مندرجہ ذیل سپاس نامہ پڑھ کر سُنایا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

ایڈریس بخدمت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہُ اللہ بنصرہ العزیز

منجانب جماعتہائے احمدیہ ہندوستان بتقریب خلافت جوبلی

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہُ اللہ بنصرہ العزیز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ خاکسار حضور کی خدمت میں اِس نہایت مبارک اور پُر از مسرّت تقریب پر جب کہ حضور اپنے عہد خلافت کے پچیس ۲۵ سال پُورے فرمارہے ہیں۔ جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کیطرف سے دِلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔

سیّدنا! ہمارے لئے یہ خوشی کا دِن حقیقۃً ایک عید کا دِن ہے۔ کیونکہ جس طرح اسلام کی عیدیں عبادتوں اور قُربانیوں کے بعد منائی جاتی ہیں۔ اِسی طرح حضور کی خلافت کے پچیس سالہ زمانہ نے جو خدا کی نصرتوں اور اُسکے

---

[۱] روئیداد جلسہ جوبلی صفحہ ۲۶ ٭

نشانوں اور حضور کی قیادت میں جماعت کی قربانیاں اور دینی سرگرمیوں سے معمور ہے۔ ہمارے لئے خوشی کی عید کو ممکن اور جائز کر دیا ہے۔ یہ خوشی حقیقتاً حضور کی خوشی ہے۔ کیونکہ اس پچیس سالہ دور میں جو شاندار ترقیات جماعت کو نصیب ہوئی ہیں۔ اور جو خدمت حضور نے رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ اللہ کی سرانجام دی ہے۔ وہ حقیقتاً حضور ہی کے انفاس قدسیہ کی برکت سے ہے۔ مگر خادم اپنے آقا سے الگ نہیں۔ اور در اصل آقا کی عید ہی خادم کی حقیقی عید ہوتی ہے۔

سیّدنا! حضور کی تربیت کے ماتحت ہمارے دلوں میں اس بات کا پورا پورا احساس ہے کہ اسلامی عید دو پہلو رکھتی ہے۔ ایک یہ کہ بندہ اُس توفیق پر جو خدا تعالیٰ نے اُسے ماضی میں خدمت اور قربانی کی عطاء فرمائی۔ اپنے دل میں ایک غیر معمولی خوشی محسوس کرتا ہے۔ اور دُوسرے یہ کہ وُہ اس احساس کو آئندہ کی خدمات اور قربانیوں کے لئے اپنے دل میں ایک بیج کے طور پر جگہ دیتا ہے۔ اور یہ بیج اس طرح سے ایک عہد کا رنگ رکھتا ہے کہ وُہ آئندہ اپنے خالق و مالک کے رستہ میں بیش از بیش قربانی اور خدمت کا نمونہ دکھائیگا پس جہاں ہم گذشتہ پر حضور کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ وہاں آئندہ کے متعلق حضور سے یہ درخواست بھی کرتے ہیں کہ حضور دُعا فرمائیں کہ جماعت کی تاریخ کا ابتدائی پچاس سالہ دور اور حضور کی خلافت کا پچیس سالہ زمانہ جماعت کی آئندہ قربانیوں اور ترقیات کیلئے بطور ایک بیج کے ہو جائے اور آئندہ ترقیات کے ساتھ اسکی وُہی نسبت ہو۔ جو ایک چھوٹے سے بیج کو ایک شاندار درخت کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔

سیّدنا! اس مبارک تقریب پر جو جذباتِ عشق و وفا ہمارے دلوں میں اس وقت موجزن ہیں ہم الفاظ میں اُنکے اظہار کی طاقت نہیں پاتے۔ ؎

قلم را آں زباں نبود کہ سرّ عشق گوید باز ✤ ورائے حدّ تقریر است شرحِ آرزومندی

لیکن ہمارے قلوب کی کیفیت کا اندازہ وہ شخص کر سکتا ہے کہ جس کی آنکھوں کے سامنے ایک طرف اُس حالت کی تصویر موجود ہو۔ جو آج سے پچیس ۲۵ سال قبل جماعت کی تھی۔ اور دوسری طرف اُسکے سامنے اُس حالت کی تصویر بھی موجود ہو۔ جو خدا کے فضل سے آج جماعت کی ہے۔ اور وُہ اُن خطرات سے بھی واقف ہو جو اس عرصہ میں جماعت کو پے درپے پیش آتے رہے ہیں۔ اور اُن دُعاؤں اور قربانیوں سے بھی آگاہی رکھتا ہو۔ جو حضور نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اور احمدیت کے کمزور و نازک پودے کی حفاظت اور آبپاشی کی خاطر فرمائیں۔

سیّدنا! اس پچیس سالہ دَور میں کوئی دن بلکہ کوئی لحظہ جماعت پر ایسا نہیں گزرا۔ کہ جس میں وہ حضور کی قیادت

کی برکات سے متمتع نہ ہوئی ہو۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ خود جماعت بھی پورے طور پر ان خطرات کی حقیقت سے آگاہ نہیں۔ جن سے حضور نے جماعت کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔ اور نہ ہی وہ پورے طور پر اُن برکتوں اور نعمتوں پر آگاہی رکھتی ہے۔ جو حضور کی خلافت کے دوران اسے حاصل ہوئی۔

سیّدنا! حضور کی خلافت صرف تبلیغی اور تربیتی برکات سے ہی مزیّن نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر رنگ کی برکات اور ہر میدان کے فضائل اور حسنات سے نوازا ہے۔ ہم اس بات کے اظہار کی طاقت نہیں پاتے۔ کہ ہمارے دلوں میں کس قدر انبساط و امتنان کی لہریں موجزن ہوتی ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا سردار اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید کے ساتھ زیادت کے ہر میدان کا شہسوار ہے۔ وہ معرفتِ الٰہی اور تقویٰ اللہ کا ایک زبردست مجسمہ ہے۔ وہ نورِ قرآن اور علومِ دین کا ایک وسیع سمندر ہے۔ وہ احکامِ اسلام اور شریعت کی باریک در باریک حکمتوں کا ایک کامل اُستاد ہے۔ اور انسان یُوں محسوس کرتا ہے کہ گویا اس زمانہ میں یہ شعر اُسی کے لئے کہا گیا ہے کہ ؎

از رموزِ شرع و حکمت با ہزاراں اختلاف ؛ نکتۂ ہرگز نہ شد فوت از دلِ دانائے تو

سیّدنا! ابتدائے ایّامِ خلافت سے ہی حضور نے نظامِ جماعت کی بنیاد ایسے اسلوب پہ رکھی۔ جو اعلیٰ سے اعلیٰ دماغوں کیلئے باعثِ رشک و عبرت اور وابستگانِ خلافت کیلئے باعثِ ناز و فخر ہے۔ سیاسیاتِ دینیہ اور مُلکیہ میں حضور نے ہر موقعہ پر نہ صرف جماعت کی۔ بلکہ تمام ملک کی وہ رہنمائی فرمائی۔ جن پر اغیار بھی صدق دل سے شاہد ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ اگر دنیوی میدان میں بھی مدبّران اور سیاست دان ان اصولوں پر کاربند ہوتے۔ جن کی حضور نے آج سے ۱۵ سال قبل تلقین فرمائی تھی۔ تو دُنیا اس خطرناک مُصیبت میں گرفتار ہونے سے بچ جاتی۔ جس کا وُہ آج شکار بن رہی ہے۔ غرض چمنستانِ حیاتِ انسانی کا کوئی قطعہ ایسا نہیں۔ جس کی آبپاشی کا سامان اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے فضل و رحم کے ساتھ حضور کے ذریعہ نہ فرمایا ہو۔ وُہ لوگ جو خدا تعالیٰ سے محبّت کرتے اور اُس کے قُرب کی تڑپ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ وُہ اِس چشمہ سے سیراب ہو رہے ہیں۔ اور اِس چشمہ کی دعوت عام ہے کہ جو چاہے آئے۔ اور اپنی پیاس کو بُجھائے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں کہ دُنیا کی وُہ قومیں بھی جو ابھی تک اس چشمہ کے حیات بخش پانی سے محروم ہیں۔ جلد یا بدیر اس سے شادابی حاصل کریں گی۔

سیّدنا! ہماری نظر میں وہ وسعت نہیں۔ اور نہ ہمارے قلم میں وُہ طاقت ہے کہ حضور کے فضائل

کے کسی پہلو کو بھی پُورے طور پر بیان کرسکیں۔ کیونکہ ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار ؛ گُل چینِ بہارِ تو بداماں گلہ دارد

مگر ہم اِس مُبارک موقعہ پر حضور کی اُس حسین رُوحانی تصویر کو جو ہمارے دِلوں کی گہرائیوں میں جاگزین ہے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے لانے کی تڑپ بھی رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم اُن پیارے الفاظ کو اس جگہ دُہرانے کی اجازت چاہتے ہیں جو خدا وند علیم وخبیر نے اپنے برگزیدہ مسیحؑ کی زبان پر حضور کی نسبت حضورؓ کی ولادت سے بھی پہلے جاری فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے فرمایا:۔

"تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام تجھے ملیگا۔۔۔۔۔ وُہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وُہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وُہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وُہ سخت ذہین و فہیم اور دل کا حلیم اور عُلُومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔۔۔۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نُور آتا ہے نُور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہے۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وُہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا اور قومیں اُس سے برکت پائینگی۔۔۔۔ وُہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔۔۔۔۔ اے فخرِ رُسل قُربِ تو معلومم شُد ؛ دیر آمدہٖ زراہِ دُور آمدہٖ"

آخر میں ہم پھر حضور کی خدمت میں اپنی دِلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اور حضور سے درخواست کرتے ہیں کہ حضور ہمارے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو دُور فرمائے۔ اور ہمیں اپنی رضا کے رستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سے وُہ کام لے جو اُسکی خوشنی کا موجب ہو۔ اور پھر وُہ ہم پر ایسا خوش ہو کہ اسکے بعد ہم اور ہماری نسلیں قیامت تک اُسکی خوشی اور رضا کی وارث رہیں۔ اور اے ہمارے پیارے امام! ہم حضور کیلئے دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو ایک لمبی اور بامُراد زندگی عطا کرے۔ بیش از پیش ترقیات دکھائے۔ اور حضور کے آنے والے زمانہ کو گزرے ہوئے زمانہ کی نسبت بھی زیادہ مقبول اور زیادہ مبارک اور زیادہ شاندار بنائے۔ اٰمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ۔ ہم ہیں حضور کے خادمان جماعتہائے احمدیہ ہندوستان

۲۸؍دسمبر ۱۹۳۹ء [۱]

[۱] روئیداد جلسہ خلافت جوبلی صفحہ ۳۹ تا ۴۲

مقامی ہندوؤں کا اظہارِ اخلاص

اس موقعہ پر قادیان کے باشندہ لالہ داتا رام صاحب سیٹھ ابن لالہ ملاوا مل صاحب نے اپنے خاندان کی طرف سے حضور کے پچیس سالہ عہدِ خلافت کے متعلق مبارکباد پیش کی۔ اور سیٹھ وزیر چند صاحب آف "بیالے دی ہٹی" صرافاں قادیان نے اپنے خاندان کی طرف سے حضرت امیر المومنین رضؓ کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہوئے چاندی کی خوشنما پلیٹ میں ایک چاندی کی انگوٹھی جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ لکھا تھا بطور تحفہ پیش کی۔ انہوں نے یہی تحفہ جناب چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو بھی دیا۔

عربی۔ افریقی۔ ملائی۔ سماٹری اور ترکستانی نمائندگان اپنے اپنے وطنی لباسوں میں ملبوس تھے۔ اور اس طرح مختلف ممالک اور مختلف تمدن کے لوگوں کا حضرت امیر المومنین رضؓ کے حضور نذرِ عقیدت پیش کرنا نہایت رُوح پرور نظارہ تھا۔

بیرونی جماعتوں کی طرف سے مبارک باد کے تار

اس کے بعد حسب ذیل بیرونی جماعتوں کی طرف سے مبارک باد کے تار سُنائے گئے:-

(۱) مولوی جلال الدین صاحب شمس امام مسجد احمدیہ لنڈن کا تار جماعت احمدیہ لنڈن کی طرف سے۔ (۲) صُوفی مطیع الرحمان صاحب ایم اے کا تار امریکہ کی احمدی جماعتوں کی طرف سے۔ (۳) حکیم فضل الرحمان صاحب کا تار جماعتہائے احمدیہ نائیجیریا کی طرف سے۔ (۴) جناب عبد الغفور صاحب کرک کا تار جماعت احمدیہ زنجبار کی طرف سے۔ (۵) جماعتہائے مشرقی افریقہ کا تار۔ (۶) ڈاکٹر احمد الدین صاحب کا تار جماعت ٹانگانیکا کی طرف سے۔ (۷) جماعت احمدیہ سیلون کا تار۔ (۸) جماعت احمدیہ ڈچ ایسٹ انڈیا کا تار۔ (۹) جماعت احمدیہ یوگنڈا کا تار۔ (۱۰) جماعت احمدیہ قاہرہ (مصر) کا تار۔ (۱۱) جماعت احمدیہ برما کا تار۔ [1]

سپاسناموں کے جواب میں حضرت امیر المومنین رضؓ کی تقریر

اس کے بعد ۱۲ بجکر ۴۰ منٹ سے ایک بجکر ۳۰ منٹ تک سیّدنا حضرت امیر المومنین رضؓ نے اُن ایڈریسوں کے جواب میں ایک نہایت ایمان افروز اور رُوح پرور تقریر فرمائی جس کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔ حضور نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"میں جب سے تقریر کے میدان میں آیا ہوں۔ اور جب سے مجھے تقریر کرنے یا بولنے کا موقعہ ملا ہے

---

[1] الفضل ۳ جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۸

میں نے شروع دن سے یہ بات محسوس کی ہے کہ ذاتی بناوٹ کے لحاظ سے تقریر کرنا میرے لئے بڑا ہی مشکل ہوتا ہے۔ اور میری کیفیت ایسی ہو جاتی ہے جسے اُردو میں گھبرا جانا کہتے ہیں۔ اور انگریزی میں NERVOUS ہو جانا کہتے ہیں۔ مَیں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے کہ اپنی دماغی کیفیت کے لحاظ سے میں ہمیشہ نروس ہو جاتا ہوں یا گھبرا جاتا ہوں۔ مجھے یاد ہے۔ جب مَیں نے پہلی تقریر کی اور اُس کے لئے کھڑا ہوا۔ تو آنکھوں کے آگے اندھیرا آگیا۔ اور کچھ دیر تک تو حاضرین مجھے نظر نہ آتے تھے۔ اور یہ کیفیت تو پھر کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن یہ ضرور ہوتا ہے کہ ایک خاص وقت میں جس کی تفصیل مَیں آگے چل کر بیان کروں گا۔ میرے دل میں اضطراب سا پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن وُہ حالت اُس وقت تک ہوتی ہے جب تک کہ بجلی کا وُہ کنکشن قائم نہیں ہوتا۔ جو شروع دن سے کسی بالا طاقت کے ساتھ میرے دماغ کا ہو جایا کرتا ہے۔ اور جب یہ دَور آجاتا ہے۔ تو یُوں معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کے تمام بڑے بڑے مقرّر اور لسّان جو اپنی اپنی زبانوں کے ماہر ہیں۔ میرے سامنے بالکل ہیچ ہیں۔ اور میرے ہاتھوں میں کھلونے کی طرح ہیں۔ جب میں پہلے پہل تقریر کے لئے کھڑا ہوا۔ اور قرآن کریم سے آیات پڑھنے لگا۔ تو مجھے الفاظ نظر نہ آتے تھے۔ اور چونکہ وُہ آیات مجھے یاد تھیں۔ مَیں نے پڑھ دیں۔ لیکن قرآن گو میرے سامنے تھا۔ مگر اس کے الفاظ مجھے نظر نہ آتے تھے۔ اور جب مَیں نے آہستہ آہستہ تقریر شروع کی۔ تو لوگ میری نظروں کے سامنے سے بالکل غائب تھے۔ اس کے بعد یکدم یُوں معلوم ہوا کہ کسی بالا طاقت کے ساتھ میرے دماغ کا اتّصال ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ جب مَیں نے تقریر ختم کی۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کھڑے ہُوئے اور فرمایا۔ کہ یہ تقریر سُن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اور انہوں نے قرآن کریم کے جو معارف بیان کئے ہیں۔ باوجود اسکے کہ مَیں نے بڑی بڑی تفاسیر پڑھی ہیں۔ اور میری لائبریری میں بعض نایاب تفاسیر موجود ہیں۔ مگر یہ معارف نہ مجھے پہلے معلوم تھے۔ اور نہ مَیں نے کہیں پڑھے ہیں۔ سو جب دورانِ تقریر میں وُہ کیفیت مجھ پر طاری ہوتی ہے۔ تو مَیں محسوس کرتا ہُوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وُہ کل دبائی گئی ہے۔ اور اب اللہ تعالیٰ میرے دماغ میں ایسے معارف نازل کرے گا۔ کہ جو میرے علم میں نہیں ہیں۔ اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ قرآن شریف پڑھاتے ہُوئے بھی وُہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آج بھی وُہ کیفیت شروع ہوئی تھی۔ مگر اس وقت جو ایڈریس پڑھے گئے ہیں۔ انکو سُنکر وُہ دُور ہو گئی۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے۔ تو دو شخص آپسمیں لڑ

رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کے متعلق بتایا تھا کہ وہ کونسی رات ہے۔ مگر اُن کی لڑائی کو دیکھ کر مجھے بھول گئی۔ اِس طرح مجھ پر بھی وہ کیفیت طاری ہوئی تھی۔ مگر اس کے بعد ایڈریس شروع ہوئے۔ ان میں سے بعض ایسی زبانوں میں تھے کہ نہ میں کچھ سمجھ سکا۔ اور نہ آپ لوگ۔ اور میں نے محسوس کیا کہ یہ بناوٹ ہے۔ اور منتظمین دُنیا کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم میں ایسی ایسی زبانیں جاننے والے لوگ موجود ہیں اور اس ظاہرداری کو دیکھ کر میری طبیعت پر ایسا بُرا اثر ہوا۔ کہ وہ کیفیت جاتی رہی۔ ہم لوگ تو اپنے جذبات کو دبانے کے عادی ہیں۔ اور جن لوگوں نے بڑے کام کرنے ہوتے ہیں۔ اُن کو یہ مشق کرنی پڑتی ہے۔ سرکاری افسروں کو دیکھ لو۔ مثلاً تحصیلدار اور تھانیدار وغیرہ ہیں۔ سب قسم کے لوگ اُن کے پاس آتے اور باتیں کرتے ہیں۔ اور وہ سب کی باتیں سُنتے جاتے ہیں۔ لیکن اس مجلس میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جو جذبات کو دبانے کے عادی نہیں۔ اِس لئے ان میں ایک بے چینی سی تھی۔ اور وہ بھاگ رہے تھے۔ اور یہ نظارہ میرے لئے تکلیف دِہ تھا۔ اور اس وجہ سے وہ کیفیت دُور ہوگئی۔ گو اب میں اگر اس مضمون کو بیان کرنا شروع کردوں۔ تو وہ مضمون پھر دَب جائے گا۔ مگر پہلے جو کچھ میرے ذہن میں تھا۔ وہ اب یاد نہیں آسکتا۔ بہرحال مجھے کچھ کہنا چاہیئے۔ اور اس کارروائی کے متعلق جہاں تک دنیوی عقل کا تعلق ہے۔ میں اب بھی بیان کرسکتا ہوں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ہر ایک نمائندہ نے وعدہ کیا تھا کہ تین منٹ کے اندر اندر اپنا ایڈریس ختم کردے گا۔ لیکن سوائے اُس ایڈریس کے جو سرحد[1] کی جماعتوں کی طرف سے پیش کیا گیا۔ اور کسی نے یہ وعدہ پورا نہیں کیا۔ پھر وہ جس طرح پبلش کیا گیا ہے۔ اس میں حقیقی اسلامی سادگی کا نمونہ نظر آتا ہے۔ اور اِس لئے میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ محض چھاپ لینے کو میں سادگی کے خلاف نہیں سمجھتا۔ باقی جو ایڈریس پیش کئے گئے ہیں۔ اُن میں سادگی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ حقیقی سادگی وہ ہوتی ہے جسے انسان ہر جگہ اور ہمیشہ نباہ سکے۔ اور اس کی قدردانی کے طور پر میں اُن سے وعدہ کرتا ہوں کہ اُن کا سارا ایڈریس پڑھوں گا۔ جب سے یہ خلافت جوبلی کی تحریک شروع ہوئی ہے۔ میری طبیعت میں ہمیشہ ایک پہلو سے انقباض سا رہتا آیا ہے۔ اور میں سوچتا رہا ہوں کہ جب ہم خود یہ تحریک منائیں تو پھر جو لوگ برتھ ڈے یا ایسی ہی دیگر تقاریب مناتے ہیں۔ انہیں کس طرح روک سکیں گے۔ اب تک اسکے لئے کوئی دلیل میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ اِس کے نتیجہ میں ایسی رسوم جماعت میں پیدا نہ ہوجائیں جن کو مٹانے کے لئے احمدیت

---

[1] "رُوئیداد خلافت جوبلی" میں سرحد کی بجائے غلطی سے "ہندوستان" کا لفظ شائع ہوگیا تھا۔
(الفضل ۷ رجنوری ۱۹۴۱ء صفحہ ۵ کالم ۳)

آئی ہے۔ ہماری کامیابی اور فتح یہی ہے کہ ہم دین کو اُسی طرح دوبارہ قائم کر دیں جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے لائے تھے۔ اور ایسے رنگ میں قائم کر دیں کہ شیطان اسپر حملہ نہ کر سکے۔ اور کوئی کھڑکی اور کوئی روشندان اور کوئی دَرز اُسکے لئے کُھلا نہ رہنے دیں۔ اور جب سے یہ تقریب منانے کی تحریک شروع ہُوئی ہے۔ مَیں یہی سوچتا رہا ہوں کہ ایسا کرتے ہوئے ہم کوئی ایسا روشندان تو نہیں کھول رہے کہ جس سے شیطان کو حملہ کا موقعہ مل سکے۔ اور اس لحاظ سے مجھے شروع سے ہی ایک قسم کا انقباض سا رہا ہے کہ مَیں نے اسکی اجازت کیوں دی۔ اور اسکے متعلق سب سے پہلے انشرح صدر مجھے مولوی جلال الدین صاحب شمس کا ایک مضمون الفضل میں پڑھ کر ہُوا۔ جس میں لکھا تھا کہ اِس وقت گویا ایک اور تقریب بھی ہے اور وُہ یہ کہ سلسلہ کی عمر پچاس سال پُوری ہوتی ہے۔ تب مَیں نے سمجھا کہ یہ تقریب کسی انسان کی بجائے سلسلہ سے منسوب ہو سکتی ہے۔ اور اس وجہ سے مجھے خود بھی اس خوشی میں شریک ہونا چاہیئے۔ دُوسرا انشراح مجھے اُس وقت پیدا ہُوا۔ جب درثمین سے وُہ نظم پڑھی گئی جو آمین کہلاتی ہے۔ اسکو سُنکر مجھے خیال آیا کہ یہ تقریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیشگوئی کو بھی پُورا کرنے کا ذریعہ ہے۔ جو اس میں بیان کی گئی ہے۔ اور اس کا منانا اس لحاظ سے نہیں کہ یہ میری ۲۵ سالہ خلافت کے شکریہ کا اظہار ہے۔ بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی بات کے پُورا ہونے کا ذریعہ ہے۔ نامناسب نہیں۔ اور اس خوشی میں مَیں بھی شریک ہو سکتا ہوں۔ اور مَیں نے سمجھا کہ گو اپنی ذات کیلئے اسکے منائے جانے کے متعلق مجھے انشراح نہ تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے پُورا ہونے کے لحاظ سے انشراح ہو گیا۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک صحابی کے متعلق فرمایا تھا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ اُسکے ہاتھ میں کسریٰ کے کڑے ہیں۔ چنانچہ جب ایران فتح ہُوا۔ اور وُہ کڑے جو کسریٰ دربار کے موقعہ پر پہنا کرتا تھا۔ غنیمت میں آئے۔ تو حضرت عمرؓ نے اُس صحابی کو بُلایا۔ اور باوجودیکہ اسلام میں مَردوں کیلئے سونا پہننا ممنوع ہے۔ آپنے اُسے فرمایا کہ یہ کڑے پہنو۔ حالانکہ خلفاء کا کام قیامِ شریعت ہوتا ہے نہ کہ اُسے مٹانا۔ مگر جب اس صحابی نے یہ کہا کہ سونا پہننا مَردوں کیلئے جائز نہیں۔ تو آپنے فرمایا کہ یہ پہنو۔ ورنہ مَیں کوڑے لگاؤں گا۔ اِسی طرح مَیں نے یہ خیال کیا کہ گو یہ کڑے مجھے ہی پہنائے گئے ہیں۔ مگر چونکہ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پُوری ہوتی ہے۔ اس لئے اسکے منانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس لئے میرے دل میں جو انقباض تھا۔ وُہ دُور ہو گیا۔ اور میری نظریں اس مجلس سے اُٹھ کر خدا تعالیٰ

کی طرف چلی گئیں اور مَیں نے کہا۔ ہمارا خدا بھی کیسا سچا خدا ہے۔ مجھے یاد آیا کہ جب یہ پیشگوئی کی گئی۔ اُس وقت میری ہستی ہی کیا تھی۔ پھر وُہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے پھر گیا جب ہمارے نانا جان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت کی کہ آپ کو پتہ ہی نہیں۔ یہ لڑکا کیسا نالائق ہے۔ پڑھنا لکھنا کچھ نہیں۔ اس کا خط کیسا خراب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے بلایا۔ مَیں ڈرتا اور کانپتا ہوا گیا۔ کہ پتہ نہیں کیا فرمائیں گے۔ آپؑ نے مجھے ایک خط دیا کہ اسے نقل کرو۔ مَیں نے وہ نقل کرکے دیا۔ تو آپؑ نے حضرت خلیفہ اوّلؓ کو جج کے طور پر بلایا۔ اور فرمایا۔ میر صاحب نے شکایت کی ہے کہ یہ پڑھتا لکھتا نہیں۔ اور کہ اس کا خط بہت خراب ہے۔ مَیں نے اس کا امتحان لیا ہے۔ آپ بتائیں کیا رائے ہے۔ لیکن جیسا امتحان لینے والا نرم دل تھا۔ ویسا ہی پاس کرنے والا بھی تھا۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے عرض کیا کہ حضور میرے خیال میں تو اچھا لکھا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ ہاں اس کا خط کچھ میرے خط سے ملتا جلتا ہی ہے۔ اور بس ہم پاس ہوگئے۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب جو اَب پیغامیوں[1] میں شامل ہیں۔ ہمارے اُستاد تھے اور ہمیں حساب پڑھایا کرتے تھے جس سے مجھے نفرت تھی۔ میری دماغی کیفیت کچھ ایسی تھی۔ جو غالباً میری صحت کی خرابی کا نتیجہ تھا۔ کہ مجھے حساب نہیں آتا تھا۔ ورنہ اب تو اچھا آتا ہے۔ ماسٹر صاحب ایک دن بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ مَیں تمہاری شکایت کروں گا۔ کہ تم حساب نہیں پڑھتے۔ اور جاکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہہ بھی دیا۔ مَیں بھی چھپ کر کے کمرہ میں کھڑا رہا۔ حضورؑ نے ماسٹر صاحب کی شکایت سُن کر فرمایا۔ کہ اس نے دین کا کام ہی کرنا ہے۔ اس نے کونسی کسی دفتر میں نوکری کرنی ہے۔ مسلمانوں کے لئے جمع تفریق کا جاننا ہی کافی ہے۔ وُہ اسے آتا ہے یا نہیں۔ ماسٹر صاحب نے کہا۔ وُہ تو آتا ہے۔ اس سے پہلے تو مَیں حساب کی گھنٹیوں میں بیٹھتا اور سمجھنے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر اس کے بعد مَیں نے وُہ بھی چھوڑ دیا۔ اور خیال کرلیا کہ حساب جتنا آنا چاہیے تھا مجھے آگیا۔ تو یہ میری حالت تھی۔ جب یہ "اِمیبیْن" لکھی گئی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالےٰ سے دُعائیں کیں۔ کہ اسے دین کی خدمت کی توفیق عطا کر۔ دُنیا میں یہ قاعدہ ہے کہ سب بی اے اور ایم اے لائق نہیں ہوتے۔ لیکن جو لوگ لائق ہوتے ہیں۔ وُہ انہی میں سے ہوتے ہیں۔ سارے وکیل لائق نہیں ہوتے۔ مگر جو ہوتے ہیں۔ وُہ انہی میں سے ہوتے ہیں۔ سب ڈاکٹر خدا تعالیٰ کی صفت شافی کے مظہر نہیں ہوتے مگر بہترین ڈاکٹر انہی میں سے ہوتے ہیں جنہوں نے ڈاکٹری کے امتحان پاس کئے ہوں۔ ہر زمیندار مٹی سے سونا نہیں بنا سکتا۔ مگر جو بناتے ہیں وُہ انہی میں سے ہی ہوتے ہیں۔ ترکھانوں میں سے نہیں۔ ہر ترکھان اچھی عمارت

---

[1] حضرت ماسٹر صاحبؓ نے ۱۰؍ مارچ ۱۹۴۲ء کو بیعتِ خلافتِ ثانیہ کرلی (ناقل)

نہیں بنا سکتا۔ مگر جو بناتے ہیں وہ ترکھانوں میں سے ہی ہوتے ہیں۔ لوہاروں میں سے نہیں۔ پھر ہر انجینئر ماہرِ فن نہیں۔ مگر جو ہوتا ہے وہ انہی میں سے ہوتا ہے۔ ہر معمار دہلی اور لاہور کی شاہی مساجد اور "تاج محل" نہیں بنا سکتا۔ مگر ان کے بنانے والے بھی معماروں میں سے ہوتے ہیں۔ کپڑا بُننے والوں میں سے نہیں ہوتے۔ پس ہر فن کا جاننے والا ماہر نہیں ہوتا۔ مگر جو ماہر نکلتے ہیں۔ وہ انہی میں سے ہوتے ہیں۔ مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ دُعا کی۔ اُس وقت میں ظاہری حالات کے لحاظ سے اپنے اندر کوئی بھی اہلیت نہ رکھتا تھا لیکن اس وقت اس اپیل کو سُن کر میں نے کہا۔ کہ خدا تعالیٰ نے آپؑ کی دُعائیں سُن لیں۔ جب یہ دُعائیں کی گئیں۔ میں معمولی ریڈریں بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ مگر اب خدا تعالیٰ کا ایسا فضل ہے کہ میں کسی علم کی کیوں نہ ہو۔ انگریزی کی مشکل سے مشکل کتاب پڑھ سکتا ہوں اور سمجھ سکتا ہوں۔ اور گو میں انگریزی لکھ نہیں سکتا۔ مگر بی اے اور ایم اے پاس شدہ لوگوں کی غلطیاں خوب نکال سکتا ہوں۔ دینی علوم میں میں نے قرآن کریم کا ترجمہ حضرت خلیفہ اوّلؓ سے پڑھا ہے۔ اور اس طرح پڑھا ہے کہ اور کوئی اس طرح پڑھے تو کچھ بھی نہ سیکھ سکے۔ پہلے تو ایک ماہ میں آپ نے مجھے دو تین سیپارے آہستہ آہستہ پڑھائے۔ اور پھر فرمایا میاں آپ بیمار رہتے ہیں۔ میری بھی صحت کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ آؤ کیوں نہ ختم کر دیں۔ اور مہینہ بھر میں سارا قرآن کریم مجھے ختم کرا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ پھر کچھ اُن کی نیت اور کچھ میری نیت ایسی مبارک گھڑی میں ملیں۔ کہ وہ تعلیم ایک ایسا بیج ثابت ہوا۔ جو برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ اِس طرح بخاری آپؓ نے مجھے تین ماہ میں پڑھائی۔ اور ایسی جلدی جلدی پڑھانے کہ باہر کے بعض دوست کہتے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں اگر کوئی سوال کرتا۔ تو آپؓ فرماتے پڑھتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ خود سب کچھ سمجھا دے گا۔ حافظ روشن علی صاحب مرحوم کو کُریدنے کی بہت عادت تھی۔ اور اُن کا دماغ بھی منطقی تھا۔ وہ درس میں شامل تو نہیں تھے۔ مگر جب مجھے پڑھتے دیکھا تو آکر بیٹھنے لگے اور سوالات دریافت کرتے۔ اُن کو دیکھ کر مجھے بھی جوش آیا اور میں نے اسی طرح سوالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ ایک دو دن تو آپؓ نے جواب دیا۔ اور پھر فرمایا۔ تم بھی حافظ صاحب کی نقل کرنے لگے ہو۔ مجھے جو کچھ آتا ہے وہ خود بتا دوں گا۔ بُخل نہیں کرونگا۔ اور باقی اللہ تعالیٰ خود سمجھا دیگا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ سب سے زیادہ فائدہ مجھے اسی نصیحت نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود سمجھا دیگا۔ یہ ایک کبھی نہ ختم ہونے والا خزانہ میرے ہاتھ آگیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسا سمجھایا ہے کہ میں غرور تو نہیں کرتا مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ حالت ہے۔ کہ میں کوئی کتاب یا کوئی تفسیر پڑھ کر مرعوب نہیں ہوتا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو کچھ مجھے ملا ہے

اُن کو نہیں ملا۔ بیس۲ بیس۲ جلدوں کی تفسیریں ہیں۔ مگر مَیں نے کبھی ان کو بالاستیعاب دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اور اُن کے مطالعہ میں مجھے کبھی لذت محسوس نہیں ہُوئی۔ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن کریم کے چھوٹے سے لفظ میں ایسے مطالب سکھا دیتا ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں۔ مَیں ان کتابوں کے مطالعہ میں کیوں وقت ضائع کروں۔ اور کبھی کوئی مسئلہ وغیرہ دیکھنے کے لئے اُن کو دیکھتا ہوں۔ تو یُوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس مقام سے بہت دُور کھڑے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطاء کیا ہے۔ اور یہ سب اُس کا فضل ہے۔ ورنہ بظاہر مَیں نے دُنیا میں کوئی علم حاصل نہیں کیا۔ حتّٰی کہ اپنی زبان تک بھی صحیح نہیں سیکھی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعاؤں کو قبول کرکے اُس نے مجھے ایک ایسا گُر بتا دیا کہ جس سے مجھے ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت حاصل ہو جاتی ہے۔ مَیں ہمیشہ یہی کہا کرتا ہوں کہ مَیں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ہتھیار کی مانند ہوں۔ اور مَیں نے کبھی محسوس نہیں کیا کہ کوئی چیز چاہیئے اور اُس نے مجھے نہ دی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے دُعا کی تھی کہ اُس سے ہر اندھیرا دُور رہو۔ دشمنوں کی طرف سے مجھ پر کئی حملے کئے گئے۔ اعتراضات کئے گئے اور کہا کہ ہم خلافت کو مٹا دینگے۔ اور یہی وُہ اندھیرا تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے دُور کر دیا۔ اور خلافت جوبلی کی تقریب منانے کے متعلق میرے دل میں جو انقباض تھا۔ وُہ اِس وقت یہ نظم سُنکر دُور ہو گیا۔ اور مَیں نے سمجھا کہ آج حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی پیشگوئی کے پُورا ہونے کا اظہار ہو رہا ہے۔ دشمنوں نے کہا کہ ہم جماعت کو پھاڑ لینگے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اور بھی زیادہ لوگوں کو لائیں گے۔ اور جب ہم روشنی کرنا چاہیں تو کوئی اندھیرا رہ نہیں سکتا۔ اور اِس طرح اِس تقریب کے متعلق میرے دِل میں جو انقباض تھا۔ وُہ یہ نظارہ دیکھکر دُور ہو گیا۔ ورنہ مجھے تو شرم آتی ہے کہ میری طرف یہ تقریب منسوب ہو۔ مگر ہمارے سب کام اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ اور اسکے ذریعہ چُونکہ اللہ تعالیٰ کی باتیں پُوری ہوتی ہیں۔ اسلئے اسکے منانے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اگر وُہ نہ کرتا۔ تو نہ مجھ میں طاقت تھی اور نہ آپ میں۔ نہ میرے علم نے کوئی کام کیا اور نہ آپکی قربانی نے۔ جو کچھ ہُوا۔ خدا کے فضل سے ہُوا۔ اور ہم خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور نشان دکھایا۔ دُنیا نے چاہا کہ ہمیں مٹا دیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے نہ مٹایا۔ اور یہ نظارہ دیکھکر میرے دل میں جو انقباض تھا۔ وُہ سب دُور ہو گیا۔

اِس لئے جن دوستوں نے اِس تقریب پر اپنی انجمنوں کی طرف سے ایڈریس پڑھے ہیں۔ مثلاً چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب۔ پروفیسر عطاء الرحمٰن صاحب۔ حکیم خلیل احمد صاحب۔ چوہدری ابوالہاشم خان صاحب۔ حاجی جنود اللہ صاحب۔ اِسی طرح دمشق۔ جاوا۔ سماٹرا اور علی گڑھ اور بعض دُوسری جگہوں کے دوستوں نے

اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ پھر بعض ہندو صاحبان نے بھی اِس موقعہ پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ مَیں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور ان سب کو جزاکم اللہ احسن الجزاء کہتا ہوں۔ اور یہ ایسی دُعا ہے کہ جس میں سارے ہی شکریئے آجاتے ہیں۔ پس مَیں ان دوستوں کا اور ان کے ذریعہ ان کی تمام جماعتوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور جزاکم اللہ احسن الجزاء کہتا ہوں۔ اور دُعا کرتا ہوں کہ میری زندگی کے اور جو دن باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین کی خدمت۔ اسلام کی تائید اور اس کے غلبہ اور مضبوطی کے لئے صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تا جب اُس کے حضور پیش ہونے کا موقعہ ملے تو شرمندہ نہ ہوں اور کہہ سکوں کہ تُو نے جو خدمت میرے سپرد کی تھی۔ تیری ہی توفیق سے مَیں نے اسے ادا کر دیا۔ پھر مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنے فضل نازل کرے اور نیک اعمال کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور ہم میں سے جس کے دل میں بھی کوئی کمزوری ہو اُسے دُور کرے۔ اخلاص میں مضبوط کرے۔ اور ہماری زندگیوں کو اپنے لئے وقف کر دے۔ ہماری زندگیوں کو بھی خوشگوار بنائے۔ اور ہماری موتوں کو بھی۔ تا جب جنّتی سُنیں تو خوش ہوں کہ اور پاکیزہ روحیں ہمارے ساتھ شامل ہونے کے لئے آرہی ہیں۔"

حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی ایک مختصر تقریر

حضور کی تقریر کے بعد حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ سٹیج پر تشریف لائے اور کہا کہ پروگرام میں اس وقت میری کوئی تقریر نہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم آمین کے جو ابھی پڑھی گئی ہے۔ ایک شعر کے متعلق میں مختصراً کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اِس وقت جماعت کی طرف سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک حقیر سی رقم پیش کی جانے والی ہے جس سے حضورؑ کی وہ دُعا کہ " دے اس کو عمر و دولت" کی قبولیت بھی ظاہر ہو گئی۔ آج ہم حضور کی خلافت پر ۲۵ سال گذرنے پر حضور کی خدمت میں حقیر سی رقم پیش کرتے ہیں۔ اور مَیں آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ تشریف لاکر یہ رقم حضور کی خدمت میں پیش کریں۔

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی طرف سے چیک دیا جانا

اس کے بعد جناب چوہدری صاحب نے چیک کی صورت میں یہ رقم[1] پیش کی۔ اور عرض کیا کہ حضور اسے قبول فرمائیں۔ اور جس رنگ میں پسند فرمائیں اسے استعمال کریں۔ اور حضور مجھے اجازت دیں۔ کہ مَیں دوستوں کے نام پڑھ کر سُنا دوں۔ جنہوں نے اس فنڈ میں نمایاں حصّہ لیا ہے۔ تا حضور خصوصیت سے

[1] یہ رقم دو لاکھ ستر ہزار کے قریب تھی۔ (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۰۰-۱۰۷)

اُن کیلئے دُعا فرمائیں۔ اور حضور کی اجازت سے جناب چوہدری صاحب نے وُہ نام پڑھ کر سُنائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی دُوسری تقریر

بعدہٗ حضور رضؓ نے فرمایا :۔

"مَیں نے جو کہا تھا۔ کہ جس وقت آمین پڑھی جا رہی تھی۔ میرے دِل میں ایک تحریک ہوئی تھی۔ وُہ دراصل یہی مصرعہ تھا۔ جس کا ذِکر میر صاحبؓ نے کیا ہے۔ مگر چونکہ ابھی تک وُہ رقم مجھے نہ دی گئی تھی۔ اس لئے مَیں نے مناسب نہ سمجھا کہ پہلے ہی اس کا ذِکر کر دوں اِسکے لئے مَیں سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری حقیقی دولت تو دین ہی ہے۔ دین کے بغیر دولت کوئی چیز نہیں۔ اور اگر دین ہو۔ اور دولت نہ ہو۔ تو بھی ہم خوش نصیب ہیں۔ مجھے یہ علم پہلے سے تھا کہ یہ رقم مجھے اس موقعہ پر پیش کی جائے گی۔ اور اس دوران میں مَیں یہ غور بھی کرتا رہا ہوں۔ کہ اسے خرچ کس طرح کیا جائے۔ لیکن بعض دوست بہت جلد باز ہوتے ہیں۔ اور وہ اس عرصہ میں مجھے کئی مشورے دیتے رہے کہ اسے یوں خرچ کیا جائے۔ اور فلاں کام پر صرف کیا جائے۔ یہ بات مجھے بہت بُری لگتی تھی۔ کیونکہ مَیں دیکھتا تھا کہ ایک طرف تو اس کا نام تحفہ رکھا جاتا ہے۔ اور دُوسری طرف اسکے خرچ کرنے کے متعلق مجھے مشورے دیئے جا رہے ہیں۔ اگر یہ تحفہ ہے تو اس سے مجھے اتنی تو خوشی حاصل ہونی چاہیئے۔ کہ مَیں نے اسے اپنی مرضی سے خرچ کیا ہے۔ بہر حال مَیں اس امر پر غور کرتا رہا ہوں۔ کہ اسے کس طرح خرچ کیا جائے۔ اور اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی۔ کہ اس سے برکاتِ خلافت کے اظہار کا کام لیا جائے۔ یہ امر ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلفاء اِس کام کے کرنے والے تھے۔ جو آپ کے اپنے کام تھے۔ یعنی يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار کام بیان کئے گئے ہیں۔ کہ وُہ اللہ تعالیٰ کے نشان بیان کرتا ہے۔ ان کا تزکیہ کرتا۔ ان کو کتاب پڑھاتا اور حکمت سکھاتا ہے۔ کتاب کے معنے کتاب اور تحریر کے بھی ہیں۔ اور حکمت کے معنی سائنس کے بھی ہیں۔ اور قرآن کریم کے حقائق و معارف اور مسائل فقہ کے بھی ہیں۔ پھر مَیں نے خیال کیا کہ خلیفہ کا کام استحکام جماعت بھی ہے۔ اس لئے اِس روپیہ سے یہ کام بھی کرنا چاہیئے۔ بیشک بعض کام جماعت کر بھی رہی ہے۔ مگر یہ چونکہ نئی چیز ہے۔ اس سے نئے کام ہونے چاہئیں اور اِس پر غور کرنے کے بعد مَیں نے سوچا کہ ابھی کچھ کام اس سلسلہ میں ایسے ہیں۔ کہ جو نہیں ہو رہے۔ مثلاً یہی نہیں ہو رہا کہ غیر مسلموں کے آگے اسلام کو ایسے رنگ میں پیش کیا جائے کہ وہ اس طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ مَیں نے ارادہ کیا کہ

یہ سلسلہ پہلے ہندوستان میں اور پھر بیرونی ممالک میں شروع کیا جائے۔ اور اس غرض سے ایک چار یا آٹھ صفحہ کا ٹریکٹ لکھا جائے۔ جسے لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کی مختلف زبانوں میں چھپوا کر شائع کیا جائے۔ اس وقت تک ان زبانوں میں تبلیغی لٹریچر کافی تعداد میں شائع نہیں ہوا۔ اُردو کے بعد میرا خیال ہے۔ سب سے زیادہ اس ٹریکٹ کی اشاعت ہندی میں ہونی چاہیئے۔ ابھی تک یہ سکیم مَیں نے مکمل نہیں کی۔ فوری طور پر اس کا خاکہ ہی میرے ذہن میں آیا ہے۔ مَیں چاہتا ہوں۔ کہ کم سے کم ایک لاکھ اشتہار یا ہینڈبل وغیرہ اذان اور نماز کی حقیقت اور فضیلت پر شائع کئے جائیں۔ تا ہندوؤں کو سمجھایا جاسکے۔ کہ جس وقت آپ لوگ مساجد کے سامنے سے باجہ بجاتے ہوئے گذرتے ہیں۔ تو مسلمان یہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ یہ بات معقول رنگ میں ان کے سامنے پیش کی جائے۔ کہ مسلمان تو یہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور آپ اس وقت ڈھول کے ساتھ ڈم ڈم کا شور کرتے ہیں۔ آپ سوچیں کہ کیا یہ وقت اس طرح شور کرنے کے لئے مناسب ہوتا ہے۔ جب یہ آواز بلند ہو رہی ہو۔ کہ خدا تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ تو اس وقت چپ ہو جانا چاہیئے یا ڈھول اور باجہ کے ساتھ شور مچانا چاہیئے۔ تو ان کو ضرور سمجھ آجائے گی۔ کہ ان کی ضد بے جا ہے۔ اور اس طرح اس سے ہندو مسلمانوں میں صلح و اتحاد کا دروازہ بھی کھل جائے گا۔ تعلیم یافتہ غیر مُسلم اب بھی ان باتوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اس طرح مَیں نے جلسہ ہائے سیرت کی جو تحریک شروع کی ہوئی ہے۔ اُسے بھی وسعت دینی چاہیئے۔ یہ بھی بہت مفید تحریک ہے۔ اور سیاسی لیڈر بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ بابو بپن چندر پال کانگرس کے بہت بڑے لیڈروں میں سے ہیں۔ انہوں نے ان جلسوں کے متعلق کہا تھا۔ کہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے بہترین تجویز ہے۔ اور مَیں ان جلسوں کو سیاسی جلسے کہتا ہوں۔ اسلئے کہ ان کے نتیجہ میں ہندو مسلم ایک ہو جائیں گے۔ اور اس طرح دونوں قوموں میں اتحاد کا دروازہ کھل جائے گا۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ ایسے اشتہار ایک لاکھ ہندی میں۔ ایک لاکھ گورمکھی میں پچاس ہزار تامل میں۔ اور اسی طرح مختلف زبانوں میں بکثرت شائع کئے جائیں۔ اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسلام کے موٹے موٹے مسائل غیر مسلموں تک پہنچا دیئے جائیں۔ اشتہار ایک صفحہ دو صفحہ یا زیادہ سے زیادہ چار صفحہ کا ہو۔ اور کوشش کی جائے۔ کہ ہر شخص تک اسے پہنچا دیا جائے۔ اور زیادہ نہیں تو ہندوستان کے ۳۳ کروڑ باشندوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک اشتہار پہنچ جائے۔ یہ اسلام کی بہت بڑی خدمت ہوگی اسی طرح میرا ارادہ ہے۔ کہ ایک چھوٹا سا مضمون چار یا آٹھ صفحات کا مسلمانوں کیلئے لکھ کر ایک لاکھ

شائع کیا جائے۔ جن میں مسلمانوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور آپ کے دعاوی سے آگاہ کیا جائے۔ اور بتایا جائے کہ آپ نے آکر کیا پیش کیا ہے۔ تا لوگ غور کر سکیں۔ پہلے یہ کام چھوٹے پیمانہ پر ہوں۔ مگر کوشش کی جائے کہ آہستہ آہستہ ان کو وسیع کیا جائے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اس رقم کو ایسے طور پر خرچ کیا جائے۔ کہ اس کی آمد میں سے خرچ ہوتا رہے۔ اور سرمایہ محفوظ رہے۔ جیسے تحریک جدید کے فنڈ کے متعلق میں کوشش کر رہا ہوں۔ تا کسی سے پھر چندہ مانگنے کی ضرورت نہ پیش آئے۔ اس میں دینی تعلیم جو خلفاء کا کام ہے۔ وہ بھی آجائے گی۔ پھر آرٹ اور سائنس کی تعلیم نیز غرباء کی تعلیم و ترقی بھی خلفاء کا اہم کام ہے۔ ہماری جماعت کے غرباء کی اعلیٰ تعلیم کے لئے فی الحال انتظامات نہیں ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ کند ذہن لڑکے جن کے ماں باپ استطاعت رکھتے ہیں تو پڑھتے جاتے ہیں۔ مگر ذہین بوجہ غربت کے رہ جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ایک یہ بھی ہے کہ ملک کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ اسلئے مَیں چاہتا ہوں کہ اس رقم سے اس کا بھی انتظام کیا جائے۔ اور مَیں نے تجویز کی ہے کہ اس کی آمد سے شروع میں فی الحال ہر سال ایک ایک وظیفہ مستحق طلباء کو دیا جائے۔ پہلے سال مڈل سے شروع کیا جائے۔ مقابلہ کا امتحان ہو۔ اور جو لڑکا اوّل رہے۔ اور کم سے کم ستّر فی صدی نمبر حاصل کرے۔ اُسے انٹرنس تک بارہ روپیہ ماہوار وظیفہ دیا جائے۔ اور پھر انٹرنس میں اوّل دوم اور سوم رہنے والوں کو تیس روپیہ ماہوار۔ جو ایف اے میں یہ امتیاز حاصل کریں۔ انہیں ۴۵ روپے ماہوار۔ اور پھر جو بی اے میں اوّل آئے۔ اُسے ۶۰ روپے ماہوار دیا جائے۔ اور تین سال کے بعد جب اس فنڈ سے آمد شروع ہو جائے۔ تو احمدی نوجوانوں کا مقابلہ کا امتحان ہو۔ اور جو لڑکا اوّل آئے۔ اُسے انگلستان یا امریکہ میں جاکر تعلیم حاصل کرنے کے لئے اڑھائی سو روپیہ ماہوار تین سال کے لئے امداد دی جائے۔ اس طرح غرباء کی تعلیم کا انتظام ہو جائے گا۔ اور جُوں جُوں آمد بڑھتی جائے گی۔ ان وظائف کو ہم بڑھاتے رہیں گے۔ کئی غرباء اس لئے محنت نہیں کرتے کہ وہ سمجھتے ہیں۔ ہم آگے تو پڑھ نہیں سکتے۔ خواہ مخواہ کیوں مشقت اٹھائیں۔ لیکن اس طرح جب اُن کے لئے ترقی کا امکان ہوگا۔ تو وہ محنت سے تعلیم حاصل کریں گے۔ مڈل میں اوّل رہنے والوں کے لئے جو وظیفہ مقرر ہے۔ وہ صرف تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے طلباء کیلئے ہی مخصوص ہوگا۔ کیونکہ سب جگہ مڈل میں پڑھنے والے احمدی طلباء میں مقابلہ کے امتحان کا انتظام ہم نہیں کر سکتے۔ یونیورسٹی کے امتحان میں امتیاز حاصل کرنے والا خواہ کسی یونیورسٹی کا ہو۔ وظیفہ حاصل کر سکے گا۔ ہم صرف زیادہ نمبر

دیکھیں گے۔ کسی یونیورسٹی کا فسٹ سیکنڈ اور تھرڈ رہنے والا طالب علم بھی اسے حاصل کر سکے گا۔ اور اگر کسی بھی یونیورسٹی کا کوئی احمدی طالب علم یہ امتیاز حاصل نہ کر سکے۔ تو جس کے بھی سب سے زیادہ نمبر ہوں۔ اُسے یہ وظیفہ دے دیا جائے گا۔ انگلستان یا امریکہ میں حصولِ تعلیم کے لئے جو وظیفہ مقرر ہے۔ اس کے لئے ہم سارے ملک میں اعلان کر کے جو بھی مقابلہ میں شامل ہونا چاہیں۔ اُن کا امتحان لیں گے۔ اور جو بھی فسٹ رہے گا۔ اُسے یہ وظیفہ دیا جائے گا۔ یُزَکِّیْھِمْ کے ایک معنے ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کی طرف لے جانے کے بھی ہیں۔ اور اس طرح اس میں اقتصادی ترقی بھی شامل ہے۔ اس کی فی الحال کوئی سکیم میرے ذہن میں نہیں۔ مگر میرا ارادہ ہے۔ کہ انڈسٹریل تعلیم کا کوئی معقول انتظام بھی کیا جائے۔ تا پیشہ وروں کی حالت بھی بہتر ہو سکے۔ اسی طرح ایگریکلچرل تعلیم کا بھی ہو۔ تا زمینداروں کی حالت بھی درست ہو سکے۔ خلفاء کا ایک کام میں سمجھتا ہوں۔ اس عہدہ کا استحکام بھی ہے۔ میری خلافت پر شروع سے ہی پیغامیوں کا حملہ چلا آتا ہے۔ مگر ہم نے اس کے مقابلہ کے لئے کماحقہ، توجہ نہیں کی۔ شروع میں اس کے متعلق کچھ لٹریچر پیدا کیا تھا۔ مگر اب وہ ختم ہو چکا ہے۔ پس اس فنڈ سے اس قوم کی ہدایت کے لئے بھی جدوجہد کی جانی چاہیئے۔ اور اس کے لئے بھی کوئی سکیم میں تجویز کروں گا۔ ہماری جماعت میں بعض لوگ اچھا لکھتے ہیں۔ مَیں نے الفضل میں ان کے مضامین پڑھے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانے کی کوئی صورت کی جائے گی۔

پس یہ خلفاء کے چار کام ہیں۔ اور انہی پر یہ روپیہ خرچ کیا جائیگا۔ پہلے اسے کسی نفع مند کام میں لگا کر ہم اس سے آمد کی صورت پیدا کریں گے۔ اور پھر اس آمد سے یہ کام شروع کریں گے۔ ایک تو ایسا اصولی لٹریچر شائع کریں گے۔ کہ جس سے ہندو، سکھ اسلامی اصول سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ اب تک ہم نے ان کی طرف پوری طرح توجہ نہیں کی۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہامات سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ان لوگوں کے لئے بھی ہدایت مقدر ہے۔ مثلاً آپ کا ایک الہام ہے۔ کہ "آریوں کا بادشاہ" ایک ہے "جے سنگھ بہادر اسے رُدّر گوپال تیری مہما گیتا میں ہے"۔ مگر ہم نے ابھی تک ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ پس اب ان کیلئے لٹریچر شائع کرنا چاہیئے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ یہ اتنا مختصر ہو۔ کہ اسے لاکھوں کی تعداد میں شائع کر سکیں۔ پھر ایک حصہ مسلمانوں میں تبلیغ پر خرچ کیا جائے۔ ایک آرٹ۔ سائنس۔ انڈسٹری اور زراعت وغیرہ کی تعلیم پر اور ایک حصہ نظام سلسلہ پر دشمنوں کے حملہ کے مقابلہ کیلئے۔ آہستہ آہستہ کوشش کی جائے۔ کہ اس کی آمد میں اضافہ ہوتا رہے۔ اور پھر اس آمد سے یہ کام چلائے جائیں۔ اس روپیہ کو خرچ

کرنے کے لئے یہ تجویزیں ہیں۔ اس کے بعد میں جھنڈے کے نصب کرنے کا اعلان کرتا ہوں منتظمین اس کیلئے سامان لے آئیں۔

جھنڈا نصب کرنے کے متعلق بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کانگرس کی رسم ہے۔ لیکن اس طرح تو بہت سی رسمیں کانگرس کی نقل قرار دینی پڑیں گی۔ کانگرسی جلسے بھی کرتے ہیں۔ اس لئے یہ جلسہ بھی کانگرس کی نقل ہوگی۔ گاندھی جی دودھ پیتے تھے۔ دودھ پینا بھی ان کی نقل ہوگی۔ اور اس اصل کو پھیلانے پھیلاتے یہاں تک پھیلانا پڑیگا کہ مسلمان بہت سی اچھی باتوں سے محروم رہ جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کانگرس کی نقل نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جھنڈا باندھا۔ اور فرمایا کہ یہ میں اسے دوں گا۔ جو اس کا حق ادا کرے گا۔ پس یہ کہنا کہ یہ بدعت ہے۔ تاریخ اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ جھنڈا لہرانا ناجائز نہیں۔ ہاں البتہ اس ساری تقریب میں میں ایک بات کو برداشت نہیں کرسکا۔ اور وہ ایڈریسوں کا چاندی کے خولوں وغیرہ میں پیش کرنا ہے۔ **اور چاہیے آپ لوگوں کو تکلیف ہو۔ میں حکم دیتا ہوں کہ ان سب کو بیچ کر قیمت جوبلی فنڈ میں دے دیجائے۔** پس جھنڈا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور لڑائی وغیرہ کے مواقع پر اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے تو جہاد سے ہی منع کردیا ہے۔ پھر جھنڈے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر میں کہوں گا۔ کہ اگر لوہے کی تلوار کے ساتھ جہاد کرنے والوں کے لئے جھنڈا ضروری ہے۔ تو قرآن کی تلوار سے لڑنے والوں کے لئے کیوں نہیں؟ اگر اب ہم لوگ کوئی جھنڈا معین نہ کریں گے۔ تو بعد میں آنے والے ناراض ہونگے۔ اور کہیں گے۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ ہی جھنڈا بنا جاتے تو کیا اچھا ہوتا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے ایک مجلس میں یہ سنا ہے کہ ہمارا ایک جھنڈا ہونا چاہیئے۔ جھنڈا لوگوں کے جمع ہونے کی ظاہری علامت ہے۔ اور اس سے نوجوانوں کے دلوں میں ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ

"لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود"

یعنی میرے جھنڈے کی پناہ ہر سعید کو حاصل ہوگی۔ اور اس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ ہم اپنا جھنڈا نصب کریں۔ تا سعید روحیں اس کے نیچے آکر پناہ لیں۔ یہ ظاہری نشان بھی بہت اہم چیزیں ہوتی ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضؓ ایک اونٹ پر سوار تھیں۔ دشمن نے فیصلہ کیا کہ اونٹ کی ٹانگیں کاٹ دیجائیں تا آپ نیچے گر جائیں۔ اور آپؓ کے ساتھی لڑائی بند کردیں۔ لیکن جب آپ کے ساتھ والے صحابہؓ نے دیکھا۔ کہ اس طرح آپؓ گر جائیں گی۔ تو گو آپؓ دین کا ستون نہ تھیں مگر بہرحال رسول کریمؐ

صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی مظہر تھیں۔ اِسلئے صحابہؓ نے اپنی جانوں سے اُن کے اُونٹ کی حفاظت کی۔ اور تین گھنٹہ کے اندر اندر ستّر جلیل القدر صحابی کٹ کر گر گئے۔ قربانی کی ایسی مثالیں دِلوں میں جوش پیدا کرتی ہیں۔ پس جھنڈا نہایت ضروری ہے۔ اور بجائے اس کے کہ بعد میں آکر کوئی بادشاہ اسے بنائے یہ زیادہ مناسب ہے کہ یہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ہاتھوں اور موعود خلافت کے زمانہ میں بن جائے۔ اگر اب کوئی جھنڈا نہ بنے۔ تو بعد میں کوئی جھنڈا کسی کے لئے سَنَد نہیں ہو سکتی۔ چینی کہیں گے ہم اپنا جھنڈا بناتے ہیں۔ اور جاپانی کہیں گے اپنا۔ اور اس طرح ہر قوم اپنا اپنا جھنڈا ہی آگے کرے گی۔ آج یہاں عرب۔ سماٹری۔ انگریز سب قوموں کے نمائندے موجود ہیں۔ ایک انگریز نو مسلمہ آئی ہوئی ہیں اور انہوں نے ایڈریس بھی پیش کیا ہے۔ جاوا۔ سماٹرا کے نمائندے بھی ہیں۔ افریقہ کے بھی ہیں۔ انگریز گویا یورپ اور ایشیا کے نمائندے ہیں۔ افریقہ کا نمائندہ بھی ہے۔ امریکہ والوں کی طرف سے بھی تار آگیا ہے۔ اور اِس لئے جو جھنڈا آج نصب ہو گا۔ اِس میں سب قومیں شامل سمجھی جائیں گی۔ اور وُہ جماعت کی شوکت کا نشان ہو گا۔ اور یہی مناسب تھا کہ جھنڈا ابھی بن جاتا۔ تا بعد میں اِس کے متعلق کوئی اختلاف پیدا نہ ہوں۔ پھر یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ایک شعر کو بھی پُورا کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ مسیح دمشق کے منارۂ شرقی پر اُترے گا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے وُہ منارہ بنوایا۔ تا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ظاہری رنگ میں بھی پُوری ہو۔ اور خدا تعالیٰ کا شُکر ہے کہ اُس نے ہمیں یہ جھنڈا بنانے کی توفیق دی۔ کہ جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر ظاہری رنگ میں بھی پُورا ہوتا ہے اور اِس وجہ سے کہ ہم لوگوں کو باطن کا بھی خیال رہے۔ اور یہ محض ظاہری رسم ہی نہ رہے۔ مَیں نے ایک اقرار نامہ تجویز کیا ہے۔ پہلے مَیں اِسے پڑھ کر سُنا دیتا ہوں۔ اِس کے بعد مَیں کہتا جاؤں گا۔ اور دوست اسے دُہراتے جائیں۔ اقرار نامہ یہ ہے:۔

"مَیں اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے۔ اسلام اور احمدیت کے قیام اسکی مضبوطی اور اِس کی اشاعت کے لئے آخر دم تک کوشش کرتا رہُوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے اِس امر کے لئے ہر ممکن

قربانی پیش کروں گا۔ کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام دُوسرے سب دینوں اور سلسلوں پر غالب رہے۔ اور اس کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہ ہو۔ بلکہ دُوسرے سب جھنڈوں سے اُونچا اُڑتا رہے۔"[1]

اَللّٰھُمَّ آمِیْن۔ اَللّٰھُمَّ آمِیْن۔ اَللّٰھُمَّ آمِیْن۔
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

لوائے احمدیت بلند کیا گیا

اس کے بعد پروگرام کا وہ حصہ شروع ہوا جو سلسلہ کی تاریخ میں نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ اور جماعت احمدیہ میں جوش اور ولولہ پیدا کرنے کا خاص ذریعہ ہے۔ یعنی جماعت احمدیہ کے جھنڈے کو بلند کرنا جیسا کہ پہلے تفصیلی ذکر آچکا ہے۔ جھنڈا سیاہ رنگ کے کپڑے کا تھا۔ جس کے درمیان منارۃ المسیحؑ۔ ایک طرف بدر، اور دُوسری طرف ہلال کی شکل سفید رنگ میں بنائی گئی تھی۔ کپڑے کا طول اٹھارہ فٹ اور عرض نو فٹ تھا۔ اور اسے بلند کرنے کے لئے سٹیج کے شمال مشرقی کونہ کے ساتھ باسٹھ فٹ بلند آہنی پول پانچ فٹ اونچا چبوترہ بنا کر نصب کیا گیا تھا۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ سٹیج سے اُتر کر ۲ بجکر ۴ منٹ پر اس چبوترہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ تمام احباب رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ کی دُعا پڑھتے رہیں۔ یہ دُعا پڑھتے ہوئے اور اس نظارہ سے متاثر ہوکر بہنوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور تمام مجمع پر رقت طاری ہوگئی حضرت امیر المومنینؓ بھی رقت انگیز آواز میں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ بآواز بلند پڑھ رہے تھے۔ لپٹے ہوئے پھریرے کے کھلنے کے بعد حضور نے نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان جھنڈے کی رسّی کو کھینچا اور جھنڈا اُوپر کو بلند ہونا شروع ہوا۔ اور نعرہ ہائے تکبیر کے دوران میں پُوری بلندی پر پہنچ گیا۔

قدرت الٰہی کا ایک عجیب کرشمہ

جھنڈے کے بلند ہونے کے وقت ہَوا بالکل ساکن تھی اور جھنڈا اُوپر تک اس طرح لپٹا ہوا گیا۔ کہ اس کے نقوش نظر نہ آسکتے تھے۔ لیکن اس کے اُوپر پہنچتے ہی ہَوا کا ایک ایسا جھونکا آیا کہ تمام جھنڈا کھل کر لہرانے لگا۔

---

[1] روئیداد جلسہ خلافت جوبلی صفحہ ۹ تا ۲۴۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دست مبارک سے لوائے احمدیت کی پرچم کشائی۔

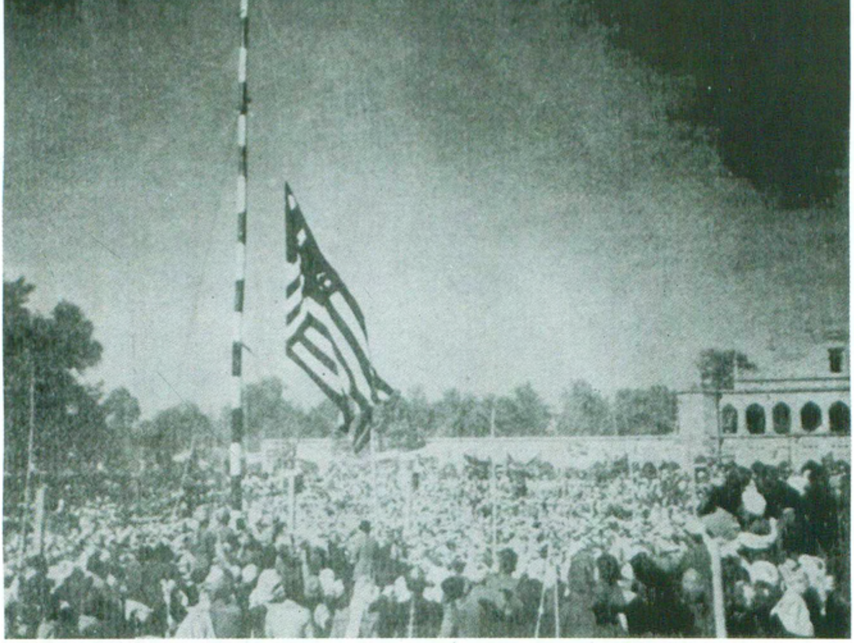

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ لوائے خدام الاحمدیہ لہرا رہے ہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جلسہ خلافت جوبلی کے اختتام پر واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔

اور تھوڑی دیر کے بعد جب تمام مجمع نے اچھی طرح دیکھ لیا۔ تو ہَوا پھر تھم گئی۔

لوائے احمدیت بلند کرنے کے بعد جماعت سے اقرار

اس تقریب کی تکمیل کے بعد حضور رضؓ سٹیج پر تشریف لائے۔ اور احباب جماعت سے وُہ اقرار نامہ لیا۔ جس کا ذِکر پہلے آ چکا ہے۔ [۱]

مجلس خدام الاحمدیہ کا جھنڈا

ازاں بعد حضور نے ۲ بجکر ۱۲ منٹ پر مجلس خدام الاحمدیہ کا جھنڈا بلند فرمایا۔ اِس کے لئے بھی سٹیج کے شمال مغربی کونہ کے ساتھ لکڑی کا پول چبوترہ بنا کر کھڑا کیا گیا تھا۔ یہ جھنڈا سیاہ رنگ کے کپڑے کا تھا۔ جس پر چھ سفید دھاریاں تھیں۔ درمیان میں منارۃ المسیح۔ ایک طرف بَدر۔ اور دُوسری طرف ہلال کا نشان تھا۔

احمدیہ جھنڈے کی حفاظت کا انتظام

اس کے بعد حضور رضؓ نے فرمایا:۔ اس وقت سے اس جھنڈے کی حفاظت کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ بارہ آدمیوں کا پہرہ مقرر کرے۔ اور کل نماز جمعہ کے بعد اِسے دو ناظروں کے سپرد کرے۔ جو اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔ وُہ نہایت مضبوط تالہ میں رکھیں جس کی دو۲ چابیاں ہوں اور وُہ دونوں مِلکر اسے کھول سکیں۔

۲ بجکر ۲۵ منٹ پر اس اجلاس کی کارروائی اختتام پذیر ہوئی۔ [۲]

حضرت امیر المؤمنین رضؓ مردانہ جلسہ میں لوائے احمدیت اور لوائے خدام الاحمدیہ لہرانے کے بعد زنانہ جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور دُعا کرتے ہُوئے خواتین جماعت احمدیہ کا جھنڈا اپنے دستِ مبارک سے لہرایا۔ جھنڈے کا بانس ۲۵ فٹ لمبا اور اُس کا کپڑا پونے چار گز لمبا اور سوا دو گز چوڑا تھا۔ جس پر لوائے احمدیت کے علاوہ کھجور کے تین درخت بھی تھے۔ جن کے نیچے چشمہ تھا۔ اِس جھنڈے کے نقوش ریشم کے مختلف رنگ کے دھاگوں کے تھے۔ جو مشین سے کاڑھے

---

[۱] حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے لوائے احمدیت اپنے دستِ مبارک سے ۲ بجکر دس منٹ پر رسّی سے باندھا۔ دو۲ بجکر گیارہ منٹ پر بلند کرنا شروع کیا اور حضور رضؓ کے ہاتھوں کی تین※ مرتبہ کی جنبش سے دو۲ بجکر بارہ منٹ پر جھنڈا پول کی اُونچائی تک پہنچا۔ اس دوران میں حضور رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ پڑھتے رہے اور تمام مجمع کو پڑھتے رہنے کا ارشاد فرمایا۔ اور دو۲ بجکر ۱۳ منٹ پر حضور رضؓ نے جھنڈے کی رسّی کو ستون سے باندھنا شروع کیا اور ۲ بجکر ۱۵ منٹ پر باندھ چکے۔ [۱]

※ نوٹ:۔ الفضل میں تیس لکھا گیا ہے اصل میں تین معلوم ہوتا ہے۔ [۱] الفضل ۵ جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۲ کالم ۱

[۲] الفضل ۲ جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۸۔۹ [۳] یہ جھنڈا افسوس اپریل ۱۹۴۸ء میں لاہور سے ربوہ کے درمیان گاڑی میں کہیں کھو گیا نقشہ جو سید عبدالباسط صاحب نے بنوا کر دیا تھا حضرت سیدہ ام متین صاحبہ کے پاس محفوظ ہے اور ضمیمہ ۵۶ پر بھی موجود ہے۔

گئے تھے۔ کپڑا سیاہ ساٹن کا تھا۔ [1]

جماعت احمدیہ کو نظام خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کے لئے دعائیں کرنے کی وصیت

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سالانہ جلسہ ۱۹۳۹ء پر لوائے احمدیت کی پرچم کشائی کے علاوہ ۲۸-۲۹ دسمبر ۱۹۳۹ء کو "خلافتِ راشدہ" کے عنوان پر ایک معرکۃ الآراء تقریر فرمائی۔ جس میں اسلامی نظام خلافت پر نہایت شرح و بسط سے روشنی ڈالی۔ اور اس پر وارد کئے جانے والے اعتراضات کے مفصل اور مسکت جوابات دینے کے بعد جماعت احمدیہ کو نظام خلافت کی قدر کرنے اور اس کے دائمی طور پر قائم رہنے کی ہمیشہ دعائیں کرتے رہنے کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

"جہاں تک خلافت کا تعلق میرے ساتھ ہے۔ اور جہاں تک اس خلافت کا اُن خلفاء کے ساتھ تعلق ہے۔ جو فوت ہو چکے ہیں۔ ان دونوں میں ایک امتیاز اور فرق ہے۔ اُن کے ساتھ تو خلافت کی بحث کا علمی تعلق ہے۔ اور میرے ساتھ نشاناتِ خلافت کا معجزاتی تعلق ہے۔ پس میرے لئے اس بحث سے کوئی حقیقت نہیں۔ کہ کوئی آیت میری خلافت پر چسپاں ہوتی ہے یا نہیں۔ میرے لئے خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانات اور اس کے زندہ معجزات اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کوئی شخص نہیں جو میرا مقابلہ کر سکے۔ اگر تم میں کوئی ماں کا بیٹا ایسا موجود ہے جو میرا مقابلہ کرنے کا شوق اپنے دل میں رکھتا ہو تو وہ اب میرے مقابلہ میں اٹھ کر دیکھ لے۔ خدا اُس کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔ بلکہ اُسے ہی نہیں۔ اگر دنیا جہان کی تمام طاقتیں مل کر بھی میری خلافت کو نابود کرنا چاہیں گی۔ تو خدا اُن کو مچھر کی طرح مسل دیگا۔ اور ہر ایک جو میرے مقابلہ میں اُٹھے گا۔ گرایا جائے گا۔ جو میرے خلاف بولے گا۔ خاموش کرایا جائیگا۔ اور جو مجھے ذلیل کرنے کی کوشش کریگا۔ وہ خود ذلیل و رسوا ہوگا۔

پس اے مومنوں کی جماعت! اور اے عمل صالح کرنے والو! میں تم سے یہ کہتا ہوں۔ کہ

---

[1] الفضل ۳ جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۲ کالم ۴

خلافت خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اِس کی قدر کرو۔ جب تک تم لوگوں کی اکثریت ایمان اور عمل صالح پر قائم رہے گی۔ خدا اِس نعمت کو نازل کرتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر تمہاری اکثریت ایمان اور عمل صالح سے محروم ہوگئی۔ تو پھر یہ امر اُس کی مرضی پر موقوف ہے۔ کہ وُہ چاہے تو اِس انعام کو جاری رکھے۔ چاہے تو بند کردے۔ پس خلیفہ کے بگڑنے کا سوال نہیں۔ خلافت اُس وقت چھینی جائے گی جب تم بگڑ جاؤ گے۔ پس اللہ تعالےٰ کی اِس نعمت کی ناشکری مت کرو۔ اور خدا تعالیٰ کے الہامات کو تحقیر کی نگاہ سے مت دیکھو۔ بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے۔ تم دُعاؤں میں لگے رہو۔ تا قُدرتِ ثانیہ کا پے درپے تم میں ظہُور ہوتا رہے۔ تم اُن ناکاموں اور نامُرادوں اور بے علموں کی طرح مت بنو۔ جنہوں نے خلافت کو ردّ کر دیا۔ بلکہ تم ہر وقت اِن دُعاؤں میں مشغول رہو۔ کہ خدا قُدرتِ ثانیہ کے مظاہر تُم میں ہمیشہ کھڑے کرتا رہے۔ تا اُس کا دین مضبوط بُنیادوں پر قائم ہو جائے اور شیطان اُس میں رخنہ اندازی کرنے سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو جائے۔"

قُدرتِ ثانیہ کے نزول کیلئے ہمیشہ دُعاؤں میں مشغول رہو

"تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدرتِ ثانیہ کے لئے دُعاؤں کی جو شرط لگائی ہے۔ وُہ کسی ایک زمانہ کے لئے نہیں۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زندگی میں اِس ارشاد کا یہ مطلب تھا۔ کہ میرے زمانہ میں تم یہ دُعا کرو کہ تمہیں پہلی بار خلافت نصیب ہو۔ اور پہلی خلافت کے زمانہ میں اِس دُعا کا یہ مطلب تھا کہ الٰہی اِس کے بعد ہمیں دُوسری خلافت ملے۔ اور دُوسری خلافت میں اِس دُعا کے یہ معنے ہیں کہ تمہیں تیسری خلافت ملے۔ اور تیسری خلافت میں اس دُعا کے یہ معنی ہیں کہ تمہیں چوتھی خلافت ملے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تمہاری شامتِ اعمال سے اِس نعمت کا دروازہ تُم پر بند ہو جائے۔

پس ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور دُعاؤں میں مشغول رہو۔ اور اِس امر کو اچھی طرح یاد رکھو کہ جب تک تم میں خلافت رہے گی۔ دُنیا کی کوئی قوم تم پر غالب نہیں آسکے گی۔ اور ہر میدان میں تم مظفّر و منصور رہو گے۔ کیونکہ خدا کا وعدہ ہے۔ جو اُس نے اِن الفاظ

میں کیا۔ کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ۔ مگر اس کو بھی یاد رکھو کہ مَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ

خدا تمہارے ساتھ ہو۔ اور ابدالآباد تک تم اس کی برگزیدہ جماعت رہو۔“ [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اہم وصیت کی وسیع اشاعت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خلافت جوبلی کے اس تاریخی جلسہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ آخری وصیت بڑی کثرت سے شائع فرمائی۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ ابی و امی و روحی جنانی) نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ کے مجمع میں فرمائی تھی اور ارشاد فرمایا تھا کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی تک یہ فرمان پہنچا دے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس کی تعمیل میں ایک پمفلٹ شائع کیا۔ جس میں تحریر فرمایا کہ:۔

وَصِیَّۃُ الرَّسُوْلِ

”برادرم!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جب کہ آپ کی وفات قریب آگئی۔ بطور وصیت سب مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا۔ اِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ (اور ابی بکرۃ کی حدیث میں ہے۔ وَاَعْرَاضَکُمْ) حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا۔ اس شہر میں اس مہینہ میں اس دن کو اللہ تعالیٰ نے جو حفاظت بخشی ہے۔ (حج کے ایام کی بات ہے) وہی تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں (اور ابی بکرۃ کی روایت کے مطابق تمہاری عزتوں) کو خدا تعالیٰ نے حفاظت بخشی ہے۔ یعنی جس طرح مکہ میں حج کے مہینہ اور حج کے وقت کو اللہ تعالےٰ نے ہر طرح پُر امن بنایا ہے۔ اسی طرح مومن کی جان اور مال اور عزت کی سب کو حفاظت کرنی چاہیئے۔ جو اپنے بھائی کی جان۔ مال اور عزت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ گویا وہ ایسا ہی ہے جیسے حج کے ایام اور مقامات کی بے حرمتی کرے۔

پھر آپ نے دو دفعہ فرمایا۔ کہ جو یہ حدیث سنے۔ آگے دوسروں تک پہنچا دے۔ میں

---

[1] ”خلافتِ راشدہ“ صفحہ ۲۶۶ تا ۲۷۰ تقریر دلپذیر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بر موقعہ جلسہ سالانہ ۲۸-۲۹ر دسمبر ۱۹۳۹ء بمقام قادیان۔ ناشر: الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ۔

اِس حکم کے ماتحت یہ حدیث آپ تک پہنچاتا ہوں۔ آپ کو چاہیئے کہ اِس حکم کے ماتحت آپ آگے دُوسرے بھائیوں تک مناسب موقع پر یہ حدیث پہنچادیں۔ اور انہیں سمجھادیں کہ ہر شخص جو یہ حدیث سُنے۔ اُسے حکم ہے کہ وُہ آگے دُوسرے مسلمان بھائی تک اسکو پہنچاتا چلا جائے۔ وَالسّلام

خاکسار:۔ مرزا محمود احمدؓ خلیفۃ المسیح۲ " [1]

جلسہ خلافت جوبلی کے انتظامات

"جلسہ خلافت جوبلی" کے انتظامات حسب ذیل تین مقامات پر کئے گئے:۔ (۱) اندرون قصبہ (۲) محلہ دارالعلوم اور (۳) محلہ دارالفضل میں۔ دارالعلوم کے کچن سے حسب معمول محلہ دارالرحمت کے مہمانوں کیلئے۔ اور دارالفضل کے کچن سے محلہ دارالبرکات کے مہمانوں کو کھانا دیا جاتا رہا۔ اندرون قصبہ کے لنگر خانہ میں ۳۷ دارالعلوم میں ۵۰ اور دارالفضل میں ۲۶ تنوروں پر دن رات روٹیاں پکائی جاتیں۔ ان انتظامات کے علاوہ محلہ دارالانوار میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمدؓ صاحب کے ماتحت خاص انتظام بھی تھا۔

عام انتظامات کی صورت یہ تھی کہ افسر جلسہ سالانہ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ تھے۔ ان کے ماتحت ہر سہ مقامات پر تین ناظم تھے۔ یعنی اندرون قصبہ حضرت ماسٹر محمد طفیل خان صاحبؓ۔ دارالعلوم میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمدؓ صاحبؓ اور دارالفضل میں مکرم ماسٹر علی محمدؓ صاحب۔ ان کے ساتھ متعدد نائب اور پھر ان کے معاون تھے۔

پہرہ کا انتظام نیشنل لیگ کور کے سپرد تھا۔ مقامی نیشنل لیگ کور کے والنٹیرز اپنے سالار اعظم چوہدری اسداللہ خان صاحب بیرسٹرایٹ لاء اور سالار جیش جناب مرزا گل محمدؓ صاحب کے ماتحت کام کرتے تھے۔ مختلف راستوں پر آنے جانے والے مہمانوں کو راستہ بتانا۔ جلسہ گاہ میں جانے کیلئے مستورات اور مردوں کیلئے علیحدہ علیحدہ راستے مقرر کرنا۔ اور حضرت امیرالمومنینؓ کے جلسہ گاہ میں تشریف لے جانے اور واپس آنے کے وقت پہرہ کا انتظام اُنکے سپرد تھا۔

انکوائری آفس ہر سہ مقامات پر علیحدہ علیحدہ تھے۔ جو چوبیس گھنٹے کھلے رہتے۔ اور مہمانوں کو ہر قسم کی معلومات بہم پہنچاتے۔ گم شدہ اشیاء اور بچوں کی نگہداشت رکھتے۔ نیز پرائیویٹ مکانات میں مہمانوں کو پہنچاتے رہتے تھے۔

---

[1] الفضل ۳ر جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۷ *

طبّی انتظام۔ حسب دستور نُور ہسپتال کے علاوہ مدرسہ احمدیہ۔ بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول۔ اور محلہ دارالفضل میں طبّی امداد کا انتظام تھا۔

مہمانوں کی تعداد سخت گرانی اور مالی مشکلات کے باوجود اس مقدس تقریب پر مہمانوں کی تعداد سال گذشتہ کی نسبت بہت زیادہ تھی۔ ۱۹۳۸ء میں مہمانوں کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی جو جلسہ جوبلی پر تقریباً چالیس ہزار تک پہنچ گئی ؛

فصل چہارم

جلسۂ خلافت جوبلی پر اکابرِ ملک کے پیغامات جلسۂ خلافت جوبلی کی مفصّل رُوداد بیان کی جا چکی ہے۔ اب ہمیں یہ بتانا ہے کہ مُلک کے غیر احمدی اور غیر مسلم حلقوں کی طرف سے اس تقریب پر کیا ردِّ عمل ہُوا ؟

اِس ضمن میں سب سے پہلے ہم ذیل میں بعض معزّزین و اکابر قوم و ملّت کے وُہ پیغامات درج کرتے ہیں جو اُن کی طرف سے جشن جوبلی پر پہنچے :۔

۱۔ آنریبل خان بہادر شیخ عبد القادر صاحب لاءممبر گورنمنٹ ہند دہلی : نے پیغام دیا :۔

"میں [1] جماعت احمدیہ کی خدمت میں اُن کے موجودہ ذی شان عہدہ میں پچیس ۲۵ سال کامیابی سے گزرنے کی تقریب پر دِلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

مجھے امام جماعت احمدیّہ کے ساتھ مسلمانوں کے عام مفاد کے سلسلہ میں تعلّق کا موقع ملتا رہا ہے۔ مسلمانوں کی عام بہبودی اور ترقی کے سوال سے آپ کی گہری دِلچسپی کا میرے دِل پر بہت بھاری اثر ہے ——— !"

۲۔ میجر نواب ممتاز یاور الدّولہ بہادر آف حیدر آباد دکن نے پیغام دیا کہ :۔

"امام جماعت احمدیّہ قادیان کی سلور جوبلی پر مَیں اپنی طرف سے دِلی پُر خلوص مُبارکباد پیش کرتا ہوں "

۳۔ جناب خان بہادر سیٹھ احمد الہ دین صاحب آف سکندر آباد نے پیغام دیا کہ :۔

"میں نے مسلمانوں کی مختلف فرقہ داری اختلافات سے ہمیشہ اپنے آپکو الگ رکھا اور ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے۔ کہ مسلمانوں کے لئے توحید، رسالت اور قرآن کے مشترکہ مسائل میں سب کچھ ہے۔ لیکن احمدی جماعت اور اسکی کوششوں سے احمدی نہ ہونے کے باوجود مجھے ابتداء سے ہمدردی رہی ہے۔ خود میرے بڑے بھائی سیٹھ عبداللہ الہ دین، اللہ اُن کی عمر میں برکت دے، احمدیت کے ایک عملی مبلّغ ہیں۔ میں اس جماعت کی اشاعت و تبلیغ کی مساعی کو دیکھ کر خصوصیّت کے ساتھ بہت پسند کرتا ہوں۔ اور اس میں حتّی الامکان امداد کرتا رہتا ہوں۔ جناب مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ صاحب کی مجھ پر خاص توجہ اور عنایت ہے۔ اور ان کی عملی زندگی، وسیع النظری اور خدا پرستی نے مجھے ہمیشہ متأثر کیا۔ اپنے والد کے منصب خلافت کو ادا کرتے ہوئے پچیس سال کی تکمیل میں اُن کو اور جماعت احمدیہ کو دل سے مبارک باد دیتا ہوں۔"

۴۔ سر ڈگلس ینگ بالقابہ چیف جسٹس ہائی کورٹ لاہور نے پیغام دیا کہ:۔

"میں حضرت امام جماعت احمدیہ کو اُنکی خلافت پر پچیس ۲۵ سال گزرنے کی تقریب پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

میں جماعت احمدیہ کے افراد کو جو ڈیشل محکمہ میں ملازم رکھتے ہوئے ہمیشہ خوشی محسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھے اُن کی دیانت داری کے خلاف کبھی کسی کی طرف سے اشارۃً وکنایۃً بھی شکایت نہیں پہنچی۔"

۵۔ آنریبل کنور سر جگدیش پرشاد بہادر ایجوکیشنل ممبر گورنمنٹ آف انڈیا دہلی:

نے پیغام دیا کہ:۔ "میں جماعت احمدیہ کے ذی شان امام کی جوبلی کی تقریب پر نیک دُعاؤں اور تمنّاؤں کا ہدیہ پیش کرتا ہوں۔"[۱]

شمس العلماء خواجہ حسن نظامی اور خلافت جوبلی

جلسہ خلافت جوبلی کے انعقاد کی ابھی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۹ء کے اخبار "منادی" میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ۱۹۳۸ء کے مشہور سفر دہلی کا گروپ فوٹو شائع کیا۔ اور اس کے نیچے یہ نوٹ شائع کیا:۔

---

[۱] الحکم ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲

"یہ تصویر درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے قریب مسجد نواب خاں دوراں خاں میں گزشتہ سال لی گئی تھی جس میں قادیانی جماعت کے خلیفہ صاحب اور چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور بلبلِ ہندوستان سروجنی نائیڈو صاحبہ شریک ہوئی تھیں۔ سامنے نواب خاں دوراں کا مزار ہے جو نادر شاہ ایرانی کی لڑائی میں بمقام پانی پت شہید ہوئے تھے اور جن کے پوتے حضرت خواجہ میر دردؒ کی اولاد میں وہ خاتون ہیں جو جناب مرزا بشیر الدین محمود احمدؐ کی والدہ ہیں۔ آجکل مرزا صاحب کی خلافت کی پچیس سالہ جوبلی قادیان میں ہو رہی ہے۔ اور میں اپنے تعلقات کی یادگار ہیں جو حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب سے میرے تھے۔ اور اُن کے فرزند اور خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؐ سے ہیں اور مرزا صاحب نے اپنی خلافت کے پچیس سالہ ایام میں اسلام کی اور مسلمانوں کی بڑی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ اور سر محمد ظفر اللہ خاں جیسے خادمِ اسلام اور مسلمین افراد تیار کئے ہیں۔ اِس لئے میں یہ تصویر اپنی جماعت اور ناظرین منادی کی معلومات کے لئے اور جوبلی کی خوشی میں دل سے شریک ہونے کے لئے شائع کرتا ہوں۔ حسن نظامی" [1]

جلسہ خلافت جوبلی کا ذکر ملکی پریس میں

خلافت جوبلی کی رُوح پرور تقریب پر احمدیوں کے علاوہ غیر مبائع [2]، غیر احمدی [3] اور غیر مسلم [4] معززین کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی حیرت انگیز قیادت اور احمدیوں کی اپنے محبوب امام سے بے نظیر فدائیت و عقیدت کے نظارے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کئے۔ اِس سلسلہ میں بعض اخبارات کے تاثرات درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

(۱) اخبار "پارس" (۱۱ر جنوری ۱۹۴۰ء) نے لکھا:۔

"گو تعصب کے باعث مُلک کے مسلم اور غیر مسلم اخبارات نے قادیان کے

---

[1] بحوالہ الفضل ۵ر جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۲ ۔ [2] مثلاً حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب پیشاوری جنھوں نے جنوری ۱۹۴۰ء میں بیعتِ خلافت کرلی۔ جیسا کہ اگلی جلد میں آرہا ہے۔ مرزا معصوم بیگ صاحب ۔ [3] مثلاً ابو ظفر نازش صاحب رضوی۔ ڈاکٹر مرزا محمد یعقوب بیگ صاحب ڈویژنل آفیسر بردا ریلویز۔ [4] نقیر محمد خورشید صاحب (ر) اے ایل ایل بی ضلع جھنگ۔ سید اقبال حسین صاحب ایڈووکیٹ لکھنؤ۔ اور

گذشتہ عظیم الشان اجتماع اور جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ لیکن جنہوں نے اِس سالانہ تقریب کو بچشم خود دیکھا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جماعت احمدیہ کی تنظیم، اپنے پیشوا میں اسکی عقیدت اور مذہبی اصولوں پر عمل قابلِ رشک ہے۔" [1]

(۲) اخبار "اہلحدیث" امرتسر نے ۱۲ر جنوری ۱۹۴۰ء کی اشاعت میں بعنوان "قادیان میں سالانہ جلسہ اور سلور جوبلی" حسب ذیل نوٹ دیا:۔

" قادیان میں اِس دفعہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ جس کی تیاری بڑے زور شور سے ہو رہی تھی۔ روپیہ بھی کافی جمع ہوا۔ آدمی بھی۔ بہ تعداد پرچیاں لنگر خانہ "بقول خلیفہ صاحب" ۲۶ ہزار کا شمار تھا۔ اِس کی تہ میں یہ راز ہے۔ کہ قادیان سے تاکید پر تاکید شائع ہوئی تھی۔ کہ ہر احمدی اپنے پاس سے بھی کرایہ دیکر ایک دو مسلمانوں کو ساتھ لائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جلسہ سے واپسی کے وقت حسب معمول دُور دراز کے مرزائی صاحبان دفتر اہلحدیث میں تشریف لاتے رہے۔ جن سے معلوم ہوا کہ مسلمان (غیر مُرید مرزا) جلسہ میں کثرت سے آئے تھے۔ اُن کو مُریدانِ مرزا اپنے خرچ سے لائے تھے تاکہ وہ اچھا اثر لیکر جائیں اور ساتھ ہی جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہو جائے۔" [2]

افریقہ کے ایک غیر احمدی دوست کے تأثرات

اِس تاریخی جلسہ میں دُوسرے غیر احمدی دوستوں کے ساتھ افریقہ کے ایک غیر احمدی دوست شیدا صاحب بھی شامل ہوئے تھے۔ جنہوں نے جوبلی دیکھنے کے بعد اپنے دِلی خیالات و جذبات کا اظہار حسب ذیل الفاظ میں کیا:۔

" چند احمدی دوستوں کی ایماء پر مَیں جلسہ خلافت جوبلی میں شرکت کی غرض سے ۲۷ر دسمبر کی شام کو قادیان پہنچا۔ اس وقت حضرت امیر جماعت جلسہ میں تقریر فرما

بقیہ حاشیہ:۔ سیّد خورشید حسن صاحب ریٹائرڈ جج لکھنؤ۔ ڈاکٹر ایچ۔ ایس ملک آف کراچی۔ ملک محمد خاں صاحب نمائندہ جناب پیر لال بادشاہ صاحب آف مکھڈ۔ [4] سردار پریتم سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ بھائی دھرمانند جی۔ پرنسپل خالصہ کالج ترنتارن۔ W.S. SCHRVPT آف سنگھاپور۔ ڈاکٹر جیون داس آف امرتسر۔ بھائی پرتاب سنگھ صاحب امرتسر۔ (الفضل ۲ر جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۰)

[1] بحوالہ الفضل ۱۱ر جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۹ کالم ۱۔ [2] اہلحدیث امرتسر ۱۲ر جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۶ کالم ۲۔

رہے تھے۔ مَیں پنڈال میں اختتام تقریر تک موجود رہا۔ ۲۸ر ۲۹ر دسمبر کو بھی تقریروں سے محظوظ ہوتا رہا۔ حضرت امیر سلسلہ کی تقاریر سُننے کا خاص طور پر آرزو مند تھا۔ کیونکہ میں اُن کی ایک شاندار تقریر سے جو لاہور بریڈلا ہال میں آپ نے شاید ۱۹۱۹ء میں فرمائی تھی۔ مسرور ہو چکا تھا۔ جو بین الاقوامی اتحاد پر کیگئی تھی۔ اور پسند خاص و عام تھی۔

۲۹ر کی شام کی ٹرین سے مَیں لاہور واپس آگیا۔ تمام اجلاس خدا کے فضل و کرم سے حد درجہ کامیاب اور پُر شکوہ تھے۔ انتظام کے لحاظ سے بھی ہر چیز قابلِ داد تھی۔

مَیں ایک غیر احمدی ہوں۔ مُدّت سے افریقہ میں رہتا ہوں۔ ہاں میرے احمدی احباب کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ قادیان سے واپسی پر مَیں اپنے دل میں جماعت احمدیہ کی تنظیم اور اس کی اسلامی خدمات خصوصاً حضرت امیر سلسلہ کی تبلیغی سرگرمیوں کی نسبت بہت سے تأثرات لیکر آیا ہوں۔ اسی سلسلہ میں جشن خلافت جوبلی پر مَیں نے چند اشعار کہے ہیں۔ جو درج ذیل کرتا ہوں:۔ ؎

دو روز قادیاں میں رہا ہے میرا قیام
دیکھا رو پہلی جوبلی کا خُوب اہتمام
اس جشن جوبلی کے لئے آئے شوق سے
ہر صُوبہ و دیار کے افرادِ خاص و عام
عیسائی ہندو سِکھ وَ مُسلماں پہ مشتمل
ہر فرقہ و عقیدہ کا مجمع تھا لا کلام
جلسے میں یُوں تو سارے مُقرِّر تھے باخبر
لیکن امیر سلسلہ کرتے تھے دِل کو رام
رُوحانیت کے پھُول بکھرتے تھے ہر طرف
ہوتے تھے اہلِ جلسہ سے جسدم وُہ ہم کلام[1] الخ

---

[1] بحوالہ الفضل ۱۱ر جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۹ کالم ۲ ؎

فصل پنجم

۱۹۳۹ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات

خاندان مسیح موعودؑ میں پُرمسرت تقاریب

۱۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی تقریبِ شادی کوٹھی دارالسلام قادیان میں ۲۲ جنوری ۱۹۳۹ء کو بعد نماز عصر عمل میں آئی۔ [۱] آپکا نکاح صاحبزادی طیبہ بیگم صاحبہ (دختر نیک اختر حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحبؓ) سے ہوا تھا۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۲۵ جنوری ۱۹۳۹ء کو اپنے فرزند ارجمند کی دعوتِ ولیمہ دی۔ اِس دعوت میں تیرہ سو کے قریب نفوس شامل ہوئے۔ (۱) قادیان کے تمام وہ اصحاب مدعو تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ (۲) مدرسہ احمدیہ۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول اور جامعہ احمدیہ کے سٹاف۔ (۳) دفاتر کے اکثر کارکن۔ (۴) واقفین تحریک جدید۔ (۵) محلہ دارالفضل سے پچاس ۵۰۔ محلہ دارالرحمت سے پچاس ۵۰۔ محلہ مسجد مبارک سے پچاس ۵۰۔ محلہ دارالبرکات سے تیس ۳۰۔ محلہ دارالعلوم سے تیس ۳۰۔ محلہ ریتی چھلہ سے بیس ۲۰۔ محلہ مسجد فضل سے بیس ۲۰۔ محلہ مسجد اقصیٰ سے دس ۱۰۔ دارالانوار سے پانچ ۵ دارالسعۃ سے پانچ ۵۔ ناصر آباد سے دس ۱۰ اصحاب مدعو تھے۔ ان کے علاوہ تمام محلوں کے غرباء اور مساکین نیز دار الصحت کے کچھ نومسلم بھی بلائے گئے تھے۔ (۶) مہمان خانہ کے بہت سے مہمان۔ (۷) مقامی سرکاری اداروں کے ملازمین۔ (۸) بھینی۔ ننگل۔ قادر آباد۔ احمد آباد اور کھارا کے بعض اصحاب۔ (۹) بعض غیر احمدی اصحاب۔

دعوت کا انتظام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کوٹھی دارالحمد کے صحن میں کیا گیا تھا کھانا کھلانے کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی اپنے خدام میں بیٹھکر کھانا تناول فرمایا۔ کھانے کے بعد دُعا کی گئی۔ اسکے بعد یہ مبارک تقریب ختم ہوئی۔ دعوت کے منتظم اعلیٰ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب فاضل (جٹ) تھے۔ [۲]

---

[۱] الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۔

[۲] روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۳۔

۲۔ ۱۵؍اپریل ۱۹۳۹ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی دختر نیک اختر صاحبزادی امۃ اللہ بیگم صاحبہ کا نکاح پیر صلاح الدین صاحب (خلف الرشید پیر اکبر علی صاحب) کے ساتھ اڑھائی ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ اگلے روز (۱۶؍اپریل ۱۹۳۹ء کو) تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔[۱]

۳۔ ۱۱؍مئی ۱۹۳۹ء کو حضرت امیر المومنین نے بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کا نکاح سیّدہ نصیرہ بیگم صاحبہ (بنت حضرت مرزا عزیز احمد صاحب) کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا اور نہایت پُر معارف خطبہ[۲] ارشاد فرمایا۔[۳]

۴۔ ۲۷؍دسمبر ۱۹۳۹ء کو حضور نے مسجد نُور میں مندرجہ ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا:۔

۱۔ صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کا نکاح صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ بنت حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے ساتھ گیارہ سَو (۱۱۰۰) روپیہ مہر پر۔

۲۔ صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب ابن قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا نکاح صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحبؓ کے ساتھ گیارہ سَو (۱۱۰۰) روپیہ مہر پر۔

۳۔ صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا نکاح صاحبزادی زکیہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب کے ساتھ پانچ ہزار (۵۰۰۰) روپیہ مہر پر۔

۴۔ خان مسعود احمد خاں صاحب ابن حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کا نکاح صاحبزادی طیّبہ بیگم صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے ساتھ بعوض پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) روپیہ مہر پر۔[۴]

سنگِ بُنیاد

اس سال ۲۹؍جنوری ۱۹۳۹ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے محلہ دار العلوم میں ڈاکٹر احمد دین صاحب آف ٹانگانیکا کے مکان کی اور ۸؍مارچ ۱۹۳۹ء کو محلہ دار البرکات میں ڈاکٹر محمد شفیع صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ کے مکان کی بُنیاد رکھی۔[۵]

مسجد فضل لنڈن میں مذاہب کانفرنس

۸؍جنوری ۱۹۳۹ء کو مسجد احمدیہ لنڈن میں سر فیروز خاں نون (کے سی آئی ای ہائی کمشنر فار انڈیا) کے زیر صدارت ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اسلام عیسائیت اور یہودیت کے نمائندوں نے معزز اور تعلیم یافتہ انگریزوں کے

۱۔ الفضل ۱۸؍اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱۔
۲۔ مفصل خطبہ الفضل ۳؍مئی ۱۹۶۱ء صفحہ ۲ پر شائع شدہ ہے۔
۳۔ الفضل ۱۳؍مئی ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۔
۴۔ الفضل ۳؍جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۵۔
۵۔ الفضل ۳۱؍جنوری ۱۹۳۹ء صفحہ ۱ کالم ۱۔
۶۔ الفضل ۱۰؍مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱۔

ایک بہت بڑے مجمع میں "امن عالم" کے موضوع پر مقالے پڑھے۔ اسلام کی نمائندگی مولوی جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن نے فرمائی اور "امن عالم اور اسلام" کے موضوع پر ایک پُرمغز مقالہ پڑھا۔[1]

اس کانفرنس کا ذکر ولایت اور ہندوستان کے متعدد اور با اثر اخبارات نے بھی کیا۔ اور بعض نے تقریروں کی تفصیل شائع کی۔[2]

سیٹھ محمد غوث صاحب کی دختر کا نکاح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۱۰؍اپریل ۱۹۳۹ء کو سیٹھ محمد غوث صاحب حیدرآباد دکن کی دختر امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا نکاح چودھری خلیل احمد صاحب ناصر بی۔ اے مجاہد تحریک جدید سے پڑھا۔ اور خطبہ نکاح میں ارشاد فرمایا۔ کہ

"سیٹھ محمد غوث صاحب پرانے احمدی ہیں۔ ان کے تعلقات میرے ساتھ نہایت مخلصانہ ہیں۔ ان کے بچوں کے تعلقات بھی بہت اخلاص پر مبنی ہیں۔ ان کی بچیوں کے تعلقات میری بچیوں سے نہایت گہرے ہیں۔ غرض ان کے تعلقات ہمارے خاندان سے ایسے ہیں کہ گویا وہ ہمارے ہی خاندان کا حصہ ہیں۔ ان کی بچیوں کو میں اپنی بچیاں سمجھتا ہوں۔ اس لئے نکاح گویا ہمارے ہی خاندان میں ہے"۔[3]

قادیان میں روسی ترک عالم موسیٰ جار اللہ اور الاستاذ عبدالعزیز ادیب مدیر "رابطہ اسلامیہ" کی تشریف آوری

وسط اپریل ۱۹۳۹ء میں عالم اسلام کے دو مشہور عالم قادیان کی شہرت سُنکر مرکز احمدیت میں تشریف لائے۔

۱۔ حاجی مُوسیٰ جار اللہ۔[4]

۲۔ الاستاذ عبدالعزیز ادیب مدیر ماہنامہ "رابطہ اسلامیہ" دمشق۔

علامہ موسیٰ جار اللہ نہ صرف قادیان کے مقامی اداروں اور بالخصوص مرکزی لائبریری میں نایاب کتابیں دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ بلکہ آپ پر جماعت احمدیہ کے عقائد و تعلیمات کا بھی گہرا اثر ہوا۔ جس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ آپ نے تین سال بعد فروری ۱۹۴۲ء میں کتاب حروف اوائل السُّوَر" شائع فرمائی جس میں آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ (الجمعۃ) کی یہ تفسیر لکھی کہ:۔

[1-2] یہ مقالہ کا ترجمہ ریویو آف ریلیجنز اُردو اگست ۱۹۳۹ء صفحہ ۱۴ تا ۵۱ میں موجود ہے۔

[3] الحکم ۲۱؍اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۳۔

[4] سید رئیس احمد جعفری جیسے مایہ ناز ادیب و مورخ نے آپ کو ایک روسی عالم قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ "علامہ موسیٰ جار اللہ روسکی ان ارباب فضل و کمال اصحاب زہد و تقویٰ سعدنشان علم و فضل میں سے تھے جن پر نہ صرف روس کو بلکہ عالم اسلام کو ناز تھا۔ (دید و شنید صفحہ ۲۳۔ مؤلفہ رئیس احمد جعفری ناشر کتاب منزل کشمیری بازار لاہور۔ بار اوّل ۱۹۴۷ء)

[5] الفضل ۲۰؍اپریل ۱۹۳۹ء۔

”وَمَعْنٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ الْكَرِيْمَةِ الثَّالِثَةِ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنَ الْاُمِّيِّيْنَ وَبَعَثَ فِيْ اٰخَرِيْنَ رُسُلًا مِّنْ اٰخَرِيْنَ فَكُلُّ اُمَّةٍ لَّهَا رَسُوْلٌ مِّنْ نَّفْسِهَا. وَهٰؤُلَاءِ الرُّسُلُ هُمْ رُسُلُ الْاِسْلَامِ فِي الْاُمَمِ. مِثْلُ اَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ هُمْ رُسُلُ التَّوْرَاتِهِ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ“ ۱؎

یعنی اس تیسری آیت کریمہ کے معنٰے یہ ہیں کہ وہ خدا جس نے امیوں میں سے رسول بھیجا۔ آخرین میں سے بھی اپنے پیغمبر مبعوث فرمائے گا۔ کیونکہ ہر امّت کے رسول اس میں سے برپا ہوتے ہیں۔ اور یہ رسول جن کی یہاں پیشگوئی کی گئی ہے وہ اسلام کے رسول ہیں جو امّتِ مسلمہ میں مبعوث ہوں گے۔ جیساکہ بنی اسرائیل کے انبیاء تھے۔ جو بنی اسرائیل میں قیام تورات کی خاطر بھیجے گئے تھے۔

اسی طرح علامہ موسیٰ جار اللہ نے اس کتاب کے صفحہ ۱۲۱ پر جماعت احمدیہ کے نظریہ معراج کی تائید کرتے ہوئے لکھا:۔

”كُلُّ ذٰلِكَ فِي الْوَاقِعَةِ فِي الْيَقْظَةِ فِيْ عَالَمِ الْمِثَالِ فِيْ اَوْسَعِ عَالَمٍ مِّنْ عَوَالِمِ اللّٰهِ يَقُوْلُ الصُّوْفِيَّةُ فِيْ تَحْقِيْقِ الْمِعْرَاجِ تَجَسَّدَتْ كَمَالَاتُهُ الْاِنْسَانِيَّةُ عَلٰى شَكْلِ بَدَنِهٖ وَتَجَسَّدَتْ كَمَالَاتُهُ الرُّوْحِيَّةُ الْحَيْوِيَّةُ عَلٰى شَكْلِ الْبُرَاقِ فَكَانَ كُلُّ مَا كَانَ فِي الْيَقْظَةِ وَاقِعَةً وَاَعْظَمُ مَا كَانَ هُوَ مِعْرَاجُهُ الرُّوْحَانِيُّ فَاِنَّ طَيَّ الْمَسَافَةِ شَيْءٌ سَهْلٌ طَبْعِيٌّ قَدْ وَقَعَ لِاَفْرَادٍ. اَمَّا قَطْعُ كُلِّ دَرَجَاتِ النُّبُوَّةِ وَكُلِّ مَدَارِجِ الْكَمَالَاتِ الْاِنْسَانِيَّةِ وَالْمَلَكِيَّةِ فِيْ زَمَنٍ يَّسِيْرٍ فَلَمْ يَكُنْ اِلَّا لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ الْكَرِيْمِ. تَقَدَّمَ فِيْهِ النَّبِيُّ نَبِيُّ الْاِسْلَامِ عَلٰى كُلِّ اَنْبِيَاءِ كُلِّ الْاُمَمِ وَاَمَّهُمْ فِي الصَّلٰوةِ وَقَامَ فِي الْوَسْطِ مُتَقَابِلِيْنَ كُلٌّ يَرٰى وَجْهَ الْاٰخَرِ وَكَانَ الْاِسْرَاءُ تَمْثِيْلًا لِّمَا سَيَقَعُ فِيْ مُسْتَقْبَلِ الْاَيَّامِ مِنِ اجْتِمَاعِ كُلِّ الْاُمَمِ تَحْتَ لِوَاءِ نَبِيِّ الْاِسْلَامِ وَرَسُوْلِ السَّلَامِ“ ۲؎

ترجمہ:۔ یعنی اسراء کا پورا واقعہ بیداری میں اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ جہانوں میں سب سے وسیع مثالی جہان میں ہوا۔ صوفیاء کرام کی معراج کے بارے میں یہ تحقیق ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انسانی کمالات حضور کے بدن کی صورت میں اور روحانی کمالات براق کی شکل میں متجسم ہوئے۔ اور یہ سارا واقعہ بیداری

۱؎ ”کتاب فی حروف اوائل السور“ ناشر لاہور بیت الحکمۃ، ۱۰ فروری ۱۹۴۲ء۔ ص۳۳ ÷ ۲؎ ایضاً ص۱۲۱ ÷

میں ہوا۔ اور اہم ترین بات یہ ہے کہ حضور کا یہ معراج روحانی تھا۔ کیونکہ مسافت کا طے کرنا نہایت ہی آسان بات اور کئی افراد کا تجربہ شدہ امر ہے۔ لیکن جملہ مقاماتِ نبوت کا طے کر لینا اور سب انسانی کمالات کا تھوڑے سے عرصہ میں پا لینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکا۔ حضور تمام امتوں کے انبیاء پر سبقت لے گئے اور نماز میں اُن کے امام بنے اور وسط میں اس طور پر کھڑے ہوئے کہ اُن میں سے ہر ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔ تمثیلِ اسراء کے ذریعہ سے مستقبل میں پیش آنیوالے واقعات سب بتا دیئے گئے۔ اور خبر دی گئی کہ دُنیا کی تمام قومیں بالآخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پرچم تلے جمع ہو جائیں گی۔

لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس کا قادیان میں وُرود

لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سر جان ڈگلس ینگ جو پنجاب سکاؤٹس کے ہائی کمشنر بھی تھے۔ پنجاب کا دورہ کرتے ہوئے ۱۶ر اپریل ۱۹۳۹ء کو قادیان تشریف لائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے صاحب موصوف سے چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کی کوٹھی بیت الظفر میں ملاقات فرمائی۔ اس موقعہ پر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی قائم مقامی میں چودھری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء نے ضیافت کا انتظام کیا۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی شرکت فرمائی۔

صاحب موصوف قادیان کے بعض مقامات اور ادارے دیکھنے کے بعد اسی روز دو بجے بعد دوپہر واپس تشریف لے گئے۔ [1]

ترکی ہوا باز کی آمد

علامہ موسیٰ جار اللہ، الاستاذ عبد العزیز اور چیف جسٹس کے علاوہ جو شخصیتیں اس سال قادیان میں آئیں ان میں ترکی کے مشہور ہوا باز لیفٹننٹ سیف الدین بے اور ترکی فوج کے ڈاکٹر محمد سعیم بے بھی تھے۔ جو ۸ر نومبر ۱۹۳۹ء کو قادیان تشریف لائے۔ [2]

۱۲ر نومبر کی شام کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ان مہمانوں کو دعوتِ طعام دی۔ [3]

مبلغین احمدیت کی بیرونی ممالک کو روانگی اور مراجعت

اس سال مولانا شیخ مبارک احمد صاحب ۴ر جون ۱۹۳۹ء کو عازم مشرقی افریقہ ہوئے۔ [4] اور شیخ عبد الواحد صاحب فاضل مبلغ ہانگ کانگ تبلیغی فرائض بجا لانے کے بعد ۶ر مارچ ۱۹۳۹ء [5] کو اور

[1] الفضل ۱۶ر اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۱ ÷ [2] الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱ ÷ [3] الفضل ۱۴ر نومبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ ÷
[4] الفضل ۱۲ر فروری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱ ÷ [5] الفضل ۸ر مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۲ ÷

مولوی رحمت علی صاحب مجاہد جاوا ۱۲؍ دسمبر ۱۹۳۹ء کو واپس تشریف لائے۔[1]

بیرونی مشنوں کے بعض اہم واقعات

۱۔ **ماریشس مشن**:۔ ماز و احمد ابراہیم اچھا صاحب (پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ماریشس) حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہونے کے بعد ۲۲؍ فروری ۱۹۳۹ء کو قادیان میں تشریف لائے۔[2] اور برکات مرکز سے فیضیاب ہونے کے بعد شروع مارچ ۱۹۳۹ء میں ڈاکٹر محمد احسان صاحب[3] کو (جو قبل ازیں ایک عرصہ تک ماریشس میں آنریری طور پر تبلیغ احمدیت کا فریضہ کامیابی سے بجا لاتے رہے تھے) اپنے ہمراہ لیکر ماریشس کیلئے روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر ڈاکٹر صاحب کے سپرد پورٹ لوئیس کی بندرگاہ پر درس و تدریس اور دیگر تبلیغی کام کئے گئے۔ اسی اثناء میں آپ کو اپنے والد حکیم مہربان علی صاحب کے انتقال پُر ملال کی اطلاع پہنچی۔ اور آپ کو مجبوراً اپنے وطن واپس آنا پڑا۔[4] جماعت احمدیہ ماریشس نے آپ کی روانگی پر ایڈریس پیش کیا۔ جس میں اپنے جذبات و تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:۔

"جناب ڈاکٹر صاحب! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ چھوٹے بڑے ہندو، سکھ، مسلم وغیرہ سے ملاقاتیں کرکے آپ نے اپنا حق ادا کیا۔ اس کے علاوہ جب سے آپ آئے ہیں، آپ نے پوئی میں جمعہ کی نماز پڑھائی ہے۔ ان تمام کاموں میں جو امر زیادہ قابلِ تحسین ہے وہ یہ کہ آپ اپنی گرہ سے کرایہ خرچ کرکے جمعہ پڑھانے کے لئے جاتے رہے۔ نیز ہم ممنون ہیں کہ آپ نے خدام الاحمدیہ کے ممبروں میں ایک نئی روح پھونک دی اور اپنے فرائض سے آگاہ کیا۔ جماعت احمدیہ ماریشس آپکی مساعی جمیلہ پر آپ کو مبارکباد دیتی ہے"۔[5]

۲۔ ایک غیر احمدی عالم مولوی عبد العلیم صاحب (میرٹھی) نے ماریشس میں احمدیت کے خلاف بہت بدزبانی کی اور کہا کہ میں نے ہندوستان میں ڈاکٹر سر محمد اقبال اور الیاس برنی سے مل کر احمدیت مٹا ڈالی ہے اور اب کوئی شخص اس جماعت میں داخل نہیں ہوتا۔ اور اُن کا خلیفہ (معاذ اللہ) رونا پھرتا ہے۔ مولوی صاحب کی تعلّیاں دیکھکر اُن کے ایک مالدار ذی اثر عقیدتمند نے ایک جلسہ اور جلوس کا انتظام کیا جس میں گورنر کو بھی دعوت دی۔ مگر جب سارے انتظامات مکمل ہو گئے تو جلوس کی روانگی سے چند منٹ پہلے خبر آگئی کہ جلسہ کا بانی مبانی مُلکِ عدم کو روانہ ہو چکا ہے۔ اس پر

---

[1] الفضل ۲۳؍ دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۲۔ [2] الفضل ۲۶ فروری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۲۔

[3] ولادت ۱۶؍ اکتوبر ۱۹۰۵ء بمقام سادھورا ضلع انبالہ۔ ڈاکٹر صاحب پہلی بار غالباً ۱۹۲۲ء میں ماریشس تشریف لے گئے۔ جہاں آپ اپنے طبی فرائض ادا کرنے کے علاوہ حضرت صوفی غلام محمد صاحب اور حضرت مولوی عبید اللہ صاحب کا ہاتھ بٹاتے۔ آپ اندازاً تین سال تک تبلیغ و تربیت کا کام بھی کرتے رہے۔ اور ۸؍ اپریل ۱۹۲۵ء کو واپس ہندوستان آگئے۔

[4] تاریخ واپسی ۱۰؍ جون ۱۹۳۹ء۔ [5] انگریزی سے ترجمہ۔ الفضل ۱۳؍ اگست ۱۹۳۹ء صفحہ ۵ کالم ۲۔

تمام مجمع روتا ہوا منتشر ہو گیا۔[1] غرض مولوی عبد العلیم جنہوں نے حضرت امیر المومنین کے متعلق کذب بیانی کی تھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے کمیت تمام مجمع کو رلایا گیا۔ جو ماریشس میں احمدیت کی صداقت کا ایک واضح نشان تھا۔

۲۔ جاوا مشن:۔ اس سال سے احمدیت گاریت (جاوا) اور اردگرد کے دیہات میں بڑی تیزی سے ترقی کرنے لگی۔ خاص طور پر نقشبندی فرقہ کے متعدد لوگ داخلِ احمدیت ہوئے جن کے ذریعہ مبلغ جاوا مولوی عبدالواحد صاحب سماٹری کو معلوم ہوا کہ بقول مشائخ اہلِ طریقہ سلطان الاولیاء حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مُریدوں کو ۲۰ مراقبے بطور وصیت لکھ کر دیئے ہیں جن کو یاد کرنے اور ہمیشہ اپنے پاس رکھنے کی تاکید کر گئے۔ پھر انہوں نے وہ تمام مراقبے تفصیل کے ساتھ بتادیئے۔ تیرھواں مراقبہ یہ بیان کیا کہ:۔

اَلْمُرَاقَبَۃُ الْمَحْبُوْبِیَّۃُ الذَّاتِیَّۃُ وَھِیَ حَقِیْقَۃُ الْمُحَمَّدِیَّۃِ۔ اور اس کی دلیل میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی قرآنی آیت لکھی ہے۔ اور چودھواں مراقبہ اَلْمُرَاقَبَۃُ الْمَحْبُوْبِیَّۃُ الصُّوْفِیَّۃُ وَھِیَ حَقِیْقَۃُ الْاَحْمَدِیَّۃِ ہے۔ اور اس کی دلیل میں وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ والی قرآنی آیت لکھی ہے۔ جب وہ تمام مراقبے بیان کر چکے۔ تو مولوی عبد الواحد صاحب نے ان سے کہا۔ کہ آپ تمام اخوان اہلِ طریقہ کو ہماری مسجد میں جمع کریں۔ میں ان مراقبوں سے احمدیت کی صداقت واضح کروں گا۔ چنانچہ تمام اہلِ طریقہ مسجد احمدیہ میں جمع ہوئے اور مولوی صاحب موصوف نے تین گھنٹہ تک بذریعہ لیکچر ان مراقبوں کی تشریح کی۔ اور ان کی روشنی میں احمدیت کی صداقت کو بیان کیا۔ اور بتایا۔ کہ کوئی شخص طریقۃ المحمدیہ پر چلنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ وفاتِ مسیحؑ کا قائل نہ ہو۔ کیونکہ اس مراقبہ کی دلیل وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ بتائی گئی ہے۔ جس میں بلا استثناء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قبل تمام انبیاء کے فوت ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ اور اس مراقبہ کو نمبر ۱۳ پر رکھ کر تیرھویں صدی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جبکہ حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ مسلمانوں کی گمراہی کا خصوصیت سے موجب ہوا۔

پھر اس گمراہی سے بچنے کے لئے چودھواں مراقبہ وہ رکھا جس کا نام الطریقۃ الاحمدیۃ ہے اور اس میں بتایا۔ کہ چودھویں صدی میں ایک غیر تشریعی نبی احمد (علیہ السلام) مبعوث ہوگا۔ جو لوگوں کی اصلاح کریگا۔ کیونکہ مراقبہ کی صداقت میں آیت وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ کو پیش کیا گیا ہے۔

---

[1] الفضل ۶ اگست ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۲۔

غرض مولوی عبدالواحد صاحب نے بالترتیب تمام مراقبوں سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت واضح کی۔ اُس وقت قریباً چار پانچ صد اصحاب کا مجمع تھا۔ تقریر کے اختتام پر ۲۵ اشخاص نے بیعت کی۔ اور اس کے بعد ہر جمعہ کو تین چار آدمی اس فرقہ کے داخلِ سلسلہ ہونے لگے۔[1]

۲۔ گارت کے علاوہ وسطی جاوا میں بھی احمدیت کی ترقی ہوئی اور مجاہدِ تحریک جدید شاہ محمد صاحب کے ذریعہ پوروکرتو کے مقام پر ایک مخلص جماعت کا قیام عمل میں آیا۔[2]

مغربی افریقہ مشن:۔ مغربی افریقہ کے احمدی مبلّغین نے ۱۹۳۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زلازل سے متعلق پیشگوئیاں بذریعہ اشتہار شائع کی تھیں اور ان کو ملک میں بکثرت تقسیم کیا تھا۔ اس انذار کے کچھ عرصہ بعد وسط مئی ۱۹۳۹ء میں ایک حاجی صاحب مغربی افریقہ میں وارد ہوئے جنہوں نے گاؤں گاؤں پھر کر پراپیگنڈا کیا۔ کہ اگر امام مہدی آگیا ہے تو زلزلہ کیوں نہیں آتا؟ خدا کی قدرت! ۲۲ جون ۱۹۳۹ء کو ساڑھے سات بجے شام کو گولڈ کوسٹ میں ایک خوفناک زلزلہ آیا جس سے جانی اور مالی لحاظ سے بھاری نقصان ہوا۔ زلزلہ کے بعد گولڈ کوسٹ کے عیسائیوں بلکہ مشرکوں کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ کہ جماعت احمدیہ نے قبل از وقت بذریعہ اشتہار زلزلے کی خبر دی تھی اور عوام کو احمدیہ لٹریچر سے خاص طور پر دلچسپی پیدا ہوگئی۔[3]

امریکہ مشن:۔ صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی ایم۔ اے نے کنساس کا تبلیغی دورہ کیا۔ اس شہر میں ۳۱ رمئی ۱۹۳۹ء سے ۱۳ رجون ۱۹۳۹ء تک روزانہ لیکچر ہوئے جو غیر مسلموں میں بھی بہت مقبول ہوئے۔[4]

مصر مشن:۔ (۱) مصر میں ایک عرصہ سے احمدیت کی نسبت جمود اور تعطل کی سی کیفیت جاری تھی۔ کہ اس سال ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے مصری پریس نے احمدیوں کی مخالفت یا موافقت میں لکھنا شروع کر دیا۔[5] واقعہ یہ ہوا کہ اُن دنوں دو البانوی طالب علم جن کا تعلق (فریق لاہور سے تھا) الازہر میں داخل تھے۔ دوران تعلیم اُنہوں نے "تَعَالِیْمُ الْاَحْمَدِیَّةِ" اور "اَلْاَحْمَدِیَّةُ کَمَا عَرَفْنَاهَا" کے نام سے دو رسالے شائع کر دیئے۔ جس پر شیخ الازہر محمد مصطفٰی المراغی نے احمدیوں سے متعلق ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دی جس کے صدر شیخ عبدالمجید اللبان عمید کلیہ اصول دین قرار پائے۔ اور شیخ ابراہیم الجبالی، شیخ محمد فتاح المنان،

---

[1] روزنامہ الفضل ۱۳ اگست ۱۹۳۹ء صفحہ ۷ کالم ۳-۴ ۔ [2] الفضل ۱۴ اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۱ کالم ۲۔

[3] الفضل ۵ اگست ۱۹۳۹ء صفحہ ۶ کالم ۳-۴۔ مولوی نذیر احمد صاحب مبشر کے قلم سے اس واقعہ کی تفصیل "برہانِ ہدایت" (مؤلفہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر فاضل) کے صفحہ ۱۳۷ تا صفحہ ۱۴۰ پر بھی درج ہے۔

[4] الفضل ۱۷ اگست ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۔ [5] الفضل ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۶-۷۔

شیخ محمود آلسی اور شیخ محمد العددی ۔ یہ چار علماء رکن مقرر ہوئے ۔ یہ اطلاع ہندوستان میں پہنچی تو پروفیسر محمد الیاس برنی صاحب صدر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے کمیٹی کے علماء کے علاوہ اخبار الفتح کے مالک و مدیر سید محبُّ الدین الخطیب سے رابطہ قائم کر کے احمدیت کے خلاف مواد عربی میں ترجمہ کرا کے بھیجا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مصری اخبارات (الفتح ۔ الدستور) میں احمدیت کے خلاف بحث چل نکلی۔ تحقیقاتی کمیٹی (لجنۃ التحقیق) نے کیا فتویٰ صادر فرمایا؟ اس کی نسبت پروفیسر محمد الیاس برنی صاحب تحریر کرتے ہیں :۔

"لجنۃ التحقیق نے ہر طرح خوب تحقیق کی۔ اور تحقیق پختہ ہو جانے پر دونوں قادیانی البانوی طلبہ کو کلیۂ اصول دین سے خارج کر دیا۔ کہ مسلمانوں کے سوا اور کوئی اس کلیہ میں تعلیم نہیں پا سکتے"۔[1] اس فیصلہ کے بہت جلد بعد شیخ الازہر محمد مصطفیٰ اس دُنیا سے رخصت ہو گئے ۔

۲ ۔ احمد آفندی حلمی جو جماعت احمدیہ مصر کے ابتدائی مخلص ارکان میں سے تھے اور ۱۹۳۰ء میں داخل احمدیت ہوئے تھے خلیفہ وقت کی زیارت کے لئے ۵ اگست ۱۹۳۹ء کو قاہرہ سے قادیان تشریف لائے[2] اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور دوسرے بزرگان سلسلہ سے ملاقات کرنے اور مرکز احمدیت کی فیوض سے متمتع ہونے کے بعد ۲۶ اگست ۱۹۳۹ء کو عازم مصر ہو گئے[3]۔ احمد حلمی کا یہ سفر اُن کے اندر ایک تغیر عظیم پیدا کرنے کا موجب ہوا۔ اور وہ جماعتی کاموں میں پہلے سے بھی زیادہ دلچسپی لینے لگے ۔ ان کی والدہ ایک اعلیٰ پایہ کی تعلیم یافتہ خاتون تھیں اور ہمیشہ احمدی مبلغوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتی رہتی تھیں ۔ مگر اب صرف ان کے اندر غیر معمولی تبدیلی دیکھ کر کسی بحث و مباحثہ کے بغیر از خود داخلِ احمدیت ہو گئیں ۔[4]

فلسطین مشن :۔ اس سال فلسطین کے دہشت انگیزوں (ثوّار) نے بعض فلسطینی احمدیوں کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا۔ مگر چند ایام ہی گذرے تھے کہ ان ظالموں کا لیڈر قتل کر دیا گیا ۔[5]

۱۹۳۹ء کی نئی مطبوعات

۱۹۳۹ء میں خلافت جوبلی کے باعث متعدد نئی علمی کتابیں شائع کی گئیں جن سے احمدیہ لٹریچر میں شاندار اضافہ ہوا ۔

اس سال کی سب سے نمایاں کتاب "سلسلہ احمدیہ" تھی جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تصنیف فرمائی جس میں آپ نے اختصار مگر نہایت جامعیت سے سلسلہ احمدیہ کی پچاس سالہ تاریخ کے علاوہ اس کے

---

[1] "مقدمہ قادیانی مذہب" صفحہ ۱۲۶-۱۲۷ ۔ [2] الفضل ۸ اگست ۱۹۳۹ء صفحہ ۱ کالم ۱ ۔ [3] الفضل ۲۹ اگست ۱۹۳۹ء صفحہ ۱ کالم ۱ ۔
[4] رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ ۔ از یکم مئی ۱۹۳۹ء لغایت ۳۰ اپریل ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۰۴ ۔
[5] الفضل ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۶-۷ ملخصاً ۔

مخصوص عقائد اور اس کی غرض و غایت پر مستند معلومات کا ایک بیش بہا ذخیرہ جمع کر دیا۔ اس اہم تصنیف نے جماعت کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا۔ خصوصاً غیر احمدی اور غیر مسلم محققین اور نو احمدیوں اور نو عمر پیدائشی احمدیوں کو تحریک احمدیت سے روشناس کرانے میں بہت مفید ثابت ہوئی۔

"سلسلہ احمدیہ" کے علاوہ ۱۹۳۹ء میں مندرجہ ذیل کتب بھی شائع ہوئیں:۔

۱۔ "خلافتِ حقہ" (تصنیف لطیف حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ)۔ (۲) "فضل عمر کے زریں کارنامے" (مؤلفہ مولوی ظفر اسلام صاحب مرحوم)۔ (۳) "فضل عمر" (انگریزی) مؤلفہ صوفی عبدالقدیر صاحب سابق مبلغ جاپان) (۴) "سیرت سید الانبیاء" (از مولوی عبدالقادر صاحبؓ فاضل نو مسلم (سابق سوداگرمل)۔ (۵) "خطبات النکاح جلد اوّل، جلد دوم (سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے روح پرور خطبات مرتبہ ملک فضل حسین صاحب)۔ (۶) "خطبات عیدین" جلد اوّل (سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ایمان افروز خطبات مرتبہ ملک فضل حسین صاحب) (۷) "تمدن اسلام"۔ (ملک محمد عبداللہ صاحب فاضل)۔ (۸) "بشارات رحمانیہ" جلد اوّل (مرتبہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر) (۹) "ایک عزیز کے نام خط" (از چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب)۔ (۱۰) "احمدیہ البم انگریزی" (شائع کردہ تحریک جدید قادیان)۔ (۱۱) "خلیل احمد" (مؤلفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل دیالگڑھی)۔ (۱۲) "حفاظتِ ریش" (حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ) (۱۳) "تاثرات قادیان" (مؤلفہ ملک فضل حسین صاحب)۔ (۱۴) "شاہانِ اسلام کی رواداریاں" (مؤلفہ ملک فضل حسین صاحب)۔ (۱۵) نجات المسلمین۔ (۱۶) تفسیر سورہ کوثر (پمفلٹ مرتبہ مولانا ابوالعطاء صاحب)۔ (۱۷) "احمدیت کی پہلی کتاب" (مؤلفہ ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم سابق امیر المجاہدین علاقہ ملکانہ)۔ (۱۸) ٹریکٹ "آسمانی آواز"[۱] (مرتبہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر)۔

اخبارات و رسائل کے خاص نمبر مندرجہ بالا لٹریچر کے علاوہ مرکز احمدیت سے نکلنے والے جملہ اخبارات و رسائل نے بلکہ رسالہ نیپیز ا یا منگو (مشرقی افریقہ) نے بھی خلافت جوبلی کی خوشی میں نہایت قیمتی مضامین پر مشتمل نمبر شائع کئے۔ جن سے سلسلہ احمدیہ کی ترقیات اور خلافت کی برکات و فتوحات کا نہایت دلکش نقشہ اپنوں اور بیگانوں کی آنکھوں کے سامنے آگیا۔

اندرونِ ملک کے مشہور مناظرے اس سال مندرجہ ذیل مقامات پر اہم مناظرے ہوئے جنہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیہ علم کلام کو فتح نصیب ہوئی۔

۱۔ مباحثہ پونچھ:۔ ۹ اپریل ۱۹۳۹ء کو پونچھ میں احمدیوں اور اہل حدیث کا مسئلہ "وفات مسیح" پر

---

[۱] اس ٹریکٹ کا اردو کے علاوہ انگریزی، سندھی اور بنگالی میں بھی ترجمہ کیا گیا۔

ایک مناظرہ ہوا - جماعت احمدیہ کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب مبلغ تھے اور غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی محمد بخش صاحب - غیر احمدی اور غیر مسلم شرفاء نے مولوی محمد بخش صاحب کی شکست کا اعتراف کیا۔[1]

۲ - مباحثہ ڈیریوالہ :- ۴ اپریل ۱۹۳۹ء کو مولوی غلام احمد صاحب ارشد نے موضع ڈیریوالہ ضلع گورداسپور میں ایک احراری مولوی صاحب (محمد حیات نامی) سے ختم نبوت اور صداقت مسیح موعودؑ پر مناظرہ کیا - احمدی مناظر کے پیش کردہ دلائل فریق ثانی آخر تک نہ توڑ سکا۔[2]

۳ - مباحثہ انبالہ :- ۲۹ مئی ۱۹۳۹ء کو مولوی ابو العطاء صاحب نے پادری عبد الحق صاحب سے مسجد احمدیہ انبالہ میں مناظرہ کیا - آپ نے دوران بحث بائیبل سے حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کے عینی گواہوں کا مطالبہ کیا - اور بائیبل سے حضرت مسیح کی صلیبی موت سے نجات اور کفارہ کی عدم ضرورت پر اس قدر عقلی محالات وارد کئے کہ پادری صاحب پوری بحث میں صرف چند سطحی باتوں میں محصور ہو کر رہ گئے - ایک غیر احمدی دوست نے اس مباحثہ کی نسبت یہ رائے قائم کی کہ

"پادری عبد الحق صاحب مولوی ابو العطاء صاحب کے مطالبہ عینی گواہاں بر صلیبی موت مسیح کو آخر وقت تک پورا نہ کر سکا - اور دیگر سوالات کا بھی معقول جواب نہ دے سکا اسلئے کامیابی کا سہرا مولوی ابو العطاء اللہ دتا صاحب کے سر بندھا"[3]

۴ - مباحثہ لودھراں :- قریشی محمد نذیر صاحب ملتانی نے ۱۸ اگست ۱۹۳۹ء کو احرار کانفرنس لودھراں کے موقع پر غیر احمدی علماء سے دو گھنٹے تک تبادلہ خیالات کیا جس میں غیر احمدی علماء کی طرف سے بہت بد تہذیبی کا مظاہرہ کیا گیا - اور کئی غیر احمدی معززین نے اس بات کا عین مجمع میں اقرار کیا کہ احمدی نہایت شرافت سے گفتگو کرتے ہیں - مناظرہ کے خاتمہ پر ایک سرکاری افسر نے احراری علماء کی نسبت کہا کہ ان لوگوں نے آج اسلام کو بہت بدنام کیا ہے - اور بہت گندی باتیں منہ سے نکالی ہیں - یہ لوگ ہماری مستورات کی موجودگی میں ناشائستہ حرکات کرتے رہے - کیا ہم ان سے یہ اسلام سیکھنے آئے تھے - ہمارے لئے احمدی جماعت ہی قابل عزت ہے - اور ہم ایسے علماء پر احمدیوں کو ترجیح دیتے ہیں - ایک احراری مولوی صاحب کے یہ کہنے پر کہ ابتداء احمدیوں نے کی ہے صاحب موصوف نے کہا کہ ہرگز نہیں ابتداء اور انجام سب تمہاری طرف سے ہوا۔[4]

---

[1] - الفضل ۲۰ اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۲ ÷ [2] - الفضل ۱۶ اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۲ ÷
[3] - الفضل ۹ جون ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱ ÷ [4] - الفضل ۵ ستمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ ÷

۵ مباحثہ منڈی لموٹ (ضلع فیروزپور) ۲۸-۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء کو مولوی ابوالعطاء صاحب نے سائیں لال حسین صاحب اختر سے تینوں اختلافی (وفات مسیح، مسئلہ نبوت اور صداقت مسیح موعودؑ) مسائل پر مناظرہ کیا۔ مناظرہ کے دوران غیر احمدی مناظر اور صدر نے گالیاں دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا حتی کہ ہندوؤں نے بآواز بلند کہا۔ کہ غیر احمدی مولوی گالیوں پر اتر آئے ہیں آپ ان کی گالیوں کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ مگر احمدی مناظر نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے عین مطابق آخر وقت تک متانت و شائستگی سے بحث جاری رکھی۔ [1]

نئے مبائعین ۱۹۳۹ء میں بہت سے افراد داخل احمدیت ہوئے۔ خصوصاً جلسہ خلافت جوبلی کے موقعہ پر سینکڑوں اصحاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ سے وابستہ ہوئے۔[2] جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی قوت قدسی اور روحانی جذب و کشش کا واضح نتیجہ اور سلسلہ احمدیہ کی حقانیت کا بھاری ثبوت تھا۔

فصل ششم

۱۹۳۹ء میں سلسلہ احمدیہ کا مرکزی نظام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے قیام خلافت ثانیہ کے بالکل ابتدائی ایام میں (جبکہ انجمن کا خزانہ خالی تھا۔ اور منکرین خلافت نظام خلافت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلے ہوئے تھے) ۱۲ اپریل ۱۹۱۴ء کو پیشگوئی فرمائی تھی کہ:۔

"خدا ہی کے حضور سے سب کچھ آویگا۔ میرا خدا قادر ہے جس نے یہ کام میرے سپرد کیا ہے۔ وہی مجھے اس عہدہ برآ ہونے کی توفیق اور طاقت دیگا۔ کیونکہ ساری طاقتوں کا مالک تو وہ آپ ہی ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اس مقصد کے لئے بہت روپیہ کی ضرورت ہے بہت آدمیوں کی ضرورت ہے۔ مگر اُس کے خزانوں میں کس چیز کی کمی ہے؟ کیا اس نے

---

[1] الفضل ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۵۔ [2] فہرست کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۳ فروری ۱۹۴۰ء صفحہ ۸۔ ۱۵ فروری ۱۹۴۰ء صفحہ ۲۔ ۲۳ فروری ۱۹۴۰ء صفحہ ۹۔

پہلے ہم اس کے عجائبات قدرت کے تماشے دیکھ نہیں چکے؟ یہ جگہ جس کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا اس کے مامور کے باعث دنیا میں شہرت یافتہ ہے اور جس طرح پر خدا نے اس سے وعدہ کیا تھا ہزاروں نہیں لاکھوں لاکھ روپیہ اس کے کاموں کی تکمیل کے لئے اس نے آپ بھیجدیا اس نے وعدہ کیا تھا۔ یَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ تیری مدد ایسے لوگ کریں گے جن کو ہم خود وحی کریں گے۔ پس میں جبکہ جانتا ہوں کہ جو کام میرے سپرد ہوا ہے یہ اسی کا کام ہے اور میں نے یہ کام خود اس سے طلب نہیں کیا۔ خدا نے خود دیا ہے۔ تو وہ انہی رجال کو وحی کرے گا جو مسیح موعودؑ کے وقت وحی کیا کرتا تھا۔ پس میرے دوستو! روپیہ کے معاملہ میں گھرانے اور فکر کرنے کی کوئی بات نہیں۔ وہ آپ سامان کرے گا۔ آپ اپنی سعادتمند روحوں کو میرے پاس لائے گا جو ان کاموں میں میری مددگار ہوں گی۔"[1]

یہ خدائی بشارت خلافت ثانیہ کی پہلی ربع صدی میں انتہائی مخالف حالات کے باوجود جس شان و شوکت سے پوری ہوئی اُس کا کسی قدر اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ سلسلہ احمدیہ کا مرکزی نظام جو خلافت ثانیہ کے آغاز میں مختصر پیمانہ میں جاری تھا خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خلافت ثانیہ کے پہلے پچیس ۲۵ سالہ عہد خلافت میں ہی حیرت انگیز طور پر وسعت پکڑ گیا۔ جس کا کسی قدر اندازہ ۱۹۳۹ء کے مرکزی نظام (صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید) کے مختلف شعبوں پر ایک نظر ڈالنے سے بآسانی ہو سکے گا۔

صدر انجمن احمدیہ

۱۹۳۹ء میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ہندوستان میں ۶۸۷ شاخیں موجود تھیں اور اس کے حسب ذیل مرکزی محکمے قائم تھے:۔

۱۔ نظارت علیا[2]:۔ (ناظر اعلیٰ حضرت چوہدری فتح محمد صاحبؓ سیال)

۲۔ نظارت دعوۃ و تبلیغ[3]:۔ (ناظر حضرت مولوی عبد المغنی خاں صاحبؓ)

۳۔ نظارت تعلیم و تربیت[4]:۔ (ناظر حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ)

---

[1] منصب خلافت صفحہ ۱۸-۱۹ طبع اوّل (تقریر حضرت خلیفہ ثانیؓ فرمودہ ۱۲ اپریل ۱۹۱۴ء بمقام قادیان)

[2] نائب ناظر:۔ حضرت خانصاحب منشی برکت علی صاحبؓ۔ ہیڈ کلرک:۔ قاضی عبد الرحمٰن صاحب۔ سپرنٹنڈنٹ:۔ سید محمد اسمٰعیل صاحبؓ۔

[3] معاون ناظر:۔ مرزا عبد الغنی صاحب۔ انچارج شعبہ نشر و اشاعت و ترقی اسلام:۔ حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب نیّرؓ۔ مہتمم نشر و اشاعت:۔ گیانی عباد اللہ صاحب و خلیفہ صلاح الدین صاحب (مرحوم) ہیڈ کلرک:۔ پیر خلیل احمد صاحب (مرحوم)۔

[4] انسپکٹر تعلیم و تربیت:۔ مولوی قمر الدین صاحب فاضل۔ ہیڈ کلرک نظارت تعلیم و تربیت:۔ چوہدری ظہور احمد صاحب۔

۴۔ نظارت بیت المال:[1]۔ (ناظر۔ حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحبؓ)

۵۔ سیکرٹری مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ:۔ (حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ)

۶۔ نظارت تالیف تصنیف:۔ (ناظر حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ)

۷۔ نظارت اُمور خارجہ:[2]۔ (ناظر حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ)

۸۔ نظارت اُمور عامہ:[3]۔ (ناظر۔ حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ)

۹۔ نظارت ضیافت:[4]۔ (ناظر۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ)

۱۰۔ صیغہ پرائیویٹ سیکرٹری:[5]۔ (ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے)

۱۱۔ صیغہ محاسب:۔ (محاسب مرزا محمد شفیع صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر ڈاکخانہ جات)

۱۲۔ صیغہ آڈیٹر:۔ (افسر چوہدری برکت علی خاں صاحبؓ)

۱۳۔ صیغہ امانت:۔ (افسر خاں صاحب منشی برکت علی خاں صاحبؓ شملوی)

۱۴۔ محکمہ قضاء:۔ (انچارج مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل)

قاضی صاحبان۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ۔ مولانا ارجمند خاں صاحب۔ مولانا ظہور حسین صاحب حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ مبلغ ماریشس۔ مولانا تاج الدین صاحب۔ مرزا عبدالحق صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ مرزا برکت علی صاحب۔

۱۵۔ صیغہ افتاء:۔ (انچارج۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ)۔ (مفتی سلسلہ۔ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؓ ہلال پوری)۔

۱۶۔ نظامت جائیداد:[6]۔ (ناظم۔ ملک مولا بخش صاحبؓ ریٹائرڈ کلرک آف کورٹ)

---

[1]۔ نائب ناظر بیت المال:۔ حضرت منشی برکت علی صاحب۔ معاون ناظر بیت المال:۔ بابو عبدالعزیز صاحب۔ ہیڈ کلرک بیت المال:۔ منشی عبدالرحیم صاحب نومسلم ٭ [2]۔ ہیڈ کلرک نظارت امور خارجہ:۔ قریشی رشید احمد صاحب لدر شد احمدیہ کمپنی انڈین ٹیریٹوریل فورس کے افسر۔ مرزا داؤد احمد صاحب ٭ [3]۔ معاون ناظر:۔ شیخ یوسف علی صاحب بی۔ اے (مرحوم) ہیڈ کلرک:۔ منشی کلیم الرحمٰن صاحب۔ نگران شعبہ تنفیذ:۔ میاں حامد حسین خانصاحب۔ نگران شعبہ رشتہ ناطہ:۔ بابو فقیر علی صاحب۔ انچارج کارخاص:۔ مولوی نذیر احمد صاحب۔ (مشیر قانونی) مولوی فضل الدین صاحب وکیل ٭ [4]۔ پرسنل اسسٹنٹ:۔ حاجی سراج الدین صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر ٭ [5]۔ معاون۔ ملک محمد عبداللہ صاحب فاضل ٭ [6]۔ مختار عام:۔ منشی محمد الدین صاحب ملتانی۔ افسر تعمیرات:۔ سید سردار حسین صاحب (مرحوم) ٭ (بحوالہ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۴۰-۱۹۳۹ء)

تحریکِ جدید

صدر انجمن کے بعد اب ذرا تحریکِ جدید کی وسعت پر ایک نظر ڈالئے۔ ۱۹۳۹ء تک تحریکِ جدید کے مندرجہ ذیل شعبے قائم ہو چکے تھے:۔

۱۔ دفتر تحریکِ جدید:۔ (انچارج مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور)

۲۔ دفتر فنانشل سیکرٹری:۔ (فنانشل سیکرٹری چوہدری برکت علی خاں صاحب)

۳۔ صیغہ امانت جائیداد تحریکِ جدید (سیکرٹری قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) اور انچارج دفتر۔ مولوی بابو فخر الدین صاحب)۔

۴۔ دفتر تجارت:۔ (حضرت خانصاحب ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر)۔

۵۔ بورڈنگ تحریکِ جدید:۔ (وارڈن خانصاحب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب۔ سپرنٹنڈنٹ صوفی غلام محمد صاحب بی۔ایس۔سی)۔

۶۔ دارالصناعت:۔ (نگران۔ بابو اکبر علی صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر آف ورکس)۔

۷۔ بورڈنگ دارالصناعت:۔ (سپرنٹنڈنٹ مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی)۔[1]

خلافتِ ثانیہ کے پہلے پچیس۲۵ سالہ عہد میں اموال کی ترقی

خلافتِ ثانیہ کے قیام کے وقت غیر مبائع اصحاب خزانہ قریباً خالی چھوڑ کر گئے تھے۔ مگر ۳۹-۱۹۳۸ء میں صدر انجمن[2] کی سالانہ آمد تین لاکھ اٹھائیس ہزار دو صد ستاسی تھی۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

گوشوارہ آمد ۴۰-۱۹۳۹ء نظارت بیت المال قادیان

(باستثناء صیغہ جات تجارتی)

مدات	بجٹ	آمد	کمی	بیشی
چندہ عام	۱۰۴۰۰۰	۹۶۲۸۳	۷۷۱۷	-
چندہ مستورات	۲۵۰۰	۱۶۷۸	۸۲۲	-

۱؎ ۔ الحکم ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۵۸ سے ملخصاً۔ ۲؎ ۔ تحریک جدید، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ وغیرہ عظیم الشان تنظیموں کی آمد اس میں شامل نہیں ہے۔

مدات	بجٹ	آمد	کمی	بیشی
حصہ آمد	۱۲۵۰۰۰	۱۳۶۲۵۵	-	۱۱۲۵۵
میزان	۲۳۱۵۰۰	۲۳۴۲۱۶	-	۲۷۱۶
حصہ جائیداد بہشتی مقبرہ	۹۰۰۰	۱۲۷۷۵	-	۳۷۷۵
اشاعت اسلام	۱۵۰۰	۹۸۳	۵۱۷	-
جلسہ سالانہ	۳۰۰۰۰	۱۹۲۴۶	۱۰۷۵۴	-
زکوٰۃ	۵۰۰۰	۳۷۳۸	۱۲۶۲	-
صدقات	۹۰۰۵	۸۷۲۵	۲۸۰	-
دیگر چندے	۶۱۲۴	۷۳۲۸	-	۱۲۰۴
میزان	۶۰۶۲۹	۵۲۷۹۵	۷۸۳۴	-
چندہ خاص توسیع مساجد وغیرہ	۳۵۰۰۰	۵۷۴۰	۲۹۲۶۰	-
(توسیع مساجد)	-	۳۹۳۷	-	۳۹۳۷
میزان جملہ چندہائے مع چندہ خاص	۳۲۷۱۲۹	۲۹۶۶۸۸	۳۰۴۴۱	-
واپسی قرضہ	۱۶۰۰	۲۴۰۸	-	۸۰۸
گرانٹ سرکاری	۱۳۰۵۷	۱۲۸۸۶	۱۷۱	-
فیس	۱۷۱۵۰	۱۵۵۹۶	۱۵۵۴	-
متفرق	۱۰۲۴	۷۰۹	۳۱۵	-
میزان آمد صیغہ جات	۳۲۸۳۱	۳۱۵۹۹	۱۲۳۲	-
میزان کل آمد چندہ و آمد صیغہ جات	۳۵۹۹۶۰	۳۲۸۲۸۷	۳۱۶۷۳	- ۱؎

۱؎ رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ ۱۹۳۹-۴۰ء صفحہ ۱۰۹

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے تھے۔ اور اس طرح ۱۴ مارچ ۱۹۳۹ء کو آپ کی خلافت پر ـــــ ہاں کامیاب و کامران مظفر و منصور، مبارک و مسعود، شاہد و شہود، عامر و معمور خلافت پر پچیس سال کا عرصہ پورا ہو گیا۔

صداقت اور خدمت کی شان عرصوں اور زمانوں کی قید سے بالا ہے۔ اور شہید امت سلطان فتح علی ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کے بقول "گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی اچھی ہے"۔[1] مگر ان پچیس برسوں کا کیا کہنا۔ جس کے ایک ایک دن کی ایک ایک ساعت اسلام و احمدیت کی خدمت، بنی نوع انسان کی ہمدردی اور حق و صداقت کی اشاعت کے لئے وقف رہی۔ یہ ایک نہایت مبارک دور تھا۔ جس کے پہلے سال جماعتِ احمدیہ انشقاق و افتراق اور تشتت اور ادبار کی پُرخطر اور عمیق وادیوں میں گھری ہوئی پائی گئی۔ مگر جس کے پچیسویں سال میں وہ عظمت و شوکت کے بلند اور پُرشکوہ مینار تک جا پہنچی۔ اور یہ سب کامیابیاں، کامرانیاں اور فتوحات خدا کے فضل اور رحم کیساتھ اُس کمزور نحیف اور بیمار انسان کو نصیب ہوئیں۔ جو خود اپنے ہی بعض ساتھیوں کی نگاہ میں حقیر اور ناچیز سمجھا جاتا تھا۔ اور جمہوریت کے دلدادہ مغربیت کے خوگر محض غیروں میں مقبول ہونیکی خاطر اُسے بچہ کہکر اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے مگر اس "بچہ" کے ہاتھوں ہر جہاندیدہ اور ہر تجربہ کار کو شکستِ فاش ہوئی۔ فرزانے ہار گئے اور دیوانوں کی جیت ہوئی۔ کوئی دقیقہ اُس کو ناکام بنانے کیلئے اٹھا نہیں رکھا گیا اور کوئی حملہ نہیں جو اُس کے بڑھتے ہوئے قدم کو روکنے کی خاطر نہیں کیا گیا۔ مگر جونہی دشمن خدا کے اس بندہ کو شکست دینے کا یقین کر لیتا آسمان سے اس کی فتح کے شادیانے بجا دیئے جاتے اور نصرتوں کی فوج اس کی مدد کیلئے اتر آتی۔ اور یہ اس لئے ہوا تا دنیا کو یقین ہو کہ نفس عمر کی خلافت۔ خلافتِ حقہ ہے۔ جس کا محافظ خود عرش کا خدا ہے۔ کوئی نہیں جو اُس کی مقدس قبا پر ہاتھ ڈال سکے۔ کوئی نہیں جو اس کی تقدیروں کو بدل سکے۔ اور یہی وہ اٹل حقیقت تھی جسکا اعلان حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اوائل خلافت میں ہی کر دیا تھا۔ چنانچہ حضور نے ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء کو ایک ٹریکٹ شائع کیا جس میں تحریر فرمایا:۔

---

[1] "تاریخ سلطنت خداداد میسور" صفحہ ۳۴۳ (مؤلفہ محمود بنگلوری ناشر پبلشرز یونائیٹڈ چوک انارکلی لاہور طبع سوم)۔

"مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے کبھی انسان سے خلافت کی تمنا نہیں کی اور یہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے بھی کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ وہ مجھے خلیفہ بنا دے۔ یہ اس کا اپنا فعل ہے۔ یہ میری درخواست نہ تھی۔ میری درخواست کے بغیر یہ کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے کہ اُس نے اکثروں کی گردنیں میرے سامنے جُھکا دیں۔ مَیں کیونکر تمہاری خاطر خدا تعالیٰ کے حکم کو رد کر دوں۔ مجھے اُس نے اسی طرح خلیفہ بنایا جس طرح پہلوں کو بنایا تھا۔ گو مَیں حیران ہوں کہ میرے جیسا نالائق انسان اسے کیونکر پسند آ گیا۔ لیکن جو کچھ بھی ہو اُس نے مجھے پسند کر لیا اور اب کوئی انسان اس کُرتہ کو مجھ سے نہیں اتار سکتا جو اُس نے مجھے پہنایا ہے۔ یہ خدا کی دین ہے۔ اور کونسا انسان ہے جو خدا کے عطیہ کو مجھ سے چھین لے۔ خدا تعالیٰ میرا مددگار ہو گا۔ مَیں ضعیف ہوں مگر میرا مالک بڑا طاقتور ہے۔ مَیں کمزور ہوں مگر میرا آقا بڑا توانا ہے۔ مَیں بلا اسباب ہوں مگر میرا بادشاہ تمام اسبابوں کا خالق ہے۔ مَیں بے مددگار ہوں مگر میرا رب فرشتوں کو میری مدد کے لئے نازل فرمائے گا (انشاء اللہ) مَیں بے پناہ ہوں مگر میرا محافظ وہ ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی پناہ کی ضرورت نہیں۔"[1]

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(خدائے عزّ وجل کی دی ہوئی توفیق اور محض اُس کے فضل و عنایت سے جماعت احمدیہ کے پہلے پچاس سالہ دَور کی تاریخ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی)

---

[1] پمفلٹ "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" صفحہ ۷ مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء مطبوعہ اللہ بخش سٹیم پریس قادیان۔

ضمیمہ

۱۔ ۱۹۳۸ء کے پہلے وقف زندگی فارم کا نمونہ (صفحہ ۱)

۲۔ موجودہ فارم معاہدۂ وقفِ زندگی کا نمونہ (صفحہ ۲)

۳۔ مجاہدین بیرون ہند کے لئے ضروری ہدایات کی نقل (صفحہ ۴)

۴۔ نقل فارم وقف جائیداد و آمد (صفحہ ۵)

۵۔ نقل معاہدہ وقف آمد (″)

۶۔ چربہ مکتوب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بنام چوہدری برکت علی صاحبؓ فنانشل سیکرٹری تحریک جدید (صفحہ ۶)

۷۔ غیر ملکی طلباء کی فہرست (صفحہ ۸)

۸۔ رجسٹر ''روایات صحابہ'' کے راویوں کی فہرست (صفحہ ۱۰)

۹۔ قادیان کے صحابہ کی فہرست (صفحہ ۳۴)

۱۰۔ نمونہ لوائے احمدیت (صفحہ ۵۵)

۱۱۔ نمونہ لوائے خدام الاحمدیہ (صفحہ ۵۶)

۱۲۔ نمونہ لوائے لجنہ اماء اللہ (″)

(ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمہ

"تاریخ احمدیت" جلد ہشتم

۱۔ ۱۹۳۸ء کے پہلے فارم وقفِ زندگی کا نمونہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

فارم معاہدہ وقفِ زندگی

مَیں اپنی ساری زندگی برضاء و رغبت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بغیر کسی قسم کی شرط کے وقف کرتا ہوں۔ اور دفتر تحریک جدید سے مندرجہ ذیل عہد کرتا ہوں:۔

۱۔ اس عرصہ میں اگر میرے گزارہ کے لئے کوئی رقم مقرر کی جائے گی تو اسے انعام شمار کرتے ہوئے قبول کروں گا۔ اور کسی رقم کو بطور اپنے حق کے شمار نہیں کروں گا۔

۲۔ اس عرصہ میں جو صورت میری ٹریننگ کے لئے دفتر تحریک جدید کی طرف سے تجویز کی جاویگی اس کی پورے طور پر پابندی کروں گا۔

۳۔ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ کام سے بھی جو میرے لئے تجویز کیا جاویگا رُوگردانی نہ کرونگا۔ بلکہ نہایت خندہ پیشانی اور اپنی پوری کوشش سے سرانجام دوں گا۔

۴۔ اگر میرے لئے بیرون ہند کوئی کام سپرد کیا جائے تو بخوشی اسے سرانجام دوں گا۔

۵۔ اگر میرے وقف کردہ عرصہ کے اندر دفتر تحریک جدید مجھے علیحدہ کردے تو اس میں مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ لیکن مجھے یہ اختیار نہ ہوگا کہ عرصہ معہودہ میں اپنی مرضی سے اپنے آپ کو ان فرائض سے علیحدہ کرسکوں جو میرے سپرد کئے گئے ہوں۔

۶۔ جس شخص کے ماتحت مجھے کام کرنے کے لئے کہا جائیگا اسکی کامل تابعداری کروں گا۔

دستخط ــــــــ

نام ــــــــ

مکمل پتہ ــــــــ

تاریخ ــــــــ

میرے کوائف حسب ذیل ہیں :-

۱- عمر
۲- تعلیم دنیوی و دینی -
۳- کون کونسی زبانوں سے واقف ہیں اور ان زبانوں کی تحریر و تقریر میں کس حد تک مہارت ہے ؟
۴- شادی شدہ ہیں یا بغیر شادی شدہ -
۵- کیا اپنے حالات کے ماتحت مستقل طور پر کسی بیرون ہند ملک میں رہائش کر سکتے ہیں ؟
۶- دیگر متفرق ضروری حالات -

[illegible] پاکستان

نوٹ - زائد امور کو فارم ہذا کی پشت پر بھی درج کیا جا سکتا ہے -

۲- موجودہ فارم معاہدہ وقفِ زندگی کا نمونہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

مَیں اپنی ساری زندگی برضا و رغبت محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے بغیر کسی قسم کی شرط کے وقف کرتا ہوں -

(۱) مَیں ہر قسم کی خدمت کو جو میرے لئے تجویز کی جائے گی بغیر کسی معاوضہ کے ان ہدایات کے مطابق بجا لاؤں گا جو میرے لئے تجویز ہوں گی -

(۲) مَیں کسی وقت بھی نظام سلسلہ کے خلاف عملاً یا قولاً کوئی حرکت نہیں کروں گا - بلکہ ہمیشہ جملہ ہدایات مرکزیہ کی پابندی کروں گا - اسی طرح نظام وقف تحریک جدید کا بھی پورا احترام کروں گا - اور لفظاً اور معناً اس کی اتباع کروں گا -

(۳) اگر میرے لئے یا میرے اہل و عیال کے گذارہ کے لئے کوئی رقم دفتر تحریک جدید کی طرف سے منظور کی جائے گی تو اسے بطور اپنے حق کے شمار نہیں کروں گا - بلکہ اسے انعام سمجھتے ہوئے قبول کرونگا -

(۴) جو صورت میری تعلیم یا تربیت کے لئے تجویز کی جائے گی اس کی پورے طور پر پابندی کروں گا -

(۵) کسی ادنیٰ سے ادنیٰ کام سے بھی جو میرے لئے تجویز کیا جائے گا روگردانی نہیں کروں گا - بلکہ نہایت خندہ پیشانی اور پوری کوشش سے سرانجام دوں گا -

(۶) اگر میرے لئے کسی وقت کوئی سزا تجویز کی جائے گی تو بلا چون وچرا اور بلا عذر اسے برداشت کرونگا -

(۷) جب مجھے تحریک جدید کی طرف سے خواہ اندرون پاکستان یا بیرون پاکستان جہاں بھی مقرر کیا جائیگا وہاں بخوشی دفتر کی ہدایات کے مطابق کام کروں گا -

(۸) اگر کسی وقت مجھے کسی وجہ سے وقف سے علیحدہ کیا جائے گا تو اس میں مجھے کوئی اعتراض نہیں

ہوگا۔ لیکن مجھے یہ اختیار نہ ہوگا کہ کسی وقت بھی اپنی مرضی سے اپنے آپ کو ان فرائض سے علیحدہ کرسکوں جو میرے سپرد کئے گئے ہوں گے۔

(۹) میں ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ خواہ وہ مالی ہو یا جانی ہو۔ عزت کی ہو یا جذبات کی ہو۔

(۱۰) جس شخص کے ماتحت مجھے کام کرنے کیلئے کہا جائیگا اسکی کامل تابعداری کروں گا۔

(۱۱) میں نے فارم معاہدہ وقف زندگی کی جملہ شرائط کو خوب سوچ کر اور ان کی پابندی کا پورا عزم کرکے پُر کیا ہے۔

نام

دستخط مکمل پتہ

تاریخ

:فارم کوائف:

۱۔ نام اور مکمل پتہ :۔

۲۔ تاریخ پیدائش :۔

۳۔ والد صاحب کا نام اور مکمل پتہ :۔

۴۔ سرپرست کا نام اور مکمل پتہ :۔

۵۔ تعلیم کیا ہے؟ کون کون سے امتحان کن مضامین میں، کس کس ڈویژن میں پاس کئے ہیں۔ نمبر حاصل کردہ۔

۶۔ اگر تعلیم جاری ہے تو کس کلاس میں پڑھ رہے ہیں .... کس سکول یا کالج میں ....

۷۔ کن مضامین میں زیادہ دلچسپی ہے۔

۸۔ دینی معلومات کسقدر ہیں ...... دینیات اور سلسلہ کی کون کونسی کتب پڑھی ہیں ....

۹۔ کیا پیدائشی احمدی ہیں؟ .... اگر نہیں تو تاریخ بیعت لکھیں۔

۱۰۔ مجرد ہیں یا شادی شدہ؟

۱۱۔ اگر شادی شدہ ہیں تو کتنے بچے ہیں۔ ان کی عمریں کیا کیا ہیں۔

۱۲۔ پیشہ کیا ہے؟

۱۳۔ اصل وطن کونسا ہے؟

۱۴۔ موجودہ مستقل رہائش کہاں ہے اور کتنے عرصہ سے۔

۱۵۔ گزارہ کی موجودہ صورت کیا ہے۔ اپنی / والد یا سرپرست کی۔

۱۶۔ والد یا سرپرست کی ماہوار آمد کتنی ہے؟

۱۷۔ اگر خود برسر روزگار ہیں تو ماہوار آمد کتنی ہے؟
۱۸۔ ملازمت کی صورت میں کس قسم کے کام کا تجربہ ہے؟
۱۹۔ ملازمت کے علاوہ کس کام کا تجربہ ہے۔ صنعت کاروبار وغیرہ (تفصیل لکھیں)
۲۰۔ کیا کبھی تقریر کرنے کا موقع ملا ہے؟
۲۱۔ طبیعت کا ذاتی رجحان کس طرف ہے۔ جیسے زمینداری تبلیغی۔ دفتری کام۔ تجارت وغیرہ۔
۲۲۔ کس مجلس خدام الاحمدیہ یا انصاراللہ سے تعلق ہے؟
۲۳۔ کیا کسی مجلس کا کوئی عہدہ آپ کے سپرد تھا؟
۲۴۔ عام صحت کیسی رہتی ہے؟
۲۵۔ امیر جماعت یا پریذیڈنٹ کا مکمل پتہ۔
۲۶۔ اپنے خاندان کے چند معروف احمدی احباب کے نام و پتہ لکھیں۔ ان سے کیا رشتہ ہے؟
۲۷۔ کیا کبھی قادیان یا ربوہ میں قیام رہا ہے؟
(ا) کب اور کتنے عرصے کے لئے۔
(ب) کس سلسلہ میں۔
۲۸۔ انگریزی عربی یا کوئی غیر ملکی زبان جانتے ہیں؟ کس حد تک۔
۲۹۔ کیا مضامین لکھتے رہے ہیں۔ کس زبان میں۔ کس قسم کے موضوع پر؟
۳۰۔ کیا کبھی کسی غیر ملک میں قیام رہا ہے۔ کتنا عرصہ...... کس غرض کے لئے؟
۳۱۔ کوئی خاص قابل ذکر امر۔

دستخط تاریخ

نام و مکمل پتہ

۳۔ مجاہدین بیرون ہند کے لئے ضروری ہدایات کی نقل

۱۔ ہفتہ وار مکمل رپورٹ ڈائری کی صورت میں بلاناغہ بھیجا کریں۔ کہ یہ بھی اُن کے فریضہ کا ایک ضروری حصہ ہے۔ ہر روز سونے سے پیشتر صبح سے شام تک کے حالات کو اپنی ڈائری میں درج کر لیا کریں۔ ڈائری اور رپورٹ باقاعدہ نہ بھیجنے سے اُس کا نام واقفین کی لسٹ سے کاٹا بھی جا سکتا ہے۔

۲۔ ہر قسم کی معلومات دینی ہوں۔ دُنیوی ہوں۔ سیاسی ہوں۔ اقتصادی ہوں۔ مرکز کو بھجواتے رہیں۔

۳۔ تبلیغ کے قیمتی مواقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

۴۔ جو لوگ احمدی ہوں اُن کا تعلق مرکز سے مضبوط کیا جاوے۔ اور اُن کو باقاعدہ اور باشرح چندہ دینے والا بنایا جائے۔

۵۔ شائع شدہ لٹریچر کو نہایت احتیاط سے تقسیم کیا جائے اور مضامین کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے۔

۶۔ ہندوستان کے احمدیوں اور مقامی احمدیوں میں باہمی تجارتی تعلقات کو قائم کیا جاوے۔

۷۔ کوشش کریں کہ جلد از جلد اپنے اخراجات کا بوجھ خود اٹھانے کے قابل ہو جائیں۔ تا کہ مرکز اُن کے خرچ سے بے نیاز ہو کر دوسرے ممالک میں مشن قائم کر سکے اور کام کو اور وسیع کیا جائے۔

۸۔ جس قدر رقم چندوں میں وصول ہو۔ اُس کا ۳/۴ مقامی اخراجات پر باقاعدہ طریق پر خرچ ہو سکے گا۔ جس کے لئے مرکز سے بجٹ کی منظوری حاصل کرنی ضروری ہوگی۔ باقی ۱/۴ حصہ مرکز میں بھجوانا ضروری ہوگا۔ تا کہ اس ملک کے لوگ دوسرے ممالک میں تبلیغ کے وسیع کام میں شامل ہو کر ثواب حاصل کر سکیں۔"

(مطالبات تحریکِ جدید صفحہ نمبر ۵۷-۵۶)

۴۔ نقل فارم وقف جائیداد و آمد

معاہدۂ وقف جائیداد | مَیں اپنی جائیداد اسلام اور احمدیت کی ضرورت کے لئے وقف کرتا ہوں۔ اور عہد کرتا ہوں۔ کہ مطالبہ کے وقت وقف شدہ جائیداد میں سے جو جائیداد موجود ہوگی۔ اس پر جو حصہ رسدی مطلوبہ رقم بموجب ہدایات دفتر تحریکِ جدید۔ میرے ذمہ ڈالی جائے گی اُسے ادا کروں گا۔ میری وقف شدہ جائیداد کی موجودہ قیمت اندازاً .... روپے ہے۔

نوٹ:۔ مکان اور زمین کی صورت میں یہ بھی لکھیں کہ کہاں واقع ہے۔ زیور کی صورت میں وزن بھی لکھیں۔

تفصیل جائیداد وقف شدہ

....

(مطالبات تحریکِ جدید صہ ۱۵۲)

۵۔ نقل معاہدۂ وقف آمد

معاہدۂ وقف آمد | مَیں اپنی .... ماہ کی آمد اسلام اور احمدیت کی ضرورت کے لئے وقف کرتا ہوں۔ اور عہد کرتا ہوں کہ مطالبہ کے وقت جو ماہوار آمد ہوگی اس کے حساب سے جو حصہ رسدی مطلوبہ رقم بحسب ہدایت دفتر تحریکِ جدید میرے ذمہ ڈالی جائے گی۔ میں اُسے ادا کر دوں گا۔ میری موجودہ ماہوار آمد بعد وضع وصیت و ٹیکس ....

.... روپے ہے۔

نوٹ:۔ دو ۲ ماہ سے زائد آمد کا وقف قبول نہیں کیا جائے گا۔

تاریخ
باقی تفصیل فارم کی پشت پر لکھیں۔

دستخط:
نام مع ولدیت:

موجودہ پتہ:
مستقل پتہ:

(مطالبات تحریک جدید صفحہ ۱۵۳)

(چربہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک مکتوب گرامی (مورخہ ۳ جولائی ۱۹۳۵ء) بنام چوہدری برکت علی صاحبؓ فنانشل سیکرٹری تحریک جدید

مکرم چوہدری

مکرم چوہدری برکت علی خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میری طرف سے ان اللہ تعالیٰ

کا شکریہ ادا کریں کہ خواہ وہ مرکز کے ہوں یا جماعت کے عشق کے لئے

تمام ان احباب کو جنہوں نے میری تحریک کو پورا کیا یا کر رہے ہیں بندہ

کو دین و دنیا اور اگر سکا اپنے خاص فضلوں سے حصہ دے اور جو

باقی سب انہیں فضل فرما کر اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق دے اور سب
اپنے فضل سے حصہ لینے کی توفیق بخشے

[illegible] دفتر سے رپورٹ پیش ہو کہ کل وعدے کیا ہوئے ہیں
اور [illegible] وصولی کس قدر ترجمہ قرآن کا اس وقت کتنے میں
کا اندازہ لگایا جاتا ہے - تا کہ دوسری [illegible] اور کس قدر خرچ ہوا اور یہ
کہ وعدے ترجمہ [illegible] کا اعلان ہے

اب جو لوگ باقاعدہ منظم کوشش کریں اور
افراد سے زیادہ سے زیادہ وصول لینے کی کوشش کریں

الحمد للہ کہ ۵۵ فیصدی وصول ہو گیا ہے اب ضرورت ہے کہ
جو لوگ باقی ہیں ان کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے

والسلام
خاکسار
مرزا محمود احمد

چوہدری برکت علی خاں

فائنانشل سیکرٹری

پتہ:-

تحریک جدید

قادیان - ضلع گورداسپور

تحریکِ جدید کے زیرِ انتظام مرکزِ سلسلہ میں دینی تعلیم حاصل کرنیوالے غیر ملکی طلباء کی

فہرست

نمبر شمار	نام	ملک	تاریخ آمد	تاریخ فراغت	کیفیت
۱	محمد زہدی	ملایا	۱۳-۵-۴۳	۲۱-۴-۴۴	مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا
۲	محمد عبد اللہ پاشا	مالا بار	۱۳-۶-۴۴	۱۲-۶-۴۴	" " "
۳	عبد الشکور کنزے	جرمنی	۱۰-۱-۴۹	۲۱-۶-۵۱	
۴	رشید احمد	امریکہ	۲۴-۱۲-۴۹	۱۷-۳-۵۳	
۵	ابراہیم عباس	سوڈان	۳-۳-۵۰	۱۹-۳-۵۷	
۶	احمد سیرجا	جاوا	۲-۵-۵۰		
۷	رضوان عبد اللہ	حبشہ	۳-۱۲-۵۰	۹-۱-۵۳	
۸	صالح شبیبی	جاوا	۲۵-۱۲-۵۰	۲-۵-۵۳	
۹	عثمان چینی	چین	۷-۹-۴۹	۱۲-۶-۵۲	
۱۰	ابراہیم چینی	"	"	"	
۱۱	ادریس چینی	"	"	"	
۱۲	علی چینی	"	۱۶-۱-۵۰	۳۰-۸-۵۳	

نمبر شمار	نام	ملک	تاریخ آمد	تاریخ فراغت	کیفیت
۱۳	بختیار ذکریا	سماٹرا	۲۲-۷-۵۱	۱۳-۳-۵۳	
۱۴	عارف نعیم	سائپرس	۱۱-۱۱-۵۱	۱۷-۹-۵۶	
۱۵	زہیر السلام	انگلستان	۱۴-۱-۵۲	۱۵-۶-۵۶	
۱۶	محمد سلیم الجابی	شام	۲۶-۳-۵۲	۲-۲-۵۳	
۱۷	علی امین خلیل	سیرالیون	۱۵-۴-۵۲	۸-۸-۵۶	
۱۸	محی الدین شاہ	سماٹرا	۳۰-۵-۵۲	۱۷-۴-۵۳	
۱۹	محمود عبداللہ شبوطی	عدن	۲۶-۵-۵۲	۱۷-۲-۵۷	
۲۰	رحیم بخش	برٹش گی آنا		۸-۱۲-۵۴	
۲۱	مسٹر پی۔ ای۔ دکا۔ ایم اسمٰعیل	برما	۲۸-۸-۵۲	۲۶-۱۱-۵۲	
۲۲	محمد ابراہیم چینی	چین			
۲۳	منصور احمد انڈونیشین	انڈونیشیا			
۲۴	ادریس احمد	چینی			
۲۵	عبدالوہاب بن آدم	افریقہ			شاہد
۲۶	بشیر بن صالح	"			
۲۷	علی صالح	ٹورا افریقہ	۱-۱۱-۵۶		
۲۸	یوسف عثمان	" "	۱-۱۱-۵۶		جامعہ میں ہیں۔ تعلیم جاری ہے
۲۹	محمد عبداللہ شبوطی	عدن	۲۳-۹-۵۷		مولوی فاضل و شاہد ہے
۳۰	محمد ابراہیم سنگاپوری	سنگاپور	۱-۱۲-۶۰	۱۴-۱۰-۶۲	
۳۱	ظفر احمد ولیم	آئرشش	۱۰-۴-۶۱		
۳۲	اے۔ ایس داؤدا	سیرالیون افریقہ	۲۳-۵-۶۲	۱۰-۱-۶۵	شہادت الاجانب
۳۳	احمد شمیر سوکیہ	ماریشس	۶-۱۲-۶۲	۲۸-۷-۶۶	" "
۳۴	عبدالغنی کریم	پاڈانگ۔ انڈونیشیا	۱۴-۱۰-۶۲		ربوہ میں تعلیم پا رہے ہیں۔
۳۵	سفنی ظفر احمد	انڈونیشیا	۱۸-۷-۶۳		" " "
۳۶	حسن بصری	"	"		" " "
۳۷	عبدالقاہر	ترکستان	۳-۹-۶۳	۱۳-۲-۶۵	خارج شد
۳۸	یوسف پاسن	کماسی۔ غانا	۳-۱۰-۶۳	-	تعلیم پا رہے ہیں
۳۹	عبدالواحد بن داؤد	غانا۔ افریقہ	"	-	" "

نمبر شمار	نام	ملک	تاریخ آمد	تاریخ فراغت	کیفیت
۴۰	احمد یوشیدا جاپانی	جاپان	۲-۳-۶۵	-	تعلیم ادھوری چھوڑ کر چلے گئے
۴۱	عبدالمالک افریقی	غانا - افریقہ	۱۲-۹-۶۵	-	پڑھ رہے ہیں۔
۴۲	لقمان ادریس	جاکارتا - انڈونیشیا	۱۹-۵-۶۶	۱۰-۲-۶۷	خود چھوڑ کر چلے گئے
۴۳	ذوالکفلی لوبس	" "	"	-	پڑھ رہے ہیں۔
۴۴	سید طلی عزیز	" "	"	-	"
۴۵	محمد عبدی ردیلے	تنزانیہ افریقہ	۸-۱۰-۶۶	-	"
۴۶	حسن بصری	بوگور - انڈونیشیا	۱۸-۷-۶۶	-	"
۴۷	سفنی ظفر احمد	سماٹرا "	"	-	"
۴۸	عبدالرؤف فجی	فجی	۱۹-۱۱-۶۳	-	"

۷۔ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فہرست

(یعنی اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء جن کی روایات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خاص تحریک پر جمع کی گئیں۔ اور جو چودہ رجسٹروں کی صورت میں خلافت لائبریری ربوہ میں محفوظ ہیں)۔

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر	نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
	رجسٹر نمبر ۱		۷	چوہدری غلام حسین صاحب چک ۹۸ شمالی ضلع سرگودھا	۲۱
			۸	مخدوم محمد صدیق صاحب گھوگھیاٹ (زیارت ۱۹۰۳ء)	۲۴
۱	شیخ عبدالکریم صاحب کراچی	۱	۹	حاجی غلام احمد صاحب کریام ضلع جالندھر	۲۶
۲	محمد اکبر صاحب محلہ قدیر آباد ملتان	۴	۱۰	حافظ ملک محمد صاحب احمدیہ مسجد لاہور	۳۱
۳	ملک رسول بخش صاحب سب اوورسیر ڈیرہ غازیخان	۸	۱۱	ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب میڈیکل پریکٹیشنر قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ	۳۳
۴	شیخ صاحبدین صاحب سیکرٹری تبلیغ گوجرانوالہ	۱۰			
۵	چوہدری بدردین صاحب مبلغ قادیان	۱۳	۱۲	حکیم احمد الدین صاحب شاہدرہ موجد "طب جدید" شاہدرہ	۳۶
۶	منشی سکندر علی صاحب بھینی بانگر متصل قادیان	۱۶			

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱۳	مولوی مہر دین صاحب لالہ موسیٰ ضلع گجرات	۳۹
۱۴	فضل احمد صاحب پٹواری حلقہ گوردواس ننگل	۴۸
۱۵	شیخ قدرت اللہ صاحب نابھہ سٹیٹ	۵۰
۱۶	ڈاکٹر محمد الدین صاحب انچارج ہاسپٹل بنوں	۵۳
۱۷	چوہدری فتح محمد صاحب سکنہ بھینی بانگر متصل قادیان	۵۵
۱۸	مستری فقیر محمد صاحب قادرآباد متصل قادیان	۵۸
۱۹	" روڑا صاحب " "	۶۰
۲۰	خواجہ غلام نبی صاحب چکوال	۶۱
۲۱	میاں عطاء اللہ صاحب پھمبیاں ضلع ہوشیارپور	۶۳
۲۲	شیخ ڈاکٹر احمد الدین صاحب وڈالہ بانگرحال محمود آباد سندھ	۶۵
۲۳	حاجی محمد عبد اللہ خانصاحب شکار ماچھیاں ضلع گورداسپور	۶۷
۲۴	چوہدری علی محمد صاحب گوندل چک ۹۹ شمالی ضلع سرگودھا	۶۹
۲۵	" غلام رسول صاحب " "	۷۱
۲۶	" میاں خاں صاحب " "	۷۲
۲۷	" غلام محمد صاحب " "	۷۳
۲۸	نظام الدین صاحب سب پوسٹماسٹر نبی پور	۷۵
۲۹	چوہدری غلام سرور صاحب چک ۵۵ ج ب	۷۷
۳۰	مولوی غلام محمد صاحب پھیروچیچی ضلع گورداسپور	۸۲
۳۱	شیخ زین العابدین صاحب برادر شیخ حامد علی صاحب تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور	۸۷
۳۲	مرزا دین محمد صاحب لنگروال	۹۳
۳۳	حکیم اللہ دتہ صاحب شاہ پور ضلع گورداسپور	۱۰۰
۳۴	میر عنایت علی صاحب لدھیانہ	۱۰۷
۳۵	اہلیہ " " "	۱۲۸
۳۶	چوہدری باغ محمد صاحب شاہ پور ضلع گورداسپور	۱۳۰
۳۷	گلاب خانصاحب پنشنر شہر سیالکوٹ	۱۳۳ و ۲۲۱

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۳۸	شیر خاں صاحب شہر سیالکوٹ	۱۳۷
۳۹	عنایت اللہ صاحب " "	۱۳۹
۴۰	نور محمد صاحب امیرپور ضلع ملتان	۱۴۶
۴۱	سلطان علی صاحب پھیروچیچی ضلع گورداسپور	۱۵۲
۴۲	میاں نظام الدین صاحب نظام اینڈ کو سیالکوٹ شہر	۱۵۶
۴۳	محمد علی صاحب شاہ عالمی دروازہ لاہور	۱۵۷
۴۴	میاں محمد یوسف صاحب مزنگ لاہور	۱۶۰
۴۵	شیخ محمد حسین صاحب اسلامیہ پارک لاہور	۱۶۲
۴۶	شیخ عطاء اللہ صاحب " "	۱۶۴
۴۷	شیخ محب الرحمٰن صاحب دہلی دروازہ لاہور	۱۶۹
۴۸	سید ولایت شاہ صاحب قادیان۔ افریقہ	۱۷۳
۴۹	ڈاکٹر عمر الدین صاحب گجرات ملازم افریقہ	۱۷۸
۵۰	قریشی شیر محمد صاحب امین جماعت احمدیہ نیروبی افریقہ	۱۸۵
۵۱	میاں محمد علی صاحب ولد گامے خان شکار ماچھیاں ضلع امرتسر	۱۹۰
۵۲	میاں عزیز دین صاحب جانگریاں ضلع سیالکوٹ	۱۹۲
۵۳	مولوی عبد الرحمٰن صاحب کپورتھلہ	۱۹۵
۵۴	منشی خدا بخش صاحب بھاگو آرائیں	۲۱۸
۵۵	حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ	۲۱۷ و ۲۲۷
۵۶	مولوی علی شیر صاحب زیرہ	۲۱۹
۵۷	شیخ محمد حیات صاحب موگہ	۲۲۰
۵۸	میاں جی عبد الرحمٰن صاحب جالندھر چھاؤنی	۲۲۵

رجسٹر نمبر ۲

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱	بقیہ روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ	۱
۲	چوہدری اللہ بخش صاحب کٹڑہ خزانہ بازار سورج کنڈ امرتسر	۱۲

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۳	مولوی عبید اللہ صاحب بھوسے وال ضلع امرتسر حال لائل پور	۱۹
۴	محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ بنت میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی	۲۱
۵	میاں شیر محمد صاحب تونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور	۲۵
۶	میاں رحمت اللہ صاحب باغبانپورہ لاہور	۲۶
۷	میاں نظام دین صاحب نگری تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر	۶۱
۸	ڈاکٹر سلطان علی صاحب ممباسہ افریقہ	۶۸
۹	میاں عبد العزیز صاحب گلی آسا ملتانیاں گوجرانوالہ	۶۹
۱۰	چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈیشنل جج مطالبہ خفیفہ دہلی متوطن جیور کاہلواں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ	۷۰
۱۱	حکیم دین محمد صاحب دار الرحمت حال کراچی	۷۱
۱۲	خان زادہ امیر اللہ خانصاحب موضع اسمٰعیلیہ سب آفس کالوخان ضلع مردان	۷۳
۱۳	چوہدری کرم دین صاحب کھاریاں والد حاجی احمد خانصاحب ایاز بی۔اے۔ ایل ایل بی	۸۰
۱۴	مولاداد صاحب پنشنر سارچور ضلع ہوشیارپور	۸۴
۱۵	نیاز اللہ خان صاحب شاہجہانپور حال فیض آباد	۸۶
۱۶	میاں غلام حسین صاحب نمبردار سیالکوٹی عارف والا ضلع منٹگمری	۸۸
۱۷ -	قاضی قمر الدین صاحب سیکرٹری تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ شکار ڈاکخانہ دھاریوال ضلع گورداسپور	۹۵
۱۸	میاں محمد اسد اللہ خانصاحب نیچہ کلاں حال امرتسر سٹیشن رائل ہوٹل دکان نمبر ۲	۱۰۵
۱۹	ڈاکٹر عبد اللہ صاحب مشرقی افریقہ	۱۰۷
۲۰	چوہدری غلام احمد خانصاحب ایڈووکیٹ میونسپل کمشنر و امیر جماعت احمدیہ پاک پٹن	۱۱۳
۲۱	حافظ مولوی عبد السمیع صاحب امروہی	۱۲۱
۲۲	میاں جمال الدین صاحب فیض اللہ چک ضلع گورداسپور	۱۳۱
۲۳	عطاء اللہ صاحب چک ۱۶۳/۱۰ ملتان	۱۳۴
۲۴	عبد المجید خان صاحب پنشنر پالم پور	۱۳۵
۲۵	میاں عبد اللہ صاحب جنڈ ساہی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ	۱۳۷
	رجسٹر نمبر ۳	
۱	جناب برکت علی صاحب مرزا پنجاب سپورٹ امین آباد لکھنؤ	۱
۲	میاں غلام رسول صاحب ولد میاں چراغ دین صاحب گوجرانوالہ	۴
۳	قاضی عبد القادر صاحب ولد قاضی نور علی صاحب	۸
۴	خواجہ محمد شریف صاحب ڈھینگرہ ہاؤس گوجرانوالہ	۹
۵	میاں اللہ بخش صاحب کلرک ڈاکخانہ راولپنڈی ڈویژن گوجرانوالہ	۱۰
۶	میاں میراں بخش صاحب محلہ احمدپورہ "	۱۲
۷	سردار کرم داد خانصاحب دوالمیال	۱۸
۸	بقیہ روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب	۲۰
۹	میاں نواب خان صاحب ہرانا تحصیل پنڈی گھیپ	۲۳
۱۰	میاں فضل کریم صاحب درزی اندرون دروازہ ٹھاکر سنگھ گوجرانوالہ	۲۶
۱۱	منشی احمد دین صاحب محلہ کشمیری سیالکوٹ	۲۸

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر	نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱۲	سیّد سیف اللہ شاہ صاحب ساکن بیج بیاڑہ تحصیل وضلع اسلام آباد کشمیر	۴۱ ۸۹	۳۵	مرزا اکبر بیگ صاحب ننگر دال ضلع گورداسپور	۱۱۸
۱۳	خانصاحب سیّد ضیاء الحق صاحب ضلع کٹک	۵۶	۳۶	حکیم اللہ دتا صاحب موضع شاہ پور امرگڑھ	۱۱۹
۱۴	میاں رحمت اللہ صاحب سنگرور ریاست جنید	۵۸	۳۷	چوہدری عبدالحکیم صاحب گھاکر چیمہ بی تحصیل وزیر آباد	۱۲۱
۱۵	میاں اللہ دتا صاحب ترگڑی ضلع گوجرانوالہ	۶۱	۳۸	میاں محمد اکبر صاحب غازی ڈیرہ غازی خاں	۱۲۶
۱۶	حامد حسین خانصاحب مراد آباد	۶۳	۳۹	چوہدری فضلداد صاحب چک ۱۴۶ کھیوہ ضلع لائلپور	۱۳۰
۱۷	محمد عبداللہ صاحب رامداس ضلع شاہ پور	۷۰	۴۰	میاں عبداللہ صاحب گلاں والی گورداسپور	۱۳۲
۱۸	مولوی فتح علی صاحب ددالمیال ضلع جہلم	۷۲	۴۱	میاں محمد یحییٰ خانصاحب شاہ آباد ضلع ہردوئی	۱۳۴
۱۹	میاں فضلدین صاحب تیجہ کلاں ضلع گورداسپور	۷۴	۴۲	میاں تصدق حسین صاحب ہوجن ضلع شاہ پور	۱۴۰
۲۰	مستری علی احمد صاحب نائی والا ضلع سیالکوٹ	۷۷	۴۳	پیر فیض احمد صاحب رنمل ضلع گجرات	۱۴۲
۲۱	شیخ قدرت اللہ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ نابھہ	۷۹	۴۴	حافظ عبدالعلی صاحب ضلع شاہ پور	۱۴۴
۲۲	دولت خاں صاحب بیری ضلع گورداسپور	۸۳	۴۵	فہرست صحابہ کرام (۳۶) جماعت احمدیہ سیالکوٹ شہر	۱۴۸
۲۳	دلیداد خاں صاحب مراڑہ تحصیل نارووال	۸۴	۴۶	میاں عبدالعزیز صاحب (المغل) مبارک منزل لاہور	۱۵۰
۲۴	میاں عبداللہ صاحب بھوانی گڑھ پٹیالہ	۸۶	۴۷	منشی عبداللہ صاحب اسلام آباد سیالکوٹ	۱۵۴
۲۵	میاں نورالدین صاحب کھاریاں گجرات	۸۸	۴۸	مولوی الف دین صاحب " "	۱۵۶
۲۶	ماسٹر محمد پریل صاحب کمال ڈیرہ سندھ	۹۲	۴۹	مہر غلام حسین صاحب اراضی یعقوب "	۱۵۸
۲۷	میاں غلام محمد صاحب تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور	۹۴	۵۰	مستری غلام قادر صاحب شہر "	۱۶۰
۲۸	میاں احمد دین صاحب ڈنگہ ضلع گجرات	۹۵	۵۱	میاں مراد بخش صاحب راجپوت چوہان احمدنگر	۱۶۱
۲۹	میاں عظیم صاحب حاجی کماند ضلع ڈیرہ غازیخاں	۹۷	۵۲	میاں نظام دین صاحب ڈھپو کی تحصیل پسرور	۱۶۲
۳۰	میاں نظام صاحب "نظام وینڈ کو" سیالکوٹ	۹۸	۵۳	میاں عبدالرحمٰن صاحب معلم صدر بازار محلہ ۲۲ جالندھر	۱۶۴
۳۱	میاں عبدالعزیز صاحب جلال پور سرگودہا	۱۰۹	۵۴	میاں غلام محمد صاحب پوہلہ مہاراں ۔ سیالکوٹ	۱۷۰
۳۲	میاں فضلدین صاحب نمبردار پیر شاہ ضلع گورداسپور	۱۱۰	۵۵	منشی سربلند خاں صاحب ہیڈ منشی دفتر نہر ڈویژن مظفر گڑھ	۱۷۸
۳۳	میاں غلام رسول صاحب چانگریاں تحصیل سیالکوٹ	۱۱۱	۵۶	میاں امیر دین صاحب گجراتی	۱۸۵
۳۴	میاں شکر الٰہی صاحب نبی پور ضلع گورداسپور	۱۱۳	۵۷	میاں اللہ دتا صاحب بستی رندان ضلع ڈیرہ غازیخاں	۱۹۳

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۵۸	شیخ محمد شفیع صاحب سیٹھی محلہ خواجگان جہلم	۱۹۶
۵۹	میاں علی محمد صاحب گھانوالی ضلع سیالکوٹ	۲۰۲
۶۰	چوہدری عبدالعزیز صاحب نمبردار شہرہ گگے زئیاں ضلع سیالکوٹ	۲۱۳
۶۱	روایات مولوی برہان دین صاحب جہلمی رضی	۲۲۰
۶۲	ملک نیاز محمد صاحب راہون ضلع جالندھر حال محلہ دار الفضل قادیان	۲۲۶

رجسٹر نمبر ۴

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱	میاں محمد فضل خاں صاحب ولد قائم دین صاحب محلہ دار الفضل قادیان	۱
۲	ڈاکٹر نعمت خانصاحب ولد امان خاں صاحب سکنہ ریاست نادون دار الفضل قادیان	۲
۳	مولوی محمد عبدالعزیز صاحب آف بھینی شرقپور ولد مولوی محمد عبداللہ صاحب صحابی دار البرکت قادیان	۷
۴	سید محمود عالم صاحب ولد سید تبارک حسین صاحب حال خزانچی صدر انجمن احمدیہ قادیان	۲۵
۵	مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ ولد شیخ برکت علی صاحب سکنہ فیض اللہ چک حال محلہ باب الابواب قادیان	۴۳
۶	میاں اللہ دتا صاحب ولد میاں مکھن خانصاحب ماہل پورہ ضلع ہوشیارپور حال قادیان	۴۹
۷	چراغ دین صاحب ولد میاں صدر دین صاحب قادیان	۵۵
۸	حکیم اللہ بخش صاحب ولد شاہ دین صاحب دربان ڈیوڑھی حضرت ام المومنین صاحبہ سکنہ بتہ حالی دار البرکات قادیان	۶۰
۹	حافظ محمد امین صاحب ولد میاں علم الدین صاحب سکنہ نکودر ضلع کپورتھلہ محلہ ناصر آباد قادیان	۶۸

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱۰	چوہدری عبدالحکیم صاحب ولد چوہدری شرف دین صاحب سکنہ موضع عادل گڑھ تحصیل نذیرآباد ضلع گوجرانوالہ دار البرکات قادیان	۷۹
۱۱	مدد خانصاحب ولد راجہ فتح محمد خانصاحب سکنہ باڑی پورہ کشمیر حال انسپکٹر بیت المال قادیان	۸۲
۱۲	علاؤالدین صاحب زرگر ولد میاں معراج دین صاحب عمر لاہور۔ حال قادیان	۱۰۰
۱۳	محمد یعقوب صاحب ولد محمد اکبر صاحب سکنہ بٹالہ حال دار الرحمت قادیان	۱۰۵
۱۴	مستری اللہ دتا صاحب ولد صدر دین صاحب بھانبڑی حال دار الفضل قادیان	۱۰۶
۱۵	سید بہاول شاہ صاحب ولد سید شیر محمد صاحب سکنہ لکوڈال ضلع انبالہ حال دار الفضل قادیان	۱۰۷
۱۶	دین محمد صاحب ولد میراں بخش صاحب سکنہ لکوڈال تحصیل روپڑ ضلع انبالہ حال دار الفضل قادیان	۱۱۸
۱۷	حافظ محمد ابراہیم صاحب ولد نادر علی صاحب سکنہ لکوڈال۔ حال قادیان	۱۲۰
۱۸	خلیل الرحمٰن صاحب چھبر ولد نیک عالم صاحب ساکن پنجیڑی تحصیل بھمبر (ریاست جموں)	۱۲۱
۱۹	حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی ولد حافظ محمد حسین صاحب وزیرآباد حال قادیان	۱۲۹
۲۰	مرزا محمد شفیع صاحب ولد حمید مرزا صاحب سکنہ دہلی محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان	۱۳۴
۲۱	خانصاحب منشی برکت علی صاحب ولد محمد فاضل صاحب جوائنٹ ناظر بیت المال قادیان	۱۳۶
۲۲	محمد اسمٰعیل صاحب ولد مولوی جمال الدین صاحب سکنہ سیکھواں حال قادیان	۱۵۰

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۲۳	ابوبکر یوسف صاحب ولد محمد جمال یوسف صاحب سکنہ پٹن ریاست بڑودہ حال قادیان	۱۶۰
۲۴	خدابخش صاحب ولد چوہدری پیربخش صاحب سکنہ سیالکوٹ صدر بازار حال قادیان	۱۶۳
۲۵	قریشی ولی محمد باقرخانی والا ولد شاہ محمد صاحب حلقہ مسجد فضل قادیان	۱۶۴
۲۶	شیخ اصغر علی صاحب ولد شیخ بدرالدین صاحب سکنہ امین آباد ضلع گوجرانوالہ	۱۶۵
۲۷	مہردین صاحب ولد رحیم بخش صاحب سکنہ قادیان	۱۷۳
۲۸	مرزا قدرت اللہ صاحب ولد مولوی ہدایت اللہ صاحب کوچہ چابک سواراں لاہور حال دارالفضل قادیان	۱۷۴
۲۹	عبداللہ خانصاحب ولد عبدالغفار صاحب سکنہ سیدگاہ خوست ۔ حال قادیان	۱۷۸
۳۰	ڈاکٹر مرزا محمود بیگ ولد مرزا محمد بیگ صاحب سکنہ قادیان	۱۷۹
۳۱	محمد علی صاحب ولد نظام الدین صاحب ننگل خورد حال سکنہ قادیان	۱۸۰
۳۲	حکیم عبدالرحمٰن صاحب ولد عبداللہ فضل دین صاحب ۔ قادیان	۱۸۱
۳۳	مرزا احمد بیگ صاحب ولد مرزا بڈھا بیگ صاحب ۔ قادیان	۱۸۱
۳۴	عبدالقادر صاحب تہتہ ابن بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سکنہ قادیان دارالامان	۱۸۳
	رجسٹر نمبر ۵	
۱	سردار کرم داد خان ابن علی داد خانصاحب ساکن جمالی بوجیاں ضلع شاہ پور حال دارالفضل قادیان	۱
۲	محمد ابراہیم صاحب ولد محمد بخش صاحب دارالعلوم قادیان	۴
۳	ابوالبشارت مولوی عبدالغفور صاحب مبلغ سلسلہ قادیان	۸
۴	محمد شریف صاحب ولد میراں بخش صاحب ریتی چھلہ قادیان	۱۱
۵	ماسٹر محمد علی صاحب اظہر ولد غلام قادر صاحب سکنہ ملسیاں ضلع جالندھر	۱۲
۶	چراغ محمد صاحب ولد چوہدری امیر بخش صاحب کھارہ	۱۵
۷	عبداللہ صاحب حاجی ڈومیلی ریاست کپورتھلہ حال دارالرحمت قادیان	۱۶
۸	غلام محمد صاحب زرگر ولد محمد قاسم صاحب سکنہ بگیوالا ضلع سیالکوٹ	۱۸
۹	مرزا عبدالکریم صاحب ولد مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم سکنہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ	۲۰
۱۰	ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب ولد نبی بخش صاحب سکنہ بیجا ضلع لدھیانہ حال قادیان	۲۱
۱۱	مرزا مہتاب بیگ صاحب ولد مرزا محمد علی صاحب محلہ کشمیری سیالکوٹ	۲۹
۱۲	عمردین صاحب حجام ولد احمد یار صاحب سکنہ حال قادیان	۳۲
۱۳	ملی گوہر صاحب ولد میاں منگل صاحب سکنہ کوٹلی ڈوڈ شاہ ضلع امرتسر حال قادیان	۳۵
۱۴	کریم الدین صاحب ٹیچر گورنمنٹ سکول ولد چوہدری امیر بخش صاحب سکنہ سیالکوٹ	۳۸
۱۵	منظور احمد صاحب ولد مولوی محمد دلپذیر صاحب بھیرہ حال قادیان	۳۹
۱۶	صوفی نبی بخش صاحب ولد میاں عبدالصمد صاحب محلہ میاں قطب دین راولپنڈی حال قادیان	۴۱

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱۷	محمد قاسم صاحب ولد عطر دین صاحب دروازہ ہاتھی کوچہ حاجی امرتسر - قادیان	۴۴
۱۸	نظام الدین صاحب ٹیلر ولد میاں محمد علی محلہ ملاحاں جہلم حال قادیان	۴۵
۱۹	اللہ یار صاحب ولد گلاب دین بلہووال ضلع گورداسپور حال قادیان	۵۰
۲۰	امام دین صاحب ولد محمد صدیق صاحب سیکھواں ضلع گورداسپور	۵۴
۲۱	منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ولد میاں امام دین صاحب اوجلہ ضلع گورداسپور	۶۹
۲۲	ملک نادر خان صاحب ولد ملک جہان خان موضع سرکال کر ضلع جہلم	۷۲
۲۳	حکیم رحمت اللہ صاحب ولد حکیم محمد بخش جاگووال جٹاں ضلع گورداسپور	۷۴
۲۴	لال دین صاحب ولد شیخ امام الدین صاحب محلہ شہر سیالکوٹ حال قادیان	۷۵
۲۵	نور محمد صاحب ولد منشی فتح محمد صاحب پنشنر موچی پورہ ضلع ملتان	۷۶
۲۶	شاہ محمد صاحب قریشی ولد غلام قادر صاحب مسجد فضل قادیان	۸۰
۲۷	ملک خان بادشاہ ولد گل بادشاہ سکنہ (درگئی) خوست	۸۲
۲۸	حکیم قطب الدین صاحب ولد غلام حسین صاحب سکنہ جنڈھر ضلع گوجرانوالہ حال قادیان	۸۳
۲۹	عبدالرزاق صاحب ولد میاں رحیم بخش صاحب سیالکوٹ حال قادیان	۸۸
۳۰	شیخ اللہ بخش صاحب ولد مراد بخش صاحب سکنہ بنوں	۹۴
۳۱	محمد حسین خان ٹیلر ماسٹر ولد خدا بخش - گوجرانوالہ	۹۷
۳۲	عبدالحق صاحب ولد عبداللہ فضل دین قادیان	۱۰۴
۳۳	عبداللہ صاحب ولد جنڈو - قادیان	۱۰۵
۳۴	میاں بابو صاحب ولد چھمن سکنہ ماہل پور ضلع ہوشیارپور	۱۰۶
۳۵	ماسٹر علی محمد صاحب بی - اے - بی - ٹی قادیان	۱۰۷
۳۶	سید علی احمد صاحب ولد سید نیاز احمد صاحب ضلع انبالہ	۱۰۹
۳۷	خیر الدین صاحب ولد سراج دین صاحب سکنہ کوٹ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ حال قادیان	۱۱۰
۳۸	غلام نبی صاحب ولد حکم دین صاحب موضع بھادڑیاں (پٹیالہ)	۱۱۳
۳۹	شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ولد شیخ محمد علی صاحب - قادیان	۱۱۴
۴۰	مفتی محمد صادق صاحب ولد مفتی عنایت اللہ صاحب سکنہ بھیرہ	۱۱۵
۴۱	خواجہ عبدالرحمن صاحب کارکن دفتر الفضل قادیان	۱۱۷
۴۲	رحمت خان صاحب ولد چوہدری سوہنے خان صاحب سکنہ سرومہ حال قادیان	۱۲۲
۴۳	غلام حیدر صاحب ولد میاں خدا بخش صاحب سکنہ احمد نگر ضلع گوجرانوالہ دارالرحمت قادیان	۱۲۳
۴۴	قریشی امیر احمد صاحب ولد حکیم سردار محمد صاحب سکنہ بھیرہ	۱۲۵
۴۵	محمد شریف خان صاحب ولد عبدالقادر خان صاحب سکنہ لدھیانہ	۱۳۱
۴۶	ضمیر علی صاحب ولد محمد علی صاحب مسجد اقصیٰ قادیان	۱۳۲

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۴۷	محمد حمید الدین صاحب احمدی ولد بابو فضل دین سکنہ مکیری ضلع شاہ پور۔ قادیان	۱۳۳
۴۸	احمد نور صاحب کابلی ولد اللہ نور کابلی قادیان	۱۳۵
۴۹	نظام دین صاحب ریٹائرڈ ڈپوسٹ ماسٹر ولد دوست علی نبی پور ضلع گورداسپور۔ قادیان	۱۳۷
۵۰	محمد وارث صاحب ولد پیر بخش صاحب سکنہ بھڑی شاہ رحمٰن حال حلقہ مسجد فضل قادیان	۱۴۱
۵۱	عبد اللہ صاحب ولد حاکم دین مسجد فضل قادیان	۱۴۲
۵۲	پیر اندتہ صاحب ولد دین محمد حلقہ مسجد اقصیٰ "	۱۴۳
۵۳	محمد ابراہیم صاحب ولد نظام دین سکنہ سڑدعہ ضلع ہوشیار پور۔ حال قادیان	۱۴۵
۵۴	نظام دین ولد کریم بخش عرف میاں کالو سکنہ سڑدعہ ضلع ہوشیار پور۔ حال قادیان	۱۴۶
۵۵	محمد شریف خانصاحب ٹیوٹر محلہ دار العلوم "	۱۴۷
۵۶	سکندر علی صاحب ولد چوہدری دلیداد صاحب نمبردار مکھن کلاں حال بھینی بانگر۔ قادیان	۱۴۸
۵۷	عبد الکریم احمدی بٹالوی مہاجر قادیان سکنہ عثمان پور ریاست جیند تحصیل سنگرور	۱۵۵
۵۸	عبد العزیز صاحب احمدی مبلغ علاقہ بیٹ بیاس	۱۵۸
۵۹	محمد رحیم الدین سکنہ حبیب والا تحصیل رامپور ضلع بجنور حال دار الرحمت قادیان	۱۶۰
۶۰	عطاء محمد صاحب ولد چوہدری نتھے خانصاحب سکنہ بھوڑڈا کی نہ خاص لدھیانہ حال قادیان	۱۶۶
۶۱	غلام رحیم صاحب ولد میاں محمد بخش صاحب سکنہ رسول پور تحصیل کھاریاں ضلع گجرات حال قادیان	۱۶۹
۶۲	چوہدری عبد الرحیم صاحب ولد سردار جیند رسنگھ صاحب سکنہ سودرسنگھ ضلع لاہور حال قادیان	۱۷۳

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۶۳	محمد صادق صاحب جہلمی ولد میاں نظام الدین صاحب سکنہ جہلم حال قادیان	۱۸۱
۶۴	قاضی محمد ظہور دین صاحب اکمل ولد قاضی امام دین صاحب فیض سکنہ گولیکی ضلع گجرات حال قادیان	۱۸۲

رجسٹر نمبر ۶

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱	چوہدری اللہ بخش صاحب ولد چوہدری فضلدین صاحب سکنہ سیین وال اتلے ضلع سیالکوٹ	۱
۲	نقیر علی صاحب ولد شیخ سلطان بخش صاحب سکنہ فیض اللہ چک ضلع گورداسپور	۳
۳	مرزا عمر بیگ صاحب ولد مرزا امیر بیگ سکنہ قادیان	۵
۴	نھورا جپوت ولد گھلا راجپوت حلقہ مسجد فضل "	۶
۵	فضل الٰہی صاحب ولد مولوی کرم دین سکنہ احمد آباد جہلم	۸
۶	نور محمد صاحب ولد غلام دین صاحب قادر آباد متصل قادیان	۱۰
۷	میاں جان محمد صاحب ولد میاں عبد العزیز سکنہ ہیلاں ضلع گجرات	۱۱
۸	محمد شاہ صاحب ولد عبد اللہ شاہ صاحب ملوڑی کلاں ضلع لدھیانہ	۱۶
۹	محمد جمیل صاحب ولد میاں میراں بخش صاحب ننگل باغباناں۔ قادیان	۲۱
۱۰	غلام رسول صاحب ولد حاجی محمد صاحب متوطن درگئی علاقہ خوست	۲۳
۱۱	مولوی امام دین صاحب فیض ولد بدر الدین صاحب گولیکی ضلع گجرات	۲۵
۱۲	رحیم دین صاحب ولد جمال دین صاحب سکنہ مالیر کوٹلہ	۳۲

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱۳	چراغدین صاحب ولد محمد بخش سکنہ قادرآباد متصل قادیان	۳۵
۱۴	علی احمد ولد چوہدری رحیم بخش صاحب کٹڑہ خزانہ امرتسر	۳۹
۱۵	محمد دین صاحب ولد چراغ دین مرحوم سکنہ چھپر ماکنانے ہوشیارپور حال قادیان	۴۰
۱۶	عبید اللہ صاحب ولد حکیم عمر بخش صاحب سکنہ بقاپور ضلع گوجرانوالہ	۴۲
۱۷	محمد رحیم الدین صاحب ۳۰۲ ولد کریم الدین صاحب حبیب والا ضلع بجنور	۴۳
۱۸	فیروز دین ولد مرزا امام دین سکنہ قادیان	۴۴
۱۹	شیر محمد صاحب ولد دتے خاں سکنہ خان فتا ضلع گورداسپور	۴۵
۲۰	محمدی ولد بھاگو قادرآباد متصل قادیان	۴۷
۲۱	اللہ دتا صاحب ولد میراں بخش صاحب سکنہ ننگل باغباناں متصل قادیان	۴۸
۲۲	نور محمد صاحب ولد عبد اللہ موضع بسرائے ۔ قادیان	۴۹
۲۳	محمد اسمٰعیل صاحب ولد جمال دین صاحب سکنہ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور	۵۰
۲۴	عبد الحق صاحب ولد سردار علی سکنہ میانی بھیرہ حال قادیان	۵۱
۲۵	ممتاز علی صاحب صدیقی ولد خانصاحب حضرت مولوی ذوالفقار علی خانصاحب سکنہ رامپور سٹیٹ ضلع مرادآباد حال قادیان	۵۳
۲۶	مستری دین محمد صاحب ولد مستری امام دین صاحب سکنہ کھٹانے تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیارپور	۵۶
۲۷	امیر دین صاحب ولد بہاری صاحب سکنہ بہادر حسین ضلع گورداسپور	۵۸
۲۸	منشی عبد الخالق صاحب ولد مولوی محمد حسین صاحب صحابی ۳۱۳ سکنہ پریم جیت پورہ ۔ کپورتھلہ	۵۹
۲۹	قطب الدین صاحب ولد حامد علی صاحب حلقہ مسجد فضل قادیان	۶۳
۳۰	مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم ۔ اے سابق مبلغ انگلستان	۶۵
۳۱	شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ولد شیخ مسیتا صاحب سرساوہ ضلع سہارنپور ۔ حال قادیان	۶۶
۳۲	چوہدری امیر احمد صاحب ریٹائرڈ سب انسپکٹر اشتمال اراضی ولد چوہدری سکندر خانصاحب سکنہ ایرانہ تحصیل و ضلع ہوشیارپور حال قادیان	۹۹
۳۳	عبد الرحیم صاحب ولد قادر بخش صاحب بوٹ میکر و جلد ساز ۔ قادیان	۱۶۶
۳۴	غلام صاحب ولد محمد نامدار صاحب سکنہ لکھن کلاں کلانور (گورداسپور)	۱۷۱
۳۵	عبد الستار صاحب ولد عبد اللہ سکنہ کلوسوہل ضلع گورداسپور	۱۷۵
۳۶	دیانت خانصاحب ولد امان خاں صاحب سکنہ نادون ضلع کانگڑہ حال قادیان	۱۹۶
۳۷	مرزا محمد شریف صاحب ولد مرزا دین محمد صاحب سکنہ لنگروال ضلع گورداسپور ۔ قادیان	۱۹۸
۳۸	مرزا عبد اللہ بیگ صاحب ولد مرزا بوڑا بیگ صاحب سکنہ قادیان	۲۰۱
۳۹	عبد اللہ صاحب المعروف (عبدل) ولد گلاب سکنہ قادیان	۲۰۳
۴۰	امین اللہ صاحب ولد محمد بخش سکنہ ملہیان ضلع امرتسر ۔ حال دارالرحمت قادیان	۲۰۷
۴۱	محمد ابراہیم صاحب ولد میاں محمد اکبر صاحب سکنہ بٹالہ حال قادیان	۲۰۹

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۴۲	مرزا محمد افضل صاحب ولد مرزا محمد جلال الدین صاحب سکنہ بلانی ضلع گجرات	۲۲۴
۴۳	میاں بھاگ صاحب ولد محمد بخش صاحب کمہار سکنہ علقہ مسجد اقصیٰ قادیان	۲۲۷
۴۴	محمد یوسف صاحب ولد احمد دین صاحب سکنہ مالیر کوٹلہ ۔ حال دارالرحمت قادیان	۲۲۹
۴۵	چوہدری نظام الدین صاحب ولد میاں نبی بخش صاحب سکنہ ڈیرہ بابا نانک حال دارالرحمت قادیان	۲۳۰
۴۶	مولوی محمود احمد صاحب عرفانی قادیان	۲۳۵
۴۷	محمد عبداللہ صاحب جلد ساز ولد محمد اسمٰعیل مالیر کوٹلہ ۔ قادیان	۲۳۶
۴۸	مولوی جلال الدین صاحب شمس امام مسجد فضل لنڈن ولد مولوی امام الدین صاحب سیکھوانی (قادیان)	۲۴۳
۴۹	چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب ولد چوہدری نصر اللہ خانصاحب ۔ سیالکوٹ	۲۴۴
۵۰	خان محمد علی خانصاحب ولد خان غلام محمد خان صاحب رئیس ۔ مالیر کوٹلہ ۔ قادیان	۲۵۴
۵۱	فضل احمد صاحب ولد شیخ علی بخش صاحب سکنہ بٹالہ ضلع گورداسپور	۲۶۸
۵۲	نور احمد خانصاحب ولد چوہدری بدر بخش صاحب قوم راجپوت سڑوعہ ۔ قادیان	۲۷۱
۵۳	محمد رشید خاں جھنڈ گلی دلیپ سنگھ گوجرانوالہ حال دارالرحمت قادیان	۲۷۵
۵۴	ماسٹر عبدالرؤف صاحب بھیروی پنشنر (قادیان)	۲۷۶
۵۵	چوہدری غلام محمد صاحب موضع ڈھیپئی ڈاکخانہ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ حال ہیڈ ماسٹر گرلز سکول ۔ قادیان	۲۸۶

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۵۶	سید حسن شاہ صاحب ولد فضل شاہ صاحب ساکن موضع مدینہ ضلع گجرات حال قادیان	۲۸۷
۵۷	علی گوہر صاحب دوکاندار لوہا ۔ قادیان	۲۸۹
۵۸	سید محمود عالم صاحب موضع سرساڈاکخانہ جہان آباد ضلع گیا ۔ حال قادیان	۲۹۰
۵۹	عطا محمد صاحب ولد میراں بخش صاحب سکنہ شرقپور ضلع شیخوپورہ	۲۹۲
۶۰	حافظ نبی بخش صاحب فیض اللہ چک ضلع گورداسپور	۲۹۷
۶۱	چوہدری سلطان بخش صاحب نمبردار ولد بگا ضلع امرتسر	۳۰۵
۶۲	فضل الٰہی صاحب ریٹائرڈ پوسٹ مین قادیان	۳۱۱
۶۳/۶۴	سراج بی بی صاحبہ اہلیہ بدرالدین احمد بن منشی فرزند علی خاں صاحب	۳۱۶
۶۵	سیٹھی غلام نبی صاحب ۔ قادیان	۳۲۱
۶۶	مولوی ذوالفقار علی خانصاحب ولد عبدالعلی خان ریاست رام پور حال قادیان	۳۳۷ تا ۳۷۹
	رجسٹر نمبر ۳	
۱	پیر افتخار احمد صاحب ولد صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی	۱
۲	میاں فضل دین صاحب ولد میاں محمد بخش صاحب سکنہ کالا افغاناں ضلع گورداسپور	۱۳
۳	خیر الدین صاحب ولد محمد بخش صاحب قادر آباد ۔ متصل قادیان	۲۳
۴	احمد دین صاحب ولد جانا صاحب قادر آباد متصل قادیان	۲۵
۵	جلال الدین صاحب ولد کالو صاحب " "	۲۷
۶	فضل الدین صاحب ولد بیرا صاحب " "	۲۸
۷	چراغ دین صاحب ولد فضل الدین صاحب " "	۲۹

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۸	برکت علی صاحب ولد مانا صاحب - قادر آباد متصل قادیان	۳۰
۹	ننھا صاحب ولد دین محمد صاحب " "	۳۱
۱۰	کھیڑا صاحب ولد بھاگو صاحب " "	۳۲
۱۱	جان محمد صاحب ولد عبد الغفار صاحب ڈسکوی محلہ دار البرکات قادیان	۳۳
۱۲	میاں محمد الدین صاحب ولد میاں نور الدین صاحب کھاریاں ضلع گجرات حلقہ مسجد مبارک قادیان	۴۳
۱۳	احمد دین صاحب ولد حیات محمد صاحب گوریکی ضلع گجرات - دار البرکات قادیان	۵۰
۱۴	لبھو صاحب ولد نامدار صاحب حجام محلہ دار الانوار قادیان	۵۱
۱۵	منشی محمد حسین صاحب کاتب ولد میاں نبی بخش صاحب قادیان -	۵۲
۱۶	مولوی قمر الدین صاحب ولد میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی	۵۷
۱۷	مرزا غلام اللہ صاحب - قادیان	۵۸
۱۸	ماسٹر نذیر حسین صاحب ولد حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ لاہور	۶۰
۱۹	صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ولد مرزا سلطان احمد صاحب قادیان	۷۷
۲۰	جناب شیر محمد صاحب ساکن خان فتہ - قادیان	۸۰
۲۱	پیر رشید احمد صاحب ارشد ولد پیر محمد رمضان صاحب گوڑے کی ضلع گجرات -	۸۳
۲۲	رحمت اللہ صاحب شاکر ولد حافظ نور محمد صاحب سکنہ فیض اللہ چک حال قادیان	۸۴
۲۳	ماسٹر محمد دین صاحب ولد گھسیٹا صاحب بلڈوالی لاہور حال قادیان	۸۵
۲۴	دین محمد صاحب ولد میاں عمر دین صاحب ٹونڈی عنایت خاں ضلع سیالکوٹ	۸۵

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۲۵	محمد لطیف صاحب ولد چوہدری محمد حسین صاحب سب جج ریٹائرڈ -	۸۵
۲۶	مستری عبد السبحان صاحب ولد چوہدری رحمٰن میر صاحب محلہ کمیان لاہور حال قادیان	۸۶
۲۷	مستری عبد الحکیم صاحب ولد مستری عمر بخش صاحب ساکن سیالکوٹ حال قادیان	۸۷
۲۸	چوہدری نبی بخش صاحب ولد چوہدری زدلو صاحب بھینی بانگر متصل قادیان	۸۸
۲۹	ماسٹر عبد الرؤف صاحب ولد غلام محمد صاحب ساکن بھیرہ حال قادیان	"
۳۰	میاں محمد حسین صاحب ولد میاں محمد بخش صاحب بٹالوی	۹۵
۳۱	چوہدری بدر الدین صاحب ولد چوہدری کند دخان صاحب راہوں ضلع جالندھر حال کارکن نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان	۹۸
۳۲	عبد الرحمٰن صاحب نومسلم ولد انگر صاحب ریاست ٹونک راجپوتانہ	۱۰۰
۳۳	چوہدری نور احمد خاں صاحب ولد چوہدری بدر بخش صاحب ساکن سڑوعہ ضلع ہوشیارپور حال دار الفضل قادیان	"
۳۴	مرزا مبارک بیگ صاحب ولد مرزا اکبر بیگ صاحب کلانور ضلع گورداسپور حال دار الرحمت قادیان	۱۰۱
۳۵	ماسٹر محمد اللہ داد صاحب ولد چوہدری محمد بخش صاحب سابق گجراں تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور حال دار الرحمت قادیان	۱۰۳
۳۶	حکیم عبد الرشید صاحب قریشی ولد حکیم شہاب الدین صاحب سابق لدھے کی شمہ قصور تحصیل و ضلع لائل پور	۱۰۸
۳۷	میاں عبد الواحد صاحب ولد حاجی غلام محمد صاحب بٹالوی حال دار الفضل قادیان	۱۱۱

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۳۸	چوہدری غلام قادر صاحب ولد چوہدری فخرالدین صاحب سابق سیالکوٹ حال دارالفضل قادیان	۱۱۲
۳۹	مرزا منظور احمد صاحب ولد مرزا غلام اللہ صاحب قادیان	۱۱۵
۴۰	میاں خلیل الرحمٰن صاحب ولد میاں ابراہیم صاحب جہلم پنڈوری	۱۱۶
۴۱	چوہدری غلام مجتبیٰ صاحب ولد محمد بخش صاحب رسولپور تحصیل کھاریاں ضلع گجرات معاون ناظر امور عامہ	۱۱۶
۴۲	حکیم قریشی محمد فیروز دین صاحب ولد حکیم قریشی چراغ علی صاحب علی پور تحصیل کبیر والا ضلع ملتان	۱۱۸
۴۳	ماسٹر اللہ دتہ صاحب ہیڈ ماسٹر ولد میاں عبدالستار صاحب سابق قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ حال دارالرحمت قادیان	۱۱۹
۴۴	نظام الدین صاحب ولد فضل الدین صاحب لاہور حال محلہ دارالعلوم قادیان	۱۲۲
۴۵	خیرالدین صاحب ولد نظام الدین صاحب سابق تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور	۱۲۳
۴۶	فرمان علی صاحب ولد پیر بخش صاحب سکنہ رہتاس ضلع جہلم حال محلہ دارالرحمت قادیان	۱۲۴
۴۷	ڈاکٹر محمد بخش صاحب ولد میاں کالیخاں صاحب کھیڑانوالی ریاست کپورتھلہ حال محلہ دارالرحمت قادیان	۱۲۶
۴۸	مستری رحیم بخش صاحب ولد مستری صدرالدین صاحب بھانبڑی ضلع گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	۱۲۷
۴۹	میاں محمد یعقوب صاحب ولد میاں سراج الدین صاحب سابق لاہور حال دارالرحمت قادیان	۱۲۸
۵۰	میاں عبدالسمیع صاحب ولد منشی عبدالرحمٰن صاحب سابق ریاست کپورتھلہ ۔ حال محلہ دارالفضل قادیان	۱۲۹
۵۱	الحاج مولوی چوہدری غلام حسین صاحب ولد میاں گل محمد صاحب سابق پی ۔ اے ۔ سی ۔ ایس تغیر جھنگ حال دارالفضل قادیان	۱۳۱
۵۲	محمد عبداللہ صاحب ولد مولوی رحیم بخش صاحب سابق تونڈی جھنگلاں ۔ حال دارالرحمت قادیان	۱۳۲
۵۳	جناب محمد اسمٰعیل صاحب ولد فخرالدین صاحب سابق سیالکوٹ ۔ حال دارالفضل قادیان	۱۳۳
۵۴	میاں نبی بخش صاحب ولد میاں جھنڈا صاحب ساکن بگڑوال ضلع امرتسر ۔ حال حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان	۱۳۶
۵۵	مرزا محمد حسین صاحب ولد مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ترگڑی ضلع گوجرانوالہ ۔ حال دارالرحمت قادیان	۱۳۷
۵۶	ڈاکٹر احسان علی صاحب ولد ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر ۔ قادیان	۱۳۹
۵۷	میاں رحیم بخش صاحب ولد محمد ولایت صاحب بھینانوالہ ضلع گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	۱۴۰
۵۸	جناب نبی بخش صاحب ولد جیوا صاحب قادرآباد متصل قادیان	۱۴۱
۵۹	مرزا نذیر علی صاحب ولد مرزا احمد علی صاحب حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان	۱۴۲
۶۰	جناب محمد رمضان صاحب ولد عیدے خانصاحب موضع جانگریاں ضلع سیالکوٹ حال دارالفضل قادیان	۱۴۳
۶۱	سید ولایت شاہ صاحب ولد سید حسین علی شاہ صاحب کوٹلی ننگل متصل گورداسپور ۔ حال دارالرحمت قادیان	۱۴۴
۶۲	جناب محمد رمضان صاحب ولد بڈھا صاحب سابق ترگڑی ضلع گوجرانوالہ ۔ حال قادیان	۱۴۵
۶۳	ماسٹر مولا بخش صاحب ولد عمر بخش صاحب سابق موضع منیلا تحصیل روپڑ ضلع انبالہ ۔ دارالانوار قادیان	۱۴۶
۶۴	جناب عبداللہ صاحب ولد اللہ بخش صاحب سابق بھینی ضلع رہتک حال دارالرحمت قادیان	۱۴۷
۶۵	مامون خانصاحب ولد کالو خانصاحب سابق ماچھیواڑہ تحصیل سمرالہ ضلع لدھیانہ حال حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان	۱۴۹

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۶۶	میاں اللہ رکھا صاحب ولد میاں امیر بخش صاحب سابق نارو وال ضلع سیالکوٹ حال دارالرحمت قادیان	۱۵۱
۶۷	جناب عبداللہ صاحب ولد غلام الدین صاحب سابق گکھووال ضلع لائلپور حال بیتی چھپلہ قادیان	۱۵۲
۶۸	جناب خیر الدین صاحب ولد مستقیم صاحب سابق ددجووال ضلع امرتسر حال ناصر آباد قادیان	۱۵۳
۶۹	ملک حسن محمد صاحب ولد ملک امیر بخش صاحب سابق سمبڑیال ضلع سیالکوٹ حال قادیان	۱۶۲
۷۰	جناب نور الٰہی صاحب ولد احمد دین صاحب سابق بھیرہ حال قادیان	۱۶۵
۷۱	ملک شادی خان صاحب ولد ملک امیر بخش صاحب سابق سیکھواں حال دارالرحمت قادیان	۱۶۹
۷۲	جناب بدر الدین صاحب ولد گل محمد صاحب سابق مالیر کوٹلہ حال دارالرحمت قادیان	۱۷۰
۷۳	حکیم عطا محمد صاحب ولد حافظ غلام محمد صاحب موتی بازار لاہور حال مسجد فضل قادیان	۱۷۳
۷۴	میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی	۱۸۰
۷۵	جناب نظام الدین صاحب سابق موضع نبی پور متصل ضلع گورداسپور	۱۸۶
۷۶	جناب عبدالرشید صاحب ولد نواب صاحب سابق کالوخورد تحصیل و ضلع کیملپور علاقہ چھچھ حال ملاکنڈ ایجنسی	۱۹۲
۷۷	قاضی محمد یوسف صاحب ولد قاضی محمد صدیق صاحب ہوتی مردان حال مقیم شہر پشاور (کوچہ گلبادشاہ علاقہ جہانگیر پورہ)	۱۹۳
۷۸	ماسٹر عبدالعزیز صاحب ساکن نوشہرہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ	۲۰۳
۷۹	منشی نور احمد صاحب جہلم	۲۰۴
۸۰	میاں غلام حسن صاحب سیکرٹری تعلیم و تربیت محمود آباد تحصیل جہلم	۲۰۶
۸۱	چوہدری محمد عالم صاحب جہلم	۲۰۹
۸۲	مستری کرم الٰہی صاحب محمود آباد تحصیل جہلم	۲۱۰
۸۳	میاں عبدالرحمٰن صاحب " "	۲۱۱
۸۴	سید اختر الدین احمد صاحب کٹکی محلہ کوسمی سونگھڑا۔ ضلع کٹک اڑیسہ	۲۱۲
۸۵	میاں معراج الدین صاحب پہلوان محلہ پیر نگاں لاہور	۲۱۵
۸۶	حافظ عبدالعلی صاحب ولد مولوی نظام الدین صاحب متوطن ادرحمہ ضلع شاہ پور حال مقیم سرگودھا	۲۱۷
۸۷	شیخ محمد افضل صاحب نزد سبزی منڈی پٹیالہ	۲۱۸
۸۸	حاجی محمد صدیق صاحب پٹیالوی حال وائسرے ہاؤس نئی دہلی	۲۲۵
۸۹	سید ناظر حسین صاحب ساکن کالووالی سیداں ضلع سیالکوٹ	۲۲۶
۹۰	جناب سلطان علی صاحب قریشی۔ گوٹیکی ضلع گجرات	۲۲۷
۹۱	محمد فاضل صاحب ولد نور محمد صاحب سکنہ کبیر والا ضلع ملتان	۲۲۸
۹۲	حکیم محمد عبدالجلیل صاحب بھیری حال قلعہ شیخوپورہ	۲۴۳
۹۳	ڈاکٹر عطر دین صاحب وٹرنری انسپکٹر بمبئی ۱۱	۲۴۴
۹۴	مستری نظام دین صاحب چانگریاں ضلع سیالکوٹ	۲۴۷
۹۵	منشی کظیم الرحمٰن صاحب ولد منشی شیخ حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پورہ ریاست کپورتھلہ	۲۵۲
۹۶	بابو اکبر علی صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر آف ورکس اکبر منزل قادیان	۲۵۷
۹۷	شیخ عبدالوہاب صاحب نومسلم	۲۶۴
۹۸	چوہدری حکم دین صاحب ولد چوہدری نبی بخش صاحب سابق دیالگڑھ حال دارالرحمت قادیان	۲۶۸

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۹۹	حافظ صوفی غلام محمد صاحب ولد میاں دل محمد صاحب سابق مچھرالہ تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ حال دارالرحمت قادیان	۲۶۹
۱۰۰	احمد اللہ خان صاحب ولد قدرت اللہ خان صاحب سابق شاہجہان پور۔ حال قادیان	۳۲۹
۱۰۱	میاں اللہ دین صاحب ولد میاں احمد دین صاحب سابق شاہدرہ - حال قادیان	۳۳۱
۱۰۲	سلطان احمد صاحب ولد چوہدری نور علی صاحب سابق بہادر تحصیل و ضلع گورداسپور حال دارالبرکات قادیان	۳۳۲
۱۰۳	شیخ غلام مرتضیٰ صاحب ولد شیخ عمر بخش صاحب سابق ڈڈالہ بانگر تحصیل و ضلع گورداسپور حال دارالعلوم قادیان	۳۳۶
۱۰۴	محمد اسمٰعیل صاحب ولد محمد اکبر صاحب سابق بٹالہ حال حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان	۳۴۱
۱۰۵	مولوی برکت علی صاحب ولد میاں امیر بخش صاحب سابق بھیڑوال ضلع ہوشیارپور حال دارالفضل قادیان	۳۴۷
۱۰۶	والدہ قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی ولد عبدالرحیم صاحب بھٹی - کورٹ قاضی	۳۴۸
۱۰۷	ماہی صاحب ولد محمدی صاحب ننگل باغباناں	۳۵۱
۱۰۸	فضل الٰہی صاحب ولد محمد بخش صاحب قادرآباد متصل قادیان	۳۵۳
۱۰۹	محمد حسن صاحب تاج ولد مولوی تاج محمد صاحب سابق لدھیانہ حال دارالرحمت قادیان	۳۵۴
۱۱۰	حامد حسین خان صاحب ولد محمد حسین صاحب سابق مرادآباد حال قادیان	۳۵۷
۱۱۱	جناب حاکم علی صاحب سابق چک پنیار ضلع گجرات و چک ۹ شمالی سرگودھا حال قادیان	۳۶۲

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱۱۲	جناب حکیم ہدایت اللہ صاحب پنڈوری گھنگور سٹریاں ضلع ہوشیارپور	۳۶۶
۱۱۳	رحمت علی شاہ صاحب ولد فتح علی شاہ صاحب بھینی بانگر ضلع گورداسپور	۳۶۸
۱۱۴	ملک عزیز احمد صاحب دارالفضل قادیان	۳۷۱
۱۱۵	خطوط سیدنا المسیح الموعود بنام سید ناصر شاہ صاحب	۳۷۵
۱۱۶	محمد رشید خان صاحب اسٹیشن ماسٹر شکنی رشید منزل دارالرحمت قادیان	۳۸۱
۱۱۷	جناب اللہ دتہ صاحب ہیڈ ماسٹر قادیان	۳۹۷
۱۱۸	ڈاکٹر قاضی لعل دین صاحب پنشنر سابق ہوشیارپور حال قادیان	۴۰۵
۱۱۹	میر مہدی حسین صاحب - قادیان	۴۰۸
۱۲۰	میاں نظام الدین صاحب ٹیلر ماسٹر جہلمی - قادیان	۴۱۰
۱۲۱	میاں امام الدین صاحب سیکھوانی قادیان	۴۲۰
۱۲۲	میاں نور محمد صاحب سابق کوئٹہ - بلوچستان	۴۳۳
۱۲۳	میر مہدی حسین صاحب - قادیان	۴۳۶
۱۲۴	ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب قادیان	۴۳۹
۱۲۵	مفتی فضل الرحمٰن صاحب "	۴۴۳
۱۲۶	ملک غلام حسین صاحب رہتاسی دارالرحمت قادیان	۴۶۰

رجسٹر نمبر ۸

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱	مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری - قادیان	۱ تا ۷۵
۲	میاں رحمت اللہ صاحب سابق طفل والا حال ریتی چھلہ قادیان	۷۵
۳	قاضی نور محمد صاحب دارالرحمت قادیان	۷۶
۴	بھائی محمود احمد صاحب "	۸۰
۵	صوفی غلام محمد صاحب بی ایس سی بی ٹی ٹیچر ہائی سکول قادیان	۸۳

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۶	سید شاہ عالم صاحب قادیان	۸۴
۷	بابا محمد حسن صاحب "	۸۸
۸	میاں روشن دین صاحب "	۹۳
۹	ملک غلام حسین صاحب رہتاسی قادیان	۹۵
۱۰	سید حسن شاہ صاحب ناصر آباد قادیان	۱۰۰
۱۱	میاں وزیر محمد صاحب سکنہ رہتاس حال "	۱۰۳
۱۲	علی محمد صاحب گوکھووال ضلع لائل پور حال ریتی چھلہ قادیان	۱۰۴
۱۳	ماہی کمہار صاحب حلقہ مسجد فضل قادیان	"
۱۴	میاں بڈھا صاحب " "	۱۰۵
۱۵	میاں صدر الدین صاحب " "	۱۰۶
۱۶	شیخ احمد دین صاحب ڈنگوی حال "	۱۰۸
۱۷	خان بہادر غلام محمد صاحب بھیروی حال حلقہ مسجد فضل قادیان	۱۱۰
۱۸	ملک نور خان صاحب سکنہ سروالا حال کارکن دفتر بیت المال قادیان	۱۱۵
۱۹	مفتی فضل الرحمن صاحب بھیروی۔ قادیان	۱۲۱
۲۰	مستری خدا بخش صاحب عرف مومن جی پٹیالوی دار الرحمت قادیان	۱۲۷
۲۱	مولوی محمد جی صاحب سکنہ کوکھنگ ضلع ایبٹ آباد حال دار الفضل قادیان	۱۳۶
۲۲	میاں فضل محمد صاحب سکنہ ہرسیاں ضلع گورداسپور حال قادیان	۱۴۷
۲۳	ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر قادیان	۱۴۹
۲۴	میاں محمد یٰسین صاحب موٹر ڈرائیور حضرت نواب محمد علی خاں سکنہ گوبند پور ضلع سیالکوٹ حال دار العلوم قادیان	۱۶۸

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۲۵	رحمت اللہ صاحب دامن دار البرکات قادیان	۱۶۹
۲۶	چوہدری مولا بخش صاحب ننگل باغبانان متصل قادیان	۱۷۰
۲۷	بھائی شیر محمد صاحب تاجر قادیان	۱۸۱
۲۸	بابو فقیر علی صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر دار البرکات قادیان	۱۸۱
۲۹	ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب پٹیالوی انچارج نور ہسپتال قادیان	۱۸۶
۳۰	میاں فضل الدین عبد اللہ حجام قادیان	۲۰۲
۳۱	مرزا افضل بیگ صاحب ساکن قصور ضلع لاہور حال محلہ دار الرحمت قادیان	۲۰۹
۳۲	میر مہدی حسین صاحب ساکن موضع سید کھیڑی تحصیل راجپورہ علاقہ ریاست پٹیالہ	۲۱۴
۳۳	چوہدری حاکم دین صاحب شادیوال ضلع گجرات حال دار الفضل قادیان	۲۱۸
۳۴	مرزا عمر دین صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ حال حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان	۲۱۹
۳۵	میاں محمد شفیع صاحب اوورسیئر ڈبلیو ڈی ڈیرہ اسمٰعیل خاں متوطن اوجلہ متصل گورداسپور	۲۲۱
۳۶	میاں عبد الرحیم صاحب قادیان	۲۲۲
۳۷	مولوی فخر الدین صاحب گھوگھیاٹ سیکرٹری امانت جائیداد تحریک جدید۔ قادیان	۲۳۳
۳۸	میاں سلطان احمد صاحب گھوگھیاٹ ضلع شاہ پور	۲۳۷
۳۹	قاری غلام یٰسین صاحب سکنہ رسول پور تحصیل کھاریاں ضلع گجرات حال دارالعتہ قادیان	۲۳۸
۴۰	میاں گوہر دین صاحب قادر آباد متصل قادیان	۲۴۶
۴۱	شیخ مہر دین صاحب دارالصفا "	۲۵۱
۴۲	میاں حشمت اللہ خاں سکنہ بدایوں حال دار العلوم قادیان	۲۵۳

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۴۳	منشی محمد اسمٰعیل صاحب سابق ملہیاں ضلع امرتسر حال محلہ دارالرحمت قادیان	۲۵۵
۴۴	مولوی کرم الٰہی صاحب سکنہ کھارا متصل قادیان	۲۵۷
۴۵	حکیم عبدالغنی صاحب سابق دوسوہہ ضلع ہوشیارپور حال کارکن نظارت بیت المال قادیان	۲۶۰
۴۶	میاں کرم الٰہی صاحب سکنہ بھیرہ حال قادیان	۲۶۴
۴۷	میاں محمد اکبر علی صاحب سکنہ بہادر ضلع گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	۲۶۶
۴۸	ملک فضل الدین صاحب سکنہ دھرم کوٹ بگا ضلع گورداسپور حال حلقہ مسجد فضل قادیان	۲۶۸
۴۹	مولوی غلام احمد صاحب فاضل بدوملہی محلہ دارالرحمت قادیان	۲۶۹
۵۰	چوہدری کریم بخش صاحب سکنہ پنجگرائیں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ	۲۷۱
۵۱	چوہدری برکت علی خانصاحب گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور فنانشل سیکرٹری تحریک جدید قادیان	۲۷۷
۵۲	امۃ العزیز بیگم صاحبہ بیوہ حکیم دین محمد صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ حال محلہ دارالعلوم قادیان	۲۸۰
۵۳	جیون بی بی صاحبہ آف گوجرانوالہ حال نواں پنڈ احمد آباد قادیان	۲۸۲
۵۴	میاں غلام حیدر صاحب ساکن ترگڑی ضلع گوجرانوالہ۔ حال دارالفضل قادیان	۲۸۳
۵۵	مولوی حکیم انوار حسین صاحب شاہ آبادی	۲۸۴
۵۶	مولوی فخرالدین صاحب پنشنر گھوگھیاٹ حال محلہ دارالفضل قادیان	۲۸۸
۵۷	میاں محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹی محلہ دارالفضل قادیان	۲۹۵
۵۸	بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی متوطن کنجروڑ دتاں تحصیل شکرگڑھ ضلع گورداسپور حال قادیان	۲۹۶

رجسٹر نمبر ۹

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱	مفتی چراغ دین صاحب بٹالہ	۱۱
۲	میاں عبدالعزیز صاحب (المعروف مغل) لاہور	۱۰۳-۱۵ ۲۵۶
۳	میاں خیرالدین سراج صاحب سکنہ لودھیانہ حال دارالرحمت قادیان	۵۸
۴	میاں عبداللہ خاں صاحب سکنہ مالوکے بھگت ضلع سیالکوٹ	۶۴
۵	ملک خدا بخش صاحب لاہور	۶۶ الف
۶	روایات بابو غلام محمد صاحب ثانی۔ لاہور	۱۴۰،۶۸ ۲۱۰،
۷	محب الرحمٰن صاحب کپورتھلوی لاہور	۸۴
۸	میر مسعود احمد صاحب سیالکوٹ	۹۹
۹	قاضی محبوب عالم صاحب لاہور	۱۳۲،۱۳۰ ۲۴۰،۲۳۰ ۲۶۰
۱۰	بابو فقیر اللہ صاحب ولد منشی غلام محمد صاحب پنشنر	۱۳۱
۱۱	میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای اے سی لاہور	۱۷۳
۱۲	قاضی عبدالغفور صاحب ساکن بھانسی حال راولپنڈی	۱۷۶
۱۳	میاں معراج الدین صاحب عمر لاہور	۱۷۹
۱۴	میاں اللہ یار صاحب ٹھیکیدار متوطن بلہووال ضلع گورداسپور حال قادیان	۱۹۰
۱۵	روایات سید محمد شاہ صاحب شاہ مسکین	۲۴۰
۱۶	روایات حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ لاہور	۲۴۴
۱۷	سید محمد اشرف صاحب لاہور	۲۰۰
۱۸	مرزا محمد صادق صاحب لاہور	۲۰۶

رجسٹر نمبر ۱۰

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱	مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی	۱
۲	شیخ عبد الغفور صاحب تاجر کتب گجرات	۲۰
۳	میاں ہاشم خاں صاحب گجرات	۲۱
۴	میاں شرف الدین صاحب راجیکے ضلع گجرات (برادر مولانا غلام رسول صاحب راجیکی)	۲۲
۵	ڈاکٹر علم الدین صاحب کڑیانوالہ ضلع گجرات	۴۱
۶	ملک برکت علی صاحب گجرات (والد ماجد ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم)	۴۷
۷	میاں امیر الدین صاحب باشندہ گجرات	۶۰
۸	چوہدری احمد دین صاحب وکیل "	۶۶
۹	ملک عطاء اللہ صاحب گجرات	۷۹
۱۰	میاں رحیم بخش صاحب گجرات	۸۲
۱۱	میاں غلام محمد صاحب باشندہ محلہ باغبانپورہ گوجرانوالہ	۱۰۳
۱۲	خلیفہ نظام الدین صاحب سیالکوٹی حال گوجرانوالہ	۱۰۴
۱۳	میاں کرم الٰہی صاحب جراح گوجرانوالہ	۱۰۵
۱۴	شیخ صاحب دین صاحب ڈھینگرا "	۱۰۶
۱۵	چوہدری عبد العزیز صاحب گلی آساملتانیاں "	۱۰۷
۱۶	شیخ محمد اسمٰعیل صاحب " "	۱۰۹
۱۷	میاں محمد ابراہیم صاحب " "	۱۱۱
۱۸	خواجہ محمد شریف صاحب ولد شیخ صاحب دین صاحب گلی آساملتانیاں گوجرانوالہ	۱۱۶
۱۹	میاں میراں بخش صاحب ٹیلر ماسٹر گلی آساملتانیاں گوجرانوالہ	۱۱۷
۲۰	حکیم عبد الرحمٰن صاحب گلی آساملتانیاں "	۱۲۱
۲۱	منشی غلام حیدر صاحب قادیانی گلی آساملتانیاں گوجرانوالہ	۱۲۵
۲۲	میاں فیروز الدین صاحب سیالکوٹ	۱۲۷
۲۳	میاں محمد عبد اللہ صاحب محلہ کوچہ حسین شاہ سیالکوٹ	۱۳۴
۲۴	میاں گلاب الدین صاحب محلہ حکیم حسام الدین سیالکوٹ	۱۳۶
۲۵	میاں اللہ دتہ صاحب ولد میاں قمر الدین ورک محلہ حکیم حسام الدین سیالکوٹ	۱۳۷
۲۶	میاں شیخ مہر الدین صاحب محلہ حکیم حسام الدین سیالکوٹ	۱۴۰
۲۷	میاں محمد نواز خان صاحب ساکن ڈیرہ اسمٰعیل خاں حال سیالکوٹ	۱۴۱
۲۸	حافظ محمد شفیع صاحب محلہ جنڈانوالہ سیالکوٹ	۱۴۲
۲۹	میاں عبد العزیز صاحب محلہ حکیم حسام الدین "	۱۵۱
۳۰	میاں نبی بخش صاحب " "	۱۵۲
۳۱	مستری محمد الدین صاحب " "	۱۵۳
۳۲	میاں عمر الدین صاحب محلہ امام علی یعقوب "	۱۵۶
۳۳	میاں مہر عمر الدین صاحب " "	۱۵۷
۳۴	میاں میراں بخش صاحب " "	۱۵۸
۳۵	حاجی عبد العظیم صاحب " "	۱۶۱
۳۶	چوہدری محمد الدین صاحب ٹیلر ماسٹر "	۱۶۲
۳۷	مہر غلام حسین صاحب "	۱۶۷
۳۸	منشی احمد دین صاحب "	۱۷۶
۳۹	حسین بی بی صاحبہ زوجہ مستری غلام قادر صاحب سیالکوٹی محلہ امام علی یعقوب سیالکوٹ	۱۷۸
۴۰	میاں محمد شریف صاحب گوندل زرگر " "	۱۷۹
۴۱	میاں محمد امام الدین صاحب موضع بیکا گڑھا تحصیل سیالکوٹ	۱۸۰

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۴۲	میاں رحیم بخش صاحب چونڈہ ضلع سیالکوٹ	۱۸۳
۴۳	عالم بی بی صاحبہ بنت مستری کرم الٰہی صاحب چونڈہ ضلع سیالکوٹ	۱۹۳
۴۴	چوہدری حسن محمد صاحب " "	۱۹۴
۴۵	" رسول بخش صاحب " "	۱۹۵
۴۶	" نبی بخش صاحب " "	۲۰۱
۴۷	میاں امام الدین صاحب " "	۲۰۵
۴۸	چوہدری رحمت خانصاحب " "	۲۰۶
۴۹	سردار بیگم صاحبہ زوجہ چوہدری محمد حسین صاحب سکنہ تلونڈی عنایت خاں ضلع سیالکوٹ	۲۰۷
۵۰	میاں اللہ رکھا صاحب نوشہرہ ککے زئیاں ضلع سیالکوٹ	۲۱۴
۵۱	میاں عبداللہ صاحب موضع کھیوا "	۲۱۵
۵۲	" موسیٰ خانصاحب " "	۲۱۶
۵۳	" جلال الدین صاحب " "	۲۱۷
۵۴	مولوی محمد عبداللہ صاحب "	۲۱۸
۵۵	چوہدری نوابدین صاحب دابو بھنڈیارہ "	۲۲۴
۵۶	" محمد علی صاحب گھٹیالیاں "	۲۲۵
۵۷	سید نذیر حسین صاحب " "	۲۳۷
۵۸	حسین کاشمیری صاحب " "	۲۵۲
۵۹	چوہدری مہتاب الدین صاحب " "	۲۵۴
۶۰	" شاہ محمد صاحب "	۲۵۵
۶۱	میاں گلاب الدین صاحب " "	۲۵۶
۶۲	چوہدری حیات محمد صاحب " " "	۲۵۷
۶۳	میاں بدرالدین صاحب " "	۲۵۸
۶۴	" سُندر حسین صاحب کمہار سکنہ چونڈہ کے ضلع سیالکوٹ	۲۶۱
۶۵	چوہدری اللہ بخش صاحب منگولے ضلع سیالکوٹ	۲۶۳
۶۶	میاں سیف اللہ صاحب چندر کے "	۲۶۴
۶۷	" فضل الدین صاحب منگولے "	۲۶۵
۶۸	" محمد اسحٰق صاحب " "	۲۶۶
۶۹	" نصراللہ خانصاحب نمبردار "	۲۶۷
۷۰	چوہدری عالم دین صاحب میانوالی خانانوالی ضلع سیالکوٹ	۲۶۸
۷۱	چوہدری عبداللہ خانصاحب داتا زیدکا "	۲۷۰
۷۲	" غلام حسین صاحب گھٹیالیاں "	۲۷۴
۷۳	میاں محمد رشید صاحب سکنہ ڈلہ حال گھنوکے ضلع سیالکوٹ	۲۷۵
۷۴	میاں طالب دین صاحب " "	۲۷۶
۷۵	چوہدری جیون خانصاحب " "	۲۷۷
۷۶	بقیہ روایات میاں فضل احمد صاحب پٹواری حلقہ گورداس ننگل	۲۷۸
۷۷	میاں اللہ یار صاحب ٹھیکیدار	۲۸۰
۷۸	چوہدری محمد دین صاحب قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ	۲۸۸
۷۹	" عبدالرحیم صاحب " "	۲۸۹
۸۰	دیوان شاہ صاحب ڈوگر باجوہ متصل ناروال حال قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ	۲۹۰
۸۱	منشی نور محمد صاحب ہرسیاں ضلع گورداسپور	۲۹۱
۸۲	حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان۔ ہلال پور تحصیل بھلوال	۲۹۲
۸۳	ماسٹر عبدالرؤف صاحب بھیروی سابق ہیڈ کلرک تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان	۲۹۴
۸۴	حضرت مولانا شبیر علی صاحب قادیان	۲۹۷
۸۵	ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب قادیان	۳۰۷

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۸۶	میاں فتح دین صاحب ساکن ستوکے ضلع لاہور	۳۰۹
۸۷	سید مہدی حسین صاحب قادیان	"
۸۸	ملک غلام حسین صاحب رہتاسی دارالرحمت قادیان	۳۱۰
۸۹	میاں خدا بخش صاحب مومن جی پٹیالوی دارالرحمت قادیان	۳۴۴
۹۰	شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرسادی قادیان	۳۴۵
۹۱	شیخ عطاء محمد صاحب سابق پٹواری ونجواں ضلع گورداسپور	۳۵۵
۹۲	ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب انچارج نور ہسپتال قادیان	۳۵۷
۹۳	حضرت مولانا سرور شاہ صاحب	۳۵۹
۹۴	مولوی حکیم نظام الدین صاحب ساکن موضع کھیرانوالی متصل کپورتھلہ	۳۶۲
۹۵	میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی	۳۶۵

رجسٹر نمبر ۱۱

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱	بابا رحیم بخش صاحب ساکن قصبہ سنور محلہ تیواں ارائیاں دربان غربی ڈیوڑھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی	۱
۲	شیخ مشتاق حسین صاحب لاہور	۴
۳	میاں امام الدین صاحب سیکھوانی محلہ دارالرحمت قادیان	۵
۴	حاجی محمد موسیٰ صاحب نیلا گنبد لاہور	۷
۵	مستری اللہ رکھا صاحب ترگڑی ضلع گوجرانوالہ حال لاہور	۲۰
۶	چوہدری عبدالقادر صاحب سکنہ سجووال تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور	۲۱
۷	ماسٹر وڈا وسے خاں صاحب شریف پورہ امرتسر	۲۵
۸	میاں عبدالرشید صاحب ولد میاں چراغ دین صاحب لاہور چیف ڈرافٹمین پی۔ ڈبلیو۔ ڈی سنٹرل ورکشاپ امرتسر	۲۸
۹	میاں عبدالغفار صاحب جراح بازار قلعہ بھنگیاں امرتسر	۳۸
۱۰	میاں محمد اسمٰعیل صاحب حجام بازار حکیماں امرتسر	۴۴
۱۱	ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب ولد شیخ غلام قادر صاحب سکنہ بٹالہ حال امرتسر کوٹ ککے زئیاں	۴۵
۱۲	میاں شرف الدین صاحب سکنہ نوشہرہ پنواں حال کٹڑہ خزانہ گلی مسجد والی امرتسر	۴۶
۱۳	شیخ زین العابدین صاحب ولد غلام نبی ضلع گورداسپور	۴۷
۱۴	ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب قادیان	۷۷
۱۵	ملک غلام حسین صاحب رہتاسی قادیان	۸۹
۱۶	میاں محمد دین صاحب ولد میاں نورالدین صاحب ضلع گجرات	۱۰۰
۱۷	سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب قادیان	۱۳۹
۱۸	مرزا برکت علی صاحب متوطن بٹی ضلع لاہور حال قادیان	۱۴۴
۱۹	اللہ بخش صاحب ولد حاجی نبی بخش صاحب قادیان	۱۴۵
۲۰	ماسٹر محمد طفیل صاحب محلہ دارالفضل "	۱۵۴
۲۱	ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سابق مہر سنگھ سکنہ ڈومیلی تحصیل پھگواڑہ ریاست کپورتھلہ حال دارالفضل قادیان	۱۵۷
۲۲	میاں عبدالرزاق صاحب سیالکوٹی حال قادیان	۱۵۸
۲۳	شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرسادی "	۱۶۳
۲۴	مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری	۱۶۵
۲۵	مولوی خان ملک صاحب کھیوالی ضلع جہلم	۱۶۶

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۲۶	ملک غلام حسین صاحب رہتاسی خادم المسیح دارالرحمت قادیان	۱۷۰
۲۷	چوہدری عبدالرحیم صاحب محلہ دارالرحمت ،،	۱۷۵
۲۸	میاں وزیر محمد خاں صاحب منی پور آسام	۱۷۹
۲۹	ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب	۱۸۲
۳۰	شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر "نور"	۱۹۷
۳۱	چوہدری نعمت اللہ خاں صاحب گوہر سکنہ پھگور ضلع لدھیانہ	۲۰۱
۳۲	ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب	۲۰۶
۳۳	صوفی عطاء محمد صاحب راہوں ضلع جالندھر	۲۰۷
۳۴	میاں محمد حسین صاحب آف دھرم سالہ	۲۱۲
۳۵	مولوی عزیز دین صاحب پٹی ضلع لاہور	۲۱۳
۳۶	سید محمد قاسم صاحب سکنہ شاہجہان پور	۲۲۰
۳۷	حکیم چراغ دین صاحب سکنہ جوڑا ضلع گجرات (ابوالمنیر مولوی نورالحق صاحب کے دادا جان) ناقل	۲۲۲
۳۸	مرزا غلام نبی صاحب سکنہ پنڈی لالہ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات	۲۲۵
۳۹	ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب کھاریاں	۲۲۷
۴۰	میاں محمد اسحٰق صاحب سکنہ کھر بیپڑ ضلع لاہور	۲۲۸
۴۱	میاں فتح دین صاحب سکنہ رتتے وال ضلع ،،	۲۲۹
۴۲	میاں فتح محمد صاحب سکنہ سرشت پور ضلع ہوشیارپور	۲۳۱
۴۳	میاں نور محمد صاحب سکنہ دیجوال حال امرتسر	۲۳۲
۴۴	میاں محمد دین صاحب سکنہ سید والا ضلع شیخوپورہ	۲۳۳
۴۵	میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل لاہور	۲۳۴
۴۶	حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی - قادیان	۲۳۶
۴۷	مولوی عبدالرحیم صاحب نیر قادیان	۲۴۹ و ۳۰۱ و ۳۱۲
۴۸	مولوی فضل الٰہی صاحب دارالرحمت قادیان	۲۵۹
۴۹	شیخ غلام قادر صاحب سکنہ نور غلام نبی حال ،،	۲۶۳
۵۰	میر مہدی حسین صاحب قادیان	۲۶۶ و ۲۸۲
۵۱	ملک غلام حسین صاحب رہتاسی قادیان	۲۷۸
۵۲	میر حسین صاحب قریشی ،،	۳۰۰
۵۳	ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب ،،	۳۰۵
۵۴	چوہدری عبدالرحیم صاحب ،،	۳۰۶
۵۵	صوفی نبی بخش صاحب دارالرحمت ،،	۳۱۵
۵۶	منشی امام الدین صاحب پٹواری ،،	۳۱۶
۵۷	شیخ مشتاق حسین صاحب سکنہ گوجرانوالہ حال لاہور	۳۲۹
۵۸	حکیم سید محمد ثناء اللہ صاحب نظامی سکنہ پھلور ضلع جالندھر - محلہ قاضیاں قادیان	۳۳۴
۵۹	میاں غلام قادر صاحب متوطن سنگڑ دعہ ضلع جالندھر	۳۳۶
۶۰	میاں مبارک علی صاحب قریشی سکنہ لدھیانہ ضلع ،،	۳۳۹
۶۱	حکیم شیخ محمد صاحب سکنہ دہرالہ دار ملیاں	۳۴۰
۶۲	حافظ عبدالعلی صاحب برادر حضرت مولانا شیر علی صاحب سرگودھا	۳۴۷
۶۳	چوہدری فقیر محمد صاحب سکنہ محمود آباد ضلع جہلم	۳۴۸
۶۴	میاں محمد ظہورالدین صاحب سکنہ ڈڈلی کہار گڑھ	۳۵۰
۶۵	خانصاحب سید غلام حسین صاحب وٹرنری ڈاکٹر بھیرہ ضلع شاہ پور	۳۷۱
۶۶	میاں امام الدین صاحب ملک پور رجتاں تحصیل کھاریاں ضلع گجرات	۳۷۳

رجسٹر نمبر ۱۲

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱	حافظ نبی بخش صاحب متوطن فیض اللہ چک حال دارالفضل قادیان	۱

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۲	حضرت مولوی سیّد سرور شاہ صاحب مفتی سلسلہ عالیہ احمدیّہ	۵
۳	چوہدری محمد عبد اللہ صاحب سکنہ گوکھووال ضلع لائلپور	۷
۴	شیخ نور الدین صاحب تاجر کتب قادیان (متوطن دھرم کوٹ رندھاوا)	۹
۵	مولوی عبد الرحیم صاحب نیّر	۱۲
۶	حکیم عبد الصمد خاں صاحب دہلوی	۱۳
۷	میاں خیر الدین صاحب سکنہ ڈھاڈیوال متصل اجنالہ	۲۳ ۲۵
۸	میاں غلام محمد صاحب ساکن بٹالہ	۲۴-۴۸
۹	شیخ عبد الرشید صاحب بٹالوی	۲۶-۴۹
۱۰	سیّد دلاور شاہ صاحب آف لاہور	۵۱
۱۱	چوہدری بڈھا صاحب سکنہ رجوعہ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات	۵۳
۱۲	میاں محمد اسمٰعیل صاحب سیکھوانی	۵۵
۱۳	ڈاکٹر محمد منیر صاحب آف امرتسر	۵۶
۱۴	حضرت خلیفہ نور الدین صاحب جمونی	۵۸
۱۵	ڈاکٹر عبد المجید خانصاحب شاہجہانپوری	۸۸
۱۶	میاں غلام حسن، صاحب بھٹی سکنہ فتاکپور تحصیل کبیر والا ضلع ملتان	۹۲
۱۷	میاں ڈاکٹر محمد اشرف صاحب سرجن سکنہ ملی وال ضلع گجرات	۹۷
۱۸	شیخ عبد الکریم صاحب ولد شیخ غلام محمد صاحب جلد ساز - کراچی	۱۱۴
۱۹	میاں محمد شریف صاحب کشمیری سکنہ پکھیوال ضلع گورداسپور	۱۱۵
۲۰	میاں محمد صدیق صاحب پٹیالوی حال دہلی	۱۲۲
۲۱	مولانا محمد ابو الحسن صاحب سکنہ کالا ماڑ کوہ سلیمان ضلع ڈیرہ غازی خاں	۱۲۶
۲۲	میاں جان محمد صاحب المعروف جند وڈا صاحب سکنہ بستی بزدار تحصیل سنگھڑ ضلع ڈیرہ غازی خاں	۱۲۷
۲۳	میاں اللہ بخش صاحب بستی بزدار ضلع ڈیرہ غازی خاں	۱۲۸
۲۴	میاں اللہ دتا صاحب سکنہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ	۱۳۱
۲۵	بابو عبد العزیز صاحب اوورسیر گلی آساملتانیاں گوجرانوالہ	۱۳۴
۲۶	بابو محمد عبد اللہ صاحب سگنیلر سکنہ فیض اللہ چک ضلع گورداسپور	۱۳۵
۲۷	بقیہ روایات حضرت مولانا راجیکی صاحب	۱۳۸
۲۸	منشی سلطان عالم صاحب سکنہ گوہڑیالہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات	۱۴۳
۲۹	چوہدری عالم علی صاحب چک پنیار ضلع گجرات	۱۴۷ ۱۵۶
۳۰	میاں قطب الدین صاحب لودی ننگل ضلع گورداسپور	۱۴۸
۳۱	میاں حیات محمد صاحب سکنہ دیروالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ	۱۴۹
۳۲	ڈاکٹر سیّد محمد حسن شاہ صاحب سکنہ سرانوالی ضلع سیالکوٹ	۱۵۰
۳۳	سیّد تاج حسین صاحب بخاری ہیڈ ماسٹر ۱۳۸ ج ب سکول براستہ گوجرہ ضلع لائلپور	۱۵۲
۳۴	میاں الٰہی بخش صاحب سابق پٹھی رسان گنڈا سنگھ والا	۱۵۴
۳۵	حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی	۱۵۸ ۱۷۰

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۳۶	میاں عبدالعزیز صاحب ولد میاں عدل الدین صاحب سابق شنکار ماچھیاں ضلع گورداسپور حال محلہ دارالعلوم قادیان	۱۶۸
۳۷	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سکنہ تنگرٹی ضلع گوجرانوالہ	۱۷۸
۳۸	میاں صوبہ صاحب " "	۱۸۱
۳۹	روایات میاں سدھے خانصاحب سکنہ مٹیانہ ڈاکخانہ راجپورہ ضلع ہوشیارپور	۱۹۳
۴۰	شیخ غلام حسین صاحب لودھیانوی سکرٹری حال دہلی	۲۰۲
۴۱	میاں جان محمد صاحب سکنہ علاقہ تیراہ	۲۰۶
۴۲	مائی کاکو صاحبہ سکنہ سیکھواں	۲۰۹
۴۳	ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کڑک بازید چک حال افریقہ	۲۱۱
۴۴	بابو شاہ عالم صاحب سکنہ جہلم	۲۲۸
۴۵	میاں محمد حنیف صاحب ٹھیکیدار نہر محبوب منزل امرتسر	۲۲۹
۴۶	حکیم نواب علی صاحب فاروقی	۲۳۱
۴۷	بابو عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ انبالہ	۲۳۷
۴۸	میاں عبدالرحیم صاحب سکنہ انبالہ (برادر حقیقی بابو عبدالرحمٰن صاحب انبالوی)	۲۶۴
۴۹	مرزا قدرت اللہ صاحب دارالفضل قادیان	۲۶۵ ۲۹۱
۵۰	مولوی جلال الدین صاحب کھرپیڑ ضلع لاہور	۲۷۰
۵۱	منشی محبوب عالم صاحب لاہور	۲۸۳
۵۲	میاں عبدالحمید صاحب انبالوی (پسر بابو عبدالرحمٰن صاحب)	۲۸۴
۵۳	حاجی میراں بخش صاحب انبالوی تاجر چرم بازار سبزی منڈی انبالہ شہر	۲۸۶
۵۴	میاں کریم بخش صاحب قصبہ بنیڈہ نیکشن ریاست پٹیالہ	۲۸۹

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۵۵	میاں عبدالعزیز صاحب سکنہ چک سکندر ڈاکخانہ کھاریاں ضلع گجرات	۲۹۲
۵۶	شیخ عطاء اللہ صاحب نومسلم اسلامیہ پارک پونچھ روڈ مزنگ لاہور	۲۹۶
۵۷	میاں عبدالمجید صاحب سکنہ قصبہ آنوز ضلع بانسریلی	۳۱۱
۵۸	خانزادہ امیر اللہ خاں صاحب سکنہ اسماعیلیہ تحصیل صوابی ضلع مردان	۳۱۵
۵۹	مولوی فضل الٰہی صاحب دارالبرکات قادیان	۳۲۲

رجسٹر نمبر ۱۲

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱	چوہدری غلام محمد صاحب سکنہ گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ	۱
۲	چوہدری غلام احمد صاحب سکنہ چک نمبر ۶۰۸ ڈاکخانہ نقیروالی ضلع بہاولنگر اصل سکونت تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور	۳
۳	میاں مولا بخش صاحب لوہار سکنہ بھیرہ	۴
۴	مسماۃ طالع بی بی اہلیہ مستری کرم الدین صاحب بھیرہ	۷
۵	مولوی امیر الدین صاحب سکنہ گجرات	۸
۶	مرزا محمد اکرم بیگ صاحب ولد میرزا جیون بیگ صاحب	۱۰
۷	ملک عطاء محمد صاحب گجراتی	۱۱
۸	مستری علی احمد صاحب سکنہ کھیوہ والی ضلع گوجرانوالہ	۱۲
۹	مولوی عبیداللہ صاحب قریشی سکنہ لائل پور	۱۳
۱۰	حکیم عبدالعزیز صاحب سکنہ گوجرہ	۱۵-۱۴

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱۱	حکیم دین محمد صاحب اکونٹنٹ ملٹری اکونٹس ڈیپارٹمنٹ متوطن بہاہون ضلع جالندھر حال محلہ دارالفضل قادیان	۲۰
۱۲	میاں محمد دین صاحب سکنہ تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور (برادر اصغر حافظ حامد علی صاحب)	۸۴
۱۳	میاں علی بخش صاحب سکنہ رہتاس ضلع جہلم	۸۵
۱۴	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سکنہ بھڈال ضلع سیالکوٹ	۸۷
۱۵	چوہدری کرم الٰہی صاحب سکنہ تلونڈی کھجور والی ضلع گوجرانوالہ	۹۰
۱۶	حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری	۹۲
۱۷	چوہدری عبداللہ خاں صاحب سکنہ بہلولپور ضلع لائل پور	۹۵
۱۸	میاں محمد اسمٰعیل صاحب سکنہ پرتھی پور ریاست کپورتھلہ حال چک ۳ پودھری والا ضلع نوابشاہ	۱۰۴
۱۹	میاں جیوا صاحب سکنہ مانگا ضلع سیالکوٹ حال ریاست بہاولپور	۱۰۵
۲۰	میاں پیر بخش صاحب سکنہ بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازی خاں	۱۰۶
۲۱	حسن رہتاسی صاحب	۱۰۷
۲۲	میاں اللہ دتا صاحب سکنہ بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازی خاں	۱۰۸
۲۳	میاں محمد عظیم صاحب ساکن موضع حاجی کمال ضلع ڈیرہ غازیخاں	۱۱۱
۲۴	میاں حسن الدین صاحب سکنہ بوچھال کلاں ضلع جہلم	۱۱۲
۲۵	میاں غوث محمد صاحب سکنہ ہرسیاں ضلع گورداسپور	۱۱۳
۲۶	چوہدری بھنبے خاں صاحب سکنہ سڑوعہ ضلع ہوشیارپور	۱۱۴
۲۷	شیخ نیاز محمد خاں صاحب انسپکٹر پولیس سندھ ولد محمد بخش سکنہ گوجرانوالہ حال دارالرحمت قادیان	۱۱۵
۲۸	میاں غلام حسن صاحب سکنہ محمود آباد ضلع جہلم	۱۳۱
۲۹	میاں میاں خانصاحب سکنہ چک ۹۹/ل شمالی ضلع سرگودہا	۱۳۲
۳۰	منشی نور احمد صاحب سکنہ محمود آباد ضلع جہلم	۱۳۳
۳۱	میاں نور محمد صاحب سکنہ ددالمیال "	۱۳۴
۳۲	" علی حیدر صاحب " "	۱۳۵
۳۳	حاجی غلام محمد صاحب " "	۱۳۷
۳۴	میاں کرم الدین صاحب سکنہ چکوال "	۱۳۸
۳۵	" احمد علی صاحب سکنہ ددالمیال "	۱۳۹
۳۶	حضرت مفتی محمد صادق صاحب	۱۴۱
۳۷	ملک علی حیدر صاحب سکنہ ددالمیال ضلع جہلم	۱۴۲
۳۸	چوہدری غلام سرور صاحب سکنہ چک ۵۵/۲-ایل تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال	۱۴۳
۳۹	میر عنایت علی شاہ صاحب سکنہ محلہ صوفیاں لودھیانہ	۱۴۹
۴۰	میاں محمد سلطان صاحب سکنہ لودھراں ضلع ملتان	۱۵۱
۴۱	میاں عنایت اللہ صاحب سکنہ نارہ وال ضلع سیالکوٹ	۱۵۵
۴۲	حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب	۱۵۷
۴۳	ملک عبدالرحمٰن صاحب سکنہ پیرکوٹ ثانی ضلع گوجرانوالہ	۱۶۰
۴۴	مولوی احمد دین صاحب سکنہ منارہ ضلع جہلم	۱۶۵
۴۵	مولوی محمد عظیم صاحب سکنہ حاجی کمال ضلع ڈیرہ غازیخاں	۱۶۸

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۴۶	حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب نومسلم محلہ دارالرحمت قادیان	۱۶۹
۴۷	میاں احمد خاں صاحب ولد میاں باز خانصاحب سکنہ ڈیریوالہ ضلع گورداسپور	۱۷۰
۴۸	چوہدری فیض احمد صاحب نمبردار ڈیریوالہ ضلع گورداسپور	۱۷۲
۴۹	ملک برکت علی صاحب ولد ملک نذیر علی صاحب قوم راجپوت کھوکھر	۱۷۳
۵۰	مستری فقیر محمد صاحب قادرآباد متصل قادیان	۱۷۶
۵۱	عبدالمجید خانصاحب ولد غلام حسین خاں قوم پٹھان ساکن قصبہ آنوں ضلع بانس بریلی	۱۷۹
۵۲	حاجی محمد الدین صاحب سکنہ تہال تحصیل کھاریاں ضلع گجرات	۱۸۲
۵۳	ملک محمود خانصاحب رئیس بیار تحصیل مردان ضلع پشاور	۱۸۵
۵۴	حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ	۱۸۸
۵۵	قریشی شیخ محمد صاحب چھٹی مسان قادیان	۳۹۴
۵۶	قاضی محمد عالم صاحب سکنہ کوٹ قاضی ضلع گوجرانوالہ	۴۰۱
۵۷	چوہدری حاکم علی صاحب ۔ قادیان	۴۰۸
۵۸	چمن خاں صاحب سکنہ بیگم گڑھ ضلع گوڑگاؤں	۴۱۱
۵۹	نظام الدین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی ماسٹر سکنہ نبی پور ضلع گورداسپور	۴۱۳
۶۰	میاں محمد صاحب احمدی ببیل چک ضلع گورداسپور	۴۱۷
۶۱	خاں صاحب عبداللہ خاں صاحب رہانہ ضلع ہوشیارپور	۴۲۲
۶۲	منشی عبدالسمیع صاحب سکنہ امروہہ ضلع مرادآباد	۴۲۵

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۶۳	میاں خیرالدین صاحب دری باف مرحوم قادیان	۴۳۳
۶۴	مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب مرحوم "	۴۳۸
۶۵	مرزا عبداللہ بیگ صاحب قادیان	۴۳۹
۶۶	چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔اے سیال	"
۶۷	میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی	۴۴۰

رجسٹر نمبر ۱۴

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱	بقیہ روایات میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی	۱
۲	حاجی محمد عبداللہ صاحب شکار ماچھیاں ضلع گورداسپور	۳۵
۳	محمد بخش صاحب ساکن پٹھناں والا	۳۷
۴	چوہدری غلام محمد صاحب بی۔اے ہیڈ ماسٹر نصرت گرلز ہائی سکول قادیان	۳۹
۵	میاں عطاء اللہ صاحب ساکن بھمیاں ہوشیارپور	۳۹
۶	حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ و خارجہ قادیان	۴۰
۷	حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان ۔ موضع سلطان سیداں عرف گھنڈی پیراں ضلع مظفرآباد ریاست کشمیر)	۵۵
۸	چوہدری محمد عظیم صاحب نائب تحصیلدار شیخوپورہ متوطن تلونڈی عنایت اللہ خاں ضلع سیالکوٹ	۱۳۷
۹	منشی محمد الدین صاحب واصلباقی نویس کھاریاں ۔ حال قادیان	۱۳۸
۱۰	ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ساکن کوٹ رندھاوا ۔ حال قادیان	۲۰۲

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۱۱	حضرت علامہ حافظ روشن علی صاحب	۲۲۳
	مستری قطب الدین صاحب بھیروی	۳۵۲
۱۲	پیر حاجی احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ ہوشیار پور	۲۳۸
۱۳	میاں عطاء اللہ صاحب ساکن بڑھانول تحصیل راجوری صوبہ جموں کشمیر	۲۴۲
۱۴	ملک غلام محمد صاحب ولد ملک بستو صاحب لاہور	۲۴۴
۱۵	میر مہدی حسین صاحب قادیان	۲۴۵
۱۶	ڈاکٹر عطر دین صاحب امیر جماعت احمدیہ بمبئی	۲۴۹
۱۷	ڈاکٹر انوار حسین صاحب میونسپل کمشنر بلب گڑھ ضلع گوڑگاؤں	۲۵۲
۱۸	ملک عبدالعزیز صاحب ساکن اڑہالہ ضلع مونگھیر	۲۵۳
۱۹	حکیم عبدالعزیز خان صاحب مالک طبیہ عجائب گھر قادیان	

نمبر شمار	نام صحابی	صفحہ رجسٹر
۲۰	بابا فضل محمد صاحب ہرسیاں والے قادیان	۲۷۵
۲۱	مسماۃ بڈھو ساکن دھرم کوٹ بگہ ضلع گورداسپور	۲۸۸
۲۲	مولوی محمد عثمان صاحب ساکن قصبہ مادن ضلع ہردوئی حال رحمت منزل احاطہ خانم فقیر محمد خاں لکھنؤ	۲۹۰
۲۳	پیر محمد عبداللہ صاحب گوئیکی۔ گجرات	۲۹۱
۲۴	شہامت خاں صاحب ساکن نادون حال قادیان	۲۹۶
۲۵	منشی عبدالسمیع صاحب امروہہ	۲۹۹
۲۶	منشی محمد اسلم صاحب کلرک قادیان	۳۰۶
۲۷	حکیم مولوی قطب الدین صاحب "	۳۱۶
۲۸	میاں وزیر خاں صاحب غوری بلب گڑھ حال قادیان	۳۵۶
۲۹	مرزا غلام رسول صاحب ریڈر جوڈیشل کمشنر پشاور	۳۶۶
۳۰	منشی محمد علی صاحب پٹواری سنور۔ پٹیالہ	۳۶۸
۳۱	منشی عبدالرحمٰن صاحب سنور "	۳۶۹

قادیان کے صحابہ کی فہرست

جو

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی نگرانی میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ نے مرتب فرمائی

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
الف	سیدنا امیر المومنین حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب				
ب	صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے				

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
ج	صاحبزادہ حضرت میرزا شریف احمد صاحب				
د	جناب میرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے	خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب	قادیان ضلع گورداسپور	۱۹۰۴ء ۱۹۰۵	۱۸۹۷ء سے
ہ	جناب میرزا رشید احمد صاحب	"	"	پیدائشی احمدی ۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
و	حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب	حضرت میر ناصر نواب صاحب	"	-	۲ سال کی عمر میں پیدائش ۱۸۸۱ء
ز	حضرت میر محمد اسحاق صاحب	"	دہلی حال قادیان	پیدائشی احمدی ۸ ستمبر ۱۸۹۰ء	۱۸۹۰ء
ح	حضرت نواب محمد علی خاں صاحب				
ط	حضرت نواب عبدالرحمٰن خاں صاحب				
ی	حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب				
ک	حضرت نواب عبدالرحیم خاں صاحب				
ل	حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے				
م	حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد امام مسجد لنڈن				
ن	حضرت مولوی جلال الدین صاحب نائب " "				
س	مرزا گل محمد صاحب	میرزا نظام الدین صاحب	قادیان	۱۹۱۴ء	۱۹۰۶ء

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۱	حضرت مفتی محمد صادق صاحب	مفتی عنایت اللہ صاحب مرحوم	بھیرہ ضلع شاہ پور حال قادیان دارالامان	دسمبر ۱۸۹۰ء یا جنوری ۱۸۹۱ء	دسمبر ۱۸۹۰ء یا جنوری ۱۸۹۱ء
۲	چوہدری برکت علی خاں صاحب	چوہدری میراں بخش صاحب	محلہ کوٹلہ فقیریانہ گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور حال آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۳	چوہدری امیر محمد خاں صاحب	چوہدری سکندر خانصاحب	اہرانہ تحصیل و ضلع ہوشیارپور حال معاون آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
۴	مرزا احمد شفیع صاحب	حمید مرزا صاحب	دہلی حال محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان	۱۹۰۱ء	۱۹۰۳ء
۵	پیرجی مظہر حق صاحب (مظہر الحق احمد)	پیرجی افتخار احمد صاحب	قادیان دارالامان کارکن دفتر محاسب صدر انجمن احمدیہ	پیدائشی ۱۸۸۸ء	۱۸۹۴ء
۶	سید محمود عالم صاحب	سید مبارک حسین صاحب	موضع ارسنڈا گلخانہ جہان آباد پرگنہ پھلاوہر ضلع گیا۔ بہار حال کارکن محاسب صدر انجمن احمدیہ	-	۱۹۰۷ء
۷	محمد حمید الدین صاحب	بابو فضل الدین صاحب	ٹکیریاں ضلع ہوشیارپور حال کارکن دفتر محاسب صدر انجمن احمدیہ	۴ جنوری ۱۸۹۹ء	۱۹۰۵ء
۸	منشی عبدالرحیم صاحب نومسلم سابق پنڈت کشن لعل	پنڈت رلیا رام صاحب	[illegible] حال کارکن نظارت بیت المال صدر انجمن احمدیہ	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۹	منشی شیخ کظیم الرحمٰن صاحب	منشی شیخ حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم	حاجی پورہ ڈاکخانہ پھگواڑہ۔ کپورتھلہ حال کارکن بیت المال صدر انجمن احمدیہ قادیان	پیدائشی ۱۸۹۳ء	۱۹۰۴ء
۱۰	ملک نور خان صاحب	ملک فتح خان صاحب	سرسالہ ڈاکخانہ تحصیل وضلع کیمبلپور حال کارکن دفتر بیت المال صدر انجمن احمدیہ قادیان	۱۸۹۹ء	۱۸۹۹ء
۱۱	حکیم عبدالغنی صاحب	سید عظیم شاہ صاحب	قصبہ دسوہہ ضلع ہوشیارپور کارکن بیت المال ،،	۱۹۰۶ء	۱۹۰۶ء
۱۲	مولوی فخر الدین صاحب	مولوی قطب الدین صاحب	گھوگھیاٹ ضلع شاہ پور سکرٹری امانت جائیداد تحریک جدید قادیان	۱۸۹۸ء	۱۸۹۸ء
۱۳	میاں سلطان احمد صاحب	مولوی قطب الدین صاحب	گھوگھیاٹ ضلع شاہ پور	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
۱۴	منشی عبدالسمیع صاحب	منشی عبدالرحمٰن صاحب	کپورتھلہ ریاست حال قادیان محلہ دارالفضل	۱۸۹۸ء	۱۸۹۸ء
۱۵	بابو فضل احمد خان صاحب	شیخ علی بخش صاحب	بٹالہ ضلع گورداسپور حال کارکن دفتر سکرٹری احمد آباد سنڈیکیٹ قادیان	۱۹۰۴ء	۱۹۰۷ء
۱۶	چوہدری بدرالدین صاحب	چوہدری کندو خان صاحب	راہوں ضلع جالندھر حال کارکن دفتر نظارت دعوۃ وتبلیغ	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۱۷	حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب	سید محمد حسن شاہ صاحب	سلطان سیداں عرف گھنڈی چیاں ڈاکخانہ گھوڑی تحصیل وضلع مظفر آباد۔ حال پرنسپل جامعہ احمدیہ سیکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان قادیان	۱۸۹۳ء	۱۸۹۴ء
۱۸	میاں عبدالرحیم صاحب بوٹ میکر و جلد ساز	میاں قادر بخش صاحب	مالیر کوٹلہ ریاست حال قادیان دارالامان محلہ دارالرحمت	سنہ ۱۹۰۵ء بیعت خطی تھی رشتہ داروں نے خوف کی وجہ سے ظاہری بیعت نہ کرنے دی تھی	۱۹۰۷ء
۱۹	مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل جنرل پریذیڈنٹ قادیان	شیخ برکت علی صاحب	فیض اللہ چک ضلع گورداسپور حال جنرل پریذیڈنٹ قادیان	پیدائشی احمدی ۱۸۹۳ء	۱۹۰۳ء
۲۰	ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب	مولوی حکیم قطب الدین صاحب	جگیدکوٹ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ حال مالک احمدیہ نیشنل میڈیکل ہال قادیان	پیدائشی احمدی ۱۸۹۶ء	۱۹۰۴ء
۲۱	بھائی شیر محمد صاحب	میراں بخش صاحب	دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور حال قادیان	۱۹۰۷ء	۱۹۰۷ء
۲۲	قاری غلام مجتبیٰ صاحب	مولوی محمد بخش صاحب مرحوم	رسول پور تحصیل کھاریاں ضلع گجرات حال معاون ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان	۱۹۰۶ء	۱۹۰۶ء
۲۳	ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب	سید نبی بخش صاحب	بیجہ تحصیل سمرالہ لدھیانہ حال دارالامان قادیان	۱۹۰۰ء	۱۹۰۱ء
۲۴	شیخ اللہ بخش صاحب	شیخ مراد بخش صاحب	بنوں صوبہ سرحد حال دارالرحمت قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۵	بابو فقیر علی صاحب	میاں شادی صاحب	کوٹھ چاہلاں ضلع گورداسپور حال ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر دارالبرکات قادیان	،،	،،

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۲۶	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل	مولوی محمد بخش صاحب	ہلالپور ضلع شاہ پور حال پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان	۱۹۰۸ء	۱۹۰۸ء
۲۷	ماسٹر مولا بخش صاحب	عمر بخش صاحب	منیلا تحصیل روپڑ ضلع انبالہ حال ریٹائرڈ مدرس مدرسہ احمدیہ محلہ دارالانوار قادیان	۱۹۰۴ء	۱۹۰۵ء
۲۸	حاجی ابوبکر یوسف صاحب	محمد جمال یوسف	پٹن ریاست بڑودہ حال قادیان دارالامان	۱۹۰۷ء	۱۹۰۷ء
۲۹	بھائی مدد خاں صاحب	فتح محمد خانصاحب	باڑی پورہ ریاست کشمیر حال انسپکٹر بیت المال قادیان	۱۸۹۶ء	۱۹۰۴ء
۳۰	ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب	رحیم بخش صاحب	پٹیالہ ریاست حال انچارج نور ہسپتال و فیملی ڈاکٹر خاندان مسیح موعود قادیان	۱۹۰۱ء	۱۹۰۵ء
۳۱	صوفی محمد یعقوب صاحب	غلام نبوری شاہ صاحب	کنڑی افغاناں گورداسپور حال نور ہسپتال قادیان	۱۹۰۷ء	۱۹۰۷ء
۳۲	فضل دین عبد اللہ حجام	محمد بخش صاحب	قادیان	۱۹۰۴ء	۱۹۰۳ء
۳۳	شیخ غلام قادر خانصاحب	شیخ الٰہی بخش صاحب	ٹھہ غلام نبی ضلع گورداسپور حال قادیان کارکن لنگرخانہ	۱۸۹۲ء	۱۸۹۳ء
۳۴	میاں عبد الرحیم صاحب باورچی	میاں محمد بخش صاحب	قادیان	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
۳۵	منشی عبد الخالق صاحب	مولوی محمد حسین صاحب	لرمجیت پور کپورتھلہ ریاست حال کارکن ضیافت	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۳۶	میاں محمد الدین صاحب	میاں نور الدین صاحب	کھاریاں ضلع گجرات حال قادیان	۱۸۹۴ء	۱۸۹۵ء
۳۷	مرزا محمد اشرف صاحب	منشی جلال الدین صاحب	بلانی ضلع گجرات حال قادیان	۱۸۹۵ء	۱۹۰۲ء
۳۸	محمد وزیر خاں صاحب	لال محمد خاں صاحب	بلب گڑھ ضلع دہلی حال قادیان دارالامان	۱۸۹۲ء	۱۸۹۳ء
۳۹	شیخ نور الدین صاحب	شیخ میراں بخش صاحب	دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور حال قادیان	۱۸۹۸ء	۱۸۹۸ء
۴۰	شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی	شیخ مستیا صاحب	سرساوہ ضلع سہارنپور حال قادیان	۱۸۹۴ء	۱۸۹۴ء
۴۱	ڈاکٹر محمد افضل صاحب	مرزا افضل بیگ صاحب	قصور ضلع لاہور حال دارالامان قادیان محلہ دارالرحمت	۱۸۹۸ء	۱۸۹۸ء
۴۲	چوہدری علی احمد صاحب	چوہدری رحیم بخش صاحب	کٹڑہ خزانہ امرتسر حال " "	۱۸۹۶ء پیدائشی احمدی	۱۹۰۲ء ۱۹۰۵
۴۳	سید حسن شاہ صاحب	سید فضل شاہ صاحب	مدینہ گجرات حال مہاجر ناصر آباد قادیان	۱۹۰۷ء	۱۹۰۷ء
۴۴	مستری لال دین صاحب	شیخ امام الدین صاحب	شہر سیالکوٹ محلہ بٹہ حال محلہ ریتی چھلہ "	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
۴۵	چوہدری خدا بخش صاحب سیالکوٹی	چوہدری پیر بخش صاحب	صدر بازار سیالکوٹ " "	۱۸۹۸ء	۱۹۰۳ء
۴۶	ملک حسن محمد صاحب	ملک امیر بخش صاحب	سمبڑیال ضلع سیالکوٹ حال حلقہ مسجد مبارک "	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
۴۷	میاں عبد العزیز صاحب	میاں امام الدین صاحب	ادھوالہ متصل گورداسپور حال " "	۱۸۹۲ء	۱۸۹۲ء
۴۸	میر مہدی حسین صاحب	میر فرزند علی صاحب	سید کھیڑی علاقہ راجپورہ ریاست پٹیالہ حال "	۱۸۹۳ء	۱۹۰۰ء
۴۹	مولوی قطب الدین صاحب	مولوی غلام حسن صاحب	چندھڑ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ مہاجر قادیان دارالامان بعیت بذ ڈسکہ سیالکوٹ سے	۱۸۹۲ء	۱۸۹۲ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۵۰	شیخ احمد دین صاحب	شیخ علی محمد صاحب مرحوم	ڈنگہ ضلع گجرات حال مہاجر قادیان دار الامان	۱۸۹۸ء	۱۸۹۸ء
۵۱	مفتی فضل الرحمٰن صاحب	مفتی شیخ عبداللہ صاحب	بھیرہ ضلع شاہ پور حال 〃 〃	۱۸۹۱ء	۱۸۹۱ء
۵۲	مولوی محمد جی صاحب فاضل	میر محمد زمان خانصاحب	داتہ ضلع ہزارہ حال دار الفضل قادیان	۱۹۰۰ء	۱۹۰۳ء
۵۳	مرزا مہتاب بیگ صاحب	مرزا محمد علی صاحب	شہر سیالکوٹ محلہ کشمیریاں حال قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ	۱۹۰۱ء	۱۹۰۱ء
۵۴	سید محمد علی شاہ صاحب انسپکٹر بیت المال	سید امیر علی شاہ صاحب	کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور حال قادیان محلہ دار البرکات	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
۵۵	قریشی امیر احمد صاحب	قریشی حکیم سردار محمد صاحب	بھیرہ میانی ضلع شاہ پور حال محلہ دار البرکات قادیان	۱۹۰۱ء	۱۹۰۱ء
۵۶	نور محمد صاحب	منشی فتح محمد صاحب پنشنر تحصیلدار موچی پورہ ڈاکخانہ کہروڑ پکا ضلع ملتان	موضع جبلن ضلع گوجرانوالہ	۶ر جنوری ۱۹۰۲ء	۲۲ر دسمبر ۱۹۰۱ء
۵۷	حکیم محمد فیروز الدین صاحب قریشی کارکن انسپکٹر بیت المال	حکیم چراغ علی قریشی	موضع علی پور تحصیل کبیر والا ضلع ملتان حال قادیان کارکن انسپکٹر بیت المال	۱۹۰۵ء	۱۹۰۸ء
۵۸	خانصاحب منشی برکت علی صاحب	محمد فاضل صاحب	پتہ سابق ۔ ملازم دفتر ڈائریکٹر جنرل انڈین میڈیکل سروس شملہ حال قائمقام ناظر بیت المال سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان دار الامان	۱۹۰۱ء	۱۹۰۱ء
۵۹	قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب	مولانا امام الدین صاحب فیض	پتہ سابق گولیکی ضلع گجرات حال 〃 〃	۱۸۹۷ء	۱۹۰۴ء
۶۰	مولانا امام الدین صاحب فیض	مولانا بدر الدین صاحب	〃 〃 〃 〃	۱۸۹۷ء ۱۸۹۶ء	۱۸۹۷ء
۶۱	افتخار احمد صاحب	احمد جان صاحب	سابق لدھیانہ حال 〃 〃	۱۸۸۹ء	۱۸۸۹ء
۶۲	قاضی نور محمد صاحب	قاضی علی محمد صاحب	قادیان دار الامان	فروری ۱۸۹۸ء	۱۸۹۸ء
۶۳	نظام الدین صاحب ٹیلر	میاں محمد ولی صاحب	پتہ سابق جہلم محلہ ملاحاں حال قادیان محلہ دار الرحمت	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۶۴	عبدالرحمٰن نو مسلم ڈاکٹر دکاندار	انگد صاحب	ٹونک ریاست راجپوتانہ حال قادیان حلقہ مسجد فضل	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
۶۵	محمد عبداللہ جلد ساز	محمد اسمٰعیل صاحب جلد ساز	ریاست مالیر کوٹلہ 〃 〃 〃	۱۵ر مئی ۱۹۰۲ء	اپریل ۱۹۰۳ء
۶۶	خان بہادر مولوی غلام محمد صاحب	میاں خدا بخش صاحب	بھیرہ ضلع شاہ پور 〃 〃 〃	دسمبر ۱۸۹۱ء	دسمبر ۱۸۹۱ء
۶۷	ملک غلام فرید صاحب ایم ۔ اے	ملک نور الدین صاحب	کنجاہ ضلع گجرات حال ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز انگریزی قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۸ء
۶۸	بابا محمد حسن صاحب	چوہدری کرم دین صاحب	ادجلہ متصل گورداسپور حال قادیان دار الامان	۱۸۹۵ء	۱۸۹۵ء
۶۹	ماسٹر عبدالرؤف صاحب	غلام محمد صاحب	بھیرہ ضلع شاہ پور 〃 〃	۱۸۹۸ء	۱۸۹۸ء

نمبر شمار	اسماءِ گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۷۰	ملک غلام حسین صاحب رہتاسی	ملک کرم بخش صاحب	رہتاس ضلع جہلم حال قادیان محلہ دار الرحمت	۱۸۹۰ء ۱۸۹۱ء تحریری	دسمبر ۱۸۹۲ء
۷۱	مولوی کرم الٰہی صاحب	امیر صاحب	کھارا متصل قادیان	۱۹۰۷ء	۱۹۰۷ء
۷۲	شیخ غلام مرتضیٰ صاحب	شیخ عمر بخش صاحب	سابق سکنہ وڈالہ بانگر تحصیل و ضلع گورداسپور حال معرفت یوسف علی صاحب پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی قادیان	۱۹۰۰ء	۱۹۰۰ء
۷۳	غلام محمد صاحب بی ایس سی بی ٹی ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ تحریک جدید	میاں محمد الدین صاحب	موضع تنبقہ کھاریاں ضلع گجرات حال قادیان	پیدائشی ۱۹؍ اکتوبر ۱۸۹۸ء	پیدائشی ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک قادیان میں تعلیم پاتا رہا
۷۴	محمد یحییٰ خان صاحب	مولوی انوار حسین خان صاحب	شاہ آباد ضلع ہردوئی حال کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری - قادیان	پیدائشی احمدی ۱۸۹۴ء	۱۹۰۴ء
۷۵	نور احمد خان صاحب	چوہدری بدر بخش صاحب	موضع سڑوعہ ضلع ہوشیارپور حال محلہ دار الفضل قادیان کارکن دفتر بہشتی مقبرہ	۱۹۰۲ء ۱۹۰۳	۱۹۰۵ء
۷۶	عطا محمد صاحب کارکن دفتر بہشتی مقبرہ	چوہدری نتھے خان	ساکن ہٹھور ڈاکخانہ خاص ضلع لدھیانہ حال کارکن دفتر بہشتی مقبرہ قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۷ء
۷۷	مولوی غلام نبی صاحب	محکم دین صاحب	ریاست پٹیالہ تحصیل سرہند تھانہ کھمانوں موضع چھاوڑیاں حال محلہ دار الفضل قادیان	۱۸۹۸ء	۱۸۹۸ء
۷۸	مرزا عمر بیگ صاحب پریذیڈنٹ حلقہ مسجد اقصیٰ	مرزا امیر بیگ صاحب مرحوم	قادیان - حلقہ مسجد اقصیٰ	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۷۹	چوہدری فتح محمد خان صاحب سیال ایم اے	چوہدری نظام الدین صاحب	جوڑہ - قصور - لاہور حال قادیان محلہ دار الانوار	۱۸۹۹ء	۱۸۹۹ء
۸۰	سید محمد اسمٰعیل صاحب سپرنٹنڈنٹ دفاتر صدر انجمن احمدیہ	سید نبی بخش صاحب	بیجہ ڈاکخانہ کھنہ تحصیل سمرالہ - لودہانہ حال شہر قادیان دار الامان	۱۹۰۱ء	۱۹۰۱ء
۸۱	قاری غلام یٰسین صاحب	محمد بخش صاحب	رسولپور تحصیل کھاریاں - گجرات حال دار السعت قادیان	۱۸۹۷ء	۱۸۹۷ء
۸۲	حکیم عطاء محمد صاحب	حافظ غلام محمد صاحب	موتی بازار لاہور حال قادیان حلقہ مسجد فضل	۱۹۰۱ء	۱۹۰۱ء
۸۳	مولوی نظام الدین صاحب	عبد الکریم صاحب	کپورتھلہ ریاست - کھیر انوالی موضع حال قادیان حلقہ مسجد مبارک	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
۸۴	محمد حسین خان صاحب نعمانی ٹیلر المعروف مرزا محمد حسین	خدا بخش صاحب	گوجرانوالہ حال قادیان محلہ دار الرحمت	۱۸۹۴ء	۱۸۹۷ء
۸۵	چوہدری کریم الدین صاحب	چوہدری امیر بخش صاحب مرحوم	ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول سیالکوٹ اسلام پورہ محلہ گورنمنٹ پنشنر حال قادیان دار الرحمت	۱۸۹۶ء	۱۸۹۶ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۸۶	منشی کرم علی صاحب کاتب	حکیم حاجی کرم الٰہی صاحب	لمبانوالی ضلع وتحصیل گوجرانوالہ حال قادیان محلہ دارالبرکات شرقی	۱۸۹۷ء	۱۸۹۷ء
۸۷	حکیم رحمت اللہ صاحب	حکیم محمد بخش صاحب	جوگووال بجاں ضلع گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	دسمبر ۱۹۰۷ء	دسمبر ۱۹۰۷ء
۸۸	حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی	میاں کرم الدین صاحب	راجیکی ضلع گجرات حال مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ ،،	۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۷ء	۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء
۸۹	بھائی محمود احمد صاحب	حکیم پیر بخش صاحب	ڈنگہ ضلع گجرات حال دارالرحمت ،،	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
۹۰	حاجی مفتی گلزار محمد صاحب	مفتی محمد بخش صاحب	بٹالہ محلہ مفتیاں حال ،، ،،	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۹۱	چوہدری حکم الدین صاحب	چوہدری نبی بخش صاحب	دیالگڑھ۔ بٹالہ۔ گورداسپور ،، ،،	۱۹۰۲ء	۱۹۰۳ء
۹۲	میاں امام الدین صاحب سیکھوانی	میاں محمد صدیق صاحب	سیکھواں ضلع ،، ،، ،،	۱۸۹۰ء / ۱۸۹۱	۱۸۹۰ء / ۱۸۹۱
۹۳	ملک نادر خان صاحب دوکاندار	ملک جہان خان صاحب	سرکال کسر ضلع جہلم حال ،، ،،	۱۸۹۷ء	۱۹۰۱ء
۹۴	خدا بخش صاحب مستری (مومن جی)	مستری کرم بخش صاحب	پٹیالہ ریاست ،، ،، ،،	۱۹۰۳ء	۱۹۰۴ء
۹۵	بابو غلام حیدر صاحب پنشنر	میاں خدا بخش صاحب	احمد نگر ضلع گوجرانوالہ ،، ،،	۱۹۰۳ء	۱۹۰۴ء
۹۶	مرزا مبارک بیگ صاحب	مرزا اکبر بیگ صاحب مرحوم	کلانور ضلع گورداسپور ،، ،،	فروری ۱۹۰۶ء	فروری ۱۹۰۶ء
۹۷	ماسٹر محمد حسن صاحب تاج	مولوی تاج محمد صاحب	لدھیانہ حال دارالرحمت ،،	پیدائشی احمدی / پیدائش ۱۸۹۴ء	۱۹۰۴ء
۹۸	ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب	نظام الدین صاحب	سڑوعہ ضلع ہوشیارپور ،، ،،	۱۹۰۳ء	۱۹۰۴ء
۹۹	ماسٹر اللہ دتہ صاحب	میاں عبدالستار صاحب	قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ ،، ،،	۱۸۹۸ء	۱۹۰۰ء
۱۰۰	ڈاکٹر محمد بخش صاحب	میاں کالیخاں صاحب	کھیرانوالی ریاست کپورتھلہ ،، ،،	۱۹۰۳ء	۱۹۰۴ء
۱۰۱	منشی محمد اسمٰعیل صاحب (محکمہ نہر)	میاں محمد بخش صاحب	ملہیاں ڈاکخانہ جنڈیالہ گرو ضلع امرتسر ،، ،،	۱۹۰۰ء	۱۹۰۰ء
۱۰۲	میاں خیر الدین صاحب لدھیانوی	غلام قادر صاحب	لدھیانہ محلہ ڈھولیوال حال دارالرحمت ،،	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۱۰۳	بابو محمد ایوب احمد صاحب	مولوی محمد علی صاحب مرحوم	بدوملہی ضلع سیالکوٹ ،، ،،	۱۹۰۲ء	۱۸۹۸ء
۱۰۴	سید ولایت شاہ صاحب	سید حسین علی شاہ صاحب	کوٹلی ننگل متصل ضلع گورداسپور ،، ،،	۱۹۰۶ء	۱۹۰۶ء
۱۰۵	میاں محمد یعقوب صاحب (میاں فیملی) لاہور	میاں سراج الدین صاحب مرحوم	لاہور۔ حال دارالرحمت ،،	پیدائشی احمدی ۱۹۰۰ء	۱۹۰۴ء
۱۰۶	میاں تاج الدین صاحب ،،	میاں عمر الدین صاحب	لاہور حال دارالعلوم ،،	۱۸۹۱ء	۱۸۹۱ء
۱۰۷	حکیم مشتاق احمد صاحب	علی محمد صاحب	توت نکا ضلع کیمل پور حال دارالرحمت ،،	۱۸۹۳ء	۱۸۹۳ء
۱۰۸	ماسٹر عبدالعزیز خان صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان	نبی بخش صاحب	ایمن آباد محلہ ککے زئیاں ضلع گوجرانوالہ حال دارالفضل قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۴ء
۱۰۹	حافظ صوفی غلام محمد صاحب	ولی محمد صاحب	مچھرالہ تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ حال دارالرحمت قادیان	۱۸۹۵ء	۱۸۹۳ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۱۱۰	ماسٹر محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول	گھسیٹا صاحب	لاہور۔ حال دار الفضل قادیان	سنہ ۱۹۰۱ء	سنہ ۱۹۰۱ء
۱۱۱	سید منظور علی شاہ صاحب	سید محمد علی شاہ صاحب	قادیان۔ حلقہ مسجد فضل	پیدائشی احمدی پیدائش سنہ ۱۸۹۶ء	سنہ ۱۹۰۳ء ۱۹۰۴
۱۱۲	ماسٹر محمد اللہ داد صاحب	چوہدری محمد بخش صاحب	ممکاگجراں تحصیل شکرگڑھ ضلع گورداسپور حال دار الرحمت قادیان	سنہ ۱۹۰۱ء	سنہ ۱۹۰۷ء
۱۱۳	ماسٹر محمد علی صاحب اظہر مدرس تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان	مولوی غلام قادر صاحب	ملسیاں ضلع جالندھر۔ حال دار الرحمت قادیان	سنہ ۱۹۰۶ء	سنہ ۱۹۰۶ء
۱۱۴	میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں	سندہی خان صاحب	ہرسیاں ضلع گورداسپور حال دار الفضل قادیان	دسمبر سنہ ۱۸۹۶ء	سنہ ۱۸۹۷ء
۱۱۵/۲۸۹	محمد فضل خان صاحب	قائم دین صاحب	چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی حال دار الفضل قادیان	سنہ ۱۹۰۱ء یا تحریری سنہ ۱۹۰۲ء	سنہ ۱۹۰۷ء دستی
۱۱۶	میر قاسم علی صاحب	میر عصمت اللہ صاحب	دہلی حال دار الفضل قادیان	۷ مارچ سنہ ۱۹۰۲ء	جولائی سنہ ۱۹۰۲ء
۱۱۷	حکیم عبد الصمد صاحب	حکیم عبد الغنی صاحب	" " "	سنہ ۱۹۰۵ء تحریری	سنہ ۱۹۰۷ء دستی و زیارت
۱۱۸	مولوی ابو البشارت عبد الغفور صاحب فاضل	میاں فضل محمد صاحب	ہرسیاں ضلع گورداسپور حال دار الفضل قادیان	پیدائشی احمدی پیدائش سنہ ۱۸۹۸ء	سنہ ۱۹۰۷ء یا سنہ ۱۹۰۸ء
۱۱۹	چوہدری غلام محمد صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر نصرت گرلز ہائی سکول	چوہدری محمد دیوان صاحب	ڈھپئی ڈاکخانہ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ حال دار الفضل قادیان	سنہ ۱۹۰۵ء	سنہ ۱۹۰۵ء
۱۲۰	میاں عبد الرزاق صاحب سیالکوٹی	میاں رحیم بخش صاحب	شہر سیالکوٹ حال دار الفضل قادیان	سنہ ۱۹۰۰ء	سنہ ۱۹۰۰ء
۱۲۱	چوہدری غلام حسین صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز	میاں گل محمد صاحب	جھنگ حال دار الفضل قادیان	سنہ ۱۹۰۱ء میں ایمان بالغیب لا کر احمدی ہوا۔ تحریری بیعت سنہ ۱۹۰۵ء میں کی دستی بیعت سنہ ۱۹۱۲ء میں	سنہ ۱۹۰۸ء میں بمقام لاہور۔ اس سے پہلے کی تفصیل علیحدہ درج ہے
۱۲۲	مستری عبد الحکیم صاحب سیالکوٹی	مستری عمر بخش صاحب	سیالکوٹ شہر حال " "	سنہ ۱۹۰۰ء اندازاً صحیح نہیں بتا سکے	سنہ ۱۹۰۲ء اندازاً
۱۲۳	مولوی محمد عبد اللہ صاحب بوتالوی	مولوی محمد الدین صاحب	بوتالہ سردار جھنڈا سنگھ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ حال سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ دار الصناعت	سنہ ۱۹۰۰ء	سنہ ۱۹۰۵ء
۱۲۴	صوفی نبی بخش صاحب	میاں عبد الصمد صاحب	شہر راولپنڈی محلہ میاں قطب الدین حال دار البرکات قادیان	سنہ ۱۸۹۲ء	سنہ ۱۸۹۶ء
۱۲۵	چوہدری عبد الحکیم صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر	چوہدری شرف الدین صاحب	گکھڑ چیمہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ حال دار البرکات متصل سٹیشن قادیان	سنہ ۱۹۰۲ء	سنہ ۱۹۰۲ء
۱۲۶	محمد ابراہیم صاحب بقاپوری	صدر الدین صاحب مرحوم	بقاپور ضلع گوجرانوالہ حال دار الفضل "	فروری سنہ ۱۹۰۵ء دستی بیعت	سنہ ۱۸۹۱ء
۱۲۷	رحمت اللہ صاحب شاکر	حافظ نور محمد صاحب	فیض اللہ چک ضلع گورداسپور حال دار العلوم "	پیدائشی احمدی پیدائش سنہ ۱۹۰۱ء	سنہ ۱۹۰۶ء زیارت

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۱۲۸	(بھائی) مرزا برکت علی صاحب	مرزا ناصر علی صاحب	سید مٹھا لاہور و بیٹی ضلع لاہور حال دارالعلوم قادیان	سنہ ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء دستی	سنہ ۱۹۰۱ء / ۱۹۰۲ء
۱۲۹	قاضی رشید احمد ارشدؔ	پیر محمد رمضان صاحب	گولیکی ضلع گجرات حال دارالرحمت "	۲۵ر مئی سنہ ۱۹۰۸ء	۲۵ر مئی سنہ ۱۹۰۶ء
۱۳۰	بابو محمد ابراہیم صاحب ریٹائرڈ کلرک سپلائی ٹرانسپورٹ	محمد بخش صاحب	گوہد پور ضلع سیالکوٹ حال دارالعلوم قادیان	سنہ ۱۹۰۳ء	سنہ ۱۹۰۳ء
۱۳۱	ڈاکٹر محمد طفیل خاں	منشی محمد علی خانصاحب	بٹالہ نور منزل دارالفضل قادیان	سنہ ۱۹۰۰ء / ۱۹۰۱	سنہ ۱۸۹۹ء
۱۳۲	چراغ دین صاحب چپڑاسی مدرسہ احمدیہ	صدرالدین صاحب	قادیان	سنہ ۱۹۰۲ء	سنہ ۱۹۰۲ء
۱۳۳	غلام رسول صاحب افغان	حاجی محمد صاحب	درگئی خوست حال قادیان دارالامان	سنہ ۱۹۰۳ء تحریری	سنہ ۱۹۰۴ء
۱۳۴	میاں محمد عبدالرحمن صاحب ٹھیکیدار	میاں محمد بخش صاحب	سیالکوٹ شہر۔ دارالبرکات قادیان	سنہ ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴	سنہ ۱۸۸۴ء / ۱۸۸۵
۱۳۵	حاجی عبداللہ صاحب نومسلم	بیلا سنگھ	ڈومیلی ریاست کپورتھلہ حال دارالرحمت "	سنہ ۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲	سنہ ۱۸۹۱ء / ۱۸۹۲
۱۳۶	ڈاکٹر احسان علی صاحب	ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر	قادیان محلہ دارالعلوم	پیدائشی احمدی ۴ مئی سنہ ۱۹۰۵ء قادیان میں	سنہ ۱۹۰۸ء زیارت
۱۳۷	نبی بخش صاحب	جیوا	قادر آباد متصل قادیان (نواں پنڈ)	سنہ ۱۸۹۴ء	سنہ ۱۸۹۴ء
۱۳۸	عبداللہ خان صاحب افغان	عبدالغفار خانصاحب افغان	سیدگاہ ۔ علاقہ خوست (یہ گاؤں حضرت شہید مرحوم کا گاؤں ہے۔ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب رضی) حال قادیان دارالامان	سنہ ۱۹۰۲ء تحریری	سنہ ۱۹۰۵ء
۱۳۹	مولوی عبدالعزیز صاحب	حکیم شہاب الدین صاحب	لدھیکے تحصیل و ضلع لاہور حال محلہ دارالانوار	سنہ ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء دستی	سنہ ۱۹۰۱ء
۱۴۰	پیر جی منظور محمد صاحب	حاجی منشی احمد جان صاحب مرحوم	لدھیانہ۔ پیدائش حال قادیان دارالامان	۲ر فروری سنہ ۱۸۹۲ء	-
۱۴۱	مولوی اللہ بخش صاحب دربان	میاں شاہدین صاحب	بیے ہالی ضلع گورداسپور متصل گورداسپور حال قادیان۔ دربان ڈیوڑھی حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا	سنہ ۱۹۰۵ء	سنہ ۱۸۸۰ء زمانہ تصنیف براہین احمدیہ
۱۴۲	شیخ فقیر علی صاحب دربان	شیخ سلطان علی صاحب	قادیان ۔ دربان ڈیوڑھی حضرت امی جان سیدہ ام مرزا ناصر احمد صاحب	سنہ ۱۹۰۴ء	سنہ ۱۹۰۴ء
۱۴۳	مولوی قمرالدین صاحب فاضل	مولوی خیرالدین صاحب	سیکھواں ضلع گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	مئی سنہ ۱۹۰۰ء پیدائشی احمدی	سنہ ۱۹۰۷ء / ۱۹۰۸
۱۴۴	سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ و خارجہ	حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب	رعیہ ضلع سیالکوٹ سہالہ ضلع راولپنڈی حال دارالانوار قادیان	سنہ ۱۹۰۳ء	سنہ ۱۹۰۳ء
۱۴۵	حکیم شیخ عبدالرحمن صاحب زرگر لدھیانوی	لالہ نرائن داس صاحب	شیرپور تحصیل سمرالہ ضلع لدھیانہ حال قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ	سنہ ۱۸۹۹ء	سنہ ۱۸۹۹ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۱۴۶	ملک مولا بخش صاحب ریٹائرڈ کلرک آف کورٹ	ملک سلطان بخش صاحب	امرتسر کوچہ دکیلاں کٹڑہ جیمن سنگھ حال دار الفضل قادیان	سنہ ۱۹۰۱ء	سنہ ۱۹۰۱ء
۱۴۷	میاں رحیم بخش صاحب (مولا بخش)	محمد لائق صاحب	بھانواں ضلع گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	سنہ ۱۸۹۵ء تخمیناً	سنہ ۱۸۹۵ء تخمیناً
۱۴۸	میاں نذیر محمد صاحب (میاں فیملی)	میاں غلام محمد صاحب	لاہور حال دار الفضل قادیان	پیدائشی احمدی پیدائش سنہ ۱۸۸۷ء	سنہ ۱۹۰۲ء
۱۴۹	حافظ محمد امین صاحب	میاں علم دین صاحب	نکودر ڈاکخانہ فتح جنگ ضلع کیمبلپور حال ناصر آباد قادیان	سنہ ۱۸۹۷ء	سنہ ۱۸۹۵ء
۱۵۰	میاں خیر دین صاحب کشمیری	میاں نظام دین صاحب کشمیری	ٹھٹھہ غلام نبی ضلع گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	سنہ ۱۹۰۳ء تخمیناً ۱۹۰۵	سنہ ۱۹۰۳ء ۱۹۰۵
۱۵۱	میاں نبی بخش صاحب کمہار	میاں جھنڈا صاحب	بلہڑ نال ضلع امرتسر حال محلہ مسجد اقصیٰ "	سنہ ۱۸۹۷ء تخمیناً	سنہ ۱۸۹۰ء
۱۵۲	میاں دین محمد صاحب کھوکھر دکاندار	میاں عمر دین صاحب	" " حال دارالرحمت قادیان	سنہ ۱۹۰۵ء	سنہ ۱۹۰۵ء
۱۵۳	بابو عبدالواحد صاحب انقلابی ٹھیکیدار بھٹہ	حاجی غلام محمد صاحب	بٹالہ حال دار الفضل "	سنہ ۱۹۰۰ء	سنہ ۱۹۰۰ء
۱۵۴	میاں اللہ دیا صاحب ٹھیکیدار	گلاب دین صاحب	بلہووال متصل ملیوالی ضلع گورداسپور حال محلہ مسجد فضل قادیان	سنہ ۱۸۸۹ء	سنہ ۱۸۸۹ء
۱۵۵	میاں صدرالدین صاحب کمہار	میاں رحیم بخش صاحب	قادیان "	سنہ ۱۸۹۲ء	سنہ ۱۸۹۳ء
۱۵۶	میاں چراغ نظام الدین صاحب ٹیلر	" نبی بخش صاحب	ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	سنہ ۱۹۰۶ء	سنہ ۱۸۹۵ء
۱۵۷	چوہدری حاکم دین صاحب دوکاندار	چوہدری احمد دین صاحب	شادیوال ضلع گجرات حال دارالفضل "	سنہ ۱۹۰۲ء تحریری	سنہ ۱۹۰۸ء دستی بمقام لاہور
۱۵۸	مستری اللہ رکھا صاحب بیکر	میاں امیر بخش صاحب	ناردوال ضلع سیالکوٹ حال دارالرحمت "	سنہ ۱۹۰۱ء	سنہ ۱۹۰۱ء
۱۵۹	چوہدری علی محمد صاحب امیر حلقہ ریتی چھلہ	چوہدری غلام دین صاحب مرحوم	گوکھووال ضلع گورداسپور دلائل پور حال حلقہ مسجد ریتی چھلہ قادیان	پیدائشی احمدی سنہ ۱۸۹۵ء تخمیناً	سنہ ۱۹۰۵ء
۱۶۰	بھائی چوہدری عبدالرحیم صاحب	سردار چندا سنگھ صاحب	سرسنگھ ضلع لاہور حال دارالرحمت قادیان	سنہ ۱۸۹۴ء	سنہ ۱۸۹۴ء
۱۶۱	شیخ فرمان علی صاحب	شیخ پیر بخش صاحب	رہتاس ضلع جہلم " "	سنہ ۱۹۰۰ء	سنہ ۱۹۰۰ء
۱۶۲	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹی	چوہدری فخرالدین صاحب	سیالکوٹ شہر حال دارالفضل "	سنہ ۱۹۰۰ء	سنہ ۱۸۹۳ء
۱۶۳	مرزا محمد حسین صاحب چٹھی مسیح	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم چٹھی مسیح	سکنہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ حال دارالرحمت قادیان	سنہ ۱۹۰۲ء	سنہ ۱۹۰۲ء دستی بیعت
۱۶۴	چوہدری نبی بخش صاحب چپڑاسی	چوہدری نندو صاحب	بھینی بانگر متصل قادیان	پیدائشی احمدی سنہ ۱۸۹۹ء	سنہ ۱۹۰۷ء
۱۶۵	مرزا عبدالرحیم صاحب دواساز	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم چٹھی مسیح	سکنہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ حال محلہ دار العلوم قادیان	سنہ ۱۹۰۳ء	۱۹۰۳
۱۶۶	بھائی غلام قادر صاحب	فخرالدین صاحب	سیالکوٹ حال قادیان دارالفضل	سنہ ۱۹۰۲ء	سنہ ۱۹۰۲ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۱۶۷	میاں مہر دین صاحب کمہار	میاں رحیم بخش صاحب	قادیان۔ حلقہ مسجد فضل	۱۹۰۳ء	۱۹۰۲ء
۱۶۸	میاں عبداللہ بوڑھی صاحب	جھنڈو	" "	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۱۶۹	بابو محمد جمیل صاحب	میاں میراں بخش صاحب مرحوم	ننگل باغباناں متصل قادیان	۱۹۰۱ء	۱۹۰۱ء
۱۷۰	بابو فتح محمد صاحب شرما	مولوی کرم الٰہی صاحب	چک کتھانہ گوجرانوالہ حال محکمہ جنرل پوسٹ آفس کراچی شہر	پیدائشی احمدی ۱۹۰۳ء پیدائشی	۱۹۰۸ء
۱۷۱	سردار کرم داد خانصاحب	ولیداد خانصاحب	جمالی بلوچاں ضلع شاہپور حال دار الفضل قادیان	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۱۷۲	رحمت علی شاہ صاحب	فتح علی شاہ صاحب	سڑوعہ ضلع ہوشیارپور حال حبشی بازار متصل قادیان	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۱۷۳	سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور	سردار بسنت سنگھ صاحب	ضلع امرتسر حال دار الفضل قادیان	۱۹۰۷ء	۱۹۰۷ء
۱۷۴	میاں خیر الدین صاحب	میاں محمد بخش صاحب	قادر آباد متصل قادیان	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
۱۷۵	چوہدری سلطان احمد صاحب	چوہدری غلام قادر صاحب	بسراء ضلع گوجرانوالہ حال دار البرکات قادیان	۱۸۹۷ء	۱۸۹۷ء
۱۷۶	مستری اللہ دتہ صاحب	میاں محمد دین صاحب	لمبانبڑی ضلع " حال دار الفضل "	۱۸۹۴ء	۱۸۹۴ء
۱۷۷	مولوی عبید اللہ صاحب بسمل مرحوم	میاں ظہور الحق قشبندی مجددی خلیفہ میاں امام علی شاہ صاحب رتڑ چھتر	امرتسر " "	۱۹۰۰ء تحریری بیعت	۱۹۰۰ء دستی
۱۷۸	مرزا قدرت اللہ صاحب	مرزا ہدایت اللہ صاحب	محلہ چابک سواراں لاہور حال دار الفضل قادیان	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۱۷۹	محمد رمضان صاحب	عیدے خانصاحب	جالگڑیاں ضلع سیالکوٹ " " "	۱۹۰۳ء تحریری	۱۹۰۹ء زیارت و دستی بیعت
۱۸۰	حافظ محمد ابراہیم صاحب	میاں نادر علی صاحب	گھوڑوال ضلع انبالہ " " "	۱۹۰۰ء	۱۹۰۰ء
۱۸۱	منشی غلام محمد صاحب مدرس	محمد نامدار صاحب	بکھن کلاں کلانور گورداسپور " " "	۲۹ مارچ ۱۹۰۲ء	۱۸۹۷ء
۱۸۲	سید محمد شاہ صاحب	عبد اللہ شاہ صاحب	للویر کلاں ضلع لدھیانہ " " "	۱۹۰۵ء	۱۹۰۲ء
۱۸۳	محمد حسن صاحب رہتاسی	منشی گلاب خانصاحب	رہتاس ضلع جہلم " " "	۱۸۹۵ء	۱۸۹۵ء
۱۸۴	شیخ اصغر علی صاحب پنشنر	شیخ بدر الدین صاحب	امین آباد ضلع گوجرانوالہ " " "	۱۸۹۶ء	۱۸۹۶ء
۱۸۵	میاں جان محمد صاحب	میاں عبد العزیز صاحب	پیلاں ضلع گجرات " " "	۱۸۹۹ء تحریری	۱۹۰۳ء دستی۔ زیارت
۱۸۶	سردار محمد خان صاحب	ولیداد خان صاحب	جمالی بلوچاں ضلع شاہپور " " "	۱۸۹۷ء	۱۸۹۷ء
۱۸۷	چوہدری غلام حسن صاحب	چوہدری صوبے خانصاحب	چک ۱۵ علیا آباد جھنگ برانچ ضلع لائلپور حال دار الفضل قادیان	۱۹۰۰ء	۱۹۰۰ء
۱۸۸	چوہدری محمد لطیف صاحب ریٹائرڈ سب جج	چوہدری محمد حسین	تونڈی عنایت خاں کھانہ پسرور ضلع سیالکوٹ	پیدائشی ۱۸۹۶ء	۱۹۰۵ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	مستوطن	سن بیعت	سن زیارت
۱۸۹	مرزا منظور احمد صاحب	مرزا غلام اللہ صاحب مرحوم	قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ	۱۹۰۱ء	۱۹۰۷ء
۱۹۰	شیخ محمود احمد صاحب عرفانی	شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی	قادیان دار الامان	پیدائشی احمدی ۲۸ اکتوبر ۱۸۹۷ء	۱۹۰۳ء
۱۹۱	شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی	شیخ محمد علی صاحب	"	۱۸۹۲ء دستی بیعت	۱۸۹۲ء
۱۹۲	مستری دین محمد صاحب	امام الدین صاحب	لکھانے تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیارپور حال محلہ ریتی چھلہ قادیان	۱۸۹۹ء	۱۸۹۹ء
۱۹۳	میاں بدر الدین صاحب مالیر کوٹلی	گل محمد صاحب	مالیر کوٹلہ ریاست حال دار الرحمت قادیان	۱۹۰۰ء	۱۹۰۰ء
۱۹۴	میاں محمد یوسف صاحب "	احمد دین صاحب	" " "	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۱۹۵	مستری عبد السبحان صاحب	رحمان میر صاحب	محلہ سمیاں لاہور حال قادیان	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
۱۹۶	مولوی عبد الستار صاحب	عبد اللہ صاحب	سوہل ضلع گورداسپور حال حلقہ مسجد اقصیٰ "	۱۸۹۲ء	۱۸۹۲ء
۱۹۷	چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب	چوہدری جمال الدین صاحب	کاٹھگڑھ ضلع ہوشیارپور حال دار الفضل "	۱۹۰۷ء	۱۹۰۷ء
۱۹۸	سید بہاول شاہ صاحب	سید شیر محمد صاحب	مکودال تحصیل ویرہ ضلع انبالہ " "	۱۸۹۷ء	۱۸۹۷ء
۱۹۹	میاں دین محمد صاحب دھوبی	میراں بخش صاحب	" " " حال دار البرکات	۱۹۰۲ء	۱۹۰۴ء
۲۰۰	منشی دیانت خان صاحب	مان خان صاحب	نادون ضلع کانگڑہ " دار الفضل "	۱۸۹۶ء	۱۸۹۶ء
۲۰۱	چوہدری اللہ بخش صاحب	چوہدری فضل دین صاحب	سیدوال اُتلے ناردوال ضلع سیالکوٹ حال دار الفضل قادیان	۱۹۰۶ء	۱۹۰۶ء
۲۰۲	بھاگ شاہ صاحب	میاں جیوا صاحب	امرتسر " " "	۱۹۰۴ء تحریری	۱۹۰۴ء
۲۰۳	احمد دین صاحب	مانا صاحب	قادرآباد (نواں پنڈ) متصل قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۰۴	فضل دین صاحب	ہیرا صاحب	" " " "	۱۸۹۴ء	۱۸۹۴ء
۲۰۵	فضل الٰہی صاحب	محمد بخش صاحب	" " " "	پیدائشی احمدی پیدائش ۱۸۹۶ء	۱۹۰۸ء
۲۰۶	برکت علی صاحب	مانا صاحب	" " " "	" " ۱۹۰۰ء	۱۹۰۸ء
۲۰۷	چراغ دین صاحب	فضل دین صاحب	" " " "	" " ۱۹۰۰ء	۱۹۰۸ء
۲۰۸	جلال الدین صاحب	کالو مرحوم صاحب	" " " "	" " ۱۹۰۰ء	۱۹۰۸ء
۲۰۹	محمد دین (مہندی) صاحب سقہ	عیدا سقہ صاحب	قادیان دار الامان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۱۰	فضل دین صاحب (کھچا)	جیوا صاحب	ڈھپئی ضلع گورداسپور حال قادیان دار الامان	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
۲۱۱	سیٹھی خلیل الرحمٰن صاحب	میاں ابراہیم صاحب مرحوم	جہلم پنڈدادنی حال دار الرحمت قادیان	پیدائشی احمدی پیدائش ۱۸۹۸ء	۱۹۰۳ء بمقام جہلم
۲۱۲	جان محمد (چٹھی رساں)	میاں نبی بخش صاحب	قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ	۱۸۹۸ء	۱۸۹۸ء
۲۱۳	پیر عبد المجید صاحب	پیر اکبر علی شاہ صاحب	کوٹلی پیراں تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ حال قادیان محلہ دار الانوار	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۲۱۴	میاں اللہ دتہ (گھسیٹا) صاحب	میراں بخش	ننگل باغبانان متصل قادیان حال قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۱۵	منشی امام الدین صاحب	عکم الدین صاحب	قلعہ درشن سنگھ ضلع گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	۱۸۹۳ء ۱۸۹۵	۱۸۸۸ء
۲۱۶	محمد الدین گھڑی ساز	مستری چراغ الدین	چھری کھنانے ضلع ہوشیارپور حال حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
۲۱۷	مرزا نذیر علی صاحب	مرزا محمد علی صاحب (مرحوم)	قادیان حال حلقہ مسجد " "	پیدائشی احمدی پیدائش ۱۸۹۹ء	۱۹۰۷ء
۲۱۸	مرزا سلام اللہ صاحب	مرزا غلام اللہ صاحب	" " " "	۱۸۹۹ء	۱۸۹۹ء
۲۱۹	قریشی شاہ محمد صاحب	قریشی غلام قادر صاحب	" " "فضل "	۱۸۹۰ء	۱۸۹۰ء
۲۲۰	منشی امیر محمد صاحب	بیٹھے خانصاحب	کھارہ متصل قادیان حال کلرک اخبار الفضل"	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۲۲۱	مولوی محمد حسین صاحب احمدی مبلغ	میاں محمد بخش صاحب مرحوم	بٹالہ حال دارالرحمت قادیان	پیدائشی احمدی ۱۸۹۳ء	۱۹۰۱ء
۲۲۲	منشی محمد حسین صاحب کاتب	میاں نبی بخش صاحب	قادیان حال قادیان دارالامان	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
۲۲۳	ڈاکٹر منظور احمد صاحب	مولوی محمد دلپذیر صاحب	بھیرہ ضلع شاہ پور حال دارالعلوم قادیان	۱۹۰۸ء	۱۹۰۸ء
۲۲۴	مرزا محمد شریف صاحب	مرزا دین محمد صاحب	لنگروال ضلع گورداسپور	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۲۵	چوہدری عبدالرحیم صاحب	قاضی ضیاء الدین قاضی کوٹی	قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ حال حلقہ ریتی چھلہ قادیان	پیدائشی احمدی ۱۳۰۰ء ہجری	۱۹۰۰ء
۲۲۶	سید محمد عبداللہ صاحب	سید عزیز الرحمٰن صاحب مرحوم	بریلی حال دارالفضل قادیان	پیدائشی احمدی پیدائش ۱۹۰۱ء	۱۹۰۶ء
۲۲۷	ماسٹر نور الٰہی صاحب ڈرائنگ ماسٹر	میاں احمد دین صاحب	بھیرہ ضلع شاہ پور حال دارالفضل قادیان	۱۹۰۶ء	۱۹۰۶ء
۲۴۳	ممتاز علی صاحب صدیقی	ذوالفقار علی خانصاحب	رامپور ریاست مراد آباد حال دارالرحمت "	۱۹۰۵ء	۱۹۰۴ء
۲۴۴	میاں خیر دین صاحب	میاں سراج الدین صاحب	ڈسکہ ضلع سیالکوٹ حال دارالفضل "	۱۹۰۰ء	۱۹۰۰ء
۲۴۵	حشمت اللہ خانصاحب	نعمت اللہ خانصاحب	بدایون - حال دارالعلوم قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۴۶	ماسٹر نعمت اللہ خانصاحب گوہر	نتھے خان صاحب	آشفور تحصیل جگراؤں ضلع لدھیانہ حال دارالبرکات قادیان		
۲۴۷	بابا رحیم بخش صاحب سنوری (عرف کریم بخش)	اسلام خانصاحب	سنور - ریاست پٹیالہ حال قادیان دارالامان (نور ہسپتال)	۱۸۸۱ء	۱۸۸۹ء ۱۸۸۷
۲۴۸	گوہر دین صاحب مستری	بھاگو	قادر آباد (نواں پنڈ) متصل قادیان حال دارالامان قادیان	۱۸۹۴ء	۱۸۹۴ء
۲۴۹	عبداللہ صاحب	میاں خدا بخش	گلان والی - ضلع گورداسپور	۱۹۰۰ء	۱۹۰۰ء
۲۵۰	میاں احمد دین صاحب سیالوی	غلام مصطفٰے	شاہدرہ ضلع شیخوپورہ حال حلقہ ریتی چھلہ قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۲۵۱	میاں محمد حیات صاحب پنشنر جمعدار	میاں نظام الدین صاحب	چک جانی تحصیل پنڈدادن خان ضلع جہلم	۱۸۹۲ء تحریری	۱۹۰۳ء دستی
۲۵۲	محمد دین صاحب	جمال دین صاحب	قلعہ صوبہ سنگھ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ حال بدوملہی ضلع سیالکوٹ	۸ جون ۱۹۰۳ء	۸ جون ۱۹۰۳ء
۲۵۳	میاں روشن دین صاحب	میاں مطیع اللہ صاحب	چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ حال دارالرحمت قادیان	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۲۵۴	ملک شادی خان صاحب	ملک امیر بخش	سیکھواں ضلع گورداسپور " "	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۵۵	ماسٹر علی محمد صاحب بی۔اے بی ٹی کارکن نظارت تعلیم	چوہدری نتھے خان صاحب	ہٹھور ضلع لدھیانہ حال دارالفضل "	۱۹۰۵ء	۱۹۰۷ء
۲۵۶	میاں بھاگ صاحب کمہار	میاں محمد بخش کمہار	قادیان حال حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان	۱۹۰۷ء	۱۹۰۷ء
۲۵۷	بڈھا تیلی صاحب	فتا صاحب	" " " فضل "	۱۸۹۲ء	۱۸۹۲ء
۲۵۸	قطب الدین صاحب	حامد علی صاحب	" " " "	۱۸۹۴ء	۱۸۹۴ء
۲۵۹	منشی عبدالکریم صاحب	یوسف علی صاحب	سنگور عثمان پور " "	۱۸۹۷ء و تحریری	۱۹۰۲ء
۲۶۰	سید علی احمد صاحب	سید نیاز احمد صاحب	رجادلی ضلع انبالہ حال دارالعلوم و دارالفضل۔ قادیان	ستمبر ۱۹۰۷ء	ستمبر ۱۹۰۷ء
۲۶۱	مولوی خیر دین صاحب	میاں مستقیم صاحب	رود وجہ وال ضلع امرتسر حال ناصر آباد قادیان	۱۹۰۶ء	۱۹۰۶ء
۲۶۲	محمد علی صاحب	نظام الدین صاحب	ننگل خورد متصل قادیان	۱۹۰۶ء	۱۹۰۶ء
۲۶۳	عبداللہ صاحب دکاندار	میاں محمد بخش صاحب	قادیان حال قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ	۱۹۰۰ء	۱۹۰۰ء
۲۶۴	منشی محمد اسمٰعیل صاحب	میاں محمد اکبر صاحب مرحوم	بٹالہ " " "	۱۸۹۸ء پیدائشی احمدی	۱۸۹۸ء
۲۶۵	میاں محمد وارث صاحب	پیر بخش صاحب	بھڑی شاہ رحمٰن حال " " "	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۶۶	میاں غلام محمد صاحب زرگر	میاں محمد قاسم صاحب	بیگووالہ ضلع سیالکوٹ حال قادیان	۱۸۹۵ء	۱۸۹۵ء
۲۶۷	ڈاکٹر فضل کریم صاحب	چوہدری بوٹے خان صاحب	بدھی تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
۲۶۸	ماہی کمہار صاحب	عمرا کمہار صاحب	قادیان حال قادیان حلقہ مسجد فضل	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۶۹	میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی	میاں محمد صدیق صاحب	سیکھواں۔ گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	۱۸۸۹ء	۱۸۸۹ء
۲۷۰	میاں بابو صاحب	پھمن صاحب	ماہل پور ضلع ہوشیارپور حال احمد آباد متصل "	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۷۱	میاں عبداللہ صاحب مالی	میاں حکم دین	قادیان حال قادیان حلقہ مسجد فضل	۱۸۹۲ء	۱۸۹۲ء
۲۷۲	مستری فضل دین صاحب	نہال چند	کلا افغاناں ضلع گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	۱۸۹۷ء	۱۸۹۷ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۲۷۳	منشی سکندر علی صاحب پنشنر مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام	چوہدری ولیداد صاحب	لکھن کلاں ضلع گورداسپور حال بھینی بانگر متصل قادیان	مارچ ۱۹۰۲ء	مارچ ۱۹۰۲ء
۲۷۴	ماسٹر مامون خان صاحب	میاں کالو خان صاحب	ماچھیواڑہ ضلع لدھیانہ حال قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ	۱۹۰۴ء تحریری	۱۹۰۶ء دستی
۲۷۵	ملک عبدالحق صاحب	ملک غلام رسول صاحب	کنجاہ ضلع گجرات حال ناصر آباد قادیان	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
۲۷۶	قاضی دین محمد صاحب	قاضی علی محمد صاحب	قادیان حال قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ	۱۹۰۷ء	۱۹۰۷ء
۲۷۷	چراغ دین صاحب	محمد بخش صاحب	قادر آباد (نواں پنڈ) متصل قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۷۸	مرزا ضمیر علی صاحب	مرزا محمد علی صاحب	قادیان حال قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ	احمدی پیدائشی پیدائش ۱۹۰۱ء	۱۹۰۷ء
۲۷۹	مرزا عمر دین صاحب	مرزا بوٹا بیگ صاحب	" " " "	۱۸۹۷ء	۱۸۹۷ء
۲۸۰	امام الدین صاحب (چنے فروش)	پیرا اندتہ صاحب	" " " "	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۲۸۱	خواجہ عبدالرحمن صاحب	خواجہ محمد شاد بخان صاحب	سیالکوٹ حال ناصر آباد قادیان	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۲۸۱/ب	مرزا اکبر بیگ صاحب	مرزا دین محمد صاحب	لنگروال ضلع گورداسپور	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
۲۸۲	عبدالحق صاحب دوکاندار	عبداللہ فضل دین صاحب	قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۸۳	محمد رمضان سابق دوکاندار حال ملازم حضرت میر محمد اسحٰق صاحب	بڈھا صاحب	ننگڑی ضلع گورداسپور حال قادیان	۱۹۰۷ء تحریری	مئی ۱۹۰۸ء
۲۸۴	میاں عبداللہ صاحب ہندوستانی ٹوپی فروش	میاں اللہ بخش صاحب	بینی ضلع روہتک حال دارالرحمت قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۸۵	قریشی محمد صاحب بکر باقر خانی	قریشی شاہ محمد صاحب	قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ	پیدائشی احمدی پیدائش ۱۸۹۹ء	۱۹۰۶ء
۲۸۶	عبدالمجید خان صاحب	غلام حسین خان صاحب	قصبہ اگرولہ ضلع بانسی بریلی حال حلقہ مسجد فضل قادیان	۱۹۰۷ء	۱۹۰۷ء
۲۸۷	میاں پیرا اندتہ صاحب کمہار	میاں دین محمد صاحب	قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان	۱۸۹۷ء	۱۸۹۷ء
۲۸۸	بابو محمد عبداللہ صاحب اوورسیر	مولوی رحیم بخش صاحب	تونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور حال دارالرحمت قادیان	پیدائشی احمدی پیدائش فروری ۱۹۰۴ء	۱۹۰۷ء
۲۸۹	بابا محمد فضل خان صاحب	میاں قائم الدین خان صاحب	چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی حال دارالفضل قادیان	۱۹۰۱ء ۱۹۰۳ تحریری	۱۹۰۷ء دستی
۲۸۹	مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل	مولوی عبدالحق صاحب	بدوملہی ضلع سیالکوٹ حال دارالرحمت قادیان	پیدائشی احمدی پیدائش ۱۹۰۰ء	۱۹۰۶ء

نمبر شمار	اسماءِ گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۲۹۰	مولوی عبدالحق صاحب	میاں امام الدین صاحب مرحوم	بددملہی ضلع سیالکوٹ	۱۸۹۳ء	۱۸۹۳ء
۲۹۱	مولوی غلام رسول صاحب	"	"	"	"
۲۹۲	چوہدری رحمت خاں صاحب بکیم	چوہدری سوہنے خان صاحب	سڑوعہ ضلع ہوشیارپور حال دارالفضل قادیان	۱۹۰۳ء تحریری	۱۹۰۵ء دستی
۲۹۴	قریشی عبدالحق صاحب	قریشی سردار علی صاحب	میانی بھیرہ ضلع شاہپور حال دارالرحمت "	۱۸۹۶ء	۱۸۹۸ء
۲۹۵	ماسٹر محمد شریف خانصاحب	مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی	لدھیانہ۔ حال دارالرحمت قادیان	پیدائشی احمدی ۱۸۹۸ء	۱۹۰۷ء
۲۹۶	مستری رحیم بخش صاحب	صدرالدین صاحب	بھانبڑی ضلع گورداسپور "	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
۲۹۷	بابو اکبر علی صاحب ریٹائرڈ ورک انسپکٹر ریلویز	چوہدری امیر علی صاحب	ایل ساہنسی ضلع گوجرانوالہ حال دارالعلوم قادیان	۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷	۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷
۲۹۸	مولوی فضل الدین صاحب	میاں الہ دین صاحب	نون ضلع گجرات حال دارالرحمت "	۱۹۰۲ء	۱۹۰۱ء
۲۹۹	مستری عمر دین	بھاگو صاحب	قادرآباد (نواں پنڈ) متصل قادیان حال دارالفضل قادیان	۱۹۰۷ء	۱۹۰۷ء
۳۰۰	حافظ نبی بخش صاحب	شیخ کریم بخش صاحب	فیض اللہ چک حال دارالفضل قادیان	تخمیناً ۱۸۹۱ء ۱۸۹۲	تخمیناً ۱۲۹۶ ہجری ۱۸۷۷ء
۳۰۱	میاں فضل دین صاحب دوکاندار	میاں عیدا صاحب	دھرم کوٹ بگہ ضلع گورداسپور حال حلقہ مسجد فضل قادیان	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
۳۰۲	محمد شریف صاحب (خواجہ) کشمیری دوکاندار سبزی	میاں میراں بخش صاحب	قادیان ۔ حال حلقہ ریتی چھلہ قادیان	پیدائشی احمدی ۱۸۹۸ء	۱۹۰۶ء
۳۰۳	محمد عبدالعزیز صاحب	مولوی محمد عبداللہ صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام	قوم راجپوت کھوکھر ساکن بھینی ڈاکخانہ ترقی لوی ضلع شیخوپورہ حال مہاجر محلہ دارالرحمت قادیان	۱۹۰۶ء	۱۹۰۶ء
۳۰۴	محمد قاسم احمد صاحب	عطرالدین صاحب	امرتسر۔ دروازہ ہاتھی کوچہ مکل حاجی حال قادیان محلہ دارالرحمت	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
۳۰۵	حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی	حافظ محمد حسین صاحب	وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ حال دارالعلوم قادیان	۱۸۹۷ء	۱۸۸۶ء
۳۰۶	مستری امین اللہ صاحب	محمد بخش صاحب احمدی	ملہیاں ضلع امرتسر حال دارالرحمت "	۱۸۹۹ء	۱۸۹۹ء
۳۰۷	احمد نور صاحب کابلی	اللہ نور صاحب کابلی	قرم خوست ایوب قلعہ جدوان حال دارالامان قادیان	۱۸۹۸ء	۱۹۰۲ء
۳۰۸	میاں نور محمد صاحب	غلام دین صاحب	قادرآباد (نواں پنڈ) متصل قادیان	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
۳۰۹	میاں رحم دین صاحب باورچی حضرت نواب صاحب	جمال الدین صاحب	مالیرکوٹلہ حال قادیان دارالعلوم	۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳	۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
٣١٠	منشی عبد الحق صاحب کاتب	حکیم چراغ الدین صاحب	جوڑہ کرنانہ ضلع گجرات حال دار العلوم قادیان	۱۸۹۷ء	۱۸۹۷ء
٣١١	ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر فیض عام میڈیکل ہال	مولوی عبد الغنی صاحب نو مسلم مرحوم	امرتسر حال دار العلوم قادیان	سنہ ء	سنہ ء
٣١٢	محمد لیسین صاحب موٹر ڈرائیور حضرت نواب صاحب	بابو محمد ابراہیم صاحب	گوہد پور ضلع سیالکوٹ حال دار العلوم قادیان	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
٣١٣	میاں محمد اسمٰعیل صاحب سیکھوانی	میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی	سیکھواں ضلع گورداسپور	پیدائشی احمدی ۱۸۹۷ء	۱۹۰۴ء
٣١٤	خانصاحب حامد حسین خانصاحب	خانصاحب محمد حسین خانصاحب	حال دار الرحمت قادیان	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
٣١٥	مرزا فیروز الدین صاحب	مرزا امام الدین صاحب مرحوم	قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان	پیدائشی احمدی ۱۸۹۷ء	۱۹۰۶ء
٣١٦	منشی فیض احمد صاحب بھٹی کاتب الفضل	چوہدری محمد الدین صاحب بھٹی	مہاراجکے چیچے ضلع گوجرانوالہ حال دار البرکات قادیان	پیدائشی احمدی ۱۸۹۹ء	۱۹۰۴ء
٣١٧	میاں احمد دین صاحب	میاں حیات محمد صاحب مرحوم	گوٹیکی ضلع گجرات حال " "	۱۹۰۶ء	۱۹۰۶ء
٣١٨	میاں علاؤ الدین صاحب جیولر میاں فیملی	میاں معراج الدین صاحب عمر	لاہور حال دار الرحمت قادیان	پیدائشی احمدی ۱۸۹۸ء تخمیناً	۱۹۰۴ء
٣١٩	ڈاکٹر نعمت خانصاحب پنشنر	امان خان صاحب	نادون ضلع کانگڑہ حال دار الفضل قادیان	۱۸۹۶ء تحریری	۱۹۰۰ء
٣٢٠	میاں محمد شفیع صاحب اوورسیر	میاں عبد العزیز صاحب	ادجلہ متصل گورداسپور حال قادیان	۱۸۹۹ء	۱۸۹۵ء
٣٢١	بابا شیر محمد صاحب	دتے خاں صاحب	خاں فتا ضلع گورداسپور، دار العلوم قادیان	۱۸۹۴ء	۱۸۹۴ء
٣٢٢	مولوی فضل الٰہی صاحب	مولوی کرم دین صاحب	پنڈدادنخان ضلع جہلم حال دار البرکات "		
٣٢٣	کرم الٰہی صاحب	میاں محمد الدین صاحب	بھیرہ ضلع شاہپور حال دار العلوم "	پیدائشی احمدی ۱۹۰۱ء	۱۹۰۶ء
٣٢٤	ملک خان بادشاہ مہاجر	گل بادشاہ صاحب	درگئی۔ خوست حال قادیان	۱۹۰۲ء	۱۹۰۲ء
٣٢٥	ڈاکٹر مرزا محمود بیگ صاحب	مرزا محمد بیگ صاحب مرحوم	قادیان	۱۹۱۰ء	۱۹۰۰ء
٣٢٦	چوہدری مبارک احمد صاحب ہیڈ کلرک دفتر ایجنسی سرحد شمالی وزیرستان۔ میرام شاہ	چوہدری امان اللہ خاں سکنہ بہلول پور ضلع سیالکوٹ	بہلول پور ضلع سیالکوٹ حال میرام شاہ		
٣٢٧	قاضی تاج الدین صاحب	مولوی غلام رسول صاحب	ادھوالی ضلع گوجرانوالہ حال دار الانوار قادیان	۱۸۹۵ء	۱۸۹۵ء
٣٢٨	میاں نور محمد صاحب (سی پی)	عبد اللہ صاحب	بسرا۔ متصل قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء
٣٢٩	میاں نتھو صاحب راجپوت	گھلا (راجپوت)	قادیان حلقہ مسجد فضل قادیان	۱۹۰۵ء	۱۹۰۵ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۳۳۰	مولوی عبید اللہ صاحب رانجھا	حکیم عمر بخش صاحب المعروف عمر الدین قوم جٹ رانجھا	ساکن چنڈیاں تحصیل و ضلع لاہور ڈاکخانہ جلو حال دار الفضل قادیان	سنہ ۱۹۰۶ء	سنہ ۱۹۰۷ء
۳۳۱	مستری مہر دین صاحب	مستری گوہر دین صاحب	قادر آباد متصل قادیان حال دار الفضل قادیان		
۳۳۲	منشی محمد ابراہیم صاحب	میاں محمد اکبر صاحب مرحوم	بٹالہ ضلع گورداسپور حال حلقہ مسجد اقصیٰ "		
۳۳۳	مرزا صالح علی صاحب	مرزا صفدر بیگ صاحب	مالیر کوٹلہ حال " " "		
۳۳۴	مرزا احمد بیگ صاحب	مرزا بڈھا بیگ مرحوم	قادیان دار الامان	تخمیناً سنہ ۱۸۸۹ء	تخمیناً سنہ ۱۸۸۰ء
۳۳۵	منشی رحمت اللہ صاحب واثق	منشی کرم علی صاحب کاتب	حال دار البرکات قادیان	پیدائشی احمدی سنہ ۱۹۰۳ء	سنہ ۱۹۰۷ء
۳۳۶	میاں محمد صادق صاحب جہلمی	میاں نظام الدین صاحب	جہلم " دار الفضل "	سنہ ۱۹۰۳ء	سنہ ۱۹۰۳ء
۳۳۷	حکیم عبد الرحمٰن صاحب	میاں عبد اللہ فضل دین صاحب	قادیان دار الامان	پیدائشی احمدی سنہ ۱۹۰۲ء	سنہ ۱۹۰۸ء
۳۳۸	میاں شیخ محمد صاحب چٹھی رسان	میاں غلام قادر صاحب	" حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان	سنہ ۱۹۰۳ء	سنہ ۱۸۹۳ء
۳۳۹	ڈاکٹر چوہدری عبد الرحمٰن صاحب	چوہدری عبد الرحیم صاحب	قادیان	پیدائشی احمدی سنہ ۱۹۰۲ء	سنہ ۱۹۰۷ء
۳۴۰	مہتہ عبد القادر صاحب قادیانی	عبد الرحمٰن صاحب قادیانی	"	پیدائشی احمدی سنہ ۱۹۰۴ء	سنہ ۱۹۰۴ء
۳۴۱	چوہدری شریف احمد صاحب	چوہدری محمد ابراہیم صاحب	گوہد پور ضلع سیالکوٹ حال دار العلوم قادیان	پیدائشی احمدی سنہ ۱۸۹۹ء	سنہ ۱۹۰۷ء
۳۴۲	" عبد الرحمٰن صاحب کشمیری	" شادی صاحب کشمیری	قادیان - حلقہ مسجد اقصیٰ	سنہ ۱۹۱۰ء	سنہ ۱۹۰۰ء
۳۴۳	محمد رحیم الدین احمد صاحب تین سو تیرہ میں ۳۰۲	کریم الدین صاحب	ضلع بجنور رجب والا - حال دار الرحمت قادیان	سنہ ۱۸۹۴ء جون تحریری	سنہ ۱۸۹۶ء اگست
۳۴۴	حکیم اللہ دتہ صاحب	نظام الدین صاحب	موضع شاہ پور امرگڑھ ضلع گورداسپور	دستی سنہ ۱۹۰۲ء	سنہ ۱۸۹۸ء
۳۴۵	فضل دین صاحب (عرف فجا) کشمیری	نظام الدین وغدار مرحوم	قادیان حلقہ مسجد اقصیٰ	سنہ ۱۹۰۴ء	سنہ ۱۸۹۰ء
۳۴۶	محمد یعقوب صاحب	محمد اکبر صاحب مرحوم	بٹالہ ضلع گورداسپور حال قادیان دار الرحمت	پیدائشی احمدی سنہ ۱۸۹۸ء	سنہ ۱۹۰۸ء
۳۴۷	ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بی۔ اے (مہر سنگھ)	سوالی شیخ سوندا سنگھ صاحب	ڈمیلی - ضلع جالندھر حال دار الفضل قادیان		
۳۴۸	مولوی عبد الرحیم صاحب نیر	مولوی حافظ حکیم محمد سلیمان	اکونہ ضلع بہرائچ " " "	سنہ ۱۹۰۱ء	سنہ ۱۹۰۱ء
۳۴۹	مرزا محمد افضل صاحب	مرزا محمد جلال الدین صاحب مرحوم	بلانی ضلع گجرات حال دار الرحمت قادیان	سنہ ۱۹۰۴ء	سنہ ۱۹۰۳ء
۳۵۰	ماسٹر خلیل الرحمٰن صاحب	نیک عالم صاحب	پنجیرٹی براستہ جہلم ریاست جموں حال دار الرحمت قادیان		
۳۵۱	ذوالفقار علی خان صاحب	عبد العلی خان صاحب	ریاست رام پور ساکن حال قادیان دار الامان	سنہ ۱۹۰۰ء	سنہ ۱۹۰۴ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۳۵۲	عبدالرحمن صاحب قادیانی وصیت نمبر ۱۴۹ فہرست ۳۱۲ میں ۱۰۱	مہتہ گوراندتہ مل صاحب سوہیال	کنجروڑ دتّاں - ضلع گورداسپور حال قادیان دارالامان	سنہ ۱۳۱۲ھ سنہ ۱۸۹۵ء	سنہ ۱۳۱۲ھ سنہ ۱۸۹۵ء

\+
=۱۵ نمبرات ابجد اراکین خاندان مسیح موعود و متعلقین

۱
۳۶۸ غلطی سے دو نمبر مثلاً ۲۸۱ نمبر دو مرتبہ ہے - اور ۱۱۵ دو مرتبہ درج ہوا - ۱۱۵ پر بھی یہی نام ہے
(-)۱
۳۶۷ اور ۲۸۹ پر بھی وہی - اس طرح ایک نمبر کم ہوگیا - کل نمبر ۳۶۷ ہوئے ہیں ؎

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۳۶۸	سید شاہ عالم صاحب	حافظ سید صوفی محمد حسین صاحب مرحوم	بریلی حال قادیان دارالامان	پیدائشی احمدی سنہ ۱۸۹۹ء پیدائش ۲۲ اکتوبر	سنہ ۱۹۰۵ء
۳۶۹	مولوی جان محمد صاحب	مولوی عبدالغفار صاحب	ڈسکہ ضلع سیالکوٹ حال قادیان دارالبرکات	۳ مئی سنہ ۱۹۰۱ء	دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء
۳۷۰	میاں وزیر محمد صاحب	-	رہتاس ضلع جہلم	سنہ ۱۸۹۳ء	سنہ ۱۸۹۳ء
۳۷۱	بابو مولا بخش صاحب	چوہدری بڈھا صاحب	ننگل باغباناں	پیدائشی	تخمیناً سنہ ۱۹۰۳ء
۳۷۲	محمد اکبر علی صاحب	مولوی محمد علی صاحب	موضع بہادر ضلع گورداسپور حال قادیان محلہ دارالرحمت	"	سنہ ۱۹۰۲ء
۳۷۳	کپتان محمد دین صاحب	خانصاحب امام الدین خان	بٹالہ حال کھارہ متصل قادیان	سنہ ۱۸۹۸ء تقریباً	سنہ ۱۹۰۰ء
۳۷۴	شیخ مہر دین صاحب	شیخ فضل الٰہی صاحب	سیالکوٹ شہر قادیان دارالصناعت تحریک جدید	سنہ ۱۹۰۶ء	سنہ ۱۹۰۶ء
۳۷۵	سید محمود شاہ صاحب	-	کلانور	-	-
۳۷۶	ماسٹر نذیر حسین صاحب	حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ لاہور	سابق - لاہور بیرون دہلی دروازہ حال محلہ دارالعلوم غربی بولب سڑک قادیان	پیدائشی احمدی پیدائش سنہ ۱۸۹۲ء	سنہ ۱۹۰۰ء
۳۷۷	گلزار محمد صاحب	شیخ عطاء محمد صاحب مرحوم	چنیوٹ ضلع جھنگ حال معرفت میاں شمس دین فیروز دین صاحب	سنہ ۱۹۰۸ء جنوری	سنہ ۱۹۰۸ء
۳۷۸	میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل	میاں چراغ دین صاحب	لاہور لنگے منڈی بیرون دہلی دروازہ لاہور	سنہ ۱۸۸۹ء	سنہ ۱۸۸۹ء
۳۷۹	خان بہادر شیخ رحمت اللہ صاحب ریٹائرڈ	شیخ امیر اللہ صاحب	سیالکوٹ حال دارالعلوم قادیان	سنہ ۱۹۰۵ء	سنہ ۱۹۰۵ء
۳۸۰	شیخ احمد اللہ صاحب	شیخ الٰہی بخش صاحب	چھاؤنی سیالکوٹ " "	سنہ ء	سنہ ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولدیت	متوطن	سن بیعت	سن زیارت
۳۸۱	ملک نور الدین صاحب	ملک الٰہی بخش صاحب	کنجاہ ضلع گجرات حال دار الفضل قادیان	۱۸۹۷ء	۱۸۹۷ء
۳۸۲	مرزا محمد ابراہیم صاحب	مرزا عبد اللہ بیگ صاحب	ملتان حال دار العلوم "	۱۹۰۷ء	۱۹۰۶ء
۳۸۳	لبھو صاحب	نامدار صاحب	قادیان - دار الانوار	۱۹۰۴ء	۱۹۰۴ء
۳۸۴	میاں خیر دین صاحب	میاں وزیرا صاحب	ننگل باغباناں حال قادیان	۱۹۰۳ء	۱۸۹۳ء
۳۸۵	حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب	حضرت چوہدری نصر اللہ خانصاحب	ڈسکہ ضلع سیالکوٹ حال قادیان حلقہ دار الانوار قادیان	۱۸۹۹ء یا ۱۹۰۰ء	۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء
۳۸۶	چوہدری بشیر احمد صاحب	چوہدری غلام احمد صاحب مرحوم	چہور کاہلواں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ حال ایڈیشنل جج مطالبہ دہلی		
۳۸۷	میاں چوہدری علی حسن صاحب	میاں احمد بخش صاحب مرحوم	سنور ریاست پٹیالہ - حال دار الامان قادیان	پیدائشی احمدی ۱۸۸۰ء	۱۸۸۴ء ۱۸۸۵
۳۸۸	میاں محمد اسد اللہ صاحب	مولوی عزیز بخش صاحب	تیجہ کلاں تحصیل بٹالہ حال دار الرحمت قادیان	۱۹۰۳ء	۱۹۰۴ء ۱۹۰۵
۳۸۹	اخوند محمد اکبر صاحب	اخوند رحیم بخش خانصاحب	محلہ مسجد فضل "	اپریل ۱۸۸۵ء	۱۹۰۴ء
۳۹۰	شیخ محمد حسین صاحب قانونگو پنشنر	شیخ غلام حیدر صاحب	" " "	قریباً ۱۸۸۲ء	۱۹۰۶ء
۳۹۱	میاں عبد العزیز صاحب	میاں عدل الدین صاحب	شکار ماچھیاں ضلع گورداسپور حال محلہ دار العلوم قادیان	۱۹۰۶ء	۱۹۰۶ء
۳۹۲	میاں محمد وارث صاحب	میاں پیر بخش صاحب	بھڑی شاہ رحمان ضلع گوجرانوالہ حال قادیان دار الامان	۱۸۹۴ء ۱۸۹۵	۱۹۰۲ء اندازاً
۳۹۳	حکیم محمد چراغ الدین صاحب	عبد الکریم صاحب	جوڑہ کرنانہ ضلع گجرات حال محلہ دار العلوم قادیان	۱۹۰۲ء	۱۹۰۳ء بمقام جہلم

جہاں تک ہمارا علم ہے یہ فہرست مکمل ہے۔

نوٹ ۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں صحابی کی تعریف یہ ہے کہ "جس شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہو اور پھر ارتداد نہیں کیا خواہ درمیان میں کسی قدر کمزوری کیوں نہ ہو گیا ہو۔ وہ یقیناً صحابی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔"

(الفضل ۲۴ فروری ۱۹۲۰ء صفحہ ۲)

۲۔ مندرجہ بالا رجسٹر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دستخط بھی موجود ہیں (ناقل)

جہاں تک ہمارا علم ہے یہ فہرست مکمل ہے۔
(حضرت) مرزا شریف احمد ۳۰.۳.۴۵

30/3/45

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے سفر حیدرآباد کے گروپ فوٹو

۱- خان بہادر احمد الہ الدین المخاطب نواب احمد نواز جنگ بہادر صاحب کی کوٹھی -

کرسیوں پر (دائیں سے بائیں) (۱) نور محمد الہ الدین صاحب (غیر احمدی) - (۲) خانصاحب دوست محمد الہ الدین صاحب (غیر احمدی) - (۳) نواب احمد نواز جنگ بہادر (غیر احمدی) - (۴) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ - (۵) حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب (۶) مولوی سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد - (۷) فدا حسین خانصاحب - (۸) غلام دستگیر صاحب (غیر احمدی) - سیٹھ علی محمد عبداللہ الہ الدین - حضور کے قدموں میں بیٹھے ہوئے حضرات (دائیں سے بائیں) (۱) میاں عبدالرحیم صاحب - (۲) حضرت حافظ ملک محمد صاحب - (۳) عبدالجلیل صاحب فیق - (۴) محمد عبداللہ صاحب بی - ایس - سی - (۵) پروفیسر حبیب اللہ خانصاحب - (۶) سیٹھ محمد اعظم صاحب - (۷) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ - (۸) عبدالغفور صاحب - (۹) عبدالقادر صاحب لوحنا - (۱۰) سید منیر الدین صاحب - (حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی پشت پر حکیم میر سعادت علی صاحب اور اُن کے دائیں بازو مولوی عبدالقادر صاحب صدیقی کھڑے ہیں - ان کے علاوہ اس تصویر میں اور جو لوگ ہیں اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں - (۱) سیٹھ سید جعفر صاحب (۲) سیٹھ محمد علی صاحب - (۳) سیٹھ محمد علی صاحب رڈکوری (۴) شیخ علی صاحب ظہیرآبادی - (۵) حیدر علی صاحب - (۶) سیٹھ فاضل الہ الدین صاحب - (۷) ڈاکٹر میر احمد سعید صاحب فوجی لباس میں - (۸) ملک صلاح الدین صاحب ایم - اے پرائیویٹ سیکرٹری - (۹) عطا محمد صاحب پہرہ دار حضرت صاحب (۱۰) محمد یعقوب صاحب عثمان آباد - (۱۱) مولوی محمد لقمان صاحب - (۱۲) نذیر احمد صاحب بنگلوری -

۲- حیدرآباد کے مضافاتی ریلوے اسٹیشن بیگم پیٹھ پر -

حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کے دائیں طرف ایستادہ چند اصحاب:- (۱) مولوی سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد - (۲) حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی الہ الدین صاحب - (۳) سیٹھ محمد غوث صاحب - (۴) سید محمد عقیل صاحب - (۵) مولوی مومن حسین صاحب (ترکی ٹوپی اور سفید ڈاڑھی) - حضور کے بائیں جانب - (۱) نواب احمد نواز جنگ بہادر صاحب - (۲) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ - (۳) نواب اکبر یار جنگ بہادر صاحب (عینک اور ترکی ٹوپی پہنے) اور اُن کے پشت پر عینک لگائے ہوئے مولوی فضل حق خانصاحب ناظم عدالت - اور اُن کے دائیں جانب نواب غلام احمد خانصاحب ایڈووکیٹ -

اس تصویر میں اور جو حضرات موجود ہیں اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں - (۱) محترم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی - (۲) سیٹھ محمد اعظم صاحب - (۳) پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب (۴) میاں عبدالرحیم صاحب - (۵) بشیر علی صاحب کنجاہی - (۶) محمد عبدالقادر صاحب صدیقی - (۷) حکیم میر سعادت علی صاحب - (۸) عبدالحی صاحب مجیلی بندان - (۹) عبدالغفور صاحب - (۱۰) شیخ علی صاحب ظہیرآبادی - (۱۱) سیٹھ فاضل الہ الدین صاحب - (۱۲) احمد حسین صاحب سعید تیماپوری - (۱۳) نواب سید محمد رضوی صاحب (۱۴) سیٹھ غلام قادر صاحب شرق - (۱۵) سیٹھ علی محمد صاحب - (۱۶) مرزا سلیم بیگ صاحب (۱۷) حیدر علی صاحب - (۱۸) محترم یوسف عرفانی صاحب ÷

لوائے احمدیّت

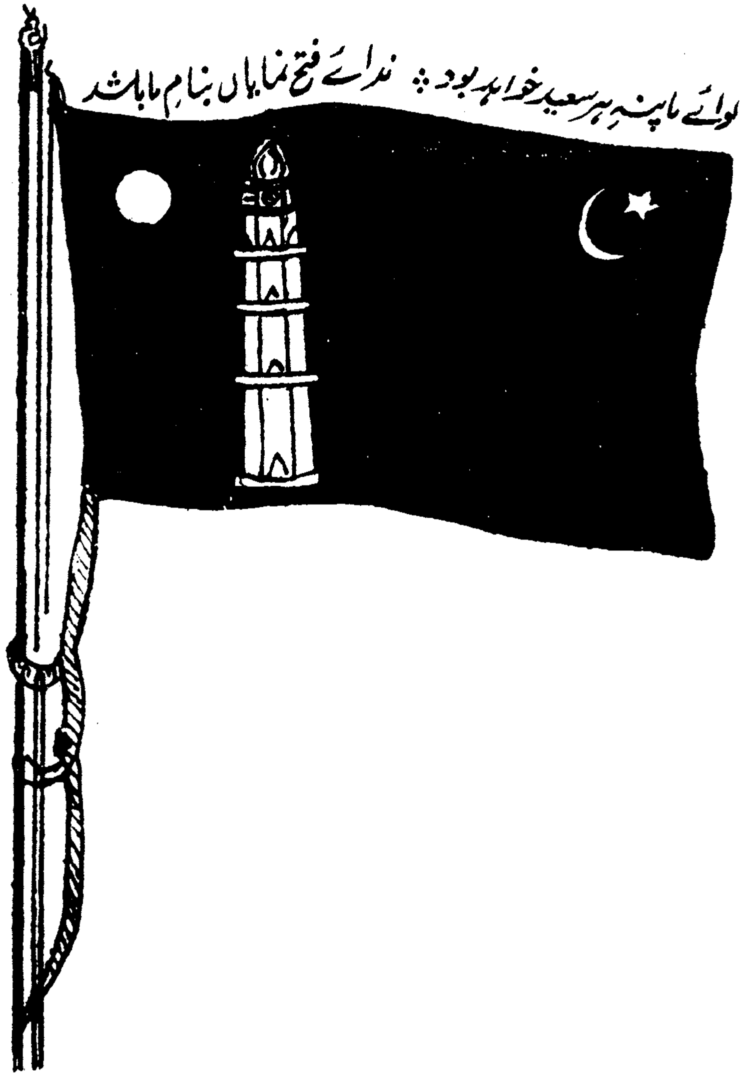

لوائے خدام الاحمدیہ

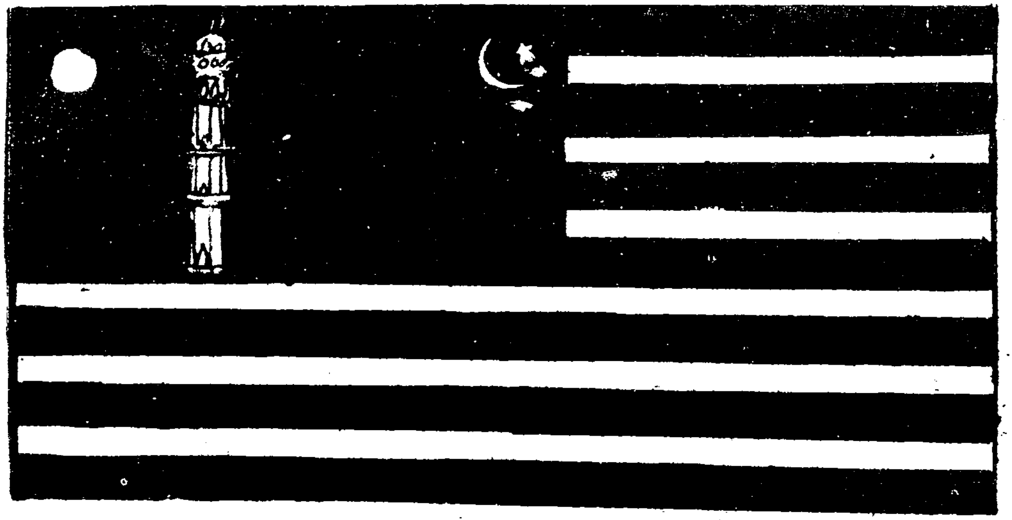

لوائے لجنہ اماء اللہ

مینیجنگ ڈائریکٹر ادارۃ المصنفین ربوہ نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے چھپوا کر شائع کیا۔ طبع اوّل - دسمبر ۱۹۶۷ء